المصباح المنير

تہذیب وتحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

[illegible]

سورۂ فاتحہ —— سورۂ آل عمران

امام ابوالفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
۷۰۱ - ۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق ونظر ثانی:
شعبہ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام

دارالسلام
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

المصباح المنیر

تہذیب وتحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

4

© مكتبة دار السلام، ١٤٢٩ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
ابن كثير، اسماعيل ابن عمر
المصباح المنير تهذيب و تحقيق تفسير ابن كثير: المجلد الرابع. / اسماعيل ابن عمر ابن كثير - الرياض، ١٤٢٩ هـ
ص: ٨٠٣ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ٦-٠٩-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨
(الكتاب باللغة الاردية)
١. قصص القرآن ٢. السيرة النبوية أ. العنوان
ديوي ٢٢٧,٣٢ ١٤٢٩/١٥٣٤
رقم الإيداع: ١٤٢٩/١٥٣٤
ردمك: ٦-٠٩-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨

238.45
ابن ک

المكتبة الرحمانية
۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 17547

المصباح المنیر

تہذیب وتحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

4

سورۂ طٰہٰ ــــ سورۂ احزاب

امام ابوالفدا عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
٧٠١ — ٧٧٤ھ

تہذیب: مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ، مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ

تخریج تحقیق ونظر ثانی: شعبہ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام ، لاہور

دارالسلام
DARUSSALAM

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارُالسّلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 ● الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 ● سویلم فون: 2860422 01
● مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 ● قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
● مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 ● مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
● جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 ● الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
● ینبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 ● خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** ● ہوسٹن فون: 7220419 713 001 ● نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 **آسٹریلیا** فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

● 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
موبائل: 4212174 0321-8484569 0322 ● غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

کراچی طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937
اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
حافظ آباد فیصل پلازہ، گوجرانوالہ روڈ، حافظ آباد فون و فیکس 525170-0547

اجمالی فہرست

سورۂ طٰہٰ 37

پارہ: 17 97

سورۂ انبیاء 97

سورۂ حج 159

پارہ: 18 234

سورۂ مومنون 234

سورۂ نور 281

سورۂ فرقان 365

پارہ: 19 378

سورۂ شعراء 414

سورۂ نمل 470

پارہ: 20 498

سورۂ قصص 521

سورۂ عنکبوت 574

پارہ: 21 599

سورۂ روم 615

سورۂ لقمٰن 652

سورۂ سجدہ 678

سورۂ احزاب 695

پارہ: 22 730

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ارشادِ باری تعالیٰ

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

”اور رسول اللہ (ﷺ روزِ محشر) کہیں گے: اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن کو گلدستۂ طاقِ نسیاں بنا دیا تھا۔“

(الفرقان 30:25)

فرمانِ نبوی

اَلْقُرْاٰنُ مُشَفَّعٌ، وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ، مَّنْ جَعَلَهٗ أَمَامَهٗ قَادَهٗ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ إِلَى النَّارِ

”قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ وہ (قاری کی) وکالت کرے گا تو اس کو سچا قرار دیا جائے گا۔ جس نے اسے اپنے آگے رکھا یہ اس کی فردوسِ بریں کی طرف راہ نمائی کرے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اس کو آتش جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔“

(صحیح ابن حبان، حدیث:124)

وُہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اَور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

فہرست

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ طٰہٰ		
قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابِ نعمت ہے	8-1	37
موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ	10,9	39
موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہلی وحی	16-11	41
قیامت آنے والی ہے	16-11	42
موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی	21-17	43
لاٹھی سانپ بن گئی	21-17	44
موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کسی عیب کے بغیر چمکنے لگا	35-22	44
موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم	35-22	45
موسیٰ علیہ السلام کی دعا	35-22	45
قبولیتِ دعا کی بشارت اور سابقہ احسانات کی یاددہانی	40-36	47
موسیٰ علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب	44-41,40	49
موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا فرعون سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں ثابت قدم رکھنا	48-45	51
موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے وعظ	48-45	51
موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو	52-49	52
موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا تتمہ	56-53	54

عنوانات	آیات	صفحہ
فرعون تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا	56-53	55
فرعون نے معجزات کو جادو قرار دیا	59-57	55
دونوں گروہوں کا اجتماع	64-60	56
موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی	70-65	58
جادوگر ایمان لے آئے	70-65	59
جادوگروں کی تعداد	70-65	59
فرعون کی جادوگروں کو سرزنش	73-71	60
جادوگروں کا فرعون کے سامنے وعظ	76-74	62
بنی اسرائیل کا مصر سے خروج	79-77	64
بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاددہانی	82-80	66
اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو بخشتا ہے؟	82-80	67
موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جانا اور بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنا	89-83	68
ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے ممانعت	91,90	71
موسیٰ وہارون علیہما السلام کی گفتگو	94-92	72
سامری نے بچھڑا کس طرح بنایا تھا؟	98-95	73
سامری کی سزا اور بچھڑے کو جلانا	98-95	73
قرآن اللہ کا ذکر ہے	101-99	75
صور میں پھونکا جانا اور قیامت کا دن	104-102	76
پہاڑوں کو بکھیر اور زمین کو ہموار کر دیا جائے گا	108-105	77
لوگ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے	108-105	78
شفاعت اور جزا	112-109	79
ظالم نامراد ہوگا	112-109	80
قرآن کے نزول کا مقصد	114,113	81

عنوانات	آیات	صفحہ
نزولِ قرآن کے وقت اسے پڑھنے میں جلدی نہ کریں	114,113	82
قصۂ آدم و ابلیس	122-115	83
حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اتارا جانا	126-123	86
وحی الٰہی سے اعراض کی دنیا و آخرت میں سزا	126-123	86
حد سے نکل جانے والوں کے لیے شدید عذاب	127	87
سابقہ امتوں کی تباہی باعثِ عبرت ہے	130-128	88
صبر اور نماز پنجگانہ کا حکم	130-128	89
دولت مندوں کے ساز و سامان کو نہ دیکھیں	132,131	91
قرآن مجید ایک نشانی ہے	135-133	94

سورۂ انبیاء

پارہ: 17

فضیلت		97
قیامت سر پر ہے اور لوگ غافل ہیں	6-1	97
کفار کا قرآن اور رسول کے بارے میں نظریہ	6-1	99
تمام پیغمبر بشر تھے	9-7	100
فضیلتِ قرآن	15-10	101
ظالموں کو کیسے ہلاک کیا گیا؟	15-10	101
کائنات کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے	20-16	103
ہر چیز اللہ ہی کی مملوک ہے	20-16	103
جھوٹے خداؤں کی تردید	23-21	104
اللہ ہی معبود برحق ہے	25,24	105
فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کی تردید	29-26	106
اللہ کی نشانیاں	33-30	107

عنوانات	آیات	صفحہ
﴿كَانَتَا رَتْقًا﴾ کا مفہوم	33-30	108
جنت میں داخلے کا جامع پیکج	33-30	109
پہاڑوں میں کشادہ راہیں	33-30	109
آسمان قبے کی طرح ہے	33-30	109
شمس وقمر میں غور وفکر	33-30	110
دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا	35-34	111
مشرکین کا نبی ﷺ کے ساتھ استہزا	37-36	112
انسان عجلت پسند ہے	37-36	112
مشرکوں کا عذاب کو جلد طلب کرنا	40-38	113
استہزا کرنے والے کے لیے سابقہ لوگوں سے عبرت	43-41	114
مشرکین کی فریب خوردگی	47-44	115
﴿الْمَوَازِيْنَ﴾ کا مفہوم	47-44	116
پسندیدہ ترین کلمے	47-44	116
خائن ملازم سے حسن سلوک	47-44	117
تورات اور قرآن کا نزول	50-48	118
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ	56-51	119
ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا	63-57	120
ابراہیم علیہ السلام کے تین توریے	63-57	121
بتوں کی عاجزی کے بارے میں قوم کا اعتراف	67-64	123
آتش نمرود کا گلزار ہونا	70-68	124
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کی طرف ہجرت	75-71	126
حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر	75-71	126
نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر	77,76	127

عنوانات	آیات	صفحہ
حضرت داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر	82-78	128
قاضی کی فہم و فراست	82-78	129
مسئلہ اجتہاد	82-78	129
داود علیہ السلام ایک خوش الحان قاری	82-78	130
داود علیہ السلام اور زرہ کی صنعتکاری	82-78	131
سلیمان علیہ السلام کی بے مثال سلطنت	82-78	131
سلیمان علیہ السلام کے غوطہ خور اور انجینئر	82-78	132
ذکرِ ایوب علیہ السلام	84,83	132
صبر کا مظاہرہ	84,83	133
صبر کا پھل	84,83	133
اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر	86,85	134
یونس علیہ السلام کا ذکر	88,87	135
یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا	88,87	135
مچھلی کا نگلنا	88,87	135
نقشہ: بحرِ محیط یا بحرِ اخضر	88,87	136
یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح	88,87	137
مشکلات میں یہ دعا کریں	88,87	138
زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا ذکر	90,89	139
عیسیٰ اور مریم صدیقہ علیہما السلام کا ذکر	91	140
سب لوگ ایک امت ہیں	94-92	141
جو فوت ہو گیا وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا	97-95	142
یاجوج و ماجوج کا ذکر	97-95	143
قیامت سے پہلے چند علامات کا ظہور	97-95	143

عنوانات	آیات	صفحہ
پہلی حدیث	97-95	143
دوسری حدیث	97-95	145
تیسری حدیث	97-95	148
مشرکین اور ان کے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں	103-98	149
سعادت مندوں کا حال	103-98	149
روزِ قیامت آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا	104	153
روز محشر سب لوگ عریاں ہوں گے	104	154
زمین کے وارث نیک لوگ ہوں گے	107-105	154
﴿الزَّبُوْرِ﴾ کا مفہوم	107-105	155
رحمۃ للعالمین ﷺ	107-105	155
وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو	112-108	157
قیامت کے وقت کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں	112-108	157
میدان جنگ میں کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟	112-108	158

سورۂ حج

قیامت کی ہولناکیاں	2,1	159
اس حدیث کا ایک دوسرا طریق	2,1	161
شیطان کے پیروکاروں کی مذمت	4,3	164
انسان و جنات کی تخلیق سے بعث بعد الموت کے دلائل	7-5	165
رحم میں نطفے اور جنین کے ارتقائی مراحل	7-5	165
انسان بچپن سے بڑھاپے کی طرف	7-5	166
نباتات سے ایک دوسری مثال	7-5	167
بدعتیوں اور گمراہوں کے سرداروں کا حال	10-8	168
کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے معنی	13-11	169

عنوانات	آیات	صفحہ
نیک لوگوں کا بدلہ	14	171
اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یقیناً فتح ونصرت عطا فرمائے گا	16,15	171
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرقوں میں فیصلہ فرمائے گا	17	172
ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے	18	173
سورج بھی ہر روز عرش تلے سجدہ کرتا ہے	18	173
سببِ نزول	22-19	176
کفار کی سزا	22-19	176
مومنوں کی جزا	24,23	178
سونے چاندی کے کنگن اور ریشم کا لباس	24,23	178
مومنوں کا روز قیامت خیر مقدم اور بہشت بریں میں داخلہ	24,23	179
اللہ کے رستے اور مسجد حرام سے روکنے والوں کے لیے وعید	25	180
مکہ کے گھروں کو کرائے پر دینے کا مسئلہ	25	181
حرم میں کفر و کج روی کرنے والے کے لیے وعید	25	183
تعمیر کعبہ اور اعلانِ حج	27,26	184
حج میں دونوں جہانوں کے فائدے ہیں	29,28	187
عشرۂ ذوالحجہ اور اس کی دوسرے دنوں پر فضیلت	29,28	187
قربانی کا گوشت خود کھانا اور محتاجوں کو کھلانا	29,28	188
ان آخری اعمال کے ساتھ حج مکمل ہو جاتا ہے	29,28	189
گناہوں سے اجتناب کا اجر و ثواب	31,30	190
کون سے مویشی حلال ہیں؟	31,30	191
شرک اور جھوٹ سے اجتناب کا حکم	31,30	191
مشرک کی مثال	31,30	192
ایک اور مثال	31,30	192

عنوانات	آیات	صفحہ
قربانی کے جانور کے جواز وعدم جواز کی صورتیں اور شعائر اللہ کی تفسیر	33,32	193
اونٹوں کے فائدے	33,32	194
قربانی کا حکم تمام امتوں کے لیے تھا	35,34	195
اونٹ نحر کرنے کا حکم	36	196
اونٹ اور گائے کی قربانی میں کتنے افراد شرکت کر سکتے ہیں؟	36	197
جانور ذبح کرتے وقت مسنون دعا	36	197
دوسری دعا	36	197
تیسری دعا	36	198
چوتھی دعا	36	198
پانچویں دعا	36	198
زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا	36	199
قربانی کا گوشت فقراء کو کھلانا	36	199
قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا اور کھال سے فائدہ اٹھانا	36	200
نماز عید سے قبل قربانی کرنے کی ممانعت	36	200
جانور قربان کرنے کے کتنے دن ہیں؟	36	201
قربانیوں سے مقصود اخلاص وتقویٰ ہے	37	201
تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے	37	202
قربانی کے جانور کی عمر	37	202
مومنوں کے دفاع کی بشارت	38	203
قتال کی اجازت اور جہاد کے بارے میں پہلی آیت	40,39	203
مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں کا بیان	40,39	206
غلبہ واقتدار کے وقت مسلمانوں کے فرائض	41	207
جھٹلانے والوں کا انجام	46-42	209

عنوانات	آیات	صفحہ
ظالم اور نافرمان بستیوں کی تباہی	46-42	209
بطور عبرت کھنڈرات کی سیر و سیاحت کرنا	46-42	210
کفار کا مطالبۂ عذاب	48,47	211
نیک اور بد لوگوں کی جزاوسزا	51-49	212
شیطان کی وسوسہ اندازیاں اور قصۂ غرانیق	54-52	214
﴿فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ کا مفہوم	54-52	214
کفار ہمیشہ شک و تردد میں مبتلا رہیں گے	57-55	216
اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے اجر عظیم	60-58	217
اللہ کی راہ میں مرنے والے کے لیے رزق کریم اور اجر عظیم	60-58	218
اللہ ہی دنیا کا خالق و متصرف ہے	62,61	220
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	66-63	221
زمین و آسمان کی ہر شے انسان کی مطیع و فرماں بردار ہے	66-63	222
زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے	66-63	223
ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے	69-67	224
اللہ تعالیٰ کو تخلیق کائنات سے پہلے بھی اس کے متعلق پورا پورا علم تھا	70	225
مشرکین کا غیر اللہ کی عبادت کرنا	72,71	226
بت حقیر اور ان کے پجاری احمق ہیں	74,73	227
اللہ تعالیٰ کا فرشتوں اور انسانوں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب	76,75	229
عبادت اور جہاد کا حکم	78,77	230
شریعت محمدیہ کی رخصتیں	78,77	230
﴿مِلَّةَ﴾ کے منصوب ہونے کی وجہ	78,77	231
﴿سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کا مفہوم	78,77	231
امت محمدیہ پہلی امتوں کی گواہی دے گی	78,77	232

سورۃ مومنون

پارہ: 18

عنوانات	آیات	صفحہ
مومنوں کی صفات	11-1	234
عجز و نیاز کے پیکر	11-1	234
لغویات سے پرہیز	11-1	235
مال و جان کا تزکیہ کرنے والے	11-1	235
فحاشی کے منکر	11-1	235
وعدوں کے پاس دار اور امین لوگ	11-1	236
بندگی کے محافظ	11-1	236
فردوس بریں کے وارث	11-1	236
انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل	16-12	238
آسمانوں کی پیدائش بھی نشانی ہے	17	241
بارش، نباتات، درخت اور چوپائے اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں	22-18	242
پانی کو قابل استعمال بنانا	22-18	242
چوپائے قدرت کی نشانی ہیں	22-18	244
حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ	25-23	245
نزولِ عذاب اور مومنوں کے لیے نجات	30-26	246
عاد یا ثمود کا قصہ	41-31	248
کچھ امتوں کا ذکر	44-42	249
موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ	49-45	250
عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکر	50	250
اکل حلال اور عمل صالح کا حکم	56-51	252
تمام انبیائے کرام کا دین توحید ہے	56-51	243

عنوانات	آیات	صفحہ
اہل خیر کی صفات	61-57	255
نیکی کرنے کے باوجود اللہ کا ڈر	61-57	255
اللہ تعالیٰ کا عدل اور مشرکین کی قلابازیاں	67-62	256
مشرکین کی تردید اور مذمت	75-68	259
حق خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا	75-68	260
نبی اجرت کا طلب گار نہیں ہوتا	75-68	261
کفار کے حالات کا ذکر	75-68	262
نزولِ عذاب کے وقت عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟	83-76	263
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عظیم قدرتوں کی یاددہانی	83-76	264
مشرکین کا بعث بعد الموت سے انکار	83-76	265
مشرکین توحید ربوبیت کے قائل تھے	90-84	266
اللہ کا کوئی شریک نہیں	92,91	268
آلام ومصائب کے وقت دعا کا حکم	98-93	270
کفار کی بوقت موت تمنا	100,99	271
برزخ اور اس کا عذاب	100,99	273
نفخ صور اور وزنِ اعمال	104-101	274
دوزخیوں کو سرزنش	107-105	275
اللہ تعالیٰ کا جواب	111-108	277
زندگانیٔ دنیا کی کل مدت	116-112	278
اللہ نے بندوں کو بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا	116-112	279
شرک ظلم عظیم ہے	118,117	280

سورۂ نور

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ نور کی اہمیت	2,1	281

عنوانات	آیات	صفحہ
زنا کی حد کا بیان	2,1	282
کنوارے اور شادی شدہ زانی مرد وزن کی سزا	2,1	282
حدود نافذ کرنے میں ترس نہ کھاؤ	2,1	283
لوگوں کی موجودگی میں حد قائم کرو	2,1	283
حد قذف کا بیان	5,4	285
بہتان بازی کرنے والے کی توبہ	5,4	285
لعان کا بیان	10-6	286
آیتِ لعان کا سبب نزول	10-6	287
واقعۂ اِفک	11	289
نقشہ: واقعۂ افک (غزوۂ بنو مصطلق)	11	290
بہتان بازوں کا ٹولا	11	292
محمد ﷺ عالم الغیب ہوتے تو تحقیق نہ کرتے	11	293
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت	11	295
سب سے بڑا بہتان طراز لعنتی	11	297
بہتان کے پھیلانے پر مومنوں کی سرزنش	13,12	297
واقعۂ افک کے ”صریح بہتان“ ہونے کے عقلی دلائل	13,12	298
اللہ نے اپنے فضل سے بہتان باندھنے والوں کو توبہ کی توفیق بخشی	15,14	299
بہتان طرازوں کی دوبارہ سرزنش	18-16	301
مومنوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کی گوشمالی	19	301
دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا ذلیل وخوار ہوتا ہے	19	302
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی یاددہانی	21,20	302
﴿خُطُوٰتِ﴾ کا مفہوم	21,20	303
اہلِ فضل کو جود وسخا کی ترغیب	22	303

عنوانات	آیات	صفحہ
پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا	25-23	305
سات تباہ کن چیزیں	25-23	305
عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ یہ سب سے پاک باز انسان کی بیوی ہیں	26	307
گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب	29-27	308
نظر نیچی رکھنے کا حکم	30	312
چھ چیزوں کی ضمانت کی وجہ سے جنت میں داخلے کی ضمانت	30	313
آنکھ، زبان، کان اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں	30	314
پردے کے احکام	31	315
﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کا مفہوم	31	316
جن لوگوں کے سامنے عورت اظہارِ زینت کر سکتی ہے	31	317
عورت کے لیے رستے میں چلنے کے آداب	31	319
نکاح کا حکم	34-32	320
﴿ الْأَيَامَىٰ ﴾ کا مطلب	34-32	321
اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کے حق دار	34-32	321
شادی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کا حکم	34-32	322
غلاموں سے مکاتبت کا حکم	34-32	323
لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت	34-32	324
آثار وروایات	34-32	324
کن کی کمائی ناپاک ہے؟	34-32	325
اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال	35	327
﴿ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ﴾ کا مفہوم	35	328
مساجد کے فضائل و آداب	38-36	330
مسجد میں تجارت جائز ہے نہ گم شدہ چیز کا اعلان	38-36	332

عنوانات	آیات	صفحہ
پچیس گنا زیادہ ثواب حاصل کیجیے!	38-36	332
مسجد میں داخل ہونے کی دعا	38-36	333
تاجر ہوشیار باش!	38-36	334
کفار کی دو قسموں کی مثالیں	40,39	336
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	42,41	339
بادلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تنبیہ کا نمایاں پہلو	44,43	340
ژالہ باری اور اس کے نقصانات	44,43	340
جانوروں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت	45	341
منافقوں کے حیلے اور مومنوں کا حال	52-47	342
جھوٹی قسمیں منافقوں کی ڈھال ہیں	54,53	345
اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے حکومت کا وعدہ	55	346
مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت	55	347
قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک مسلمان	55	349
اللہ اور بندوں کے حقوق	55	350
ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا	55	350
نماز، زکاۃ اور اطاعت کا حکم	57,56	351
غلاموں اور بچوں کے اجازت طلب کرنے کے اوقات	60-58	353
زیادہ بوڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں	60-58	354
قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانا	61	355
مل جل کر کھانے میں برکت ہے	61	358
مل جل کر کرنے والے کام سے جانے کے لیے اجازت طلب کرنا	62	359
نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت ادب کی تلقین	63	360
رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ممانعت	63	361

عنوانات	آیات	صفحہ
جس طریق پر تم ہو اللہ اسے جانتا ہے	64	362

سورۂ فرقان

عنوانات	آیات	صفحہ
اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے	2,1	365
مشرکین کی بیوقوفی کا بیان	3	367
قرآن مجید کے بارے میں کفار کی باتیں	6-4	368
رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کی باتیں	14-7	371
دوزخ بہتر ہے یا جنت؟	16,15	373
مشرکوں کے معبودوں کا روز قیامت اظہار براءت	19-17	375
سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے	20	377

پارہ: 19

عنوانات	آیات	صفحہ
کفار کی ہٹ دھرمی	24-21	378
اہل جنت کا ٹھکانا	24-21	381
قیامت کے دن کی سنگینیاں	29-25	383
رسول اللہ ﷺ مخالفین کا شکوہ کریں گے	31,30	385
قرآن مجید کے تدریجاً اتارنے میں حکمت	34-32	386
مشرکینِ قریش کو ڈراوا	40-35	388
نقشہ: اصحاب الرس	40-35	390
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کافروں کا استہزا	44-41	392
خواہشِ نفس کو معبود بنانا	44-41	392
باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل	47-45	393
پانی نعمت رب جلیل ہے	50-48	394
رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے	54-51	396
مشرکین کی جہالت	60-55	399

عنوانات	آیات	صفحہ
رسول اللہ ﷺ بشیر ونذیر ہیں	60-55	400
رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کا حکم	60-55	400
مشرکین کی مذمت	60-55	402
اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت	62,61	403
اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات	67-63	404
شرک، قتل اور زنا سے اجتناب	71-68	406
بندگان الٰہی کی کچھ اور صفات	74-72	410
اللہ کے بندوں کی جزا اور اہل مکہ کے لیے وعید	77-75	412

سورۂ شعراء

کفار کا قرآن مجید سے اعراض	9-1	414
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ	22-10	417
پروردگار عالم کے متعلق فرعون کا توہین آمیز انداز	28-23	419
منطقیوں کے ایک شبہے کا ازالہ	28-23	420
موسیٰ علیہ السلام کے کچھ معجزے	37-29	421
فرعون کی چال	37-29	422
موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ	48-38	423
فرعون اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے جادوگروں کی گفتگو	51-49	425
بنی اسرائیل کا مصر سے خروج	59-52	426
کیا تم اس بڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ہو؟	59-52	426
فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی	68-60	429
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ	77-69	430
اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم	82-78	432
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اپنے اور اپنے باپ کے لیے دعا	89-83	433

عنوانات	آیات	صفحہ
قیامت کے دن پرہیزگاروں اور گمراہوں کا انجام	104-90	436
حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	110-105	438
قوم نوح کا جواب	115-111	439
قوم کی دھمکی، نوح علیہ السلام کی بددعا اور قوم کی ہلاکت	122-116	440
حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	135-123	441
قوم ہود کا جواب اور ان پر عذاب	140-136	442
قوم ثمود اور صالح علیہ السلام	145-141	445
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاددہانی	152-146	445
ثمود کا جواب، نشانی کا مطالبہ اور عذاب کی آمد	159-153	446
لوط علیہ السلام کی دعوت	164-160	448
قوم کی بے حیائی کی تردید، ان کا جواب اور ان پر عذاب	175-165	449
شعیب علیہ السلام کی اصحاب اَیکہ کو نصیحت	180-176	450
ناپ تول پورا دینے کا حکم	184-181	450
نقشہ: اصحاب مدین	184-181	451
قوم شعیب کا جواب اور ان پر عذاب	191-185	452
قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے	195-192	455
قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے	199-196	456
قریش کا شدید کفر	199-196	456
جب تک عذاب نہ دیکھ لیں تکذیب کرنے والے ایمان نہیں لائیں گے	209-200	457
دنیا کی حقیقت	209-200	459
قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں	212-210	460
قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم	220-213	461
مشرکین کی افترا پردازی کی تردید	227-221	464

عنوانات	آیات	صفحہ
نبیٔ اکرم ﷺ کو شاعر کہنے کی تردید	227-221	466
شعرائے اسلام اس سے مستثنیٰ ہیں	227-221	467

سورۂ نمل

قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت و بشارت ہے	6-1	470
موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام	14-7	472
داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر	19-15	475
نقشہ: داود علیہ السلام	14-15	476
ہدہد کی غیر حاضری	21,20	478
ہدہد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں	26-22	480
سلیمان علیہ السلام کا نامۂ گرامی بلقیس کے نام	31-27	482
بلقیس کا درباریوں سے مشورہ	35-32	483
بلقیس کا تحفہ اور سلیمان علیہ السلام کا جواب	37,36	484
ایک لحظہ میں بلقیس کے تخت کی حاضری	40-38	485
بلقیس کا امتحان	44-41	488
نقشہ: سلیمان علیہ السلام	44-41	489
شیش محل	44-41	490
صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود	47-45	491
فساد کرنے والے گروہ کی چال اور قوم ثمود کا انجام	53-48	493
لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر	58-54	495
اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کا حکم	59	496

پارہ: 20

توحید کے چند ایک دلائل	60	498
زمین بہترین قرار گاہ	61	499

عنوانات	آیات	صفحہ
زمین میں دریاؤں کا جال	61	499
مشکل کشا اور حاجت روا	62	500
ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا قصہ	62	501
زمین میں خلافت	62	501
ستاروں کے فوائد	63	503
اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل	64	503
عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے	66,65	504
کفار کا بعث بعد الموت کو بعید سمجھنا اور اس کی تردید	70-67	506
منکرینِ قیامت	75-71	507
قرآن بنی اسرائیل کے اختلاف کو بیان کرتا ہے	81-76	508
توکل کا حکم	81-76	509
زمین سے ایک جانور کا نکلنا	82	509
قیامت کے دن ظالموں کا جمع کیا جانا	86-83	512
قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ	90-87	513
اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم	93-91	518

سورۃ قصص

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات	6-1	521
موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف تدبیر کے بارے میں وحی	9-7	522
موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں	9-7	523
موسیٰ کی ماں کا شدید غم اور بچے کی واپسی	13-10	525
موسیٰ کا ایک قبطی کو مار دینا	17-14	527
قتل کے راز کا افشاء	19,18	529
موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے صلاح مشورے	20	530

عنوانات	آیات	صفحہ
موسیٰ علیہ السلام مدین میں	24-21	530
موسیٰ علیہ السلام ان دو عورتوں کے والد کے پاس	28-25	531
طاقتور اور امانت دار ملازم	28-25	532
مشروط نکاح	28-25	533
موسیٰ کی مصر واپسی اور رستے میں نبوت و معجزات کا ملنا	32-29	535
آگ لینے گئے تو اپنے رب سے ہم کلام ہو گئے	32-29	535
موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون کے بارے میں سوال	35-33	537
موسیٰ علیہ السلام کے وزیر	35-33	538
موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں	37,36	540
فرعون کا تکبر اور انجام	42-38	541
فرعون کا انجینئر	42-38	541
کوئی کسی کا حامی و ناصر نہ ہو گا	42-38	542
موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان	43	543
محمد ﷺ کی نبوت کی برہان کی نشاندہی	47-44	544
کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کا جواب	51-48	547
سرکش لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے	51-48	548
موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر جادوگر ہونے کا الزام	51-48	548
الزام تراشی کا جواب	51-48	548
پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی فصیح اور جامع کتاب	51-48	549
خواہشوں کی پیروی گمراہی ہے	51-48	549
اہل کتاب کے مومن	55-52	550
دگنا اجر حاصل کرنے والے ایمان دار	55-52	552
اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے	57,56	553

عنوانات	آیات	صفحہ
ابوطالب کس دین پر فوت ہوئے؟	57,56	554
ایمان نہ لانے کے لیے اہل مکہ کا عذر	57,56	554
بستیوں کو حجت قائم کرنے کے بعد ہلاک کیا جاتا ہے	59,58	555
دنیا فانی ہے، دنیا کے پرستار اور آخرت کے خریدار برابر نہیں ہو سکتے	61,60	557
مشرکین اور ان کے شرکاء کا ایک دوسرے سے اظہار براءت	67-62	558
قیامت کے دن رسولوں کے بارے میں ان کا موقف	67-62	560
خلق، علم اور اختیارات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں	70-68	561
رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی توحید کے دلائل ہیں	73-71	562
مشرکین کو زجر و توبیخ	75,74	563
قارون کا ذکر اور قوم کی اسے نصیحت	77,76	564
متکبر و مغرور قارون	78	565
قارون کا ٹھاٹھ کے ساتھ نکلنا اور قوم کی خواہش	80,79	566
قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسنا	82,81	567
اس کے دھنسنے سے قوم کا نصیحت حاصل کرنا	82,81	568
﴿ وَيْكَأَنَّ ﴾ کے معانی	82,81	569
آخرت کی نعمتیں عجز و انکسار کرنے والے مومنوں کے لیے ہیں	84,83	569
تبلیغ اور توحید کا حکم	88-85	571

سورۂ عنکبوت

مومنوں کی آزمائش اور اس کا مقصد	4-1	574
برے لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہیں سکتے	4-1	575
اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی امید پوری فرما دے گا	7-5	576
والدین سے حسن سلوک کا حکم مگر......	9,8	577
منافقین کی عادات	11,10	578

عنوانات	آیات	صفحہ
دوسروں کے گناہ اپنے ذمّے لینے کے بارے میں کافروں کی جرأت	13,12	580
حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر	15,14	583
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	18-16	585
حیات بعد الممات کے دلائل	23-19	586
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب	25,24	588
فقط دنیا کی خاطر تعلقات کا انجام	25,24	589
حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان و ہجرت	27,26	589
اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب عطا فرمائے	27,26	590
حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	30-28	592
حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے پاس فرشتوں کی آمد	35-31	593
حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر	37,36	594
اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں	40-38	596
نافرمان قوموں پر عذاب کی مختلف صورتیں	40-38	596
مشرکین کے معبودوں کی مثال مکڑی کے گھر کی ہے	43-41	597
تخلیق کائنات اور اس کا سبب	44	598

پارہ: 21

عنوانات	آیات	صفحہ
تبلیغ، تلاوت اور نماز کا حکم	45	599
اہل کتاب سے جھگڑا	46	600
قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل	49-47	602
مشرکین کے نشانیوں کے مطالبے پر سرزنش	52-50	604
مشرکین کا عذاب کے لیے جلدی کرنا	55-53	607
ہجرت کی طرف اشارہ	60-56	608
عمدہ رزق اور اچھے بدلے کا وعدہ	60-56	609

عنوانات	آیات	صفحہ
توحید کے مسائل	63-61	610
دنیا کا مال ومنال زوال پذیر ہے	66-64	611
حرم مقام امن ہے	69-67	612

سورۂ روم

رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی	7-1	615
پہلی حدیث	7-1	615
دوسری حدیث	7-1	616
رومی کون ہیں؟	7-1	617
امانت کبیرہ یا خیانت کبیرہ......؟	7-1	617
نقشہ: قیصر وکسریٰ	7-1	618
عیسائیوں کی عیدیں اور ان کے کئی ایک فرقے	7-1	619
قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟	7-1	619
دنیاداری میں سپیشلسٹ اور دینی امور میں صفر!	7-1	622
توحید کے دلائل	10-8	623
اقوام رفتہ مال ومنال میں کہیں بڑھ کر تھیں	10-8	624
خلقت کی دوبارہ آفرینش اور مجرموں کی مایوسی	16-11	625
سفارش اور خود ساختہ شریک	16-11	625
نماز پنجگانہ کا حکم	19-17	626
زمین کی روئیدگی	19-17	627
اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	21,20	628
ایک ہی خمیر سے مختلف رنگ ونسل کے لوگوں کی تخلیق	21,20	628
میاں بیوی کی ایک ہی جنس سے پیدائش	21,20	629
کرۂ ارضی پر رنگارنگ مخلوق اور بولیاں	23,22	629

عنوانات	آیات	صفحہ
بجلیاں کوندنا بھی نشانی ہے	25,24	631
نوری اور ناری سب پروردگار کے تابع فرماں ہیں	27,26	632
مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے	27,26	632
تفہیمِ توحید کی ایک عمدہ مثال	29,28	633
مشرکین کا تلبیہ	29,28	634
توحید ہی پر قائم رہنے کا حکم	32-30	635
انسان توحید سے شرک اور خوشی سے ناامیدی کی طرف پلٹتا رہتا ہے	37-33	638
مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے	37-33	639
صلہ رحمی کا حکم اور سود کی ممانعت	40-38	640
دوگنا چوگنا نفع حاصل کرنے والے	40-38	640
پیدائش، رزق اور موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	40-38	641
گناہوں کے دنیا میں اثرات ونتائج	42,41	641
دین پر استقامت کا حکم	45-43	643
اللہ کی نشانیوں میں سے ہوائیں بھی ہیں	47,46	644
زمین کو زندہ کرنا بعث بعد الموت کی دلیل ہے	51-48	645
کفار مُردوں کی طرح ہیں	53,52	647
انسانی زندگی کے مراحل	54	648
دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت	57-55	649
قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اور کافروں کا ان پر یقین نہ کرنا	60-58	650
اس سورۂ شریفہ کو نماز فجر میں پڑھنے کا استحباب	60-58	650

سورۂ لقمٰن

عنوانات	آیات	صفحہ
نیک لوگوں کے اوصاف	5-1	652
بے ہودہ حکایتوں کا مشغلہ بدبختوں کی عادت ہے	7,6	653

عنوانات	آیات	صفحہ
موسیقی اور موسیقار	7,6	653
مومنوں کے اچھے انجام کا ذکر	9,8	654
توحید کے دلائل	11,10	655
کیا لقمان پیغمبر تھے؟	12	656
نقشہ: نوبیہ (لقمان حکیم رحمہ اللہ)	12	657
لقمان کی دانائی	12	658
حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت	15-13	659
ماں، جہد و مشقت کی چکی میں	15-13	660
میں اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑوں گا	15-13	661
اولاد کے لیے نصیحتیں	19-16	662
میزان عدل کا قیام	19-16	662
ہنستے مسکراتے رہو اور تکبر نہ کرو	19-16	663
چال میں اعتدال کا حکم	19-16	663
لقمان حکیم کی نصیحتیں	19-16	664
نعمتوں کے ساتھ یاددہانی	21,20	665
تقلید آباء چھوڑ کر شریعت کی پیروی کا حکم	21,20	665
اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اخلاص عمل	24-22	666
مشرکین کا اعتراف کہ اللہ خالق ہے	26,25	667
اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار بھی ہیں اور غیر فانی بھی	28,27	668
اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت	30,29	669
ارض و سما میں قدرت الٰہی کی نشانیاں	32,31	671
﴿مُّقْتَصِدٌ ط﴾ اور ﴿خَتَّارٍ﴾ کا مفہوم	32,31	672
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور قیامت سے خوف کھانے کا حکم	33	672

عنوانات	آیات	صفحہ
کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا	33	673
عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے	34	673
غیب کی کنجیاں	34	674
حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما	34	674
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایمان کی تعریف	34	675
انسان جائے وفات تک کیسے پہنچتا ہے؟	34	677

سورۂ سجدہ

سورۂ سجدہ کی فضیلت		678
قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں	3-1	678
اللہ تعالیٰ ہی خالق اور کائنات کا منتظم ہے	6-4	679
تخلیق انسان کے مراحل	9-7	680
منکرین بعث کی تردید	11,10	681
روز قیامت مشرکین کا برا حال	14-12	682
اہل ایمان کا حال اور ان کی جزا	17-15	684
مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے	22-18	687
موسیٰ کی کتاب اور بنی اسرائیل کی امامت	25-23	689
سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو	27,26	691
مردہ زمین کی شادابی بعث بعد الموت کی دلیل ہے	27,26	691
کفار کا عذاب کے لیے جلدی کرنا اور ان کا جواب	30-28	692

سورۂ احزاب

اللہ تعالیٰ پر توکل اور کفار کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم	3-1	695
منہ بولے بیٹے کی رسم کا اِبطال	5,4	696
متبنیٰ کو اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے	5,4	697

عنوانات	آیات	صفحہ
پیغمبر مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں	6	701
ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں	6	703
انبیائے کرام سے عہد و پیمان	8,7	704
غزوۂ احزاب	10,9	705
نقشہ: غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق)	10,9	706
غزوۂ احزاب میں مومنوں کی آزمائش اور منافقوں کی باتیں	13-11	710
یثرب کی وجہ تسمیہ اور مختلف نام	13-11	711
منافقوں کی بہانے خوریاں	17-14	712
لالچی لوگ	19,18	713
بزدلی کی انتہا	20	714
اتباع رسول کا حکم	22,21	714
احزاب کے دن مومنوں کا موقف	22,21	715
عہد و پیمان کی پاس داری کی وجہ سے مومنوں کی تعریف	24,23	716
اللہ تعالیٰ نے فوجیں خائب و خاسر لوٹا دیں	25	719
غزوۂ بنو قریظہ	27,26	720
نقشہ: بنو قریظہ	27,26	721
ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کے عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار	29,28	726
ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن عام عورتوں جیسی نہیں ہیں	30	728

پارہ: 22

عنوانات	آیات	صفحہ
امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے انعامات	31	730
امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن دیگر خواتین کے لیے اسوہ ہیں	34-32	730
ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں	34-32	732
کتاب و سنت پر عمل کا حکم	34-32	733

عنوانات	آیات	صفحہ
بخشش اور اجر عظیم کے مستحق لوگ	35	735
شانِ نزول	36	739
حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کا قصہ	37	742
اللہ کے فیصلے میں کوئی تنگی نہیں	38	745
اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والوں کی تعریف	40,39	746
رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں	40,39	746
آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں	40,39	747
آخری نبی ﷺ	40,39	747
قصر نبوت کی تکمیل	40,39	748
رسالت و نبوت کا انقطاع	40,39	748
سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی	40,39	748
عالمی و آخری نبوت	40,39	749
خاتم المرسلین ﷺ	40,39	749
باب نبوت کی بندش	40,39	749
کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی فضیلت	44-41	750
رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ	48-45	754
جن عورتوں کے پاس جانے سے پہلے انھیں طلاق دے دی گئی ہو	49	756
ان عورتوں کا بیان جو نبی ﷺ کے لیے حلال کر دی گئی تھیں	50	759
نبی ﷺ کے لیے اختیار	51	762
رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا بدلہ	52	764
کاشانۂ نبوی میں داخلے کے آداب اور حکمِ حجاب	54,53	766
نبی ﷺ کو ایذا رسانی کی ممانعت اور ازواج مطہرات کا مسلمانوں پر حرام ہونا	54,53	769
عورت کے وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ نہیں	55	770

عنوانات	آیات	صفحہ
نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم	56	771
درود سے متعلق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایات	56	771
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت	56	772
ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت	56	772
ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت	56	773
فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت	56	773
نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت	56	774
ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت	56	774
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت	56	775
حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت	56	775
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت	56	775
درود شریف پڑھنے کے متعدد مواقع	56	776
اذان کے بعد درود شریف	56	776
مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت درود شریف	56	776
نمازِ جنازہ میں درود شریف	56	777
دعا میں درود شریف	56	777
دعائے قنوت میں درود شریف	56	777
جمعے کے دن درود شریف	56	778
اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون ہے	58,57	779
مومنوں کو ایذا دینے والوں کے لیے وعید	58,57	780
پردے کا حکم	62-59	781
شریر منافقوں کے لیے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ	62-59	781
قیامت کے دن کا علم اللہ ہی کو ہے	68-63	782

عنوانات	آیات	صفحه
کفار پر لعنت، ہمیشہ کے لیے جہنم اور حسرت	68-63	783
یہودیوں کی موسیٰ علیہ السلام پر افترا پردازی	69	784
مومنوں کو تقوے اور صدق کا حکم	71,70	786
انسان کا بارِ امانت اٹھانا	73,72	786
بارِ امانت اٹھانے کا نتیجہ	73,72	788

تفسیر سُورَۂ طٰہٰ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا

طٰہٰ ① ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں ② مگر (یہ تو) اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (اللہ سے) ڈرتا ہے ③

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اس ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان تخلیق کیے ④ وہ رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے ⑤ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ

اور زمین میں ہے، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے ⑥ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بلاشبہ وہ ہر راز

وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

اور (اس سے بھی) پوشیدہ تر بات کو جانتا ہے ⑦ (وہی) اللہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں ⑧

تفسیر آیات: 1-8

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابِ نعمت ہے: حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث کی جا چکی ہے، لہٰذا اب اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ②﴾ ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔'' جُویبر نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل فرمایا تو آپ نے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام میں خوب قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا تھا، یہ دیکھ کر مشرکین قریش کہنے لگے کہ محمد ﷺ پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ مشقت میں پڑ جائیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③﴾ ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ اس شخص کی نصیحت کے لیے

(نازل کیا ہے) جو خوف کھاتا ہے۔‘‘① بات اس طرح نہیں ہے جیسا کہ باطل پرستوں کا گمان ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ علم سے نواز دے اس کے ساتھ تو اس نے خیر کثیر کا ارادہ فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ] ’’جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔‘‘②

مجاہد نے ارشاد باری: ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ اس طرح ہے جیسا کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ (المزّمّل 20:73) ’’پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کریں۔‘‘ صحابۂ کرام نماز پڑھتے ہوئے اپنے سینوں کے ساتھ رسیوں کو باندھ لیا کرتے تھے۔③ قتادہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے قرآن کو باعث مشقت نہیں بنایا بلکہ اسے رحمت، نور اور جنت میں جانے کا ذریعہ بنایا ہے۔④

﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳﴾ ’’مگر اس شخص کی نصیحت کے لیے (نازل کیا ہے) جو خوف کھاتا ہے۔‘‘ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس لیے نازل کیا اور اپنے رسول کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت فرمائے تاکہ نصیحت حاصل کرنے والا اس سے نصیحت حاصل کر لے اور کتاب اللہ کو سن کر آدمی اس سے نفع حاصل کرے۔ یہ کتاب نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں حلال و حرام کے ضابطوں کو نازل فرمایا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝۴﴾ ’’(یہ) اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے۔‘‘ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) یہ قرآن جو آپ کے پاس آیا ہے، یہ آپ کے اس رب کی طرف سے نازل کردہ ہے جو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے، ہر اس چیز کے کرنے پر قادر ہے جو وہ چاہے جس نے زمین کو اس کی پستی اور کثافت کے ساتھ اور بلند و بالا آسمانوں کو ان کی بلندی اور لطافت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵﴾ ’’رحمان جو عرش پر مستوی ہوا۔‘‘ اس کے بارے میں قبل ازیں سورۂ اعراف میں بحث ہو چکی ہے،⑤ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ استوائے عرش کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ سلف کے طریق کو اختیار کیا جائے اور نصوص کتاب و سنت پر تکییف، تحریف، تشبیہ، تعطیل اور تمثیل کے بغیر ایمان لایا جائے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶﴾ ’’جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے، سب اسی کا ہے۔‘‘ یہ سب کچھ اسی کی ملکیت ہے، اسی کے قبضے میں اور اس کے تصرف و مشیّت اور ارادہ و حکم کے تحت ہے، وہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2415/7 و الدرالمنثور: 516/4 و تفسیر القرطبی: 167/11. ② صحیح البخاری، العلم، باب: [من یرد اللّٰه به خیراً......]، حدیث: 71 و صحیح مسلم، الزکاة، باب النهی عن المسألة، حدیث: (100)-1037. ③ تفسیر الطبری: 172/16. ④ تفسیر الطبری: 172/16. ⑤ دیکھیے الأعراف، آیت: 54 کے ذیل میں۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَا نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ وقف لازم

اور کیا آپ تک موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟⑨ جب اس نے (طور پر) آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا: (یہاں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩

ہے، شاید میں اس میں سے تمھارے لیے کوئی انگارا لے آؤں، یا آگ کے پاس کوئی راہبر پاؤں⑩

اور معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود اور مالک نہیں ہے۔ فرمان الٰہی: ﴿ وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ ﴾ ’’اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے‘‘ کے بارے میں محمد بن کعب کہتے ہیں کہ جو کچھ ساتویں زمین کے نیچے ہے وہ بھی اسی کا ہے۔①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ ﴾ ’’اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو یقیناً چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ (بات تک) کو جانتا ہے۔‘‘ یعنی یہ قرآن اس ذات گرامی نے نازل کیا ہے جس نے زمین اور بلند و بالا آسمانوں کو وجود بخشا اور چھپے بھید اور نہایت مخفی بات تک کو جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:6) ’’کہہ دیجیے: اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔‘‘

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ السِّرَّ ﴾ سے مراد وہ بات ہے جسے انسان اپنے دل میں چھپا لے اور ﴿ اَخْفٰى ﴾ سے مراد وہ بات ہے جسے انسان سے مخفی رکھا جائے اور کرنے سے پہلے اسے علم نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ ماضی و مستقبل کے تمام حالات اس کے نزدیک یکساں ہیں، اسے ان سب کا علم ہے، اس کے نزدیک تمام مخلوقات اس طرح ہیں جیسے ایک جاندار چیز ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط ﴾ (لقمٰن 28:31) ’’تمھارا پیدا کرنا اور (جلا) اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔‘‘② فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧ ﴾ ’’اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے (سب) اچھے اچھے نام ہیں۔‘‘ یعنی وہ ذات گرامی جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سب نام اچھے اور اس کی سب صفات بلند ہیں۔

تفسیر آیات: 10,9

موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ: یہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع فرمایا ہے اور اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ ان کی طرف وحی و تنزیل کی ابتدا کیسے ہوئی اور انھیں ہم کلامی کے شرف سے کس طرح سرفراز کیا گیا۔ اور وہ واقعہ اس وقت کے بعد کا ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانے کی اس مدت کو پورا کر دیا جس کا ان کے سسرال کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا اور دس سال سے زیادہ عرصہ بلاد مصر سے دور رہنے کے بعد اپنی بیوی کو ساتھ لیے بلاد مصر کی طرف جا رہے تھے مگر سفر کے دوران

---

① تفسیر الطبری: 174/16. ② تفسیر الطبری: 175/16.

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ⑪ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

چنانچہ جب وہ (موسیٰ) آگ کے پاس پہنچا تو آواز دی گئی: اے موسیٰ! ⑪ بے شک میں تیرا رب ہوں، لہٰذا تو اپنے جوتے اتار دے، بلاشبہ تو مقدس

طُوًى ⑫ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

وادی طویٰ میں ہے ⑫ اور میں نے تجھے چن لیا ہے، لہٰذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سن ⑬ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود

فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى

نہیں، چنانچہ تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر ⑭ بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ⑮ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ

نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے ⑮ لہٰذا اس (فکرِ آخرت) سے تجھے وہ شخص روکنے نہ پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا، اور اس نے اپنی

هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ⑯

خواہشات کی پیروی کی، ورنہ تو (بھی) ہلاک ہو جائے گا ⑯

میں رستہ گم ہو گیا، یہ موسم سرما کی سرد رات تھی تو آپ نے وادیوں اور پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا جبکہ موسم سرما تھا، سخت سردی تھی، آسمان پر بادل چھائے ہوئے اور سخت اندھیرا تھا، آپ کے پاس چقماق کا ایک پتھر تھا، آپ نے حسب معمول اسے رگڑنا شروع کیا تاکہ آگ جلا سکیں مگر عجیب بات تھی کہ آج اس سے کوئی شرار نہیں نکل رہا تھا مگر اس وقت اچانک آپ نے طور کی طرف آگ کو جلتے ہوئے دیکھا، کوہ طور آپ کی دائیں طرف تھا، آپ نے اپنی بیوی کو خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ ﴾ ”بلاشبہ میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے میں تمھارے پاس انگاری لاؤں۔“ القبس آگ کے انگارے کو کہتے ہیں، دوسری آیت میں ہے: ﴿ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ ﴾ (القصص 29:28) ”یا آگ کا انگارہ۔“ ﴿ جَذْوَةٍ ﴾ آگ کے ایسے انگارے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شعلہ بھی ہو، ﴿ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ ﴾ (القصص 29:28) ”تاکہ تم تاپو۔“ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بہت سردی تھی جیسا کہ ﴿ بِقَبَسٍ ﴾ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اندھیرا بھی بہت تھا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩ ﴾ ”یا آگ پر کوئی رہنمائی پاؤں۔“ یعنی شاید وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو رستہ بتا سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رستے سے ہٹ گئے تھے۔ جیسا کہ ثوری رحمہ اللہ نے ابوسعید اعور سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ شاید وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو رستہ بتا سکے، آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ سردی کا موسم تھا اور دونوں رستے سے دور ہٹ گئے تھے اور جب آپ نے آگ کو دیکھا تو فرمایا کہ رستے کی نشان دہی کرنے والا اگر کوئی نہ ملا تو آگ لے آؤں گا تاکہ تم اسے جلا سکو۔ ①

---

① تفسیر الطبری: 179/16.

تفسیر آیات: 11-16

موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہلی وحی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ⑪ ﴾ ”پس جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ!“ یعنی جب آپ آگ کے قریب پہنچے تو وہاں یہ آواز آئی، دوسری آیت میں ہے: ﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (القصص30:28) ”پھر جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز دی گئی کہ موسیٰ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ ﴾ ”بلاشبہ میں تمھارا پروردگار ہوں۔“ جو تم سے ہم کلام اور مخاطب ہوں، ﴿ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ ﴾ ”سو اپنی دونوں جوتیاں اتار دو۔“ علی بن ابوطالب، ابوذر، ابوایوب اور سلف میں سے کئی ایک حضرات کا قول ہے کہ آپ کی جوتیاں گدھے کی کھال سے تھیں اور پاک نہ تھیں، اس لیے انھیں اتارنے کا حکم دیا گیا تھا۔① اور ایک دوسرے قول کے مطابق اس مبارک جگہ کی تعظیم کے پیش نظر آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔②

ارشاد الٰہی: ﴿ طُوًى ⑫ ﴾ کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اس وادی کا نام ہے اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔③ اس تفسیر کے مطابق یہ وادئ مقدس کا عطف بیان ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اپنے قدموں کے ساتھ پامال کرنے کے حکم سے عبارت ہے۔④ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسے چونکہ دو بار مقدس قرار دیا گیا ہے اور برکت کو اس کے لیے جمع کر دیا گیا ہے، اس لیے وادئ مقدس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے ﴿ طُوًى ⑫ ﴾ کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔⑤ لیکن ان میں سے پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ ۚ ﴾ (النّٰزعٰت16:79) ”جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک وادی طوٰی میں پکارا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ ﴾ ”اور میں نے تمھارا انتخاب کرلیا ہے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۚ ﴾ (الأعراف14 4:7) ”بے شک میں نے تم کو اپنے پیغام پہنچانے اور اپنی ہم کلامی کے لیے لوگوں میں ممتاز کیا ہے۔“ یعنی ان کے زمانے میں موجود تمام لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ موسیٰ تمھیں معلوم ہے کہ دیگر لوگوں کی نسبت میں نے صرف تمھیں ہی ہم کلامی کے لیے کیوں منتخب کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: نہیں، فرمایا: اس لیے کہ کسی اور نے میرے سامنے اس طرح تواضع کا اظہار نہیں کیا جس طرح تم کرتے ہو۔⑥

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬ ﴾ ”پس جو (تمھاری طرف) وحی کی جائے اسے غور سے سنو۔“ یعنی اب اسے سنو جو میں تم سے کہوں اور جو تمھاری طرف وحی نازل کروں، ﴿ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا ﴾ ”بے شک میں ہی اللہ ہوں،

---

① تفسیر الطبری:180/16 و تفسیر ابن أبی حاتم:2417/7 والدر المنثور:522/4، البتہ ابوذر اور ابوایوب سے کسی کتاب میں نہیں ملا۔ ② تفسیر القرطبی:173/11 تفسیر الرازی:17/22. ③ تفسیر الطبری:183/16. ④ تفسیر الطبری: 183/16. ⑤ تفسیر الطبری:182/16 و183. ⑥ الدر المنثور:224/3.

میرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' تمام مکلفین کے لیے سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ وہ اس بات کو جانیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاعْبُدْنِيْ ﴾ ''پس تم میری عبادت کرو۔'' یعنی میری توحید کو اختیار کرو، میری عبادت کرو اور کسی کو میرا شریک نہ بناؤ۔ ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭ ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ نماز پڑھو تا کہ تم میرا ذکر کر سکو۔①

علاوہ ازیں اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ جب تم میرا ذکر کرنا چاہو تو نماز قائم کرو۔② اس دوسرے معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُم عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفلَ عَنهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ:] ''جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اس سے غافل ہو جائے تو اسے جب یاد آئے پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭ ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''③ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ نَّسِيَ صَلَاةً أَوْنَامَ عَنهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُّصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ] ''جو شخص نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔''④

قیامت آنے والی ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ ﴾ ''بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔'' اور ہر صورت میں برپا ہونے والی ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَكَادُ اُخْفِيْهَا ﴾ ''میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں۔'' ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے اس طرح پڑھا کرتے تھے: [أَكَادُ أُخفِيهَا مِنْ نَفْسِي] کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نفس سے تو کبھی مخفی نہیں رہ سکتی۔⑤ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے وقت کے بارے میں اپنے سوا کسی کو مطلع نہیں کروں گا۔⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آجائے گی۔'' یعنی اس کا علم اہل آسمان و زمین پر بہت بھاری ہے۔ ﴿ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ⑮ ﴾ ''تا کہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔'' یعنی میں قیامت کو یقیناً برپا کروں گا تا کہ ہر عمل کرنے والے کو میں اس کے عمل کا بدلہ دوں۔ ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾ (الزلزال 8,7:99) ''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الطور 16:52) ''جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) ان ہی کا تم کو بدلہ مل رہا ہے۔''

---

① تفسير الطبرى:185/16. ② تفسير الطبرى:185/16. ③ مسند أحمد:184/3. ④ صحيح البخارى، مواقيت الصلاة، باب من نسى صلاة......، حديث:597 وصحيح مسلم، المساجد......، باب قضاء الصلاة الفائتة......، حديث:(315)684 واللفظ له. ⑤ تفسير ابن أبى حاتم:2419/7. ⑥ تفسير الطبرى:187/16.

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ⑰ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ

اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟⑰ اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے

فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ⑱ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ⑲ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ⑳ قَالَ خُذْهَا

پتے جھاڑتا ہوں، اور اس میں میرے لیے اور بھی مقاصد ہیں⑱ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! اسے پھینک دے⑲ پھر جب اس نے اسے پھینکا تب

وَلَا تَخَفْ وقفة سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ㉑

وہ دوڑتا ہوا سانپ (بن گیا) تھا⑳ فرمایا: اسے پکڑ لے اور مت ڈر، ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے㉑

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا﴾ ”لہٰذا اس (فکر آخرت) سے تجھے وہ شخص روکنے نہ پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔“ اس خطاب سے مراد تمام مکلفین ہیں، یعنی تم اس شخص کے رستے کی پیروی نہ کرو جو قیامت کی تکذیب کرتا اور دنیا کی لذتوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا، اپنے مولیٰ کی نافرمانی کرتا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے جو لوگ ایسے شخص کے رستے پر چلیں وہ ناکام و نامراد ہو جائیں گے، ﴿فَتَرْدٰى ⑯﴾ ”تو (اس صورت میں) تو ہلاک ہو جائے گا۔“ اس کے معنی ہلاک و برباد ہونے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ⑪﴾ (الّیل 92:11) ”اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“

تفسیر آیات: 17-21

موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی: یہ ایک برہان، عظیم الشان معجزہ اور ایک زبردست خرقِ عادت چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، اس طرح کے کام پر اللہ عزوجل کے سوا کوئی قادر نہیں اور اس طرح کے معجزات کا ظہور نبی مرسل ہی کے ہاتھوں پر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ⑰﴾ ”اور موسیٰ! یہ تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟“ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لیے یہ فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توجہ دلانے کے لیے یہ فرمایا کہ یہ جو تمھارے ہاتھ میں ہے تم اسے جانتے ہو، عنقریب تم دیکھو گے کہ ہم اب اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ⑰﴾ میں استفہام تقریری ہے۔ ﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا﴾ ”انھوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے، اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔“ یعنی چلتے وقت میں اس کا سہارا لے لیتا ہوں، ﴿وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ﴾ ”اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔“ یعنی اس کے ساتھ میں درخت کو ہلاتا ہوں تو اس کے پتے گرتے ہیں تاکہ انھیں میری بکریاں کھا لیں۔ عبدالرحمٰن بن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الھشّ یہ ہے کہ آدمی چھڑی کو ٹہنی پر رکھ کر حرکت دے تاکہ پتے اور پھل گرنے لگیں مگر وہ لکڑی نہ ٹوٹے جس کے کنارے پر چھڑی کو لگایا گیا ہو۔① میمون بن مہران کا بھی یہی قول ہے۔②

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2420/7. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2419/7.

وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ㉒ۙ لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا

اور تو اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملا وہ بغیر کسی مرض کے چمکتا ہوا سفید نکلے گا، (یہ) دوسری نشانی ہے ㉒ تاکہ ہم تجھے اپنی کچھ بڑی بڑی نشانیاں

الۡكُبۡرٰى ㉓ۚ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ㉔ؑ قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ ㉕ۙ وَيَسِّرۡ لِىۡۤ ع 1 24 10

دکھائیں ㉓ تو فرعون کی طرف جا، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے ㉔ اس (موسیٰ) نے کہا: میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے ㉕ اور

اَمۡرِىۡ ㉖ۙ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۡ ㉗ۙ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ ㉘ص وَاجۡعَلۡ لِّىۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِىۡ ㉙ۙ

میرے لیے میرا کام آسان کر دے ㉖ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ㉗ (تاکہ) وہ میری بات سمجھ سکیں ㉘ اور میرے لیے میرے کنبے میں سے

هٰرُوۡنَ اَخِى ㉚ۙ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِىۡ ㉛ۙ وَاَشۡرِكۡهُ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ ㉜ۙ كَىۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيۡرًا ㉝ۙ

ایک وزیر بنا دے ㉙ (یعنی) میرے بھائی ہارون کو ㉚ اس کے ساتھ میری کمر مضبوط کر دے ㉛ اور اسے میرے کام (نبوت) میں شریک کر

وَّنَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا ㉞ؕ اِنَّكَ كُنۡتَ بِنَا بَصِيۡرًا ㉟

دے ㉜ تاکہ ہم تیری بکثرت تسبیح کریں ㉝ اور ہم تجھے بکثرت یاد کریں ㉞ بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے ㉟

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ⑱ ﴾ ”اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔“ یعنی علاوہ ازیں اس سے اور بھی کئی مصلحتیں، منفعتیں اور حاجتیں وابستہ ہیں، بعض لوگوں نے ان مبہم فوائد کو بیان کرنے کا بھی تکلف کیا ہے۔

لاٹھی سانپ بن گئی: ﴿ قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ⑲ ﴾ ”فرمایا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو۔“ یعنی موسیٰ جو تمھارے دائیں ہاتھ میں عصا ہے اس کو ڈال دو، ﴿ فَاَلۡقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ⑳ ﴾ ”پس انھوں نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔“ یعنی وہ لاٹھی ایک عظیم اور طویل سانپ بن گئی اور وہ سانپ تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ (القصص 31:28) ”(لاٹھی) حرکت کر رہی ہے، گویا سانپ ہے۔“ ﴿ جَآنٌّ ﴾ سب سے تیز حرکت سانپ کو کہتے ہیں لیکن وہ ایک چھوٹا سانپ ہوتا ہے جبکہ یہ سانپ بہت بڑا اور بہت تیز حرکت کرنے والا تھا۔ ﴿ تَسۡعٰى ﴾ یعنی چل رہا اور حرکت کر رہا تھا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ㉑ ﴾ ”ہم اس کو عنقریب اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔“ یعنی اس حالت میں جسے تم پہلے سے جانتے ہو۔

تفسیر آیات: 35-22

موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کسی عیب کے بغیر چمکنے لگا: یہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے دوسری نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈالیں جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی صراحت ہے۔① اور یہاں فرمایا: ﴿ وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ ﴾ ”اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے لگا لو۔“ ایک جگہ اور فرمایا: ﴿ وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ ﴾ (القصص 32:28) ”اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی طرف ملا لو، چنانچہ تمھارے رب کی طرف سے یہ دونوں معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (بھیجنے کے لیے) ہیں۔“

---

① دیکھیے النمل، آیت: 12 کے ذیل میں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ہتھیلی کو اپنے بازو کے نیچے کر لو۔ ① موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں داخل کرنے کے بعد نکالتے تو وہ اس طرح چمکنے لگتا، گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ’’تو بغیر کسی عیب کے چٹا سفید نکل آئے گا۔‘‘ یعنی ہاتھ برص، تکلیف یا بدنمائی کی وجہ سے سفید نہیں ہوگا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، ضحاک، سدی اور دیگر کئی مفسرین کا قول ہے۔ ② حسن بصری فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ نکالا تو وہ گویا چراغ تھا، اس سے موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کی اپنے رب عزوجل سے ملاقات ہوئی ہے۔ ③ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ ﴾ ’’تا کہ ہم تمھیں اپنے عظیم نشانات دکھائیں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ ﴾ ’’تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) بلاشبہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔‘‘ یعنی بادشاہِ مصر فرعون کے پاس جاؤ جس کے خوف کی وجہ سے تم مصر سے نکلے تھے اور اسے وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دو، اسے حکم دو کہ وہ بنی اسرائیل سے اچھا سلوک کرے اور انھیں عذاب نہ دے، بلاشبہ اس نے سرکشی و بغاوت کو اختیار کر رکھا ہے، دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہا ہے اور جلیل الشان پروردگار کو بھول بیٹھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا: ﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ ﴾ ’’کہا: میرے پروردگار! (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کے سینے کو اس مقصد کے لیے کھول دے جس کے لیے انھیں مبعوث کیا جا رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بڑا زبردست اور عظیم الشان حکم دیا ہے، روئے زمین پر اس وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف بھیجا ہے جو کفر اور ظلم و استبداد میں سب سے بڑھا ہوا ہے جس کے لشکر بھی بہت زیادہ ہیں اور جس کا ملک بھی سب سے زیادہ آباد ہے مگر وہ بغاوت و سرکشی میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہی نہیں اور نہ اپنی رعایا کے لیے اپنے سوا کسی اور معبود کو جانتا ہے۔

قبل ازیں موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں اس وقت ایک طویل مدت تک رہے تھے جب آپ ابھی بچے تھے اور فرعون کی گود میں پرورش پا رہے تھے، پھر آپ نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا اور آپ کو خوف تھا کہیں وہ آپ کو قتل ہی نہ کر دیں، لہٰذا آپ وہاں سے بھاگ گئے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تھا تا کہ آپ انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں، اسی لیے آپ نے دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ ﴾ ’’میرے پروردگار! (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے۔‘‘ اگر تو میرا حامی و ناصر اور مدد و معاون نہیں بنے گا تو مجھے اس کام کے کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

﴿ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ ﴾ ’’اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔‘‘ اس

---

① تفسیر الطبری:16/197. ② تفسیر الطبری:16/197,198. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:7/2421.

لیے کہ آپ کی زبان میں اس وقت لکنت پیدا ہو گئی تھی جب آپ کے سامنے کھجور اور آگ کے انگارے کو رکھا گیا تو آپ نے آگ کے انگارے کو اٹھا کر اپنی زبان پر رکھ لیا تھا، آپ نے دعا کی کہ یہ لکنت ختم ہو جائے تا کہ آپ جو بات سمجھانا چاہیں وہ اسے سمجھ لیں، یعنی لکنت بقدر ضرورت زائل ہو جائے، اگر آپ ساری لکنت کے زائل ہونے کی دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہو جاتی مگر انبیائے کرام بقدر ضرورت ہی دعا کیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کچھ لکنت باقی رہ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی کہا تھا: ﴿ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ○ ﴾ (الزخرف 52:43) ”بلکہ میں اس شخص سے جو ذلیل وخوار ہے اور صاف گفتگو بھی نہیں کرسکتا، کہیں بہتر ہوں۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ㉙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ㉚ ﴾ ”اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔“ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی کا حصہ ہے کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا مددگار بنا دیا۔ ثوری نے ابوسعید سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام کو بھی اسی وقت نبی بنا دیا گیا جب موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا۔① امام ابن ابوحاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ جب عمرے کے لیے روانہ ہوئیں تو بعض اعراب کے پاس ٹھہریں تو آپ نے ایک شخص کو یہ بات کرتے ہوئے سنا کہ یہ بتاؤ کہ وہ کون سا بھائی ہے جو دنیا میں اپنے بھائی کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم، اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑے وثوق سے قسم کھا رہا ہے جیسے اسے واقعی معلوم ہو کہ کون سا بھائی دنیا میں اپنے بھائی کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا ہے، پھر وہ کہنے لگا کہ وہ بھائی موسیٰ علیہ السلام تھے جنھوں نے اپنے بھائی کے لیے نبوت کا سوال کیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! یہ بالکل سچ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۭ ﴾ (الأحزاب 69:33) ”اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔“②

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ㉛ ﴾ ”اس سے میری پشت مضبوط کر۔“ مجاہد کہتے ہیں: ﴿ اَزْرِيْ ۙ㉛ ﴾ کے معنی میری پشت کے ہیں۔③ ﴿ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ㉜ ﴾ ”اور اسے میرے کام میں شریک کر۔“ تا کہ میں اس سے مشورہ کرسکوں، ﴿ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ㉝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۭ㉞ ﴾ ”تا کہ ہم تیری بہت کثرت سے تسبیح کریں اور ہم تجھے کثرت سے یاد کریں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس وقت تک کوئی بندہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہیں ہوسکتا جب تک وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے۔④ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ㉟ ﴾ ”یقیناً تو ہم کو (ہر حال میں) خوب دیکھ رہا ہے“ کہ تو نے ہمیں منتخب فرمایا، نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :2422/7. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2422/7 . ③ صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ طٰهٰ، قبل الحدیث: 4736 . ④ تفسیر القرطبی:186/14.

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ㊱ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ㊲ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ

اس (اللہ) نے فرمایا: اے موسیٰ! جو کچھ تو نے مانگا تجھے دیا جاتا ہے ㊱ اور البتہ تحقیق ہم تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کر چکے ہیں ㊲ جب ہم نے تیری

مَا يُوْحٰٓى ㊳ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ

ماں کی طرف وہ الہام کیا تھا جو (اب) وحی کی جاتی ہے ㊳ یہ کہ تو اس (موسیٰ) کو صندوق میں ڈال، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے

عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ㊴ اِذْ تَمْشِيْٓ وقف لازم

ساحل پر لا ڈالے گا جسے میرا اور اس کا دشمن اٹھائے گا، اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی اور یہ (اس لیے) کہ میری آنکھوں کے سامنے تیری

اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

پرورش کی جائے ㊴ جب تیری بہن چل رہی تھی تو کہہ رہی تھی: کیا میں تمھیں اس کا بتاؤں جو اس کی کفالت کرے؟ پھر ہم نے تجھے تیری ماں کے پاس

تَحْزَنَ ۬ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ۛ ۬ قف

لوٹا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غم نہ کھائے، اور تو نے ایک شخص کو قتل کیا تو ہم نے تجھے اس غم سے نجات دی۔ اور ہم نے تجھے خوب آزمایا۔

مبعوث فرمایا، لہٰذا اس پر تیری ہی تعریف ہے۔

تفسیر آیات: 36-40

قبولیتِ دعا کی بشارت اور سابقہ احسانات کی یاددہانی: یہ اس بات کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے جو دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ سابقہ نعمتیں بھی یاد دلائیں کہ ان کی والدہ جب انھیں دودھ پلاتی تھی تو وہ فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتی تھی کہ وہ انھیں قتل ہی نہ کر دیں کیونکہ موسیٰ کی ولادت اس سال ہوئی تھی جس میں وہ بچوں کو قتل کر رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کے لیے ایک تابوت بنایا تھا، دودھ پلانے کے بعد آپ کو اس میں رکھ دیتیں اور تابوت کو دریائے نیل میں چھوڑ دیتیں جبکہ اسے رسی کے ساتھ اپنے گھر کے ساتھ باندھا ہوا تھا، اسی طرح ایک بار آپ گئیں تاکہ تابوت کو اس کے ساتھ باندھ دیں مگر تابوت آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور دریا کی لہریں اسے بہا کر لے گئیں اور اس کی وجہ سے آپ بے حد حزن و ملال میں مبتلا ہو گئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا ﴾ (القصص 10:28) ”اور موسیٰ کی ماں کا دل (صبر و ثبات سے) خالی ہو گیا، اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیتیں۔“ پھر دریا کی لہریں تابوت کو فرعون کے محل کے پاس لے گئیں، ﴿ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ ﴾ (القصص 8:28) ”تو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور (ان کے لیے) موجب غم ہو۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ فیصلہ تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ، جس کی بادشاہت عظیم اور جس کی قدرت کاملہ ہے، نے فیصلہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون ہی کے بستر پر پرورش پائیں، اس کے گھر کھائیں پییں اور فرعون اور اس کی بیوی اس سے محبت کریں، اسی لیے فرمایا: ﴿ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ ﴾ ”میرا اور اس

فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى ⑩ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ۚ⑪

پھر تو اہل مدین میں کئی سال ٹھہرا رہا، پھر اے موسیٰ! تو تقدیر الٰہی کے مطابق (یہاں) آیا⑩ اور میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے خاص طور پر بنایا⑪

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ۚ⑫ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚۖ⑬

تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا⑫ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ، بلاشبہ وہ سرکش ہو گیا ہے⑬ چنانچہ

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ⑭

تم دونوں اس سے نرم بات کہنا، شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے⑭

کا دشمن اسے پکڑ لے گا اور (موسیٰ علیہ السلام) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لیے کہ تم پر مہربانی کی جائے۔)'' یعنی میں نے تمھارے دشمن کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ تم سے محبت کرے۔ سلمہ بن کُہَیل بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬﴾ کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کے دل میں تمھاری محبت ڈال دی۔① ﴿ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ۘ⑲﴾ ''اور اس لیے کہ تم میری آنکھ کے سامنے پرورش پاؤ۔'' ابو عمران جَونی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے سامنے پرورش پائی۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا ﴾ ''جب تمھاری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمھیں ایسی شخصیت بتاؤں جو اس کو پالے تو (اس طریق سے) ہم نے تم کو تمھاری ماں کی طرف لوٹایا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔'' موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے گھر میں تھے تو انھیں دودھ پلانے کے لیے کئی دائیاں بلائی گئیں مگر آپ نے ان کا دودھ پینے سے انکار کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ﴾ (القصص 12:28) ''اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دودھ پلانے والیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔'' تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن اس وقت آئیں اور کہنے لگیں: ﴿ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○ ﴾ (القصص 12:28) ''کیا میں تمھیں ایک ایسے گھر والوں کا پتا بتاؤں جو خیر خواہی سے تمھارے لیے اس بچے کو پالیں اور اس کی پرورش کریں۔'' یعنی کیا میں تمھیں ایسے گھر کا پتا بتاؤں جو اجرت لے کر اس بچے کو دودھ پلا دیں گے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن موسیٰ کو اپنے ساتھ لے گئیں، فرعون کے گھر والے بھی اس کے ساتھ تھے، موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنا دودھ پیش کیا تو انھوں نے اسے پینا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر فرعون کے گھر والے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے معاملہ طے کر لیا کہ وہ اجرت لے کر موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلائیں، موسیٰ کی والدہ کو اپنے اس بیٹے کی وجہ سے دنیا ہی میں بڑی سعادت، رفعت اور عظمت نصیب ہو گئی تھی اور آخرت میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہو گا وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ؕ﴾ ''سو ہم نے تم کو تمھاری ماں کی طرف لوٹا دیا

---

① تفسیر الطبری:202/16 و تفسیر ابن أبی حاتم:2422/7. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2422/7.

تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ رنج نہ کریں۔" تمھاری جدائی کی وجہ سے، ﴿ وَقَتَلْتَ نَفْسًا ﴾ "اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا۔" یعنی قبطی کو، ﴿ فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ ﴾ "تو ہم نے تم کو غم سے نجات بخشی۔" یہ غم موسیٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے تھا کہ آل فرعون نے آپ کے قتل کا ارادہ کرلیا تھا تو آپ وہاں سے بھاگ کر مدین میں پانی کے مقام پر پہنچ گئے تھے اور پھر تمام قصہ سننے کے بعد مدین کے اس مرد صالح نے آپ سے کہا تھا: ﴿ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (القصص 25:28) "خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ گئے ہو۔"

بقیہ: تفسیر آیات: 40 و 41

موسیٰ علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ وہ فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف کی وجہ سے بھاگ کر اہل مدین کے ہاں مقیم ہو گئے تھے۔ اور پھر وہاں اپنے سسر کی بکریاں چراتے رہے حتی کہ وہ مدت پوری ہو گئی جو آپس میں طے کی تھی اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق ایک اندازے پر پہنچ گئے۔ اور تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہیں اور وہی اپنے بندوں کو اور دیگر ساری مخلوق کو اپنی مشیت کے مطابق توفیق عطا فرما دیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰ ﴾ "پھر اے موسیٰ! تم اندازے پر آ پہنچے۔" مجاہد کہتے ہیں کہ وقت مقررہ پر۔① عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قابلیتِ رسالت و نبوت کے اندازے پر۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝۴۱ ﴾ "اور میں نے تم کو اپنے (کام کے) لیے بنایا ہے۔" یعنی میں نے اپنی مرضی و مشیت سے اپنے رسول کے طور پر تمھارا انتخاب کرلیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [اِلْتَقٰى آدَمُ وَمُوسٰى، فَقَالَ مُوسٰى لِآدَمَ: أَنْتَ الَّذِى أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ؟ قَالَ لَهٗ آدَمُ: أَنْتَ الَّذِى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ، وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهٖ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَجَدْتَّهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَنِى؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى] "آدم و موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو موسیٰ نے کہا: (کیا) آپ نے سب لوگوں کو شقاوت میں مبتلا کر دیا اور جنت سے نکلوا دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: (کیا) اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے اور اپنے لیے تمھارا انتخاب کیا اور تم پر تورات کو نازل فرمایا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے تورات میں نہیں دیکھا کہ اس بات کو تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میرے پیدا فرمانے سے بھی پہلے لکھ دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔"③

---

① تفسیر الطبری:210/16. ② تفسیر عبدالرزاق:372/2، رقم:1813. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله : ﴿ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ ﴾ (طٰه 41:20)، حدیث:4736 .

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ㊺ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ

ان دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! بے شک ہم تو ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرے ㊺ اس (اللہ) نے فرمایا: تم دونوں مت

اَسْمَعُ وَاَرٰى ㊻ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۵ وَلَا

ڈرو، بلاشبہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سنتا اور دیکھتا ہوں ㊻ لہٰذا تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم تیرے رب کے رسول

تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ㊼ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ

ہیں، چنانچہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج، اور انھیں مت ستا، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں، اور جو ہدایت کی

اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ㊽

اتباع کرے اس پر سلامتی ہے ㊼ بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ یقیناً اس پر عذاب ہے جو (حق کی) تکذیب کرے اور پھر جائے ㊽

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ﴾ ”تم اور تمھارا بھائی (دونوں) ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔“ یعنی میرے دلائل و براہین اور معجزات کے ساتھ جاؤ، ﴿وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ㊷﴾ ”اور تم دونوں میری یاد میں کمزور نہ پڑنا۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تاخیر نہ کرنا۔① مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کمزوری نہ دکھانا۔② مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کریں بلکہ فرعون کے سامنے جاتے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتے رہیں تاکہ ذکر الٰہی فرعون کے مقابلے کے لیے معاون ثابت ہو اور اس سے انھیں قوت و طاقت نصیب ہو۔ ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ㊸﴾ ”دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے۔“ اس نے بغاوت، سرکشی، ظلم و استبداد اور نافرمانی کو اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ㊹﴾ ”پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔“ یہ آیت کریمہ عظیم الشان نصیحت پر مشتمل ہے، دیکھیے فرعون ظلم و استبداد اور سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھا ہوا تھا، موسیٰ اس وقت سارے انسانوں میں سب سے پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ فرعون سے مخاطب ہوتے وقت لب و لہجہ نرم رکھیں اور اسے ملائمت و شائستگی کے ساتھ دعوت دیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ﴾ (النحل 125:16) ”(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کریں۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ㊹﴾ ”شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔“ شاید وہ اپنی گمراہی و ضلالت سے باز آئے یا اپنے رب سے ڈر کر اس کی اطاعت شروع کر دے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○﴾ (الفرقان 62:25) ”(یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں۔)“ التذکر یہ ہے کہ ممنوع کاموں سے رجوع کر لیا جائے اور خشیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔

---

① تفسیر الطبری: 211/16. ② تفسیر الطبری: 212,211/16.

تفسیر آیات:45-48

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا فرعون سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں ثابت قدم رکھنا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے اور فرعون کا شکوہ کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿45﴾ ﴾ ”یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے۔“ دونوں کا مقصد یہ تھا کہ فرعون ان پر ظلم کرے گا یا انھیں کوئی ایسی سزا دے گا جس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿ اَنْ يَّطْغٰى ﴿45﴾ ﴾ کے معنی زیادتی کرنے کے ہیں۔① ﴿ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿46﴾ ﴾ ”اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت بلاشبہ میں تمھارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا ہوں۔“ یعنی فرعون سے مت ڈرو، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، تمھاری اور فرعون کی بات سنتا ہوں اور تم دونوں کو اور اسے دیکھتا ہوں، تمھاری کوئی بات بھی مجھ سے مخفی نہیں اور خوب جان لو کہ فرعون کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے، میں تمھارے ساتھ ہوں، تمھاری حفاظت کروں گا اور تمھیں اپنی نصرت و تائید سے نوازوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے وعظ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ط ﴾ ”تحقیق ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں۔“ یعنی تیرے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس دلیل اور معجزہ موجود ہے۔ ﴿ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿47﴾ ﴾ ”اور جو (راہِ) ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔“ یعنی اگر تو ہدایت کی بات کو مان لے تو تیرے لیے بھی سلامتی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہرقل، عظیم روم کو خط لکھا تو آپ کے مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا: [بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُّحَمَّدٍ (رَّسُولِ اللّٰهِ) إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ] ”شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے عظیم روم کے نام، جو (راہِ) ہدایت کی پیروی کرے اس کے لیے سلامتی ہے، اما بعد: میں تمھیں دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامتی پا لو گے، اللہ تعالیٰ تمھیں دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“②

اسی طرح موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے بھی فرعون سے کہا تھا: ﴿ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿47﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿48﴾ ﴾ ”اور جو (راہِ) ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔ بلاشبہ ہماری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور پھرے اس کے لیے یقیناً عذاب (تیار) ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے وحی معصوم کے ذریعے سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے جیسا کہ ارشاد باری

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2424/7 و تفسیر القرطبی:201/11. ② صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......؟ حدیث:7 البتہ قوسین والے الفاظ حدیث:4553 کے مطابق ہیں۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ⑲ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ㊿

اس (فرعون) نے کہا: اے موسیٰ! پس تم دونوں کا رب کون ہے؟ ⑲ اس (موسیٰ) نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی شکل وصورت

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى (51) قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ

دی، پھر ہدایت دی ㊿ اس (فرعون) نے کہا: پس اگلی امتوں کا کیا حال ہے؟ (51) اس (موسیٰ) نے کہا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب

وَلَا يَنْسَى (52)

(لوح محفوظ) میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے (52)

تعالیٰ ہے: ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۭ﴾ (النّٰزعٰت 79:37-39) ”پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا تو بلاشبہ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۭ﴾ (الّيل 92:14-16) ”سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا، اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے جس نے جھٹلایا اور پھرا۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴾ (القيٰمة 75:31,32) ”تو اس (عاقبت نا اندیش) نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور پھر گیا۔“ یعنی دل سے جھٹلایا اور فعل کے ساتھ منہ پھیر لیا۔

تفسیر آیات: 49-52

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرعون نے صانع وخالق، ہر چیز کے معبود، رب اور مالک کے وجود کا انکار کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ⑲﴾ ”اے موسیٰ! تو تمھارا پروردگار کون ہے؟“ یعنی جس نے تمھیں مبعوث کیا اور رسول بنا کر بھیجا ہے میں تو اسے جانتا نہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے علاوہ تمھارا کوئی اور معبود بھی ہے۔ ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ㊿﴾ ”اس نے کہا: ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر (سیدھی) راہ دکھائی۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا۔① ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس نے انسان کو انسان، گدھے کو گدھا اور بکری کو بکری بنایا۔② لیث بن ابوسلیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی۔③ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس نے ہر جاندار کو مناسب انداز میں پیدا فرمایا۔④ سعید بن جبیر نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے مخلوق میں ہر چیز کو وہ کچھ دے دیا جو اس کے لیے موزوں تھا۔ انسان کو حیوان کے وجود کا کوئی حصہ نہیں دیا، کسی مویشی کو کتے کے جسم کا کوئی حصہ نہیں دیا اور کتے کو بکری کے جسم کا حصہ نہیں لگایا اور ہر چیز کو نکاح کے لیے وہ چیز دے دی جو اس کے مناسب حال تھی اور ہر چیز کو اس کے لیے تیار کر دیا، افعال خلق، رزق اور نکاح کے اعتبار سے کوئی چیز ان

---

① تفسیر الطبری:215/16. ② تفسیر ابن أبي حاتم:2424/7. ③ تفسیر ابن أبي حاتم:2425/7 و تفسیر الطبری: 215/16. ④ تفسیر الطبری:216/16.

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا

وہ ذات جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمھارے چلنے کے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے

بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿53﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

ذریعے سے کئی اقسام کی مختلف نباتات نکالیں﴿53﴾ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں

2 ع 30 11 النُّهٰى ﴿54﴾ؑ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿55﴾ وَلَقَدْ

ہیں﴿54﴾ ہم نے تمھیں اسی (زمین) سے پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے، اور اسی میں سے تمھیں ایک بار پھر نکالیں گے﴿55﴾ اور بلاشبہ ہم نے

اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿56﴾

اس (فرعون) کو اپنی سب نشانیاں دکھا دیں، پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا﴿56﴾

(افعال ومعاملات) کی مالک نہیں ہے۔ ①بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿50﴾﴾ اس طرح ہے جیسے یہ آیت ہے: ﴿وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۠﴾ (الأعلى 3:87) ”اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا، پھر (اس کو) رستہ بتایا۔“ یعنی اندازہ مقرر فرما دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرما دی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے اعمال، عمریں اور رزق لکھ دیے اور پھر تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمائے ہوئے اندازوں کے مطابق چل رہی ہیں اور اس سے سرمو انحراف نہیں کر سکتیں، کوئی بھی اس اندازے سے باہر نکل ہی نہیں سکتا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا، ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا اور ہر مخلوق کو اپنے ارادے کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔

﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿51﴾﴾ ”کہا: پس پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے؟“ اس آیت کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بتایا کہ اس اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا جو ساری مخلوقات کا رازق ہے جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا اور جس نے ہر چیز کو راہ دکھائی ہے تو فرعون نے دلیل کے طور پر پہلی جماعتوں کو پیش کیا اور کہا کہ اگر تمھاری بات صحیح ہے تو پھر ان پہلی جماعتوں کا کیا ہے جنھوں نے اے موسیٰ! تمھارے رب کی عبادت نہیں کی تھی بلکہ وہ کسی اور خدا کے پجاری تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کو ان کا خوب علم ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب لوح محفوظ میں ان کے جو اعمال لکھے ہوئے ہیں وہ ان کے مطابق انھیں بدلہ دے گا: ﴿لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَى ﴿52﴾﴾ ”میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔“ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، چھوٹی بڑی کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں اور نہ وہ کسی چیز کو بھولتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا علم بے پایاں ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات

---

① تفسیر ابن أبي حاتم :2425/7.

پاک کی شان یہ ہے کہ وہ قطعاً کسی چیز کو نہیں بھولتا۔ مخلوق کے علم میں دو طرح کا نقص ہے، ایک تو وہ ہر چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا اور دوسرا یہ کہ علم کے بعد نسیان لاحق ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔

تفسیر آیات: 53-56

موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا تتمہ: یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حصہ ہی ہے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ㊿ ﴾ ''جس نے ہر شے کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر اس نے ہدایت دی۔'' پھر درمیان میں جملہ معترضہ آ گیا اور اب پھر موسیٰ علیہ السلام کے جواب کے باقی حصے کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ﴾ ''وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لیے زمین کو فرش بنایا۔'' بعض نے اسے ﴿ مَهْدًا ﴾ بھی پڑھا ہے۔ (اور یہی معروف قراءت ہے۔) یعنی زمین کو اس نے تمھارے لیے جائے قرار بنا دیا جس میں تم رہتے سہتے، چلتے پھرتے، سوتے اور جس کی پشت پر سفر کرتے ہو: ﴿ وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ﴾ ''اور اس میں تمھارے لیے رستے جاری کیے۔'' ایسے رستے جاری کر دیے جن پر تم چلتے پھرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 31:21) ''اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے تا کہ لوگ راہ پائیں۔'' ﴿ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى (53) ﴾ ''اور آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے انواع واقسام کی مختلف روئیدگیاں نکالیں'' یعنی انواع واقسام کی نباتات، فصلیں اور پھل پیدا کیے جن میں سے بعض کھٹے، بعض میٹھے اور بعض کڑوے ہیں۔ ﴿ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ ﴾ ''(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ۔'' یعنی کچھ تو تمھارے کھانے اور پھل ہیں اور کچھ سبز اور خشک چارے تمھارے جانوروں کی خوراک کے لیے ہیں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (54) ﴾ ''بے شک ان باتوں میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔'' صحیح سالم عقل والوں کے لیے ان باتوں میں بہت سے دلائل و براہین اور نشانات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (55) ﴾ ''اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمھیں دوسری دفعہ نکالیں گے۔'' یعنی زمین سے تمھاری ابتدا ہوئی ہے، تمھارے باپ آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور مرنے کے بعد پھر تم کو اسی زمین میں لوٹایا جانا ہے اور پھر اسی سے تمھیں دوبارہ نکالیں گے: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآ ءیل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔'' یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 25:7) ''اس نے کہا: اسی میں تمھارا جینا ہو گا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔''

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿57﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تو ہمارے پاس اسی لیے آیا ہے کہ اپنے جادو سے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال دے؟﴿57﴾ چنانچہ ہم تیرے پاس (مقابل)

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿58﴾ قَالَ

اس جیسا ہی جادو لائیں گے، لہٰذا تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ ٹھہرا، نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ تو، ایک ہموار جگہ میں ﴿58﴾ اس

مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿59﴾

(موسیٰ) نے کہا: تمھارا وعدہ زینت (جشن) کا دن ہے، اور یہ کہ لوگ دن چڑھے اکٹھے کیے جائیں ﴿59﴾

فرعون تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿56﴾ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ تکذیب اور انکار ہی کرتا رہا۔'' فرعون کو تمام دلائل و براہین اور نشانیاں دکھا دی گئیں جنھیں اس نے خوب دیکھا مگر وہ تکذیب، انکار، کفر، فساد اور سرکشی کی روش پر ہی قائم رہا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط ﴾ (النمل 14:27) ''اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا تھا، جبکہ ان کے نفس (دل) ان کو مان چکے تھے۔''

تفسیر آیات: 57-59

فرعون نے معجزات کو جادو قرار دیا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جب سب سے بڑا معجزہ دکھایا، یعنی جب اپنی لاٹھی کو پھینکا اور اس نے ایک بہت زبردست سانپ کا روپ دھار لیا اور ہاتھ کو بغل سے نکالا تو وہ کسی خرابی کے بغیر چمک رہا تھا تو فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تم ہمارے پاس کیا اس لیے آئے ہو کہ ہم پر جادو کر دو اور اس جادو سے لوگوں پر تسلط حاصل کر لو تاکہ وہ تمھاری پیروی کریں اور پھر ہمارے مقابلے میں تمھارے ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا، ہمارے پاس بھی تمھارے جادو جیسا جادو موجود ہے، لہٰذا تم اپنے جادو پر غرور نہ کرو۔ ﴿ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا ﴾ ''پس ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو۔'' یعنی ایک دن مقرر کر لو جس میں ہم اور تم جمع ہوں اور پھر ایک مقرر جگہ پر اور متعین وقت میں ہم ایک دوسرے کے جادو کا مقابلہ کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ ﴾ ''تمھارے لیے یوم زینت کا وعدہ ہے۔'' یہ ان کی عید نوروز کا دن تھا جس میں سب لوگ اپنے اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا انتخاب اس لیے فرمایا تاکہ سب لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کے نبی کے معجزے اور اس بات کا مشاہدہ کر لیں کہ جادوگر حضرات انبیائے کرام کے معجزات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿59﴾ ﴾ ''اور یہ کہ لوگ (اس دن) چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں'' تاکہ سارا معاملہ بالکل ظاہر، روشن اور واضح ہو جائے، حضرات انبیائے کرام کی شان یہی ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام واضح اور روشن ہوتا ہے، اس میں نہ کوئی چیز مخفی ہوتی ہے اور نہ مصنوعی، اس لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مقابلہ رات کو ہوگا بلکہ فرمایا کہ مقابلہ دن کے اجالے میں ہوگا۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى (60) قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى

چنانچہ فرعون (محل میں) واپس آیا، پھر اپنی ساری چالیں جمع کیں، پھر (میدان میں) آ گیا (60) موسیٰ نے ان سے کہا: تمھارے لیے ہلاکت ہو! تم اللہ پر

اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (61) فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

جھوٹ نہ گھڑو، ورنہ وہ عذاب سے تمھیں تباہ کر دے گا اور جس نے جھوٹ گھڑا یقیناً وہ ناکام رہا (61) پھر انھوں نے آپس میں اپنے معاملے

بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى (62) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ

میں باہم اختلاف کیا اور رازداری سے مشورہ کیا (62) وہ بولے: بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تمھیں

مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (63) فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ

تمھاری سرزمین سے نکال دیں اور تمھارا عمدہ نظام لے جائیں (تباہ و برباد کر دیں) (63) لہٰذا اپنی تدبیریں پختہ کر لو، پھر صف باندھ کر آ جاؤ اور بلاشبہ جو

ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (64)

(آج) غالب رہا وہ کامیاب ٹھہرا (64)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دن یوم عاشوراء تھا۔ ① سدی، قتادہ اور ابن زید سے روایت ہے کہ یہ ان کی عید کا دن تھا۔ ② سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ ان کے بازار کا دن تھا۔ ③ اور ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اس جیسے دن میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ ④ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ﴿ مَكَانًا سُوًى (58) ﴾ کے معنی ایک ہموار میدان کے ہیں جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوتا کہ سب لوگ مقابلہ صاف صاف دیکھ سکیں اور کسی سے بھی کوئی بات اوجھل نہ ہو۔ ⑤

تفسیر آیات: 60-64

دونوں گروہوں کا اجتماع: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جب فرعون اور موسیٰ علیہ السلام نے آپس میں معاہدہ کر کے خاص وقت اور مخصوص جگہ کا تعین کر لیا تو فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے ملک کے شہروں میں سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور اس دور میں جادو کا بے حد چرچا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ ﴾ (یونس 79:10) ''اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادوگروں کو میرے پاس لے آؤ۔'' پھر سب لوگ بھی جمع ہو گئے۔ ﴿ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ ﴾ (الشعرآء 38:26) ''ایک مقررہ دن کی میعاد پر۔'' یہ عید کا دن تھا، فرعون اپنے تخت پر بیٹھ گیا، اعیان حکومت قطار در قطار اس کے پاس بیٹھ گئے، جب ساری رعایا دائیں بائیں کھڑی ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا پر سہارا لیے تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی تھے، تمام جادوگر فرعون کے سامنے صفوں میں کھڑے ہو گئے

---

① الدر المنثور:540/4. ② تفسیر الطبری:222/16. ③ تفسیر الطبری:222/16 والدر المنثور:540/4. ④ دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ ...... ﴾ (یونس 90:10) ......، حدیث:4680 و 2004.
⑤ تفسیر الطبری:221/16.

اورفرعون انھیں ترغیب دے رہا تھا کہ آج تم اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھانا، جادوگر بھی بڑے انعام واکرام کی خواہش کا اظہار کررہے تھے اورفرعون ان سے وعدے کررہا تھا۔

جادوگروں نے کہا: ﴿ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ○ قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ اِذًا لَّمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ○ ﴾(الشعرآء 42,41:26) ''اگر ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہوگا؟ فرعون نے کہا: ہاں، اور تم مقربوں میں بھی داخل کرلیے جاؤ گے۔'' اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيۡلَكُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ''موسیٰ نے ان سے فرمایا: ہائے تمھاری کم بختی! اللہ پر جھوٹ نہ باندھو'' یعنی اپنے کرتبوں کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں نہ بناؤ جن کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو، لوگ سمجھنے لگیں کہ یہ جاندار ہیں، حالانکہ وہ جاندار نہیں ہیں اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے لگو گے۔ ﴿ فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ ۚ ﴾ ''کیونکہ وہ تمھیں عذاب سے فنا کردے گا۔'' یعنی عبرت ناک سزا دے کر وہ تمھیں اس طرح ہلاک کردے گا کہ تمھارا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ ﴿ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى ﴿61﴾ فَتَنَازَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ ﴾ ''اور یقیناً جس نے افترا کیا وہ نامراد رہا تو وہ باہم اپنے معاملے میں جھگڑنے لگے۔'' اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ آپس ہی میں اختلاف کرنے لگے، کسی نے یہ کہا کہ یہ کسی جادوگر کا کلام نہیں بلکہ یہ تو نبی کا کلام ہے اور کسی نے کہا کہ نہیں یہ جادوگر ہے، اسی طرح کی کچھ اور باتیں بھی کی گئیں۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى ﴿62﴾ ﴾ ''اور چپکے چپکے سرگوشی کرنے لگے۔'' یعنی آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے کہنے لگے، ﴿ اِنۡ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ﴾ ''یہ دونوں جادوگر ہیں۔'' یہ بعض عرب کی لغت کے مطابق ہے جبکہ یہ قراءت انھی کے بیان کردہ اِعراب کے مطابق ہے اور بعض نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [إِنَّ هٰذَيۡنِ لَسٰحِرَانِ] اور یہ مشہور لغت ہے۔ پہلی قراءت کے جواب میں علمائے نحو نے کافی مفصل بحث کی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ الغرض! جادوگروں نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ شخص اور اس کا بھائی۔ یعنی موسیٰ وہارون علیہما السلام۔ دونوں ماہر جادوگر ہیں اور جادو کے فن کو خوب جانتے ہیں اور آج ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم پر اور تمھاری قوم پر غالب آجائیں تاکہ سب لوگوں پر تسلط جما لیں، لوگ ان کی پیروی کرنے لگیں، وہ دونوں فرعون اور اس کے لشکروں سے لڑائی کرکے ان پر کامیابی حاصل کرلیں اور تم سب کو تمھاری زمین سے باہر نکال دیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ﴿63﴾ ﴾ ''اور وہ دونوں تمھارے عمدہ طریقے کو ختم کردیں۔'' یعنی اپنے اس جادو کے ساتھ وہ تمھارے مذہب کو نیست ونابود کردیں، جادو ہی کی وجہ سے ان کی تعظیم کی جاتی تھی اور اس کی وجہ سے وہ مال کماتے تھے، لہٰذا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر یہ دونوں غالب آگئے تو وہ تم سب کو تباہ کردیں گے اور تمھیں تمھاری زمین سے نکال دیں گے، دونوں خود زمین کے مالک بن جائیں گے اور بلاشرکتِ غیرے دونوں حکومت پر قبضہ جمالیں گے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ تمھارے شائستہ مذہب کو نابود کردیں جس پر تم ہو۔ ① ﴿ فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ ﴾ ''پس تم

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2427/7.

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ⑥⑤ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا

(ان جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو تو ڈال یا ہم ہی ہوں پہلے ڈالنے والے؟ (65) اس (موسیٰ) نے کہا: بلکہ تمھی ڈالو، پھر ناگہاں ان کے جادو کی وجہ

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (66) فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ

سے موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں بلاشبہ دوڑ رہی ہیں (66) پھر موسیٰ نے اپنے نفس میں خوف محسوس کیا (67) ہم نے کہا:

خِيْفَةً مُّوْسٰى (67) قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (68) وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا

خوف نہ کھا، بے شک تو ہی غالب رہے گا (68) اور جو (لاٹھی) تیرے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دے، وہ اس کو نگل جائے گی جو کچھ انھوں نے بنایا

صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (69) فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا

ہے، بس انھوں نے تو جادوگر کا فریب بنایا ہے، اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا (69) چنانچہ جادوگر بے اختیار سجدے میں گر گئے، اور

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (70)

کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے (70)

اپنی (جادو کی) ساری تدبیریں اکٹھی کر لو، پھر قطار باندھ کر آؤ۔'' یعنی تم سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاؤ اور جو کچھ تمھارے ہاتھوں میں ہے اسے سب یکبار پھینک دو تاکہ لوگوں کی آنکھیں چندھیا جائیں اور اس طرح تم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر غالب آ جاؤ۔ ﴿ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (64) ﴾ ''اور آج جو غالب رہا یقیناً وہی کامیاب ہوا۔'' یعنی ہم میں اور موسیٰ علیہ السلام میں سے جو غالب رہا تو وہ کامیاب ہوا، اگر ہم غالب آ گئے تو فرعون نے ہم سے بہت بڑے انعام واکرام کا وعدہ کیا ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام غالب آ گئے تو وہ عظیم حکومت کے مالک بن جائیں گے۔

تفسیر آیات:65-70

موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب جادوگر اور موسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو گئے تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (65) قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ ﴾ ''یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو، اور یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: نہیں تم ہی ڈالو۔'' یعنی پہلے تم ڈالو تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ تم کیا جادو کرتے ہو اور تاکہ لوگوں کے سامنے تمھارا کرتب واضح ہو جائے۔ ﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (66) ﴾ ''(جب انھوں نے اپنی چیزیں ڈالیں) تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے خیال میں ایسی لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔'' دوسری آیت میں ہے کہ جب انھوں نے اپنی چیزیں ڈالیں تو: ﴿ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ○ ﴾ (الشعرآء 44:26) ''اور وہ کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ ﴾ (الأعراف 116:7) ''انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور (دلوں کو) خوفزدہ کر دیا اور بہت بڑا جادو لائے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (66) ﴾ ''تو وہ ناگہاں رسیاں اور لاٹھیاں ان

کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے خیال میں ایسے آنے لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔'' جادوگروں کا ایک جم غفیر اور جماعت کثیر تھی، ان میں سے ہر ایک نے لاٹھی اور رسی پھینکی حتی کہ محسوس ہوتا تھا کہ سارا میدان سانپوں سے بھر گیا ہے اور وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ رہے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ﴿67﴾﴾ ''تو (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔'' موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے بارے میں یہ خوف ہوا کہ وہ ان کے جادو کی وجہ سے کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں اور موسیٰ علیہ السلام کے اپنی لاٹھی کے پھینکنے سے پہلے کہیں دھوکا نہ کھا جائیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: ﴿وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط﴾ ''جو چیز (لاٹھی) تمھارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی۔'' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ایک ایسا عظیم الشان اور ہولناک سانپ بن گئی تھی جس کے پاؤں بھی تھے، گردن، سر اور داڑھیں بھی، اس نے ان لاٹھیوں اور رسیوں میں سے ایک ایک کا پیچھا کیا اور ان سب کو نگل لیا، جادوگروں اور دیگر سب لوگوں نے بھی دن کے اجالے میں صاف صاف یہ منظر دیکھا اور اس سے معجزہ نمودار، برہان واضح اور حق غالب آ گیا اور جادو مغلوب اور باطل قرار پا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿69﴾﴾ ''بلاشبہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے بھی آئے فلاح نہیں پائے گا۔''

جادوگر ایمان لے آئے: جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں علم الیقین حاصل ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے یہ جادو کی شعبدہ بازی اور حیلہ سازی نہیں کیونکہ انھیں جادو کے تمام فنون، طریقوں اور وجوہ کا علم تھا، انھیں یقین کامل حاصل ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام بلاشبہ حق پر ہیں کیونکہ اس طرح کا کام تو وہی سرانجام دے سکتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز سے فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، اس یقین کامل کے حصول کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام جادوگر اللہ رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور کہنے لگے: ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ۙ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ○﴾ (الأعراف7:121,122) ''ہم تمام جہانوں کے مالک پر ایمان لائے، جو موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کا مالک ہے۔'' اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبید بن عمیر کا قول ہے کہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں جادوگر تھے مگر دن کے آخری حصے میں شہداء اور نیکوکار۔ ①

جادوگروں کی تعداد: ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ جادوگر ستر آدمی تھے جو صبح کے وقت جادوگر مگر شام کو شہداء تھے۔ ② ابن ابوحاتم ہی نے اوزاعی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جادوگر جب سجدہ ریز ہوئے تو جنت کو ان کے سامنے کر دیا گیا حتی کہ وہ جنت کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ ③ سعید بن جبیر سے بھی روایت ہے کہ حالت سجدہ

---

① تفسیر الطبری:235/16 و تفسیر عبد الرزاق:373/2، رقم: 1819. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2428/7. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2428/7.

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

فرعون نے کہا: کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لائے ہو؟ یقیناً یہ تمھارا بڑا ہی تو ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا، لہٰذا میں تمھارے ہاتھ

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ

اور پاؤں ایک دوسرے کی مخالف سمتوں سے ضرور کٹواؤں گا، اور تمھیں کھجور کے تنوں پر ضرور سولی دوں گا، اور تمھیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ہم

اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ⑪ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ

میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ⑪ وہ کہنے لگے: ہم تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے اُن واضح دلائل پر جو ہمارے پاس آ چکے اور نہ اس

فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑫ ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا

ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا، پس تو جو کر سکتا ہے کر گزر، بس تو تو اس دنیاوی زندگی ہی کا فیصلہ کرے گا ⑫ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے

بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑬ الثلثة

ہیں تا کہ وہ ہمیں بخش دے ہماری خطائیں اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا، اور اللہ بہت بہتر اور وہی باقی رہنے والا ہے ⑬

میں انھیں جنت میں ان کے مقامات دکھا دیے گئے، عکرمہ اور قاسم بن ابو بزّہ کا بھی یہی قول ہے۔ ①

تفسیر آیات: 71-73

فرعون کی جادوگروں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، عناد، سرکشی اور حق کے مقابلے میں باطل پر ہٹ دھرمی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اس نے ایسے زبردست معجزے اور ایسی عظیم الشان نشانی کو دیکھا، نیز اس نے یہ بھی دیکھا کہ جن لوگوں کو اپنی تائید وحمایت میں وہ میدان میں لے کر آیا تھا وہ تو سب لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں اور وہ مکمل طور پر مغلوب اور ناکام ونامراد ہو گیا ہے تو اس نے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ شروع کر دیا اور جادوگروں کو دبانے کے لیے اس نے اپنے جاہ ومنصب کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور جادوگروں کو سرزنش کرتے ہوئے کہنے لگا: ﴿ اٰمَنْتُمْ لَهٗ ﴾ ”تم اس پر ایمان لے آئے ہو!“ یعنی تم لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے، ﴿ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ ﴾ ”پیشتر اس کے کہ میں تمھیں اجازت دوں۔“ میں نے تو ابھی تمھیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آؤ۔ میرے بارے میں تم فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو۔ فرعون نے یہ ایک ایسی بات کہی تھی جس کے بارے میں اسے بھی علم تھا اور جادوگروں کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ یہ بے ہودہ بات اور جھوٹ ہے۔

﴿ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ ﴾ ”بے شک وہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔“ یعنی تم نے تو جادو موسیٰ علیہ السلام ہی سے سیکھا ہے اور تم نے میرے اور میری رعایا کے بارے میں ایکا کر لیا تھا تا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب قرار دلاسکو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 123:7) ”بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تا کہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو، سو

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2428/7 والدر المنثور: 200/3.

عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لو گے۔“ پھر اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ ”لہٰذا میں تمھارے ہاتھ اور پاؤں (جانبِ) خلاف سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا۔“ یعنی تمھارا مثلہ کر دوں گا، تمھیں قتل کر دوں گا اور تمھیں ذلیل کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ سزائیں سب سے پہلے فرعون ہی نے دی تھیں۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى﴾ (71) ”اور (اس وقت) تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے!“ یعنی تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میں اور میری قوم ضلالت پر ہیں اور تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے ہمراہ ہدایت پر ہو لیکن عنقریب تم جان لو گے کہ عذاب کسے حاصل ہوتا ہے اور اس میں مبتلا کون رہتا ہے۔ فرعون نے انھیں جب یہ دھمکیاں دیں تو اللہ تعالیٰ کے رستے میں انھیں اپنی جانیں بہت حقیر معلوم ہونے لگیں۔ ﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ ”انھوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں ان پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔“ یعنی ہمیں جو ہدایت اور یقین حاصل ہو گیا ہے اس پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ ﴿وَالَّذِيْ فَطَرَنَا﴾ ”اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ قسم ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا ﴿الْبَيِّنٰتِ﴾ پر عطف ہو، معنی یہ ہوں گے کہ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے اس پیدا کرنے والے پر تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور ہماری تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا، وہی ذات گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے حضور عجز و انکسار کا اظہار کیا جائے۔

﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ﴾ ”پس تو نے جو حکم دینا ہو دے دے۔“ یعنی تم جو چاہو کر لو اور جو کچھ تمھارے بس میں ہو اسے کر گزرو۔ ﴿اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ (72) ”تو (جو) حکم دے سکتا ہے وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں (دے سکتا) ہے۔“ تمھیں صرف اسی دنیا میں تسلط حاصل ہے اور یہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے جبکہ ہماری رغبت آخرت میں ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ﴿اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا﴾ ”بلاشبہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے۔“ یعنی ہم سے جو گناہ بھی سرزد ہوئے، خصوصاً ﴿مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾ ”اس جادوگری سے (درگزر فرمائے) جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔“ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے نبی کے معجزات کے خلاف ہے۔

اور ابن ابو حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس غلام پکڑے اور انھیں حکم دیا کہ وہ ”فرما“ میں جادو سیکھیں اور ان کے اساتذہ سے کہا کہ انھیں ایسا جادو سکھا دو جسے روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ انھیں لوگوں میں سے تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور جنھوں نے

---

① تفسير الطبري: 32/9.

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (74) وَمَنْ

بے شک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر حاضر ہوگا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ تو وہ مرے گا اور نہ جیے گا (74) اور جو اس کے حضور

يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى (75) ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ

مومن (بن کر) حاضر ہوگا، جبکہ اس نے نیک عمل کیے ہوں، تو انھی (لوگوں) کے درجے بلند ہیں (75) (یعنی) سدا رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى (76) ع 3 22 12

نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی اس کی جزا ہے جو (گناہوں سے) پاک ہوا (76)

یہ کہا تھا کہ ﴿ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ ﴾ ”ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے بھی جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔“① عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔② ﴿ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (73) ﴾ ”اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔“ یعنی اللہ ہمارے لیے تجھ سے بہتر ہے اور وہ باقی رہنے والا بھی ہے، تو نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والا ثواب دائمی ہے۔ ظاہر ہے فرعون ملعون نے یہ بات سن کر انھیں سزا دینے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کی طرف سے اگرچہ یہ سزا تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے باعث رحمت بنا دیا۔ اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ سلف کا قول ہے کہ یہ لوگ صبح کے وقت جادوگر تھے مگر شام کے وقت شہداء تھے۔③

تفسیر آیات: 76-74

جادوگروں کا فرعون کے سامنے وعظ: سیاقِ کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے فرعون کو جو وعظ کیا یہ اسی کا باقی حصہ ہے۔ اس میں جادوگروں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور اس کے دائمی و سرمدی عذاب سے ڈراتے اور اس کے ابدی ثواب کی رغبت دلاتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا ﴾ ”یقیناً جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گناہ گار ہو کر آئے گا“ یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور وہ مجرم ہو، ﴿ فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (74) ﴾ ”تو بلاشک و شبہ اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴾ (فاطر 35:36) ”نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے کہ وہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ ﴾ (الأعلى 87:11-13) ”اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا، پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ (الزخرف 43:77) ”اور پکاریں گے کہ اے مالک!

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 7/2428. ② تفسیر الطبری: 16/237 مختصرًا. ③ تفسیر الطبری: 16/235.

آپ کا پروردگار ہمارے بارے میں (موت کا) فیصلہ فرما دے، وہ کہے گا کہ تم یقیناً (ہمیشہ اس حالت میں) رہو گے۔‘‘

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَايَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ، وَلٰكِنْ نَّاسٌ...... تُصِيبُهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ، فَيُمِيتُهُمْ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا صَارُوا فَحْمًا، أُذِنَ فِي الشَّفَاعَةِ، فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ، ضَبَائِرَ، ضَبَائِرَ، (فَبُثُّوا) عَلٰى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ، فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ’’اہل دوزخ جو دوزخ ہی میں رہنے والے ہوں گے وہ اس میں نہ مریں گے، نہ جییں گے، البتہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے تو دوزخ کی آگ انھیں مار دے گی حتی کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی، پھر انھیں اس طرح لایا جائے گا کہ وہ گروہ در گروہ ہوں گے اور انھیں جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے اہل جنت! ان پر پانی ڈالو تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے سیلاب کی گزرگاہ میں نرم و نازک سی نباتات اگتی ہے۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے اس تشبیہ کو سننے کے بعد قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اہل بادیہ سے ہو۔① اسی طرح امام مسلم نے بھی صحیح میں اس روایت کو بیان فرمایا ہے۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ﴾ ’’اور جو اس کے روبرو ایمان دار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے۔‘‘ یعنی جو قیامت کے دن اپنے رب سے اس طرح ملاقات کرے کہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو اور پھر اس نے اپنے قول و عمل سے اپنے ضمیر کی تصدیق بھی کی ہو ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾﴾ ’’تو ایسے لوگوں کے لیے اونچے اونچے درجے ہیں۔‘‘ یعنی ان کے لیے جنت ہوگی جس میں بلند و بالا درجات، پر امن بالا خانے اور پاکیزہ و نفیس مکانات ہوں گے۔

امام احمد نے عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[اَلْجَنَّةُ مِائَةُ دَرَجَةٍ، مَّا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ ...... كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً، وَّمِنْهَا تَخْرُجُ الْأَنْهَارُ الْأَرْبَعَةُ، وَالْعَرْشُ مِنْ فَوْقِهَا، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ] ’’جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان...... اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اس سے چار نہریں نکلتی ہیں، عرش اس کے اوپر ہے، لہٰذا تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔‘‘③

صحیحین میں ہے کہ [إِنَّ أَهْلَ عِلِّيِّينَ لَيَرَوْنَ مَنْ فَوْقَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ (الْغَابِرَ) فِي أُفُقِ السَّمَآءِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ] ’’اہل علیین اپنے سے اوپر لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر دور کے ستارے کو

---

① مسند أحمد: 11/3، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم کے مطابق ہے۔ ② صحیح مسلم، الإیمان، باب إثبات الشفاعة ......، حدیث: 185. ③ مسند أحمد: 316/5 و جامع الترمذی، صفة الجنة ، باب ماجاء فی صفة درجات الجنة ، حدیث: 2531.

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کو میرے بندے نکال لے چل، پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا، جبکہ تجھے نہ تو پکڑے

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ⑦⑦ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ

جانے کا خوف ہوگا اور نہ (ڈوبنے کا) ڈر ⑦⑦ بعد ازاں فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر (کے پانی) نے ڈھانپ لیا جیسے

مَا غَشِيَهُمْ ۭ ⑦⑧ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ⑦⑨

ڈھانپنے کا حق تھا ⑦⑧ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور (سیدھی) راہ نہ دکھائی ⑦⑨

دیکھتے ہو۔ یہ ان کے درجات میں فرق کی وجہ سے ہوگا۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء کے مقامات ہوں گے، فرمایا: [بَلٰى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ] ''کیوں نہیں، بلکہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ان لوگوں کے مقامات ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔''① سنن کی روایت میں ہے: [وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ لَمِنْهُمْ، وَأَنْعَمَا] ''ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی انھی لوگوں میں سے ہوں گے، زہے نصیب۔''②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ''ہمیشہ رہنے کے باغ۔'' یعنی جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ﴿ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ⑦⑤ ﴾ سے بدل ہے۔ ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ⑦⑥ ﴾ ''جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو پاک ہوا۔'' یعنی جس نے میل کچیل، گندگی اور شرک سے اپنے آپ کو پاک کر لیا، اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی اور حضرات انبیائے کرام جس خیر و طلب کو لے کر آئے، ان تمام امور میں ان کی پیروی کی۔

تفسیر آیات: 77-79

بنی اسرائیل کا مصر سے خروج: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دے دیا کہ وہ ان سب کو لے کر رات کے وقت نکل جائیں اور انھیں فرعون کے قبضے سے نکال لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کی دیگر کئی سورتوں میں تفصیل بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے حتی کہ جب صبح ہوئی تو ان میں سے کوئی فرد بشر بھی وہاں موجود نہ تھا، فرعون یہ دیکھ کر شدید غضب ناک ہوا اور اس نے شہروں میں اپنے نقیب روانہ کر دیے تاکہ وہ مختلف شہروں اور قصبوں سے فرعون کے لیے لشکر

---

① [الغابر] کے سوا قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 26/3 و 50/3 کے مطابق جبکہ باقی حدیث صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة ......، حدیث: 3256 و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب ترائی أهل الجنة ......، حدیث: 2831 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② سنن أبی داود، الحروف......، باب: (1)، حدیث: 3987 و جامع الترمذی، المناقب، باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ......، حدیث: 3658.

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا

اے بنی اسرائیل! یقیناً ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی، اور ہم نے تم سے طور کی دائیں جانب (تورات دینے) کا وعدہ کیا، اور ہم نے تم

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (80) كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ

پر من اور سلویٰ نازل کیا (80) ہم نے تمھیں جن پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے ان سے کھاؤ، اور تم اس میں سرکشی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب

فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (81) وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ

اترے، اور جس پر میرا غضب اترا تو یقیناً وہ تباہ ہوگیا (81) اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اس کے لیے جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک

تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (82)

عمل کرے، پھر ہدایت پر رہے (82)

اکٹھے کریں۔ فرعون نے کہا تھا: ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ۙ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ۙ ﴾ (الشعرآء 26:54,55) ”بلاشبہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں اور یقیناً یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔“

فرعون نے جب اپنے تمام لاؤلشکر کو جمع کرلیا تو وہ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ ﴿ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:60) ”تو انھوں نے سورج نکلتے (صبح کو) ان کا تعاقب کیا۔“ یعنی طلوع شمس کے وقت، ﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ﴾ (الشعرآء 26:61) ”پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں“ اور ہر ایک فریق نے دوسرے کو دیکھ لیا، ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ۚ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:61,62) ”تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے! موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ہرگز نہیں! میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور رستہ بتائے گا۔“

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر کھڑے ہوگئے، سمندر آگے تھا اور فرعون پیچھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: ﴿ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ ﴾ ”پس ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنا دو۔“ موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنی لاٹھی ماری اور کہا کہ اللہ کے حکم سے مجھ پر پھٹ جا تو دریا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھٹ گیا، ﴿ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ۚ ﴾ (الشعرآء 26:63) ”تو وہ پھٹ گیا، پھر ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہوگیا، گویا بہت بڑا پہاڑ (ہے۔)“ گویا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے، اللہ تعالیٰ نے دریا کی زمین پر ہوا کو بھیج دیا حتی کہ دریا کا پیندہ بھی سطح زمین کی طرح خشک ہوگیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا ﴾ ”پس ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنا دو جبکہ تم کو نہ تو پکڑے جانے کا خوف ہوگا۔“ یعنی فرعون کے پکڑنے کا۔ ﴿ وَلَا تَخْشٰى (77) ﴾ ”اور نہ ڈرو گے“ کہ دریا تمھاری قوم کو غرق کر دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (78) ﴾ ”پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو دریا سے ڈھانپ لیا ان کو جس چیز نے بھی ڈھانپا۔“ یعنی انھیں ڈھانپ لیا جس چیز نے

بھی ڈھانپ لیا اور وہ مشہور و معروف ہی ہے، یعنی دریا کی موجوں نے ڈھانپ لیا۔ مشہور و معروف معاملے میں اس طرح کا اسلوبِ بیان اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۙ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۚ ﴾ (النجم53:53,54) ”اور اسی نے الٹی ہوئی بستی کو دے پٹکا، پھر ان پر چھایا جو چھایا۔“ فرعون اپنے لشکر کے آگے آگے تھا وہ انھیں لے کر دریا میں داخل ہو گیا، اس نے ان سب کو گمراہ کر دیا اور رشد و ہدایت کے رستے کی طرف نہ آنے دیا، اسی طرح: ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ ﴾ (ھود11:98) ”وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہو گا، پس وہ ان کو آگ میں داخل کر دے گا اور وہ برا گھاٹ ہے جس پر آیا جائے۔“

تفسیر آیات:80-82

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی ان عظیم الشان نعمتوں اور بڑے بڑے احسانات کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ اس نے انھیں ان کے دشمن فرعون سے نجات بخشی اور ان کی آنکھوں کو اس طرح ٹھنڈک بخشی کہ ان کے سامنے فرعون اور اس کے سارے لشکر کو ایک ہی وقت میں غرق کر دیا جبکہ وہ یہ سارا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 2:50) ”اور ہم نے فرعون کی آل اولاد کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیابی عطا فرمائی تھی تو آپ نے فرمایا: [نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ فَصُومُوهُ] ”موسیٰ (علیہ السلام) کے ہم زیادہ حق دار ہیں، لہٰذا مسلمانو! تم بھی روزہ رکھا کرو۔“①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سے کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ فرمایا، اسی پہاڑ پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اسی پر انھوں نے دیدار باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا اور اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے انھیں تورات عطا فرمائی تھی۔ اسی اثنا میں جبکہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لائے ہوئے تھے تو بنی اسرائیل نے ان کی عدم موجودگی میں گائے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی تھی جیسا کہ چند اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قصے کو بیان فرمایا ہے۔ جہاں تک من وسلوٰی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں سورۂ بقرہ اور دیگر کئی سورتوں میں بحث کی جا چکی ہے۔② منّ حلوے کی صورت کی ایک چیز تھی جو ان پر آسمان سے برستی تھی اور سلوٰی پرندے تھے جو ان پر گرتے تھے اور وہ ان دونوں چیزوں کو بقدر ضرورت لے لیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ان پر یہ خاص لطف و کرم اور احسان تھا، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

---

① صحیح البخاری، التفسیر ، باب: ﴿ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ...... ﴾ (طٰہٰ20:77-79)، حدیث:4737 وصحیح مسلم، الصیام ، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث:1130. ② دیکھیے البقرة، آیت: 57 کے ذیل میں۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ⑧③ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ

اور اے موسیٰ! کون سی چیز تجھے تیری قوم سے جلدی لے آئی؟ ⑧③ اس نے کہا: وہ لوگ میرے پیچھے ہیں، اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف

لِتَرْضٰى ⑧④ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ⑧⑤ فَرَجَعَ

جلدی کی، تاکہ تو راضی ہو جائے ⑧④ اللہ نے فرمایا: چنانچہ بے شک ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا، اور انھیں سامری نے گمراہ

مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ

کر دیا ⑧⑤ تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک (اور) غمگین لوٹا (اور) کہنے لگا: اے میری قوم! کیا تمھارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ

پھر تم پر عہد طویل ہو گیا تھا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے رب کا غضب اترے، تو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی ⑧⑥ وہ کہنے لگے: ہم نے

مَّوْعِدِيْ ⑧⑥ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ

تیرے وعدے کی اپنے اختیار سے خلاف ورزی نہیں کی، لیکن ہم پر قوم (فرعون) کے زیب و زینت کے بوجھ لاد دیے گئے تھے تو ہم نے وہ (آگ

الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۙ ⑧⑦ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

میں) پھینک دیے، پس اسی طرح سامری نے بھی (زیور) پھینکے ⑧⑦ پھر اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا (بنایا) جو محض جسم تھا، جس کی آواز گائے

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ⑧⑧ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۬ ۙ وَّلَا

کی سی تھی، پھر وہ (لوگ) کہنے لگے: یہی ہے تمھارا الٰہ اور موسیٰ کا الٰہ۔ تو وہ تو بھول گیا ⑧⑧ پس بھلا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ بلاشبہ وہ (بچھڑا) ان کی کسی

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ⑧⑨ ع

4 ع 13 13

بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے کسی نفع و نقصان کا مالک ہے ⑧⑨

﴿ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ ﴾ ”(اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انھی میں سے کھاؤ اور اس میں حد سے نہ نکلو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو۔“ یعنی یہ رزق کھاؤ جو میں نے تمھیں عطا فرمایا ہے اور اس میں حد سے نہ نکلنا کہ بلا ضرورت اسے جمع کرنے لگ جاؤ اور اس طرح میرے حکم کی مخالفت کرو اور اگر ایسا کرو گے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا، ﴿ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ⑧① ﴾ ”اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ وہ بد بخت ہو گیا۔ ①

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو بخشتا ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ⑧② ﴾ ”اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر ہدایت یاب ہو تو اس کو میں یقیناً بخش دینے والا ہوں۔“ یعنی جو بھی میرے حضور توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہوں، خواہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توبہ کو بھی قبول فرمایا تھا جنھوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ فرمان الٰہی: ﴿ تَابَ ﴾ کے معنی ہیں کہ جو کفر یا شرک یا معصیت یا نفاق

---

① تفسیر الطبری:241/16.

سے باز آ جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَّاٰمَنَ ﴾ ”اور وہ ایمان لائے۔“ یعنی دل کے ساتھ، ﴿ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ”اور عمل نیک کرے۔“ اپنے اعضاء کے ساتھ، ﴿ ثُمَّ اهْتَدٰى (82) ﴾ ”پھر ہدایت یاب ہو۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر شک نہ کرے۔①

اور امام قتادہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ پھر موت تک اسلام کے دامن سے وابستہ رہے۔② ﴿ ثُمَّ ﴾ ”پھر“ یہاں خبر کی خبر پر ترتیب کے لیے ہے جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ میں ہے: ﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ؕ ﴾ (البلد 17:90) ”پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے۔“

تفسیر آیات: 83-89

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جانا اور بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنا: فرعون کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر چلے ﴿ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 139,138:7) ”تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کے لیے مجاور تھے۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے: موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد کیا جانے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے ہودہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور پھر اس میں دس راتوں کا اور اضافہ فرما دیا اور اس طرح یہ پوری چالیس راتیں ہوگئیں جن میں رات دن روزہ رکھنے کا حکم تھا۔ موسیٰ علیہ السلام حکم ملنے پر جلدی سے کوہ طور پر آ گئے اور بنی اسرائیل میں اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ آئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (83) قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ ﴾ ”اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے جلد کیا چیز لے آئی؟ کہا: وہ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں۔“ اور وہ بھی جلدی ہی کوہ طور پر پہنچ جائیں گے، ﴿ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى (84) ﴾ ”اور اے میرے پروردگار! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لیے کی کہ تو خوش ہو۔“ یعنی تاکہ تو مجھ سے زیادہ خوش ہو جائے۔ ﴿ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (85) ﴾ ”فرمایا کہ بلاشبہ ہم نے تمھاری قوم کو تمھارے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا کہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں کیا حادثہ رونما ہوا ہے اور انھوں نے کس طرح اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے جو سامری نے ان کے لیے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مدت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیاں لکھ دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي

---

① تفسیر الطبری: 242/16. ② تفسیر الطبری: 242/16.

الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 145:7) ’’اور ہم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے لیے (تورات کی) تختیوں میں (زندگی کے) ہر معاملے کے بارے میں نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق تفصیل لکھ کر دے دی ہے، چنانچہ تو ان (ہدایات) کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی اچھی اچھی باتوں پر کاربند رہیں، جلدی ہی میں تمھیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔‘‘ یعنی میری اطاعت سے نکلنے اور میرے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام دکھاؤں گا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ ﴾ ’’پھر موسیٰ (علیہ السلام) غضبناک غمزدہ اپنی قوم کے پاس واپس آ گئے۔‘‘ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا کہ ان کی قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے تو وہ انتہائی غصے اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس آ گئے، موسیٰ علیہ السلام تو اپنی قوم کا خاص خیال رکھتے تھے، انھی کی خاطر انھیں تورات ملی تھی جس میں ان کی شریعت کے احکام درج تھے لیکن ان لوگوں نے غیر اللہ کی عبادت شروع کر دی تھی، حالانکہ ہر صاحب عقل و ہوش یہ جانتا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ عمل سراسر باطل اور ان کی حماقت و بے وقوفی کی دلیل تھا، اس لیے فرمایا: ﴿ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ ﴾ ’’غضبناک غمزدہ۔‘‘ أسف شدت غضب کو کہتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ ﴾ کے معنی ہیں گھبرائے ہوئے۔ ①
قتادہ اور سدی کا قول ہے کہ ﴿ اَسِفًا ۚ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی قوم نے آپ کے بعد جو کیا آپ اس پر بے حد غمزدہ تھے۔ ②

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ ﴾ ’’(اور) کہنے لگے: اے میری قوم! کیا تمھارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟‘‘ یعنی کیا اس نے میری زبانی تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تمھیں دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی اور اچھے انجام سے نوازا جائے گا جیسا کہ تم نے اس کی طرف سے آنے والی فتح و نصرت کا مشاہدہ بھی کر لیا کہ تمھارے دشمن کو اس نے تباہ کر کے تمھیں کامیاب و کامران کر دیا، علاوہ ازیں اس نے اور بھی بے شمار نعمتوں سے تمھیں سرفراز فرمایا: ﴿ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ ﴾ ’’کیا پھر (میری جدائی کی) مدت تم پر دراز ہو گئی؟‘‘ اس کے انتظار میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو بھول گئے جو اس نے تمھیں عطا فرمائیں، حالانکہ اس پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، ﴿ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ’’بلکہ تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو۔‘‘ أم یہاں بل کے معنی میں ہے اور یہ کلام اول سے صرفِ نظر کر کے کلام ثانی کی طرف مائل ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، گویا معنی یہ ہوئے بلکہ اپنے اس کرتوت سے تم نے گویا ارادہ یہ کیا ہے کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے غضب نازل ہو جائے، ﴿ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿86﴾ ﴾ ’’پس تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔‘‘ ﴿ قَالُوْا ﴾ ’’وہ کہنے لگے‘‘ یعنی بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی اس سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے جواب میں کہا: ﴿ مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا ﴾ ’’ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کی‘‘ اور پھر انھوں نے فرسودہ عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور کہا کہ وہ قبطیوں کے ان زیورات

---

① تفسیر الهواری للإباضی:304/2 (CD). ② تفسیر الطبری:244/16.

سے بچنا چاہتے تھے جوان کے پاس تھے اور جو انھوں نے قبطیوں سے مصر سے نکلتے وقت مستعار لیے تھے، ﴿فَقَذَفْنٰهَا﴾ ”تو انھیں ہم نے (اپنے اوپر سے) اتار پھینکا۔“

سدی نے ابو مالک سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ ان تمام زیورات کو اکٹھا کر کے ایک گڑھے میں ڈال دیں اور انھیں پگھلا کر ایک پتھر کی طرح بنا دیں اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائیں تو اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں مگر یہ سامری آیا اور اس نے اس پر مٹی کی وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے فرشتے (کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے) سے لی تھی اور ہارون علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سامری کی اس کے بارے میں دعا قبول فرمالے، ہارون علیہ السلام نے دعا فرما دی جبکہ سامری کے ارادے کے بارے میں انھیں کوئی علم نہ تھا، یہ دعا ہوگئی تو سامری نے کہا: اے اللہ! میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اس سے گائے کا ایک بچھڑا بن جائے، پس ایک بچھڑا بن گیا جس کی گائے کی سی آواز تھی اور یہ سب کچھ امتحان و آزمائش اور استدراج و مہلت کے طور پر تھا، اس لیے فرمایا: ﴿فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝۸۷ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾ ”پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑے کا دھڑ نکالا، جو ڈکراتا تھا۔“①

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ بچھڑا بنانے کے بعد سامری نے ان سے کہا: ﴿هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ﴾ ”یہی تمھارا معبود ہے اور یہی موسیٰ (علیہ السلام) کا معبود ہے۔“ اور وہ اس پر جم کر بیٹھ گئے اور اس بچھڑے سے اس قدر شدید محبت کرنے لگے کہ کسی اور چیز سے انھوں نے اس طرح محبت نہ کی تھی۔ ﴿فَنَسِيَ ۝۸۸﴾ ”مگر وہ بھول گیا۔“ یعنی سامری بھول گیا اور اس نے دین اسلام کو ترک کر دیا۔② اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تردید کرتے ہوئے، انھیں سرزنش کرتے ہوئے اور ان کی ذلت و رسوائی اور حماقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۥ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝۸۹﴾ ”کیا پس یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔“ یعنی کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ اس بچھڑے سے کوئی سوال کریں تو وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی دنیا و آخرت کے کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار رکھتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! اس کی آواز کی بھی حقیقت یہ تھی کہ جب ہوا اس کی دبر سے داخل ہو کر منہ سے خارج ہوتی تو ایک آواز سی پیدا ہو جاتی تھی۔③

امام حسن بصری سے مروی حدیث فتون میں ہے کہ اس بچھڑے کا نام بہموت تھا۔④ ان جاہلوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو عذر پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ازراہ پرہیز گاری قبطیوں کے زیورات کو تو اتار پھینکا مگر اس بچھڑے کی عبادت

---

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۥ﴾ (طٰهٰ 40:20)، حدیث الفتون: 403/6، حدیث: 11326 نحوه. ② تاریخ الطبری، ذکر نسب موسٰی بن عمران وأخباره……: 299/1. ③ السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر ، باب قوله عزوجل: ﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۥ﴾ ، حدیث الفتون: 403/6، حدیث: 11326. ④ تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، ترجمة همام بن الولید الدمشقی: 118,117/67، رقم: 8308 کسی اور سیاق کے ساتھ۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہا تھا: اے میری قوم! یقیناً اس (بچھڑے) کے ساتھ تم آزمائے گئے ہو، اور یقیناً تمھارا رب رحمٰن ہے، لہٰذا

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ (90) قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (91)

تم میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو (90) وہ کہنے لگے: ہم تو ہمیشہ اس پر مجاور (بن کر بیٹھ) رہیں گے حتی کہ موسیٰ ہمارے پاس لوٹ آئے (91)

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا (92) اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ (93) قَالَ

اس نے (موسیٰ) کہا: اے ہارون! تجھے کس چیز نے روکے رکھا جب تو نے انھیں دیکھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں (92) کہ تو نے میری اتباع نہ کی؟ تو کیا تو

يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ

نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ (93) اس (ہارون) نے کہا: اے میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور میرا سر نہ پکڑ، یقیناً میں ڈرا کہ تو کہے گا: تو نے بنی

اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ (94)

اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا (94)

شروع کر دی، یعنی ایک چھوٹے کام سے پرہیز کیا اور ایک بہت بڑے سنگین جرم کا ارتکاب شروع کر دیا جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ عراق کے ایک شخص نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کپڑے کو مچھر کا خون لگ جائے تو کیا اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان عراقیوں کو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے (حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے سے تو دریغ نہ کیا مگر مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہے ہیں! ①

تفسیر آیات: 91,90

ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے ممانعت: اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ ان کی آزمائش ہے۔ ان کا پروردگار تو وہ رحمان ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرا دیا، وہ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے اور جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ ﴿فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ (90)﴾ ”تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔“ یعنی جو میں تمھیں حکم دیتا ہوں اسے بجا لاؤ اور جس سے تمھیں منع کرتا ہوں اس سے باز آ جاؤ۔ ﴿قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (91)﴾ ”وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس پر مجاور (بنے) رہیں گے۔“ یعنی ہم اس وقت تک اس کی عبادت کو ترک نہیں کریں گے جب تک اس کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی بات کو نہیں سن لیتے، الغرض! اس سلسلے میں انھوں نے ہارون علیہ السلام کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ آپ سے لڑائی بھی کی اور قریب تھا کہ آپ کو قتل ہی کر دیتے۔

تفسیر آیات: 94-92

---

① صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الولد......، حدیث: 5994 نحوه وجامع الترمذی، المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی بن أبی طالب ......، حدیث: 3770.

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿95﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

اس (موسیٰ) نے کہا: اے سامری! پس تیرا کیا معاملہ ہے؟ ﴿95﴾ اس (سامری) نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہ دیکھی، چنانچہ میں نے

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿96﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ

(مٹی کی) ایک مٹھی رسول (جبریل کے گھوڑے) کے نقش قدم سے بھر لی اور وہ اس میں ڈال دی، اور اسی طرح میرے نفس نے (اسے) میرے لیے خوشنما بنا

فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ

دیا ﴿96﴾ اس (موسیٰ) نے کہا: تو تو چلا جا، یقیناً تیرے لیے زندگی بھر یہی ہے کہ تو کہتا رہے: (مجھے) نہ چھونا، اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ ہے،

الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿97﴾ اِنَّمَاۤ

جس کی خلاف ورزی تجھ سے ہرگز نہیں کی جائے گی۔ اور تو اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو مجاور بنا رہا، البتہ ہم اسے ضرور جلا دیں گے، پھر یقیناً

اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿98﴾

(اس کی راکھ) اڑا کر سمندر میں بکھیر دیں گے ﴿97﴾ بس تمھارا معبود تو اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے ﴿98﴾

موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی گفتگو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے پاس کوہ طور سے واپس آئے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کی قوم کس قدر سنگین جرم میں مبتلا ہو چکی ہے تو وہ غم و غصے سے بھر گئے اور انھوں نے ان الٰہی تختیوں کو پھینک دیا جو ان کے ہاتھ میں تھیں اور اپنے بھائی کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا، اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ قبل ازیں سورۂ اعراف میں بیان کیا جا چکا ہے۔① اور وہاں ہم نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے: [لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ] ”سنی سنائی بات دیکھی ہوئی چیز کی طرح نہیں ہو سکتی۔“② موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ملامت کرتے ہوئے کہا: ﴿مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْاۤ ﴿92﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ﴾ ”جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرو۔“ یعنی جیسے ہی یہ واقعہ رونما ہوا تھا تم فوراً آ کر مجھے بتا دیتے، ﴿اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿93﴾﴾ ”تو بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف کیا؟“

موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا: ﴿اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○﴾ (الأعراف 142:7) ”میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو اور (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے پر نہ چلنا۔“ ﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ﴾ ”کہنے لگے: اے میری ماں جائے!“ ہارون علیہ السلام نے ماں کا ذکر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو نرم کرنا چاہا تھا، حالانکہ وہ ان کے حقیقی بھائی تھے کیونکہ ماں کا ذکر انھیں زیادہ نرم کرنے اور محبت و شفقت کرنے کا سبب تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ﴾ ”اے میری ماں جائے! میری ڈاڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے۔“ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کیا کہ ان کے پیچھے رہ جانے کا یہ عذر تھا اور اس وجہ سے انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو آ کر اس سنگین واقعے کے بارے میں خبر نہ دی، انھوں نے کہا: ﴿اِنِّيْ خَشِيْتُ﴾ ”بلاشبہ میں تو (اس سے) ڈرا“

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 150 کے ذیل میں۔ ② مسند أحمد: 271/1.

کہ اگر میں نے آپ کے پیچھے آ کر آپ کو اس واقعے کے بارے میں بتایا تو کہیں آپ یہ نہ کہنے لگیں کہ آپ نے انھیں اکیلا کیوں چھوڑا اور ان میں تفرقہ کیوں ڈال دیا: ﴿وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝٩٤﴾ ”اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔“ یعنی میں نے تمھیں اپنا نائب بناتے وقت جو حکم دیا تھا تم نے اسے ملحوظ کیوں نہ رکھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے مطیع و فرماں بردار تھے۔①

تفسیر آیات:95-98

سامری نے بچھڑا کس طرح بنایا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا: تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ تمھیں کیا ہوا کہ تم نے یہ کام کیا۔ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سامری اہل ”باجرما“ میں سے تھا اور اس کا تعلق ایک ایسی قوم سے تھا جو گائے کی پجاری تھی، اس وجہ سے گائے کی محبت اس کے دل میں رچی بسی ہوئی تھی، اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا، اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔② قتادہ کا قول ہے کہ یہ ”سامرا“ نامی ایک بستی کا رہنے والا تھا۔③ ﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ﴾ ”اس نے کہا: میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔“ یعنی میں نے جبریل علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب وہ فرعون کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔ ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ﴾ ”تو میں نے فرشتے کے نقشِ پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی۔“ یعنی ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات سے جیسا کہ بہت سے یا اکثر مفسرین کے ہاں یہی بات مشہور ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿قَبْضَةً﴾ مٹھی بھر کو کہتے ہیں، نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سامری کے ہاتھ میں جو مٹی کی مٹھی تھی وہ اس نے بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈال دی تو اس سے ایک بچھڑا بن گیا اور اس کے قالب سے گائے کی سی آواز نکل رہی تھی اور یہ آواز اس میں ہوا کے داخل اور خارج ہونے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی۔④ اس لیے اس نے کہا کہ ﴿فَنَبَذْتُهَا﴾ ”پھر میں نے اس کو (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دیا۔“ دوسرے لوگوں کے ساتھ میں نے بھی اسے ڈال دیا۔ ﴿وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝٩٦﴾ ”اور اسی طرح میرے لیے میرے جی نے (اس کام کو) مزین کیا۔“ یعنی میرے جی نے اسے اچھا اور خوش کن کر کے میرے سامنے پیش کیا۔

سامری کی سزا اور بچھڑے کو جلانا: ﴿قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ﴾ ”اس (موسیٰ) نے کہا: تو، جا تجھ کو (دنیا کی) زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا رہے: (مجھ کو) نہ چھونا۔“ یعنی جیسے تو نے فرشتے کے نقشِ پا سے وہ چیز پکڑ کر ہاتھ میں لے لی جو تجھے نہیں لینی چاہیے تھی، ایسے ہی مکافاتِ عمل کے طور پر دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا: ﴿لَا مِسَاسَ﴾

---

① تفسیر الطبری:252/16. ② تاریخ الطبری، ذکر نسب موسی بن عمران وأخبارہ……:299,298/1. ③ تفسیر الطبری:256/16. ④ تفسیر الطبری:255/16 و تفسیر ابن أبي حاتم:2433/7.

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۖۚ ⑲ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ⑳⑳ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ (101)

اسی طرح ہم آپ کو وہ احوال سناتے ہیں جو (پہلے) گزر چکے، اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ذکر (قرآن) دیا (99) جس نے اس سے اعراض کیا تو یقیناً وہ یوم قیامت ایک بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا (100) وہ اس (تکلیف) میں ہمیشہ رہیں گے اور یوم قیامت ان کے لیے بوجھ اٹھانا برا ہوگا (101)

”نہ چھونا۔“ یعنی نہ تو لوگوں کو ہاتھ لگائے گا اور نہ وہ تجھے ہاتھ لگائیں گے۔ ﴿وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا﴾ ”اور بے شک تیرے لیے ایک (اور) وعدہ ہے۔“ جس کا تعلق قیامت کے دن کے عذاب سے ہے، ﴿لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ﴾ ”جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا۔“ اور جس سے کوئی مفر نہ ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠﴾ یہ ان کے لیے سزا تھی اور سامری کے پیروکار آج بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہاتھ نہ لگانا۔ ①

فرمان الٰہی: ﴿وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ﴾ کے بارے میں حسن، قتادہ اور ابونہیک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے جس سے تو کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ ② اور فرمایا: ﴿وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ﴾ ”اور جس معبود کا تو مجاور تھا، اس کو دیکھ۔“ یعنی جس بچھڑے کی تو عبادت کرتا رہا اسے ہم جلا دیں گے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ (98) ”صرف اور صرف تمھارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔“ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا کہ یہ بچھڑا تمھارا معبود نہیں ہے بلکہ تمھارا معبود تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کے سوا کوئی اور مستحق عبادت نہیں ہے، ہر چیز اس کی محتاج اور غلام ہے۔ فرمان الٰہی: ﴿وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (98) میں علمًا تمیز کی وجہ سے حالت نصب میں ہے، یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ ﴿اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾ (الطلاق 12:65) ”اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝﴾ (الجن 28:72) ”اور اس نے ہر ایک چیز گن رکھی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾ (سبا 3:34) ”ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (الأنعام 59:6) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (ہود 6:11) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔“

تفسیر آیات: 101-99

---

① تفسیر الطبری: 256/16 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2433/7. ② تفسیر الطبری: 257/16.

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ⑩② ۚۖ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

جس دن صور میں پھونکا جائے گا، اور ہم اس دن مجرم اکٹھے کریں گے اس حال میں کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے ⑩② وہ باہم چپکے چپکے کہتے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ⑩③ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

ہوں گے: تم (دنیا میں) نہیں ٹھہرے مگر صرف دس دن ⑩③ ہم کو خوب معلوم ہے جو وہ کہیں گے، جبکہ ان میں بہترین رائے والا کہے گا: تم تو

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ⑩④ ع 5 ع 15 14

صرف ایک دن ٹھہرے تھے ⑩④

قرآن اللہ کا ذکر ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ جیسے ہم نے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور اس کے لشکروں کے ساتھ واقعہ واضح طور پر بلا کم وکاست سنایا ہے اسی طرح گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات بھی ہم آپ کو بلا کم وکاست سناتے ہیں، ﴿وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۖ ⑨⑨﴾ ”اور تحقیق ہم نے آپ کو اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطا فرمائی ہے۔“ کتاب نصیحت سے مراد ایسا قرآن عظیم ہے کہ ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

یہ ایسی کتاب ہے کہ سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ سے پہلے جس قدر بھی انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے، ان میں سے کسی نبی کو بھی ایسی کتاب نہیں دی گئی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی کتاب دی گئی جو اس سے زیادہ کامل اور ماضی و مستقبل کے حالات کی زیادہ جامع ہو اور جس میں روز قیامت لوگوں کے فیصلوں کی تفصیل کو بیان کیا گیا ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا۔“ یعنی جو شخص اس کی تکذیب کرے گا اور اس کے اوامر و نواہی کی اتباع سے اعراض کرے گا اور اس کے بجائے ہدایت کو کسی اور جگہ سے تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر کے جہنم رسید کر دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ⑩⓪﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا۔“ وزر کے معنی گناہ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ﴾ (ھود 11:17) ”اور جو کوئی فرقوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یہ حکم عام ہے اور عرب و عجم اور اہل کتاب و غیر اہل کتاب ہر اس شخص کے لیے ہے جس تک قرآن پہنچ جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ﴾ (الأنعام 6:19) ”تاکہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔“

ہر شخص جس تک قرآن پہنچ جائے تو قرآن اس کے لیے نذیر اور داعی ہے جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت پا لے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا اور اس سے منہ موڑے گا تو وہ بدبخت دنیا میں گمراہ ہو گا اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ⑩⓪ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا وہ

قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا (ایسے لوگ) ہمیشہ اس (عذاب) میں (مبتلا) رہیں گے۔'' اور اس سے کبھی نجات اور خلاصی حاصل نہیں کرسکیں گے، ﴿ وَسَآءَ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ حِمۡلًا ۝١٠١ ﴾ ''اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لیے برا ہوگا۔'' یعنی ان کا بوجھ بدترین بوجھ ہوگا۔

تفسیر آیات: 102-104

صور میں پھونکا جانا اور قیامت کا دن: حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صور کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [قَرۡنٌ يُّنۡفَخُ فِيهِ] ''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔''① اور ابو ہریرہ ؓ والی حدیث صور میں ہے کہ [إِنَّهٗ قَرۡنٌ عَظِيمٌ ، اَلدَّائِرَةُ مِنۡهُ بِقَدۡرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡأَرۡضِ، يَنۡفُخُ فِيهِ إِسۡرَافِيلُ ؑ] ''یہ ایک بہت بڑا سینگ ہوگا جس کا دائرہ آسمانوں اور زمین کے بقدر ہوگا اور اس میں اسرافیل ؑ پھونکیں گے۔''② حدیث میں ہے کہ [كَيۡفَ أَنۡعَمُ وَقَدِ الۡتَقَمَ صَاحِبُ الۡقَرۡنِ الۡقَرۡنَ وَحَنٰى جَبۡهَتَهٗ، وَأَصۡغٰى سَمۡعَهٗ يَنۡتَظِرُ أَنۡ يُّؤۡمَرَ أَنۡ يَّنۡفُخَ فَيَنۡفُخُ] ''میں کیسے مطمئن ہو جاؤں جبکہ سینگ پر مقرر فرشتے نے سینگ کو منہ میں لے لیا ہے، اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے اور کان لگا لیے ہیں اور اس انتظار میں ہے کہ اسے صور میں پھونکنے کا کب اذن ملے اور وہ اس میں پھونکے۔'' صحابۂ کرام ؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس حال میں ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا] ''کہو: ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے، اللہ ہی پر ہم نے بھروسا کیا۔''③

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَنَحۡشُرُ الۡمُجۡرِمِينَ يَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ۝١٠٢ ﴾ ''ہم گناہ گاروں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ (ان کی آنکھیں) نیلی نیلی ہوں گی۔'' یعنی شدید ہولناکی کی وجہ سے ان کی آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ ﴿ يَتَخَافَتُونَ بَيۡنَهُمۡ ﴾ ''(تو) وہ آپس میں سرگوشیاں کریں گے۔'' ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپس میں سرگوشیاں کریں گے۔④ ایک دوسرے سے کہیں گے: ﴿ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا عَشۡرًا ۝١٠٣ ﴾ ''تم (دنیا میں) صرف دس دن رہے ہو۔'' یعنی دنیا میں تمھارے قیام کی مدت دس دن کے قریب تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ﴾ ''جو باتیں یہ کریں گے ہم خوب جانتے ہیں۔'' یعنی ہم ان کی آپس کی سرگوشیوں کو خوب جانتے ہوں گے۔

﴿ اِذۡ يَقُولُ اَمۡثَلُهُمۡ طَرِيقَةً ﴾ ''اس وقت ان میں سب سے اچھے طریقے والا (عاقل وہوش مند) کہے گا۔'' یعنی ان میں جو عاقل کامل ہوگا وہ یہ کہے گا: ﴿ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا يَوۡمًا ۝١٠٤ ﴾ ''(نہیں بلکہ) تم تو صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو۔'' کیونکہ آخرت کے دن انھیں دنیا کی مدت بہت ہی کم معلوم ہوگی کیونکہ ساری دنیا، خواہ اس کے اوقات مکرر ہوں اور دن راتیں اور دنیا کی

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن ، باب ومن سورة الزمر، حدیث:3244 عن عبد اللّٰه بن عمرو ؓ. ② ان الفاظ سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ بالفاظ دیگر دیکھیے الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 48 و کتاب العظمة لأبی الشیخ الأصفھانی:822,82/13، حدیث: 386 مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث:3243. ④ تفسیر الطبری:261/16.

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿105﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿106﴾

اور وہ آپ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں، پس آپ کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا ﴿105﴾ پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿107﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ

(بنا) چھوڑے گا ﴿106﴾ آپ اس میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ ﴿107﴾ اس دن سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، اس (کی اتباع)

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿108﴾

سے کوئی کجی نہیں ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہو جائیں گی، پھر آپ آہٹ (اور خفی آواز) کے سوا کچھ نہ سنیں گے ﴿108﴾

ساعتیں دوگنا ہو جائیں، تب بھی آخرت میں یوں محسوس ہوں گی، گویا وہ ایک دن ہے، اس وجہ سے کافر قیامت کے دن دنیا کی زندگی کی مدت کو بہت کم سمجھیں گے اور اس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ دنیا کی مدت کی کمی کی وجہ سے اپنے خلاف دلیل کو رد کر سکیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الروم 56,55:30) ’’اور جس روز قیامت برپا ہوگی گناہ گار قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے، اسی طرح وہ (رستے سے) الٹے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ...... ﴾ الآية (فاطر 37:35) ’’کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو وہ نصیحت حاصل کر سکتا تھا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا!......‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 114-112:23) ’’تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، پس شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔ (اللہ) فرمائے گا: (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے کاش! تم جانتے ہوتے۔‘‘ یہاں تمھارا دنیا میں رہنا بہت ہی کم تھا، کاش! تم اسے جان لیتے تو باقی رہنے والی آخرت کو ختم ہو جانے والی دنیا پر ترجیح نہ دیتے لیکن تم نے بہت ہی برا طرز عمل اختیار کیا اور حاضر اور فانی کو دائم اور باقی سے مقدم قرار دے دیا تھا۔

تفسیر آیات:108-105

پہاڑوں کو بکھیر اور زمین کو ہموار کر دیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ ﴾ ’’اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔‘‘ یعنی قیامت کے دن باقی رہیں گے یا ختم ہو جائیں گے؟ ﴿ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿105﴾ ﴾ ’’پس کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار ان کو اکھاڑ پھینکے گا۔‘‘ انھیں ان کی جگہ سے ہٹا دے گا، مٹا دے گا اور انھیں چلا دے گا۔ ﴿ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿106﴾ ﴾ ’’پھر زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا۔‘‘ قاع زمین کے ہموار میدان کو کہتے ہیں اور

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (109) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اس دن سفارش کوئی نفع نہ دے گی مگر صرف اس کی جسے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کی بات پسند کرے گا (109) جو کچھ ان کے آگے اور ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (110) وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ط وَقَدْ

پیچھے ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے، اور وہ (لوگ) اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے (110) اور سب چہرے حَیٌّ قَیُّوْم (اللہ) کے آگے جھک جائیں

خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (111) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا

گے، اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے ظلم (شرک) کا بوجھ اٹھایا (111) اور جو شخص نیک عمل کرے، جبکہ وہ مومن ہو تو وہ نہ ظلم وزیادتی (بے انصافی) کا خوف

وَّلَا هَضْمًا (112)

کھائے گا اور نہ حق تلفی کا (112)

صفصف کے بھی یہی معنی ہیں، اسے تاکید کے لیے لایا گیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفصف اس میدان کو کہتے ہیں جس میں کوئی نباتات نہ ہو لیکن پہلے معنی زیادہ بہتر ہیں، گو دوسرے معنی بھی اسے مستلزم ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (107)﴾ ''جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی۔)'' اس دن زمین میں کوئی وادی، ٹیلہ یا کوئی اونچی نیچی جگہ نظر نہ آئے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، حسن بصری، ضحاک، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ سلف کا یہی قول ہے۔①

لوگ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ج﴾ ''اس روز سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی۔'' یعنی اس دن جب وہ یہ ہولناک حالات دیکھیں گے تو پکارنے والے کی آواز پر فوراً لبیک کہیں گے اور جہاں بھی انھیں حکم دیا جائے گا فوراً لپکیں گے، اگر دنیا میں یہ سمع وطاعت ہوتی تو اس سے انھیں فائدہ حاصل ہوتا مگر آج انھیں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ لا يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ (مریم 19:38) ''وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے تو کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!'' اور فرمایا: ﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ط﴾ (القمر 54:8) ''بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ﴾ ''اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آوازیں خاموش ہو جائیں گی۔ سدی کا بھی یہی قول ہے۔② ﴿فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (108)﴾ ''تو تم آہٹ (آواز خفی) کے سوا کچھ نہ سنو گے۔'' سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آواز سے مراد قدموں کی آہٹ ہے۔③ عکرمہ، مجاہد، ضحاک، ربیع بن انس، قتادہ اور ابن زید وغیرہم رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔④ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آواز خفی ہے۔⑤ عکرمہ اور ضحاک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد آوازوں کی پستی اور قدموں کی آہٹ ہے۔⑥

---

① تفسیر الطبری: 264،263/16 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2435/7. ② تفسیر الطبری: 265/16. ③ تفسیر الطبری: 265/16. ④ تفسیر الطبری: 266,265/16. ⑤ تفسیر الطبری: 265/16. ⑥ الدر المنثور: 551/4.

تفسیر آیات:109-112

شفاعت اور جزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَئِذٍ ﴾ ''اس روز'' یعنی روز قیامت۔ ﴿ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ ﴾ ''(کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی۔'' یعنی اس کے ہاں، ﴿ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ ﴾ ''مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ ﴾ (البقرة 2:255) ''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ○ ﴾ (النجم 53:26) ''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ○ ﴾ (الأنبيآء 21:28) ''اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ ﴾ (سبا 34:23) ''اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ ﴾ (النبا 78:38) ''جس دن روح (الامین) اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (اللہ) رحمٰن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔''

صحیح بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے مروی یہ حدیث ہے کہ سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(آتِي تَحتَ الْعَرْشِ) وَأَخِرُّ لِلّٰهِ سَاجِدًا، وَّيَفْتَحُ عَلَيَّ بِمَحَامِدَ لَا أُحْصِيهَا الْآنَ]، [فَيَدَعُنِي مَاشَاءَ (اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِي) ثُمَّ يُقَالُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ...... وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ...... فَيَحُدُّلِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُودُ......] ''میں عرش الٰہی کے نیچے آ کر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو جاؤں گا، مجھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ایسے کلمات القا کیے جائیں گے جنھیں میں اب بیان نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رکھے گا، پھر فرمائے گا: محمد (ﷺ!) اپنے سر کو اٹھائیں...... اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی......، پھر اللہ تعالیٰ میرے لیے (سفارش کے مرحلوں کی) حد بندی فرما دے گا تو میں انھیں جنت میں داخل کراؤں گا اور پھر لوٹ آؤں گا......۔'' آپ نے چار مرتبہ واپسی کا ذکر فرمایا ہے۔① صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ .

---

① حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ کی ترتیب نہیں ملی، البتہ پہلے حصے کے بجائے صحیح البخاري، التوحيد، باب كلام الرب تعالٰی ......، حدیث: 7510 میں اس طرح [وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَاتَحْضُرُنِيَ الْآنَ......وَأَخِرُّلَهُ سَاجِدًا......] عن أنس رضی اللہ عنہ اور قوسین والے الفاظ كتاب السنة لابن أبي عاصم، حدیث: 811 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہیں، اسی طرح دوسرا حصہ صحيح البخاري، التفسير، باب قول الله تعالٰى: ﴿ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴾ (البقرة 2:31)، حدیث: 4476 و صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حدیث: (322)-193 میں جبکہ قوسین والا جملہ بھی صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالٰى: ﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ ...... ﴾ (القيٰمة 75:22,23)، حدیث: 7440 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہے۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:[أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ، فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا، ثُمَّ يَقُولُ: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ نِصْفُ مِثْقَالٍ مِّنْ إِيمَانٍ،أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مَا يَزِنُ ذَرَّةً، مَّنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ أَدْنٰى أَدْنٰى أَدْنٰى مِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ] ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں ایک دانے کے برابر ایمان ہو تو اس فرمان کے بعد بہت سی مخلوق کو نکال دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں نصف دانے کے برابر ایمان ہو، جہنم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو، جس کے دل میں ادنیٰ سے ادنیٰ ذرے کے برابر بھی ایمان ہو۔'' مکمل حدیث دیکھیے۔ ① ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ''جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے۔'' یعنی ساری مخلوقات کا اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝۱۱۰ ﴾ ''اور وہ (اپنے) علم سے اس (اللہ کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ ﴾(البقرة 2:255) ''اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں، جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے۔)''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ ﴾ ''اور اسی زندہ و قائم کے روبرو منہ نیچے ہو جائیں گے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات اس زبردست و زندہ رہنے والے کے سامنے عجز و انکسار کے ساتھ جھک جائیں گی۔ ② ﴿ لِلْحَيِّ ﴾ جو فوت نہیں ہوتا، ﴿ الْقَيُّوْمِ ۭ ﴾ جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی نہیں سوتا۔ وہ ہر چیز پر نگہبان ہے، ہر چیز کی تدبیر و حفاظت فرماتا ہے، وہ اپنی ذات پاک میں کامل ہے، ہر چیز اس کی محتاج ہے اور صرف اسی کے سہارے قائم ہے۔

ظالم نامراد ہوگا: ﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝۱۱۱ ﴾ ''اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔'' یعنی قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کر دے گا حتی کہ بغیر سینگوں کے بکری کا بھی سینگوں والی بکری سے بدلہ دلوا دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:[فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي!لَا يُجَاوِزُنِيَ (الْيَوْمَ ظُلْمُ) ظَالِمٍ، فَيُنْصِفُ الْخَلْقَ بَعْضَهُمْ مِّنْ بَعْضٍ، حَتّٰى إِنَّهٗ لَيُنْصِفُ الشَّاةَ الْجَمَّاءَ مِنَ الْعَضْبَاءِ بِنَطْحَةٍ نَّطَحَهَا] ''اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! آج کسی ظالم کا ظلم مجھ سے گزر نہیں سکے گا (انصاف ہوگا)، پھر وہ لوگوں کو ایک دوسرے سے پورا پورا حق دلوائے گا، یہاں تک کہ بغیر سینگوں والی بکری کا بھی سینگوں والی بکری سے اسے سینگ مارنے کا بدلہ دلوائے گا۔'' ③ صحیح حدیث میں ہے:

---

① جملہ کتب احادیث سے حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ کی ترتیب نہیں ملی، البتہ یہ الفاظ دیکھیے صحيح البخاري، الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه......، حديث: 44 عن أنس رضی اللہ عنہ و7439 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ و7510 عن أنس رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: 183 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ و(326)-193 عن أنس رضی اللہ عنہ. ② تفسير الطبري:268/16 والدر المنثور:552/4. ③ المعجم الكبير للطبراني:95/2، حديث:1421 و مجمع الزوائد، البعث، باب ماجاء في القصاص:353/10، حديث:18414 عن ثوبان رضی اللہ عنہ اور قوسین والے الفاظ مسند الفردوس:269/5، حديث:8153 کے مطابق ہیں، البتہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة: حديث:1401.

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا اور ہم نے اس میں پھیر پھیر کر کئی پہلوؤں سے (اپنی) وعید بیان کی تا کہ وہ تقویٰ اپنائیں یا وہ ان

اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (113) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

کے لیے نصیحت پیدا کرے (113) پس ثابت وسچا بادشاہ اللہ بلند و بالا ہے، اور (اے نبی!) آپ قرآن (پڑھنے) میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ آپ

يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (114)

کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور کہیے: اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر (114)

[إِيَّاكُم وَالظُّلمَ ، فَإِنَّ الظُّلمَ ظُلُماتٌ يَّومَ القِيامَةِ] ''ظلم سے بچو، بے شک ظلم قیامت کے دن ظلمتوں کا سبب بن جائے گا۔''① وہ شخص مکمل ناکام و نامراد ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے ملے اور وہ اس کے ساتھ شرک کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ (لقمٰن 13:31) ''یقیناً شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا (112) ﴾ ''اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔'' اللہ تعالیٰ نے پہلے ظالموں اور ان کی وعید کا ذکر کیا اور اب متقین اور ان کا حال بیان فرمایا ہے کہ ان پر نہ ظلم کیا جائے گا اور نہ انھیں کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، یعنی نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔② ظلم کے معنی زیادتی ہے اور وہ یہ کہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ لاد دیا جائے اور ھضم کے معنی کمی کے ہیں اور وہ یہ کہ اس کی اپنی نیکیوں کا ثواب کم کر دیا جائے اور یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہوں گی۔

تفسیر آیات: 114,113

قرآن کے نزول کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آخرت کا دن یقیناً آنے والا ہے جس میں اعمال کے مطابق اچھا یا برا بدلہ دیا جائے گا تو اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کو بشیر و نذیر بنا کر مبین و فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جس میں کوئی ابہام اور کمی نہیں ہے، ﴿ وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور اس میں ہم نے طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیے ہیں تا کہ لوگ پرہیز گار بنیں۔'' اور گناہوں، حرام امور اور بے حیائی کے کاموں کو ترک کر دیں، ﴿ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (113) ﴾ ''یا وہ ان کے لیے نصیحت پیدا کر دے۔'' اور انھیں اطاعت بجا لانے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ ﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ ﴾ ''تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے۔'' پاک اور مقدس ہے وہ سچا بادشاہ جو خود بھی حق ہے جس کا وعدہ بھی حق ہے جس کی وعید بھی حق ہے جس کے رسول بھی حق ہیں، جنت بھی حق ہے، جہنم بھی حق ہے اور جس کی ہر چیز حق ہے۔ اس ذات پاک کا یہ عدل ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک وہ رسولوں کو بھیج کر

---

① صحيح البخاري، المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، حديث: 2447 وصحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث: 2578 ومسند أحمد: 106/2 واللفظ له عن ابن عمر رضي الله عنهما. ② تفسير الطبري: 271,270/16.

ع 6 11 15 وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا (115) ع وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ

اور البتہ ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم صمیم نہ پایا (115) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ

اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی (116) فَقُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

کرو تو انھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا (116) پھر ہم نے کہا: اے آدم! بے شک یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے،

وَلِزَوۡجِكَ فَلَا یُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰی (117) اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡهَا وَلَا

کہیں وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے کہ تو مشقت میں پڑ جائے (117) بے شک تیرے لیے (یہاں اہتمام) ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ

تَعۡرٰی (118) لا وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِیۡهَا وَلَا تَضۡحٰی (119) فَوَسۡوَسَ اِلَیۡهِ الشَّیۡطٰنُ قَالَ

ننگا ہو گا (118) اور بے شک تجھے نہ پیاس لگے گی اور نہ تجھے دھوپ لگے گی (119) پھر شیطان نے اس کی طرف وسوسہ ڈالا، اس نے کہا: اے آدم! کیا میں

یٰۤاٰدَمُ هَلۡ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الۡخُلۡدِ وَمُلۡكٍ لَّا یَبۡلٰی (120) فَاَكَلَا مِنۡهَا فَبَدَتۡ لَهُمَا

تجھے سدا جینے کا درخت اور بادشاہی نہ بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟ (120) چنانچہ ان دونوں نے اس میں سے (پھل) کھایا تو ان کی شرمگاہیں ان پر ظاہر

سَوۡاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخۡصِفٰنِ عَلَیۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ ؗ وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (121) صلے

ہو گئیں، اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا (121) پھر اسے اس کے رب نے

ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیۡهِ وَهَدٰی (122)

برگزیدہ کیا، تو اس کی توبہ قبول کی اور (اسے) ہدایت دی (122)

ڈرا نہ دے اور مخلوق پر حجت تمام نہ کر دے تاکہ کسی کے پاس کوئی حجت اور شبہ باقی نہ رہے۔

نزول قرآن کے وقت اسے پڑھنے میں جلدی نہ کریں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡكَ وَحۡیُهٗ ؗ﴾ ”اور قرآن کی جو آپ کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیا کریں۔“ اسی طرح سورۂ قیامہ میں بھی فرمایا ہے: ﴿لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ ﴿۱۷﴾ صلے فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۚ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾﴾ (القیمة 75:16-19) ”اور (اے محمد!) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ اس کو جلد یاد کر لیں، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو آپ (اس کو سنا کریں اور) پھر اسی طرح پڑھا کریں، پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔“

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی وجہ سے شدت محسوس فرمایا کرتے تھے اور آپ اسے جلد جلد پڑھنے کے لیے زبان (اور ہونٹوں) کو حرکت دیتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات: ﴿لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ (القیمة 75:16) کو نازل فرمایا۔① یعنی جبریل علیہ السلام جب آپ کے پاس وحی لے کر آتے اور جوں ہی جبریل ایک آیت پڑھتے

---

① صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......؟ حدیث: 5 و 4929 و صحیح مسلم، الصلاة، باب الاستماع للقراءة، حدیث: 448.

تو قرآن مجید کو جلد حفظ کر لینے کے شدید شوق کی وجہ سے آپ بھی اسے جلد جلد پڑھنے لگ جاتے تو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آسان اور سہل کام کی طرف آپ کی رہنمائی فرما دی تا کہ نزول قرآن مجید کی وجہ سے آپ مشقت میں مبتلا نہ ہوں، فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ ﴾ (القیمۃ 17,16:75) ''اور (اے محمد! ﷺ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ اس کو جلد یاد کر لیں، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ اس قرآن کو ہم آپ کے سینے میں جمع کر دیں اور پھر آپ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور اس میں سے کچھ بھی نہ بھولیں۔ ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ﴾ (القیمۃ 19,18:75) ''چنانچہ جب ہم وحی پڑھا کریں تو آپ (اس کو سنا کریں اور) پھر اس طرح پڑھا کریں، پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔''

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز ﴾ ''اور قرآن کی وحی جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیا کریں۔'' بلکہ خاموشی سے جبریل کی تلاوت کو سنا کریں اور جب جبریل تلاوت سے فارغ ہو جائیں تو پھر ان کے بعد آپ پڑھیں: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝114 ﴾ ''اور کہیے کہ میرے پروردگار! مجھے اور زیادہ علم دے۔'' یعنی مجھے اپنے پاس سے اور زیادہ علم عطا فرما۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تا حیات آپ ﷺ کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔

تفسیر آیات :115-122

قصۂ آدم و ابلیس: امام ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انسان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سے عہد لیا گیا تھا مگر یہ اسے بھول گیا۔ علی بن ابو طلحہ نے بھی آپ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔① مجاہد اور حسن کہتے ہیں: اس لیے کہ اس نے عہد کو ترک کر دیا تھا۔② ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توقیر و تکریم اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں جو فضیلت دی، اس کا ذکر فرمایا ہے۔ قصۂ آدم و ابلیس قبل ازیں سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر اور سورۂ کہف میں بیان ہو چکا ہے، نیز آگے سورۂ صٓ کے آخر میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔③ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ توقیر و تکریم کے طور پر ان کے آگے سجدہ کریں، نیز اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ابلیس کی آدم و اولادِ آدم سے عداوت زمانۂ قدیم ہی سے چلی آ رہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى ۝116 فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝117 ﴾ ''تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا، ہم نے فرمایا کہ آدم! یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، پس یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوا نہ دے اور تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔''

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2437/7 و تفسیر الطبری: 274/16. ② تفسیر الطبری: 273/16 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2437/7. ③ دیکھیے البقرۃ 2: 30-38 و الأعراف: 117-25 و الحجر: 2815-44 و الکھف 50:18 و صٓ: 7138-85.

حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی کا نام حوا تھا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ابلیس سے بچو کہیں وہ کوشش کر کے تمھیں جنت سے نہ نکلوا دے ورنہ تم طلب رزق کے لیے محنت و مشقت میں پڑ جاؤ گے بلکہ یہاں جنت میں تمھیں بغیر کسی کُلفت و مَشقّت کے عیش و آرام کی زندگی میسر ہے، ﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿118﴾ ﴾ ''بے شک یہاں تم کو یہ (آسائش) ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے۔''

یہاں بھوک اور ننگ کو ملا کر بیان کیا گیا ہے کیونکہ بھوک باطن کی ذلت ہے جبکہ ننگ ظاہر کی ذلت ہے، ﴿ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿119﴾ ﴾ ''اور یہ کہ نہ تم یہاں پیاسے رہو اور نہ دھوپ لگے۔'' یہ دونوں چیزیں بھی ایک دوسرے کے مقابل کی ہیں کہ پیاس باطن کی گرمی ہے اور دھوپ ظاہر کی گرمی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿120﴾ ﴾ ''تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو۔'' قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ شیطان مردود نے دھوکا دے کر ان کو معصیت کی طرف کھینچ ہی لیا۔ ﴿ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۙ ﴾ (الأعراف 21:7) ''اور اس نے ان سے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں۔'' قبل ازیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے یہ فرمایا تھا کہ وہ جنت کے تمام پھلوں کو کھائیں مگر جنت کے ایک معین درخت کے قریب نہ جائیں لیکن ابلیس دونوں کو مسلسل بہکاتا رہا حتی کہ انھوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا اور یہ شجرِ خلد تھا، یعنی وہ درخت کہ جس کا پھل کھانے والا خلد اور دوام حاصل کر لیتا ہے۔ حدیث میں بھی شجرِ خلد کا ذکر آیا ہے۔ امام ابوداود طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَّا يَقْطَعُهَا ، وَهِيَ شَجَرَةُ الْخُلْدِ] ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اگر سو سال تک بھی اس کے سائے میں چلتا رہے تو وہ کبھی ختم نہ ہو اور یہ شجرِ خلد ہے۔''① اسے امام احمد نے بھی بیان کیا ہے۔②

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ﴾ ''تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔'' ابن ابو حاتم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ رَجُلًا طُوَالًا كَثِيرَ شَعْرِ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ نَخْلَةٌ سَحُوقٌ، فَلَمَّا ذَاقَ الشَّجَرَةَ سَقَطَ عَنْهُ لِبَاسُهُ ، فَأَوَّلُ مَا بَدَا مِنْهُ عَوْرَتُهُ ، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى عَوْرَتِهِ جَعَلَ يَشْتَدُّ فِي الْجَنَّةِ فَأَخَذَتْ شَعْرَهُ شَجَرَةٌ

---

① مسند أبي داود الطيالسي بتحقيق الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي:279,278/4، حديث:2670. ② مسند أحمد:455/2 حدیث کے آخری الفاظ:[وهي شجرة الخلد] صحیح نہیں ہیں، ان کو ابوضحاک روایت کرنے میں متفرد ہیں اور وہ مجہول راوی ہیں، والله تعالى أعلم.

فَنَازَعَهَا، فَنَادَاهُ الرَّحْمٰنُ: يَا آدَمُ! مِنِّى تَفِرُّ؟ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَ الرَّحْمٰنِ ،قَالَ : يَا رَبِّ !لَا، وَلٰكِنِ اسْتِحْيَاءً، أَرَأَيْتَ ! إِنْ تُبْتُ وَرَجَعْتُ ، أَعَائِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ ؟ قَالَ: نَعَمْ]

’’آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ طویل قد کے آدمی تھے، ان کے سر کے بال گھنے تھے گویا وہ بلند کھجور ہیں، جب انھوں نے درخت کو چکھا تو ان کا لباس اتر گیا، چنانچہ سب سے پہلے شرم گاہ سے لباس اترا۔ جب انھوں نے شرم گاہ کو دیکھا تو جنت میں بھاگنا شروع کر دیا اور ان کے بال ایک درخت سے اٹک گئے، انھوں نے انھیں چھڑانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آواز دی: اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ جب آدم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا تو عرض کی: اے میرے رب! (میں تجھ سے بھاگتا) نہیں لیکن مجھے حیا آتی ہے اگر میں توبہ کر لوں اور رجوع کر لوں تو کیا میں واپس جنت میں لوٹ جاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔‘‘ یہ معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (البقرة 2:37) ’’پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان پر مہربانی فرمائی۔‘‘① یہ روایت امام حسن اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے، یعنی حسن نے اسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، نیز اس کا مرفوع ہونا بھی محل نظر ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ ﴾ ’’اور وہ دونوں اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ دونوں پتوں سے کپڑوں کی طرح اپنے تن بدن کو ڈھانپنے لگے، قتادہ اور سدی کا بھی قول ہے۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝۱۲۱ۖ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝۱۲۲ ﴾ ’’اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے، پھر ان کے پروردگار نے ان کو نوازا، چنانچہ ان کی توبہ قبول فرمائی اور سیدھی راہ بتائی۔‘‘ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [حَاجَّ مُوسٰى آدَمَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ الَّذِى أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ فَأَشْقَيْتَهُمْ، قَالَ آدَمُ: يَا مُوسٰى! أَنْتَ الَّذِى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ، أَتَلُومُنِى عَلٰى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَنِى، أَوْ قَدَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَنِى؟۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ـ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى] ’’موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اور ان سے کہا کہ آپ نے گناہ کے ساتھ لوگوں کو جنت سے نکلوا کر مشقت میں ڈال دیا تھا! آدم علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام و کلام کے ساتھ منتخب کیا، کیا آپ مجھے ایسے کلام کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لیے لکھ دیا تھا یا آپ نے یہ فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے مقدر میں لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

① تفسير ابن أبي حاتم:1452,1451/5 و المستدرك للحاكم، التفسير، باب من سورة البقرة:262/2 ، حديث:3038، البتہ مستدرک میں [أَرَأَيْتَ......] سے لے کر آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔ ② تفسير ابن أبي حاتم:1453,1452/5.

قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًاۢ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ

اس (اللہ) نے فرمایا: تم دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ، تمھارے بعض، بعض کے دشمن ہیں، پھر جب تمھارے پاس میری ہدایت پہنچے تو جس نے

هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى ⑫③ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا

میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا (123) اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو بلاشبہ اس کے لیے گزران تنگ ہوگا،

وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى (124) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا (125) قَالَ

اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے (124) وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ جبکہ میں تو (دنیا میں) دیکھنے والا

كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى (126)

تھا (125) ارشاد ہوگا: اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تُو نے وہ بھلا دیں، اور اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا (126)

تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' ① یہ حدیث صحیحین اور مسانید وغیرہ میں کئی طریق سے مروی ہے۔ ②

تفسیر آیات:126-123

حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اتارا جانا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، حوا اور ابلیس سے فرمایا کہ تم سب کے سب جنت سے نکل جاؤ، اس کے بارے میں سورۂ بقرہ میں تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ ③ ﴿ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ ﴾ ''تم میں بعض، بعض کے دشمن ہیں۔'' یعنی آدم و اولادِ آدم اور ابلیس اور اس کی ذریت کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہوگی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ ﴾ ''پھر اگر میری طرف سے تمھارے پاس ہدایت آئے۔'' ابو عالیہ کہتے ہیں کہ ہدایت سے یہاں انبیاء، رسول اور بیان مراد ہے۔ ④ ﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى (123) ﴾ ''تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں تکلیف میں پڑے گا۔ ⑤

وحی الٰہی سے اعراض کی دنیا و آخرت میں سزا: ارشاد باری ہے: ﴿ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ ﴾ ''اور جو میری نصیحت سے اعراض کرے گا۔'' یعنی میرے حکم کی نافرمانی کرے اور جو میں نے اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے اس سے منہ پھیرے گا اور اسے بھول جائے گا اور ہدایت کو کسی اور جگہ سے تلاش کرے گا۔ ﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا ﴾ ''تو اس کی گذران تنگ ہو جائے گی۔'' یعنی دنیا میں تنگ ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کو اطمینان اور انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ اپنی

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰى ○ ﴾ (طٰہٰ 117:20)، حدیث:4738. ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب وفاة موسٰی......، حدیث:3409 والتوحید، باب ماجاء فی قوله عزوجل: ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ○ ﴾ (النسآء 164:4)، حدیث:7515 وصحیح مسلم، القدر، باب حجاج آدم وموسٰی صلی اللّٰه علیهما وسلم، حدیث:2652 ومسند أحمد:287/2. ③ دیکھیے البقرة:302-38. ④ تفسیر الطبری:352/1. ⑤ تفسیر الطبری:279/16.

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ

اور جو حد سے بڑھ گیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا، ہم اس کو اسی طرح سزا دیں گے۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب شدید تر اور بہت

وَاَبْقٰى (127)

باقی رہنے والا ہے (127)

ضلالت کی وجہ سے تنگ ہو کر حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے، گو بظاہر خوش و خرم ہو، جو چاہے لباس پہنے جو چاہے کھائے اور جہاں چاہے رہے کیونکہ اس کا دل جب تک یقین و ہدایت کے لیے خالص نہ ہوگا، وہ قلق و حیرت اور شک میں رہے گا اور گذران تنگ ہونے کے یہی معنی ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (124) ﴾ ''اور قیامت کو ہم اسے اندھا (کر کے) اٹھائیں گے۔'' مجاہد، ابو صالح اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ روز قیامت اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ ① عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کے سوا اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی۔ ② جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ ﴾ (بنيٓ إسرآء يل 97:17) ''اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔'' اسی لیے وہ کہے گا: ﴿ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (125) ﴾ ''اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟'' یعنی دنیا میں۔ ﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (126) ﴾ ''اللہ فرمائے گا: ایسے ہی (چاہیے تھا) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔'' یعنی جب تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیا، انھیں یاد نہ رکھا بلکہ انھیں بھلا دیا، ان سے اعراض کیا اور ان سے غفلت برتی تو آج تجھ سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے گا کہ گویا تجھے بھلا دیا جائے گا۔ ﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ ﴾ (الأعراف 51:7) ''تو جس طرح یہ لوگ اپنی اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے، اسی طرح آج ہم بھی انھیں بھلا دیں گے۔'' کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہی ہوتی ہے لیکن یاد رہے قرآن مجید کے الفاظ کو بھول جانا جبکہ اس کا مفہوم یاد ہو اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جاتا ہو تو وہ اس خاص وعید میں داخل نہیں ہے، اگرچہ اس کے بارے میں دوسری نوعیت کی وعید موجود ہے کیونکہ قرآن مجید کو یاد کر کے بھلا دینے کے بارے میں سنت میں سخت ممانعت اور شدید وعید موجود ہے۔ ③

تفسیر آیت: 127

حد سے نکل جانے والوں کے لیے شدید عذاب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حد سے نکل جائیں اور اللہ تعالیٰ کی

---

① تفسير الطبري: 284/16. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2440/7. ③ اس بارے میں کوئی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ والله أعلم.

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ

کیا پھر (اس چیز نے) ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے مساکن (بستیوں) میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں،

7 ع 13 16 فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿128﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا

بے شک اس میں البتہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿128﴾ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی سے (طے) نہ ہو چکی ہوتی، اور میعاد

وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿129﴾ ۭ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

مقرر بھی (نہ ہوتی) تو (انھیں عذاب) چمٹ کے رہتا ﴿129﴾ لہٰذا جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے، اور طلوع شمس سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿130﴾

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے، اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی تسبیح کیجیے، اور دن کے (دونوں) حصوں میں بھی، تاکہ آپ راضی ہو جائیں ﴿130﴾

آیات کی تکذیب کریں تو انھیں دنیا و آخرت میں ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○﴾ (الرعد 34:13) ”ان کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“ اور اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿127﴾﴾ ”اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور بہت دیر رہنے والا ہے۔“ دنیا کے عذاب کی نسبت آخرت کا عذاب زیادہ دردناک بھی ہو گا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہو گا اور یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی لعان کرنے والے جوڑے کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا تھا: [أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ] ”بے شک دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے۔“①

تفسیر آیات: 130-128

سابقہ امتوں کی تباہی باعث عبرت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ﴾ ”کیا پھر (یہ بات) موجب ہدایت نہ ہوئی۔“ ان لوگوں کے لیے جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کرنے والے ہیں، اے محمد (ﷺ!) کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کی تکذیب کرنے والی کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا کہ اب ان کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں ہے اور نہ ان پر کوئی آنکھ رونے والی ہے جیسا کہ یہ خود ان کے خالی مکانات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جنھیں وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور یہ ان میں چلتے پھرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿128﴾﴾ ”بلاشبہ عقل والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کے لیے جن کی عقل صحیح اور جن کی دانش مستقیم ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ○﴾ (الحج 46:22) ”کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے تا کہ ان سے سمجھ سکتے

---

① صحیح مسلم، اللعان، حدیث: 1493 عن ابن عمر ؓ۔

اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں۔" ﴿ اَوَ لَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ﴾ (السجدة 26:32) "کیا ان کو اس (امر) سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو جن کے مقامات سکونت میں یہ چلتے پھرتے ہیں ہلاک کر دیا۔"

پھر فرمایا: ﴿ وَ لَوۡ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ﴿۱۲۹﴾ ﴾ "اور اگر ایک بات آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر اور (جزائے اعمال کے لیے) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو (نزول) عذاب لازم ہو جاتا۔" یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات پہلے سے صادر نہ ہو چکی ہوتی کہ وہ حجت تمام ہونے اور اس میعاد مقرر کے پورا ہونے کے بعد ہی کسی کو عذاب دیا کرتا ہے جو اس نے ان کی تکذیب کرنے والوں کے لیے مقرر کر رکھی ہوتی ہے تو ان کے پاس اچانک عذاب آ جاتا۔

صبر اور نماز پنجگانہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴾ "پس جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کریں۔" یعنی یہ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اس پر صبر کریں۔ ﴿ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ ﴾ "اور سورج کے نکلنے سے پہلے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کریں۔" یعنی نماز فجر ادا کریں۔ ﴿ وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۚ﴾ "اور اس کے غروب ہونے سے پہلے (بھی۔)" یعنی نماز عصر ادا کریں جیسا کہ صحیحین میں جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا: [إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهٖ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ،أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا] "تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے، پس اگر ہو سکے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے پہلے نماز ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرو۔" یعنی یہ نمازیں ضرور بروقت ادا کرو، پھر آپ نے اس مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت بھی فرمائی۔ ①

امام احمد نے عُمارہ بن رُؤَیبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ [لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا] "وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس نے سورج کے طلوع و غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی۔" ② اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ مِنۡ اٰنَآیِٔ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ ﴾ "اور رات کی ساعات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔" یعنی رات کی

---

① صحیح البخاری، مواقیت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حدیث: 554 و573 و صحیح مسلم، المساجد……، باب فضل صلاتي الصبح والعصر……، حدیث: 633. **ملحوظہ:** بعض روایات میں سورۂ طٰہٰ کی آیت کے بجائے سورۂ ق، آیت: 39 کا ذکر ہے جو اسی مفہوم میں ہے۔ ② مسند أحمد: 136/4. ③ صحیح مسلم، المساجد……، باب فضل صلاتي الصبح والعصر……، حدیث: 634.

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬

اور (اے نبی!) ان چیزوں کی طرف آپ اپنی نگاہیں نہ اٹھائیں جو چیزیں زندگانیٔ دنیا کی آرائش کی ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑬① وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

رکھی ہیں، تاکہ ہم انھیں ان کے ذریعے سے آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے (131) اور اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیجیے

عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (132)

اور (خود بھی) اس پر قائم رہیے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں، اور (بہترین) انجام تو (اہل) تقوٰی کے لیے ہے (132)

گھڑیوں میں نماز تہجد پڑھا کریں اور بعض ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد مغرب وعشاء کی نماز ہے۔ ﴿وَاَطْرَافَ النَّهَارِ﴾ ”اور دن کے کناروں میں بھی۔“ ﴿وَاَطْرَافَ النَّهَارِ﴾ کے الفاظ ﴿اٰنَآئِ الَّيْلِ﴾ کے مقابلے میں لائے گئے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكَ تَرْضٰى (130)﴾ ”تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝﴾ (الضحٰی 5:93) ”اور آپ کو، آپ کا پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔“

صحیح حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ:...... يَاأَهْلَ الْجَنَّةِ ! فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا ! وَسَعْدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَّضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى (يَارَبِّ!)، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالُوا: يَارَبِّ ! وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟فَيَقُولُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي، فَلَاأَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا]

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا:...... اے اہل جنت! تو وہ عرض کریں گے: لبيك و سعديك اے ہمارے پروردگار! اللہ فرمائے گا: کیا تم خوش ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم کیونکر خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو بھی نہیں دیا، اللہ فرمائے گا: میں تمھیں اس سے بھی بہتر دیتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے: ہمارے پروردگار! اس سے بہتر کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمھیں اپنی خوشنودی سے سرفراز کرتا ہوں اور آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔“①

دوسری حدیث میں ہے: [يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا يُرِيدُ أَنْ يُّنْجِزَكُمُوهُ، فَيَقُولُونَ: وَمَا هُوَ أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوهَنَا، أَلَمْ يُثَقِّلْ مَوَازِينَنَا، وَيُزَحْزِحْنَا عَنِ النَّارِ، وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ، قَالَ: فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، فَوَاللّٰهِ ! مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ] ”اے اہل جنت! اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا اور وہ چاہتا ہے کہ اسے پورا فرما دے۔ وہ عرض کریں گے: کون سا وعدہ۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو منور نہیں فرما دیا، ہمارے میزانوں کو بھاری نہیں کر دیا، ہمیں جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل نہیں فرما دیا، اسی دوران میں حجاب کو دور کر

---

① صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار......، حدیث:6549 و7518 قوسین والا جملہ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة......، حدیث:2829 عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔

دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوں گے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے زیادہ اچھی چیز انھیں عطا نہیں فرمائی ہوگی۔ ''① اور ''زیادہ'' سے یہی مراد ہے۔ یہ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط ...... ﴾ الآیة (یونس 26:10) ''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی......۔''

تفسیر آیات: 132,131

دولت مندوں کے ساز وسامان کو نہ دیکھیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان دنیاداروں اور سرمایہ داروں اور ان جیسے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خوش حالی عطا کی ہے کیونکہ دنیا کی یہ سج دھج عارضی و فانی اور دنیا کی یہ نعمتیں زوال پذیر ہو جانے والی ہیں اور ہم نے انھیں یہ محض آزمائش کی خاطر دی ہیں اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت کم ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ﴾ سے مراد اغنیاء ہیں۔② لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے آپ کو سرفراز فرمایا ہے وہ ان کو دی گئی دنیوی نعمتوں سے بدر جہا بہتر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ﴾ (الحجر 88,87:15) ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (سورۂ فاتحہ) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔ اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیاوی سے) متمتع کیا ہے آپ ان کی طرف (رغبت سے) اپنی دونوں آنکھیں نہ اٹھائیں۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں وہ اس قدر عظیم الشان ہیں کہ ان کی تعریف و توصیف کو بیان ہی نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ ﴾ (الضحی 5:93) ''اور آپ کو آپ کا پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑬ ﴾ ''اور آپ کے پروردگار کی عطا فرمائی ہوئی روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خیمے میں گئے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلا کے بعد علیحدگی اختیار فرمائی تھی تو حضرت عمر ؓ نے دیکھا کہ آپ کھجور کی چٹائی پر تکیہ لگائے استراحت فرما رہے تھے اور گھر میں چھال کا ڈھیر اور کچا چمڑہ لٹکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا تو حضرت عمر فاروق ؓ یہ دیکھ کر زار و قطار رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا يُبْكِيكَ؟ يَا عُمَرُ!] ''عمر! روتے کیوں ہو؟'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! قیصر و کسریٰ کے پاس دنیا کی کیسی کیسی نعمتیں ہیں اور آپ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے سردار ہیں؟ آپ نے فرمایا: [أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا] ''ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حصے کی ساری اچھی چیزیں انھیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں۔''③

---

① مسند أحمد کی مختلف روایات میں یہ الفاظ مذکور ہیں، دیکھیے 333,332/4 و 16,15/6 عن صهيب ؓ. ② تفسير الطبري: 81/14. ③ ملخص از صحيح البخاري، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة......، حديث: 2468 و 4913 و 5191 وصحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء......، حديث: 1479 ومسند أحمد: 140,139/3.

17547

رسول اللہ ﷺ قدرت کے باوجود دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے، آپ کے پاس جب بھی دنیا کا مال آتا تو آپ اسے فوراً بندگانِ الٰہی میں تقسیم فرما دیتے اور اپنے کل کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

امام ابن ابوحاتم نے ابوسعید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَّا يَفْتَحُ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا] ''مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خوف دنیا کی اس چمک کا ہے جو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کھول دے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! دنیا کی چمک سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: [بَرَكَاتُ الْأَرْضِ] ''زمین کی برکتیں۔''① قتادہ وسدی نے کہا ہے: ﴿ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ ﴾ سے مراد دنیا کی زندگی کی زینت ہے۔② قتادہ کہتے ہیں: ﴿ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ؕ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی آزمائش کریں۔③

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ؕ ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کریں اور اس پر قائم رہیں۔'' یعنی انھیں نماز کا پابند بنا کر عذاب الٰہی سے بچالیں اور خود بھی اس کی پابندی کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا ﴾ (التحریم 6:66) ''اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔'' امام ابن ابوحاتم نے زید بن اسلم کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور یَرْفاَ (غلام کا نام) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رات بسر کرتے تھے، آپ رات کو اٹھ کر ایک خاص وقت میں نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ نہ اٹھتے تو ہم کہتے کہ آج آپ حسب معمول قیام نہیں فرمائیں گے اور جب بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرلیا کرتے تھے اور پھر اس وقت اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے: ﴿ وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ؕ ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔''④

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ ﴾ ''ہم آپ سے روزی کے خواست گار نہیں بلکہ ہم آپ کو روزی دیتے ہیں۔'' یعنی جب آپ نماز قائم کریں گے تو آپ کے پاس ایسی ایسی جگہ سے رزق آئے گا جو آپ کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ○ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ ﴾ (الطلاق 3,2:65) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے مخلصی (کی صورت) پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ○ مَاۤ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِيۡنُ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 58-56:51) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ یقیناً اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور (اور) مضبوط ہے۔'' اس لیے یہاں فرمایا: ﴿ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2442/7. ② تفسیر الطبری: 292/16. ③ تفسیر الطبری: 293/16 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2442/7. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2442/7.

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑬③

اورانھوں نے کہا: وہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں میں واضح دلیل نہیں آچکی؟ ⑬③

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

اور اگر بلاشبہ ہم انھیں اس (رسول) سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ لوگ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ⑬④ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ

نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کرتے ⑬④ آپ کہہ دیجیے: ہر ایک (انجام کار کا) منتظر ہے، لہٰذا تم بھی انتظار کرو، تم

8 ع 7 17 الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ⑬⑤ ع

جلد ہی جان لوگے کہ راہِ راست والے کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہیں ⑬⑤

نَرْزُقُكَ ؕ ”ہم تم سے روزی کے خواست گار نہیں بلکہ ہم آپ کو روزی دیتے ہیں۔“

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَاابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَّأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِنْ (لَّمْ) تَفْعَلْ مَلَأْتُ (صَدْرَكَ) شُغْلًا وَّلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ] ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو دولت سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا (میری عبادت کے لیے فارغ نہ ہوا) تو میں تیرے سینے کو مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔“①

ابن ماجہ ہی میں زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ، جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ] ”جس شخص کا مقصود دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو منتشر کر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتا ہے اور دنیا اسے اس قدر ملتی ہے جو اس کے لیے لکھ دی گئی ہو اور جس کی نیت میں آخرت (کی کامیابی) ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو مجتمع کر دیتا ہے، اس کے دل کو غنا سے بھر دیتا ہے اور دنیا ذلیل و رسوا ہو کر اس کے پاس چلی آتی ہے۔“②

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ⑬② ”اور (نیک) انجام (اہل) تقویٰ کا ہے۔“ دنیا و آخرت میں اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَّأُتِينَا بِرُطَبٍ مِّنْ رُّطَبِ ابْنِ طَابٍ، فَأَوَّلْتُ: أَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ، وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ] ”میں نے رات کو خواب

---

① جامع الترمذی، صفة القيامة......، باب أحاديث: ابتلينا بالضراء......، حديث:2466 واللفظ له، البتہ دونوں قوسین والے الفاظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث:4107 میں ہیں۔ ② سنن ابن ماجه، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث:4105 .

میں دیکھا، گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کے باغ کی کھجوریں لائی گئی ہیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں سربلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہمیں ہی حاصل ہوگا اور ہمارا دین بے حد پاکیزہ ہے۔‘‘①

تفسیر آیات:133-135

قرآن مجید ایک نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ ﴾ ’’اور کہتے ہیں کہ یہ (پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے۔‘‘ یعنی محمد ﷺ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں لائے جو ان کے رسول اللہ ہونے کی صداقت کی دلیل ہوتی، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝133 ﴾ ’’کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی؟‘‘ یعنی قرآن عظیم جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے، حالانکہ آپ نبی امی ہیں نہ اچھی طرح لکھنا جانتے ہیں اور نہ آپ نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھا ہے، اس کے باوجود قرآن مجید میں بہت ہی پہلے زمانے کے لوگوں کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں اور وہ سابقہ صحیح کتابوں میں بیان کیے گئے حالات کے عین مطابق ہیں، قرآن مجید ان سب کتابوں پر مشتمل ہے، ان میں موجود صحیح باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان غلط باتوں کی نشاندہی کرتا ہے جو انسانوں نے از راہ کذب و افترا ان میں اپنی طرف سے شامل کر دی ہیں، یہ آیت درج ذیل آیات کی طرح ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 29:50،51) ’’اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، کہہ دیجیے: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔‘‘

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ’’ہر نبی کو ایسی نشانیاں دی گئیں جن پر انسان ایمان لائے تھے اور مجھے جو نشانی دی گئی ہے وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میں سب سے زیادہ کثیر امت والا نبی ہوں گا۔‘‘②

آنحضور ﷺ کو جو نشانیاں عطا فرمائی گئیں، ان میں سب سے عظیم نشانی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے قرآن مجید

---

① صحیح مسلم، الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ ......، حدیث: 2270 و سنن أبی داود، الأدب، باب فی الرؤیا، حدیث: 5025 عن أنس رضی اللہ عنہ و اللفظ لہ. ② صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی......؟ حدیث: 4981 و صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ ......، حدیث: 152 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

ورنہ آپ کو بے حد وحساب معجزات عطا فرمائے گئے تھے جیسا کہ اپنے مقامات پر اور اپنے موضوع کی کتب میں ان کا تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا﴾ ''اور اگر ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجنے) سے پیشتر کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟'' یعنی اگر اس رسول کریم ﷺ کے ان کی طرف بھیجنے اور اس کتاب عظیم کے ان کی طرف نازل کرنے سے قبل ان تکذیب کرنے والوں کو ہم ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے: ﴿رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا﴾ ''اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟'' تاکہ ہم اس پر ایمان لے آتے اور اس کی پیروی کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝۱۳۴﴾ ''کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ تکذیب کرنے والے بے حد معاند اور ہٹ دھرم ہیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے، ﴿وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 97:10) ''جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 157-155:6) ''اور (اے کفر کرنے والو!) یہ برکت والی کتاب بھی ہمی نے اتاری ہے، پس اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے (اور اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے، سو تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے پھرے، جو لوگ ہماری آیتوں سے پھرتے ہیں، اس پھرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ﴾ (فاطر 42:35) ''اور یہ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو یہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ﴾ (الأنعام 109:6) ''اور یہ لوگ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ!)'' ان لوگوں سے جو آپ کی تکذیب ومخالفت کرتے اور

اپنے کفر وعناد پر اصرار کرتے ہیں کہ ﴿ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ ﴾ ”سب (نتائج اعمال کے) منتظر ہیں۔“ ہم بھی اور تم بھی، ﴿ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ ﴾ ”سو تم بھی منتظر رہو، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ (دین کے) سیدھے رستے پر (چلنے والے) کون ہیں۔“ ﴿ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ ﴾ کے معنی سیدھے رستے کے ہیں۔ ﴿ وَمَنِ اهْتَدٰى ۝ ﴾ ”اور راہ پانے والے کون ہیں (ہم یا تم؟)“ حق اور رشد وہدایت کے رستے پر کون ہیں؟ اور یہ فرمان باری تعالیٰ (حسب ذیل) فرمان کی طرح ہے: ﴿ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 42:25) ”اور عنقریب جب وہ عذاب دیکھیں گے جان لیں گے کہ (سیدھے) راستے سے سب سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟“ اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ ﴾ (القمر 26:54) ”ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

سورۂ طٰہٰ کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.
اور اب سورۂ انبیاء کی تفسیر شروع ہوگی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

تفسیر سورۂ انبیاء

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے، جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کر رہے ہیں ① ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس جو بھی نئی

رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ

نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیلتے کودتے (ہنسی مذاق ہی میں) سنتے ہیں ② ان کے دل غافل ہیں، اور ان ظالموں نے چپکے چپکے مشورہ کیا کہ یہ (رسول) تم

ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ

جیسا ایک بشر ہی تو ہے، کیا پھر تم دیکھتے بھالتے (اس کے) جادو میں پھنستے ہو؟ ③ اس (رسول) نے کہا: میرا رب آسمان اور زمین میں ہر بات جانتا

الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ

ہے، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ④ بلکہ انھوں نے کہا: یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، پس

هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ

اسے ہمارے پاس کوئی (ایسی) نشانی لانی چاہیے جیسے پہلے رسول بھیجے گئے تھے ⑤ ان سے پہلے کوئی بستی بھی جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہیں لائی

اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

تھی، کیا پھر یہ ایمان لائیں گے؟ ⑥

فضیلت: امام بخاری رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت بیان کی ہے کہ عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء یہ ابتدائی نہایت فصیح سورتیں ہیں اور قدیم سے میری یاد کردہ سورتوں میں سے ہیں۔①

تفسیر آیات:1-6

قیامت سر پر ہے اور لوگ غافل ہیں: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور لوگ غفلت میں پڑے ہوئے

---

① صحيح البخاري، التفسير، سورة الأنبياء، حديث:4739.

ہیں، یعنی اس کے لیے عمل اور اس کی تیاری نہیں کر رہے ہیں۔ امام نسائی ؒ نے ابوسعید ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① ﴾ ''وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کر رہے ہیں۔'' اور غفلت سے مراد دنیا ہے۔''①

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ﴾ (النحل 1:16) ''اللہ کا حکم (عذاب) آ ہی پہنچا لہٰذا اس کے لیے جلدی مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا...... ﴾ الآية (القمر 2,1:54) ''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کر لیتے ہیں......''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس وحی کی طرف کان نہیں لگاتے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔ یہ خطاب قریش اور ان جیسے دیگر کفار سے ہے، فرمایا: ﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ② ﴾ ''ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں۔'' ابن عباس ؓ نے فرمایا ہے کہ تم اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھتے ہو جو ان کے پاس ہے، حالانکہ انھوں نے اس میں تحریف کر دی، اسے بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی ہے جبکہ تمھاری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں میں سے جدید ترین کتاب ہے، تم اسے بالکل اصلی اور خالص حالت میں پڑھتے ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے۔ اسے امام بخاری ؒ نے تقریباً اسی طرح بیان فرمایا ہے۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ ﴾ ''اور ظالم لوگ (آپس میں) خفیہ مشورے کرتے ہیں۔'' اور خفیہ طور پر اپنی ان باتوں میں کہتے ہیں: ﴿ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ ﴾ ''یہ (شخص کچھ بھی) نہیں مگر تمھارے جیسا انسان ہے۔'' یہ باتیں وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کرتے تھے اور آپ کے نبی ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے کیونکہ آپ ان جیسے انسان تھے لہٰذا ان کے بجائے آپ کو وحی الٰہی کے لیے مختص کیوں کیا گیا؟ اسی لیے کہا: ﴿ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ ﴾ ''تو تم آنکھوں دیکھتے جادو (کی لپیٹ) میں کیوں آتے ہو؟'' یعنی کیا تم ان کی پیروی کرتے ہو؟ تمھاری مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص جانتے بوجھتے جادو میں مبتلا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب وافترا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۫ ﴾ ''(پیغمبر نے) کہا کہ جو بات آسمان اور زمین میں (کہی جاتی) ہے میرا پروردگار اسے جانتا ہے۔'' یعنی جو یہ جانتا ہے اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، اس نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے جو اگلے پچھلے تمام لوگوں کی خبروں پر مشتمل ہے اور جس کی کوئی بھی مثال پیش نہیں کر سکتا، البتہ اس کی مثال وہ ذات گرامی ہی پیش کر سکتی ہے جو آسمانوں اور زمین کی تمام خفیہ باتوں سے آگاہ ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ ﴾ ''اور وہی خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔''

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الأنبياء:407/6، حديث:11332. ② صحيح البخاري، الشهادات، باب لايسأل أهل الشرك عن الشهادة وغيرها......، حديث:2685 وتفسير ابن أبي حاتم:154/1 والدر المنثور:160/1.

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑦

(اے نبی!) آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے، ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ⑧ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ

کتاب) سے پوچھ لو⑦ اور ہم نے ان (نبیوں) کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے⑧ پھر ہم نے

فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨

ان (رسولوں) سے (کیا ہوا) وعدہ سچا کر دکھایا، پھر ہم نے ان کو اور جسے ہم نے چاہا نجات دی، اور ہم نے حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا⑨

یعنی تمھاری باتوں کو سنتا اور تمھارے حالات کو جانتا ہے، اس میں ان کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے۔

کفار کا قرآن اور رسول کے بارے میں نظریہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ﴾ ”بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ یہ (قرآن) خوابوں کی پریشان باتیں ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔“ یہ کفار کی ہٹ دھرمی، الحاد اور قرآن مجید کے بارے میں ان کی اختلاف والی باتوں کا ذکر ہے، نیز اس میں ان کی حیرت وضلالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کبھی تو وہ اسے جادو قرار دیتے، کبھی اسے شعر کہتے، کبھی پریشان خوابوں سے تعبیر کرتے اور کبھی اسے اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں کہا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآءیل 48:17) ”دیکھیے انھوں نے کس کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کی ہیں، سو یہ گمراہ ہو رہے ہیں اور رستہ نہیں پا سکتے۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤﴾ ”تو جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں دے کر بھیجے گئے تھے (اسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔“ ان کا اشارہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے معجزات کی طرف تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 59:17) ”اور ہمیں نشانیوں کے بھیجنے سے مانع یہی ہے کہ اگلے لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی۔“ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥﴾ ”ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائی تھیں، تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟“ یعنی ہم نے جس بستی کی طرف بھی رسول بھیجا انھیں نشانیاں بھی دیں اس کے باوجود بستیوں والے نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے بلکہ انھوں نے تکذیب ہی کی تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تو کیا یہ لوگ اگر نشانیاں دیکھ لیں تو ایمان لے آئیں گے؟ نہیں! یہ لوگ بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے بلکہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ وَلَوْ جَاۗءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 10: 97,96) ”یقیناً وہ لوگ جن پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب بھی دیکھ لیں۔“

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر ظاہر ہونے والی روشن نشانیوں، براہین قاطعہ اور ایسے واضح دلائل کا مشاہدہ کیا جو بالکل ظاہر، روشن اور قطعی تھے اور سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کے مقابلے میں بے حد جاندار اور شان دار تھے مگر اس کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے۔

تفسیر آیات: 7-9

تمام پیغمبر بشر تھے: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے انسانوں کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔'' یعنی سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے اور مرد تھے، ان میں سے کوئی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ ﴾ (یوسف 109:12) ''اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف 9:46) ''کہہ دیجیے: میں رسولوں میں سے انوکھا نہیں ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے بشر کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز ﴾ (التغابن 6:64) ''کیا بشر ہمارے ہادی بنتے ہیں؟'' اسی لیے فرمایا: ﴿ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑦ ﴾ ''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔'' یعنی سابقہ امتوں، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر تمام قوموں کے اہلِ علم سے پوچھ لو کہ ان کی طرف جو پیغمبر آئے تھے کیا وہ بشر تھے یا فرشتے۔ یقیناً وہ بشر ہی تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے انھی میں سے پیغمبر بھیجے تھے تاکہ ان سے آسانی سے دین و شریعت کے احکام اخذ کیے جا سکیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ﴾ ''اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔'' بلکہ وہ ایسے جسم والے تھے جو کھانا کھاتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ ﴾ (الفرقان 20:25) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' یعنی تمام پیغمبر بھی انسان ہی تھے، وہ بھی انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کسبِ معاش اور تجارت کے لیے بازاروں میں آتے جاتے تھے اور یہ بات نہ ان کے لیے نقصان دہ تھی اور نہ کسرِ شان کا سبب جیسا کہ مشرکوں نے کہا تھا: ﴿ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ ﴾ الآیة (الفرقان 8،7:25) ''یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا......۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ⑧ ﴾ ''اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' یعنی دنیا میں۔ بلکہ وہ اپنی زندگی کے پورا

1 ع 10 1 لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩ ع وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ

بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، اس میں تمھارا ہی ذکر ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ؟⑩ اور ہم نے کتنی ہی بستیاں تہس نہس

كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا

کر دیں جو ظالم تھیں، اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں ⑪ پھر جب انھوں نے ہمارے عذاب (کی آہٹ) کو محسوس کیا تو وہ لوگ وہاں

يَرْكُضُوْنَ ؕ⑫ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ⑬

سے بھاگنے لگے ⑫ (ان سے کہا گیا:) مت بھاگو، اور لوٹ جاؤ جہاں تمھیں سامان عیش وعشرت دیا گیا تھا اور اپنے مکانات ومحلات کی طرف، تاکہ تم

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ

سے سوال کیا جائے ⑬ وہ کہنے لگے: ہائے ہماری کم بختی ! بے شک ہم ہی ظالم تھے ⑭ پھر یہی رہی ان کی پکار، حتی کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے

حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮

(اور) بجھے ہوئے بنا دیا ⑮

ہونے کے بعد فوت ہو جایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ ﴾ (الأنبيآء 34:21) ”اور اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔“

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ اختصاص وامتیاز حاصل تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی، ان پر فرشتے اللہ تعالیٰ کے وہ احکام لے کر نازل ہوتے تھے جو مخلوق کے لیے اوامر ونواہی پر مشتمل تھے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ ﴾ ”پھر ہم نے ان سے (اپنا) وعدہ سچا کر دیا۔“ وہ وعدہ جو ان کے رب نے ان سے کیا تھا کہ وہ ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ ﴾ ”تو ہم نے ان کو اور جس کو چاہا نجات دی۔“ یعنی ان کی اتباع کرنے والے مومنوں کو۔ ﴿ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨ ﴾ ”اور ہم نے حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔“ یعنی انبیائے کرام کے لائے ہوئے دین وشریعت کی تکذیب کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

تفسیر آیات: 15-10

فضیلتِ قرآن: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فضیلت کو بیان کرتے اور اس کی قدر ومنزلت کو پہچاننے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ ﴾ ”البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ذکر ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس میں تمھارا شرف ہے۔① ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩ ﴾ ”کیا تم نہیں سمجھتے ؟“ اس نعمت کو اور اسے قبول نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 44:43) ”اور یقیناً یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے البتہ نصیحت ہے اور (لوگو!) تم سے عنقریب پرسش ہوگی۔“

ظالموں کو کیسے ہلاک کیا گیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً ﴾ ”اور ہم نے

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2446/8.

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑯ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، کھیل تماشا کرتے ہوئے پیدا نہیں کیا ⑯ اگر ہم (یوں ہی) کھیل بنانا چاہتے تو اپنے پاس ہی

مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا

سے اسے بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے ⑰ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے، پھر یکایک وہ (باطل) ملیامیٹ

هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ

ہو جاتا ہے اور تمھارے لیے ان باتوں کی وجہ سے ہلاکت ہے جو تم (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہو ⑱ اور اسی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا

میں ہیں، اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے اور نہ وہ تھکتے (اکتاتے) ہیں ⑲ وہ رات اور دن اس کی تسبیح

يَفْتُرُوْنَ ⑳

کرتے ہیں، سست نہیں پڑتے ⑳

بہت سی بستیوں کو جو ستم گار تھیں ہلاک کر مارا۔'' کلمہ ﴿ كَمْ ﴾ تکثیر، یعنی کثرتِ تعداد بتانے کے لیے ہے جیسا کہ اس آیت: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:17) ''اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کے بعد بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا۔'' میں بھی ﴿ كَمْ ﴾ تکثیر کے لیے ہے جیسا کہ اس آیت میں کأین تکثیر کے لیے ہے: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ﴾ (الحج 22:45) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا وہ نافرمان تھیں، لہٰذا وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ ﴾ ''اور ہم نے ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیے۔'' یعنی ان کے بعد ایک اور امت پیدا کر دی۔ ﴿ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ ﴾ ''پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا۔'' اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اب عذاب یقیناً آنے ہی والا ہے جیسا کہ ان کے نبی نے ان سے وعدہ کیا تھا، ﴿ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ؕ ﴾ ''تو اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگنے لگے۔'' تو ان سے کہا گیا: ﴿ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ ﴾ ''مت بھاگو اور ان کی طرف واپس ہو جاؤ جن میں تمھیں آسائشیں دی گئی تھیں اور اپنے گھروں کی طرف۔'' ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا کہ عذاب کے نازل ہونے سے ڈر کر مت بھاگو اور نعمتوں، عیش و نشاط اور اپنی ان اعلیٰ رہائش گاہوں کی طرف لوٹ جاؤ جن میں تم زندگی بسر کر رہے تھے، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان سے ازراہ مذاق کہا جائے گا۔① ﴿ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ⑬ ﴾ ''تا کہ تم سے پوچھا جائے'' کہ تم نعمتوں کا کس قدر شکر ادا کرتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ ﴾ ''کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بے شک ہم ظالم تھے۔'' اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے مگر اس وقت اعتراف ان کے لیے کچھ فائدہ مند ثابت نہ ہوگا۔ ﴿ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮ ﴾ ''تو

---

① تفسير ابن أبي حاتم :2446/8.

ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی ، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے ، بجھے ہوئے بنا دیا۔‘‘ یعنی وہ اسی طرح کی باتیں اور اپنے ظلم کا اعتراف کرتے رہے حتی کہ ہم نے انھیں کھیتی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا حتی کہ ان کی حرکات وسکنات اور ان کی آوازیں بھی ختم ہو کر رہ گئیں۔

تفسیر آیات:20-16

کائنات کو عدل وحکمت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے کائنات کو حق اور عدل وانصاف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴾ (النجم 31:53) ’’تا کہ جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔‘‘ اس نے اس کائنات کو بے مقصد یا محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ ﴾ (ص 27:38) ’’اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (کائنات) ان کے درمیان میں ہے، اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔ یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں، چنانچہ کافروں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔‘‘

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ ﴾ ’’اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔‘‘ ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اپنے پاس سے ان چیزوں کو بنا لیتے اور جنت اور دوزخ، موت وبعثت اور حساب کتاب کو نہ بناتے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰ ﴾ ’’اگر ہم (ایسا) کرنے والے ہوتے۔‘‘ قتادہ، سدی، ابراہیم نخعی اور مغیرہ بن مِقْسَم کہتے ہیں، یعنی ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں۔ ② مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ﴿ اِنْ ﴾ آیا ہے، وہ انکار کے معنی میں ہے۔ ③ ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ ﴾ ’’(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں۔‘‘ یعنی ہم حق کو واضح کر دیتے ہیں اور باطل کو نیست ونابود کر دیتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ ﴾ ’’تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ (جھوٹ) اسی وقت نابود ہو جاتا ہے‘‘ ختم ہو جاتا ہے اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ ﴾ ’’اور جو (باتیں) تم بیان کرتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔‘‘ اے لوگو! جو اس بات کے قائل ہو کہ اللہ کے لیے اولاد ہے، یہ محض تمھاری افترا پردازی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتے تو اس کے بندے ہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ دن رات اسی کی اطاعت وبندگی میں مصروف رہتے ہیں۔

ہر چیز اللہ ہی کی مملوک ہے: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ﴾ ’’اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک اور اسی کا مال) ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے

---

① تفسیر الطبری: 15/17. ② تفسیر الطبری: 14/17 وتفسیر البغوی: 285/3. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2448/8.

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا

کیا انھوں نے زمین میں سے ایسے معبود بنا لیے ہیں جو (مردوں کو) اٹھا کھڑا کریں گے؟㉑ اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود

اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ㉒ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

ہوتے تو ضرور یہ دونوں تباہ ہو جاتے، پس اللہ، عرش کا رب ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں㉒ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی

وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ㉓

بابت اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا، جبکہ ان (لوگوں) سے باز پرس کی جائے گی㉓

تکبر نہیں کرتے۔‘‘ یعنی عار محسوس نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ ﴾ (النسآء 4:172) ’’مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔‘‘

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ⑳ ﴾ ’’اور نہ وہ تھکتے ہیں، رات اور دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (اور) نہ وہ سستی کرتے ہیں۔‘‘ یعنی رات دن کام میں لگے رہتے ہیں، پھر نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ اور کام سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہے اور وہ رات دن کام کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ (التحریم 66:6) ’’اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔‘‘

تفسیر آیات: 21-23

جھوٹے خداؤں کی تردید: جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑ ﴾ ’’بھلا لوگوں نے (جو) زمین سے (بعض کو) معبود بنا لیا ہے (تو کیا) وہ (ان کو مرنے کے بعد) زندہ کر دیں گے؟‘‘ یعنی کیا مردوں کو زندہ کریں گے اور انھیں زمین سے اٹھائیں گے، وہ تو اس طرح کی کسی بات کی قدرت نہیں رکھتے تو ان لوگوں نے انھیں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے کر ان کی عبادت کیوں شروع کر دی؟ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر اس کے سوا دوسرے معبودوں کا بھی وجود ہوتا تو آسمانوں اور زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا، چنانچہ فرمایا: ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ ﴾ ’’اگر ان (آسمانوں اور زمین) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں (زمین و آسمان) درہم برہم ہو جاتے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:91) ’’اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور البتہ بعض ان کے بعض پر چڑھائی کرتے۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِیَ وَذِكۡرُ مَنۡ

کیا انھوں نے اس (اللہ) کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے: تم اپنی دلیل لاؤ، یہ (توحید ہی) میرے ساتھیوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا بھی

قَبۡلِیۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۙ الۡحَقَّ فَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ㉔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ

ذکر تھا، بلکہ ان میں سے اکثر حق کا علم نہیں رکھتے، پھر وہ (اس سے) اعراض کر رہے ہیں ㉔ اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف

مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ㉕

یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو ㉕

اور یہاں فرمایا: ﴿فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ㉒﴾ ”پس جو باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اللہ مالکِ عرش ان سے پاک ہے۔“ یعنی یہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا یا اس کا کوئی شریک ہے تو اس کی ذات گرامی ان کے اس کذب و افترا سے پاک اور بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ㉓﴾ ”وہ جو کام کرتا ہے اس سے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔“ یعنی وہ حاکم ہے اس کی عظمت و جلال، کبریائی، علم و حکمت اور عدل و لطف کے باعث اس کے حکم کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ اس پر اعتراض کر سکتا ہے جبکہ وہ اپنی مخلوق سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پرسش کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـَٔلَنَّهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۙ○ عَمَّا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○﴾ (الحجر 93,92:15) ”آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔“ اور فرمانِ مذکور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَّهُوَ یُجِیۡرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیۡهِ﴾ (المؤمنون 88:23) ”اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی۔“

تفسیر آیات: 25,24

اللہ ہی معبود برحق ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلۡ﴾ ”کیا ان لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے“ اے محمد (ﷺ!): ﴿هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ﴾ ”(اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو۔“ یعنی جو تم کہتے ہو۔ ﴿هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِیَ﴾ ”یہ ان کا ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں۔“ یعنی قرآن مجید، ﴿وَذِكۡرُ مَنۡ قَبۡلِیۡ ؕ﴾ ”اور جو مجھ سے پہلے ہیں ان کا بھی (یہی ذکر ہے۔)“ یعنی سابقہ آسمانی کتابیں بھی اس کے خلاف ہیں جو تم کہتے اور گمان کرتے ہو کیونکہ ہر وہ کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بھی نبی پر نازل فرمایا وہ یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن مشرکو! تم حق کو نہیں جانتے ہو، اسی لیے اس سے منہ پھیر رہے ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ㉕﴾ ”اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً یُّعۡبَدُوۡنَ ○﴾ (الزخرف 45:43) ”اور (اے محمد ﷺ!) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿26﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ

اور انھوں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنائی ہے۔ وہ (اس سے) پاک ہے، بلکہ وہ (فرشتے) تو (اللہ کے) معزز ومکرم بندے ہیں ﴿26﴾ وہ بات کرنے میں اس

بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿27﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ لا اِلَّا لِمَنِ

سے سبقت نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں ﴿27﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے، اور وہ صرف اس کی سفارش

ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿28﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ

کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں ﴿28﴾ اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک اللہ کے سوا میں بھی

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ط كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿29﴾ ع 2 19 2

معبود ہوں تو اسے ہم اس (بات) کا بدلہ جہنم دیں گے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ﴿29﴾

ان کے احوال دریافت کر لیں، کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج ﴾ (النحل 36:16) ''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔''

ہر نبی نے، جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی دعوت دی اور فطرت بھی اسی بات کی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہیے جبکہ مشرکوں کے پاس غیر اللہ کی پرستش کی کوئی دلیل نہیں ہے، ان کی ساری دلیلیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہیں، اسی وجہ سے یہ غضب الٰہی کے مستحق ہیں اور آخرت میں ان کے لیے سخت ترین عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات:26-29

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جن کا یہ گمان تھا کہ فرشتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اولاد ہیں جیسا کہ بعض عرب کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿26﴾ ﴾ ''وہ پاک ہے بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کی بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ (اس کے) عزت والے بندے ہیں۔'' یعنی فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے نزدیک قابل عزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم الشان مکانات اور بلند ترین مقامات سے سرفراز فرما رکھا ہے اور وہ اپنے قول وفعل اور ہر طرح سے اس کی حد درجہ اطاعت بجالاتے ہیں، ﴿ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿27﴾ ﴾ ''وہ بات کرنے میں اس (اللہ) سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' کسی بھی کام میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ اس کے کسی بھی حکم کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ اس کی اطاعت کے لیے فوراً سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس سے ان کی کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے، ﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ''جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ جانتا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ لا اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾ ''اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کرتے مگر اسی شخص کے

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ

کیا کافروں نے نہیں دیکھا (غور کیا) کہ بے شک آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا،

الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ㉚ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ شے بنائی، کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے؟ ㉚ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے، تاکہ وہ ان کے ساتھ

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ㉛ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

جھکنے (نہ) پائے، اور ہم نے اس میں کھلی راہیں رکھیں، تاکہ وہ (لوگ) راہ پائیں ㉛ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا، جبکہ

مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ㉜ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں㉜ اور وہی (اللہ) ہے جس نے رات اور دن اورسورج اور چاند کو پیدا

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ㉝

کیا، سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں㉝

لیے جس کو اللہ پسند کرے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ﴾ (البقرة 2:255) "کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کرے؟" اور فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ﴾ (سبا 34:23) "اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے کوئی) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔" اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ㉘ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ "اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں۔" ﴿فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ㉙﴾ "تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔" یعنی ان میں سے جو بھی ایسی بات کہے، یعنی یہ شرط ہے اور شرط کا وقوع پذیر ہونا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝﴾ (الزخرف 43:81) "کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کے لیے اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔" یا جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾ (الزمر 39:65) "اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

تفسیر آیات:30-33

اللہ کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے اور تمام مخلوقات پر اسی کا غلبہ و تسلط ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کاملہ اور عظیم الشان بادشاہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ "کیا کافروں نے نہیں دیکھا؟" یعنی اس کی الوہیت کا انکار کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور اس ذات گرامی کے قبضہ و اختیار میں کائنات کی تدبیر ہے، پھر اس کے ساتھ کسی غیر کی پوجا

کیوں کی جائے اور کسی اور کو اس کا شریک کیوں ٹھہرایا جائے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا: ﴿ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا ﴾ ’’بلاشبہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے۔‘‘ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور ابتدائے آفرینش کے وقت باہم ملے جلے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور سات آسمان بنا دیے اور سات ہی زمینیں بنا دیں، آسمان دنیا اور زمین کو ہوا کے ساتھ ایک دوسرے سے الگ کر دیا، آسمان سے بارش برسانا اور زمین سے نباتات اگانا شروع فرما دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ ﴾ ’’اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں، پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟‘‘ یعنی وہ تمام مخلوقات کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے کہ پیدا ہو کر کس طرح آہستہ آہستہ پروان چڑھتی ہیں اور کائنات کی یہ تمام چیزیں اس صانع، فاعل، مختار اور قادر مطلق کے وجود کی دلیل ہیں۔

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ وَاحِدٌ

’’ہر چیز میں اس کے لیے نشانی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی ذات پاک وحدہ لاشریک ہے۔‘‘

﴿ كَانَتَا رَتْقًا ﴾ کا مفہوم: سفیان ثوری نے اپنے والد سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رات پہلے تھی یا دن۔ انھوں نے فرمایا دیکھو جب آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ان کے درمیان تاریکی ہی تو تھی، اس سے معلوم ہوا کہ رات دن سے پہلے تھی۔① ابن ابو حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان کے پاس آ کر ایک شخص نے اس آیت کریمہ: ﴿ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس شیخ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور جو جواب دیں مجھے بھی آ کر بتاؤ تو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ہاں! آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، آسمان ملا ہوا تھا اور اس سے بارش نہیں برستی تھی اور زمین بھی ملی ہوئی تھی اور اس سے نباتات نہیں اگتی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے مخلوق کو پیدا فرما دیا تو آسمان کو جدا کر دیا تا کہ اس سے بارش برسے اور زمین کو جدا کر دیا تا کہ نباتات اگے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس واپس جا کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جواب کے بارے میں بتایا تو انھوں نے فرمایا: ہاں! اب معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو واقعی قرآن کا علم ہے، انھوں نے بالکل سچ فرمایا، واقعی بات اسی طرح ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جرأت سے تعجب ہوتا تھا لیکن ان کی یہ تفسیر سن کر مجھے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو واقعی قرآن کا علم ہے۔② سعید بن جبیر کا قول ہے کہ آسمان اور زمین آپس میں چمٹے ہوئے تھے، آسمان کو اوپر اٹھا دیا گیا اور اس سے زمین کو ظاہر کر دیا گیا تو یہی ان دونوں کا جدا جدا کرنا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔③ حسن و قتادہ کا قول ہے کہ دونوں اکٹھے تھے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ہوا کے ساتھ جدا جدا کر دیا۔④

---

① تفسیر الطبری:27/17 و الدر المنثور:569/4. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2450/8. ③ الدرالمنثور:570/4. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2451/8.

جنت میں داخلے کا جامع پیکج: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ﴾ ’’اور ہم نے تمام جاندار چیزیں پانی سے بنائیں۔‘‘ یعنی تمام جان دار چیزوں کی اصل پانی ہے۔ امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں جب آپ کے دیدار سے فیض یاب ہوتا ہوں تو میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، آپ مجھے ہر چیز کے بارے میں بتا دیں۔ آپ نے فرمایا: [كُلُّ شَیْءٍ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ] ’’ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: مجھے ایک ایسا کام بتا دیں کہ میں اس کے کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: [أَفْشِ السَّلَامَ، وَأَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَقُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ] ’’سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو قیام کرو جب لوگ سو رہے ہوں اور پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔‘‘① اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے، البتہ اس میں ایک راوی ابو میمونہ سنن کے رجال میں سے ہے، ان کا نام سلیم ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ ان کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ﴾ ’’اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے۔‘‘ یعنی ہم نے پہاڑوں کے ساتھ زمین کو قرار دیا اور اسے بوجھل بنا دیا تاکہ ہلنے جلنے نہ لگے کیونکہ اس کے ہلنے جلنے سے اس کے رہنے والوں کو قرار نصیب نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے کہ ایک چوتھائی حصے کے سوا باقی ساری زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہے، ایک چوتھائی حصہ پانی سے باہر ہوا اور دھوپ میں ہے تاکہ زمین کے بسنے والے آسمان اور اس میں ودیعت کی ہوئی روشن نشانیوں، حکمتوں اور علامتوں کا مشاہدہ کر سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿اَنۡ تَمِیۡدَ بِهِمۡ ۪﴾ ’’کہ وہ انھیں ہلا (نہ) دے۔‘‘

پہاڑوں میں کشادہ راہیں: اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا فِیۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا﴾ ’’اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے۔‘‘ یعنی پہاڑوں میں گھاٹیاں بنا دیں۔ جن میں چل کر لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدے کی بات ہے کہ بہت سے ملکوں کے درمیان پہاڑ حائل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں کے درمیان راستہ بنایا ہوتا ہے تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ ’’تاکہ لوگ راہ پائیں۔‘‘

آسمان قبے کی طرح ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ﴾ ’’اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔‘‘ یعنی آسمان کو زمین کے اوپر چھت بنا دیا آسمان اس طرح ہے جیسے زمین پر قبہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ○﴾ (الذّٰریٰت 47:51) ’’اور آسمان کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ○ۙ﴾ (الشّمس 5:91) ’’اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے بنایا۔‘‘ ﴿اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ○﴾ (قٓ 6:50) ’’کیا پھر انھوں نے اپنے

---

① مسند أحمد:295/2.

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿34﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی، پھر اگر آپ مر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟﴿34﴾ ہر نفس موت کو

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿35﴾

چکھنے والا ہے۔ اور ہم تمھیں پرکھنے کے لیے برائی اور بھلائی سے آزماتے ہیں، اور تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے ﴿35﴾

اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔'' بنانے سے مراد قبّہ نصب کرنا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ] ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔'' ①یعنی پانچ ستونوں پر اور ستون خیموں ہی کے لیے ہوتے ہیں جیسا کہ عربوں کے ہاں معمول ہے۔ ﴿ مَّحْفُوْظًا ﴾ بلند اور محفوظ تا کہ اس تک پہنچا نہ جا سکے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ محفوظ کے معنی بلند ہیں۔ ②

شمس وقمر میں غوروفکر: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿32﴾ ﴾ ''اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○ ﴾ (یوسف 105:12) ''اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، جن پر وہ اس حال میں گزرتے ہیں کہ ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔'' یعنی فکر نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کس قدر وسیع و عریض اور بلند پیدا فرمایا ہے اور پھر انھیں کیسے کیسے کواکب و ثوابت اور سیاروں کے ساتھ مزین فرمایا ہے جن میں سب سے نمایاں سورج ہے جو دن رات میں سارے فلک کو عبور کر کے اس قدر طویل مسافت طے کرتا ہے کہ اس کے اندازے کو صرف وہی جانتا ہے جس نے اسے مسخر کیا اور چلایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض دیگر نشانیوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو بنایا۔'' یعنی رات میں اندھیرا اور سکون پیدا فرما دیا اور دن کو منور اور مانوس بنا دیا اور پھر کبھی دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے اور کبھی رات لمبی اور دن چھوٹا ہوتا ہے۔ ﴿ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ ﴾ ''اور سورج اور چاند کو بنایا'' کہ ان میں سے ہر ایک کی خاص روشنی، اپنا مدار، علیحدہ زمانہ اور مخصوص حرکات و سکنات ہیں، اور دوسرا ان تمام امور میں اس سے جدا ہے۔ ﴿ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ''(یہ سورج، چاند اور ستارے) سب (اپنے اپنے) مدار میں تیرتے ہیں۔'' یعنی گھوم رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح چرخے میں تکلا گھومتا ہے۔ ③

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ ﴾ (الأنعام 96:6) ''وہ (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو (موجب) آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذریعۂ) حساب بنایا ہے، یہ اس (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب علم والے کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔''

تفسیر آیات: 35,34

---

① صحیح البخاري، الإیمان، باب: دعاء کم إیمانکم......، حدیث: 8 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. ② تفسیر الطبري: 30/17.

③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2452/8.

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ

اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق ہی کا نشانہ بناتے ہیں (کہتے ہیں:) کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر (اہانت سے) کرتا

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿36﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا

ہے؟ حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں ﴿36﴾ انسان جلد بازی (کے خمیر) سے تخلیق کیا گیا ہے، میں تمھیں اپنی نشانیاں جلد دکھاؤں گا، پس تم

تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿37﴾

مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو ﴿37﴾

دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ﴾ ”اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔“ یعنی دنیا میں۔ بلکہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚۖ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ﴾ (الرحمٰن 27,26:55) ”جو (مخلوق) اس (زمین) پر ہے سب کو فنا ہونا ہے، اور آپ کے پروردگار کا جلال وعظمت والا چہرہ ہی باقی رہے گا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ﴾ ”پس بھلا اگر آپ فوت ہو جائیں؟“ اے محمد (ﷺ!) ﴿فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿34﴾﴾ ”تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟“ یعنی یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں گے، لہٰذا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ایک نے ایک نہ ایک دن فوت ہو جانا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ﴾ ”ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے درج ذیل دو شعر پڑھے اور ان سے استشہاد کیا:

تَمَنّٰى رِجَالٌ أَنْ أَمُوتَ وَإِنْ أَمُتْ فَتِلْكَ سَبِيلٌ لَّسْتُ فِيهَا بِأَوْحَدِ

”کچھ لوگوں کی تمنا ہے کہ میں مر جاؤں اور اگر میں مر جاؤں تو یہ کوئی ایسا رستہ نہیں جس پر میں اکیلا ہی چلنے والا ہوں۔“

فَقُلْ لِّلَّذِي يَبْغِي خِلَافَ الَّذِي مَضٰى تَهَيَّأْ لِأُخْرٰى مِثْلِهَا فَكَأَنْ قَدِ

”جو شخص مروجہ قانون کے خلاف چاہتا ہے اس سے یہ کہہ دو کہ تم اس جیسی دوسری صورت حال کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ وہ حالت آنے والی ہے۔“①

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ﴾ ”اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔“ یعنی ہم کبھی تمھیں مصائب میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور کبھی نعمتیں دے کر آزمائش کرتے ہیں اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ شکر کون کرتا ہے اور کفرانِ نعمت کو کون اختیار کرتا ہے، صبر کون کرتا ہے اور ناامیدی کا مظاہرہ کون کرتا ہے جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَنَبْلُوْكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ ہم تمھیں مبتلا کرتے ہیں ﴿بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ﴾ ”سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر۔“ یعنی سختی اور نرمی کے ساتھ، صحت اور بیماری کے ساتھ،

---

① سير أعلام النبلاء، ترجمة الإمام الشافعي: 72/10 .

دولت مندی اور فقیری کے ساتھ، حلال وحرام کے ساتھ، طاعت ومعصیت کے ساتھ اور ہدایت وضلالت کے ساتھ۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝35 ﴾ ”اور تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔“ پھر ہم تمھارے اعمال کے مطابق تمھیں بدلہ دیں گے۔

تفسیر آیات: 37,36

مشرکین کا نبی ﷺ کے ساتھ استہزا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ﴾ ”اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں۔“ یعنی کفار قریش، جیسے ابوجہل اور اس جیسے دیگر کفار ﴿ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ ﴾ ”تو وہ صرف آپ ہی سے استہزا کرتے ہیں۔“ آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ ﴾ یہی وہ شخص ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے؟“ یعنی کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمھارے معبودوں کو گالیاں دیتا اور تمھارے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝36 ﴾ ”حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں۔“ یعنی یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:41،42) ”اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی ہی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ہم کو بہکا دیتا (اور ان سے پھیر دیتا) اور (یہ لوگ) عنقریب معلوم کر لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے رستے سے کون زیادہ بہکا ہوا ہے۔“

انسان عجلت پسند ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ ﴾ ”انسان جلد بازی (کے خمیر) سے بنایا گیا ہے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:11) ”اور انسان بہت جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔“ یعنی اپنے امور میں جلد باز ہے۔ یہاں انسان کی جلد بازی کے بیان کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا ذکر ہوا تو دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان سے فوراً انتقام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ ﴾ ”انسان جلد بازی (کے خمیر) سے بنایا گیا ہے۔“ لیکن اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دے دیتا ہے اور جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا، یعنی پہلے مہلت دیے رکھتا ہے، پھر اس کے بعد تاخیر نہیں کرتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ ﴾ ”میں تم لوگوں کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔“ یعنی میں اپنے نافرمان لوگوں سے کس طرح انتقام لیتا ہوں، ان کے بارے میں کس طرح فیصلہ کرتا ہوں اور ان پر مجھے کس طرح قبضہ وتسلط حاصل ہے؟ ﴿ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝37 ﴾ ”سو مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔“

---

① تفسیر الطبری: 17/34 وتفسیر ابن أبی حاتم: 8/2452.

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝38 لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ

اور وہ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (عذاب یا قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ ۝38 کاش! کافر اس وقت کو جان لیں جب وہ اپنے

لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝39 بَلْ

چہروں سے آگ نہیں ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی ۝39 بلکہ وہ (قیامت) اچانک ہی انھیں آلے گی، سو وہ ان

تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝40

کے ہوش کھو دے گی، پھر وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی ۝40

تفسیر آیات:38-40

مشرکوں کا عذاب کو جلد طلب کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ تکذیب و انکار اور کفر و عناد کی وجہ سے اور عذاب کو بعید سمجھنے کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝38 ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ ”اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں پر سے (دوزخ کی) آگ کو ہٹا نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے۔“ یعنی اگر انھیں یقین ہو کہ قیامت واقعی آنے والی ہے تو یہ عذاب کے لیے کبھی بھی جلدی نہ کریں اور اگر یہ لوگ اس وقت کو جان لیں جب عذابِ الٰہی انھیں اوپر سے ڈھانپ لے گا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا، ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ (الزمر 16:39) ”ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ (الأعراف 41:7) ”ایسے لوگوں کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا۔)“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ ”جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ ﴾ (إبراهيم 50:14) ”ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانک رہی ہوگی۔“ یعنی تمام اطراف سے عذاب ان کا احاطہ کر رہا ہوگا ﴿ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝39 ﴾ ”اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ﴾ (الرعد 34:13) ”اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً ﴾ ”بلکہ ان پر ناگہاں آ واقع ہوگی۔“ یعنی آگ ان پر اچانک آ واقع ہوگی، ﴿ فَتَبْهَتُهُمْ ﴾ ”تو ان کے ہوش کھو دے گی۔“ یعنی ان کو خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا کر دے گی تو وہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں اس کے لیے فرماں بردار ہو جائیں گے اور انھیں کچھ معلوم نہ ہوگا کہ وہ کیا کریں۔ ﴿ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا ﴾ ”پھر نہ تو وہ اس کو ہٹا سکیں گے۔“ اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی حیلہ اور تدبیر نہ ہوگی، ﴿ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝40 ﴾ ”اور نہ ان کو

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور (اے نبی!) بلاشبہ آپ سے پہلے بھی رسولوں سے استہزا کیا گیا، پھر جن لوگوں نے ان (رسولوں) سے تمسخر کیا انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا

3 ع 12 3 يَسْتَهْزِءُوْنَ ㊶ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

وہ مذاق اڑاتے تھے ㊶ کہہ دیجیے: رات اور دن میں کون تمھاری نگہبانی کرتا ہے رحمٰن (کے عذاب) سے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض

مُّعْرِضُوْنَ ㊷ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ

کرنے والے ہیں ㊷ کیا ہمارے سوا ان کے کوئی (اور) معبود ہیں جو انھیں ہم سے بچاتے ہوں؟ وہ تو خود اپنی جانوں کی بھی مدد کی طاقت نہیں

مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ㊸

رکھتے، اور نہ وہ ہم (ہمارے عذاب) ہی سے محفوظ ہیں ㊸

مہلت دی جائے گی۔ ’’یعنی نہ لمحہ بھر ہی کے لیے اسے ان سے مؤخر کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 41-43

استہزا کرنے والے کے لیے سابقہ لوگوں سے عبرت: مشرکین نے استہزا اور تکذیب کی صورت میں جو ایذا پہنچائی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㊶ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ استہزا ہوتا رہا ہے تو جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے ان کو اسی (عذاب) نے جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے آ گھیرا۔‘‘ یعنی جس عذاب کے آنے کو وہ بعید سمجھتے تھے، اسی عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:34) ’’اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر جھٹلائے گئے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور البتہ تحقیق آپ کو پیغمبروں (کے احوال) کی خبریں پہنچ چکی ہیں (لہٰذا آپ بھی صبر سے کام لیں۔)‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ رات دن ان کی حفاظت فرماتا ہے اور اپنی ان آنکھوں کے ساتھ ان کی نگہداشت فرماتا ہے جو سوتی ہی نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ ﴾ ’’کہہ دیجیے: رات اور دن میں اللہ سے تمھاری کون حفاظت کر سکتا ہے؟‘‘ یعنی رحمان کے بغیر تمھاری اور کون حفاظت کر سکتا ہے؟

فرمان الٰہی ہے: ﴿ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ㊷ ﴾ ’’بلکہ وہ اپنے پروردگار کی یاد سے اعراض کرنے والے ہیں۔‘‘ یعنی اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ اس کی نشانیوں اور اس کی نعمتوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ ﴾ ’’کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو ان کو (مصائب سے) بچاتے ہیں؟‘‘ استفہام انکاری ہے جو زجر و توبیخ اور سرزنش کے طور پر ہے، یعنی کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو ان کی حفاظت کر

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ دیا حتی کہ ان پر (مدت) عمر لمبی ہوگئی، کیا پھر وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم زمین کو اس کے اطراف

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ㊹ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ٘ وَلَا يَسْمَعُ

سے گھٹاتے آتے ہیں (کفر سمٹ رہا ہے)، کیا پھر بھی وہی غالب آنے والے ہیں ㊹ کہہ دیجیے: بس میں تو تمھیں وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں، اور

الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ㊺ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

بہرے پکار کو نہیں سنتے جب وہ ڈرائے جائیں ㊺ اور البتہ اگر انھیں آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی چھو جائے تو وہ ضرور کہیں

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ㊻ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ

گے: ہائے ہماری کم بختی! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے ㊻ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اور اگر رائی کے

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ㊼

دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے، اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں ㊼

سکیں اور انھیں آلام و مصائب سے بچا سکیں؟ نہیں بات اس طرح نہیں جس طرح یہ وہم و گمان کیے ہوئے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ﴾ ”وہ آپ اپنی مدد تو کر ہی نہیں سکیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے جن معبودانِ باطلہ کو اپنا سہارا بنا رکھا ہے وہ تو آپ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے کسی اور کی مدد کیا کریں گے؟ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ㊸﴾ ”اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ وہ پناہ نہیں دیے جائیں گے۔ ①

تفسیر آیات:44-47

مشرکین کی فریب خوردگی: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس ضلالت و گمراہی میں یہ مبتلا ہیں اس پر اسی بات نے انھیں فریب خوردہ کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں انھیں مال و دولت سے نوازا گیا اور انھیں طویل عمریں عطا کی گئیں جس کی وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ وہ حق پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ﴾ ”کیا پھر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○﴾ (الأحقاف 27:46) ”اور بلاشبہ تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور پھیر پھیر کر آیات بیان کیں تا کہ وہ رجوع کریں۔“

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے کفر پر اسلام کا غلبہ مراد ہے۔ ② معنی یہ ہیں کہ کیا یہ لوگ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی، تکذیب کرنے والی امتوں کو ہلاک کر دیا، ظالموں کی بستیوں کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالا اور اپنے مومن بندوں کو سرفرازی عطا فرمائی، اسی لیے فرمایا:

---

① تفسیر الطبری: 41/17. ② تفسیر الطبری: 226/13 و تفسیر عبد الرزاق: 386/2، رقم: 1864.

﴿ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ㊹ ﴾ ”تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں؟“ نہیں بلکہ یہ مغلوب، گھٹیا، خائب وخاسر اور ذلیل ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ﴾ ”کہہ دیجیے: میں تو تمھیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں۔“ یعنی میں نے تمھیں اللہ تعالیٰ کی جس سزا اور عذاب سے ڈرایا ہے تو یہ اس وحی الٰہی پر مبنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے لیکن یہ اس کے کچھ کام نہیں آ سکتی جس کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے محروم کر دیا اور جس کے کانوں اور دل پر اس نے مہر لگا دی ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ㊺ ﴾ ”اور بہروں کو جب ڈرایا جائے تو وہ پکار کو نہیں سنتے۔“ پھر فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ㊻ ﴾ ”اور البتہ اگر ان کو آپ کے پروردگار کا تھوڑا سا عذاب بھی پہنچے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! بے شک ہم ظالم تھے۔“ یعنی ان لوگوں کو اگر تھوڑا سا عذابِ الٰہی بھی پہنچے تو فوراً اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگیں گے کہ دنیا میں یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

﴿ الْمَوَازِيْنَ ﴾ کا مفہوم: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ﴾ ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔“ یعنی قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے یہاں اگرچہ موازین جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے لیکن اکثر ائمہ کا قول ہے کہ میزان ایک ہوگا لیکن جمع کا ﴿ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ㊼ ﴾ ”تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ○ ﴾ (الكهف 18 : 49) ”اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ ﴾ (النسآء 4:40) ”یقیناً اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اسی کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○ ﴾ (لقمٰن 31:16) ”میرے بیٹے! یقیناً اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو، پھر ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں تو اللہ اس کو (قیامت کے دن) لا موجود کرے گا، کچھ شک نہیں کہ اللہ نہایت باریک بین (اور) خوب خبردار ہے۔“

پسندیدہ ترین کلمے: صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَا نِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ] ”دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان میں بھاری ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہیں“ (اور وہ یہ ہیں:) [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ] ”پاکی (بیان کرتا ہوں)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿48﴾ الَّذِيْنَ

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان (تورات) اور روشنی عنایت کی اور (ان) متقین کے لیے نصیحت (دی) ﴿48﴾ جو اپنے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿49﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ

رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ﴿49﴾ اور یہ (قرآن) بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے

اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿50﴾ ع 4 9 4

نازل کیا ہے، کیا پھر تم اس کے منکر ہو؟ ﴿50﴾

اللہ کی اس کی تعریف کے ساتھ، پاکی (بیان کرتا ہوں) نہایت عظیم اللہ تعالیٰ کی۔‘‘①

خائن ملازم سے حسن سلوک: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص آپ کے سامنے بیٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، خیانت اور نافرمانی کرتے ہیں جس کی وجہ سے میں انھیں مارتا اور گالیاں دیتا ہوں تو میرا ان سے یہ معاملہ کس طرح ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: [يُحْسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُونَ ذُنُوبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَّكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَّا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوبِهِمُ اقْتُصَّ لَهُمْ مِّنْكَ الْفَضْلُ الَّذِي بَقِيَ قِبَلَكَ] ’’ان کی خیانت، نافرمانی اور تکذیب اور تیری ان کو سزا کا حساب لگایا جائے گا، اگر تیری طرف سے ان کو دی گئی سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو سزا سے بڑھے ہوئے ان کے گناہوں کی وجہ سے تجھے ان پر فضیلت حاصل ہوگی اور اگر تیری طرف سے انھیں دی گئی سزا ان کے گناہوں کے بقدر ہوئی تو حساب برابر ہوگا، نہ تیرا کوئی حق ہوگا اور نہ ان کی کوئی گرفت ہوگی اور اگر تیری طرف سے انھیں دی گئی سزا ان کے گناہوں سے زیادہ ہوئی تو اس زیادہ سزا کا تجھ سے بدلہ دلایا جائے گا۔‘‘ یہ فرمان نبوی سن کر اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے زار و قطار رونا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَالَهُ، أَمَا يَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿47﴾ ﴾] ’’اسے کیا ہے؟ کیا یہ اللہ کی کتاب کی یہ آیت نہیں پڑھتا: ’’اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔‘‘ یہ سن کر اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) مجھے ان غلاموں کے آزاد کر دینے سے بہتر کوئی بات معلوم نہیں ہوتی، اس لیے میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ سب آزاد ہیں۔②

---

① صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب إذا قال : واللّٰہ لا أتکلم الیوم……، حدیث:6682 و صحیح مسلم، الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب فضل التھلیل……، حدیث:2694. ② مسند أحمد:281,280/6 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأنبیاء، حدیث:3165.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (51)ۚ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

اور بلاشبہ اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی دانائی دی تھی اور ہم اسے خوب جاننے والے تھے (51) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (52) قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (53) قَالَ

کہا: یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے لیے تم مجاور (بنے بیٹھے) ہو؟ (52) وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا (53) اس

لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (54) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ

(ابراہیم) نے کہا: بلاشبہ تم اور تمھارے باپ دادا کھلی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہو (54) انھوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا تو کھیلنے والوں

اللّٰعِبِيْنَ (55) قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى

میں سے ہے؟ (55) اس (ابراہیم) نے کہا: بلکہ تمھارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انھیں پیدا کیا اور میں اس پر (تمھارے سامنے) گواہی

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (56)

دینے والوں میں سے ہوں (56)

تفسیر آیات:50-48

تورات اور قرآن کا نزول: قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ اور ان دونوں کی کتابوں کا یکجا ذکر فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی کتاب عطا کی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ فرقان سے مراد کتاب ہے۔① ابو صالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد تورات ہے۔② قتادہ کہتے ہیں اس سے مراد تورات میں بیان کردہ حلال و حرام کے ضابطے اور وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق بیان فرمایا ہے۔③ اس سلسلے میں جامع قول یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابیں حق و باطل، ہدایت و ضلالت، نیکی و بدی اور حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے پر مشتمل ہیں، نیز یہ اس بات پر مشتمل ہیں جس سے دلوں میں نور، ہدایت، خوف، انابت اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے، اس لیے فرمایا: ﴿الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ㊽﴾ ”(ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور (سراسر) روشنی اور نصیحت (کی کتاب عطا کی) پرہیزگاروں کے لیے۔“ پھر پرہیزگاروں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ ”جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙ﴾ (قٓ 33:50) ”جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○﴾ (الملك 12:67) ”یقیناً جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

﴿وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ㊾﴾ ”اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔“ اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے

---

① تفسیر الطبری:46,45/17. ② الدر المنثور:576/4. ③ تفسیر الطبری:46/17.

ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ ﴾ ”اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔“ یعنی قرآن عظیم جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے اور بڑے دانا اور خوبیوں والے اللہ کا اتارا ہوا ہے۔ ﴿ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ㊿ ﴾ ”تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟“ یعنی کیا تم اس کتاب سے انکار کرتے ہو، حالانکہ وہ حد درجہ واضح اور روشن کتاب ہے۔

تفسیر آیات: 51-56

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ نے انھیں پہلے ہی سے، یعنی بچپن ہی سے حق کا الہام فرمایا اور اپنی قوم کے خلاف حجت عطا فرمائی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ ﴾ (الأنعام 6:83) ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔“ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اس سے پہلے ہی رشد و ہدایت عطا فرما دی تھی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (51) ﴾ ”اور ہم ان (کے حال) سے واقف تھے“ کہ وہ اس بات کے اہل ہیں، پھر فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (52) ﴾ ”جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے تم مجاور ہو۔“ یعنی جن کی عبادت کو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (53) ﴾ ”وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے۔“ ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی دلیل نہ تھی کہ ان کے گمراہ آباء و اجداد بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (54) ﴾ ”(ابراہیم نے کہا کہ) البتہ تحقیق تم بھی (گمراہ ہو) اور تمھارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے رہے۔“ یعنی تمھارے آباء و اجداد کے بارے میں بھی یہ کہا جائے گا جن کو تم بطور حجت و دلیل پیش کرتے ہو جو تمھارے بارے میں کہا جا رہا ہے، یعنی تم بھی اور وہ بھی سب گمراہی میں مبتلا ہو، صراط مستقیم پر نہیں ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب انھیں بے وقوف قرار دیا، ان کے آباء و اجداد کو گمراہ اور ان کے معبودانِ باطلہ کو حقیر قرار دیا تو ﴿ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (55) ﴾ ”وہ بولے: کیا تم ہمارے پاس (واقعی) حق لائے ہو یا (ہم سے) کھیل (کی باتیں) کرتے ہو؟“ یعنی یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو کیا کھیل کی باتیں ہیں یا واقعی تم کوئی حق بات لائے ہو کیونکہ یہ باتیں تو آپ سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں۔

﴿ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ؗۖ ﴾ ”(ابراہیم نے) کہا: (نہیں) بلکہ تمھارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔“ یعنی تمھارا پروردگار وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے آسمانوں کو، زمین کو اور ان میں موجود مخلوقات کو پیدا فرمایا، الغرض! تمام اشیاء کا وہی خالق ہے۔ ﴿ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (56) ﴾ ”اور میں اس (بات) پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔“ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں ہے۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ⑤⑦ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا

اور اللہ کی قسم! تمھارے پیٹھ پھیر کر چلے جانے کے بعد میں ضرور بالضرور تمھارے بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا ⑤⑦ پھر اس نے ان کے بڑے

لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ⑤⑧ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ

(بت) کے سوا ان (سب) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ⑤⑧ وہ کہنے لگے: کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (حال) کیا

الظّٰلِمِيْنَ ⑤⑨ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ⑥⓪ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى

ہے؟ بلاشبہ وہ ضرور ظالموں میں سے ہے ⑤⑨ (بعض) کہنے لگے: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے ⑥⓪ انھوں نے

اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ⑥① قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ⑥②

کہا: پھر تم اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لے آؤ، تاکہ وہ گواہ رہیں ⑥① انھوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (کام)

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ⑥③

کیا ہے؟ ⑥② اس (ابراہیم) نے کہا: (نہیں) بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے نے کیا ہے، پس تم ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں ⑥③

تفسیر آیات: 63-57

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا: ابراہیم نے قسم کھائی اور اپنی قوم کے بعض لوگوں کو سنا بھی دی کہ وہ ان کے بتوں کے خلاف ضرور ایک خفیہ چال چلیں گے اور جب وہ اپنی عید کے لیے چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے بتوں کو ضرور توڑ پھوڑ دیں گے، ان کا عید کا ایک تہوار تھا، جسے منانے کے لیے وہ شہر سے باہر جایا کرتے تھے۔ ابواسحاق نے ابواحوص سے اور انھوں نے عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ جب عید منانے کے لیے شہر سے باہر جانے لگے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی آئے اور کہنے لگے: کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے؟ آپ نے فرمایا: میں بیمار ہوں جبکہ آپ نے ان سے کل ہی تو یہ فرمایا تھا: ﴿ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ⑤⑦ ﴾ ”اور اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمھارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔“ اور کچھ لوگوں نے آپ کی اس بات کو سن لیا تھا۔①

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا ﴾ ”پھر اس نے ان کو (توڑ کر) ریزہ ریزہ کر دیا۔“ یعنی تمام کے تمام بتوں کو توڑ دیا اور ریزہ ریزہ کر دیا ﴿ اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ ﴾ ”مگر ان کے ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا۔)“ یعنی ان کے نزدیک جو سب سے بڑا بت تھا، صرف اسے نہ توڑا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 93:37) ”پھر ان کو دائیں ہاتھ سے مارتا (اور توڑتا) ہوا ان پر پل پڑا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ⑤⑧ ﴾ ”تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔“ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے بڑے بت کے ہاتھ پر کلہاڑا رکھ دیا تاکہ وہ یہ خیال کریں کہ اس بڑے بت نے غیرت میں آ کر چھوٹے بتوں کو پاش پاش کر دیا ہے اور اس نے اس بات سے نفرت کی ہے کہ اس کے ساتھ ان چھوٹے چھوٹے بتوں کی بھی پوجا کی جائے، اس لیے

---

① الدرالمنثور: 577/4.

اس نے انھیں توڑ دیا ہے۔ ﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿59﴾﴾ ”کہنے لگے: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (معاملہ) کس نے کیا؟ یقیناً وہ تو ظالموں میں سے ہے۔“ یعنی جب وہ واپس آئے اور انھوں نے اس توہین و تذلیل کو دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کی کی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ یہ بت معبود نہیں ہو سکتے، نیز وہ اس بات کی بھی دلیل تھی کہ ان بتوں کے پوجنے والے عقل سے عاری ہیں۔ ﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿59﴾﴾ ”کہنے لگے: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (معاملہ) کس نے کیا؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔“ یعنی بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کرنے میں۔ ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿60﴾﴾ ”لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں۔“ یہ ان لوگوں نے کہا تھا جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو سن لیا تھا کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ آپ ان کے بتوں کے خلاف ضرور ایک خفیہ چال چلیں گے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿61﴾﴾ ”وہ بولے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ رہیں۔“ یعنی ایک بہت بڑے مجمع میں انھیں سب لوگوں کے سامنے لاؤ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی بڑا مقصد یہی تھا کہ آپ اس بہت بڑے مجمع میں یہ بیان فرما دیں کہ ان بتوں کی عبادت جہالت کی کثرت اور عقل کی قلت کی دلیل ہے کیونکہ بت تو اپنی کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکتے اور نہ اپنے لیے کسی نفع کے مالک ہیں تو یہ نفع و نقصان کے لیے ان سے رجوع کیوں کرتے ہیں۔ ﴿قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿62﴾﴾ ”وہ کہنے لگے: اے ابراہیم! بھلا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ تو نے کیا ہے؟“ ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ”(ابرہیم نے) کہا: بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا (ہوگا۔)“ آپ کا اشارہ اس بڑے بت کی طرف تھا جسے آپ نے چھوڑ دیا تھا اور توڑا نہیں تھا۔ ﴿فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿63﴾﴾ ”پس اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اس لیے فرمایا تاکہ وہ جلدی سے جواب دیتے ہوئے یہ اعتراف کر لیں کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں اور یہ بت ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو جمادات میں سے ہونے کی وجہ سے کوئی حس و حرکت ہی نہیں کر سکتا۔

ابراہیم علیہ السلام کے تین توریے: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ إِبْرَاهِيمَ۔ عليه السلام۔ لَمْ يَكْذِبْ غَيْرَ ثَلَاثٍ: ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللّٰهِ، قَوْلُهٗ: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ وَقَوْلُهٗ: ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝﴾ (الصّٰٓفّٰت 89:37)۔ قَالَ۔: وَبَيْنَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ، وَمَعَهٗ سَارَةُ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَأَتَى الْجَبَّارَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ هٰهُنَا بِأَرْضِكَ رَجُلٌ مَّعَهُ امْرَأَةٌ أَحْسَنُ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَجَاءَ، فَقَالَ: مَاهٰذِهِ الْمَرْأَةُ مِنْكَ؟ قَالَ: هِيَ أُخْتِي، قَالَ: فَاذْهَبْ فَأَرْسِلْ بِهَا إِلَيَّ، فَانْطَلَقَ إِلٰى سَارَةَ فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَقَدسَأَلَنِي عَنْكِ، فَأَخْبَرْتُهٗ: أَنَّكِ أُخْتِي، فَلَا تُكَذِّبِينِي عِنْدَهٗ، فَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللّٰهِ، وَإِنَّهٗ لَيْسَ فِي الْأَرْضِ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ. فَانْطَلَقَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَلَمَّا أَنْ دَخَلَتْ عَلَيْهِ

فَرَآهَا أَهْوٰى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا فَأُخِذَ أَخْذًا شَدِيدًا، فَقَالَ: اُدْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ لَهٗ فَأُرْسِلَ، فَأَهْوٰى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا، فَأُخِذَ بِمِثْلِهَا أَوْ أَشَدَّ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ الثَّالِثَةَ فَأُخِذَ. فَذَكَرَ مِثْلَ الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، فَقَالَ: اُدْعِي اللّٰهَ فَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ لَهٗ فَأُرْسِلَ، ثُمَّ دَعَا أَدْنٰى حُجَّابِهٖ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ، وَلٰكِنَّكَ أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ، أَخْرِجْهَا وَأَعْطِهَا هَاجَرَ، فَأُخْرِجَتْ وَأُعْطِيَتْ هَاجَرَ، فَأَقْبَلَتْ، فَلَمَّا أَحَسَّ إِبْرَاهِيمُ بِمَجِيئِهَا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهٖ، وَقَالَ: مَهْيَمْ؟ قَالَتْ: كَفَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ الْفَاجِرِ، وَأَخْدَمَنِي هَاجَرَ]

”ابراہیم علیہ السلام نے تین بار کے سوا کبھی خلاف واقعہ بات نہیں کہی، ان میں سے دو بار کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تھا: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ”بلکہ یہ ان کے ان بڑے (بت) نے کیا (ہوگا۔)“ اور ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝﴾ (الصّٰفّٰت 37:89) ”بلاشبہ میں بیمار ہوں۔“ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جابر بادشاہ کی زمین میں چل رہے تھے اور حضرت سارہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں، آپ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو اس جابر بادشاہ سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کی زمین میں ایک شخص نے پڑاؤ ڈالا ہے اور اس کے پاس ایک ایسی عورت ہے جو سب لوگوں سے خوبصورت ہے۔ اس نے آپ کی طرف پیغام بھیجا، آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے پوچھا کہ یہ عورت تمھاری کیا لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ اس نے کہا: جاؤ اور اسے میرے پاس بھیج دو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس جابر بادشاہ نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ تم میری بہن ہو، لہٰذا اس کے پاس میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ اللہ کی کتاب میں تو میری بہن ہے (دینی بہن) اور اس سرزمین میں میرے اور تمھارے علاوہ دوسرا کوئی مسلمان نہیں ہے، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام انھیں لے گئے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی، جب حضرت سارہ اس (ظالم بادشاہ) کے پاس گئیں اور اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف مائل ہوا اور اس نے آپ کو پکڑنا چاہا تو وہ بہت شدت کے ساتھ جکڑا گیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کرو، میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی تو وہ چھوٹ گیا مگر وہ پھر پکڑنے کے لیے آپ کی طرف لپکا تو پہلے ہی کی طرح یا اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جکڑا گیا اور پھر تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور وہ پکڑا گیا اور اس کی تفصیل بھی پہلی دو بار کی طرح بیان فرمائی، بہر حال اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر، میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، حضرت سارہ نے دعا کی تو وہ چھوٹ گیا، پھر اس نے اپنے قریب ترین دربان کو بلایا اور کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ شیطان کو لے آئے ہو،① اسے یہاں سے نکال دو اور اسے ہاجرہ دے دو۔ حضرت سارہ کو وہاں سے نکال دیا گیا اور آپ کو (خدمت کے لیے) ہاجرہ دے دی گئی۔ اس کے بعد آپ واپس تشریف لے

---

① یہاں شیطان سے مراد بڑا سرکش جن ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ جنات کو بہت عظیم سمجھتے تھے اور تمام خوارقِ عادت واقعات کو جنات کا تصرف قرار دیتے تھے، اس فاجر و کافر بادشاہ کے ساتھ جو جکڑے جانے اور مرگی کا دورہ پڑنے کا واقعہ پیش آیا اس کی وجہ سے اس نے یہ خلاف عادت واقعہ سارہ کی طرف منسوب کیا اور اسی تناظر میں انھیں بڑا جن قرار دیا اور تعظیمًا خدمت کے لیے ہاجر دے دی۔ (فتح الباری: 475/6، حدیث: 3358) بنابریں ایک طرف شیطان کہنے اور دوسری طرف بطور ہدیہ خادمہ دینے میں جو تعارض تھا وہ حل ہو گیا۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (64) ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ

پھر وہ اپنے نفسوں میں (سوچتے ہوئے) لوٹے تو (باہم) کہنے لگے: بے شک تم ہی ظالم ہو (64) پھر وہ (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کے بل اوندھے

عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (65) قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا

ہو رہے (اور کہا:) بلاشبہ تو جانتا ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں (65) اس (ابراہیم) نے کہا: کیا پھر تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمھیں کچھ نفع نہیں

وَّلَا يَضُرُّكُمْ (66) اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (67)

دے سکتے اور نہ تمھیں نقصان دے سکتے ہیں؟ (66) تُف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟ (67)

آئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آپ کی آمد کو محسوس کیا تو انھوں نے نماز کو موقوف کر دیا اور فرمایا: کیا خبر ہے؟ حضرت سارہ نے جواب دیا کہ اس کافر و فاجر کے مکر کو اللہ تعالیٰ نے روک دیا اور خدمت کے لیے اس نے مجھے ہاجرہ دی ہے۔'' محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب حدیث کو بیان کرتے تو وہ فرماتے: اے آسمان کے پانی کے بیٹو! (اے اہل عرب!) یہ ہیں وہ ہاجر① جو تمھاری ماں ہیں۔②

تفسیر آیات:67-64

بتوں کی عاجزی کے بارے میں قوم کا اعتراف: اللہ تعالیٰ نے قوم ابراہیم کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان سے مذکورہ باتیں کیں تو ﴿ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''انھوں نے اپنے نفسوں کی طرف (غور کرنے کے لیے) رجوع کیا۔'' اور اپنے بتوں کی حفاظت و نگہداشت نہ کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کی۔ ﴿ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (64) ﴾ ''تو وہ (آپس میں) کہنے لگے: بے شک تم ہی ظالم ہو۔'' یعنی انھیں تنہا چھوڑ گئے کہ ان کے پاس کوئی محافظ نہ تھا۔ ﴿ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ ﴾ ''پھر اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے۔'' زمین کی طرف دیکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (65) ﴾ ''یقیناً آپ تو جانتے ہیں یہ بولتے نہیں۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس وقت یہ لوگ درحقیقت بدترین قسم کی حیرت میں مبتلا تھے، اسی وجہ سے انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ تو بولتے ہی نہیں۔③ لہٰذا آپ ہم سے یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو، جب انھوں نے اس کا اعتراف کر لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (66) ﴾ ''کیا پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ تمھیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔'' یعنی جب یہ بت بول نہیں سکتے، نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے تو

---

① اسے ہی اردو میں ہاجرہ پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ ② ملخص از صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء 125:4)......، حدیث:3358, 2217, 6950 وصحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل ﷺ، حدیث:2371 وسنن أبی داود، الطلاق، باب فی الرجل يقول لامرأته يا أختی، حدیث:2212 والسنن الکبرٰی للنسائی، المناقب، سارة رضی اللہ عنہا:5/97, 98، حدیث:8373, 8374 البتہ ابن کثیر کے مطابق الفاظ نہیں ملے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2455/8 لیکن یہاں ......غیرة سوء ''قوم نے بہت غیرت محسوس کی ہے'' کے الفاظ ہیں۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿68﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى

انھوں نے کہا: اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو تو اس (ابراہیم) کو جلادو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو ﴿68﴾ ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی

اِبْرٰهِيْمَ ﴿69﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿70﴾

اور سلامتی والی ہو جا ﴿69﴾ اور انھوں نے اس (ابراہیم) کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا تو ہم نے انھیں انتہائی خسارے والے بنا دیا ﴿70﴾

پھر تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ ﴿ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿67﴾ ﴾ ”تف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان پر۔ تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“ یعنی کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم کیسی ضلالت اور کس قدر غلیظ قسم کے کفر میں مبتلا ہو کہ ایسی ضلالت اور ایسے کفر کو کوئی جاہل، ظالم اور فاجر ہی اختیار کر سکتا ہے، الغرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت کو پوری طرح تمام کر دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ...... ﴾ الآية (الأنعام 83:6) ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی......۔“

تفسیر آیات: 68-70

آتش نمرود کا گلزار ہونا: جب ان کی حجت ناکام ہوگئی، ان کا عجز نمایاں ہوگیا، حق ظاہر ہوگیا اور باطل نابود ہوگیا تو انھوں نے اپنی حکومت کی طاقت وقوت کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور کہا: ﴿ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿68﴾ ﴾ ”اگر تمھیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔“ اور پھر اس کے لیے انھوں نے بہت زیادہ ایندھن جمع کیا۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ نذر مانتی کہ اگر وہ صحت یاب ہوگئی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی جانے والی اس آگ میں ایندھن جھونکے گی، پھر انھوں نے اس ایندھن کو ایک بہت بڑے گڑھے میں جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جس کے شعلے بہت ہی بلند ہوگئے حتی کہ آج تک کبھی اس طرح کی آگ نہیں جلائی گئی تھی اور پھر انھوں نے فارس کے ایک کُردی اَعرابی کے اشارے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے ایک پلڑے میں رکھا۔ شعیب جبائی کہتے ہیں کہ اس کا نام ہیزن تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔ انھوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ”میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“ ①

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اس وقت کہا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے یہ کہا تھا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ڰ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ ﴾ (آل عمران 173:3) ”یقیناً کفار نے تمھارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے کہ ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے: ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت

---

① تفسیر الطبری: 58,57/17.

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (71) وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ

اور ہم نے اسے (ابراہیم) اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے اہلِ عالم کے لیے برکت رکھی تھی (71) اور ہم نے

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (72) وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

اسے اسحٰق بخشا، اور یعقوب مزید (دیا)، اور ہم نے ہر ایک کو صالح بنایا (72) اور ہم نے انھیں امام بنایا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو)

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۚۙ (73)

راہ ہدایت بتاتے تھے اور ہم نے ان پر نیکیاں کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکاۃ دینے کی وحی کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار (بندے)

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ

تھے (73) اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم دیا اور ہم نے اسے اس بستی سے نجات دی وہ (جس کے باشندے) بدکاریاں کرتے تھے۔

5 ع 2 5 اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ (74) وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۧ (75)

بلاشبہ وہ بہت برے (اور) نافرمان لوگ تھے (74) اور ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کیا، بے شک وہ صالحین میں سے تھا (75)

اچھا کارساز ہے۔“ ①

سعید بن جبیر نے کہا جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بارش کے خازن فرشتے نے کہنا شروع کیا کہ مجھے کب بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے کہ میں اسے برسا دوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے کہیں تیز رفتار تھا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (69)﴾ ”اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجبِ) سلامتی (بن جا۔)“ تو زمین میں جو بھی آگ تھی وہ بجھ گئی۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو عالیہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ﴿بَرْدًا﴾ کے ساتھ ﴿وَّسَلٰمًا﴾ نہ فرمایا ہوتا تو آگ اس قدر شدید سرد ہو جاتی کہ اس کی شدید سردی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف ہوتی۔ ③ قتادہ کہتے ہیں کہ اس دن چھپکلی (یا اس کی نسل کے اس سے بڑے ایک جانور) کے سوا ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کا نام فُوَيْسِق رکھا۔ ④

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (70)﴾ ”اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا تھا مگر ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والا کر دیا۔“ یعنی مغلوب اور خائب و خاسر کر دیا کیونکہ انھوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ مکر کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنا دیا اور وہ سب مغلوب اور خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔

تفسیر آیات: 75-71

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ ……﴾ (ال عمرٰن 173:3)، حدیث: 4564,4563 .

② تفسیر الطبری: 58/17 و الدر المنثور: 579/4 . ③ تفسیر الطبری: 59/17 و الدر المنثور: 580/4. ④ تفسیر الطبری: 60/17.

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کی طرف ہجرت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی آگ سے محفوظ رکھا اور پھر ان کے درمیان سے آپ کو صحیح سلامت نکال کر شام کی مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کی توفیق عطا فرما دی۔ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ﴾ ’’اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیے اور مستزاد برآں یعقوب۔‘‘ عطاء اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿نَافِلَةً ؕ﴾ کے معنی عَطِیّہ کے ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور حکم بن عُیَینہ کا قول ہے کہ ﴿نَافِلَةً ؕ﴾ کے معنی اولاد کی اولاد ہیں۔ ② یعنی یعقوب اسحاق کے بیٹے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○﴾ (ہود 71:11) ’’تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔‘‘ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صرف ایک بیٹے کی دعا کی تھی: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○﴾ (الصّٰٓفّٰت 100:37) ’’اے میرے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے (ہو۔)‘‘ ③ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نہ صرف اسحاق عطا فرمائے بلکہ مزید برآں یعقوب بھی عطا فرمائے۔ ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾﴾ ’’اور ہم نے سب کو نیک صالح بنایا۔‘‘ یعنی یہ سب اہل خیر وصلاح تھے۔ ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً﴾ ’’اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا۔‘‘ جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ ﴿يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ’’ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے دین کی دعوت دیتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ﴾ ’’اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے کی وحی بھیجی۔‘‘ خیرات کے بعد نماز اور زکاۃ کا ذکر عام پر خاص کے عطف کے قبیل سے ہے۔ ﴿وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ۙۚ﴾ ’’اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔‘‘ یعنی جو وہ لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے خود بھی اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ لوط بن ہاران بن آزر ہیں، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے، ان کی اتباع کی اور ان کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ﴾ (العنکبوت 26:29) ’’پس ان پر (ایک) لوط ایمان لائے اور (ابراہیم) کہنے لگے کہ میں یقیناً اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کو دانائی اور علم بخشا، ان کی طرف وحی نازل فرمائی اور نبوت سے سرفراز فرما کر سَدُوم اور گردونواح کی بستیوں کی طرف بھیجا مگر ان لوگوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد اور ہلاک کر ڈالا جیسا کہ قرآن عزیز میں ان کے واقعے کو کئی ایک جگہوں پر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ۙ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾﴾ ’’اور ہم نے اسے اس بستی سے، جہاں کے لوگ ناپاک کام کیا کرتے تھے، بچا نکالا، بے شک وہ برے اور بدکردار لوگ تھے اور انھیں (لوط علیہ السلام)

---

① تفسیر الطبری :64,63/17. ② تفسیر الطبری :63/17 وتفسیر ابن أبی حاتم :2457/8 . ③ تفسیر الطبری :63/17.

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ (76)

اور نوح کو بھی (یاد کریں) جب اس سے پہلے اس نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، پھر ہم نے اسے اور اس کے اہل (مومنوں) کو بہت

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

بڑے غم سے نجات دی (76) اور ہم نے اس کی اس قوم کے خلاف مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، بے شک وہ برے لوگ تھے، سو ہم نے

اَجْمَعِيْنَ (77)

ان سب کو غرق کر دیا (77)

اپنی رحمت (کے محل) میں داخل کیا، کچھ شک نہیں کہ وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔“

تفسیر آیات: 77,76

نوح اور ان کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول نوح علیہ السلام کی دعا کو اس وقت شرفِ قبولیت سے نوازا جب ان کی قوم نے تکذیب کی اور انھوں نے اپنی قوم کے بارے میں بددعا کی: ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○﴾ (القمر 10:54) ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں (ان سے) تو ہی انتقام لے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○﴾ (نوح 27,26:71) ”اور (پھر) نوح نے کہا: میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے یقیناً اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے ہی بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔“ اور بیان فرمایا: ﴿اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ ”جب (اس سے) پیشتر انھوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے اہل کو نجات دی۔“ یعنی جو ان کے ساتھ ایمان لے آئے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ○﴾ (ہود 40:11) ”اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو (کشتی میں سوار کر لو) اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ (76)﴾ ”بہت بڑے غم سے۔“ یعنی شدت، تکذیب اور ایذا سے، حضرت نوح علیہ السلام نے ان میں ساڑھے نو سو سال گزارے تھے، انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر ان میں بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے وہ کافر لوگ ہمیشہ آپ کو تکلیف پہنچانے کے درپے رہتے اور نسلاً بعد نسل اور قرناً بعد قرن آپ کی مخالفت ہی کی وصیت کرتے رہتے تھے۔ ﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (77)﴾ ”اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ان کے خلاف ہم نے اس (نوح) کی مدد کی، بے شک وہ برے لوگ تھے، سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔“ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کو نجات بخشی اور ان کی مدد فرمائی اور ان کی تکذیب کرنے والے سب کے سب لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑا جیسا کہ ان کے نبی نے ان کے بارے

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا

اور (یاد کریں) داود اور سلیمان کو جب وہ دونوں اس کھیتی کی بابت فیصلہ کر رہے تھے جسے رات کو (ایک) قوم کی بکریاں چر گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلے

لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿78﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

کے شاہد تھے ﴿78﴾ پھر ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا، اور ہر ایک کو ہم نے حکم (نبوت) اور علم دیا، اور ہم نے داود کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر

دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿79﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ

کیے تھے، وہ تسبیح کرتے تھے، اور (یہ) ہم ہی کرنے والے تھے ﴿79﴾ اور ہم نے اسے تمھارے لیے زرہ بنانا سکھایا تھا، تاکہ تمھاری لڑائی (کی تکلیف)

مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿80﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى

سے تمھیں بچائے، تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟ ﴿80﴾ اور (ہم نے) سلیمان کے لیے تند و تیز ہوا (مسخر کر دی)، وہ اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف

الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿81﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ

چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہی ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں ﴿81﴾ اور کئی شیطان بھی (تابع کیے تھے) جو اس کے لیے (سمندر میں)

يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿82﴾

غوطہ لگاتے، اور اس کے علاوہ بھی کئی کام کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگران تھے ﴿82﴾

میں بددعا کی تھی۔

تفسیر آیات: 82-78

حضرت داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر: ابو اسحاق نے مُرَّہ سے، انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہاں جس کھیتی کا ذکر ہے اس سے مراد انگوروں کی کھیتی ہے جس کے خوشے بہت ہی جھکے ہوئے تھے۔① شریح کا بھی یہی قول ہے۔② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نَفَش کے معنی چرنے کے ہیں۔③ شریح، زہری اور قتادہ کا قول ہے کہ نفش رات کے وقت چرنے کو کہتے ہیں۔④ قتادہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دن کے وقت چرنے کو ھَمَل کہتے ہیں۔⑤ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ﴾ ”اور داود اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئی (اور اسے روند گئی) تھیں“ کے بارے میں ابن جریر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انگور کے خوشے پیدا ہوئے تھے مگر بکریوں نے انھیں خراب کر دیا تھا تو داود علیہ السلام نے بکریوں کے بارے فیصلہ کیا کہ یہ انگوروں کے مالک کو دے دی جائیں، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ کے نبی! اس کے علاوہ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے، انھوں نے فرمایا: وہ کیا؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: انگور بکریوں کے مالک کو دے دیے جائیں، وہ ان کی حفاظت کرے حتی کہ وہ اس طرح ہو جائیں جس طرح پہلے تھے اور بکریاں انگوروں کے مالک کو دے دی جائیں حتی

---

① تفسیر البغوی: 298/3 و تفسیر الطبری: 67/17. ② تفسیر الطبری: 67/17 . ③ تفسیر الطبری: 70/17 و الدر المنثور: 585/4 . ④ تفسیر الطبری: 70,69/17 . ⑤ تفسیر الطبری: 70/17 .

کہ جب انگور اس طرح ہو جائیں جیسے پہلے تھے تو بکریاں ان کے مالک کو واپس کر دی جائیں۔ یہی معنی ہیں اس ارشادِ باری تعالیٰ کے: ﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ ﴾ ”تو ہم نے وہ (فیصلہ کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا۔“ عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ①

قاضی کی فہم وفراست: فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ ﴾ ”تو ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (حکمت ونبوت) اور علم بخشا تھا۔“ ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے کہ اِیاس بن معاویہ کو جب قاضی مقرر کیا گیا تو ان کے پاس حسن بصری آئے تو ایاس رونے لگے، حسن نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: اے ابوسعید! مجھے قاضیوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ جو قاضی اجتہاد سے کام لے اور غلطی کرے تو وہ جہنم رسید ہوگا اور جو شخص خواہش نفس کی طرف مائل ہو جائے تو وہ بھی جہنم رسید ہوگا اور جو شخص اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے داود و سلیمان علیہما السلام اور دیگر انبیائے کرام کے جو واقعات بیان کیے ہیں ان سے لوگوں کی اس بات کی تردید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿78﴾ ﴾ ”اور داود اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئی (اور اسے روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔“ اس میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف فرمائی ہے لیکن داود علیہ السلام کی مذمت نہیں کی، پھر حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکام کے لیے تین شرطیں عائد کی ہیں: (1) وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کر کے ان کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت، یعنی دنیوی منفعت حاصل نہیں کریں گے۔ (2) خواہشات نفسانی کی پیروی نہیں کریں گے۔ (3) اور فیصلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈریں گے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (صٓ 26:38) ”اے داود! ہم نے آپ کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، آپ لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کریں اور خواہش کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ ﴾ (المآئدۃ 44:5) ”تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔“ ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ ﴾ (المآئدۃ 44:5) ”اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچنا۔“ ②

مسئلہ اجتہاد: تمام انبیائے کرام علیہم السلام معصوم اور اللہ کی طرف سے تائید یافتہ تھے۔ اس بات میں محقق علمائے سلف وخلف میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ انبیائے کرام کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں صحیح بخاری میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ) فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ] ”جب

---

① تفسیر الطبری: 68,67/17. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2458/8 والدر المنثور: 587,586/4.

حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جب وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔‘‘① اس حدیث میں اس بات کی تردید ہے کہ قاضی جب اجتہاد کرے اور اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو وہ آگ میں جائے گا، (جیسا کہ ایاس بن معاویہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے) قرآن کریم میں مذکورہ کھیتی کے فیصلے والے قصے کے قریب قریب وہ قصہ بھی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَيْنَمَا امْرَأَ تَانِ مَعَهُمَا ابْنَانِ لَهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَأَخَذَ أَحَدَ الِابْنَيْنِ (فَتَحَاكَمَتَا) إِلٰى دَاوُدَ، فَقَضٰى بِهِ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا، فَدَعَاهُمَا سُلَيْمَانُ، فَقَالَ: هَاتُوا السِّكِّينَ أَشُقُّهُ (بَيْنَكُمَا)، فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا لَا تَشُقَّهُ ، فَقَضٰى بِهِ لِلصُّغْرٰى] ’’دو عورتوں کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے، ایک بھیڑیا آیا اور اس نے دونوں لڑکوں میں سے ایک لڑکا اٹھا لیا تو دونوں داود علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے چلی گئیں تو انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، دونوں فیصلہ کرانے کے بعد باہر نکلیں تو سلیمان علیہ السلام نے دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ چھری لاؤ تا کہ میں اس بیٹے کو کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دوں، یہ سن کر چھوٹی نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، بیٹا اس کا ہے، اسے نہ کاٹو تو یہ سن کر سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔‘‘②

امام نسائی رحمہ اللہ نے کتاب القضا میں اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے: بَابُ الْحَاكِمِ يُوهِمُ خِلَافَ الْحُكْمِ لِيَتَعَلَّمَ الْحَقَّ ’’حاکم کا حق معلوم کرنے کے لیے فیصلے کے خلاف اظہار کرنا۔‘‘③

داود علیہ السلام ایک خوش الحان قاری: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ﴾ ’’اور ہم نے پہاڑوں کو داود کے تابع کر دیا تھا کہ وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (فرماں بردار کر دیا تھا۔)‘‘ اس لیے کہ داود علیہ السلام اپنی کتاب زبور کی جب تلاوت فرماتے تو بہت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب آپ ترنم سے تلاوت فرماتے تو ہوا میں پرندے رک جاتے اور آپ کے ساتھ تلاوت میں شامل ہو جاتے تھے، نیز پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تلاوت میں شامل ہو جاتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا جبکہ رات کو وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، ان کی آواز بھی بہت ہی اچھی تھی، آپ ٹھہر کر ان کی تلاوت کی سماعت فرماتے رہے اور پھر فرمایا: [لَقَدْ (أُوتِيَ هٰذَا) مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ

---

① صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجرالحاكم إذا اجتهد......، حديث:7352 وصحيح مسلم، الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد......، حديث:1716 والسنن الكبرٰى للنسائي، القضاء، باب ثواب الإصابة في الحكم بعد الاجتهاد......:461/3 ، حديث:5920 واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ مسند أبي عوانة، الأحكام، باب ما للحاكم من الأجر إذا اجتهد......: 168/4 میں ہیں۔ ملحوظہ: حدیث مبارکہ: [إذا اجتهد الحاكم......] المصباح المنير (عربی) کے دوسرے ایڈیشن میں رہ گئی ہے۔ ② مسند أحمد:322/2 و340 اور پہلی قوسین والا لفظ صحيح البخاري، الفرائض، باب إذا ادّعت المرأة ابنًا، حديث:6769 اور دوسری قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الأقضية، باب اختلاف المجتهدين، حديث:1720 میں ہے۔ ③ السنن الكبرٰى للنسائي، القضاء، باب التوسعة للحاكم في أن يقول للشيء الذي لا يفعله، أفعل ليستبين له الحق: 472/3، حديث:5958.

آلِ دَاوُدَ] ’’اس شخص کو آلِ داود جیسی خوش الحانی بخشی گئی ہے۔‘‘ عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت کی سماعت فرما رہے ہیں تو میں خوب بنا سنوار کر تلاوت کرتا۔ ①

داود علیہ السلام اور زرہ کی صنعتکاری: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ ﴾ ’’اور ہم نے تمھارے لیے ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تاکہ وہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔‘‘ یعنی انھیں زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ان سے پہلے زرہیں صاف تختیوں کی صورت میں تھیں، سب سے پہلے داود علیہ السلام نے ان کی کڑیاں بنائی تھیں۔ ② جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ﴾ (سبأ 34:10،11) ’’اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔‘‘ یعنی کڑی کو زیادہ کشادہ نہ کرو تاکہ کیل تنگ نہ ہو جائیں اور کیلوں کو سخت نہ کرو تاکہ کڑی تنگ نہ ہو جائے، اسی لیے ﴿ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ ﴾ ’’تاکہ تمھیں لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔‘‘ یعنی جنگ میں تمھاری حفاظت کے کام آئے۔ ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ⑳ ﴾ ’’پس کیا تم شکر کرو گے؟‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا جن سے اس نے تمھیں سرفراز فرمایا ہے اور اس نے ان کے لیے اپنے بندے داود علیہ السلام کو الہام فرمایا اور اس نے انھیں تمھارے لیے بنایا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کی بے مثال سلطنت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (81) ﴾ ’’اور (ہم نے تیز) ہوا سلیمان کے لیے (تابع فرمان کر دی) تھی جو ان کے حکم سے اس ملک (شام) میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔‘‘ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لکڑی کا ایک بہت بڑا تخت تھا جس پر امور مملکت سے متعلق تمام اشیاء گھوڑے، اونٹ، خیمے اور لشکر رکھ دیے جاتے تھے، پھر آپ ہوا کو حکم دیتے کہ وہ اسے اٹھائے تو وہ اس کے نیچے سے داخل ہو کر اسے اٹھا لیتی، اوپر لے جاتی اور اسے لے کر چلنا شروع کر دیتی اور اوپر سے گرمی سے بچانے کے لیے پرندوں کے جھنڈ سایہ فگن ہو جایا کرتے تھے اور اس طرح جہاں آپ جانا چاہتے تشریف لے جاتے، منزل مقصود پر پہنچ کر ہوا اس تخت کو زمین پر اتار دیتی اور اس سے ساز و سامان اور لشکر کو اتار دیا جاتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۙ ﴾ (صٓ 38:36) ’’پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تو ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ ﴾ (سبأ 34:12) ’’اور (ہم نے) ہوا سلیمان کے لیے (تابع کر دی تھی)، اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی۔‘‘

---

① صحيح البخاری، فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حديث:5048 مختصرًا وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث: 793 وسنن النسائی، الافتتاح، باب تزيين القرآن بالصوت، حديث:1022 والسنن الكبرٰى للبيهقی، الصلاة، باب من جهربها إذاكان من حوله لايتأذى بقراء ته:12/3، قوسین والے الفاظ نسائی کے مطابق ہیں، بخاری وغیرہ میں [أُوتِيتَ] مخاطب کا صیغہ ہے۔ ② تفسير الطبری: 72/17 .

وَاَيُّوۡبَ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ۚ‌ۖ (83) فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ

اور (یاد کریں) ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے، اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (83)

فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّاٰتَيۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا

سو ہم نے اس کی دعا قبول کی پھر جو بھی تکلیف اسے تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے اسے اس کے اہل و عیال بھی دیے، اور اپنی طرف سے

وَذِكۡرٰى لِلۡعٰبِدِيۡنَ (84)

مہربانی کے لیے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی عطا کیے، اور عبادت گزاروں کی نصیحت کے لیے (84)

سلیمان علیہ السلام کے غوطہ خور اور انجینئر: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ ﴾ ''اور دیووں (کی جماعت کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا کہ ان) میں سے بعض ان کے لیے غوطے مارتے تھے۔'' یعنی پانی میں غوطہ مار کر موتی اور جواہرات نکالتے تھے ﴿ وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا دُوۡنَ ذٰلِكَ‌ ۚ ﴾ ''اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے تھے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ○ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ ○﴾ (صٓ 38:38,37) ''اور دیووں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَكُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِيۡنَ ۙ (82) ﴾ ''اور ہم ان کے نگہبان تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا تھا تاکہ شیاطین آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں بلکہ ان میں سے ہر ایک آپ کے قبضہ و تسلط میں تھا، کوئی بھی آپ کے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا بلکہ آپ ان کے بارے میں جو چاہتے فیصلہ فرماتے، جس کو چاہتے چھوڑ دیتے اور جس کو چاہتے اپنی قید میں رکھتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ ○﴾ (صٓ 38:38) ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔''

تفسیر آیات: 84,83

ذکرِ ایوب علیہ السلام: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و اولاد اور اپنے جسم و جان کے بارے میں آزمائش کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کے پاس بہت زیادہ چوپائے، مویشی، بہت بڑی کھیتی، کثیر اولاد اور نفیس مکانات تھے مگر آزمائش میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ سارا اہل و مال جاتا رہا حتی کہ جسمانی آزمائش میں بھی مبتلا ہو گئے اور شہر کے ایک کونے میں تنہائی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، ایک اپنی بیوی کے سوا اور کوئی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، صرف وہی نیک بخت تھیں جو خدمت بجا لاتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مجبوراً لوگوں کے کام کاج بھی کرنے لگیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [(أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ) ثُمَّ الصَّالِحُونَ ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ] ''لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیائے کرام علیہم السلام پر آتی ہیں، پھر نیک لوگوں پر اور پھر ان لوگوں پر جو درجہ بدرجہ ان کے زیادہ قریب ہوں۔''① اس حدیث

---

① المعجم الکبیر للطبرانی: 245,244/24، حدیث: 626 و مسند أحمد: 172/1، قوسین والے الفاظ طبرانی اور باقی حدیث مسند احمد کے مطابق ہے۔

میں ہے: [یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی (قَدْرِ) دِینِهٖ، فَإِنْ کَانَ فِي دِینِهٖ صَلَابَةٌ زِیدَ فِي بَلَائِهٖ] ’’آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر کی جاتی ہے، اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو آزمائش میں اور اضافہ کر دیا جاتا ہے۔‘‘①

صبر کا مظاہرہ: اللہ تعالیٰ کے نبی ایوب علیہ السلام حد درجہ صابر تھے حتی کہ صبر ایوب ضرب المثل ہے۔ یزید بن میسرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی اور ان کا اہل و مال اور اولاد سب کچھ چھن گیا اور کچھ بھی باقی نہ رہا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا خوب احسن انداز میں ذکر کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے رب الارباب! میں تیری ہی تعریف کرتا ہوں، تو نے مجھ پر احسان فرمایا، مجھے مال و اولاد سے نوازا حتی کہ دل کے ہر ہر حصے میں مال و اولاد کی محبت رچ بس گئی تھی، اب جبکہ تو نے یہ سارا مال و اولاد واپس لے لیا، ان کی محبت سے میرا دل خالی کر دیا ہے تو اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، تو نے میرے ساتھ جو کیا ہے اگر میرے دشمن ابلیس کو اس کا علم ہو جائے تو وہ مجھ سے حسد کرنے لگے۔ ابلیس کو حضرت ایوب علیہ السلام کی اس بات سے بہت پریشانی ہوئی۔ ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یہ بھی عرض کی: اے اللہ! تو نے مجھے مال و اولاد عطا فرمایا لیکن میرے دروازے پر کبھی کوئی ایسا شخص کھڑا نہیں ہوا جس پر میں نے ظلم کیا ہو اور تجھے بھی اس بات کا خوب علم ہے، میرے لیے بستر بچھایا جاتا تو میں اپنے جی میں کہتا: اے میری جان! تجھے بستروں پر آرام کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تو میں تیری رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے بستر ترک کر دیا کرتا تھا۔ اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔②

ابن ابو حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَمَّا عَافَی اللّٰهُ أَیُّوبَ أَمْطَرَ عَلَیْهِ جَرَادًا مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ یَأْخُذُهٗ بِیَدِهٖ وَیَجْعَلُهٗ فِي ثَوْبِهٖ، فَقِیلَ لَهٗ: یَا أَیُّوبُ ! أَمَا تَشْبَعُ ؟ قَالَ: (یَا رَبِّ!) وَمَنْ یَّشْبَعُ مِنْ(فَضْلِكَ وَ) رَحْمَتِكَ] ’’اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو جب عافیت عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی مکڑی (ٹڈی) کی بارش نازل فرمائی، آپ انھیں ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں جمع کرنے لگے، آپ سے کہا گیا: اے ایوب! کیا آپ سیر نہیں ہوئے؟ آپ نے عرض کی: اے اللہ! آپ کے فضل اور رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے؟‘‘③ اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے④ جو دوسری جگہ آ رہی ہے۔⑤

صبر کا پھل: ﴿وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ’’اور ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی مزید

---

① مسند أحمد: 172/1و180 . ② حلیة الأولیاء لأبی نعیم الأصفهانی: 272/5، رقم: 7095 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2459/8 والدر المنثور: 589/4. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2461/8 [فَضْلِكَ] کا اضافہ اس میں ہے جبکہ ابن کثیر میں نہیں ہے اسی طرح [یَارَبِّ!] مسند أحمد: 304/2 میں ہے۔ ④ صحیح البخاری، الغسل، باب من اغتسل عریانا وحده فی خلوة ......، حدیث: 279 وصحیح مسلم، الحیض، باب جواز الاغتسال عریانا فی الخلوة، حدیث: 339 امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ایوب علیہما السلام کے غسل کے واقعات کو ایک ہی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے جبکہ صحیح مسلم میں اسی سند سے صرف حضرت موسیٰ کا واقعہ موجود ہے حضرت ایوب کا نہیں۔ اسی بنا پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ ⑤ دیکھیے صٓ، آیات: 41-44 کے ذیل میں۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿85﴾ۚۖ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یادکریں) یہ سب صابر تھے ﴿85﴾ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا،

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿86﴾

بے شک وہ صالحین میں سے تھے ﴿86﴾

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ

اور (یادکریں) مچھلی والے (یونس) کو، جب وہ (اپنی قوم سے) ناراض ہوکر چلا گیا تھا سو اس نے سمجھا تھا کہ ہم اس پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے، پھر اس

اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿87﴾ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ

نے (ہمیں) اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ہی ظالموں میں سے ہوں ﴿87﴾ پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی،

مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿88﴾

اور ہم نے اسے غم سے نجات دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں ﴿88﴾

(بخشے۔)'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعینہ ان کے وہی بال بچے لوٹا دیے گئے تھے۔ عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔① ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مجاہد سے اسی طرح روایت ہے اور حسن ا رقتادہ کا بھی یہی قول ہے۔② مجاہد کہتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا تھا کہ اے ایوب! تمھارا بال بچہ جنت میں ہے، اگر چاہو تو ہم انھی کو عطا فرما دیتے ہیں، حضرت ایوب نے جواب دیا: اے اللہ! انھیں جنت ہی میں رہنے دو، پس انھیں جنت میں رہنے دیا گیا اور دنیا میں ان کے بدلے میں اور بال بچے عطا فرما دیے گئے۔③ ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی مہربانی سے۔'' یعنی ہم نے اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے ان کے ساتھ ایسا کیا۔ ﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿84﴾﴾ ''اور عبادت کرنے والوں کے لیے (یہ) نصیحت ہے۔'' یعنی اس بارے میں ہم نے انھیں اسوہ بنا دیا تاکہ آزمائش میں مبتلا ہونے والے یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہماری نظروں میں کم تر ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی تقدیر اور آزمائش میں صبر ایوب کو پیش نظر رکھیں اور اس بات کو کبھی بھی فراموش نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت سے پُر ہے۔

تفسیر آیات: 86,85

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر: اسماعیل سے مراد حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں اور آپ کا ذکر قبل ازیں سورۂ مریم میں گزر چکا ہے۔④ اس طرح ادریس علیہ السلام کا ذکر بھی سورۂ مریم میں ہو چکا ہے۔⑤ ذوالکفل کے بارے میں کلام کے سیاق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اللہ کے نبی تھے کیونکہ انبیائے کرام کے ساتھ ملا کر ان کا تذکرہ نبی ہونے کی بنا پر ہے جبکہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذوالکفل نبی نہیں بلکہ ایک صالح شخص، عادل بادشاہ اور منصف حکمران تھے جبکہ

---

① تفسیر الطبری: 95/17. ② تفسیر الطبری: 96,95/17. ③ الدرالمنثور: 591/4 وتفسیر الطبری: 95/17 . ④ دیکھیے مریم، آیات: 55,54. ⑤ دیکھیے مریم، آیات: 57,56.

امام ابن جریر نے اس بارے میں توقف سے کام لیا ہے اور کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔① وَاللّٰہُ أَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 88,87

یونس علیہ السلام کا ذکر: اس قصے کو اس مقام کے علاوہ سورۂ صافات اور سورۂ قلم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔② یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نینویٰ نامی ایک بستی کے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا اور یہ سرزمین مَوصِل کی ایک بستی تھی، آپ نے انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کیا، حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہوکر ان کے پاس سے چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جائے گا۔ جب ان لوگوں کو یہ بات ثابت ہوگئی اور وہ سمجھ گئے کہ نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے تو وہ اپنے بچوں، چوپایوں اور مویشیوں کو لے کر صحرا کی طرف نکل گئے، انھوں نے ماؤں اور ان کے بچوں کو الگ الگ کر دیا اور پھر عزوجل کے حضور الحاح وزاری کی، اونٹ اور ان کے بچے بلبلانے لگے، گائیں اور ان کے بچے ڈکرانے لگے اور بھیڑ بکریاں اور ان کے بچے ممیانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ﴾ (یونس 98:10) ’’تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا، ہاں یونس کی قوم! کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔‘‘

یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا: یونس علیہ السلام جا کر کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو گئے، وہ کشتی ڈگمگانے لگی اور لوگوں کو غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ ایک آدمی کو کشتی سے نکال دیں تاکہ اس کا بوجھ ہلکا ہو جائے، قرعے میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا مگر انھوں نے آپ کو کشتی سے نکالنے سے انکار کر دیا، انھوں نے دوبارہ قرعہ اندازی کی تو پھر بھی آپ کا نام نکلا حتی کہ جب تیسری بار قرعہ اندازی کی تو پھر بھی آپ ہی کا نام نکلا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 141:37) ’’پس قرعہ ڈالا تو وہ مغلوب ہو گیا۔‘‘

مچھلی کا نگلنا: قرعہ ان کے نام نکل آیا، یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے، انھوں نے کپڑے اتارے اور دریا میں چھلانگ لگا دی اور بقول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بحر اخضر③ سے ایک مچھلی کو بھیجا جو دریاؤں کے پانی کو پھاڑتی ہوئی

---

① تفسیر الطبری: 100/17 . ② دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیات: 148-139 و القلم، آیات: 50-48 . ③ بحرِ محیط یا بحرِ اخضر: یہاں بحر اخضر سے مراد بحرِ محیط ہے جس میں بحیرۂ روم بھی شامل ہے۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں: ’’دنیا کے تمام بحور، سوائے بحیرۂ خزر (کیسپین) کے بحرِ محیط سے نکلے ہیں۔ ارسطو نے اپنے رسالے بیت الذّھب میں اس کا نام ’’اوقیانوس‘‘ لکھا۔ دوسرے اسے بحرِ اخضر کا نام دیتے ہیں۔ اس سمندر نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے۔ مشرق میں بحرِ ہند، بحیرۂ چین، بحر فارس (خلیج فارس)، بحر یمن (بحیرۂ عرب)، بحرِ زنج (بحرِ ہند) اس میں شامل ہیں۔ اس کا دوسرا حصہ بحر مغرب (بحیرۂ روم) ہے جو بلاد بربر (المغرب)، اندلس، افریقیہ، مصر، شام اور قسطنطنیہ کے مابین گھرا ہُوا ہے۔ بحرِ مغرب کے دیگر نام بحر اندلس، بحر اسکندریہ، بحر شام، بحر قسطنطنیہ، بحر افرنج (موجودہ بحر اوقیانوس) اور بحیرۂ رُوم ہیں۔‘‘ ◂◂

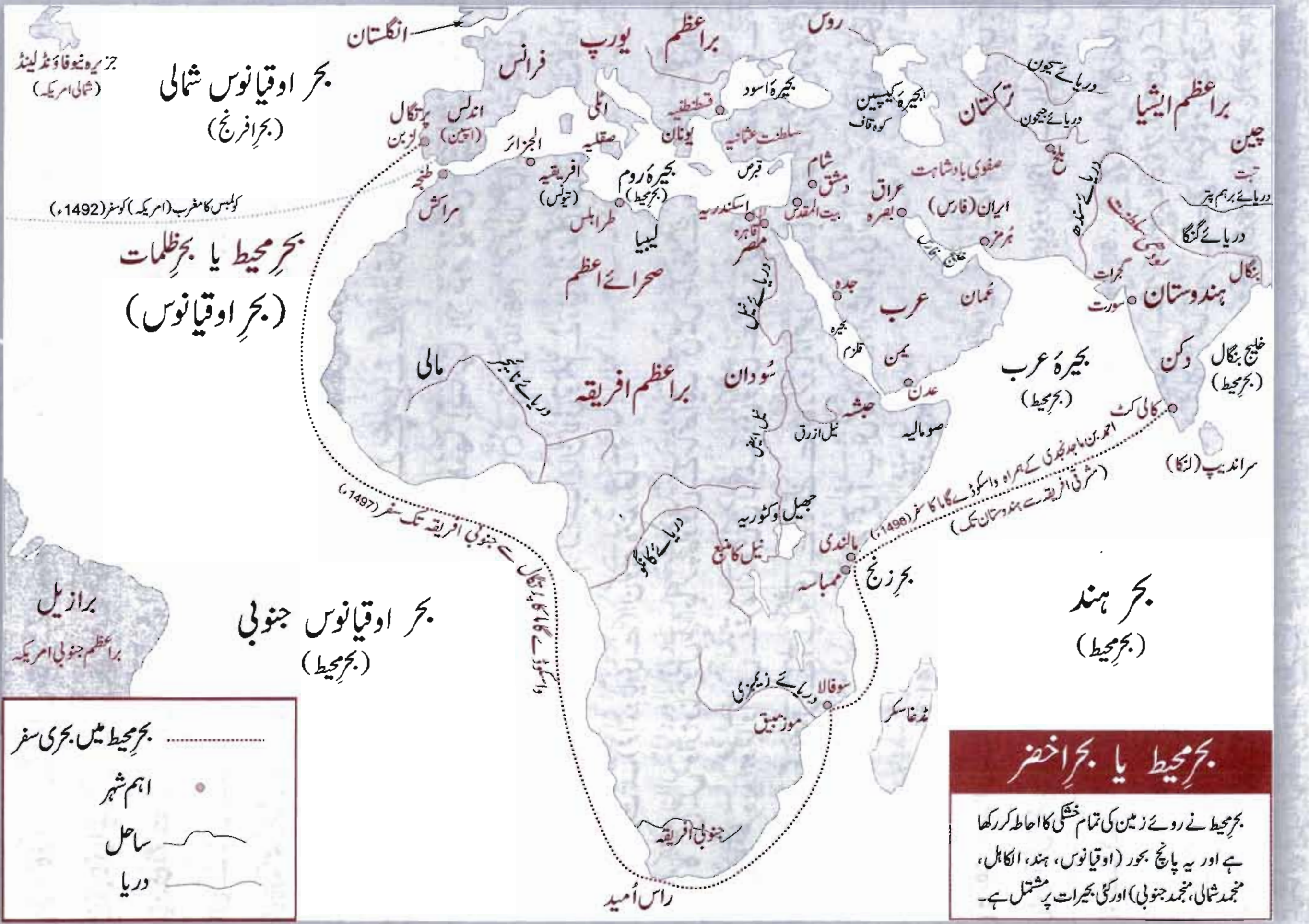
انگلستان
جزیرہ نیوفاؤنڈلینڈ
(شمالی امریکہ)
بحر اوقیانوس شمالی
(بحرِافرنج)
فرانس
یورپ
براعظم
روس
پرتگال
لزبن
اندلس
(اسپین)
اٹلی
الجزائر
صقلیہ
یونان
قسطنطنیہ
بحیرۂ اسود
سلطنت عثمانیہ
بحیرۂ کیسپین
کوہ قاف
ترکستان
دریائے سیحون
دریائے جیحون
بلخ
براعظم ایشیا
چین
تبت
دریائے برہم پتر
دریائے گنگا
دریائے سندھ
لودھی سلطنت
بنگال
گجرات
سورت
ہندوستان
دکن
خلیج بنگال
(بحرِمحیط)
طنجہ
مراکش
افریقیہ
(تیونس)
بحیرۂ روم
(بحرِمحیط)
طرابلس
قبرص
شام
دمشق
عراق
بصرہ
صفوی بادشاہت
ایران (فارس)
ہرمز
خلیج فارس
بیت المقدس
اسکندریہ
قاہرہ
مصر
لیبیا
صحرائے اعظم
دریائے نیل
جدہ
عرب
عمان
بحیرہ قلزم
یمن
عدن
بحیرۂ عرب
(بحرِمحیط)
کالی کٹ
سراندیپ (لنکا)
کولمبس کا مغرب (امریکہ) کو سفر (1492ء)
بحرِمحیط یا بحرِظلمات
(بحرِاوقیانوس)
مالی
دریائے نائیجر
براعظم افریقہ
سوڈان
حبشہ
صومالیہ
نیل ازرق
نیل ابیض
احمد بن ماجد نجدی کے ہمراہ واسکوڈے گاما کا سفر (1498ء)
(مشرقی افریقہ سے ہندوستان تک)
جھیل وکٹوریہ
نیل کا منبع
دریائے کانگو
مالندی
ممباسہ
بحرِزنج
بحر ہند
(بحرِمحیط)
واسکوڈے گاما کا پرتگال سے جنوبی افریقہ تک سفر (1497ء)
برازیل
براعظم جنوبی امریکہ
بحر اوقیانوس جنوبی
(بحرِمحیط)
دریائے زیمبزی
سوفالا
موزمبیق
مڈغاسکر
جنوبی افریقہ
راس اُمید
بحرِمحیط میں بحری سفر
اہم شہر
ساحل
دریا

بحرِمحیط یا بحرِاخضر

بحرِمحیط نے روئے زمین کی تمام خشکی کا احاطہ کر رکھا ہے اور یہ پانچ بحور (اوقیانوس، ہند، الکاہل، منجمد شمالی، منجمد جنوبی) اور کئی بحیرات پر مشتمل ہے۔

پہنچی اور اس نے اس وقت یونس علیہ السلام کو نگل لیا جب انھوں نے کشتی سے چھلانگ لگائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کی طرف وحی نازل فرمائی تھی کہ تو نے یونس کے گوشت کو نہیں کھانا اور ان کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچانا کیونکہ یونس تیرے لیے رزق نہیں ہے بلکہ تیرا پیٹ اس کے لیے محض قید خانہ ہے۔①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَذَا النُّوْنِ ﴾ یعنی مچھلی والے (کو یاد کرو۔) اسی لیے ذَا کی النون کی طرف اضافت صحیح ہے۔② فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴾ ”جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیے تو اس نے خیال کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔“ یعنی مچھلی کے پیٹ میں ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور دیگر مفسرین سے اسی طرح مروی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس قول کو اختیار کیا اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے: ﴿ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ﴾ (الطلاق 65:7) ”اور جس کے رزق میں تنگی ہو جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے تو وہ اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔“③

یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝87ڻ ﴾ ”آخر اندھیروں میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے بے شک میں قصوروار ہوں۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا تھا، اسی وجہ سے یہاں ظُلُمات جمع کا لفظ لایا گیا ہے۔④ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عمرو بن میمون، سعید بن جبیر، محمد بن کعب، ضحاک، حسن اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑤ سالم بن ابو جعد کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، اور پھر دریا کا اندھیرا تھا۔⑥ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ مچھلی دریا کو چیرتی ہوئی انھیں لے کر پیندے میں چلی گئی، یونس علیہ السلام نے دریا کے پیندے میں کنکریوں کی تسبیح کی آواز سنی تو انھوں نے بھی یہ تسبیح پڑھنا شروع کر دی: ﴿ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝87ڻ ﴾ ”تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصوروار ہوں۔“⑦ عوف اَعرابی نے کہا ہے کہ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو انھوں نے خیال کیا شاید وہ فوت ہو گئے ہیں، پھر انھوں نے اپنے دونوں پاؤں کو ہلایا، جب وہ

«« (معجم البلدان: 345-344/1) یاد رہے ارسطو نے دنیا کے عظیم تر سمندر (بحرِ محیط) کا نام اوقیانوس (Okeanos) رکھا تھا جسے انگریزی میں Ocean (بحر) کہا گیا، تاہم آج کل ”اوقیانوس“ صرف اس سمندر کو کہا جاتا ہے جسے عرب ”بحر ظلمات“ کا نام دیتے تھے جو یورپ اور افریقہ کے مغرب میں واقع ہے۔ اور ان دنوں یورپی زبانوں میں اسے Atlantic Ocean (بحرِ اوقیانوس) کا نام دیا جاتا ہے جبکہ عرب اسے المحیط الأطلنطی کہتے ہیں۔ (محسن فارانی)

① ملخص از تفسیر ابن أبي حاتم: 2464,2463/8 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

② ذُو کی اضافت ایسے اسم کی طرف ہوتی ہے جو جنس پر دالّ ہو، النون بمعنی ”الحوت“ ہے جو جنس پر دالّ ہے، اسی لیے یہاں ذَا کی اضافت اس کی طرف درست ہے۔

③ تفسیر الطبری: 105-103/17.

④ تفسیر القرطبی: 333/11.

⑤ تفسیر الطبری: 106,105/17.

⑥ تفسیر الطبری: 106/17.

⑦ تفسیر ابن أبي حاتم: 3228/10 و تفسیر القرطبی: 333/11.

ملنے لگے تو انھوں نے اپنی جگہ سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ایسی جگہ سجدہ کیا ہے، جہاں آج تک کسی نے سجدہ نہیں کیا تھا۔ ①

مشکلات میں یہ دعا کریں: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ ﴾ ’’تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات بخشی۔‘‘ یعنی انھیں مچھلی کے پیٹ اور مختلف اندھیروں سے باہر نکال دیا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿88﴾ ﴾ ’’اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔‘‘ جب وہ شدائد و مشکلات میں مبتلا ہوں اور ہماری طرف رجوع کر کے ہم سے دعا کریں، خصوصاً جب مشکل حالات میں یہ دعا کریں۔ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دعا کی ترغیب دی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو سلام کیا، انھوں نے آنکھیں بھر کر مجھے دیکھا مگر میرے سلام کا جواب نہ دیا، میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: امیر المومنین! کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے؟ میں نے دوبارہ یہ عرض کی، آپ نے فرمایا: نہیں، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں کوئی بات نہیں، البتہ میں ابھی ابھی مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے مجھے آنکھیں بھر کر دیکھا مگر میرے سلام کا جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، سعد کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیوں نہیں! حتی کہ انھوں نے بھی قسم کھائی اور میں نے بھی قسم کھائی، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بات یاد آئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کی اور کہا: ہاں، آپ کا ابھی ابھی میرے پاس سے گزر ہوا تھا اور میں اس وقت اپنے دل میں ایک بات سوچ رہا تھا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، اللہ کی قسم! میں جب بھی اس بات کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں اور دل پر پردہ چھا جاتا ہے۔

سعد کہتے ہیں: میں نے عرض کی کہ میں وہ بات بتاتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر فرمایا، پھر ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کو مشغول کر دیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا، جب مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا شانۂ نبوت کے اندر تشریف لے جائیں گے تو میں نے زمین پر اپنا پاؤں مارا، رسول اللہ ﷺ نے میری طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا: [مَنْ هٰذَا، أَبُو إِسْحَاقَ؟] ’’کون ہیں، ابواسحٰق ہیں ‘‘ میں نے عرض کی: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [فَمَهْ؟] ’’کیا بات ہے؟‘‘ میں نے عرض کی: نہیں اللہ کی قسم! کوئی بات نہیں، البتہ آپ نے دعا کا ذکر فرمایا تھا، پھر وہ اعرابی آ گیا اور اس نے آپ کو مشغول کر دیا۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، دَعْوَةُ ذِي النُّونِ، إِذْ هُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ: ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿87﴾ ﴾ فَإِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ

---

① تفسیر الطبری: 107,106/17.

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ٕ ⑧⑨ فَاسْتَجَبْنَا

اور (یاد کریں) زکریا کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا تھا: اے میرے رب! تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور تو ہی بہترین وارث ہے ⑧⑨ پھر ہم نے اس

لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

کی دعا قبول کی، اور ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا، اور ہم نے اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا، بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) نیکیوں میں جلدی کرتے

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ⑨⓪

اور ہمیں رغبت اور ڈر سے پکارتے تھے، اور وہ ہمارے لیے ہی عجز و انکسار کرنے والے تھے ⑨⓪

بِهَا مُسْلِمٌ رَّبَّهٗ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ] ”ہاں، مچھلی والے پیغمبر کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی: ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصور وار ہوں۔“ جو مسلمان اپنے رب سے کسی بھی چیز کے بارے میں یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔“① اسے امام ترمذی نے اور نسائی نے عمل الیوم واللیلة میں روایت کیا ہے۔②

ابن ابو حاتم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ دَعَا بِدُعَاءِ يُونُسَ اسْتُجِيبَ لَهٗ] ”جس نے یونس علیہ السلام کی دعا مانگی اس کے لیے قبول کی جائے گی۔“ ابو سعید کہتے ہیں کہ آپ کا اشارہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ⑧⑧ ﴾ ”اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“③

تفسیر آیات: 90,89

زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں بیٹا عطا فرمائے جو ان کے بعد نبی ہو، یہ قصہ سورۂ مریم کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے، نیز سورۂ آلِ عمران میں بھی،④ یہاں قدرے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ ﴾ ”جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔“ یعنی اپنی قوم سے چھپ کر ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا ﴾ ”میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ“ کہ میرا کوئی بیٹا اور وارث ہی نہ ہو جو میرے بعد لوگوں میں میرا جانشین قرار پائے۔ ﴿ وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ⑧⑨ ﴾ ”اور تو تو سب سے بہتر وارث ہے۔“ یہ سوال کے مناسب حال دعا اور ثنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط ﴾ ”تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو یحییٰ بخشا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ آپ کی بیوی بانجھ اور اولاد نہیں جنتی تھی مگر اللہ کے حکم سے اب ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا۔⑤

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ﴾ ”بلاشبہ یہ لوگ خیر و بھلائی (کے کاموں) میں جلدی کرتے

---

① مسند أحمد: 170/1. ② جامع الترمذی، الدعوات، باب فی دعوة ذی النون......، حدیث: 3505 و السنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلة، ذکر دعوة ذی النون: 168/6، حدیث: 10492,10491. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2465/8.
④ دیکھیے مریم، آیات: 1-15 وآل عمران، آیات: 37-41. ⑤ تفسیر الطبری: 109/17.

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

اور اس عورت کو (یاد کریں) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو اہل

لِّلْعٰلَمِيْنَ (91)

عالم کے لیے (عظیم) نشانی بنا دیا(91)

تھے۔'' یعنی نیک اعمال سر انجام دیتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لاتے تھے۔ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط﴾ ''اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے۔'' ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کی امید میں اور ہمارے عذاب کے خوف سے وہ ہمیں پکارتے تھے۔ ① ﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (90)﴾ ''اور ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔'' علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی وہ تصدیق کیا کرتے تھے۔ ② مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سچے مومن تھے۔ ③ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے ڈرتے تھے۔ ④ ابو سنان کہتے ہیں کہ خشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو ہمیشہ دل میں رہے اور اس سے کبھی بھی الگ نہ ہو۔ ⑤ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿خٰشِعِيْنَ (90)﴾ کے معنی عاجزی کرنے والے ہیں، ⑥ حسن، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کے آگے عجز و انکسار کرنے والے ہیں۔ ⑦ یہ تمام اقوال قریب المعنی ہیں۔

تفسیر آیت : 91

عیسیٰ اور مریم صدیقہ علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کو زکریا اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ ملا کر اس طرح بیان فرماتا ہے کہ پہلے زکریا علیہ السلام کے قصے کو بیان کرتا ہے اور پھر اس کے بعد مریم کے قصے کو کیونکہ ان دونوں قصوں کا آپس میں گہرا ربط ہے، اس لیے کہ زکریا علیہ السلام کے قصے میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بے حد بوڑھے انسان اور ان کی بے حد بڑھیا اور بانجھ بیوی کے ہاں بیٹا پیدا فرمایا، حالانکہ ان کے ہاں تو عالم شباب میں بھی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی، پھر اس کے بعد قصۂ مریم کو بیان کیا ہے اور وہ اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے کہ اس میں محض ایک عورت سے مرد کے ملاپ کے بغیر بچے کے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں اور پھر یہاں بھی ان دونوں واقعات کو ایک دوسرے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''اور ان کو (بھی یاد کرو) جنھوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔'' یعنی مریم علیہا السلام کو جیسا کہ سورۂ تحریم میں فرمایا: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (التحریم 12:66) ''اور عمران کی بیٹی مریم جنھوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔''

---

① تفسیر الثوری:204/1 (CD). ② تفسیر الطبری:372/1. ③ تفسیر الطبری:372/1. ④ تفسیر الطبری:372/1.
⑤ تفسیر البغوی:315/3 عن مجاھد والدر المنثور:601/4. ⑥ الدر المنثور:601/4. ⑦ تفسیر البغوی: 315/3 والدر المنثور:601/4.

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿92﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ

بلاشبہ یہ تمھارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کرو ﴿92﴾ اور انھوں نے اپنا معاملہ باہم ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا،

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿93﴾ ع فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا

(بالآخر) سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿93﴾ پس جو بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن (بھی) ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی اور

لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿94﴾

بے شک ہم اس کے لیے (اس کے اعمال) لکھنے والے ہیں ﴿94﴾

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿91﴾ ﴾ ”اور ہم نے ان کو اور ان کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔“ اس بات کی نشانی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہے پیدا فرما سکتا ہے۔ ﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴾ (یٰسٓ 82:36) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 21:19) ”اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لیے (اپنی طرف سے) نشانی بنائیں۔“

تفسیر آیات: 92-94

سب لوگ ایک امت ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ﴾ ”بلاشبہ یہ تمھاری جماعت ایک ہی جماعت ہے“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سب کا دین ایک ہے۔① امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے بیان فرما دیا ہے کہ انھوں نے کن باتوں سے اجتناب کرنا ہے اور کن کو بجا لانا ہے اور پھر جو یہ فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ﴾ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سب کا طریقہ ایک ہے۔② ﴿ هٰذِهٖٓ ﴾، ﴿ اِنَّ ﴾ کا اسم اور ﴿ اُمَّتُكُمْ ﴾، ﴿ اِنَّ ﴾ کی خبر ہے، یعنی یہ ہے تمھاری وہ شریعت جسے میں نے تمھارے سامنے واضح اور صاف صاف طور پر بیان فرما دیا ہے۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ﴾ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿92﴾ ﴾ ”اور میں تمھارا پروردگار ہوں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 52,51:23) ”اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے خوب واقف ہوں اور یہ تمھاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں سو مجھ ہی سے ڈرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاء علاتی بھائیوں (جو ایک

---

① تفسیر الطبری: 112/17 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2466/8 و الدر المنثور: 602/4 و مجموعة الفتاوٰی لابن تیمیة: 327/14 .

② مجموعة الفتاوٰی لابن تیمیة: 327/14.

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (95) حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ

اور ہر بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس پر لازم ہے کہ بلاشبہ وہ (اس کے باشندے دنیا کی طرف) نہیں لوٹیں گے (95) حتی کہ جب یاجوج اور ماجوج

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (96) وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے (دوڑتے) آئیں گے (96) اور سچا وعدہ (یوم قیامت) قریب آپہنچے گا، تب کافروں کی آنکھیں کھلی

كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (97)

کی کھلی رہ جائیں گی، (اور وہ کہیں گے:) ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم اس (وعدے) سے غفلت میں رہے، بلکہ ہم ہی ظالم تھے (97)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاء علاتی بھائیوں (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔“① انبیائے کرام کی تمام متنوع شریعتوں سے مقصود اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ﴾ ”ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“ (المآئدۃ 48:5)

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ﴾ ”اور (یہ) لوگ اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے۔“ یعنی امتوں نے اپنے رسولوں سے اختلاف کیا، ان میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق اور کچھ نے تکذیب کی، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ (93)﴾ ”سب ہماری ہی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔“ یعنی قیامت کے دن اور پھر ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی، اگر اس نے اچھا عمل کیا تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برا عمل کیا تو بری سزا ملے گی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ”جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہو گا۔“ یعنی اس کا دل تصدیق کرے گا اور وہ نیک عمل کرے گا، ﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ﴾ ”تو اس کی کوشش رایگاں نہ جائے گی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ﴾ (الکھف 30:18) ”یقیناً ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

اس کی سعی، یعنی اس کے عمل کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی جزا دی جائے گی اور اس پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (94)﴾ ”اور بلاشبہ ہم اس کے لیے (اعمال) لکھ رہے ہیں۔“ یعنی اس کے تمام اعمال لکھ لیے جائیں گے اور ان میں سے کسی بھی عمل کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 97-95

جو فوت ہو گیا وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (95)﴾ ”اور لازم ہے اس بستی (والوں) پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ بے شک وہ رجوع نہیں کریں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات مقدر کر دی گئی ہے کہ جس بستی کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا جائے وہ قیامت تک دوبارہ کبھی دنیا میں نہیں آئیں

---

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ (مریم 16:19) ……، حدیث:3443 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فضائل عیسٰی علیہ السلام، حدیث:2365 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ.

گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوجعفر باقر، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر سے اسی طرح مروی ہے۔ ①

یاجوج وماجوج کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ﴾ ”یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں۔“ قبل ازیں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ یاجوج وماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان کا تعلق نوح اور اولادِ یافث، یعنی ترکوں کے باپ سے ہے۔ ② ترک انھی میں سے ایک گروہ ہیں، انھیں اس دیوار کے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جسے ذوالقرنین نے بنایا تھا اور کہا: ﴿هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ﴾ (الکھف 18:98,99) ”یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، پس جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس کو (ڈھاکر) ہموار کردے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے (اسی روز) ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ (روئے زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں۔“

اور اسی آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿96﴾﴾ ”یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔“ یعنی فساد مچانے کے لیے جلدی کر رہے ہوں گے۔ ﴿حَدَبٍ﴾ بلند زمین کو کہتے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابوصالح اور ثوری وغیرہم کا قول ہے۔ ③ یعنی دیوار سے باہر نکلتے وقت ان کی یہ کیفیت ہوگی اور منظر نگاری اس طرح احسن انداز میں کی گئی ہے کہ یہ بات سننے والا، گویا اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ ﴿وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ۝﴾ (فاطر 35:14) ”اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“ یعنی یہ خبر اس ذات پاک نے دی ہے جو عالم ما کان وما یکون ہے اور آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور جس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔

ابن جریر نے عبید اللہ بن ابو یزید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کچھ بچوں کو دیکھا جو کھیلتے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر کود رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ یاجوج وماجوج بھی اسی طرح کودتے پھلانگتے ہوئے نکلیں گے۔ ④

قیامت سے پہلے چند علامات کا ظہور: یاجوج وماجوج کے خروج کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

[(تُفْتَحُ) يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ فَيَخْرُجُونَ عَلَى النَّاسِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿96﴾﴾ فَيَغْشَوْنَ الْأَرْضَ، وَيَنْحَازُ الْمُسْلِمُونَ عَنْهُمْ إِلٰى مَدَائِنِهِمْ وَحُصُونِهِمْ، وَيَضُمُّونَ إِلَيْهِمْ مَّوَاشِيَهُمْ وَيَشْرَبُونَ مِيَاهَ الْأَرْضِ، حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَمُرُّ بِالنَّهْرِ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهِ حَتّٰى يَتْرُكُوهُ يَبَسًا، حَتّٰى إِنَّ مَنْ بَعْدَهُمْ لَيَمُرُّ بِذٰلِكَ النَّهْرِ

---

① تفسیر الطبری:17/114 وتفسیر ابن أبی حاتم:8/2467۔ ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، الکھف، آیات: 92,96 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری:17/120۔ ④ تفسیر الطبری:17/116۔

فَيَقُولُ: قَدْ كَانَ هٰهُنَا مَاءٌ مَّرَّةً، حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا أَحَدٌ فِي حِصْنٍ أَوْ مَدِينَةٍ، قَالَ قَائِلُهُمْ: هٰؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ، بَقِيَ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يَهُزُّ أَحَدُهُمْ حَرْبَتَهُ، ثُمَّ يَرْمِي بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ إِلَيْهِ (مُخَضَّبَةً) دَمًا لِّلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ، فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، بَعَثَ اللّٰهُ دُودًا فِي أَعْنَاقِهِمْ كَنَغَفِ الْجَرَادِ الَّذِي يَخْرُجُ فِي أَعْنَاقِهِمْ فَيُصْبِحُونَ مَوْتٰى، لَا يُسْمَعُ لَهُمْ حِسًّا، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: أَلَا رَجُلٌ يَّشْرِي لَنَا نَفْسَهُ فَيَنْظُرَ مَا فَعَلَ هٰذَا الْعَدُوُّ؟ قَالَ: فَيَتَجَرَّدُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِذٰلِكَ مُحْتَسِبًا لِّنَفْسِهِ قَدْ أَوْطَنَهَا عَلٰى أَنَّهُ مَقْتُولٌ، فَيَنْزِلُ فَيَجِدُهُمْ مَّوْتٰى بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، فَيُنَادِي: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! أَلَا أَبْشِرُوا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَفَاكُمْ عَدُوَّكُمْ، فَيَخْرُجُونَ مِنْ مَّدَائِنِهِمْ وَحُصُونِهِمْ، وَيُسَرِّحُونَ مَوَاشِيَهُمْ، فَمَايَكُونُ لَهَا رَعْيٌ إِلَّا لُحُومُهُمْ، فَتَشْكَرُ عَنْهُ كَأَحْسَنِ مَا(شَكِرَتْ) عَنْ شَيْءٍ مِّنَ النَّبَاتِ أَصَابَتْهُ قَطُّ]

”یاجوج وماجوج کو کھولا جائے گا تو وہ اسی طرح نکل کر لوگوں کے پاس آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝96﴾ ”اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔“ وہ زمین کو ڈھانپ لیں گے، مسلمان ان سے چھپ کر اپنے شہروں اور قلعوں میں بند ہو جائیں گے اور اپنے جانوروں کو بھی اپنے پاس روک لیں گے، یاجوج وماجوج زمین کے پانیوں کو پی جائیں گے حتی کہ یہ لوگ جب کسی نہر کے پاس سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور اسے خشک کر دیں گے یہاں تک کہ ان کے بعد وہاں سے گزرنے والا کہے گا کہ یہاں بھی کبھی پانی ہوا کرتا تھا!

پھر جب انسانوں میں سے کوئی نہیں بچے گا سوائے ان کے جو شہروں اور قلعوں میں بند ہوں گے تو یاجوج وماجوج میں سے ایک شخص کہے گا کہ ان زمین والوں کا کام تو ہم نے تمام کر دیا، اب آسمان والے باقی رہ گئے ہیں، پھر ان میں سے ایک اپنے نیزے کو ہلائے گا اور اسے آسمان کی طرف اچھال دے گا اور پھر وہ نیزہ جب اس کی طرف واپس آئے گا تو ازراہ ابتلا وفتنہ وہ خون آلود لوٹے گا، وہ اپنی اسی حالت میں مدہوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں پر ایک کیڑے کو بھیج دے گا جو ٹڈی کی طرح ہوگا اور اس کیڑے کی وجہ سے یہ سب مر جائیں گے اور ان کی طرف سے کوئی ذرہ بھر آواز بھی سنائی نہ دے گی۔ مسلمان کہیں گے کوئی شخص ہے جو جان کی بازی لگا کر یہ معلوم کر آئے کہ یہ دشمن کس حال میں ہے تو ایک شخص حصول ثواب کی نیت سے اور اپنے آپ کو شہادت پر آمادہ کرتے ہوئے تیار ہو جائے گا، وہ ان کے پاس پہنچے گا تو دیکھے گا کہ یہ سب مر کر ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑے ہیں، وہ اعلان کرے گا کہ اے مسلمانو! تمھارے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے دشمن کو نیست و نابود کر دیا ہے، مسلمان یہ اعلان سن کر اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر نکل آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی باہر چرانے لگیں گے اور مویشی ان کے گوشت کو کھائیں گے، اس سے ان جانوروں کے تھن دودھ سے اس طرح بھر جائیں گے جیسا کہ کسی اچھی سے اچھی نباتات کے کھانے سے ان کے تھن دودھ سے بھرتے ہیں۔“① اسے ابن ماجہ نے

---

① مسند أحمد: 77/3 پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے بعض نسخوں میں [يُفْتَحُ] ہے جبکہ دوسری اور تیسری قوسین والے الفاظ سنن ابن ماجه، الفتن، باب فتنة الدجال......، حديث: 4079 میں ہیں۔

بھی بیان کیا ہے۔ ①

دوسری حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے نوّاس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کے ذکر میں آواز کو پست وبالا کیا حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے پس جب ہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے اس بات کو ہمارے چہروں سے بھانپ لیا اور آپ نے اس کے بارے میں ہم سے پوچھا تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس میں آواز کو پست وبالا فرمایا تو ہم نے خیال کیا شاید وہ (پاس والی) کھجوروں کے جھنڈ میں ہے تو آپ نے فرمایا:

[غَيْرُ الدَّجَّالِ (أَخْوَفُنِى) عَلَيْكُم فَإِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُم، فَأَنَا حَجِيجُهٗ دُونَكُم، وَإِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُم، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِيفَتِى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، إِنَّهٗ شَابٌّ جَعْدٌ قَطَطٌ، عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ، وَّإِنَّهٗ يَخْرُجُ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَّشِمَالًا، يَّاعِبَادَ اللّٰهِ! اُثْبُتُوا، قُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! مَا لَبْثُهٗ فِى الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، يَّوْمٌ كَسَنَةٍ، وَّيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَّيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَّسَائِرُ أَيَّامِهٖ كَأَيَّامِكُمْ، قُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِى هُوَ كَسَنَةٍ، (أَتَكْفِينَا) فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ؟ قَالَ:لَا، اُقْدُرُوا لَهٗ قَدْرَهٗ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَمَا إِسْرَاعُهٗ فِى الْأَرْضِ؟قَالَ: كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، قَالَ: فَيَمُرُّ بِالْحَيِّ فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهٗ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، وَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ، وَهِيَ أَطْوَلُ مَا كَانَتْ ذُرًى، وَّأَمَدُّهٗ خَوَاصِرَ، وَأَسْبَغُهٗ ضُرُوعًا، وَّيَمُرُّ بِالْحَيِّ فَيَدْعُوهُمْ (فَيَرُدُّونَ) عَلَيْهِ قَوْلَهٗ، فَتَتْبَعُهٗ أَمْوَالُهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ، لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ شَيْءٌ، وَّيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِى كُنُوزَكِ،فَتَتْبَعُهٗ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، قَالَ: وَيَأْمُرُ بِرَجُلٍ فَيُقْتَلُ، فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ إِلَيْهِ، يَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ.

قَالَ: (فَبَيْنَمَا) هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا يَّدَهٗ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، فَيَتْبَعُهٗ فَيُدْرِكُهٗ فَيَقْتُلُهٗ عِنْدَ بَابِ لُدِّالشَّرْقِيِّ۔ قَالَ:۔ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِّى قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا مِّنْ عِبَادِى لَا يَدَانِ لَكَ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِى إِلَى الطُّورِ، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾﴾ فَيَرْغَبُ عِيسٰى وَأَصْحَابُهٗ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيُرْسِلُ (اللّٰهُ) عَلَيْهِمُ نَغَفًا فِى رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ، فَيَهْبِطُ عِيسٰى وَأَصْحَابُهٗ، فَلَا يَجِدُونَ فِى الْأَرْضِ بَيْتًا إِلَّا قَدْ مَلَأَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ عِيسٰى وَأَصْحَابُهٗ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَيُرْسِلُ(اللّٰهُ)عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

---

① سنن ابن ماجه، الفتن، باب فتنة الدجال......، حديث:4079 .

قَالَ ابْنُ جَابِرٍ: فَحَدَّثَنِی عَطَاءُ بْنُ یَزِیدَ السَّکْسَکِیُّ عَنْ کَعْبٍ أَوْ غَیْرِہِ قَالَ: فَتَطْرَحُھُمْ بِالْمَھْبِلِ، قَالَ ابْنُ جَابِرٍ: فَقُلْتُ: یَا أَبَا یَزِیدَ! وَأَیْنَ بِالْمَھْبِلِ؟ قَالَ: مَطْلَعُ الشَّمْسِ، قَالَ: وَیُرْسِلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا، لَّا یَکُنُّ مِنْہُ (بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ)، أَرْبَعِینَ یَوْمًا، فَیَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰی یَتْرُکَھَا کَالزَّلَفَةِ، وَیُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِی ثَمَرَتَكِ وَرُدِّی بَرَکَتَكِ، قَالَ: فَیَوْمَئِذٍ یَّأْکُلُ النَّفَرُ مِنَ الرُّمَّانَةِ فَیَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِھَا، وَیُبَارَكُ فِی الرِّسْلِ، حَتّٰی أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَکْفِی الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ تَکْفِی الْفَخِذَ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ تَکْفِی أَھْلَ الْبَیْتِ، قَالَ: فَبَیْنَاھُمْ عَلٰی ذٰلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ رِیحًا طَیِّبَةً تَحْتَ آبَاطِھِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ کُلِّ مُسْلِمٍ، أَوْقَالَ: کُلِّ مُؤْمِنٍ، وَّیَبْقٰی شِرَارُ النَّاسِ، یَتَھَارَجُونَ تَھَارُجَ الْحَمِیرِ، وَعَلَیْھِمْ۔ أَوْقَالَ: وَعَلَیْہِ۔ تَقُومُ السَّاعَةُ]

”دجال کے علاوہ کسی اور بات سے میں تمھارے بارے میں زیادہ ڈرتا ہوں، دجال نے اگر میری موجودگی میں خروج کیا تو تمھاری طرف سے بھی میں اس پر دلیل کے ساتھ غالب آ جاؤں گا اور اگر اس نے میری عدم موجودگی میں تم میں خروج کیا تو پھر ہر شخص اپنی طرف سے اس کے ساتھ مقابلہ کرے اور ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ ہی میرا خلیفہ ہے۔ بلا شبہ دجال گھنگریالے بالوں والا جوان ہوگا، اس کی ایک آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، وہ شام و عراق کے درمیان ایک رستے پر خروج کرے گا اور دائیں بائیں فساد برپا کرے گا، اے بندگان الٰہی! تم ثابت قدم رہنا“! ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ آپ نے فرمایا: ”چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتے کے برابر اور باقی تمام دن تمھارے دنوں کی طرح ہوں گے۔“

ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ہمیں ایک دن رات کی نمازیں کفایت کریں گی؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں تم نے نماز کے وقت کا اندازہ لگانا ہوگا“ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! زمین میں اس کی تیزی کی رفتار کیا ہوگی؟ فرمایا: ”اس تیز بارش کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، فرمایا: وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے گا، انھیں اپنی طرف دعوت دے گا اور وہ اس کی دعوت کو قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو بارش برسنے لگے گی اور زمین سے فصلیں اگنے لگیں گی، لوگوں کے مویشی شام کے وقت جب ان کے پاس واپس آئیں گے تو ان کی کوہان پہلے سے بڑی ہوگی، ان کے پستان دودھ سے پہلے کی نسبت زیادہ بھرے ہوں گے اور ان کے پہلو (سیر ہونے کی وجہ سے) باہر نکلے ہوں گے اور کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے گا، انھیں بھی اپنی طرف دعوت دے گا مگر وہ اس کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے تو ان کے مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور وہ خشک سالی کا شکار ہو جائیں گے، ان کے پاس کچھ مال باقی نہ رہے گا، وہ بے آباد زمین کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اپنے خزانے باہر نکال دے تو اس کے خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلنے لگیں گے جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے پیچھے چلتی ہیں، آپ نے فرمایا: وہ حکم دے گا اور ایک آدمی قتل کر دیا جائے گا، وہ اسے تلوار کے ساتھ مارے گا اور برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دے گا، گویا کہ تیر نشانے پر مارا گیا ہو، پھر وہ اسے بلائے

گا تو وہ ہنستا مسکراتا ہوا اس کی طرف آئے گا، لوگ انھی حالات سے دوچار ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرمائے گا، وہ دمشق کے مشرقی جانب سفید مینار کے پاس اتریں گے، انھوں نے گیرو رنگ کی دو چادریں زیب تن کی ہوں گی، اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوں گے، آپ دجال کا پیچھا کریں گے، اسے پالیں گے اور ''لد'' مقام کے مشرقی دروازے کے پاس قتل کر دیں گے۔''

آپ نے فرمایا: ''لوگ انھی حالات سے دوچار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی طرف وحی نازل فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ جن سے لڑنے کی آپ میں تاب نہیں ہے، لہٰذا آپ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر محفوظ کر لیں، اس وقت اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو نکالے گا اور ان کے بارے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶﴾ ''اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔'' عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا داخل کر دے گا جس کی وجہ سے وہ سب کے سب اس طرح مر جائیں گے جیسے ایک ہی شخص مرا ہو، اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدانی علاقے میں اتریں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو ان کی چربی اور بدبو سے محفوظ ہو تو عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیج دے گا جن کی گردنیں خراسانی نسل کے اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گی، وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔''

ابن جابر نے کہا کہ مجھ سے عطاء بن یزید سَکسَکی نے کعب یا کسی اور راوی سے بیان کیا کہ وہ انھیں ''مَھبِل'' نامی ایک مقام پر پھینک دیں گے۔ ابن جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ابو یزید! ''مَھبِل'' نامی یہ مقام کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چالیس روز تک ایسی بارش نازل فرمائے گا جو ہر پکے کچے گھر پر برسے گی، اس بارش سے اللہ تعالیٰ زمین کو دھو کر آئینے کی طرح شفاف بنا دے گا اور پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا اور اپنی برکت کو واپس لے آ۔ آپ نے فرمایا: اس دن ایک جماعت کے لیے کھانے کے لیے ایک انار کافی ہوگا اور وہ اس کے چھلکے کے سائے میں آرام کر سکیں گے اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے لیے بھی کافی ہوگا اور گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلے کے لیے کافی ہوگا اور بکری کا دودھ ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگا، آپ نے فرمایا: لوگ انھی حالات میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا کو بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے داخل ہو جائے گی اور ہر ایک مسلمان کی روح کو قبض کر لے گی۔ یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ وہ ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی۔ اور پھر بدترین قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو زمین پر گدھوں کی طرح جنسی عمل کریں گے اور پھر انھی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔''① اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں امام مسلم نے بیان کیا ہے۔② دیگر اہل سنن نے بھی اس حدیث

---

① مسند أحمد: 182,181/4 اور تمام قوسوں والے الفاظ صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937 میں ہیں۔

② صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937.

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (98) لَوْ

بے شک تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو (98) اگر یہ (واقعی) معبود ہوتے تو اس میں

كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (99) لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا

داخل نہ ہوتے، اور وہ سب ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے (99) اس میں ان کے لیے چیخنا چلانا ہوگا، اور وہ اس میں (کچھ) نہ سن پائیں گے (100)

لَا يَسْمَعُوْنَ (100) اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (101) لَا يَسْمَعُوْنَ

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے (101) وہ اس کی آہٹ (بھی) نہ سنیں

حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (102) ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کے دل چاہیں گے (102) بڑی گھبراہٹ انھیں غمناک نہیں کرے گی، اور فرشتے ان سے (یہ کہہ کر)

وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (103)

ملیں گے: یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (103)

کوئی سندوں سے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے غریب حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ①

تیسری حدیث: امام احمد نے ابن حَرمَلہ سے اور انھوں نے اپنی خالہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور بچھو کے ڈسنے کی وجہ سے اس وقت آپ نے اپنی انگلی پر پٹی باندھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: [إِنَّكُمْ تَقُولُونَ : لَاعَدُوًّا (لَّكُمْ) لَا تَزَالُونَ تُقَاتِلُونَ عَدُوًّا حَتّٰى يَأْتِيَ يَأْجُوجُ وَ مَأْجُوجُ ، عِرَاضَ الْوُجُوهِ، صِغَارَ الْعُيُونِ، صُهْبَ الشِّعَافِ، مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُونَ ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ] ”تم کہتے ہو کہ تمھارا کوئی دشمن نہیں مگر تم تو خود دشمن سے ہمیشہ لڑتے رہو گے حتی کہ یاجوج وماجوج آ جائیں گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی، ان کے سر کے بال بھورے رنگ کے ہوں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے، ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے چوڑی ڈھالیں ہوں۔“ ② امام ابن ابوحاتم نے اسے محمد بن عمرو سے انھوں نے خالد بن عبداللہ بن حَرملہ مدلجی سے انھوں نے اپنی خالہ سے اور انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے بالکل اسی طرح روایت کیا ہے۔ ③

حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بیت اللہ کا حج کریں گے۔ ④ امام احمد نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيُحَجَّنَّ هٰذَاالْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ] ”یاجوج وماجوج کے خروج

---

① سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حديث:4321 مختصراً و جامع الترمذي، الفتن، باب ما جاء في فتنة الدجال، حديث: 2240 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ما يجير من الدجال:235/6، حديث: 10783 مختصرًا. ② مسند أحمد:271/5، البتہ بعض محققین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد:) 19/37 اور قوسین والا لفظ تفسير ابن أبي حاتم:2467/8 میں ہے۔ ③ تفسير ابن أبي حاتم:2467/8 البتہ ابن ابوحاتم کے مطبوعہ نسخے میں ابن حرملہ، حذیفہ سے اور وہ نبیٔ اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ ④ صحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر الإخبار بأن عيسى ابن مريم يحج البيت العتيق بعد قتله الدجال:232/15، حديث:6820 و مسند أحمد:240/2.

کے بعد بھی بیت اللہ کا حج وعمرہ کیا جائے گا۔‘‘① اس روایت کو امام مسلم نے نہیں، صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ﴾ ’’اور سچا وعدہ قریب آ جائے گا۔‘‘ یعنی جب یہ ہولناک واقعات، یہ زلزلے اور یہ خوفناک حالات ہوں گے تو قیامت قریب آ جائے گی اور جب قیامت برپا ہوگی تو کافر کہیں گے کہ یہ بہت مشکل دن ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط ﴾ ’’تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔‘‘ ان بڑے بڑے امور کی ہولناکیوں کے دیکھنے کی وجہ سے کہنے لگیں گے: ﴿ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ﴾ ’’ہائے ہماری شامت! ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے۔‘‘ یعنی دنیا میں۔ ﴿ بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑰ ﴾ ’’بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔‘‘ یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا مگر ان کا یہ اعتراف اس وقت ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

تفسیر آیات: 98-103

مشرکین اور ان کے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے مشرکین قریش اور ان کے ہم مذہب بتوں کے پجاریوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط ﴾ ’’(کافرو!) یقیناً اس روز تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ حَصَبُ ﴾ کے معنی ایندھن کے ہیں۔③ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ (البقرة 2:24) ’’اور جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ حَصَبُ ﴾ کا لفظ حبشی زبان میں حطب (ایندھن) کے معنی میں ہے۔④ مجاہد، عکرمہ اور قتادہ نے بھی اس کے معنی ایندھن ہی بیان کیے ہیں۔⑤ ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جسے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔⑥

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ⑱ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ط ﴾ ’’(اور) تم (سب) اس میں داخل ہو جانے والے ہو، اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے۔‘‘ یعنی اگر یہ بت اور شریک جنھیں تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا صحیح معبود ہوتے تو آج دوزخ میں داخل نہ ہوتے۔ ﴿ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑲ ﴾ ’’سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔‘‘ یعنی عابد اور ان کے معبودان باطلہ سب کے سب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے اور سڑتے رہیں گے۔ ﴿ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ ﴾ ’’وہاں ان کے لیے چیخنا چلانا ہوگا۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ ﴾ (ہود 11:106) ’’اس میں ان کے لیے چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔‘‘ ﴿ زَفِيْرٌ ﴾ ان کے سانسوں کے باہر نکلنے کی آواز ہوگی اور ﴿ وَّشَهِيْقٌ ۙ ﴾ (ہود 11:106) ان کے سانسوں کے اندر جانے کی آواز۔ ﴿ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ⑩⓪ ﴾ ’’اور وہ اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے۔‘‘

سعادت مندوں کا حال: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ﴾ ’’جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے

---

① مسند أحمد: 3/28. ② صحیح البخاری، الحج، باب قول اللہ تعالی: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ ...... ﴾، حدیث: 1593.

③ تفسیر الطبری: 17/124. ④ الدر المنثور: 4/608. ⑤ تفسیر الطبری: 17/124. ⑥ تفسیر الطبری: 17/124.

بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔" عکرمہ نے کہا ہے کہ یہاں بھلائی سے مراد رحمت ہے۔ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد سعادت ہے۔① ﴿ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝١٠١ ﴾ "وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔" اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل دوزخ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے ان کے عذاب کا ذکر کیا اور اب ان سعادت مندوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لائے تھے اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش نصیبی مقرر ہو چکی ہے اور جنھوں نے دنیا میں اعمال صالحہ کیے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ ﴾ (یونس 10:26) "جن لوگوں نے نیکیاں کیں ان کے لیے بھلائی ہے اور (اس کے علاوہ) مزید بھی۔" اور فرمایا: ﴿ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ ﴾ (الرحمٰن 55:60) "نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

جیسے انھوں نے دنیا میں عمل اچھا کیا تھا ایسے ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ انھیں اجر و ثواب بھی اچھا عطا فرمائے گا، انھیں عذاب سے نجات بھی دے گا اور بے پایاں اجر و ثواب سے بھی نوازے گا۔ فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝١٠١ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ ﴾ "وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ (یہاں تک کہ) اس کی آوازیں بھی نہیں سنیں گے۔" آواز سے مراد جہنم میں جسموں کے جلنے کی آواز ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝١٠٢ ﴾ "اور جس چیز کو ان کے جی چاہیں گے اس میں (ملے گی اور ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔" بری اور ناپسندیدہ چیزوں سے اللہ تعالیٰ انھیں محفوظ رکھے گا اور پسندیدہ و محبوب چیزیں عطا فرمائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیات معبودوں کے استثنا کے لیے نازل ہوئی ہیں، مثلاً: عزیر اور مسیح علیہما السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حجاج بن محمد اعور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝٩٨ ﴾ سے مستثنیٰ کے لیے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ...... ﴾ اور اس سے مراد فرشتے، عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر ایسے معبود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ عکرمہ، حسن اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔②

محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے کتاب "السیرۃ" میں لکھا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں ولید بن مغیرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نضر بن حارث بھی آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اس وقت مسجد میں قریش کے اور بھی کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے گفتگو فرمائی، نضر بن حارث اس وقت آپ کے سامنے تھا، آپ نے اس سے مخاطب ہو کر گفتگو فرمائی حتی کہ اسے لاجواب کر دیا اور پھر آپ نے ان تمام قریشیوں کے سامنے ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝٩٨ ﴾ سے لے کر ﴿ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝١٠٠ ﴾ تک آیات کریمہ بھی تلاوت فرمائیں، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن زِبَعرٰی سہمی آیا اور وہ بھی قریشیوں کے ساتھ بیٹھ گیا، ولید بن مغیرہ نے عبداللہ بن زِبَعرٰی سے کہا: اللہ کی قسم! نضر بن حارث، ابن عبدالمطلب کے پاس ابھی کھڑا تھا اور بیٹھا نہ تھا

---

① تفسیر الطبری:129/17. ② تفسیر الطبری:128,127/17.

کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے کہ ہم اور ہمارے یہ تمام معبود جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ جہنم کا ایندھن ہیں، عبداللہ بن زِبَعْرٰی نے یہ سن کر کہا کہ اگر میری محمد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو جاتی تو میں ان سے اس موضوع پر بحث کرتا۔ جاؤ محمد ﷺ سے یہ پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اگر وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے تو ہم تو فرشتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں، یہودی عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور نصرانی مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ کیا فرشتے، عزیر اور مسیح بھی جہنم میں جائیں گے۔ ولید اور اس کے ساتھ مجلس میں موجود دیگر لوگوں نے عبداللہ بن زِبَعْرٰی کی یہ بات سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور انھوں نے خیال کیا کہ اپنی اس دلیل کے ساتھ یہ غالب آ گیا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اس بات کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهٗ، إِنَّهُمْ إِنَّمَا يَعْبُدُونَ الشَّيَاطِينَ، وَمَنْ أَمَرَتْهُمْ بِعِبَادَتِهٖ] ”وہ معبود جو اس بات کو پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بھی عبادت کی جائے تو وہ اپنے عابد کے ساتھ ہوگا، یہ لوگ شیاطین کی اور جس کی عبادت کا شیاطین نے انھیں حکم دیا تھا اس کی عبادت کرتے تھے۔“

بہر حال ان کے اس اعتراض کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿101﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿102﴾ ﴾ ”جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے (یہاں تک کہ) اس کی آواز بھی نہیں سنیں گے اور جس چیز کو ان کے جی چاہیں گے اس میں (ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی عیسیٰ ابن مریم، عزیر علیہما السلام اور وہ علماء و مشائخ جن کی انھوں نے عبادت کی جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار و فرماں بردار تھے مگر گمراہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے انھیں اپنے معبود بنا لیا تھا، نیز یہ آیت کریمہ اس بارے میں بھی نازل ہوئی جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ تو فرشتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور وہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ○ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ○ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (الأنبیآء 21:26-29) ”اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے (حالانکہ) وہ پاک ہے (اس کی کوئی اولاد نہیں) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں، اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ اس کے پاس (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جسے وہ پسند کرے اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“

عبداللہ بن زِبَعْرٰی نے جو یہ ذکر کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی پوجا کی جاتی ہے اور ولید اور اس کے ساتھیوں نے اس کی اس

يَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗؕ

جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے، جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ

وَعۡدًا عَلَيۡنَاؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿104﴾

کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں ﴿104﴾

بات کی خوب داد دی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں: ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ○ وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًاؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ○ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰۤئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ○ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا ﴾ (الزخرف 43:57-61) ”اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمھاری قوم کے لوگ اسی سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ۔) انھوں نے تو اس (عیسیٰ) کی مثال تم سے صرف جھگڑنے کے لیے بیان کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو، وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ان کو مثال (اپنی قدرت کا نمونہ) بنا دیا اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمھاری جگہ زمین میں رہتے اور وہ (عیسیٰ) تو قیامت کی نشانی ہیں پس اس میں شک نہ کرو۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کے زندہ کرنے اور بیماروں کے صحت یاب کرنے کے جن معجزات کا ظہور ہوا وہ قیامت کے یقینی ہونے پر بطور دلیل کافی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ○ ﴾ (الزخرف 43:61) ”پس اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا رستہ ہے۔“①

اور ابن زِبَعْرٰی نے جو بات کی ہے، یہ بہت غلط بات ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ تو اہل مکہ سے ان کی بے جان بتوں کی عبادت کے تناظر میں خطاب کے طور پر نازل ہوئی ہے اور بتوں کے پجاریوں سے زجر وتوبیخ کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ اس روز تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، مسیح وعزیر اور ان جیسے دیگر لوگوں پر اس آیت کو چسپاں نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے نیک عمل کیے اور جو اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ ﴾ ”ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔“ کہا گیا ہے کہ بھاری خوف سے مراد موت کا خوف ہے، اسے عبدالرزاق نے یحییٰ بن زبیعہ سے اور انھوں نے عطاء سے روایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھاری خوف سے مراد صور کا پھونکا جانا ہے۔② یہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ابوسنان سعید بن سنان شیبانی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابن جریر نے بھی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔③ ﴿ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰۤئِكَةُؕ

---

① السيرة النبوية لابن هشام، ذكر مالقى رسول الله ﷺ من قومه من الأذى، مقالة ابن الزبعرى، وما أنزل الله فيه: 360,359/1 وتفسير الطبرى: 128,127/17. ② تفسير الطبرى: 130/17. ③ تفسير الطبرى: 131/17.

﴿ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ ''اور فرشتے ان سے ملیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' یعنی جس دن وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے قیامت کے دن کی انھیں بشارت دیتے ہوئے کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، لہٰذا تم ایسی امید رکھو جو تمھارے لیے خوشی اور مسرت کا سبب ہوگی۔

تفسیر آیت:104

روزِ قیامت آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ ''جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کے مانند لپیٹ دیں گے۔'' ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ ﴾ (الزمر 39:67) ''اور انھوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے (اور) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے نافع سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (الْأَرْضِينَ) وَتَكُونُ السَّمٰوَاتُ بِيَمِينِهٖ] ''بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو پکڑ لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں (لپٹے) ہوں گے۔'' یہ روایت مسلم میں نہیں، صرف بخاری میں ہے۔ ①

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ ''لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح (لپیٹنا)۔'' سجلّ سے مراد کتاب ہے، سدی نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ سجل سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے اعمال ناموں پر مقرر کیا گیا ہے، جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال نامے کو سجل کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے تو وہ اسے قیامت کے دن تک لپیٹ دیتا ہے۔ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح روایت کے مطابق سجل نامۂ اعمال ہی ہے جیسا کہ علی بن ابوطلحہ اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ مجاہد، قتادہ اور کئی ایک دیگر ائمہ سے بھی یہ منقول ہے۔ ابن جریر نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔ ③ لغت کے اعتبار سے بھی یہی بات معروف ہے تو اس اعتبار سے معنی کلام یہ ہوں گے کہ اس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے نامۂ اعمال نے اعمال کو لپیٹا ہوتا ہے، یعنی اس معنی کے اعتبار سے کتاب بمعنی مکتوب ہے جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:103) ''پس جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے پہلو کے بل لٹا دیا۔'' میں ﴿ لِلْجَبِيْنِ ﴾ علی الجبین کے معنی میں ہے اور لغت میں اس کی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ''جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح لوٹائیں گے (یہ) وعدہ (ہے جس کا پورا کرنا) ہم پر لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔''

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: ﴿ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ (صٓ 38:75)، حدیث:7412 قوسین والا لفظ، حدیث:7414 کے مطابق قدرے مختلف سیاق سے ہے۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم:2469/8. ③ تفسیر الطبری:132/17.

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿105﴾

اور بلاشبہ ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ بے شک میرے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے ﴿105﴾ بلاشبہ اس میں (ہمارے)

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿106﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿107﴾

عبادت گزار بندوں کے لیے ایک اطلاع ہے ﴿106﴾ اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے ﴿107﴾

یعنی اس طرح اس دن ہر صورت میں ہو کر رہے گا جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ اس طرح پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا، وہ ان کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہونے والا ہے کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ وعدے کو بدلتا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کے پورا کرنے پر قادر ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿104﴾ ﴾ ''یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔

روز محشر سب لوگ عریاں ہوں گے: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: [إِنَّكُمْ مَّحْشُورُونَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿104﴾ ﴾] ''تم سب اللہ عزوجل کے ہاں اس طرح جمع کیے جاؤ گے کہ برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون ہو گے ''جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا، اس طرح لوٹائیں گے (یہ) وعدہ (ہے جسے پورا کرنا) لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔''① پھر انھوں نے ساری حدیث ذکر فرمائی ہے۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

تفسیر آیات:105-107

زمین کے وارث نیک لوگ ہوں گے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے حتمی طور پر یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو دنیا و آخرت کی سعادت اور دنیا و آخرت میں زمین کی وراثت عطا فرمائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 128:7) ''زمین تو اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ۙ ﴾ (المؤمن 51:40) ''ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی۔)'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ ﴾ (النور 55:24) ''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم و پائیدار کرے گا۔''

---

① مسند أحمد:235/1 وصحيح البخاري، التفسير، باب ﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ ﴾ (الأنبيآء 104:21)، حديث:4740 وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها......، باب فناء الدنيا......، حديث:2860.

﴿ الزَّبُوۡرِ ﴾ کا مفہوم: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بات شرعی اور قدری کتب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ یقینی طور پر واقع ہوکر رہے گی، اس لیے فرمایا: ﴿ وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے نصیحت (کی کتاب تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا۔'' اعمش کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہاں زبور سے مراد تورات، انجیل اور قرآن ہیں۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ زبور کے معنی کتاب کے ہیں۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما، شعبی، حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ زبور سے مراد وہ کتاب ہے جسے داود پر نازل کیا گیا تھا اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ زبور سے مراد کتب ہیں اور ذکر سے مراد وہ ام الکتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ③ زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد پہلی کتاب (لوح محفوظ) ہے۔ ثوری کہتے ہیں کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت: ﴿ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ ﴾ ''بلاشبہ میرے نیکوکار بندے زمین کے وارث ہوں گے'' میں زمین سے مراد ارض جنت ہے۔ ④ ابو عالیہ، مجاہد، سعید بن جبیر، شعبی، قتادہ، سدی، ابو صالح، ربیع بن انس اور ثوری رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ فِیۡ ہٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ ﴾ ''بلاشبہ عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے اسی میں (اللہ کے حکموں کی) تبلیغ ہے۔'' یعنی یہ قرآن جسے ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے منفعت و کفایت ہے، یعنی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جس طرح اس نے حکم دیا اور پسند فرمایا اور جنھوں نے شیطان کی بات اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ترجیح دی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾ ﴾ ''اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، پس جو شخص اس رحمت کو قبول کر لے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے وہ دنیا و آخرت کی سعادت مندیوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گا اور جو اس رحمت کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا، وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ کُفۡرًا وَّ اَحَلُّوۡا قَوۡمَہُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿ۙ﴾ جَہَنَّمَ ۚ یَصۡلَوۡنَہَا ؕ وَ بِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿﴾ ﴾ (إبراهيم 14:28,29) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا، (وہ گھر) دوزخ (ہے سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

---

① تفسير الطبرى: 136/17. ② تفسير الطبرى: 136/17 والدر المنثور: 612/4. ③ تفسير الطبرى: 136/17 وتفسير القرطبى: 349/11. ④ تفسير الطبرى: 138/17 وتفسير ابن أبى حاتم: 2471/8. ⑤ تفسير الطبرى: 138/17 وتفسير ابن أبى حاتم: 2471/8 وتفسير الرازى: 229/22.

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ⑩⑧ فَاِنْ تَوَلَّوْا

کہہ دیجیے: میری طرف تو صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بس تمھارا معبود ایک ہی ہے، پھر کیا تم مسلمان ہو؟ (108) پھر اگر وہ پھریں تو کہہ دیجیے: میں نے

فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (109) اِنَّهٗ

تمھیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا بعید ہے (109) بے شک وہ (اللہ) پکار کر کہی

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (110) وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ

ہوئی بات کو بھی جانتا ہے، اور جو تم چھپاتے ہو، اس کو بھی جانتا ہے (110) اور میں نہیں جانتا شاید یہ (تاخیرِ عذاب) تمھارے لیے آزمائش اور ایک وقت

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (111) قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى

تک فائدہ ہے (111) (رسول نے) کہا: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما، اور ہمارا رب نہایت مہربان ہے، جو باتیں تم بیان کرتے ہو ان پر

مَا تَصِفُوْنَ (112) ع

النّصف 7 ع 19 7

وہی مدد مانگے جانے کے لائق ہے (112)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ”کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرہ پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے، گرانی کے سبب ان کو (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ ؓ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) آپ مشرکوں کے لیے بددعا فرمائیں، آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَّإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً] ”مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ یہ حدیث صرف صحیح مسلم میں ہے، بخاری میں نہیں۔ ①

امام احمد نے عمرو بن ابوقُرّہ کندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ ؓ مدائن میں تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو وہاں بیان کیا کرتے تھے، ایک بار حذیفہ ؓ، سلمان ؓ کے پاس آئے تو سلمان ؓ نے کہا: حذیفہ! رسول اللہ ﷺ تو ناراضی کی حالت میں بھی بیان فرماتے اور خوشی کی کیفیت میں بھی بیان فرماتے تھے یقیناً تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: [أَيُّمَا رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً فِي غَضَبِي أَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فَإِنَّمَا أَنَا مِنْ وَّلَدِ آدَمَ، أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُونَ، وَإِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، فَاجْعَلْهَا صَلَاةً عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”ناراضی کی حالت میں اگر میں نے اپنی امت کے کسی شخص کو برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت بھیج دی ہو تو میں بھی اولادِ آدم میں سے ایک شخص ہوں جس طرح وہ ناراض ہوتے ہیں میں بھی اسی طرح ناراض ہوتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ (اے اللہ!) میری اس لعنت کو میری امت کے اس شخص کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دینا۔“ ②

---

① صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهی عن لعن الدواب وغيرها، حديث:2599. ② مسند أحمد:437/5.

امام ابوداود نے اسے از احمد بن یونس از زائدہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ①

اگر کہا جائے کہ جو شخص آپ کے ساتھ کفر کرے تو اسے کیا رحمت حاصل ہوئی۔ تو اس کے جواب میں ہم وہ بات عرض کریں گے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے تو اس کے حق میں دنیا و آخرت میں رحمت لکھ دی جائے گی اور جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان نہ لائے تو اس کے لیے رحمت یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں زمین میں دھنسا دیے جانے یا آسمان سے پتھروں کی بارش کی صورت میں اس طرح کے عذاب سے محفوظ رہے گا، جیسے عذاب سابقہ امتوں پر آئے تھے۔ ②

تفسیر آیات: 108-112

وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکوں سے یہ کہہ دیں: ﴿ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝108 ﴾ ”یقیناً مجھ پر (اللہ کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود اللہ واحد ہے تو کیا تم اس کی فرمانبرداری کرتے ہو؟“ یعنی اس بات کی اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بن جاؤ۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾ ”پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں“ یعنی جو آپ نے انھیں دعوت دی ہے، اسے قبول نہ کریں۔ ﴿ فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ ﴾ ”تو کہہ دیں کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الٰہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔“ یعنی میں نے تمھیں بتا دیا ہے کہ میرا تمھارے خلاف اعلان جنگ ہے جیسا کہ تم میرے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہو، میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝41 ﴾ (یونس 10:41) ”اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیں کہ میرے لیے میرے عمل ہیں اور تمھارے لیے تمھارے عمل، تم اس چیز سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَآءٍ ۭ ﴾ (الأنفال 8:58) ”اور اگر آپ کو کسی قوم کی دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انھیں کی طرف پھینک دیں (اور) برابر (کا جواب دیں۔)“ یعنی عہد پھینک دینے کے بارے میں آپ کو اور انھیں یکساں طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ عہد ختم کر دیا گیا ہے، اسی طرح فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ ﴾ ”پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دیں کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الٰہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔“ یعنی میں نے تمھیں یہ معلوم کرا دیا ہے کہ میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو۔

قیامت کے وقت کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝109 ﴾ ”اور مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ عنقریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دور ہے۔“ یعنی وہ یقینی طور پر واقع تو ہونے والی ہے لیکن یہ مجھے علم نہیں کہ وہ عنقریب واقع ہونے والی ہے یا اس کا وقوع ابھی دور ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

---

① سنن أبي داود، السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول اللهﷺ، حديث:4659. ② تفسيرالطبرى :141/17.

﴿الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ⑪⓪﴾ ”جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ غیب کی ساری باتوں کو جانتا ہے، وہ بندوں کی ظاہر اور چھپی ساری باتوں سے خوب آگاہ ہے، وہ ظواہر و ضمائر اور سری و مخفی تمام امور سے واقف ہے اور وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال کو جانتا ہے، خواہ وہ انھوں نے دن کے اجالوں میں کیے ہوں یا رات کی تاریکیوں میں اور پھر چھوٹے بڑے تمام اعمال کا بدلہ بھی دے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ⑪①﴾ ”اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمھارے لیے آزمائش ہو اور ایک مدت تک (تم اس سے) فائدہ (اٹھاتے ہو۔)“ یعنی میں نہیں جانتا شاید یہ ایک مدت تک تمھارے لیے آزمائش اور فائدہ اٹھانا ہو۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ شاید اس کے مؤخر ہونے میں تمھارے لیے آزمائش اور ایک مدت مقرر تک فائدہ اٹھانا ہو۔① عوفی نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔② وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

میدان جنگ میں کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟ ﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”(پیغمبر نے) کہا کہ اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔“ یعنی ہمارے اور حق کی تکذیب کرنے والی ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام (یہ) حسب ذیل دعا فرمایا کرتے تھے: ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ○﴾ (الأعراف 89:7) ”اے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا کا حکم دیا گیا ہے۔③ مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان جنگ میں تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: ﴿رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔“④ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑪②﴾ ”اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے، اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو، مدد مانگی جاتی ہے۔“ یعنی جو تم کہتے اور کذب و افترا سے کام لیتے اور طرح طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہو ان سب میں تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جاتی ہے۔

سورۂ انبیاء کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر الطبری :142/17. ② تفسیر الطبری:143/17 عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. ③ تفسیر ابن أبی حاتم :2471/8. ④ مجموعة الفتاوٰی لابن تیمیة:265/15 .

تفسیر
سُورَۂ حَجّ

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ① يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے① جس دن تم اسے دیکھو گے (یہ حال ہوگا) کہ ہر دودھ پلانے

مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا

والی اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا، اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی، اور آپ لوگوں کو نشے میں (مدہوش) دیکھیں گے، حالانکہ وہ

هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ ②

نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب (بڑا ہی) شدید ہوگا②

تفسیر آیات:2,1

قیامت کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کا تقویٰ اختیار کریں، نیز اس مقام پر اس نے قیامت کی ہولناکیوں، زلزلوں اور اس کے حالات کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴾ (الزلزال 2,1:99) ”جب زمین پورے زور سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گی۔“ اور فرمایا: ﴿وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ فَيَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ۙ ……﴾ الآیة (الحآقّة 15,14:69) ”اور زمین اور پہاڑ دونوں اُٹھائے جائیں گے، پس ایک بار کی چوٹ سے دونوں کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے تو اس روز واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی……۔“ اور اس جیسی چند آیات۔ اور فرمایا: ﴿اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ ……﴾ الآیة (الواقعة 5,4:56) ”جب زمین (بھونچال سے) نہایت بری طرح ہلا دی جائے گی اور پہاڑ (توڑ پھوڑ کر) ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے……۔“

کچھ ائمہ نے کہا ہے کہ یہ زلزلہ دنیا کی عمر کے آخری لمحے اور قیامت کے حالات کے ابتدائی لمحے میں ہوگا۔ ابن جریر نے ﴿اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ①﴾ ”بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے“ کے بارے میں علقمہ کا

قول ذکر کیا ہے کہ یہ زلزلہ قیامت سے پہلے ہوگا۔ ① کچھ دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ ہولناکیاں، زلزلے، خوفناک باتیں اور مصیبتیں قیامت کے دن اس وقت پیش آئیں گی جب لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور ان حضرات نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

امام احمد رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے سے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے ان دو آیتوں کی تلاوت فرمائی: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② ﴾ ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ (اے مخاطب!) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اُس دن یہ حال ہوگا کہ) ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے اور (بلکہ عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔“ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان آیات کو سنا تو وہ اپنی سواریوں کو جلدی جلدی دوڑانے لگے اور انھیں معلوم ہوا کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ جب تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

[أَتَدْرُونَ أَيَّ يَوْمٍ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ يَوْمُ يُنَادَى آدَمُ، فَيُنَادِيهِ رَبُّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا آدَمُ! اِبْعَثْ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! وَمَابَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِئَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، فَأَبْلَسَ أَصْحَابُهُ حَتّٰى مَا أَوْضَحُوا بِضَاحِكَةٍ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ، قَالَ: اِعْمَلُوا وَأَبْشِرُوا، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! إِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيقَتَيْنِ مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ، يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَمَنْ هَلَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ وَبَنِي إِبْلِيسَ، قَالَ: فَسُرِّيَ عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِي يَجِدُونَ، فَقَالَ: اِعْمَلُوا وَأَبْشِرُوا، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيرِ أَوِ الرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ]

”کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس میں آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور آپ کا رب تبارک وتعالیٰ آپ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: اے آدم! دوزخ کی طرف جانے والوں (کی تعداد) کو بھیج دو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! دوزخ میں جانے والوں کی تعداد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں! یہ سن کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دہشت اور خوف کی وجہ سے خاموش ہو گئے اور انھوں نے منہ بند کر لیے، آپ نے ان کی جب یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: تم عمل کیے جاؤ اور خوش ہو جاؤ، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقیناً تم دو ایسی مخلوقوں کے ساتھ ہو گے کہ انھیں جس کے ساتھ بھی ملایا جائے وہ ان کی تعداد بڑھا دیں گی (جہنمیوں کی تعداد

---

① تفسير الطبری: 145/17.

اس طرح زیادہ ہوگی) اور وہ ہیں (1) یاجوج و ماجوج اور (2) اولادِ آدم میں سے (کفر پر) ہلاک ہونے والے اور اولادِ ابلیس۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ فرمان سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دہشت ختم ہوگئی۔ آپ نے پھر فرمایا: عمل کرو اور خوش ہو جاؤ، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم لوگوں کے مقابلے میں اس طرح ہو جیسے اونٹ کے پہلو میں تل کا نشان ہو یا جیسے کسی جانور کے ہاتھ (اگلی ٹانگ) پر کوئی نشان ہو۔''① امام ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ نے بھی اپنی اپنی کتاب کی کتاب التفسیر میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔②

اس حدیث کا ایک دوسرا طریق: امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیاتِ کریمہ: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ﴾ سے لے کر ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②﴾ تک نبیٔ اکرم ﷺ پر جب نازل ہوئیں تو آپ سفر میں تھے، آپ نے فرمایا:

[أَتَدْرُونَ أَيَّ يَوْمٍ ذٰلِكَ؟ فَقَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذٰلِكَ يَوْمُ يَقُولُ اللّٰهُ لِآدَمَ: اِبْعَثْ بَعْثَ النَّارِ، فَقَالَ: يَارَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: تِسْعُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّ تِسْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ فَأَنْشَأَ الْمُسْلِمُونَ يَبْكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ، قَالَ: فَيُؤْخَذُ الْعَدَدُ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنْ تَمَّتْ وَإِلَّا كَمُلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ، وَمَا مَثَلُكُمْ وَالْأُمَمِ إِلَّا كَمَثَلِ الرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ أَوْ كَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيرِ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرُوا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرُوا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوا......]

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہوگا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ جہنم میں جانے والوں (کی تعداد) کو بھیج دو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار! جہنم میں جانے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: نوسو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں، چنانچہ یہ سن کر مسلمانوں نے رونا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''افراط و تفریط کو چھوڑ کر راہِ اعتدال اختیار کرو اور درست اعمال بجالاتے رہو، ہر نبوت سے پہلے دورِ جاہلیت ہوتا ہے، لہٰذا اس تعداد کو دورِ جاہلیت سے لیا جائے گا۔ اگر تعداد پوری ہوگئی تو صحیح ورنہ منافقوں سے اس تعداد کو مکمل کیا جائے گا۔ تمھاری مثال اور سابقہ امتوں کی مثال ایسے ہے جیسے جانور کے ہاتھ پر تل ہو یا جیسے اونٹ کے پہلو میں کوئی نشان ہو، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہلِ جنت کا ایک چوتھائی حصہ ہوگے۔ یہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے تم اہلِ جنت کا ایک تہائی حصہ ہوگے۔ یہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف حصہ ہوگے

---

① مسند أحمد:435/4. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحج، حديث:3169 والسنن الكبرٰى للنسائی، التفسير، باب قوله: ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى......﴾: 410/6، حديث: 11340.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پھر اللہ اکبر کہا......‘‘① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادٰى بِصَوْتٍ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ۔ أُرَاهُ قَالَ۔ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②﴾ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ يَّأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ، ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا]

’’اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار میں بار بار حاضر ہوں اور تمام تر سعادت تیری ہی طرف سے ہے، پھر انھیں بلند آواز سے کہا جائے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تجھے یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم جانے والوں (کی تعداد) کو نکال بھیجو، وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! جہنم جانے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، اور یہ وہ وقت ہوگا جب حمل والی اپنے حمل کو گرا دے گی اور جب بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔‘‘ اور آپ لوگوں کو نشے میں دیکھیں گے مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے (بلکہ عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) اور لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔‘‘ لوگوں کو یہ بات بہت گراں محسوس ہوئی حتی کہ ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: یاجوج وماجوج میں سے نوسو ننانوے ہوں گے اور تم میں سے ایک، تم لوگوں کے مقابلے میں اس طرح ہو گے جیسے سفید رنگ کے بیل کے پہلو میں ایک سیاہ بال ہو یا جیسے سیاہ رنگ کے بیل کے پہلو میں ایک سفید بال ہو، مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گے۔ یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا، آپ نے پھر فرمایا کہ تم اہلِ جنت کے نصف کے برابر ہو گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔‘‘② امام بخاری نے اس جگہ کے علاوہ بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔③ اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے اسے اپنی کتاب کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے۔④

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحج، حديث:3168. ② صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى﴾ (الحج22:2)، حديث:4741. ③ صحيح البخاری، الرقاق، باب: ﴿إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝﴾......، حديث:6530 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ④ صحيح مسلم، الإيمان، باب قوله: [يقول الله لآدم: أخرج......]، حديث: 222 والسنن الكبرىٰ للنسائی، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى......﴾: 409/6، حديث:11339.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں علم کے بغیر بحث کرتے ہیں، اور وہ ہر سرکش شیطان کی اتباع کرتے ہیں ③ اس کی بابت

اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④

لکھ دیا گیا کہ بے شک جو کوئی اس سے دوستی کرے گا تو وہ یقیناً اسے گمراہ کرے گا اور اس کی دوزخ کے عذاب کی طرف رہنمائی کرے گا ④

قیامت کے ہولناک حالات و واقعات کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں جنھیں کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① ﴾ ''یقیناً قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔'' یعنی یہ ایک عظیم امر، بہت بڑی مصیبت، اچانک پیش آ جانے والی گھبراہٹ، ہولناک حادثہ اور عجیب و غریب واقعہ ہوگا جس کے لیے یہاں زلزلے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور زلزلہ وہ ہوتا ہے جس سے دلوں پر رعب و گھبراہٹ اور خوف طاری ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ ﴾ (الأحزاب 11:33) ''وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔'' پھر فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرَوْنَهَا ﴾ ''(اے مخاطب!) جس دن تو اس کو دیکھے گا۔'' یہ ضمیرِ شان ہے، اسی لیے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ ﴾ ''(اُس دن یہ حال ہوگا کہ) ہر دودھ پلانے والی عورت اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا۔'' یعنی وہ اس دن کی شدید ہولنا کیوں کی وجہ سے اپنے ان بچوں کو بھی بھول جائیں گی جو انھیں لوگوں میں سے زیادہ عزیز ہوں گے اور جن سے انھیں سب سے زیادہ محبت و شفقت ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ حالتِ رضاعت میں بھی انھیں بھول جائیں گی، اسی لیے یہاں ﴿ كُلُّ مُرْضِعَةٍ ﴾ کے الفاظ ارشاد فرمائے، کُلُّ مُرْضِعٍ کے الفاظ نہیں۔① ﴿ عَمَّآ اَرْضَعَتْ ﴾ ''اس کو جسے اس نے دودھ پلایا۔'' یعنی دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی۔ ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ﴾ ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔'' یعنی شدید ہولنا کیوں کی وجہ سے حمل تمام ہونے سے پہلے ہی ساقط ہو جائیں گے۔ ﴿ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى ﴾ ''اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا۔'' اسے [سَكْرٰى] بھی پڑھا گیا ہے، یعنی لوگ اس وقت جس شدید امر میں مبتلا ہوں گے اس کی سنگینی اور ہولنا کی کی وجہ سے ان کی عقلیں مدہوش ہو جائیں گی، ان کے ذہن ماؤف ہو جائیں گے اور دیکھنے والا سمجھے گا کہ وہ نشے میں ہیں۔ ﴿ وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② ﴾ ''مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے (بلکہ عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) اور لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔''

تفسیر آیات:4,3

---

① دودھ پیتے بچے کی ماں کو، خواہ وہ فی الوقت دودھ پلا رہی ہو یا نہ، مُرْضِعٌ کہتے ہیں جبکہ مُرْضِعَةٌ فقط اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال بچے کو دودھ پلا رہی ہو، یعنی مرضع اسم ہے اور مرضعة صفت ہے۔ اور یہی فرق حائض اور حائضہ وغیرہ میں ہے۔ (لسان العرب، مختار الصحاح) یہاں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے بالخصوص جب وہ دودھ پلا رہی ہو لیکن اس دن کی ہولنا کی اور دہشت اتنی شدید ہوگی کہ وہ عورت جو دودھ پلا رہی ہے وہ بھی اپنے اس بچے سے غافل ہو جائے گی۔ مُرْضِعٌ کے بجائے مُرْضِعَةٌ کہنے میں یہی حکمت ہے۔ و اللّٰہ أعلم.

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

اے لوگو! اگر تم (دوبارہ جی) اٹھنے کے متعلق شک میں ہو تو (تمھیں علم ہونا چاہیے کہ) بلاشبہ ہم نے ہی تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے،

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ

پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو واضح شکل وصورت اور غیر واضح شکل وصورت والا ہوتا ہے، تاکہ ہم تمھارے

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا

لیے (اپنی قدرت وحکمت) واضح کریں، اور ہم جس (نطفے) کے متعلق چاہیں اسے مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں، پھر تمھیں ایک

اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

بچے کی صورت میں نکالتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، اور تم میں سے کوئی فوت کر دیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی ناکارہ ترین عمر کی طرف

مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ

لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین بنجر اور خشک پڑی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم نے اس پر پانی نازل کیا

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ

تو وہ لہلہا اٹھی، اور پھولی، اور اس نے ہر طرح کی خوشنما نباتات نکالیں⑤ یہ (سب کچھ) اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، اور بے شک

يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ⑥ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ

وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور بے شک وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے⑥ اور یہ کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ⑦

بے شک اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں (پڑے) ہیں⑦

شیطان کے پیروکاروں کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو بعث بعد الموت کی تکذیب کرے، مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر جس دین وشریعت کو نازل فرمایا اس سے اعراض کرے اور اپنے قول، انکار اور کفر میں ہر سرکش شیطان انس وجن کی پیروی کرے جیسا کہ ان اہل بدعت و ضلالت کا حال ہے جو حق سے اعراض کرتے اور باطل کی پیروی کرتے ہیں۔ اس حق مبین کو ترک کر دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور ان ائمۂ ضلالت کی پیروی کرتے ہیں جو اپنی خواہشات و آراء پر مبنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ③ كُتِبَ عَلَيْهِ﴾ ”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں (صحیح) علم (ودانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں جس کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی شیطان کے بارے میں قدرتی طور پر یہ لکھ دیا گیا ہے۔① ﴿اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ﴾ ”کہ بلاشبہ جو اُسے دوست رکھے گا“ یعنی اس کی

---

① تفسیر الطبری: 153/17 عن قتادۃ رحمہ اللہ.

اتباع اور تقلید کرے گا۔ ﴿فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④﴾ ’’تو یقیناً وہ اسے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کے عذاب کا رستہ دکھائے گا۔‘‘ یعنی اسے دنیا میں گمراہ کر دے گا اور آخرت میں جہنم کے عذاب کی طرف لے جائے گا جو بے حد گرم، دردناک، قلق واضطراب میں مبتلا کر دینے اور خوف ودہشت طاری کر دینے والا ہوگا۔ سدی نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔① ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔②

تفسیر آیات: 5-7

انسان و جنات کی تخلیق سے بعث بعد الموت کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے جب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو بعث بعد الموت کے مخالف اور قیامت کے منکر ہیں تو اب اس نے قیامت کے برپا کر دینے کے بارے میں اپنی قدرت کی ایک ایسی دلیل کا ذکر فرمایا ہے جس کا اس کے خلق کی ابتدا کرنے سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ ’’اے لوگو! اگر تم کو (مرنے کے بعد جی) اُٹھنے میں کچھ شک ہو۔‘‘ یعنی قیامت کے اس دن کے بارے میں جب روحیں اور جسم اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ﴿فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ’’پس بلا شبہ ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) مٹی سے پیدا کیا تھا۔‘‘ یعنی اصل میں اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیونکہ تمھارے باپ آدم علیہ السلام کو اس نے مٹی ہی سے پیدا فرمایا تھا، ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ’’پھر نطفے سے‘‘ اور پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔

رحم میں نطفے اور جنین کے ارتقائی مراحل: ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ﴾ ’’پھر جمے ہوئے خون سے، پھر (گوشت کے) لوتھڑے سے۔‘‘ جب نطفہ عورت کے رحم میں قرار پا جاتا ہے تو چالیس دن تک وہ اسی حالت میں رہتا ہے اور پھر اس کے ساتھ کچھ اور چیزوں کو ملا دیا جاتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرخ رنگ کے خون کے لوتھڑے کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور چالیس دن تک اسی طرح خون کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے اور پھر یہی تبدیل ہو کر بوٹی بن جاتی ہے، یعنی گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا جس میں کوئی شکل وصورت نہیں ہوتی، پھر بعد میں اس میں سر، دو ہاتھ، سینہ، پیٹ، دو رانیں، دو پاؤں اور دیگر تمام اعضاء کی صورتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ شکلوں اور صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے اور کبھی شکلوں اور صورتوں کے بننے کے بعد اسقاط حمل ہو جاتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ ’’پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی۔‘‘ جیسا کہ تم خود دیکھتے ہو ﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ’’تاکہ تم پر ہم (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔‘‘

یعنی کبھی یوں ہوتا ہے کہ حمل پیٹ میں برقرار رہتا ہے اور عورت اسے ساقط نہیں کرتی اور اسے نہیں گراتی جیسا کہ امام مجاہد نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ سِقط کبھی مخلوق ہوتا ہے اور کبھی غیر مخلوق۔③ اور جب بوٹی بننے کے بعد اس پر چالیس دن گزر

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2474/8 وتفسیر القرآن للسمعانی: 418/3. ② تفسیر الطبری: 152/17. ③ تفسیر الطبری: 154/17.

جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے مطابق اسے خوب صورت یا بدصورت اور مذکر یا مؤنث بنا دیتا، اس کے رزق اور اجل کو لکھ دیتا ہے اور یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ یہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت۔

جیسا کہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا اور آپ صادق مصدوق ہیں: [إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَّأَرْبَعِينَ لَيْلَةً]، [ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا]، [وَّيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهٖ، وَأَجَلِهٖ، وَعَمَلِهٖ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ (ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ)] ”تم میں سے ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور چالیس راتوں تک جمع کر کے رکھا جاتا ہے، پھر وہ چالیس راتوں تک گوشت کا لوتھڑا بنا رہتا ہے، پھر اسی طرح چالیس راتوں تک وہ بوٹی بنا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، اس کے رزق، عمل اور عمر کے لکھنے کا، نیز اس بات کا کہ وہ بد بخت ہے یا خوش بخت اور پھر اس میں روح کو پھونک دیا جاتا ہے۔“①

انسان بچپن سے بڑھاپے کی طرف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ﴾ ”پھر ہم تمھیں (مکمل) بچہ (بنا کر) نکالتے ہیں۔“ جو بدن، کان، آنکھ، حواس، گرفت اور عقل کے اعتبار سے کمزور ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ اسے قوت عطا فرماتا جاتا ہے اور ماں باپ رات اور دن کی گھڑیوں میں ہر وقت اس سے محبت وشفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ ۚ ﴾ ”تاکہ پھر تم اپنی جوانی کو پہنچو“ اور وہ بھرپور اور مکمل طاقت ور ہو جاتے ہیں، انسان عنفوانِ شباب کو پہنچ جاتا اور حسن وجمال کا پیکر نظر آنے لگتا ہے۔ ﴿ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى ﴾ ”اور تم میں سے کوئی (قبل از پیری) مار دیا جاتا ہے۔“ یعنی قوت وشباب ہی کے دور میں۔ ﴿ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ ﴾ ”اور تم میں سے کوئی (شیخ فانی ہو جاتا اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔“ یعنی پیری، بڑھاپے، ضعفِ قوت وعقل وفہم اور ضعفِ فکر ودانش کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ ﴾ ”تاکہ وہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ○ ﴾ (الروم 54:30) ”اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور (حالت میں) پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر اس نے طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑا قدرت والا ہے۔“

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التوحید، باب قوله تعالیٰ: ﴿ وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ ۖ ﴾ (الصّٰفّٰت 171:37)، حدیث: 7454 اور دوسرا حصہ بھی صحیح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته......، حديث: 3332 کے مطابق ہے جبکہ تیسرا حصہ صحیح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمی......، حديث: 2643 کے مطابق ہے، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، حديث: 3332 کے ہیں۔

نباتات سے ایک دوسری مثال: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً ﴾ ”اور (اے دیکھنے والے!) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک پڑی ہوتی ہے۔“ مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ ایک دوسری دلیل ہے کہ وہ مردوں کو بھی اسی طرح زندہ کر سکتا ہے جس طرح وہ خشک زمین کو زندہ کر دیتا ہے، ﴿ هَامِدَةً ﴾ سے مراد وہ بنجر زمین ہے جس میں کچھ بھی پیدا نہ ہوتا ہو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی چٹیل اور خشک زمین کے ہیں۔① سدی کا قول ہے کہ اس کے معنی مردہ زمین کے ہیں۔ ﴿ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ﴾ ”پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔“ یعنی جب اللہ تعالیٰ اس پر بارش کو نازل فرماتا ہے تو ﴿ وَرَبَتْ ﴾ یعنی نباتات کے ساتھ حرکت کرنے لگتی اور مردہ ہو جانے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے۔ ﴿ وَرَبَتْ ﴾ اور ابھرنے لگتی ہے اور رنگ رنگ کے پھلوں اور فصلوں کو اگانے لگتی ہے جن کے رنگ، ذائقے، خوشبوئیں، شکلیں اور خصوصیات مختلف ہوتی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ﴾ ”اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔“ جن کی شکلیں خوب صورت اور خوشبوئیں بہت عمدہ اور پاکیزہ ہوتی ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ”یہ سب کچھ اس لیے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے۔“ اور وہ خالق و مدبّر اور جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ﴿ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ ”اور یقیناً وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔“ جس طرح کہ اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس سے انواع و اقسام کے پھلوں اور فصلوں کو پیدا فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 39:41) ”یقیناً وہ ذات جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ (یٰسٓ 82:36) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

﴿ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ ﴾ ”اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اُٹھائے گا۔“ انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا جبکہ وہ اپنی قبروں میں بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہوں گے، عدم کے بعد انھیں دوبارہ وجود بخش دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 80-78:36) ”اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجیے: اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے، (وہی) جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر یکا یک تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر اُن) سے آگ نکالتے ہو۔“ اسی مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2475/8.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑧ ثَانِيَ

اورلوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جواللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے بحث کرتے ہیں ⑧ (تکبر کی وجہ سے حق سے)

عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

پہلو تہی کرتے ہوئے، تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے بہکائے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور یوم قیامت ہم اسے جلانے والا عذاب

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ⑨ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ⑩ ع 1 10 8

چکھائیں گے ⑨ (کہا جائے گا:) یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ⑩

تفسیر آیات:8-10

بدعتیوں اور گمراہوں کے سرداروں کا حال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴾ (الحج 3:22) ”اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں علم (ودانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔“ میں گمراہوں، جاہلوں اور مقلدوں کے حال کو بیان کیا اور اب داعیانِ ضلالت اور سردارانِ کفر و بدعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑧﴾ ”اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم (ودانش) کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے جھگڑتا ہے۔“ یعنی نہ اس کے پاس صحیح عقل ہے اور نہ صحیح وصریح نقل بلکہ محض رائے اور خواہش کی وجہ سے جھگڑتا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ﴾ ”(اور تکبر کی وجہ سے) پہلو تہی کرتے ہوئے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ از راہ تکبر حق سے منہ موڑ لیتا ہے۔① مجاہد، قتادہ اور مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے۔② یعنی جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اس سے اعراض کرتا اور تکبر سے اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ ......﴾ الآية (الذّٰريٰت 51:38,39) ”اور موسیٰ (کے حال) میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلے معجزے کے ساتھ بھیجا تو اس نے اپنی قوت کے سبب روگردانی کی......۔“ اور فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○ۚ﴾ (النسآء 4:61) ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف آنے سے کتراتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○﴾ (المنٰفقون 63:5) ”اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ، رسول اللہ تمھارے لیے مغفرت مانگیں تو (نفی میں) اپنے سر ہلا دیتے ہیں اور آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔“

---

① تفسير الطبرى: 17/159,160. ② تفسير الطبرى: 17/159 وتفسير ابن أبى حاتم: 8/2476.

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ اۨطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ

اور لوگوں میں سے کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارے (شک) پر، پھر اگر اسے بھلائی مل گئی تو اس پر مطمئن ہو گیا، اور اگر اسے کوئی آزمائش آ پڑی

فِتۡنَةُ اۨنۡقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ ۚ قف خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ⑪ يَدۡعُوۡا

تو اپنے چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا، یہی کھلا خسارہ ہے ⑪ وہ اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو اسے

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنۡفَعُهٗ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ ‌ۚ⑫ يَدۡعُوۡا لَمَنۡ

نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اسے نفع دے سکتا ہے۔ یہی دور کی گمراہی ہے ⑫ وہ اسے پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب

ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ‌ ؕ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰى وَلَبِئۡسَ الۡعَشِيۡرُ ⑬

ہے، بلاشبہ وہ برا کارساز ہے اور بلاشبہ وہ برا ساتھی ہے ⑬

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ …… ﴾ الآیة (لقمٰن 31:18) ”اور (از راہ غرور) تو لوگوں سے بے رخی نہ کر……۔“ یعنی غرور کرتے ہوئے لوگوں سے اعراض نہ کرنا۔ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا …… ﴾ الآیة (لقمٰن 31:7) ”اور جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے ہوئے پھر جاتا ہے……۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ ﴾ ”تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے۔“ یا تو اس سے معاندین مراد ہیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کو ہم نے اس قدر گھٹیا اخلاق پر اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اسے ان لوگوں میں سے بنا دیں جو اللہ کے رستے سے گمراہ کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ ﴾ ”اس کے لیے دنیا میں ذلت ہے۔“ یعنی جس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہوئے غرور اور تکبر کا اظہار کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اسے دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دے گا اور آخرت سے پہلے اسے دنیا ہی میں سزا دے دے گا کیونکہ دنیا ہی اس کا مقصود و مطلوب اور مبلغ علم ہے۔ ﴿ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ⑨ ﴾ ”اور ہم قیامت کے دن اسے عذاب (آتش) سوزاں (کا مزہ) چکھائیں گے۔“ ﴿ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ ﴾ ”(اے سرکش!) یہ اس (کفر) کی سزا ہے، جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔“ یہ زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔ ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ⑩ ﴾ ”اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰى سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ۖ ○ ثُمَّ صُبُّوۡا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِيۡمِ ؕ ○ ذُقۡ ۚۙ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ ○ اِنَّ هٰذَا مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ○ ﴾ (الدخان 44:47-50) ”(حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ، پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو، (اب مزہ) چکھ! تو بڑی عزت والا (اور) سردار تھا، بلاشبہ یہی وہ (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 11-13

کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے معنی: مجاہد، قتادہ اور دیگر کئی اہلِ علم نے ﴿ حَرۡفٍ‌ ۚ ﴾ کے معنی شک کے بیان

کیے ہیں۔① کچھ اہلِ علم نے اس کے معنی کنارے کے بیان کیے ہیں، اسی سے حَرْفُ الْجَبَلِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی پہاڑ کے کنارے کے ہیں۔② اس صورت میں آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین میں ایک کنارے سے داخل ہوتا ہے، اگر دین میں اپنی پسند کی چیزیں پائے تو برقرار رہتا ہے ورنہ دین کو چھوڑ دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: ایک آدمی مدینہ میں آتا تھا اگر وہاں اس کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل کی بھی افزائش ہوتی تو وہ کہتا کہ اسلام ایک اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا نہ ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل کی افزائش نہ ہوتی تو وہ کہتا کہ یہ ایک برا دین ہے۔③

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص جب مدینہ آتا (مدینہ ان دنوں وبا کی زد میں تھا) اور اگر یہاں وہ تندرست رہتا، اس کی گھوڑی ایک خوب صورت بچے کو جنم دیتی اور اس کی بیوی بیٹے کو جنم دیتی تو وہ خوش وخرم ہو کر مطمئن ہو جاتا اور کہتا کہ جب سے میں نے اس دین کو اختیار کیا ہے خیر و بھلائی کو ہی دیکھا ہے۔ ﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ﴾ ”اور اگر کوئی آفت آ پڑے۔“ فتنے کا لفظ بلا اور آفت کے معنی میں ہے، یعنی اگر وہ مدینہ کے بخار میں مبتلا ہو جائے، اس کی بیوی کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور اسے صدقہ ملنے میں تاخیر ہو جائے تو اس کے پاس شیطان آ کر کہتا کہ واللہ! جب سے تو نے اس دین کو اختیار کیا ہے تجھے برے حالات ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہی فتنہ ہے۔④ قتادہ، ضحاک، ابن جریج اور کئی ایک ائمۂ سلف نے اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے۔⑤ اور مجاہد نے ﴿انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ﴾ ”تو منہ کے بل پلٹ جائے“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پھر کافر ہو جاتا ہے۔⑥

اور فرمایا: ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ﴾ ”اُس نے دنیا میں بھی نقصان اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔“ دنیا میں بھی اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور آخرت میں بھی اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے وہ حد درجے کی شقاوت اور رسوا کر دینے والے عذاب میں مبتلا ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪﴾ ”یہی تو صریح نقصان ہے۔“ یہ عظیم ترین خسارہ اور انتہائی ناکام و نامراد سودا ہے۔ ﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ﴾ ”یہ اللہ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے۔“ یعنی یہ بتوں سے فریاد کرتا، مدد مانگتا اور رزق طلب کرتا ہے، حالانکہ یہ نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ۚ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ﴾ ”یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے (بلکہ) ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔“ یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس کا نقصان زیادہ ہے اور آخرت میں بھی اس کا یقینی طور پر نقصان ہی نقصان ہوگا۔ ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬﴾ ”بلاشبہ ایسا کارساز بھی برا اور ایسا دوست بھی برا ہے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بت کی طرف اشارہ ہے۔⑦

---

① تفسیر الطبری:17/161,162. ② تفسیر القرطبی:12/17 . ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ﴾ (الحج 22:11) ......، حدیث:4742 . ④ تفسیر الطبری:17/161. ⑤ تفسیر الطبری: 17/161,162 . ⑥ تفسیر الطبری:17/161. ⑦ تفسیر الطبری:17/164.

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، بے شک

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭

اللہ جو چاہے وہی کرتا ہے ⑭

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ

جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں ہرگز اس (رسول) کی مدد نہ کرے گا تو چاہیے کہ وہ آسمان تک رسی دراز کرے، پھر اسے کاٹ ڈالے اور

لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ⑮ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ

دیکھے کہ کیا اس کی تدبیر اس کے غصے کو لے جاتی ہے ⑮ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو واضح آیات کی صورت میں نازل کیا ہے اور

اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯

بے شک اللہ جسے چاہے اسے ہدایت دیتا ہے ⑯

یعنی اللہ کو چھوڑ کر یہ جو اس بت کو پکارتا ہے تو یہ بت بہت برا دوست اور بہت برا مددگار ہے اور بہت برا ساتھی اور بہت برا ہم نشین ہے۔

تفسیر آیت: 14

نیک لوگوں کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے بدبخت اہلِ ضلالت کا ذکر کیا اور اب سعادت مند، ابرار و نیکوکار لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو دل و جان سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کی۔ انھوں نے ہر طرح کے اعمال صالحہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تمام برے کاموں کو ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان اطاعت گزار و فرماں بردار بندوں کو بہشت بریں کے بلند و بالا درجات سے سرفراز فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ضلالت و شقاوت کو گمراہ کر دیا اور اپنے ان پاکباز و پاک زاد بندوں کو ہدایت سے سرفراز فرمایا، اس لیے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“

تفسیر آیات: 16,15

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یقیناً فتح و نصرت عطا فرمائے گا: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں مدد نہیں فرمائے گا، ﴿فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ﴾ ”تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف (اپنے گھر کی چھت میں) ایک رسی باندھے، پھر (اس سے اپنا) گلا گھونٹ لے۔“① مجاہد، عکرمہ، عطاء، ابو جوزاء اور قتادہ وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔② آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو

---

① تفسیر الطبری:166/17 والمستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الحج:386/2، حديث:3453. ② تفسیر الطبری:165/17-168.

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ

بے شک جو لوگ ایمان لائے ، اور جو یہودی ہوئے ، اور صابی (بے دین) اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا،

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

بے شک اللہ ان کے مابین یومِ قیامت فیصلہ کرے گا، یقیناً اللہ ہر شے پر شاہد ہے ⑰

شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ ، اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے دین اسلام کی مدد نہیں فرمائے گا تو اسے چاہیے کہ اگر اس کا غصہ ٹھنڈا ہو سکتا ہو تو وہ خودکشی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کو یقیناً فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ﴾ (المؤمن 51:40) ”بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ⑮﴾ ”پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دور کر دیتی ہے۔“ سدی کہتے ہیں، یعنی محمد ﷺ کے بارے میں اسے جو غصہ ہے۔ عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ دیکھے کہ اس کے سینے میں جو غم و غصہ ہے کیا وہ اس طرح کرنے سے دور ہو جائے گا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیات (کی شکل) میں اتارا ہے۔“ یعنی لفظ و معنی کے اعتبار سے یہ آیات بالکل روشن، واضح اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔ ﴿ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯﴾ ”اور بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ وہ جسے چاہتا گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور اس میں اس کی حکمت تامّہ اور حجت قاطعہ کارفرما ہوتی ہے۔ ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ (الأنبياء 23:21) ”وہ جو کام کرتا ہے اس سے نہیں پوچھا جا سکتا اور (جو کام لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔“ یعنی اس کی حکمت، رحمت، عدل، علم، غلبہ اور عظمت کی وجہ سے اس کے حکم کو ٹالا نہیں جا سکتا اور وہ اپنے بندوں سے بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر آیت: 17

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرقوں میں فیصلہ فرمائے گا: اللہ تعالیٰ مختلف ادیان سے وابستہ لوگوں، یعنی مومنوں، یہودیوں، صابیوں۔ صابیوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ نیز ان کے بارے میں اختلاف کو قبل ازیں سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔① عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکوں کے بارے میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ ان میں سے ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ کفر کرنے والوں کو جہنم رسید کرے گا، اس لیے کہ وہ ذات پاک ان کے افعال کی گواہ، ان کے اقوال کا ریکارڈ رکھنے والی اور ان کی مخفی باتوں اور دلوں کی دھڑکنوں کو

---

① دیکھیے البقرة، آیت: 62 کے تحت عنوان: ”صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں میں اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ

وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ (بھی۔) اور بہت سوں پر اس کا عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے

الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ۩ ⑱ السجدۃ

والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہے کرتا ہے ⑱

جاننے والی ہے۔

تفسیر آیت : 18

ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی ذات پاک ہی مستحق عبادت ہے اور اس کی عظمت کے باعث خوشی یا ناخوشی سے ہر چیز اسے سجدہ کرتی ہے اور ہر چیز کا سجدہ اس کے مناسبِ حال ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۝﴾ (النحل 48:16) ”کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) ڈھلتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے عجز وانکسار کرتے ہوئے سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے یقیناً اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔“ یعنی آسمانوں کے فرشتے اور دیگر تمام جہانوں میں بسنے والی مخلوقات، مثلاً: انسان، جن، چوپائے اور پرندے وغیرہ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ……﴾ الآية (بنیٓ إسرآء یل 44:17) ”اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے……۔“

سورج بھی ہر روز عرش تلے سجدہ کرتا ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ﴾ ”اور سورج اور چاند اور ستارے“ ان کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا، مسخر کیا اور یہ سب اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہیں، اس لیے: ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ﴾ (حٰمٓ السجدة 37:41) ”تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان (چیزوں) کو پیدا کیا ہے۔“ صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا أَبَاذَرٍّ! هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟]، [قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنُ…… وَيُوشِكُ…… فَيُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ] ”اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟“ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے…… اور قریب ہے…… کہ (ایک دن) اس سے کہا جائے کہ

جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا۔‘‘①

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رات میں نے خواب میں دیکھا، گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں جب میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدہ کرنے کی وجہ سے درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ درخت سجدے میں کہہ رہا تھا: [اَللّٰهُمَّ! اُكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَّضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَّاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ] ’’اے اللہ! تو اس سجدے کو قبول فرما اور اس کا ثواب اپنے ہاں لکھ دے اور اس کے سبب سے تو گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور کر دے اور اس سجدے کو تو میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور تو اس سجدے کو میری طرف سے ایسے ہی قبول فرما لے جیسے تو نے اپنے بندے داود علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت سجدہ کی تلاوت فرمائی، پھر سجدہ کیا تو میں نے سنا کہ آپ سجدے میں وہی کلمات کہہ رہے تھے جن کے بارے میں اس شخص نے بتایا تھا کہ اس نے درخت سے حالتِ سجدہ میں یہ الفاظ سنے ہیں۔ اس کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔②

اور فرمایا: ﴿ وَ الدَّوَآبُّ ﴾ ’’اور (سارے) حیوانات‘‘ حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوانوں کی پشتوں کو منبر بنانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: [فَرُبَّ مَرْكُوبَةٍ خَيْرٌ مِّنْ رَّاكِبِهَا، هِيَ أَكْثَرُ ذِكْرًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى مِنْهُ] ’’ہوسکتا ہے کہ بہت سی سواریاں اپنے سوار سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والی ہوں۔‘‘③

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴾ ’’اور بہت سے لوگوں میں سے بھی۔‘‘ یعنی خوشی سے، اپنے اختیار سے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اسے سجدہ کرتے ہیں۔ ﴿ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ﴾ ’’اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔‘‘ یعنی ایسے لوگ جو غرور و تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ﴿ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ⑱ ﴾ ’’اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔‘‘

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، اِعْتَزَلَ

---

① پہلا حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب الزمن الذی......، حدیث: 159-(401) اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر......، حدیث: 3199 کے مطابق ہے۔ ملحوظہ: ابن کثیر کی ترتیب سے ذکر کردہ الفاظ صحیحین میں کہیں نہیں ملے۔ ② جامع الترمذی، الجمعة، باب ما جاء ما یقول فی سجود القرآن؟ حدیث: 579 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب سجود القرآن، حدیث: 1053 و صحیح ابن حبان، الصلاة، ذکر ما یدعو المرء فی سجود التلاوة ......: 474,473/6، حدیث: 2768. ③ مسند أحمد: 440/3 و مجمع الزوائد، الأدب، باب النهی عن اتخاذ الدواب کراسی: 200,199/8، حدیث: 13225 و المعجم الکبیر للطبرانی: 193/20 عن معاذ بن أنس رضی اللہ عنہ، البتہ یہ حدیث ضعیف ہے، مزید دیکھیے الموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد): 404/24-407.

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ ۫ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ

یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، چنانچہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے

یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ⑲ ۚ یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ؕ ⑳

جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی انڈیلا جائے گا⑲ اس سے وہ سب کچھ گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور (ان کی) کھالیں

وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ ㉑ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا ۗ

بھی⑳ اور ان (کو مارنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے㉑ اور وہ جب بھی مارے غم کے اس سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے، اسی میں لوٹا

2 ع 12 9 وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ㉒ ع

دیے جائیں گے اور (کہا جائے گا:) بے شک جلانے والا عذاب چکھو!㉒

الشَّیۡطَانُ یَبۡكِی، یَقُوۡلُ: یَاوَیۡلَهُ! أُمِرَ ابۡنُ آدَمَ بِالسُّجُوۡدِ فَسَجَدَ، فَلَهُ الۡجَنَّةُ، وَأُمِرۡتُ بِالسُّجُوۡدِ فَأَبَیۡتُ فَلِیَ النَّارُ] ”جب ابن آدم سجدے کی آیت کو پڑھتا اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے اور مجھے بھی سجدے کا حکم دیا گیا مگر میں نے انکار کیا اور میرے لیے جہنم ہے!“①

اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے عقبہ بن عامر کی روایت کو بیان کیا ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا سورۂ حج کو دو سجدوں کی وجہ سے باقی تمام سورتوں پر فضیلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمۡ! وَمَنۡ لَّمۡ یَسۡجُدۡهُمَا فَلَا یَقۡرَأۡهُمَا] ”ہاں! تو جو یہ دو سجدے نہ کرے وہ انھیں نہ پڑھے۔“② اس کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے (بھی) روایت کیا ہے۔③

امام ابوداود نے ”المراسیل“ میں خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلَتۡ سُوۡرَةُ الۡحَجِّ عَلَی الۡقُرۡآنِ بِسَجۡدَتَیۡنِ] ”سورۂ حج کو قرآن (کی دیگر تمام سورتوں) پر دو سجدوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔“④ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسند میں بھی بیان کی گئی ہے، یعنی ایک اور سند سے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابوبکر اسماعیلی نے ابوجہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابِیَہ میں سورۂ حج میں دو سجدے کیے اور فرمایا: اس سورت کو دو سجدوں کی وجہ

---

① صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر......، حدیث: 81 . ② مسند أحمد:151/4، یہ الفاظ: [ومن لم یسجدهما فلا یقرأهما] ضعیف ہیں۔ دیکھیے الموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد):504,503/28 . ③ سنن أبی داود، سجود القرآن، باب تفریع أبواب السجود......، حدیث: 1402 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ما جاء فی السجدة فی الحج، حدیث: 578 مزید دیکھیے هدایة الرواة، الصلاة:456/1، حدیث:988 . ④ المراسیل، باب ماجاء فی السجود، حدیث: 78 ومسند أحمد:151/4 والسنن الکبرٰی للبیهقی، الصلاة، باب سجدتي الحج:317/2 اور تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح سنن أبی داود (مفصل) للألبانی، الصلاة، باب تفریع أبواب السجود، وکم سجدة فی القرآن؟ 148-145/5 والموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد):595-593/28.

سے فضیلت حاصل ہے۔ ① امام ابوداود اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں قرآن مجید میں پندرہ سجدے پڑھائے تھے ان میں سے تین مفصل سورتوں میں اور دو سورۂ حج میں۔ ② یہ تمام شواہد ایک دوسرے کے لیے باعث تقویت ہیں۔

تفسیر آیات: 19-22

سببِ نزول: صحیحین میں ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت: ﴿ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّہِمۡ ۫ ﴾ ”یہ دو جھگڑنے والے اپنے پروردگار (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں۔“ حمزہ ؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں اور عتبہ اور اس کے دونوں ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ بدر میں ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئے تھے۔ امام بخاری ؒ نے اس آیت کی تفسیر میں اسے بیان کیا ہے۔ ③ پھر امام بخاری ؒ نے علی بن ابو طالب ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑے کے لیے کھڑا ہوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جنھوں نے بدر کے دن ایک دوسرے سے مقابلہ کیا تھا، یعنی علی، حمزہ اور عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ اسے صرف امام بخاری ؒ نے روایت کیا ہے۔ ④

ابن ابونجیح نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں کافر و مومن کی مثال کو بیان کیا گیا ہے جن کا بعثت کے بارے میں جھگڑا ہے۔ ⑤ نیز ایک دوسری روایت کے مطابق مجاہد اور عطاء سے اس آیت کریمہ کے بارے میں مروی ہے کہ یہ مومنوں اور کافروں کے بارے میں ہے۔ ⑥ مجاہد اور عطاء کا یہ قول تمام اقوال پر مشتمل ہے، اس میں غزوۂ بدر کا قصہ بھی آ جاتا ہے اور دیگر تمام قصص و واقعات بھی کیونکہ مومن اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت چاہتے ہیں جبکہ کافر نورِ ایمان کو بجھا دینا، حق کو مغلوب اور باطل کو غالب کرنا چاہتے ہیں، ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑦ اور یہ ایک اچھا قول ہے۔

کفار کی سزا: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَہُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ ﴾ ”تو جو کافر ہیں ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے۔“ یعنی ان کے لیے آگ کے ٹکڑے الگ کیے جائیں گے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ انھیں تانبے کے کپڑے پہنائے جائیں گے، تانبا ایک ایسی چیز ہے کہ اسے جب گرم کیا جائے تو اس کی حرارت سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ ⑧ ﴿ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِہِمُ الۡحَمِیۡمُ ﴿ۚ۱۹﴾ یُصۡہَرُ بِہٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ ﴿ؕ۲۰﴾ ﴾ ”اور ان

---

① السنن الکبری للبیهقی، الصلاة، باب سجدتي الحج:317/2 . ② سنن أبی داود، سجود القرآن، باب تفریع أبواب السجود......؟ حدیث:1401 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب عدد سجود القرآن، حدیث:1057. یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھیے تمام المنة للألبانی، باب سجود التلاوة، ص:268,267. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّہِمۡ ۫ ﴾ (الحج22:19) ، حدیث:4743. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّہِمۡ ۫ ﴾ (الحج22:19)، حدیث:4744 . ⑤ تفسیر الطبری،:174/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2480/8 . ⑥ تفسیر الطبری:173/17 . ⑦ تفسیر الطبری:174/17. ⑧ تفسیر القرطبی:26/12 وتفسیر ابن أبی حاتم:2481/8.

کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔'' یعنی جب ان کے سروں پر سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور ان کی کھالیں گل جائیں گی۔

ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُؤُوسِهِمْ، فَيَنْفُذُ الْجُمْجُمَةَ حَتّٰى يَخْلُصَ إِلٰى جَوْفِهِ، فَيَسْلُتَ مَا فِي جَوْفِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ قَدَمَيْهِ وَهِيَ الصَّهْرُ، ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ] ''بلاشبہ جب کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا تو وہ کھوپڑیوں سے ہوتا ہوا اس کے پیٹ کے اندر پہنچ جائے گا تو وہ پیٹ کے اندر کی تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے اس کے دونوں پاؤں تک لے جائے گا۔ اور صهر کے یہی معنی ہیں، پھر اسے پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔'' ① اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ② امام ابن ابو حاتم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ③ پھر ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن سَرِیّ سے روایت کیا ہے کہ اس کے پاس فرشتہ آئے گا جس نے شدت حرارت کی وجہ سے برتن کو دو چمٹوں کے ساتھ اُٹھایا ہوا ہوگا، جب وہ برتن کو اس کے منہ کے قریب کرے گا تو یہ اس سے نفرت کرے گا، پھر فرشتہ ہتھوڑا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے گا جس سے اس کا دماغ پھٹ جائے گا' پھر وہ اس کے دماغ پر اس برتن کو انڈیل دے گا تو وہ گرم پانی دماغ سے ہو کر اس کے پیٹ تک پہنچ جائے گا' پس اس ارشاد باری تعالیٰ کے یہ معنی ہیں: ﴿يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ⑳﴾ ''اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔'' ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ㉑﴾ ''اور اُن (کے مارنے ٹھوکنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ کافروں کو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جائے گا جس سے ان کا ایک ایک عضو ٹوٹ جائے گا اور وہ موت کو پکاریں گے۔ ⑤

اور فرمایا: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۙ﴾ ''جب وہ چاہیں گے کہ اسی رنج وتکلیف کی وجہ سے اس (دوزخ) سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔'' اعمش نے ابوظبیان سے اور انھوں نے سلیمان سے روایت کیا ہے کہ آگ سیاہ اور سخت کالی ہوگی، اس کے شرارے یا انگارے میں چمک نہیں ہوگی، پھر انھوں نے اسی آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۙ﴾ ''جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے (دوزخ سے) نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ㉒﴾ ''اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔'' اسی طرح ہے ⑥ جیسا کہ یہ ہے: ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ

---

① تفسیر الطبری:175/17۔ ② جامع الترمذی، صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة شراب أهل النار، حدیث:2582 ومسند أحمد:374/2 والمستدرك للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج:387/2، حدیث:3458. ملحوظہ: دیکھیے السلسلة الصحیحة:1382/7، حدیث:3470، والموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد):453,452/14. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2481/8. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2481/8 عن السدی. ⑤ الدر المنثور:629/4 اور ''وہ موت کو پکاریں گے۔'' یہ جملہ تفسیر الطبری:177/17 میں سعید بن جبیر سے ہے۔ ⑥ تفسیر الطبری:178/17.

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے یقیناً اللہ ان کو (ایسے) باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہاں انھیں

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ㉓ وَهُدُوْٓا

سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا㉓ اور (دنیا میں) انھیں پاکیزہ بات (توحید) کی ہدایت دی گئی،

اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ㉔

اور قابل تعریف (اللہ کی) راہ دکھائی گئی ㉔

النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○﴾ (السجدة 32:20) ”اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے، اس (کے مزے) کو چکھو۔“ معنی کلام یہ ہیں کہ انھیں قولاً اور فعلاً دونوں طرح عذاب دے کر ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 24,23

مومنوں کی جزا: اللہ تعالیٰ نے پہلے اہلِ دوزخ کے حال کو بیان فرمایا۔ ہم ان کے حال میں مبتلا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ کہ انھیں کس طرح عذاب اور سزا دی جائے گی، جلنے کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی اور جہنم کی آگ کا لباس پہنایا جائے گا اور اب اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے حال کو بیان فرمایا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرما دے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے بلاشبہ اللہ ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں۔“ یعنی بہشتوں کے اطراف و اکناف میں اور ان کے درختوں اور محلوں کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں اور وہ جہاں چاہیں گے اور جس طرف چاہیں گے ان کے رُخ کو تبدیل کر سکیں گے۔

سونے چاندی کے کنگن اور ریشم کا لباس: ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ﴾ ”وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔“ یعنی ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [تَبلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ] ”مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“①

اور فرمایا: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ㉓﴾ ”وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔“ یعنی جہنمیوں کے آگ کے لباس کے

---

① صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے جبکہ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الفاظ: فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتّٰى بَلَغَ إِبْطَهُ...... أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بغل تک اپنے ہاتھوں کو دھویا...... (پھر ان سے پوچھا گیا:) کیا اس کے متعلق آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: زیور (پہنائے جانے) کی حد (وہاں تک ہوگی جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا رہا۔)“ صحیح البخاری، اللباس، باب نقض الصور، حدیث: 5953، البتہ صحیح مسلم، الطھارة، باب تبلغ الحلية......، حدیث: 250 میں یہ الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صراحت کے ساتھ مرفوعاً ثابت ہیں۔

مقابلے میں انھیں ریشمی لباس پہنایا جائے گا جو اطلس اور سندس کے ریشم سے بنا ہوگا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ عٰلِيَهُمۡ ثِيَابُ سُنۡدُسٍ خُضۡرٌ وَّاِسۡتَبۡرَقٌ ۫ وَّحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا ○ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمۡ جَزَآءً وَّكَانَ سَعۡيُكُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ○ ﴾ (الدھر 22,21:76) ’’اُن (کے بدنوں) پر باریک سبز اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا پروردگار اُنھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا، یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔‘‘

صحیح حدیث میں ہے: [لَا تَلۡبَسُوا الۡحَرِيرَ (وَلَا الدِّيبَاجَ فِي الدُّنۡيَا) فَإِنَّهُ مَنۡ لَبِسَهُ فِي الدُّنۡيَا لَمۡ يَلۡبَسۡهُ فِي الۡآخِرَةِ] ’’دنیا میں ریشم اور دیباج نہ پہنو کیونکہ جس نے اسے دنیا میں پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔‘‘① عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا وہ جنت میں داخل ہی نہیں ہوگا کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿23﴾ ﴾ ’’اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔‘‘②

مومنوں کا روز قیامت خیر مقدم اور بہشت بریں میں داخلہ: اور فرمایا: ﴿ وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۖ ﴾ ’’اور (دنیا میں) ان کو پاکیزہ بات (توحید) کی ہدایت کی گئی۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاُدۡخِلَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ؕ تَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ ○ ﴾ (ابراھیم 23:14) ’’اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے، وہاں ان کی (ملاقات کی) دعا ’’سلام‘‘ ہوگی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ؕ ﴾ (الرعد 4,23:13) ’’اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے:) تم پر رحمت ہو (یہ) تمھاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِيۡمًا ۙ اِلَّا قِيۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ○ ﴾ (الواقعۃ 26,25:56) ’’وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات، مگر یہ کہنا: سلام ہے سلام ہے۔‘‘ یعنی انھیں ایک ایسی جگہ عطا کی جائے گی جہاں وہ پاکیزہ کلام ہی سماعت فرمائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيُلَقَّوۡنَ فِيۡهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ ﴾ (الفرقان 75:25) ’’اور وہاں ان کا دعا و سلام کے ساتھ استقبال ہوگا۔‘‘ وہ دوزخیوں سے ایسے کلام کے ساتھ مخاطب ہوں گے جس میں ان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہوگی اور وہ ان سے کہیں گے: ﴿ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ○ ﴾ (الحج 22:22) ’’اور جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔‘‘

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿24﴾ ﴾ ’’اور (اللہ) تعریف کیے ہوئے کی راہ بتائی گئی۔‘‘ یعنی ایسی جگہ کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی جس میں وہ اپنے رب تعالیٰ کے احسانات و انعامات پر اور جو اس نے ان کو ہدایت دی ہے

---

① صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم لبس الحریر ......، حدیث:(11)-2069 عن عمر رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ کچھ تقدیم و تاخیر کے ساتھ صحیح البخاری، الأطعمة، باب الأكل في إناء مفضض، حدیث:5426 و صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم استعمال ......، حدیث:(5)-2067 عن حذیفة رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ ② مسند أحمد:37/1 .

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے (سب) لوگوں کے لیے بنایا ہے،

لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ

اس میں مقیم اور بادیہ نشین (باہر سے آنے والے) برابر ہیں، اور جو اس میں ظلم کے ساتھ کج روی کا ارادہ کرے ہم اسے نہایت دردناک

عَذَابٍ اَلِيْمٍ ع ﴿25﴾ 3 ع 3 10

عذاب چکھائیں گے ﴿25﴾

اس پر اس کی حمد بیان کریں گے۔ حدیث صحیح میں ہے: [يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ] ”اہل جنت کو تسبیح و تحمید اس طرح القا کی جائے گی جس طرح ان کے سانس کی آمد و شد جاری ہو گی۔“① بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ ﴾ میں طیب سے مراد قرآن مجید ہے۔② بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔③ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسنون اذکار ہیں۔④ اور صراط حمید سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں انھیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔⑤ اور ان تمام اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے، لہٰذا ان میں کوئی تضاد نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیت:25

اللہ کے رستے اور مسجد حرام سے روکنے والوں کے لیے وعید: اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے مومنوں کو مسجد حرام میں آنے اور مناسک ادا کرنے سے روک دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس مسجد کے متولی ہیں، حالانکہ ﴿ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ...... ﴾ الآية (الأنفال 34:8) ”اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں......“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ...... ﴾ الآية (البقرة 217:2) ”(اے محمد!) لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (سے روکنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک سب سے بڑا (گناہ) ہے......“

---

① صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفات الجنة وأهلها......، حديث:2835 ومسند أحمد:354/3 عن جابر بن عبدالله ﷺ. ② تفسير القرطبي:31,30/12. ③ تفسير الطبري:179/17 وتفسير ابن أبي حاتم: 2483/8 وتفسير البغوي:332/3. ④ تفسير الطبري: 179/17. ⑤ تفسير القرطبي: 31/12 وتفسير الطبري: 179/17.

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ’’بے شک جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں۔‘‘ یعنی کافروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام میں جانے سے بھی روکتے ہیں، یعنی وہ مسجد حرام میں آنے والے مومنوں کو اس سے روکتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں مومن ہی اسی مسجد محترم کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، اس آیت کی ترکیب اسی طرح ہے جیسا کہ درجِ ذیل آیت میں ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ ﴾ (الرعد 28:13) ’’جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، آگاہ رہو! کہ اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔‘‘ یعنی مومنوں کی نشانی یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی سے انھیں اطمینان اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

مکہ کے گھروں کو کرائے پر دینے کا مسئلہ: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ ﴾ ’’جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے۔‘‘ یعنی کافر لوگوں کو مسجد حرام کے پاس پہنچنے سے روکتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے شرعاً سب لوگوں کے لیے یکساں بنا دیا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اسی یکسانیت میں سے یہ بھی ہے کہ مکہ کے گھروں اور مکانوں میں رہنے کے اعتبار سے بھی سب لوگ برابر ہیں جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ ﴾ ’’برابر ہے مقیم اس میں اور باہر سے آنے والے۔‘‘ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اہلِ مکہ اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔ ① مجاہد نے کہا ہے کہ مکہ کے گھروں میں اہل مکہ اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔ ② ابوصالح، عبدالرحمٰن بن سابط اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ③ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد حرام میں اہلِ مکہ و دیگر سب لوگ برابر ہیں۔ ④

اس مسئلے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے مابین مسجد خیف میں اختلاف ہو گیا تھا جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس وقت وہاں تشریف فرما تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ تھا کہ مکہ کے گھر ذاتی ملکیت میں لیے جا سکتے ہیں، وہ بطورِ وراثت تقسیم ہو سکتے ہیں اور انھیں کرائے پر بھی دیا جا سکتا ہے۔ ⑤ اور انھوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کل آپ مکہ میں اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: [وَهَلْ تَرَكَ (لَنَا) عَقِيلٌ مِّنْ رِّبَاعٍ]، [لَّا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ] ’’کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر رہنے دیا ہے؟ (پھر آپ نے فرمایا:) مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں

---

① تفسیر الطبری:180/17 . ② تفسیر الطبری:180/17 . ③ تفسیر الطبری:180/17 . ④ تفسیر عبدالرزاق: 400/2، رقم:1907 و تفسیر الطبری:180/17 . ⑤ تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمة محمد بن إدریس الشافعی: 265/54 و مختصر الفتاوی المصریة لأبی عبد اللّٰه محمد بن علی الحنبلی:617/1 .

ہوسکتا۔‘‘ ① یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ امام شافعی ؒ نے دوسری دلیل یہ بیان فرمائی کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک گھر خریدا تھا اور چار ہزار درہم میں خریدے ہوئے اس مکان کو انھوں نے جیل خانہ بنا دیا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار کا بھی مکہ کے گھروں کے بارے میں یہی موقف ہے۔ ②

اس کے برعکس امام اسحاق بن راہویہ ؒ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مکہ کے گھروں کو نہ تو بطورِ وراثت تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ انھیں کرائے پر دیا جا سکتا ہے، سلف میں سے بھی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، مجاہد اور عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ ؒ نے دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کیا جسے امام ابن ماجہ نے علقمہ بن نَضْلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر ؓ کی وفات تک مکہ کے گھروں کو ’’سوائب‘‘ کے نام سے پکارا جاتا تھا کہ جو ضرورت مند ہو وہ ان میں سکونت اختیار کرے اور جسے خود ضرورت نہ ہو وہ ان میں دوسروں کو رہائش فراہم کر دے۔ ③

عبدالرزاق نے عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ کے گھروں کو بیچنا اور کرائے پر دینا حلال نہیں ہے۔ ④ انھوں نے ابن جریج سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ عطاء حرم میں کرائے سے منع کرتے تھے اور انھوں نے مجھے یہ خبر دی کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ مکہ کے گھروں میں دروازے لگانے سے منع کرتے تھے تاکہ حجاج گھروں کے صحنوں میں قیام کر سکیں۔ سب سے پہلے سہیل بن عمرو نے اپنے گھر کا دروازہ لگایا تھا، حضرت عمر ؓ نے جب ان سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: امیر المؤمنین! مجھے مہلت دیجیے، میں تاجر آدمی ہوں، میں نے گھر میں دو دروازے اس لیے لگائے ہیں تاکہ اپنے سامان کو محفوظ رکھ سکوں، حضرت عمر ؓ نے فرمایا: یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ⑤ عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا: اے اہلِ مکہ! اپنے گھروں میں دروازے نہ لگاؤ تاکہ باہر سے آنے والا جہاں چاہے قیام کر سکے۔ ⑥ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں معمر نے اس شخص سے خبر دی ہے جس نے عطاء سے سنا تھا کہ وہ ﴿سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ﴾ ’’اس میں مقیم اور باہر سے آنے والے برابر ہیں‘‘ کے بارے میں فرماتے تھے کہ لوگ مکہ میں جہاں چاہیں رہیں۔ ⑦ اور امام دارقطنی ؒ نے عبداللہ بن عمرو ؓ سے موقوف روایت بیان کی ہے کہ جو شخص مکہ کے گھروں کا کرایہ کھائے

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الحج، باب توریث دور مکة ......، حدیث: 1588، البتہ قوسین والا لفظ بخاری ہی کی حدیث: 4282 میں ہے جبکہ دوسرا حصہ صحیح البخاری، الفرائض، باب: [لا یرث المسلم الکافر......]، حدیث:6764 و صحیح مسلم، الفرائض، باب: [لا یرث المسلم الکافر......]، حدیث:1614 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الخصومات، باب الربط والحبس فی الحرم، قبل الحدیث:2423 و المصنف لابن أبی شیبة، البیوع والأقضیة، باب فی العربان فی البیع: 7/5، حدیث:23191 . ③ سنن ابن ماجه، المناسك، باب أجر بیوت مكة، حدیث:3107، یہ حدیث ضعیف ہے۔ ④ المصنف لعبد الرزاق، المناسك، باب الكراء ......:148/5، حدیث:9214 . ⑤ المصنف لعبدالرزاق، المناسك، باب الكراء فی الحرم......147,146/5، حدیث:9210 . ⑥ المصنف لعبدالرزاق، المناسك، باب الكراء ......:147/5، حدیث:9211 . ⑦ المصنف لعبدالرزاق، المناسك، باب الكراء......:147/5، حدیث:9211 .

وہ گویا آگ کھاتا ہے۔① امام احمد رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں معتدل موقف اختیار کیا (جیسا کہ آپ کے بیٹے صالح نے آپ سے روایت کیا ہے) کہ مکہ کے گھروں کو ملکیت میں لیا اور بطور وراثت تقسیم تو کیا جا سکتا ہے لیکن انھیں کرائے پر نہیں دیا جا سکتا۔ اور اس طرح تمام دلائل پر عمل ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

حرم میں کفر و کج روی کرنے والے کے لیے وعید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ㉕ ’’اور جو اس میں ظلم سے کج روی (و کفر) کا ارادہ کرے اس کو ہم درد دینے والا عذاب چکھائیں گے۔‘‘ بعض عربی دان مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں حرف ’’با‘‘ زائد ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿تَنۢبُتُ بِالدُّهْنِ﴾ (المؤمنون 20:23) ’’روغن اگاتا ہے۔‘‘ میں ’’با‘‘ زائد ہے کیونکہ یہ اصل میں تُنۡبِتُ الدُّهۡنَ ہے، اسی طرح: ﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ﴾ ’’اور جو اس میں کج روی چاہتا ہے۔‘‘ میں دراصل اِلۡحَادًا ہے۔② معنی یہ ہیں کہ جو شخص اس میں کبیرہ گناہوں کے بدترین جرم کا ارادہ کرے، ﴿بِظُلْمٍ﴾ اور ایسا وہ قصد و ارادہ سے کرے اور اسے معلوم ہو کہ واقعی وہ گناہ ہی کر رہا ہے کسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا جیسا کہ ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ ایسا قصد و ارادہ سے کر رہا ہو۔③

علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ظلم کا لفظ یہاں شرک کے معنی میں ہے۔④ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ظلم کے یہاں یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرم میں برائی اور قتل جیسے جن افعال کو حرام قرار دیا ہے انھیں حلال سمجھنے لگو اور اس پر ظلم کرنے لگو جس نے تم پر کوئی ظلم نہیں کیا، اسے قتل کرو جس نے تمھیں قتل نہیں کیا۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب واجب ہوگا۔⑤ مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں ظلم برے عمل سے تعبیر ہے۔⑥

اور یہ حرم کی خصوصیت ہے کہ یہاں شر کے ظاہر کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے جب وہ قصد و ارادہ سے اس کا ارتکاب کر رہا ہو جیسا کہ امام ابن ابو حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور وہ حرم میں شرارت سے کفر و کج روی کے اختیار کرنے کا ارادہ ہی کرے تو اللہ تعالیٰ اِسے دردناک عذاب کا مزہ چکھا دے گا۔⑦ اس کو امام احمد نے (بھی) روایت کیا ہے۔⑧ اس حدیث کی سند صحیح اور شرطِ بخاری کے مطابق ہے لیکن مرفوع کی نسبت یہ موقوف زیادہ صحیح ہے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خادم کو حرم میں گالی دینا یا اس سے بڑھ کر کوئی اور بات کہنا بھی ظلم ہے۔⑨

---

① سنن الدارقطني، الحج: 299,298/2، حديث: 2761، اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعيفة: 208/5، حديث: 2186 . ② تفسير القرطبي: 35/12 وتفسير الطبري: 182/17 . ③ تفسير الطبري: 185/17 . ④ تفسير الطبري: 184/17 . ⑤ تفسير الطبري: 184/17 . ⑥ تفسير الطبري: 184/17 . ⑦ تفسير الطبري: 185/17 وتفسير ابن أبي حاتم: 2483/8 . ⑧ مسند أحمد: 428/1 والمستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة ال عمرٰن: 388/2، حديث: 3461 ومسند أبي يعلى الموصلي: 263,262/9 ، حديث: 5384 . ⑨ تفسير ابن أبي حاتم: 2484/8 .

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ

اور (یاد کریں) جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر کردی (اور اسے حکم دیا) کہ تو میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کر اور طواف کرنے

وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ㉖ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ

والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجدے کرنے والوں کے لیے میرا گھر پاک رکھ ㉖ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے، وہ تیرے پاس پیدل

ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۙ ㉗

(چل کر) اور ہر لاغر سواری پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو ہر دور دراز رستے سے آئیں گی ㉗

حبیب بن ابوثابت کا قول ہے کہ یہاں الحاد سے مراد مکہ مکرمہ میں ذخیرہ اندوزی کرنا ہے۔ ① کئی اور ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُنَیس کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے انھیں دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں سے ایک مہاجر اور دوسرا انصاری تھا، انھوں نے اپنے انساب پر فخر کرنا شروع کر دیا تو عبداللہ بن انیس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ میں بھاگ گیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ ﴾ ”اور جو اس میں ظلم سے کج روی (و کفر) کرنا چاہے۔“ ② یعنی جو الحاد اور ارتداد اختیار کر کے یہاں آئے۔ یہ آثار اگرچہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ چیزیں الحاد میں شامل ہیں لیکن الحاد کا لفظ اس سے زیادہ عموم کا حامل ہے بلکہ اس میں ان سے بھی زیادہ سخت باتوں کی طرف تنبیہ ہے۔ یہی قصہ ہے کہ ہاتھی والوں نے جب بیت اللہ کی تخریب کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی و بربادی کے لیے ابابیل بھیج دیے تھے ﴿ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ﴾ (الفیل 5,4:105) ”جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسا۔“ یعنی انھیں تباہ و برباد کر کے ہر اس شخص کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا جو یہاں کے بارے میں برا ارادہ کرے، اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَغْزُو (هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ) حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ] ”ایک لشکر بیت اللہ پر چڑھائی کے لیے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا تو اسی لشکر میں شامل پہلے سے لے کر آخری انسان تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔“ ③

تفسیر آیات: 27,26

تعمیر کعبہ اور اعلانِ حج: اس مقام پر قریش کے ان لوگوں کو زجر و توبیخ اور سرزنش بھی کی گئی ہے جنھوں نے اس مبارک جگہ پر بھی غیر اللہ کی عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جسے روزِ اول ہی سے اللہ وحدہ لاشریک کی وحدانیت اور عبادت کے

---

① تفسیر الطبری:185/17 . ② تفسیر ابن أبی حاتم:2484/8 و عمدة القاری ، قبل الحدیث:1588 عن مقاتل اس کی سند ضعیف ہے۔ ③ صحیح البخاری، البیوع، باب ماذکر فی الأسواق……، حدیث:2118 و صحیح ابن حبان، التاریخ، ذکر الخبر المدحض……:156,155/15، حدیث: 6755 عن عائشة رضی اللہ عنہا و اللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الفتن ……، باب الخسف بالجیش الذی یؤم البیت، حدیث:2883 عن حفصة رضی اللہ عنہا میں ہیں۔

لیے بنایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر فرما دی تھی، یعنی ان کی رہنمائی فرمائی، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اور انھیں تعمیر کعبہ کا حکم دے دیا تھا۔ اسی آیت کریمہ سے ان بہت سے لوگوں کا استدلال ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ کے بانی اول حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ سے پہلے کسی اور نے اسے تعمیر نہیں کیا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: [اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: اَلْمَسْجِدُ الْأَقْصٰی، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً] ”مسجد حرام، (ابوذر نے) کہا: میں نے عرض کی: پھر کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کی: دونوں میں کتنا وقفہ ہے؟ فرمایا: چالیس سال۔“①

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 3:96,97) ”بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت ہے اور جہانوں کے لیے موجب ہدایت ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا اور لوگوں پر اللہ نے جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے اس پر حج فرض کیا ہے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ ﴾ (البقرة 2 : 125) ”اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ تم دونوں طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔“

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا ﴾ ”کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا۔“ یعنی اس گھر کو صرف میرے نام پر بنا، ﴿ وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ ﴾ ”اور میرے گھر کو صاف رکھا کر۔“ قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اسے شرک سے پاک رکھو،② ﴿ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ㉖ ﴾ ”طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں، سجدہ کرنے والوں کے لیے۔“ یعنی اس گھر کو ان لوگوں کے لیے خالص کر دو جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے ہیں، طواف کرنے والا تو معروف ہی ہے اور طواف ایک ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس عبادت کو کسی اور جگہ ادا نہیں کیا جا سکتا اور ﴿ وَالْقَآىِٕمِيْنَ ﴾ سے نماز میں قیام کرنے والے مراد ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ㉖ ﴾ ”اور رکوع کرنے والوں، سجدہ کرنے والوں کے لیے۔“ طواف کو نماز کے ساتھ ملا کر اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:10، حديث:3366 وصحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث:520 . ② تفسير الطبري:17/187,188.

دونوں عبادتیں بیت اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات میں بیت اللہ کا طواف کیا جاتا اور اسی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے الا یہ کہ جہتِ قبلہ مشتبہ ہو یا حالتِ جنگ ہو یا حالتِ سفر میں نفل نماز ادا کی جا رہی ہو۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ.

اور فرمایا: ﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔'' یعنی لوگوں میں حج کا اعلان کر دو اور انھیں اس گھر کے حج کی دعوت دو جس کے بنانے کا ہم نے تجھے حکم دیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! میں لوگوں تک اس بات کو کیسے پہنچاؤں جبکہ ان تک میری آواز نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کر دو پہنچا ہم دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے مقام پر کھڑے ہوئے اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! تمھارے رب نے ایک گھر بنایا ہے، تم اس کا حج کرو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے جب یہ اعلان فرمایا تو پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز تمام زمین کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی حتی کہ ان لوگوں کو بھی سنائی دی گئی جو ابھی تک رحموں اور پشتوں میں تھے اور جس جس حجر، مدر اور شجر نے اس آواز کو سنا اس نے اس کا جواب دیا اور قیامت تک آنے والے ہر اس شخص نے بھی اس کا جواب دیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حج کو مقدر کر رکھا تھا اور کہا: لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ! لَبَّیْکَ. یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور دیگر کئی ایک ائمۂ سلف کے اس سلسلے میں اقوال کا خلاصہ ہے۔ ان تمام اقوال کو ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔① وَاللّٰہُ أَعْلَمُ.

اور فرمایا: ﴿ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ ﴾ ''تیرے پاس پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آئیں گے۔'' اس آیت کریمہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جنھوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جسے استطاعت ہو تو اس کے لیے سواری استعمال کرنے کی نسبت پیدل حج کرنا افضل ہے کیونکہ اس آیت میں پیدل آنے والوں کا پہلے ذکر کیا ہے اور یہ ان کے اہتمام، ان کی قوت و ہمت اور ان کے عزم و ارادہ کی پختگی کی دلیل ہے۔ وکیع نے ابو عُمَیس سے، انھوں نے ابو حَلْحَلَہ سے، انھوں نے محمد بن کعب سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مجھے کسی بات کا غم نہیں سوائے اس کے کہ میں پیدل حج کرنا چاہتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یَاْتُوْكَ رِجَالًا ﴾ ''تیرے پاس پیدل چلے آئیں۔''② اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کے پیشِ نظر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے کیونکہ آپ نے کمال قوت کے باوجود حج کے لیے سواری کو استعمال فرمایا تھا۔

اور فرمایا: ﴿ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿27﴾ ﴾ ''جو دور دراز رستوں سے (سوار ہو کر) چلے آئیں۔'' ﴿ فَجٍّ ﴾ کے معنی رستے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا ...... ﴾ الآیة (الأنبیآء 31:21) ''اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے ......'' اور ﴿ عَمِیْقٍ ﴿27﴾ ﴾ کے معنی دور دراز کے ہیں۔ یہ مجاہد، عطاء، سدی، قتادہ، مقاتل بن

---

① تفسیر الطبری:189/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2488,2487/8 والمستدرك للحاكم، التفسیر، تفسیر سورة الحج: 389,388/2، حدیث:3464 . ② تفسیر القرطبی :39/12 وأحكام القرآن للجصاص:303/3 .

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

تاکہ وہ اپنے منافع کے لیے حاضر ہوں، اور معلوم ایام میں (ذبح کرتے وقت) ان چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انھیں دیے

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿28﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ

ہیں، پھر تم (خود بھی) ان کا گوشت کھاؤ اور ہرلاچار فاقہ کش فقیر کو کھلاؤ ﴿28﴾ پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں، اور چاہیے کہ اپنی نذریں پوری

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿29﴾

کریں، اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں ﴿29﴾

حیان، ثوری اور دیگر ائمہ کا قول ہے۔ ① یہ آیت کریمہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی: ﴿ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (إبراهيم 14:37) ''تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔'' روئے زمین کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کعبۃ اللہ کے دیدار اور طواف کا مشتاق نہ ہو، اطراف واکناف عالم سے آنے والوں کا یہاں تانتا بندھا رہتا ہے۔

تفسیر آیات: 29,28

حج میں دونوں جہانوں کے فائدے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت: ﴿ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ ''تاکہ اپنے فائدوں کے لیے حاضر ہوں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان سے دنیا وآخرت کے فائدے مراد ہیں۔ آخرت کا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کے فائدے یہ ہیں کہ اس سے اونٹوں، قربانی کے دیگر جانوروں اور تجارتوں کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ② مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے کہ اس سے دنیا وآخرت کے فائدے مراد ہیں۔ ③ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط ﴾ (البقرة 2:198) ''اس کا تمھیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعۂ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔''

عشرۂ ذوالحجہ اور اس کی دوسرے دنوں پر فضیلت: اس کے بعد فرمایا: ﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾ ''اور (قربانی کے) ایام معلوم میں چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دیے ہیں۔'' شعبہ وہشیم نے ابو بشر سے، انھوں نے سعید سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ﴾ سے دس دن مراد ہیں۔ ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلق مگر صیغۂ جزم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، مجاہد، قتادہ، عطاء، سعید بن جبیر، حسن، ضحاک، عطاء خراسانی اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑤

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلُ

---

① تفسير الطبرى:192/17 وتفسير ابن أبى حاتم:2488/8 . ② تفسير ابن أبى حاتم:2488/8 . ③ تفسير الطبرى: 193/17 . ④ صحيح البخارى، العيدين، باب فضل العمل فى أيام التشريق……، قبل الحديث: 969 . ⑤ تفسير الطبرى:194/17 وتفسير الرازى:29/23 .

مِنُهَا فِي هٰذِهٖ، قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعُ بِشَيءٍ] ''ان دنوں کی نسبت دوسرے دنوں میں کوئی عمل افضل نہیں ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں الّا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے رستے میں نکل جائے، پھر ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے۔''①

امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ، مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ] ''ان دس دنوں سے بڑھ کر اور کوئی دن نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عظمت والے ہوں اور جن میں عمل اس کے ہاں زیادہ محبوب ہوں، لہٰذا ان دنوں میں لا إله إلا الله، الله أكبر اور الحمد لله کثرت سے پڑھا کرو۔''② امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان دس دنوں میں بازاروں میں نکل جاتے، تکبیریں پڑھتے اور ان کو تکبیریں پڑھتے ہوئے سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔③ ان دس دنوں میں یوم عرفہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں صحیح مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهٗ] ''مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ گزشتہ اور آئندہ سال (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا۔''④ ان دس دنوں میں یوم نحر بھی ہے جو حج اکبر کا دن ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام دنوں سے عظیم دن ہے۔⑤

قربانی کا گوشت خود کھانا اور محتاجوں کو کھلانا: فرمان الٰہی ہے: ﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ ''جو اللہ نے ان کو چوپائے مویشی دیے ہیں۔'' چوپائے مویشیوں سے مراد اونٹ، گائے اور بکری ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت: ﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ (الأنعام 144,143:6) ''آٹھ قسمیں ہیں……۔'' میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ۝۲۸﴾ ''اس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔'' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ثابت ہے کہ جب آپ نے اپنی قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا تو آپ کے حکم سے ہر اونٹ کے گوشت سے ایک ایک بوٹی جمع کر کے اسے پکایا گیا، پھر آپ نے گوشت کھایا اور شوربہ نوش فرمایا۔⑥

ہُشَیم نے حُصَین سے اور انھوں نے مجاہد سے آیت: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾ ''اس میں سے تم خود بھی کھاؤ'' کے بارے میں

---

① صحیح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق……، حدیث: 969 . ② مسند أحمد: 75/2. ③ صحیح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق……، قبل الحدیث: 969 . ④ صحیح مسلم، الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام……، حدیث:(196)-1162 . ⑤ مسند أحمد:350/4 وصحیح ابن حبان: 51/7، حدیث: 2811 و المستدرك للحاكم:221/4، حدیث:7522 عن عبدالله بن قُرط رضی الله عنه . ⑥ صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث:1218 .

روایت کیا ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے فرمایا: ﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط ﴾ (المآئدة 2:5) ”اور جب احرام اتار دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو۔“ اور جس طرح یہ فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ (الجمعة 10:62) ”پھر جب نماز ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔“①

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔② اور فرمایا: ﴿ الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ﴾ ”فقیر درماندہ۔“ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجبور و مضطر فقیر ہے جس کا فقر نمایاں ہو، یعنی فقیر تو ہو مگر وہ مانگتا نہ ہو۔③ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔④ ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ ﴾ ”پھر چاہیے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد احرام اتارنا، سر منڈانا، سلے ہوئے کپڑوں کو پہننا اور ناخن وغیرہ تراشنا ہے۔⑤ عطاء اور مجاہد نے بھی آپ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔⑥ علاوہ ازیں عکرمہ اور محمد بن کعب قرظی کا بھی یہی قول ہے۔⑦ پھر فرمایا: ﴿ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ ﴾ ”اور نذریں پوری کریں۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن اونٹوں کے نحر کرنے کی نذریں مانی تھیں اب اپنی ان نذروں کو پورا کریں۔⑧

ان آخری اعمال کے ساتھ حج مکمل ہو جاتا ہے: ﴿ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ﴾ ”اور خانۂ قدیم (بیت اللہ) کا طواف کریں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ طواف ہے جو نحر کے دن واجب ہے۔⑨ ابن ابوحاتم نے ابوحمزہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ نے سورۂ حج میں یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھا ہے: ﴿ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ﴾ ”اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔“ (اس سے معلوم ہوا کہ) مناسکِ حج میں سب سے آخری عمل یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔⑩ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ یوم نحر کو جب آپ منیٰ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے رمی کی اور جمرہ کو سات کنکریاں ماریں، پھر ہدی کے اونٹوں کو نحر کیا، سر مبارک منڈایا، پھر مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔⑪ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے، البتہ حائضہ عورت سے تخفیف کر دی گئی ہے۔⑫

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ﴾ ”خانہ قدیم (بیت اللہ۔)“ اور طواف حِجر کے پیچھے سے کریں کیونکہ یہ

---

① تفسير الطبرى:195/17 . ② تفسير الطبرى:194/17 . ③ تفسير الطبرى:196/17 وتفسير ابن أبى حاتم: 2489/8. ④ تفسير الطبرى:196/17 تفسیر ابن کثیر میں لَا يَسْبُطُ ہے جبکہ طبری میں لَا نہیں ہے۔ ⑤ تفسير الطبرى: 198/17. ⑥ تفسير الطبرى:198,197/17. ⑦ تفسير الطبرى:197/17 . ⑧ تفسير الطبرى:198/17 . ⑨ تفسير الطبرى:200/17 عن الحسن والدر المنثور:643/4 عن مجاهد . ⑩ تفسير ابن أبى حاتم:2490/8. ⑪ تفصیل کے لیے دیکھیے صحيح مسلم، الحج، باب بيان أن السنة يوم النحرأن يرمى......، حديث:1305 وسنن أبى داود، المناسك، باب فى رمى الجمار، حديث:1966-2000 و صحيح ابن حبان:195,194/9، حديث :3882-3888. ⑫ صحيح البخارى، الحج، باب طواف الوداع، حديث: 1755 و صحيح مسلم، الحج، باب وجوب طواف الوداع ......، حديث:1328.

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

یہی (حکم) ہے، اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے ہاں اس کے لیے بہت بہتر ہے اور تمھارے لیے چوپائے حلال

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ ㉚ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ

کیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جا چکے ہیں، لہٰذا تم بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی بات سے بھی بچو ㉚ اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ نہ

غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ㉛

کسی دور دراز جگہ لے جا پھینکے ㉛

بھی اس عمارت میں شامل تھا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا، اگرچہ قریش نے اسے اس وقت بیت اللہ سے خارج کر دیا تھا جب خرچہ کم ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر کے پیچھے سے طواف کیا اور فرمایا کہ یہ بھی بیت اللہ میں شامل ہے۔ ① آپ نے دونوں شامی رکنوں کا استلام نہیں کیا تھا کیونکہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استوار کی گئی پرانی بنیادوں پر نہیں بنایا گیا تھا۔ قتادہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ㉙﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بیت اللہ کو خانۂ قدیم اس لیے کہا گیا کہ یہ وہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کی عبادت کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ③ عکرمہ سے روایت ہے کہ اسے ''بیت عتیق'' کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اسے نوح علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہونے سے بچایا گیا تھا۔ ④ خُصَیف کہتے ہیں کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کبھی کوئی جبار و سرکش اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ ⑤

تفسیر آیات: 31,30

گناہوں سے اجتناب کا اجر و ثواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ادائے مناسک کے سلسلے میں ہم نے ان اعمال کا حکم دیا ہے، پھر ان پر بے پایاں اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔'' اور گناہوں اور حرام کاموں سے اجتناب کرے اور ان کے ارتکاب کو بہت بڑا سمجھے۔ ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ﴾ ''تو یہ اس کے پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔'' اور اسے اسی وجہ سے خیر کثیر اور ثواب جزیل ملے گا جس طرح اطاعت و نیکی کے کاموں پر ثواب کثیر اور اجر جزیل ملتا ہے، اسی طرح محرمات کے ترک کرنے اور ممنوع کاموں

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3368 والمصنف لعبد الرزاق، باب الرجل يطوف......: 57/5، حديث: 8985 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ابن حبان نے: 123/9 میں ذكر الخبر الدال على أن الحِجر من البيت کے عنوان سے فصل قائم کی ہے۔ ② الكشاف للزمخشري: 153/3 وتفسير ابن أبي حاتم: 2490/8. ③ تفسير الطبري: 199/17. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2490/8 عن سعيد بن جبير رحمہ اللہ. ⑤ روح المعاني: 218,217/10 عن ابن أبي نجيح وقتادة رحمہما اللہ.

سے اجتناب کرنے کی وجہ سے بھی اجر وثواب ملتا ہے۔

کون سے مویشی حلال ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اُحِلَّتۡ لَکُمُ الۡاَنۡعَامُ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ ﴾ ’’اور تمھارے لیے مویشی حلال کردیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔‘‘ یعنی ہم نے تمھارے لیے تمام مویشیوں کو حلال قرار دے دیا ہے، البتہ: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنۡۢ بَحِیۡرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیۡلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ...... ﴾ الآیۃ (المآئدۃ 103:5) ’’اللہ نے نہ تو کسی کو بحیرہ بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام......‘‘ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ ﴾ ’’سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔‘‘ یعنی مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کے جو تمھارے لیے حرام قرار دیے گئے ہیں، علاوہ ازیں: ﴿ وَمَآ اُہِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالۡمُنۡخَنِقَۃُ وَالۡمَوۡقُوۡذَۃُ وَ الۡمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیۡحَۃُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ...... ﴾ الآیۃ (المآئدۃ 3:5) ’’اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، (یہ سب حرام ہیں) اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کرلو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے......‘‘ یہ تفسیر ابن جریر نے بھی بیان کی اور اسے انھوں نے امام قتادہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔①

شرک اور جھوٹ سے اجتناب کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ ۙ㉚ ﴾ ’’لہٰذا تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی اجتناب کرو۔‘‘ یہاں من بیان جنس کے لیے ہے، یعنی پلیدی سے بچو جو کہ بت ہیں اور یہاں جھوٹی بات کو بھی اللہ کے ساتھ شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ہے: ﴿ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَمَا بَطَنَ وَ الۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡیَ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَاَنۡ تُشۡرِکُوۡا بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ ﴾ (الأعراف 33:7) ’’کہہ دیجیے! میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، حرام قرار دیا ہے اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو بھی اور یہ بھی کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔‘‘ جھوٹی گواہی بھی اسی قبیل سے ہے۔

صحیحین میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُنَبِّئُکُمْ بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟۔ ثَلَاثًا۔ قُلْنَا: بَلٰی یَارَسُولَ اللّٰہِ! قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ، وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا! وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ] ’’کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟‘‘ تین مرتبہ فرمایا: ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، فرمایا: ’’(1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: (3) خبردار رہو! اور جھوٹی بات بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، آگاہ رہو! اور

---

① تفسیر الطبری:202/17 .

جھوٹی شہادت بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔‘‘ آپ مسلسل اسے ارشاد فرماتے رہے حتی کہ ہم نے کہا: اے کاش! اب آپ سکوت فرمالیں۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے خُرَیم بن فاتِک اسدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمانے لگے: [عَدَلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ الْإِشْرَاكَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ﴾] ’’جھوٹی گواہی اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ﴾ ’’پس تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بھی بچو، اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ نہ کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے۔‘‘ ② اور فرمایا: ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ﴾ ’’صرف ایک اللہ کے ہو کر۔‘‘ اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، باطل سے انحراف اور حق کا قصد کرتے ہوئے، اسی لیے فرمایا: ﴿غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ﴾ ’’نہ کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے۔‘‘

مشرک کی مثال: پھر اللہ تعالیٰ نے مشرک کی ضلالت، ہلاکت اور ہدایت سے دوری کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝٣١﴾ ’’اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اُڑا کر پھینک دے‘‘ کہ جہاں گرنے والا تباہ و برباد ہو جائے اور پرندے اسے کھا کر ہوا میں اڑ جائیں، اسی لیے حدیث براء میں آیا ہے کہ جب موت کے فرشتے کافر کی روح قبض کر کے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے ہی نہیں جاتے بلکہ وہاں سے اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ ③ پھر آپ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث قبل ازیں سورۂ ابراہیم کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔ ④

ایک اور مثال: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے لیے سورۂ انعام میں ایک اور مثال اس طرح بیان فرمائی ہے: ﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الأنعام 71:6) ’’(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کرے نہ بُرا

---

① صحیح البخاری، الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: 5976 جبکہ ’’آپ مسلسل اسے ارشاد فرماتے رہے حتی کہ ہم نے کہا:......‘‘ آخر تک صحیح البخاری، حدیث: 2654 میں ہے۔ و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر و أکبرھا، حدیث: 87 . ② مسند أحمد: 321/4 و جامع الترمذی، الشهادات، باب ماجاء فی شهادة الزور، حدیث: 2299 و سنن أبی داود، القضاء، باب فی شهادة الزور، حدیث: 3599 و سنن ابن ماجه، الشهادات، باب شهادة الزور، حدیث: 2372، البتہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 288,287/4. ④ دیکھیے إبراهیم، آیت: 27 کے تحت عنوان: ’’مومن کی دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی‘‘

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿32﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى

یہی (حکم) ہے، اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرے، تو بلاشبہ یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے ﴿32﴾ تمھارے لیے ان (چوپایوں) میں

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿33﴾ ع 4 8 11

ایک مقرر وقت تک منافع ہیں، پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر (بیت اللہ) کے پاس ہے ﴿33﴾

اور جب ہم کو اللہ نے سیدھا رستہ دکھایا تو (کیا) اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ (پھر ہماری ایسی مثال ہو) جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو (اور وہ) حیران (ہو رہا ہو اور) اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ، کہہ دیجیے: رستہ تو وہی ہے جو اللہ نے بنایا ہے اور ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے فرماں بردار ہوں۔''

تفسیر آیات: 33,32

قربانی کے جانور کے جواز وعدم جواز کی صورتیں اور شعائر اللہ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرے۔'' یعنی اس کے احکام کی اطاعت بجالائے۔ ﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿32﴾﴾ ''تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔'' اور اونٹوں اور قربانی کے دیگر جانوروں کی تعظیم بھی اسی قبیل سے ہے۔ حَکَم نے مِقْسَم سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان جانوروں کی تعظیم یہ ہے کہ انھیں موٹا کیا جائے اور خوش نما بنایا جائے۔① ابو اُمامہ بن سہل کا بیان ہے کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کیا کرتے تھے اور دیگر تمام مسلمان بھی اپنی قربانیوں کو موٹا کیا کرتے تھے۔② سنن ابن ماجہ میں ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بڑے موٹے سینگوں والے چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی دی۔③ اور اسی طرح اس کو ابو داود اور ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو سینگوں والے چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی دی۔④ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانوروں کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور ایسے جانوروں کی قربانی نہ کریں جن کے کان آگے سے کٹے ہوئے ہوں یا پیچھے سے یا جس کا کان لمبائی میں کٹا ہوا ہو یا جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔⑤ مُقَابَلہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو۔ مُدَابَرَہ اسے کہتے ہیں جس کا کان

---

① تفسیر الطبری: 206,205/17. ② صحیح البخاری، الأضاحی، باب أضحیة النبی ﷺ......، قبل الحدیث: 5553.

③ سنن ابن ماجه، الأضاحی، باب أضاحی رسول اللّٰه ﷺ، حدیث: 3122 عن عائشة وأبی هریرة رضی اللہ عنہما ابن ماجہ میں یہ روایت ابو رافع سے نہیں ہے، البتہ مسند أحمد: 8/6 میں ابو رافع سے ان سے ملتے جلتے الفاظ مروی ہیں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تصنیف۔ جامع المسانید والسنن: 21/14 میں کہا ہے کہ اسے روایت کرنے میں امام احمد اکیلے ہیں۔ ④ سنن أبی داود، الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، حدیث: 2795 وسنن ابن ماجه، الأضاحی، باب أضاحی رسول اللّٰه ﷺ، حدیث: 3120 ابن ماجہ میں یہ الفاظ جابر کے بجائے انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں۔ ⑤ مسند أحمد: 80/1 وسنن أبی داود، الضحایا، باب مایکره من الضحایا، حدیث: 2804 وجامع الترمذی، الأضاحی، باب مایکره من الأضاحی، حدیث: 1498 وسنن النسائی، الضحایا، باب المقابلة وهی ما قطع طرف أذنها، حدیث: 4377 وسنن ابن ماجه، الأضاحی، باب مایکره أن یضحی به، حدیث: 3143,3142. ملحوظہ: [أن نستشرف العین والأذن] کے علاوہ باقی الفاظ بعض محققین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

پیچھے سے کٹا ہوا ہو۔ شَرقاء اسے کہتے ہیں جس کا کان لمبائی کے رخ کٹا ہوا ہو۔ یہ امام شافعی و اصمعی کا قول ہے، اور خَرقاء اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ لَّا (تَجُوزُ) فِي الْأَضَاحِي: اَلْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلَعُهَا، وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي] ''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: (1) وہ بھینگا جانور جس کا بھینگا پن نمایاں ہو (2) وہ بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو (3) وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو (4) اور وہ معمر جانور جو بہت لاغر ہو۔'' اس کو امام احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔①

اونٹوں کے فائدے: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ﴾ ''ان میں تمھارے لیے فائدے ہیں۔'' یعنی تم اونٹوں کے دودھ، اون اور بالوں سے فائدے اُٹھا سکتے ہو اور ان پر سواری بھی کر سکتے ہو۔ ﴿إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقررہ وقت تک۔'' مِقْسم نے ابن عباس ؓ سے اس آیت کریمہ: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''تمھارے لیے ان (چوپایوں) میں ایک مقررہ وقت تک فائدے ہیں'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب تک اونٹ کو قربانی کے لیے وقف نہ کیا جائے اس وقت تک اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔② یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، خواہ اسے قربانی کے لیے متعین ہی کیوں نہ کر دیا گیا ہو، بشرطیکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہو جیسا کہ صحیحین میں انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ کو چلا کر لے جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: [...... اِرْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: اِرْكَبْهَا (وَيْحَكَ)] ''......اس پر سوار ہو جاؤ۔'' اس نے عرض کی: یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم پر افسوس! اس پر سوار ہو جاؤ۔''③ یہ الفاظ آپ نے دوسری یا تیسری بار ارشاد فرمائے تھے۔ مسلم میں حضرت جابر ؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا] ''جب تمھیں ضرورت ہو تو پھر دستور کے مطابق اس پر سوار ہو جاؤ۔''④

اور فرمایا: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾﴾ ''پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر (بیت اللہ) کے

---

① مسند أحمد:284/4 و سنن أبي داود، الضحايا، باب مايكره من الضحايا، حديث:2802 و جامع الترمذي، الأضاحي، باب مالايجوز من الأضاحي، حديث:1497 و سنن النسائي، الضحايا، باب العجفاء، حديث:4376 و سنن ابن ماجه، الأضاحي، باب مايكره أن يضحى به، حديث:3144 واللفظ له، **البتہ قوسین والا لفظ سنن ابوداود میں ہے۔** ② تفسير الطبري:207/17. ③ صحيح البخاري، الحج، باب ركوب البدن، حديث:1689 عن أبي هريرة ؓ **کیونکہ حضرت انس ؓ کی روایت کے الفاظ اس سے مختلف ہیں جبکہ قوسین والا لفظ** صحيح البخاري، الوصايا، باب هل ينتفع الواقف بوقفه؟......، حديث:2754 عن أنس ؓ **میں ہے۔** و صحيح مسلم، الحج، باب جواز ركوب البدنة ......، حديث:1323.

④ صحيح مسلم، الحج، باب جواز ركوب البدنة......، حديث: 1324.

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی، تاکہ وہ (ذبح کے وقت) ان چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انھیں دیے، پھر (سمجھ لو کہ)

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿34﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، لہٰذا تم اسی کی فرمانبرداری کرو، اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجیے ﴿34﴾ وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جو صابر ہیں اس (تکلیف) پر جو انھیں پہنچے اور جو نماز قائم کرنے والے ہیں، اور ہم نے انھیں جو رزق دیا وہ اس میں

يُنْفِقُوْنَ ﴿35﴾

سے خرچ کرتے ہیں ﴿35﴾

پاس ہے۔" یعنی قربانی کے پہنچنے کا آخری مقام خانۂ قدیم، یعنی کعبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ﴾ (المآئدة 95:5) "(اور یہ جانور) بطور قربانی کعبہ میں پہنچایا جائے۔" اور فرمایا: ﴿ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ ﴾ (الفتح 25:48) "اور قربانیوں کو (بھی روکا) کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔"

تفسیر آیات: 35,34

قربانی کا حکم تمام امتوں کے لیے تھا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ان کے خون بہانے کا حکم تمام امتوں میں رہا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ نسک کے معنی عید کے ہیں۔① عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ ذبح کرنے کے معنی میں ہے۔② زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ قربانی کے جانور کو لے جا کر ذبح کرے۔③ ﴿ لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ ﴾ "تاکہ جو مویشی چوپائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔" جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے لائے گئے، آپ نے اللہ کا نام لیا، اللہ اکبر پڑھا اور ان کے پہلوؤں پر پاؤں رکھا۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ ﴾ "سو تمھارا معبود ایک ہی ہے تو اس کے فرماں بردار ہو جاؤ۔" یعنی تمھارا معبود ایک ہے، گو انبیائے کرام کی شریعتیں مختلف تھیں اور بعض سے بعض منسوخ ہوتی رہیں، بہرحال تمام انبیائے کرام نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہی کی دعوت دی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :2492/8. ② تفسیر ابن أبی حاتم :2492/8. ③ تفسیر ابن أبی حاتم :2492/8. ④ صحیح البخاری، الأضاحی، باب من ذبح الأضاحی بیده، حدیث:5558 وصحیح مسلم، الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة......، حدیث:1966.

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

اور قربانی کے اونٹ بھی جنھیں ہم نے تمھارے لیے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بہت بھلائی ہے، لہٰذا (نحر کے وقت) جب

صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ

وہ پاؤں بندھے کھڑے ہوں تو تم ان پر اللہ کا نام ذکر کرو، پھر جب ان کے پہلو (زمین پر) گر جائیں تو تم ان کا گوشت کھاؤ اور قناعت پسند اور سوالی

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿36﴾

(محتاج) کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے چوپائے تمھارے تابع کر دیے تا کہ تم شکر کرو ﴿36﴾

اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝﴾ (الأنبیآء 25:21) ”اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف بھی یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تم میری ہی عبادت کرو۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ﴾ ”تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ۔“ اس کے حکم کے سامنے سر اطاعت خم کر دو اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿34﴾﴾ ”اور آپ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی مطمئن لوگ ہیں۔① ثوری کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ: ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿34﴾﴾ سے مراد مطمئن، اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے والے اور اس کے سامنے سر جھکانے والے لوگ ہیں۔② لیکن اس کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس کے بعد ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب (اُن پر) مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز (آداب سے) قائم کرتے ہیں۔“ اور جن فرائض کے ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب قرار دیا ہے انھیں پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرتے ہیں، ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿35﴾﴾ ”اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جو پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اسے وہ اہل و عیال، رشتہ داروں، فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں، یعنی مخلوق سے بھی حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی بھی حفاظت کرتے ہیں جبکہ منافقین کے حالات ان کے بالکل برعکس ہیں جیسا کہ سورۂ براءت کی تفسیر میں قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔③

تفسیر آیت: 36

اونٹ نحر کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسی نے ان کے لیے اونٹ کو بھی پیدا فرمایا اور اسے بھی اپنے شعائر میں سے قرار دیا ہے اور ان جانوروں میں سے بنا دیا ہے جن کو بیت حرام کی طرف قربانی کے لیے لے جایا جاتا ہے بلکہ اس کی قربانی افضل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

---

① تفسیر الطبری: 212/17۔ ② تفسیر الثوری: 213/1 مختصراً (CD)۔ ③ دیکھیے التوبۃ، آیات: 59,58 و67 و73 و86 کے ذیل میں۔

وَلَا الْقَلَآىِٕدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ (المآئدۃ2:5) ”اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت الحرام کو جا رہے ہوں۔“

ابن جریج نے عطاء سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ ”اور قربانی کے اونٹ جنھیں ہم نے تمھارے لیے اللہ کے شعائر بنایا ہے“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ گائے اور اونٹ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں۔ ① ابن عمر، سعید بن مسیّب اور حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② مجاہد کہتے ہیں کہ بدن کا لفظ اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ③ ایک قول کے مطابق گائے کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے۔ ④

اونٹ اور گائے کی قربانی میں کتنے افراد شرکت کر سکتے ہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کر سکتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ اور دیگر کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ کی قربانی میں سات اور گائے کی قربانی میں بھی سات شریک ہو جائیں۔ ⑤

اور فرمایا: ﴿ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ﴾ ”ان میں تمھارے لیے خیر و برکت ہے۔“ یعنی آخرت میں ثواب ملے گا۔ ﴿ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ﴾ ”تو (قربانی کرنے کے وقت) کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔“

جانور ذبح کرتے وقت مسنون دعا: مُطّلِب بن عبداللہ بن خطب نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز عید الاضحیٰ ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی خدمت میں ایک مینڈھا پیش کیا گیا جسے آپ نے ذبح فرمایا اور ذبح کرتے ہوئے یہ کہا: [بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ! هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي] ”اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔“ اس کو امام احمد، امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ⑥

دوسری دعا: محمد بن اسحاق نے یزید بن ابوحبیب سے، انھوں نے ابوعیاش سے اور انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو مینڈھوں کی قربانی دی اور جب انھیں زمین پر لٹایا تو یہ دعا پڑھی: [إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ! مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّأُمَّتِهِ،

---

① تفسير الطبرى:214/17. ② تفسير ابن أبى حاتم:2493/8. ③ تفسير ابن أبى حاتم:2493/8 والسنن الكبرٰى للبيهقى، الحج، باب لا محل للهدى ......:231/5 عن سعيد. ④ تفسير ابن أبى حاتم:2494/8 عن عطاء. ⑤ صحيح مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك فى الهدى، وإجزاء البدنة ......، حديث:(315)-1318. ⑥ مسند أحمد: 356/3 وسنن أبى داود، الضحايا، باب فى الشاة يضحى ......، حديث: 2810 وجامع الترمذى، الأضاحى، باب مايقول إذا ذبح؟ حديث:1521.

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ] ”میں نے اکیلے رب کی طرف یکسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز اور میری عبادت (قربانی) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے، محمد (ﷺ) اور امت محمد کی طرف سے۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے۔“ ①

تیسری دعا: علی بن حسین نے ابورافع سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کے لیے دو موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے مینڈھے خریدا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے، پھر ان دو مینڈھوں میں سے ایک کو آپ کے پاس لایا جاتا جبکہ آپ ابھی عیدگاہ ہی میں تشریف فرما ہوتے تھے، آپ چھری کے ساتھ بنفس نفیس اسے ذبح فرماتے اور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! هٰذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَلَاغِ] ”اے اللہ! اس قربانی کو میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے قبول فرما لے جو تیرے لیے توحید کی گواہی دے اور میرے لیے اس بات کی گواہی دے کہ (میں نے تیرے دین کو لوگوں تک) پہنچا دیا ہے۔“

چوتھی دعا: پھر دوسرے مینڈھے کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو اسے بھی آپ بنفس نفیس ذبح فرماتے اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات ادا فرماتے تھے: [هٰذَا عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ] ”(اے اللہ!) اسے محمد (ﷺ) اور آل محمد کی طرف سے قبول فرما لے۔“ پھر آپ ان دونوں مینڈھوں کا گوشت مسکینوں کو کھلاتے، خود بھی تناول فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتے تھے۔ ②

پانچویں دعا: اعمش نے ابوظبیان سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ ”تو قربانی کے وقت کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اونٹ کو تین پاؤں پر کھڑا کرے، بائیں ہاتھ کو باندھ دے اور یہ دعا پڑھے: [بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)، اَللّٰهُمَّ! مِنْكَ وَلَكَ] ”اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔“ ③ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: اسے کھڑا کر لو اور باندھ کر نحر کرو۔ ابوالقاسم ﷺ کی سنت یہ ہے۔ ④

---

① سنن أبي داود، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا، حديث:2795 وسنن ابن ماجه، الأضاحي، باب أضاحي رسول اللهﷺ، حديث:3121. ② مسند أحمد:392,391/6 وسنن ابن ماجه، الأضاحي، باب أضاحي رسول اللهﷺ، حديث:3122 والمستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الحج:391/2، حديث:3478 اس کی سند منقطع ہے، البتہ البانی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الحج:389/2، حديث:3466 والسنن الكبرٰى للبيهقي، الحج، باب نحر الإبل قياما......:237/5 واللفظ له اور قوسین والا جملہ تفسير الطبري:216/17 میں ہے۔ ④ صحيح البخاري، الحج، باب نحرالإبل مقيدة، حديث:1713 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب نحرالإبل ......، حديث:1320.

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا وَجَبَتۡ جُنُوبُهَا﴾ ”پھر جب پہلو کے بل گر پڑیں۔“ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ جب زمین پر گر پڑیں۔① ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔② مُقاتِل بن حیان کا بھی یہی قول ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جب وہ مر جائیں۔③ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کے قول سے بھی یہی مراد ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت کو اس وقت تک کھانا جائز نہیں جب تک نحر کرنے کے بعد وہ مر نہ جائے اور اس کی حرکت ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ جانور کو احسن طریقے سے ذبح کیا جائے: ایک مرفوع حدیث میں ہے: [لَا تُعَجِّلُوا الْأَنْفُسَ أَنْ تَزْهَقَ] ”روحوں کو (جانوروں کے جسموں سے) نکالنے کے لیے جلدی نہ کرو۔“④

ثوری نے اپنی جامع میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔ اور اس کی تائید شدّاد بن اوس سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ] ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض قرار دیا ہے حتی کہ جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچایا کرو۔“⑤

زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا: ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَاقُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ، فَهِيَ مَيْتَةٌ] ”جو (گوشت کا ٹکڑا) جانور سے اس وقت کاٹا گیا ہو جب وہ ابھی زندہ ہو تو وہ مردار ہے۔“ اس کو امام احمد اور ابوداود نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے روایت کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔⑥

قربانی کا گوشت فقراء کو کھلانا: اور فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِنۡهَا وَأَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ﴾ ”تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“ یہ امر اباحت ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الۡقَانِعَ﴾ سے مراد وہ شخص ہے جسے گھر بیٹھے ہوئے آپ جو دے دیں وہ اسی سے مستغنی ہو جائے اور ﴿وَالۡمُعۡتَرَّ﴾ سے مراد وہ ہے جو آپ کے سامنے آئے، آپ کی طرف جھانکے تاکہ آپ اسے گوشت دے دیں مگر وہ سوال نہ کرے۔⑦ مجاہد اور محمد بن کعب قرظی کا بھی یہی قول ہے۔⑧ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الۡقَانِعَ﴾ سے

---

① تفسیر الطبری:219/17. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2495/8. ③ تفسیر الطبری:219/17. ④ السنن الکبری للبیهقی، الضحایا، باب الذکاة فی المقدور......:278/9 وسنن الدارقطنی، الأشربة وغیرها:282/4، حدیث:4709 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ والمصنف لعبد الرزاق:495/4 و إرواء الغلیل:176/8، حدیث:2542 یہ حدیث دارقطنی میں مرفوعاً لیکن ضعیف ہے جبکہ سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، الصید والذبائح......، باب الأمر بإحسان الذبح ......، حدیث:1955. ⑥ مسند أحمد:218/5 وسنن أبی داود، الصید، باب إذا قطع من الصید قطعة، حدیث:2858 وجامع الترمذی، الصید، باب ماجاء ما قطع من الحی......، حدیث:1480 - ⑦ تفسیر الطبری:220/17. ⑧ تفسیر الطبری:221,220/17.

مراد سوال نہ کرنے والا اور ﴿ وَ الْمُعْتَرَّ ﴾ سے مراد سائل ہے۔① قتادہ، ابراہیم نخعی اور ایک روایت کے مطابق مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔② ایک قول اس کے برعکس بھی ہے۔③ اس آیت کریمہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جن کا یہ مذہب ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا جائے، ایک حصہ اپنے کھانے کے لیے، ایک حصہ دوست واحباب کے تحفے کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرنے کے لیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ﴾ ”تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“④

قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا اور کھال سے فائدہ اٹھانا: حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: [(إِنِّي كُنْتُ) نَهَيْتُكُمْ عَنِ (ادِّخَارِ) لُحُومِ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثٍ، (فَكُلُوا) فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ] ”میں نے تمھیں قربانیوں کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کے لیے جمع کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تم کھا سکتے ہو اور جب تک چاہو اسے ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔“⑤ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا] ”پس تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔“⑥ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا] ”تم کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو۔“⑦ قربانی کے جانوروں کی کھالوں کے بارے میں مسند احمد میں قتادہ بن نعمان ؓ سے روایت ہے: [فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا، وَاسْتَمْتِعُوا بِجُلُودِهَا، وَلَا تَبِيعُوهَا] ”پس کھاؤ، صدقہ کرو اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر انھیں فروخت نہ کرو۔“⑧

نماز عید سے قبل قربانی کرنے کی ممانعت: براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ] ”اس دن سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ہم نماز (عید) پڑھیں گے، پھر لوٹ کر قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے جانور کو ذبح کر لیا تو اس نے اہل خانہ کے لیے گوشت پیش کیا ہے، اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔“⑨ اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی

---

① تفسير الطبری:220/17۔ ② تفسير الطبری:221/17۔ ③ تفسير الطبری:221/17۔ ④ لیکن یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی۔ (صفی الرحمٰن مبارکپوری ؒ) ⑤ صحيح مسلم، الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زيارة قبر أمه، حديث:977 جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ سنن النسائی، الأشربة، باب الإذن فی شیء منها، حديث:5654، دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے مسند أحمد:452/1 میں [أَنْ تَحْبِسُوا] عن عبدالله بن مسعود ؓ اور تیسری قوسین والا لفظ صحيح ابن حبان، الأشربة، ذكر البيان بأن إباحة......:212/12، حديث:5390 عن بريدة ؓ میں ہے۔ ⑥ صحيح مسلم، الأضاحی، باب بيان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی......، حديث:1971 عن عائشة ؓ۔ ⑦ صحيح البخاری، الأشربة، باب ما يؤكل من لحوم الأضاحی......، حديث:5569 وصحيح مسلم، الأضاحی، باب بيان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی......، حديث:1973 عن أبی سعيد الخدری ؓ۔ ⑧ مسند أحمد:15/4، اس کی سند ضعیف ہے۔ ⑨ صحيح البخاری، الأضاحی، باب سنة الأضحية......، حديث:5545 وصحيح مسلم، الأضاحی، باب وقتها، حديث:(7)-1961۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ

اللہ تک ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت ہرگز نہیں پہنچتا اور نہ ان کا خون لیکن اس تک تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان (چوپایوں) کو

سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ㊲

تمھارے تابع کر دیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی، اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجیے ㊲

ہیں: [وَأَنْ لَّا تَذْبَحُوا حَتّٰى يَذْبَحَ الْإِمَامُ] ''اس وقت تک تم ذبح نہ کرو جب تک امام ذبح نہ کرے۔''①

جانور قربان کرنے کے کتنے دن ہیں؟ قربانی کے جانور کو قربانی کے دن ذبح کیا جا سکتا ہے اور اس کے تین دن بعد کے ایام تشریق میں بھی، کیونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ] ''تمام ایام تشریق میں (قربانی کے جانوروں کو) ذبح کیا جا سکتا ہے۔''② اس کو امام احمد اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔③

اور فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ㊱﴾ ''اس طرح ہم نے ان کو تمھارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔'' یعنی جانوروں کو اسی لیے ہم نے تمھارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ اگر تم چاہو تو ان پر سواری کر لو، چاہو تو ان کا دودھ دھو لو اور اگر چاہو تو انھیں ذبح کر لو جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 36:71-73) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں، ان میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کر دیے، پھر یہ ان کے مالک (بن گئے) ہیں اور ہم نے انھیں ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور کسی کو یہ کھاتے ہیں اور ان میں ان کے لیے (اور) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا یہ شکر نہیں کریں گے۔'' اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ㊱﴾ ''اس طرح ہم نے ان کو تمھارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔''

تفسیر آیت: 37

قربانیوں سے مقصود اخلاص و تقویٰ ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تمھارے لیے قربانی کے ان جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ بوقت ذبح تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ وہ خالق و رازق ہے، اسے قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اور وہ ذاتِ اقدس اپنے سوا سب سے بے نیاز ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ جب اپنے معبودوں کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تو وہ ان کے سامنے گوشت رکھ دیا کرتے تھے اور ان پر ان کا خون چھڑک دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

---

① صحیح مسلم، الأضاحی، باب سنّ الأضحیة، حدیث: 1964 اس میں مذکورہ الفاظ نہیں بلکہ اس طرح ہیں: [وَلَا يَنْحَرُوا حَتّٰى يَنْحَرَ النَّبِيُّ] عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ. ② السنن الکبرٰی للبیهقی، الضحایا، باب من قال: الأضحی جائز......: 296/9 وسنن الدار قطنی، الأشربة باب الذبائح ......: 283/4، حدیث: 4711. ③ مسند أحمد: 82/4 وصحیح ابن حبان، الحج، ذکر وقوف الحاج......: 166/9، حدیث: 3854.

فرمایا ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ ”اللہ تک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔“ ابن ابوحاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اہلِ جاہلیت بیت اللہ کو اونٹوں کے گوشت اور خون سے لت پت کر دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت اللہ پر قربانی کے جانوروں کے خون کے چھینٹے ماریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ﴾ ”اللہ تک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔“ ① یعنی وہ پرہیزگاری کو قبول کرتا اور اس کی جزا عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ”بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔“ ②

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ﴾ ”اسی طرح اللہ نے اُن کو تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے۔“ یعنی اونٹوں کو تمھارے لیے اس لیے مسخر کر دیا ہے: ﴿لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ﴾ ”تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت بخشی۔“ اور اس کی تعظیم بجالاؤ کہ اس نے تمھیں اپنے پسندیدہ دین و شریعت کی ہدایت بخشی ہے اور جو چیزیں اس کے نزدیک ناقابلِ قبول و ناپسند ہیں ان سے اس نے تمھیں منع فرما دیا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ 37﴾ ”اور (اے پیغمبر!) آپ نیکوکاروں کو خوش خبری سنا دیں۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیں جو نیک اعمال بجالاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرتے، اس کی شریعت کی اتباع کرتے اور رسول اللہ ﷺ نے ان تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین کو پہنچایا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے: قربانی سنت مستحبہ ہے اور تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی ہی کافی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ ان سالوں میں قربانی کرتے رہے۔ ③ ابوایوب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیا کرتا تھا، لوگ اسی قربانی کے گوشت کو خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے حتی کہ لوگوں نے فخر کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور صورت حال یہ ہو گئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ④ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑤ عبداللہ بن ہشام اپنے تمام اہلِ خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیا کرتے تھے۔ ⑥

قربانی کے جانور کی عمر: قربانی کے جانور کی عمر کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2495/8. ② صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحریم ظلم المسلم......، حدیث: (34)-2564. ③ جامع الترمذی، الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضحیة سنة، حدیث:1507. ④ جامع الترمذی، الأضاحی، باب ماجاء أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل البیت، حدیث:1505. ⑤ سنن ابن ماجه، الأضاحی، باب من ضحی بشاة عن أهله، حدیث:3147. ⑥ صحیح البخاری، الأحكام، باب بیعة الصغیر، حدیث:7210.

إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ㊳ ع 5 5 12

یقیناً اللہ ایمان والوں کا دفاع کرتا ہے، بے شک اللہ ہر خائن (اور) ناشکرے کو پسند نہیں کرتا ㊳

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ㊴ الَّذِيْنَ

جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے انھیں (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا، اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے ㊴ وہ لوگ

أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّآ أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

جنھیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا، صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا

سے دفع نہ کرتا تو بلاشبہ خانقاہیں اور گرجے اور (یہودی) عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام بکثرت ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ

اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ㊵

ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، خوب غالب ہے ㊵

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ] ”صرف دو دانت والا جانور ہی ذبح کرو، البتہ اگر مشکل ہو جائے تو پھر چھ ماہ کا بھیڑ کا بچہ ذبح کر سکتے ہو۔“ ①

تفسیر آیت: 38

مومنوں کے دفاع کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مومن بندوں سے جو اس کی ذات پاک پر توکل کریں گے اور اسی کی طرف رجوع کریں گے، ان سے شریروں کے شر اور فاجروں کے مکر و فریب کو ہٹاتا رہے گا، ان کی حفاظت فرمائے گا اور انھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ ﴾ (الزمر 36:39) ”کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ ﴾ (الطلاق 3:65) ”اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اس کو کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ㊳ ﴾ ”بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے، کفرانِ نعمت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پسند نہیں کرتا جن کی عادت خیانت اور ناشکری کی ہو، یعنی جو خیانت کریں اور اپنے عہد و پیمان اور قول و قرار کو پورا نہ کریں۔ کفر نعمتوں کے انکار کو کہتے ہیں، یعنی وہ نعمتوں کا اعتراف کرنے کے بجائے کفرانِ نعمت کی روش کو اختیار کریں۔

تفسیر آیات: 40,39

قتال کی اجازت اور جہاد کے بارے میں پہلی آیت: عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب محمد ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ ② مجاہد، ضحاک اور کئی ایک

---

① صحیح مسلم، الأضاحی، باب سن الأضحية، حديث:1963۔ ② تفسير الطبرى:226/17۔

ائمۂ سلف، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما، عروہ بن زبیر، زید بن اسلم، مقاتل بن حیان، قتادہ رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔① ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا ہے: ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 156:2) یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۳۹ ﴾ ”جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے انھیں (جہاد کی) اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا، اور اللہ یقیناً ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“② ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس آیت کے نزول کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ یقیناً قتال ہوگا۔③ امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔④ اسے امام ترمذی و نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن کی كتاب التفسير میں بیان کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔⑤

اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۳۹ ﴾ ”اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“ یعنی وہ قتال کے بغیر بھی اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی اطاعت میں محنت و کوشش کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ۝ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:4-6) ”جب تم (جہاد میں) کافروں سے ملو تو ان کی گردنیں مار دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں) اُن کو مضبوطی سے بیڑیوں میں قید کر لو، پھر اس کے بعد ان پر یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے یہاں تک کہ لڑائی ہتھیار ڈال دے یہ (حکم) اور اگر اللہ چاہتا تو (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ عنقریب ان کو سیدھے راستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔“

اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ۙ

---

① تفسير الطبرى:228,227/17 و صحيح ابن حبان، السير، ذكر الخبر المدحض......:8/11، حديث:4710 و تفسير ابن أبى حاتم:2496/8. ② تفسير الطبرى:227,226/17. ③ تفسير الطبرى:227/17 و جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحج، حديث:3171. ④ مسند أحمد:216/1. ⑤ جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحج، حديث:3171 و السنن الكبرى للنسائى، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ ...... ﴾: 411/6، حديث:11345، البتہ ترمذی میں هِيَ أَوَّلُ آيَةٍ نَزَلَتْ نہیں ہے۔

﴿وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○﴾ (التوبة 15,14:9) ”ان سے (خوب) لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں عذاب دے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا (ٹھنڈک) بخشے گا اور وہ ان کے دلوں سے غصہ لے جائے گا اور اللہ جس پر چاہے مہربانی فرماتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ○﴾ (محمد 31:47) ”اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝39﴾ ”اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا فرما دیا ہے۔① اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم اس وقت دیا جو اس کے لیے بہت ہی زیادہ موزوں تھا کیونکہ مسلمان جب مکہ میں تھے تو مشرکوں کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ اگر مسلمانوں کو اس وقت قتال کا حکم دیا جاتا جب ان کی تعداد دس سے بھی کم تھی تو یہ ان کے لیے بہت مشکل ہوتا۔ اہلِ یثرب نے جب لیلۂ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، ان کی تعداد اسی (80) سے کچھ زیادہ تھی تو انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم اس وادی، یعنی وادی خس کے لوگوں پر منیٰ کی راتوں میں حملہ کر کے انھیں قتل نہ کر دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔“② لیکن جب مشرکوں نے سرکشی اختیار کی، رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں سے نکال دیا اور آپ کے صحابہ کو منتشر کر دیا، ان میں سے کچھ لوگ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور کچھ نے مدینہ کی راہ لی، پھر جب مدینہ میں انھیں قرار نصیب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ بھی وہاں جلوہ افروز ہو گئے اور شمع رسالت کے جاں نثار پروانے بھی وہاں جمع ہو گئے اور آپ کی نصرت واعانت کے لیے ہمہ وقت تیار اور مدینہ ان کے لیے دار الاسلام اور ایک مرکز اور ٹھکانا بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے جہاد کا حکم دے دیا اور اس سلسلے میں نازل ہونے والی یہ پہلی آیت تھی: ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝39 الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ”جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا، اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ انھیں اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا۔“

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کو مکہ سے مدینہ کی طرف ناحق نکال دیا گیا تھا۔③ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ﴾ ”صرف ان کے یہ کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔“ انھوں نے اپنی قوم کا کچھ بھی نہ بگاڑا تھا، ان کا کوئی بھی تو قصور نہ تھا، سوائے اس کے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے تھے۔ حقیقت امر کے اعتبار سے یہ استثنا منقطع ہے ورنہ مشرکوں کے ہاں تو یہ بہت بڑا گناہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ

---

① تفسیر الطبری:226/17. ② دلائل النبوة للأصفهانی:1/306-310 مطولاً. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2496/8.

﴿وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ......﴾ الآية (الممتحنة 60:1) ’’یہ کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو، پیغمبر کو اور تمھیں جلاوطن کرتے ہیں......۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ’’اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا رہتا۔‘‘ یعنی اگر ایک قوم کو دوسری قوم سے نہ ہٹاتا اور اسباب ووسائل پیدا فرما کر کچھ لوگوں کی شرارتوں کو دوسروں سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا اور طاقتور کمزوروں کو ہلاک کر دیتے۔

مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں کا بیان: ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ﴾ ’’بلاشبہ وہ (راہبوں کی) خانقاہیں گرادی جاتیں۔‘‘ ﴿صَوَامِعُ﴾ سے مراد راہبوں کے چھوٹے عبادت کدے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابوالعالیہ، عکرمہ، ضحاک اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ ① قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد صابیوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ ② اور آپ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مجوسیوں کے صوامع مراد ہیں۔ مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ گھر ہیں جو رستے پر ہوں۔ ﴿وَبِيَعٌ﴾ ’’اور (عیسائیوں کے) گرجے۔‘‘ یہ صومعوں سے بڑے ہوتے ہیں اور ان میں عبادت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، عیسائیوں کے گرجوں کو بھی بیع کہا جاتا ہے ③ یہ ابوالعالیہ، قتادہ، ضحاک، ابن صخر، مقاتل بن حَیان، خُصیف اور دیگر ائمہ کا قول ہے۔ ④ ابن جبیر نے مجاہد وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے یہودیوں کے کنیسے مراد ہیں۔ ⑤

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّصَلَوٰتٌ﴾ ’’اور (یہودیوں کے) عبادت خانے۔‘‘ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کنیسے ہیں۔ ⑥ عکرمہ، ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد یہودیوں کے کنیسے ہیں اور وہ انھیں ﴿صَلَوٰتٌ﴾ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ⑦ ابوالعالیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿صَلَوٰتٌ﴾ سے مراد صابیوں کے عبادت خانے ہیں۔ ⑧ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿صَلَوٰتٌ﴾ سے مراد اہل کتاب اور اہلِ اسلام کی وہ مسجدیں ہیں جو رستوں پر بنی ہوں۔ ⑨ اور ﴿وَّمَسٰجِدُ﴾ سے مسلمانوں کی مسجدیں مراد ہیں۔

اور فرمایا: ﴿يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ﴾ ’’جن میں اللہ کا نام بکثرت ذکر کیا جاتا ہے۔‘‘ کہا گیا ہے کہ ﴿يُذْكَرُ فِيْهَا﴾ میں ضمیر مساجد کی طرف عائد ہے، اس لیے کہ مذکورہ اشیاء میں سے یہ اقرب ہے۔ ⑩ ضحاک کہتے ہیں کہ ان تمام عبادت خانوں ہی میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ ⑪ ابن جریر کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ راہبوں کے صومعے، عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے کنیسے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں گرائی جا چکی ہوتیں جن میں اللہ کا بہت ساذکر کیا جاتا ہے

---

① تفسیر الطبری:231,230/17 وتفسیر القرطبی:71/12.

② تفسیر الطبری:231/17 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2497/8.

③ تفسیر الطبری:231/17.

④ تفسیر الطبری:231/17.

⑤ تفسیر الطبری:232,231/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2497/8.

⑥ تفسیر الطبری:232/17.

⑦ تفسیر الطبری:232/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2497/8.

⑧ تفسیر الطبری:232/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2497/8.

⑨ تفسیر الطبری:233/17.

⑩ تفسیر القرطبی: 72/12.

⑪ تفسیر الطبری:233/17.

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ

(یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں، اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور تمام

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ㊶

امور کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ㊶

کیونکہ کلام عرب میں یہ اسلوب مستعمل اور معروف ہے۔ ① بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں اقل سے اکثر کی طرف ترقی ہے حتی کہ بات مساجد تک پہنچ گئی جو دیگر عبادت خانوں کی نسبت زیادہ آباد ہیں اور جن میں عبادت کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان کا قصد و ارادہ بھی صحیح ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ ﴾ ''اور جو شخص اس (کے دین) کی مدد کرے گا، اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ ﴾ (محمد 47:7,8) ''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم ثابت رکھے گا اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔''

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ㊵ ﴾ ''بے شک اللہ بہت قوت والا، نہایت غالب ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو توانائی اور غلبے کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے، اس نے اپنی قوت و توانائی کے ساتھ ہی ہر چیز کو پیدا کر کے اس کا اندازہ مقرر فرمایا ہے اور اس کے غلبے کا یہ عالم ہے کہ اس پر کوئی تسلط حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور فقیر ہے تو قوی و عزیز ذات جس کی مددگار ہو تو وہ منصور و فتح یاب اور اس کا دشمن مقہور اور ناکام و نامراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚ ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۪ ○ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:171-173) ''اور البتہ تحقیق اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہی (مظفر و) فتح یاب ہیں اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ ﴾ (المجادلة 58:21) ''اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ قوی، بڑا زبردست ہے۔''

تفسیر آیت: 41

غلبہ و اقتدار کے وقت مسلمانوں کے فرائض: ابن ابو حاتم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا

---

① تفسير الطبري: 234/17.

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ ㊷ وَقَوْمُ

اور (اے نبی!) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے بھی (اپنے اپنے انبیاء کو) جھٹلایا ㊷ اور قوم

اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ ㊸ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ

ابراہیم اور قوم لوط نے بھی ㊸ اور مدین والوں نے بھی، اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا، چنانچہ (پہلے تو) میں نے کافروں کو ڈھیل دی،

لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ㊹ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا

پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، چنانچہ میرا عذاب کیسا تھا! ㊹ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا جبکہ وہ ظالم تھیں،

وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ز وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ㊺

تو وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر، اور (کتنے ہی) کنویں بے کار، اور (کتنے ہی) مضبوط محل (ویران پڑے ہوئے ہیں!) ㊺ کیا پھر وہ

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ

زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے، یا کان (ہوتے) جن سے وہ سنتے، پس بے شک قصہ یہ ہے

بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ㊻

کہ (ان کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں㊻

کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔‘‘ ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا، اس کے سوا ہمارا اور کوئی قصور نہ تھا کہ ہم کہتے تھے: ہمارا رب اللہ ہے، پھر ہمیں زمین میں دسترس عطا کر دی گئی تو ہم نے نماز قائم کی، زکاۃ ادا کی، نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع کیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، الغرض! یہ آیت کریمہ میرے اور میرے رفقاء کے بارے میں ہے۔①

ابو العالیہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔② صباح بن سوادہ کندی کہتے ہیں کہ میں نے سنا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خطبہ دیتے ہوئے اس آیت کو پڑھا: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ الآیۃ پھر فرمایا کہ یہ آیت صرف حاکم ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ حاکم اور رعایا سب کے لیے ہے، میں تمھیں بتاتا ہوں کہ حاکم اور رعایا کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ تمھارا حاکم پر یہ حق ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کروائے، تم میں سے ایک دوسرے کے حقوق دلائے اور مقدور بھر کوشش کر کے تمھاری رہنمائی اس رستے کی طرف کرے جو سب سے سچا اور سیدھا رستہ ہے اور تمھارا فرض ہے کہ تم اپنے حاکم کی جبر و اکراہ کے بغیر اطاعت بجالاؤ اور خفیہ و علانیہ طور پر اس کی مخالفت نہ کرو۔ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ یہ آیت حسبِ ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ......﴾ الآیۃ (النور 55:24) ’’جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انھیں ضرور زمین میں خلافت دے گا......‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ㊶﴾ ’’اور

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2497,2496/8۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2498/8۔

سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ ﴾ (القصص 83:28) ''اور اچھا انجام تو متقین ہی کے لیے ہے۔'' زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ﴿ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿41﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے جو اعمال کیے ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں اجر و ثواب ملے گا۔①

تفسیر آیات:42-46

جھٹلانے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے قوم کی تکذیب و مخالفت پر اپنے نبی محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿42﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿43﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰی ﴾ ''اور (اے نبی!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود نے بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا اور قوم ابراہیم اور قوم لوط نے بھی اور مدین والوں نے بھی اور موسیٰ کو بھی تو جھٹلایا گیا۔'' حالانکہ وہ روشن نشانیاں اور واضح دلائل لے کر آئے تھے۔ ﴿ فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿44﴾ ﴾ ''لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، چنانچہ میرا عذاب کیسا (سخت) تھا!'' یعنی دیکھو کہ میں نے انھیں کیسی کیسی سزائیں اور کیسے کیسے عذاب دیے تھے۔ صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب پکڑتا ہے تو پھر اسے (زمین پر) نہیں چھوڑتا۔'' پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ○ ﴾ (ھود 102:11) ''اور (اے نبی!) آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ نہایت دکھ دینے والی، بہت سخت ہے۔''②

ظالم اور نافرمان بستیوں کی تباہی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ ﴾ ''پس کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھیں۔'' یعنی اپنے رسولوں کو جھٹلاتی تھیں، ﴿ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ﴾ ''سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔'' ضحاک کہتے ہیں کہ عروش کے معنی چھتیں ہیں۔③ یعنی ان کے مکانات تباہ و برباد ہو گئے۔ ﴿ وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ ﴾ ''اور (کتنے ہی) کنویں بیکار ہیں'' جن سے اب نہ کوئی پانی پیتا اور نہ کوئی وہاں آتا ہے جبکہ وہاں آنے جانے والوں کا کبھی تانتا بندھا ہوتا تھا۔ ﴿ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿45﴾ ﴾ ''اور (کتنے ہی) مضبوط محل (ویران پڑے) ہیں۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿45﴾ ﴾ کے معنی چونا گچ محل ہیں۔④ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، ابوملیح اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑤ کچھ دیگر اہلِ علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی بلند و بالا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2498/8. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله : ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی ...... ﴾ (ھود102:11) ......، حدیث :4686 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحریم الظلم، حدیث:2583.

③ تفسیر الطبری:236/17. ④ تفسیر الطبری:238,237/17. ⑤ تفسیر الطبری:238/17 و تفسیر البغوی:344/3.

عمارت کے ہیں۔ ① بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کے معنی مضبوط عمارت کے ہیں۔ ② ان تمام اقوال کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں اوران میں کوئی تضاد نہیں اور مفہوم یہ ہے کہ عمارتوں کی مضبوطی، پختگی اور بلندی بھی عذابِ الٰہی سے اپنے باسیوں کو بچا نہ سکی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ ...... ﴾ الآية (النسآء 4:78) ’’تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو......۔‘‘

بطور عبرت کھنڈرات کی سیر وسیاحت کرنا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ’’کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟‘‘ یعنی اپنے جسموں کے ساتھ اوران پر غور وفکر کرتے ہوئے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے بس یہی بات کافی ہے جیسا کہ ابن ابودنیا نے کتاب التفکر و الاعتبار میں لکھا ہے کہ بعض حکماء نے کہا ہے کہ اپنے دل کو مواعظ کے ساتھ زندہ کرو، غور وفکر کے ساتھ منور کرو، زہد کے ساتھ مار دو، یقین کے ساتھ قوت بخشو، موت کے ساتھ ذلیل کر دو، فنا کے ساتھ مقدر کر دو، اسے دنیا کے دکھ دکھاؤ، زمانے کے حملے سے ڈراؤ، گردشِ ایام کا خوف دلاؤ، گزرے ہوئے لوگوں کے حالات سناؤ، پہلے لوگوں پر جو عذاب آئے وہ یاد دلاؤ، ان کے گھروں کے کھنڈرات کی سیر کراؤ اور دیکھو کہ انھوں نے کیا کیا، کہاں رہے اور کیسے چل بسے تھے! یعنی دیکھو کہ تکذیب کرنے والی امتوں کو کیسی کیسی سزائیں اور کیسے کیسے عذاب دیے گئے تھے۔ ﴿ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ ’’پس ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے، یا کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔‘‘ یعنی ان کے ساتھ عبرت حاصل کر سکتے۔ ﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ⑯ ﴾ ’’پس بے شک ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔‘‘ یعنی بصارت کا اندھا پن کوئی بڑا اندھا پن نہیں ہے بلکہ بڑا اندھا پن بصیرت کا اندھا پن ہے، خواہ قوتِ باصرہ صحیح سلامت ہو کیونکہ ایسی آنکھیں نہ عبرت حاصل کرتی ہیں اور نہ حالات معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن (سارہ) اندلسی شَنْتَرِی متوفی 517ھ نے کیا خوب کہا ہے۔

يَا مَنْ يَّصِيخُ إِلٰى دَاعِي الشَّقَاءِ وَقَدْ   نَادٰى بِهِ النَّاعِيَانِ الشَّيْبُ وَالْكِبَرُ

’’اے وہ شخص جو شقاوت کے داعی کو پکار رہا ہے اور اسے موت کی اطلاع دینے والی دو چیزیں، یعنی سفید بال اور بڑھاپا بھی پکار رہے ہیں۔‘‘

إِنْ كُنْتَ لَا تَسْمَعُ الذِّكْرٰى فَفِيمَ تُرٰى   فِي رَأْسِكَ الْوَاعِيَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ

’’اگر تم نصیحت کی بات کو نہیں سنتے ہو تو تمھارے سر میں یاد رکھنے والی یہ دو چیزیں کان اور آنکھیں کیوں نظر آ رہی ہیں؟‘‘

لَيْسَ الْأَصَمُّ وَلَا الْأَعْمٰى سِوٰى رَجُلٍ   لَّمْ يَهْدِهِ الْهَادِيَانِ الْعَيْنُ وَالْأَثَرُ

---

① تفسير البغوى: 344/3۔ ② تفسير البغوى: 344/3 وتفسير القرطبى: 75,74/12 وتفسير الطبرى: 238/17۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور بلاشبہ آپ کے رب کے ہاں ایک دن تمھاری گنتی

كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑯ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

کے حساب سے ایک ہزار برس کی طرح ہے ⑯ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ میں نے انھیں ڈھیل دی جبکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا،

6 ع 10 13 اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ع ㊽

اور میری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے ㊽

”اس شخص کے سوا اور کوئی بہرا اور نابینا نہیں ہے جسے دو ہدایت دینے والی (یعنی) آنکھ اور ماٴ ثور بات (حدیث) ہدایت نہ دیں۔“

لَا الدَّهْرُ يَبْقٰى وَلَا الدُّنْيَا وَلَا الْفَلَكُ الْ   أَعْلٰى وَلَا النَّيِّرَانِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

”زمانہ، دنیا، بلند و بالا آسمان اور شمس و قمر جیسے منور سیارے ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا (سب چیزیں فنا پذیر ہو جائیں گی۔)“

لَيَرْحَلَنَّ عَنِ الدُّنْيَا وَإِنْ كَرِهَا   فِرَاقَهَا الثَّاوِيَانِ الْبَدْوُ وَالْحَضَرُ

”دنیا سے ایک نہ ایک دن ضرور چل بسنا ہے، خواہ یہاں رہنے والے شہری اور دیہاتی اس کے فراق کو ناگوار ہی سمجھیں۔“

تفسیر آیات: 48,47

کفار کا مطالبۂ عذاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ”اور وہ (لوگ) آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔“ یعنی یہ کفار و ملحدین اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول اور یوم آخرت کی تکذیب کرنے والے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○﴾ (الأنفال 32:8) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ○﴾ (صٓ 16:38) ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ ﴿وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ﴾ ”اور اللہ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔“ یعنی اس نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے گا، اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور اپنے دوستوں کو اکرام و انعام سے نوازے گا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑯﴾ ”اور بے شک آپ کے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمھاری گنتی کے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے۔“ یعنی وہ جلدی نہیں کرتا مخلوق کے نزدیک ہزار برس

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ (49) فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تو بس تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (49) چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (50) وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

کیے، ان کے لیے مغفرت اور عزت کا رزق ہے (50) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کی،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (51)

وہی دوزخ والے ہیں (51)

کی مقدار اس کے نزدیک اس کے حکم کی نسبت سے ایک دن کی طرح ہے کیونکہ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ انتقام لینے پر قادر ہے اور کوئی چیز اس سے بچ نہیں سکتی، خواہ اسے کتنی ہی مہلت دے دی جائے، اسی لیے اس کے بعد اس نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ (48)﴾ ’’اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو مہلت دی، حالانکہ وہ نافرمان تھیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘ ابن ابو حاتم نے ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ (الْأَغْنِيَاءِ) بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ] ’’فقیر مسلمان دولت مندوں سے نصف دن (یعنی) پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔‘‘① اس حدیث کو امام ترمذی و نسائی نے بروایت ثوری، محمد بن عمرو بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔②

امام ابوداود نے اپنی ’’سنن‘‘ کی کتاب الملاحم کے آخر میں سعد بن ابووقاص ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَّا تَعْجِزَ أُمَّتِي عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ] ’’مجھے امید ہے کہ میری امت اپنے رب کے پاس اس وقت عاجز نہیں آئے گی جب وہ انھیں نصف دن کے لیے مؤخر کر دے گا۔‘‘ سعد ؓ سے پوچھا گیا کہ نصف دن سے کیا مراد ہے تو انھوں نے جواب دیا: پانچ سو سال۔③

تفسیر آیات: 49-51

نیک اور بد لوگوں کی جزا و سزا: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ جلد عذاب لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ (49)﴾ ’’(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تو بس تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب شدید سے پہلے تمھاری طرف نذیر بنا کر

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2499/8 عن صفوان بن سلیم. ② جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء أن فقراء المهاجرين ......، حدیث: 2354 و السنن الكبرٰى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ......﴾: 412/6، حدیث:11348، البتہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب منزلة الفقراء، حدیث:4122 میں ہے۔ مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية(مسند أحمد):328/13و363/22 ومسند أبی یعلی:411/10، حدیث:6018 . ③ سنن أبی داود، الملاحم، باب قیام الساعة، حدیث:4350 ومسند أحمد:170/1 .

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب وہ تلاوت کرتا تو شیطان اس کی تلاوت میں (اپنی طرف سے کچھ) ڈال دیتا، پھر اللہ اسے

اُمۡنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ

زائل کر دیتا جو شیطان نے (وسوسہ) ڈالا ہوتا، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے (52) تا کہ جو (وسوسہ)

حَكِيۡمٌ ۙ (52) لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ

شیطان نے ڈالا ہے اللہ (اس کو) ان لوگوں کے لیے فتنہ بنا دے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اور ان کے دل سخت ہیں، اور بے شک ظالم

وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ۙ (53) وَّلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا

تو دور کی مخالفت میں (پڑے) ہیں (53) اور تا کہ وہ لوگ جان لیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے،

الۡعِلۡمَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَيُؤۡمِنُوۡا بِهٖ فَتُخۡبِتَ لَهٗ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ

چنانچہ وہ اس پر ایمان لائیں پھر ان کے دل اس (حق) کے لیے جھک جائیں، اور بے شک اللہ ایمان لانے والے لوگوں کو ضرور صراط مستقیم

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (54)

کی طرف ہدایت دینے والا ہے (54)

بھیجا ہے، تمھارا حساب میرے ذمے قطعاً نہیں ہے بلکہ تمھارا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھارے لیے جلد عذاب لے آئے اور اگر چاہے تو اسے مؤخر کر دے اور اگر چاہے تو اپنی جناب میں توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرما لے اور اگر چاہے تو اسے گمراہ کر دے جس کے مقدر میں اس نے شقاوت کو لکھ رکھا ہے۔ وہ جو چاہے، جو ارادہ فرمائے اور جو پسند کر لے اسے کر گزرتا ہے۔ ﴿لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝﴾ (الرعد 41:13) ”کوئی اس کا حکم رد کرنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ ﴿اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۚ ㊾ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”پس میں تم کو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں تو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے۔“ یعنی ان کے دل ایمان لائے، پھر اپنے اعمال کے ساتھ انھوں نے ایمان کی تصدیق کی، ﴿لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ㊿﴾ ”اُن کے لیے بخشش اور عزت کا رزق ہے۔“ یعنی ان کے لیے سابقہ گناہوں کی بخشش ہے اور تھوڑی نیکیوں کی بھی بہت اچھی اور زیادہ جزا دی جائے گی۔ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی ﴿رِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ㊿﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہاں ان سے مراد جنت ہے۔①

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں (کے جھٹلانے) میں عاجز کرنے کی کوشش کی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی اتباع سے لوگوں کو روکتے ہیں۔② عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2500,2499/8۔ ② تفسیر الطبری: 243/17 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2500/8۔

﴿ مُعٰجِزِیْنَ ﴾ کے معنی روکنے والے ہیں۔ ① ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ﴿ مُعٰجِزِیْنَ ﴾ کے معنی ذلیل کرنے والے ہیں۔ ② ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (51) ﴾ ’’وہ اہل دوزخ ہیں۔‘‘ جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو بہت گرم، دردناک اور جس کا عذاب بہت شدید ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ ○ ﴾ (النحل 16:88) ’’جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا، ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔‘‘

تفسیر آیات:52-54

شیطان کی وسوسہ اندازیاں اور قصۂ غرانیق: بہت سے مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں قصۂ غرانیق ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مہاجرین سرزمین حبشہ سے یہ گمان کر کے واپس آ گئے تھے کہ مشرکین قریش مسلمان ہو گئے ہیں مگر اس قصے کے سارے طرق مرسل ہیں، میں نے اس قصے کی ایک بھی مرفوع اور صحیح سند نہیں دیکھی۔ ③ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ ﴾ کا مفہوم: امام بخاری ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے ﴿ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ ﴾ ’’اس کی آرزو میں‘‘ کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا اور اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا تھا۔ ④ علی بن ابوطلحہ نے بھی حضرت ابن عباس ؓ سے یہی تفسیر روایت کی ہے کہ جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ پیدا کر دیتا تھا۔ ⑤ مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں آرزو کرنے سے مراد بات کہنا ہے۔ ⑥ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ ﴾ کی قراءت [إِلَّا أَمَانِيَّ] ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ باتیں کہتے تو ہیں مگر انھیں لکھتے نہیں۔ بغوی اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿ تَمَنّٰٓی ﴾ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ جب وہ اللہ کی کتاب کو پڑھتے اور اس کی

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2500/8. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2500/8. ③ حضرت نواب سید صدیق حسن خاں ؒ اپنی تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن 486,485/4 میں اس قصے کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: ’’اس میں کچھ بھی کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں۔‘‘ امام بزار ؒ نے کشف الأستار، التفسیر، سورة النجم: 72/3، حدیث: 2263 میں کہا کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کے متعلق ہمارے علم میں نہیں ہے کہ وہ محمد ﷺ سے متصل سند کے ساتھ مروی ہو اور امام بیہقی ؒ نے کہا کہ یہ قصہ از روئے علم روایت ثابت نہیں ہے اور امام الائمہ امام ابن خزیمہ ؒ نے کہا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے، امام رازی ؒ نے تفسیر الرازی: 53,52/23 میں کہا کہ یہ قصہ باطل اور موضوع ہے، اس کا قائل ہونا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض الشفا، فصل فی عصمة النبی علیه السلام فی أقواله و أفعاله: 750/2 میں لکھتے ہیں: لَمْ يُخَرِّجْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الصِّحَّةِ وَلَا رَوَاهُ ثِقَةٌ بِسَنَدٍ سَلِيمٍ. ’’اہل صحت میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا اور نہ کسی ثقہ نے اسے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔‘‘ اسی طرح دیگر علماء، مثلاً: علامہ عینی نے عمدة القاری، قبل الحدیث: 4741 میں اور امام خطیب شربینی نے تفسیر السراج المنیر میں اور علامہ سہیلی نے الروض الأنف، قصة الغرانیق: 154,153/2 میں پرزور الفاظ میں اس قصے کی تردید کی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سیرت المصطفیٰ ﷺ از مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ؒ: 382-378/2 (مترجم) مزید دیکھیے الکافی الشاف لابن حجر، الحج، ص: 193، حدیث: 713 و أحکام القرآن لابن العربی، الحج: 226,225/3. ④ صحیح البخاری، التفسیر، سورة الحج، قبل الحدیث: 4741. ⑤ تفسیر الطبری: 249/17. ⑥ تفسیر الطبری: 249/17.

تلاوت کرتے تو شیطان ان کی تلاوت میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔ ①

ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿اِذَا تَمَنّٰۤى﴾ کے معنی ہیں کہ وہ جب بھی تلاوت کرتے۔ ② ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تفسیر کے اعتبار سے یہ قول زیادہ مناسب ہے۔ ③

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾ ”تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا اللہ اس کو دور کر دیتا۔“ ازروئے لغت نسخ کے حقیقی معنی زائل اور رفع کرنے کے ہیں۔ ④ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا ہے۔ ⑤ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ”اور اللہ بہت علم والا ہے۔“ جو امور و حوادث رونما ہوتے ہیں وہ ان سب کو جانتا ہے اور کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ ﴿حَكِيْمٌ ؕ (52)﴾ ”بڑی حکمت والا (ہے۔)“ وہ اپنی تقدیر اور خلق و امر میں حکیم ہے اور ان تمام امور میں اسی کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کار فرما ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ”تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو بیمار دل لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے۔“ یہاں بیماری سے مراد شک، شرک اور کفر و نفاق کی بیماری ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان بیمار لوگوں سے مراد منافق ہیں اور ﴿وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ﴾ ”اور ان کے سخت دل“ سے مراد مشرک ہیں۔ ⑥

اور فرمایا: ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ (53)﴾ ”اور بے شک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“ یعنی وہ ضلالت، مخالفت اور حق و صواب سے بعید عناد میں مبتلا ہیں۔ ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ﴾ ”اور تاکہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، پھر وہ اس پر ایمان لائیں۔“ یعنی وہ لوگ جان لیں جن کو وہ علم نافع عطا ہوا ہے جس کے ساتھ وہ حق و باطل میں فرق کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے وہ تمھارے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا اور اس کی حفاظت و صیانت کا ذمہ اُٹھایا ہے تاکہ اس کے ساتھ کچھ اور نہ مل جائے اور یہ ایک ایسی پر حکمت کتاب ہے کہ ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ”باطل اس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ بڑی دانا، قابل تعریف ہستی (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

فرمایا: ﴿فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ﴾ ”تو وہ اس پر ایمان لائیں۔“ یعنی اس کی تصدیق بھی کریں اور اطاعت بھی۔ ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى

---

① تفسیر البغوی:347/3 وتفسیر الطبری:249/17۔ ② تفسیر الطبری:249/17۔ ③ تفسیر الطبری:249/17۔

④ دیکھیے تاج العروس، مادة: نسخ۔ ⑤ تفسیر الطبری:250/17۔ ⑥ تفسیر الطبری:251/17۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ

اور کافر اس (قرآن) کی بابت ہمیشہ شک میں رہیں گے حتی کہ ان پر اچانک قیامت آجائے، یا ان پر نہایت بانجھ (ہر خیر سے خالی)

يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿55﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِيْنَ

دن کا عذاب آجائے ﴿55﴾ اس دن بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی، وہ ان کے مابین فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿56﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ

نے نیک عمل کیے وہ نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے ﴿56﴾ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، تو وہی ہیں جن کے لیے

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿57﴾ ع 7 ع 9 14

رسوا کن عذاب ہے ﴿57﴾

﴿صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿54﴾﴾ ”تا کہ وہ لوگ جان لیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، پھر ان کے دل اس (حق) کے آگے جھک جائیں جو لوگ ایمان لائے ہیں یقیناً اللہ ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، دنیا میں ان کی حق اور اسے قبول کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور باطل کی مخالفت اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق بخشتا ہے اور آخرت میں انھیں اس صراط مستقیم کی ہدایت فرما دے گا جو انھیں جنت کے بلند و بالا درجات تک پہنچا دے گا اور عذاب الیم اور جہنم کی ہولناکیوں سے دور لے جائے گا۔

تفسیر آیات: 55-57

کفار ہمیشہ شک وتردد میں مبتلا رہیں گے: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ اس قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا رہیں گے، یہ ابن جریج کا قول ہے۔① اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔② ﴿حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ ”یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس میں ﴿بَغْتَةً﴾ کے معنی اچانک کے ہیں۔③ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے سے سرکشی اختیار کرتی ہے تو وہ اسے اچانک اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو اس وقت پکڑا ہے جب وہ نشے میں مدہوش ہوا اور نعمتوں کی وجہ سے غرور میں ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بارے میں غافل نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غافل تو صرف فاسق لوگ ہی ہوتے ہیں۔④ ﴿اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿55﴾﴾ ”یا اُن پر نہایت بانجھ (منحوس) دن کا عذاب واقع ہو۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے۔⑤ جبکہ عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ ﴿يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿55﴾﴾ اس دن کو کہتے ہیں جس کی رات نہ ہو۔⑥ ضحاک اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔⑦

---

① تفسیر الطبری:252/17. ② تفسیر الطبری:252/17. ③ تفسیر القرطبی:87/12 عن النحاس. ④ الدر المنثور:192/3. ⑤ تفسیر الطبری:253/17. ⑥ تفسیر البغوی:348/3 وتفسیر الطبری:253/17 وتفسیر ابن أبی حاتم:2503/8. ⑦ تفسیر الطبری:253/17 وتفسیر البغوی:348/3.

وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوۡۤا اَوۡ مَاتُوۡا لَيَرۡزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزۡقًا

اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور انھیں اچھا رزق دے گا اور بلاشبہ اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے

حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ۝58 لَيُدۡخِلَنَّهُمۡ مُّدۡخَلًا يَّرۡضَوۡنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ

والا ہے ⑱ وہ انھیں اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے، اور بے شک اللہ بڑا جاننے والا، خوب بردبار ہے ⑲ (بات) یہی

لَعَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ۝59 ذٰلِكَ ۚ وَمَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِىَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ

ہے، اور جو شخص بدلہ لے مثل اس کے جتنی اسے تکلیف دی گئی، پھر اگر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ بہت

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۝60

معاف کرنے والا، نہایت مغفرت والا ہے ⑳

اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ ؕ ﴾ ’’اس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ ان کے مابین فیصلہ کرے گا۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ ﴾ (الفاتحۃ 4:1) ’’بدلے کے دن کا مالک ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ ۨالۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ۝ ﴾ (الفرقان 26:25) ’’اس دن سچی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔‘‘ ﴿ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔‘‘ یعنی جن کے دل ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور اس طرح ان کے دلوں، باتوں اور عملوں میں ہم آہنگی پیدا ہوگئی۔ ﴿ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ۝56 ﴾ ’’(وہ) نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے۔‘‘ یعنی وہ ایسی ابدی و سرمدی نعمتوں میں ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گی اور جن پر کبھی زوال نہ آئے گا۔ ﴿ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ﴾ ’’اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔‘‘ یعنی جن کے دلوں نے حق کا کفر و انکار کیا، اس کی تکذیب کی، رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی اتباع سے انکار کیا۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝57 ﴾ ’’تو وہی ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔‘‘ حق سے اعراض کرکے تکبر و غرور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِىۡ سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيۡنَ ۝ ﴾ (المؤمن 60:40) ’’جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘

تفسیر آیات: 58-60

اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے اجر عظیم: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اس کی راہ میں اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے ہجرت کریں، اپنے وطنوں، اہل و عیال اور دوستوں کو چھوڑ دیں، اپنے شہروں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ کے دین کی نصرت کے لیے ترک کر دیں اور پھر اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں یا اپنے بستروں پر طبعی موت مر جائیں تو وہ اجر جزیل اور ثنائے جمیل حاصل کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ (النسآء 100:4) ’’اور جو شخص

اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کی خاطر اپنے گھر سے نکل جائے، پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ثابت ہوگیا۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ ﴾ ''اللہ اُن کو ضرور اچھی روزی دے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انھیں جنت کا ایسا رزق عطا فرمائے گا جو اُن کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔

﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝58 لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ ﴾ ''اور بے شک اللہ ہی بہتر رزق دینے والا ہے، وہ ان کو اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔'' یعنی جنت میں جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ۙ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ڏ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ ﴾ (الواقعۃ 89,88:56) ''پھر اگر وہ (مردہ اللہ کے) مقربوں میں سے ہے تو (اس کے لیے) راحت، خوشبو اور نعمتوں والا باغ ہے۔'' یعنی اسے راحت و آرام، رزق اور نعمت کے باغ حاصل ہوں گے جیسا کہ یہاں فرمایا: ﴿ لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ ﴾ ''اللہ ضرور اُن کو اچھا رزق دے گا۔'' پھر فرمایا: ﴿ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝59 ﴾ ''وہ ان کو اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ خوب جاننے والا، بڑا بردبار ہے۔'' یعنی وہ جانتا ہے کہ اس کے رستے میں ہجرت و جہاد کون کرتا ہے اور کون اس کا مستحق ہے۔ ﴿ حَلِيْمٌ ۝59 ﴾ ''بردبار'' یعنی وہ ان کے ہجرت کرنے اور اس کی ذات پر توکل کرنے کی وجہ سے ان سے درگزر کرتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے رستے میں مارا جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ۙ ﴾ (آل عمرٰن 169:3) ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، ان کو مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے۔''

اللہ کی راہ میں مرنے والے کے لیے رزق کریم اور اجر عظیم: اس بارے میں بہت سی احادیث بھی وارد ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ① اور جو شخص اللہ کے رستے میں فوت ہو جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو تو اس کے بارے میں اس آیت کریمہ اور بہت سی صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر عظیم احسانات فرماتا ہے۔ ابن ابوحاتم نے شرحبیل بن سِمط سے روایت کیا ہے کہ سرزمین روم کے ایک قلعے پر ہمارا پڑاؤ بہت طول اختیار کر گیا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [مَنْ مَّاتَ مُرَابِطًا، أَجْرَى اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ ذٰلِكَ الْأَجْرِ، وَأَجْرٰى عَلَيْهِ الرِّزْقَ وَأَمِنَ الْفَتَّانِينَ، وَاقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ، ﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝58 لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝59 ﴾] ''جو شخص سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے مثل اجر و ثواب جاری کر دے گا، اسے رزق بھی عطا فرمائے گا اور فتنہ پروروں سے اسے محفوظ

---

① دیکھیے آل عمرٰن، آیت: 169 کے تحت عنوان: ''شہداء کی فضیلت''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ

یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ خوب سننے والا،

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (61) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ

بہت دیکھنے والا ہے (61) یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور بلاشبہ جسے وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور بلاشبہ

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (62)

اللہ ہی بلند تر، بہت بڑا ہے (62)

بھی رکھے گا، اگر چاہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھ لو: ’’اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، اللہ انھیں ضرور اچھا رزق دے گا اور یقیناً اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، وہ ان کو اس مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ خوب جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘①

ابن ابو حاتم ہی نے عبدالرحمٰن بن جَحْدَم خولانی سے روایت کیا ہے کہ وہ فضالہ بن عبید کے ساتھ بحر میں دو جنازوں میں شریک ہوئے، ان میں سے ایک شخص منجنیق (کا پتھر) لگنے سے اور دوسرا طبعی موت فوت ہوا تھا۔ فضالہ بن عبید اس شخص کی قبر کے پاس بیٹھ گئے جو طبعی موت فوت ہوا تھا تو ان کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ نے شہید کو چھوڑ دیا اور ان کے پاس نہیں بیٹھے۔ انھوں نے جواب دیا: مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں ان میں سے کس قبر سے اٹھایا جاؤں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ﴾ ’’اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، اللہ انھیں ضرور بہترین رزق دے گا۔‘‘② اے بندے! جب تجھے ایسے مقام میں داخل کر دیا جائے جسے تو پسند کرتا ہے، پھر تجھے اچھی روزی دی جائے تو تجھے اور کیا چاہیے، واللہ! مجھے اس بات کی قطعاً پروا نہیں کہ ان میں سے کس قبر سے مجھے اُٹھایا جائے۔

اور فرمایا: ﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ﴾ ’’بات (یہی ہے) اور جو شخص ویسا ہی بدلہ لے جیسا اس کے ساتھ کیا گیا۔‘‘ مقاتل بن حیان اور ابن جریج نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سریے کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس کی محرم کے مہینے میں مشرکوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی، مسلمانوں نے ان سے کہا کہ وہ محرم کے مہینے میں لڑائی نہ کریں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تو جواب میں مسلمانوں نے بھی ان سے لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2503/8، مزید دیکھیے سنن النسائی، الجهاد، باب فضل الرباط، حدیث: 3170,3169 وسنن ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰه، حدیث: 2767 ومسند أحمد: 404/2 و157/4 وصحیح ابن حبان، السیر، ذکر البیان بأن المرابط ......: 485/10، حدیث: 4626، البتہ تفسیر ابن ابوحاتم سمیت تمام حوالوں میں ابن کثیر کا ذکر کردہ سیاق نہیں ہے جبکہ اقرء وا إن شئتم سے لے کر آخر تک صرف ابن ابوحاتم میں ہے۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2503/8 وتفسیر الطبری: 255/17 والجهاد لابن المبارك، ص: 62.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ز فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ط اِنَّ اللّٰهَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے (مردہ زمین پر) پانی نازل کیا، پھر اس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ نہایت باریک

لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ج ⑥③ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ع ⑥④ ع 8 7 15

بین، بہت باخبر ہے ⑥③ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بلاشبہ اللہ ہی بے نیاز، لائق حمد ہے ⑥④ کیا آپ نے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط

نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھارے تابع فرمان کر دیا جو کچھ زمین میں ہے، اور کشتیاں جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں، اور وہ آسمان

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ

کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر (نہ) گرے۔ بے شک اللہ لوگوں کے لیے البتہ بہت زیادہ شفقت کرنے والا، بہت رحم

رَّحِيْمٌ ⑥⑤ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ⑥⑥

کرنے والا ہے ⑥⑤ اور وہی ہے جس نے تمھیں زندہ کیا، پھر وہ تمھیں مارے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا، بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ⑥⑥

مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نواز دیا۔ ① ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ⑥⓪ ﴾ ”بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 62,61

اللہ ہی دنیا کا خالق و متصرف ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور اسی کو ان کے بارے میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ ﴾ (آل عمرٰن 27,26:3) ”کہہ دیجیے: اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور تو ہی جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے، تو ہی بے جان سے جان دار پیدا کرتا اور تو ہی جان دار سے بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔“

ایلاج کے معنی رات کے دن میں اور دن کے رات میں ایک کے دوسرے میں داخل کرنے کے ہیں، کبھی رات لمبی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے جیسا کہ موسم سرما میں اور کبھی دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے جیسا کہ موسم گرما میں۔

اور فرمایا: ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ⑥① ﴾ ”اور یقیناً اللہ تو بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2504,2503/8 و تفسیر الطبری: 256/17۔

اقوال کو سنتا اور انھیں دیکھتا ہے، بندوں کے حالات وحرکات وسکنات میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بیان فرمایا کہ کائنات میں اسی کا تصرف واختیار کار فرما ہے اور وہ ایسا حاکم ہے کہ کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کر سکتا تو اس کے بعد یہ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے۔“ وہی معبود برحق ہے اور اسی کی ذات پاک اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے، اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا، ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز ودرماندہ ہے۔ ﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ ”اور بلاشک و شبہ جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہی باطل ہے۔“ اصنام وانداد، بت اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے وہ باطل ہے کیونکہ وہ نفع ونقصان کی مالک نہیں ہے۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝62﴾ ”اور بلاشبہ اللہ ہی رفیع الشان بہت بڑا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (البقرة 255:2) ”اور وہ بلند تر، نہایت عظمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝﴾ (الرعد 9:13) ”سب سے بڑا، نہایت بلند ہے۔“ ہر چیز اس کے غلبہ وتسلط اور عظمت کے ماتحت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں کیونکہ وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں، وہ اس قدر عالی مرتبت ہے کہ اس سے کوئی بلند نہیں، وہ اس قدر بزرگ ہے کہ اس سے کوئی بڑا نہیں، وہ ظالموں اور سرکشوں کی باتوں سے مقدس، منزہ، بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

تفسیر آیات:63-66

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظیم بادشاہت کی نشانی ہے کہ وہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی اور خشک، بنجر، سیاہ اور ویران زمین پر بارش برسا دیتی ہیں۔ ﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ (الحج 5:22) ”پس جب ہم نے اس پر پانی نازل کیا تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔“ اور فرمایا:

﴿فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ﴾ ”تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔“

حرف ”فا“ یہاں تعقیب کے لیے ہے اور ہر چیز کی تعقیب اس کے حسب حال ہوا کرتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ (المؤمنون 14:23) ”پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔“ صحیحین سے ثابت ہے کہ ہر دو چیزوں کے مابین چالیس دن کا وقفہ ہوتا ہے۔ ① حالانکہ اسے بھی حرف تعقیب ”فا“ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ یہاں بھی ”فا“ استعمال کیا گیا ہے: ﴿فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ﴾ ”تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔“ یعنی خشک اور بنجر ہونے کے بعد سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ بعض اہل حجاز سے ذکر کیا گیا ہے کہ بارش کے بعد زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة......، حديث:3208 وصحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي، في بطن أمه......، حديث:2643 عن ابن مسعود ؓ.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴾ ”بے شک اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ زمین کی تہوں میں چھپے ہوئے دانے کو، خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، وہ ہر ہر دانے تک بقدر ضرورت پانی پہنچا دیتا ہے جس سے دانا اُگ آتا ہے جیسا کہ لقمان نے بھی کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○ ﴾ (لقمٰن 16:31) ”اے میرے بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی پتھر میں یا آسمانوں اور زمین میں کہیں بھی ہو تو اللہ اس کو نکال لائے گا، بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... ﴾ الآية (النمل 25:27) ”یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزیں نکالتا ہے......۔“

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ﴾ (الأنعام 59:6) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ﴾ (یونس 61:10) ”اور آپ کے پروردگار سے ذرہ بھر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی (چیز) اس سے چھوٹی ہے نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔“ تمام اشیاء اسی کی ملکیت ہیں، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج اور غلام ہے۔

زمین وآسمان کی ہر شے انسان کی مطیع وفرماں بردار ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ ﴾ ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیں۔“ یعنی حیوانات، جمادات، فصلیں اور پھل سب تمھارے لیے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ...... ﴾ الآية (الجاثية 13:45) ”اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمھارے تابع کر دیا......۔“ اور یہ اس کا تم پر بہت بڑا فضل وکرم اور احسان ہے۔ ﴿ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ ﴾ ”اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق وتدبیر کے ساتھ کشتیاں اپنے سواروں کے ساتھ پاکیزہ ہوا کے نرم جھونکوں سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں اور ان کی تلاطم خیز موجوں میں چلتی ہیں اور ان کشتیوں میں سفر کرنے والے مسافر جس قدر چاہتے ہیں سامانِ تجارت ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لاتے اور لے جاتے ہیں اور حسبِ ضرورت اور اپنی مرضی ومشیت کے مطابق ایک علاقے کی چیزیں دوسرے علاقے میں، جہاں وہ نہیں ہیں لے جاتے ہیں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے آتے ہیں۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ

ہر امت کے لیے ہم نے طریق عبادت مقرر کیا ہے، وہ اس پر عمل پیرا ہیں، لہٰذا وہ اس امر میں آپ سے ہرگز جھگڑا نہ کریں، اور آپ اپنے رب کی

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿67﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿68﴾ اَللّٰهُ

طرف دعوت دیں، یقیناً آپ راہ راست پر ہیں ﴿67﴾ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجیے: تم جو عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿68﴾

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿69﴾

اللہ ہی یوم قیامت تمھارے مابین ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿69﴾

﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ ﴾ ’’اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر (نہ) گر پڑے۔‘‘ یعنی اگر اللہ چاہتا تو آسمان کو زمین پر گرنے کی اجازت دے دیتا اور اس سے زمین کی ہر چیز ہلاک ہو جاتی مگر اس نے اپنے لطف و کرم اور اپنی قدرت کے ساتھ آسمان کو تھاما ہوا ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں گر سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿65﴾ ﴾ ’’بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔‘‘ حالانکہ لوگ ظلم کرتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ ﴾ (الرعد 6:13) ’’اور یقیناً آپ کا پروردگار لوگوں کے ظلم کے باوجود انھیں معاف کرنے والا ہے اور بے شک آپ کا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے۔‘‘

زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿66﴾ ﴾ ’’اور وہی تو ہے جس نے تم کو حیات بخشی، پھر تمھیں مارے گا، پھر تمھیں زندہ بھی کرے گا اور انسان تو بڑا ہی ناشکرا ہے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (البقرة 28:2) ’’تم اللہ سے کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارے گا، پھر وہی تم کو زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ (الجاثية 26:45) ’’کہہ دیجیے! اللہ ہی تمھیں زندہ کرتا ہے، پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ (المؤمن 11:40) ’’وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا۔‘‘

معنی کلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے کس طرح شریک بناتے اور اس کے ساتھ غیروں کی کیونکر پوجا کرتے ہو، حالانکہ خلق، رزق اور تصرف صرف اسی کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ز ﴾ ’’اور وہی تو ہے جس نے تم کو زندہ کیا۔‘‘ یعنی اس نے تمھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا جبکہ تمھارا کوئی ذکر تک مذکور نہ تھا۔ ﴿ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ ﴾ ’’پھر تم کو مارے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔‘‘ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿66﴾ ﴾ ’’بلاشبہ انسان تو (بڑا

ہی) ناشکرا ہے۔''

تفسیر آیات:67-69

ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایک شریعت مقرر فرما دی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر نبی کی امت کے لیے ایک شریعت ہے، نیز فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں دراصل مَنْسَك اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان کسی اچھے یا برے کام کے لیے بار بار آئے جائے۔ مناسک حج کو بھی اسی لیے مناسک کہا جاتا ہے کہ انھیں ادا کرنے کے لیے لوگ بار بار جاتے ہیں۔① اگر اس سے مراد یہ ہو جیسا کہ امام ابن جریر نے کہا کہ ہم نے ہر نبی کی امت کے لیے ایک شریعت مقرر کر دی ہے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان مشرکوں کو اس بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے تو اس سے مراد قدری طریقے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ (البقرة 148:2) ''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جدھر وہ (عبادت کے وقت منہ) پھیرتا ہے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿هُمْ نَاسِكُوْهُ﴾ ''جس پر وہ چلتے ہیں۔'' یعنی جسے انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کے لیے شریعت اور طریقے مقرر کیے گئے ہیں، یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ارادے سے ایسا کر رہے ہیں۔ ان کے جھگڑے سے آپ متاثر نہ ہوں اور نہ ان کا جھگڑا آپ کو اس راہ حق سے دور لے جائے جس پر آپ گامزن ہیں، اسی لیے اللہ نے آپ سے فرمایا: ﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ (67)﴾ ''اور آپ (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیں، بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں۔'' یعنی ایسے واضح اور سیدھے رستے پر جو مقصود تک پہنچانے والا ہے جیسا کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ (القصص 87:28) ''اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے، بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں، روک نہ دیں اور آپ انھیں اپنے پروردگار کی طرف بلائیں۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (68)﴾ ''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجیے: تم جو عمل کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (یونس 41:10) ''اور اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیجیے: میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔''

اور فرمایا: ﴿اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (68)﴾ ''تم جو عمل کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔'' یہ شدید وعید اور بہت

---

① تفسیر الطبری: 259/17۔

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ

کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بلاشبہ یہ (سب کچھ) کتاب (لوحِ محفوظ) میں (درج) ہے،

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ⑦⓪

بے شک یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ⑦⓪

بڑی سرزنش ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَكُمۡ ؕ...... ﴾ الآیة (الأحقاف 8:46) ”وہ اس (گفتگو) کو خوب جانتا ہے جو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو، وہی میرے اور تمھارے درمیان گواہ کافی ہے......۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ⑥⑨ ﴾ ”جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ ہی تمھارے مابین قیامت کے روز ان کا فیصلہ فرمائے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ ﴾ (الشورٰی 15:42) ”تو (اے محمد!) آپ اسی (دین) کی طرف (سب کو) بلائیں اور ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور کہہ دیجیے: جو کتاب بھی اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں۔“

تفسیر آیت: 70

اللہ تعالیٰ کو تخلیق کائنات سے پہلے بھی اس کے متعلق پورا پورا علم تھا: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنے کمال علم کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان سب کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ اس سے آسمان اور زمین کی کوئی ذرہ بھر یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا اور یہ سب کچھ اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ”اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھی اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا۔“①

اور سنن میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ (لَهُ): أُكْتُبْ، قَالَ: مَا أَكْتُبُ؟]، [ثُمَّ قَالَ: أُكْتُبْ، فَجَرٰى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ، اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ پھر فرمایا: لکھ دے تو قلم نے اسی وقت وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا تھا۔“②

---

① صحیح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللّٰہ علیہما وسلم ، حدیث:2653۔ ② پہلا حصہ جامع الترمذی، القدر، باب إعظام أمرالإیمان بالقدر، حدیث:2155 جبکہ قوسین والا لفظ ترمذی ہی کی حدیث:3319 اور سنن أبی داود، السنة، باب فی القدر، حدیث:4700 میں اور دوسرا حصہ مسند أحمد:317/5 عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ میں ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

اور وہ (مشرک) اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں، اور

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ⑦① وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ

(ان) ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ⑦① اور جب ان پر ہماری کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں، تو آپ ان کافروں کے چہروں پر

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ

ناگواری پہچانتے ہیں، لگتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں گے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہیں، کہہ دیجیے: کیا پھر میں تمھیں

9 ع 8 16 اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑦② ع

اس سے زیادہ بدتر کی خبر دوں؟ (وہ) آگ ہے، جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے، اور بری ہے وہ لوٹنے کی جگہ ⑦②

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦⓪ ﴾ ”بلاشبہ یہ (سب کچھ) کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ (سب) اللہ پر بالکل آسان ہے۔“

تفسیر آیات: 72,71

مشرکین کا غیر اللہ کی عبادت کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ جہالت اور کفر کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اس نے کوئی حجت اور برہان نازل نہیں فرمائی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 117:23) ”اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو یقیناً اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، کچھ شک نہیں کہ کافر کامیابی نہیں پائیں گے۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ﴾ ”جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں۔“ یعنی انھوں نے جو اختلاف کیا اور جو بہتان طرازیاں کی ہیں ان کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اسے انھوں نے اپنے آباء واجداد سے بلا دلیل وحجت اخذ کیا ہے، دراصل اس بات کا شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور اسے مزین کر کے دکھایا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ⑦① ﴾ ”اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔“ یعنی ان کا کوئی حامی وناصر نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے، پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ﴾ ”اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جائیں۔“ یعنی جب انھیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور واضح دلائل و براہین پڑھ کر سنائے جاتے ہیں جو اس بات کے سچے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے تمام انبیائے کرام سچے اور برحق ہیں تو ﴿ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ ﴾ ”قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان پر حملہ کر دیں۔“ یعنی جو لوگ قرآن مجید کے دلائل صحیحہ کو ان کے خلاف بطور حجت پیش کرتے ہیں، قریب ہے کہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے یہ لوگ انھیں تکلیف پہنچائیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، لہٰذا تم اسے غور سے سنو، بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی ہرگز نہیں پیدا کر سکتے

يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ

اگرچہ وہ (سارے بھی) اس کے لیے جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے تو وہ اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے، طالب و مطلوب

مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ⑬ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ

(عابد و معبود دونوں) کمزور ہیں ⑬ انھوں نے اللہ کی قدر (اس طرح) نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے، بے شک اللہ بہت قوت

عَزِيْزٌ ⑭

والا، نہایت غالب ہے ⑭

﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے!'' اے محمد (ﷺ!) ان لوگوں سے: ﴿ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ ﴾ ''میں تم کو اس سے بھی بری چیز بتاؤں؟ (وہ دوزخ کی) آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے۔'' یعنی دوزخ کی آگ، اس کا عذاب اور اس کی سزا اس سے کہیں زیادہ سخت، زیادہ مشکل اور زیادہ دردناک و خوفناک ہے جس سے تم اللہ کے دوستوں، یعنی مومنوں کو دنیا میں ڈراتے ہو اور تمھاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے آخرت کا عذاب کہیں زیادہ شدید اور خوفناک ہوگا۔ ﴿ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑫ ﴾ ''اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی دوزخ بدترین مقام، جگہ، ٹھکانا اور منزل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ ﴾ (الفرقان 66:25) ''اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔''

تفسیر آیات: 74,73

بت حقیر اور ان کے پجاری احمق ہیں: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی حقارت اور ان کے پجاریوں کی حماقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔'' اس چیز کی جس کی جاہل اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے عبادت کرتے ہیں۔ ﴿ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ ﴾ ''لہٰذا تم اسے غور سے سنو۔'' خاموش ہو جاؤ اور اسے سمجھو۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ ﴾ ''جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ وہ (سب) اس کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔'' یعنی اگر تمام اصنام و انداد اور معبودانِ باطلہ جمع ہو کر ایک مکھی بھی بنانے کی کوشش کریں تو انھیں اس کی قدرت و استطاعت نہیں ہوگی جیسا کہ امام احمد ؒ نے ابو ہریرہ ؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) [وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ خَلَقَ خَلْقًا كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا مِثْلَ خَلْقِي ذَرَّةً أَوْ ذُبَابَةً أَوْ حَبَّةً] ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو میری تخلیق کی ہوئی مخلوق کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہ لوگ میری طرح ایک ذرہ یا ایک مکھی یا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھائیں۔''① امام بخاری و مسلم نے اسے بطریق عمارہ از ابوزرعہ، ابو ہریرہ ؓ اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ

---

① مسند أحمد: 391/2 .

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۚ⑦⑤ يَعْلَمُ

اللہ فرشتوں میں سے کچھ پیغام رساں چن لیتا ہے اور لوگوں میں سے (بھی)، یقیناً اللہ بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ⑦⑤ وہ جانتا ہے جو کچھ

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑦⑥

ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں ⑦⑥

ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً، وَّلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، (أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً)] ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری تخلیق کی ہوئی مخلوق کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ان میں ذرہ بھر بھی تاب ہے تو یہ ایک دانہ پیدا کر کے دکھا دیں (یا) وہ ایک ذرہ پیدا کر کے دکھا دیں یا ایک جو کا دانہ ہی پیدا کر کے دکھا دیں۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ﴾ ''اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔'' یعنی یہ لوگ اس سے عاجز ہیں کہ ایک مکھی پیدا کر سکیں بلکہ ان کی عاجزی و ناتوانی تو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ یہ کہ مکھی اگر ان کی کسی چیز کو لے کر اُڑ جائے تو یہ اس سے چھڑا نہیں سکتے، حالانکہ مکھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کمزور ترین اور حقیر ترین مخلوق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ⑦③﴾ ''طالب اور مطلوب (عابد اور معبود دونوں) کمزور ہیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طالب سے مراد صنم اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔② ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔③ اور سیاق کلام سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ سدی وغیرہ کا قول یہ ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود ہے۔④ پھر فرمایا: ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ﴾ ''انھوں نے اللہ کی قدر اس طرح نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت کو نہیں پہچانا کہ اس کے ساتھ انھوں نے ایسی چیزوں کی عبادت شروع کر دی ہے جو مکھی جیسی ضعیف و ناتواں چیز کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ⑦④﴾ ''بلاشبہ اللہ بہت قوی، نہایت غالب ہے۔'' وہ ایسا زبردست ہے کہ اس نے اپنی قدرت و قوت کے ساتھ ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ......﴾ الآية (الروم 27:30) ''اور وہی ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے (دوبارہ) لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے......'' ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴾ (البروج 13,12:85) ''بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○﴾ (الذّٰريٰت 58:51) ''بلاشبہ اللہ ہی تو رزق دینے والا، بڑا زور آور، نہایت مضبوط ہے۔'' ﴿عَزِيْزٌ ⑦④﴾ ''نہایت غالب۔'' جس نے ہر چیز کو عاجز کر کے اس پر غلبہ و تسلط حاصل کر رکھا

---

① صحيح البخاري، اللباس، باب نقض الصور، حديث:5953 اور قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث:2111 میں ہیں۔ ② تفسير الطبري:265/17 و تفسير البغوي:351/3.

③ تفسير الطبري:265/17. ④ تفسير ابن أبي حاتم:2505/8 نحوه و تفسير البغوي:351/3 عن الضحاك.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو، اور بھلائی (کے کام) کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ ⑺⑺ اور تم اللہ کی

السجدة 6 تُفۡلِحُوۡنَ ۚ ⑺⑺ السجدة وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى

راہ میں (اس طرح) جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمھیں (اپنے دین کے لیے) چن لیا ہے، اور اس نے دین میں

الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ ۵ مِنۡ قَبۡلُ

تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کے دین کی (اتباع کرو)، اسی (اللہ) نے پہلے بھی تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور

وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِيۡدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيۡمُوا

اس (قرآن) میں بھی (تمھارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو، لہٰذا تم نماز

ع 10 6 17 الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوۡلٰٮكُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ ع ⑺⑻

قائم کرو، اور زکاۃ دو اور اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے تھامو، وہی تمھارا کارساز ہے، پس (وہ) اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے ⑺⑻

ہے اور اس کی عظمت اور بادشاہت کی وجہ سے نہ اس کے حکم کو ٹالا جا سکتا ہے اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے اور وہی یکتا و غالب ہے۔

تفسیر آیات: 76,75

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں اور انسانوں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے شرعی اور قدری امور کے لیے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب کرتا ہے اور ابلاغ رسالت کے لیے انسانوں میں سے انتخاب فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ ۚ ⑺⑸﴾ ”بے شک اللہ بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا، ان کے احوال کو دیکھتا اور اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ان میں سے پیغام پہنچانے کے لیے کون مستحق ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (الأنعام 124:6) ”اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت (کا کام) کسے سونپے۔“ اور فرمایا: ﴿يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ⑺⑹﴾ ”جو اُن کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ جانتا ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ جس پیغام کے ساتھ اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، اس سے ان کی کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿عٰلِمُ الۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا ۙ ○ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ يَسۡلُكُ مِنۢۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا ۙ ○ لِّيَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيۡهِمۡ وَاَحۡصٰى كُلَّ شَىۡءٍ عَدَدًا ○﴾ (الجن 28-26:72) ”(وہی) غیب جاننے والا ہے اور کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم فرمائے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان کے گرد و پیش کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس نے ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پیغمبروں کا نگہبان ہے، ان سے جو کہا جاتا ہے وہ اس کا گواہ ہے اور وہ اپنے پیغمبروں کا حافظ وناصر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ...... ﴾ الآیة (المآئدة 5 : 67) ”اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کیے گئے ہیں وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا......۔“

تفسیر آیات: 78,77

عبادت اور جہاد کا حکم: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے ① جس میں وہ پوچھتے ہیں: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا سورۂ حج کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، وَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْهُمَا فَلَا یَقْرَأْهُمَا] ”ہاں، جو شخص یہ دو سجدے نہ کرے وہ ان (آیاتِ سجدہ) کو نہ پڑھے۔“ ② ﴿ وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ ﴾ ”اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“ یعنی اپنے مالوں کے ساتھ، زبانوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ...... ﴾ الآیة (آل عمرٰن 3:102) ”اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے......۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ ﴾ ”اس نے تمھیں چن لیا ہے۔“ اے امت محمد (ﷺ!) اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں سے تمھیں منتخب کیا ہے، اس نے تمھیں فضل وشرف عطا کیا ہے اور اپنے رسول اکرم اور شرع اکمل کے لیے تمھیں مخصوص فرمایا ہے۔ ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ ﴾ ”اور اس نے دین میں تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

شریعت محمدیہ کی رخصتیں: یعنی تم پر ذمہ داری کا کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا جس کے اُٹھانے کی تمھیں طاقت ہی نہ ہو، تم پر کسی ایسی چیز کو لازم نہیں ٹھہرایا جو تمھیں مشقت میں ڈال دے مگر اس سے نکلنے کے لیے کشادگی اور رستہ بھی مقرر فرما دیا ہے، مثلاً: نماز جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے، حضر میں اگر اس کی چار رکعتیں ہیں تو سفر میں قصر کی صورت میں دو رکعتیں کر دی ہیں ③ اور حالت خوف میں بعض ائمہ کے نزدیک اس کی صرف ایک رکعت ہے، چنانچہ حدیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، ④ نیز اسے پیادہ وسوار اور قبلہ رخ وغیر قبلہ رخ ہر طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ جیسا کہ حالتِ سفر میں نفل نماز کو بھی قبلہ وغیر قبلہ ہر طرف منہ کر کے ادا کیا جا سکتا ہے، ⑥ اسی طرح بیماری کے عذر کی وجہ سے قیام بھی ساقط ہو جاتا ہے، مریض کو اجازت ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لے، ⑦ اسی طرح دیگر تمام فرائض وواجبات

---

① دیکھیے الحج، آیت: 18 کے تحت عنوان: ”ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے“ ② جامع الترمذی، الصلاة، باب ما جاء فی السجدة فی الحج، حدیث: 578 وسنن أبی داود، سجود القرآن، باب تفریع أبواب......: 1402 ومسند أحمد: 151/4، ملحوظہ: [ومن لم یسجدهما فلا یقرأهما] ضعیف ہے۔ ③ صحیح مسلم، کتاب وباب صلاة المسافرین وقصرها، حدیث: 685 عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ ④ صحیح مسلم، کتاب وباب صلاة المسافرین وقصرها، حدیث: 687 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ⑤ دیکھیے البقرة، آیت: 239 کے ذیل میں۔ ⑥ صحیح البخاری، التقصیر، باب صلاة التطوع علی الدواب......، حدیث: 1093 عن عامر بن ربیعة رضی اللہ عنہ و 1094 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ ⑦ صحیح البخاری، التقصیر، باب إذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب......، حدیث: 1117 عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

میں بھی شریعت نے رخصتیں اور سہولتیں دے دیں، اسی وجہ سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: [بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ] ''مجھے آسان دین حنیف دے کر بھیجا گیا ہے۔''① نبی ﷺ نے جب معاذ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں کو یمن (کے دو مختلف علاقوں) کا امیر بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا تھا: [يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا] ''آسانیاں کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا، بشارتیں سنانا اور نفرت نہ دلانا۔''② اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حرج کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں کسی تنگی میں نہیں ڈالا۔③

﴿ مِلَّةَ ﴾ کے منصوب ہونے کی وجہ: اور اس کا فرمان ہے: ﴿ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ ﴾ ''(اور تم) اپنے باپ ابراہیم کے دین (کی اتباع کرو۔)'' ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿ مِلَّةَ ﴾ (آیت کے اس حصے:) ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ ﴾ کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی اس نے تم پر دین کی کسی بات میں تنگی نہیں کی بلکہ اس نے تمھیں وسعت دی ہے جیسا کہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین میں وسعت تھی۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ اِلزموا فعل امر مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو (اس لیے کہ ﴿ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ ﴾ سے پہلے ﴿ ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ﴾ امر کے صیغے ہیں، گویا یوں کہا گیا ہے: اِرْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَالْزَمُوا مِلَّةَ أَبِيكُمْ) یعنی ملت ابراہیم کو لازم پکڑ لو۔④ اس معنی کو اس آیت کریمہ میں بھی بیان کیا گیا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ …… ﴾ الآية (الأنعام 162:6) ''کہہ دیں کہ بے شک مجھے میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا، دین صحیح کی طرف جو طریقہ ہے ابراہیم کا جو ایک (اللہ) کا پرستار تھا……۔''

﴿ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ کا مفہوم: ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ ﴾ ''اس نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے۔'' امام عبداللہ بن مبارک نے ابن جریج سے، انھوں نے عطاء سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے۔⑤ مجاہد، عطاء، ضَحّاک، سدی، مُقاتِل بن حیان اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔⑥ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ ﴾ سابقہ کتابوں میں اور قرآن مجید میں بھی تمھارا نام مسلمان رکھا ہے، ﴿ وَفِيْ هٰذَا ﴾ ''اور اس کتاب میں بھی۔'' یعنی قرآن مجید میں۔⑦ دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ ﴾ ''اس نے تم کو چن لیا ہے اور اس نے دین میں تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جسے رسول اللہ ﷺ لائے

---

① مسند أحمد:266/5 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ دیکھیے السلسلة الصحيحة:1022/6، حديث:2924. ② صحيح البخاری، الجهاد والسير، باب مايكره من التنازع……، حديث:3038 وصحيح مسلم، الجهاد، باب في الأمر بالتيسير وترك التنفير، حديث:1733. ③ تفسير الطبری:268/17 . ④ تفسير الطبری:270/17 . ⑤ تفسير الطبری:271/17. ⑥ تفسير ابن أبی حاتم:2507/8 وتفسير الطبری:271/17 . ⑦ تفسير ابن أبی حاتم:2507/8 وتفسير الطبری: 272/17 وتفسير القرطبی:101/12.

اور یہی ان کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے اس کا تذکرہ اور اس کی تعریف گزشتہ زمانوں میں اپنی ان کتابوں میں بھی کی تھی جنھیں اس نے اپنے انبیائے کرام پر نازل فرمایا تھا اور جنھیں علماء و مشائخ پڑھتے رہتے ہیں: ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ ﴾ ’’اسی نے پہلے (پہلی کتابوں میں) بھی تمھارا نام مسلمان رکھا تھا۔‘‘ یعنی قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں۔ ﴿ وَ فِيْ هٰذَا ﴾ ’’اور اس (کتاب) میں بھی۔‘‘ یعنی قرآن مجید میں بھی وہی نام رکھا۔

امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں حارث اشعری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ، قَالَ رَجُلٌ: يَّا رَسُولَ اللّٰهِ! وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى؟ قَالَ: نَعَمْ، وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى، فَادْعُوا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّتِي سَمَّاكُمُ اللّٰهُ بِهَا الْمُسْلِمِينَ، الْمُؤْمِنِينَ، عِبَادَاللّٰهِ] ’’جس نے جاہلیت کی دعوت دی وہ جہنم میں گھٹنوں کے بل گرنے والوں میں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کے ساتھ دعوت دو جس میں اس نے تمھیں مسلمان، مومن اور عباد اللہ کے نام سے پکارا ہے۔‘‘①

امت محمدیہ پہلی امتوں کی گواہی دے گی: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖ﴾ ’’تاکہ پیغمبر تمھارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے بارے میں شاہد ہو۔‘‘ یعنی ہم نے تمھیں اسی طرح معتدل، عادل، پسندیدہ اور ایک ایسی امت بنایا ہے کہ تمام امتوں کے بارے میں تم سے گواہی لی جائے گی تاکہ قیامت کے دن تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد بن جاؤ، اس لیے کہ قیامت کے دن تمام امتیں امت محمدیہ کی سیادت اور فضیلت کا اعتراف کریں گی، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اس امت کی یہ شہادت تسلیم کی جائے گی کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے بارے میں شاہد ہوں گے کہ انھوں نے بھی اس امت تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا تھا۔

اور فرمایا: ﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ’’لہٰذا تم نماز پڑھو اور زکاۃ دو۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں عظیم الشان نعمت سے نوازا ہے تو اس کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرو اور وہ اس طرح کہ اس نے تم پر جو فرض قرار دیا ہے اسے ادا کرو جسے واجب ٹھہرایا ہے اس کی اطاعت بجالاؤ جسے حرام قرار دیا ہے اسے ترک کردو اور ان امور میں سب سے اہم نماز پڑھنا اور زکاۃ دینا ہے۔ زکاۃ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب ثروت لوگوں پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ

---

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ ﴾ ...... :412/6، حدیث: 11349 و مسند أحمد:202/4 و صحیح ابن حبان، التاریخ، ذکر تشبیه المصطفیٰ ﷺ عیسٰی ابن مریم...... :126/14، حدیث:6233.

اپنے مال میں سے بہت تھوڑا سا حصہ سال میں ایک بار ضعیفوں اور محتاجوں کو دیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ اس کا بیان سورۂ توبہ کی آیت زکاۃ میں گزر چکا ہے۔① ﴿ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور اللہ (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو، اسی کی ذات پاک پر توکل اور اسی سے تائید وحمایت حاصل کرو۔ ﴿ هُوَ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ ﴾ ”وہی تمھارا کارساز ہے۔“ وہی حافظ وناصر اور دشمنوں کے مقابلے میں تمھیں کامیابی عطا فرمانے والا ہے۔ ﴿ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَ نِعۡمَ النَّصِيۡرُ ۟ ﴾ ”اور وہ بہترین کارساز اور خوب مددگار ہے۔“ یعنی وہ بہترین دوست ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں فتح ونصرت عطا فرمانے والا بہترین مددگار ہے۔

سورۂ حج کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ، وَشَرُفَ وَ كَرُمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ.

---

① دیکھیے التوبۃ ، آیت: 60 کے ذیل میں۔

تفسیر
سُوْرَۃُ مُؤْمِنُوْن

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ① الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ② وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

مومن یقیناً فلاح پاگئے ① وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں ② اور وہ جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں ③ اور

مُعْرِضُوْنَ ۙ③ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ④ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ⑤ اِلَّا عَلٰٓی

وہ جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں ④ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ⑤ سوائے اپنی بیویوں یا ان (کنیزوں)

اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ

کے جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ، تو بلاشبہ (ان کی بابت) ان پر کوئی ملامت نہیں ⑥ پھر جو شخص ان کے علاوہ (رستہ)

هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ⑦ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ⑧ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ

تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں ⑦ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ⑧ اور

یُحَافِظُوْنَ ۘ⑨ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ⑩ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪ وقف لازم

وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ⑨ یہی لوگ وارث ہیں ⑩ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ⑪

تفسیر آیات:1-11

مومنوں کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ①﴾ ”بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔“ یعنی کامیاب و کامران ہو گئے اور انھوں نے سعادت و فلاح کو حاصل کر لیا اور مومن وہ ہیں جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں:

عجز و نیاز کے پیکر: ﴿الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②﴾ ”جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرنے والے ہیں۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿خٰشِعُوْنَ ②﴾ کے معنی ہیں ڈرنے والے اور سکون اختیار کرنے والے۔① مجاہد، حسن، قتادہ اور زہری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔② علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خشوع دل

---

① تفسیر الطبری: 6/18 . ② تفسیر الطبری: 18/4-6 .

کے عجز وانکسار کا نام ہے۔① ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔② حسن بصری فرماتے ہیں کہ خشوع ان کے دلوں میں تھا جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور پہلوؤں کو جھکا لیا۔③ نماز میں خشوع اسے حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل نماز کے لیے فارغ ہو چکا ہو، ماسوا سے منقطع ہو کر نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہو اور نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتا ہو تو اسی صورت میں نماز اس کے لیے راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ثابت ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے جسے امام احمد اور نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَاءُ، وَالطِّيبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ] ''مجھے خوشبو اور عورتوں سے محبت ہے اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دی گئی ہے۔''④

لغویات سے پرہیز: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③﴾ ''اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔'' یعنی باطل سے اور یہ لفظ شرک، گناہوں اور ایسے تمام اقوال وافعال پر مشتمل ہے جو بے فائدہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○﴾ (الفرقان 72:25) ''اور جب ان کا بے ہودہ چیزوں سے گزر ہو تو وہ عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ہے، اس لیے اس نے انھیں لغو اور باطل امور سے بچا لیا ہے۔⑤

مال و جان کا تزکیہ کرنے والے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④﴾ ''اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔'' اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ زکاۃ سے یہاں مالوں کی زکاۃ مراد ہے، حالانکہ یہ آیت مکی ہے جبکہ زکاۃ 2 ھ میں مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں زکاۃ مخصوص نصاب کے ساتھ فرض ہوئی تھی ورنہ اصل میں زکاۃ مکہ مکرمہ میں بھی واجب تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا جو کہ مکی سورت ہے: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ (الأنعام 141:6) ''اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ زکاۃ سے یہاں نفس کو شرک کے میل کچیل سے پاک کرنا مراد ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس 10,9:91) ''جس نے (اپنے) نفس (روح) کو پاک رکھا، یقیناً وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا، بلاشبہ وہ خسارے میں رہا۔'' اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں دونوں باتیں مراد ہوں، نفوس کا تزکیہ بھی اور مالوں کی زکاۃ بھی کیونکہ اموال کی زکاۃ بھی نفوس کی زکاۃ میں شامل ہے اور مومن کامل وہ ہے جو ان میں سے ہر قسم کی زکاۃ ادا کرتا ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فحاشی کے منکر: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦﴾ ''اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کی بابت) انھیں کوئی ملامت نہیں، پھر جو ان کے علاوہ (رستہ) تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔'' یعنی مومن وہ ہیں جو

---

① تفسیر الطبری:5/18. ② تفسیر الطبری:5/18. ③ تفسیر الطبری:5/18. ④ مسند أحمد:128/3 وسنن النسائی، عشرۃ النساء، باب حب النساء، حدیث:3392 واللفظ لہ، حدیث حسن ہے۔ ⑤ تفسیر الطبری:111/20.

حرام کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زنا اور لواطت کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے وہ ان کا ارتکاب نہیں کرتے اور سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دیا ہے تو اس پر کوئی ملامت نہیں اور حلال سے استفادے میں کوئی حرج نہیں، اسی لیے فرمایا: انھیں ملامت نہیں۔ اور جو بیویوں اور کنیزوں کے سوا اوروں کے طالب ہوں۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦﴾ ”تو وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔“

وعدوں کے پاس دار اور امین لوگ: اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧﴾ ”اور وہ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھنے والے ہیں۔“ یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے بلکہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دیتے ہیں اور جب وہ کوئی عہد و پیمان کریں تو اسے پورا کرتے ہیں، ان کی صفات منافقوں کی صفات کے برعکس ہیں کیونکہ منافقوں کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے (3) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔“①

بندگی کے محافظ: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨﴾ ”اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“ یعنی انھیں ان کے اوقات مقررہ میں ادا کرتے ہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہاں کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا] ”نماز وقت پر ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: [ثُمَّ بِرُّالْوَالِدَيْنِ] ”پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا“ پھر کون سا؟ فرمایا: [اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ”اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔“② قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کے اوقات کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور نماز میں رکوع و سجود کا بھی پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔③

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مومنوں کی ان صفات حمیدہ کا آغاز بھی نماز سے کیا اور اس کا اختتام بھی نماز پر کیا، یہ نماز کی افضلیت کی دلیل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ] ”سیدھے رستے پر رہو، تم ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے اور خوب جان لو کہ تمھارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔“④

فردوس بریں کے وارث: اللہ تعالیٰ نے جب مومنوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ ان صفات حمیدہ سے اتصاف پذیر ہیں

---

① صحيح البخاری، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 33 وصحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث: 59 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ. ② صحيح البخاری، الأدب، باب البر والصلة، حديث: 5970 وصحيح مسلم، الإيمان بالله......، حديث: 85. ③ زاد المسير لابن الجوزی: 21/1 والدر المنثور: 9/5. ④ سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب المحافظة على الوضوء، حديث: 277 و مسند أحمد: 282/5 عن ثوبان رضی اللہ عنہ.

اوران نیک افعال کو بجالاتے ہیں تو فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪﴾ ”یہی لوگ وارث ہیں (یعنی) جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ (فَاسْئَلُوهُ) الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ مِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ”جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے اور اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“①

ابن ابو حاتم نے ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا لَهُ مَنْزِلَانِ: مَنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ، فَإِذَامَاتَ، فَدَخَلَ النَّارَ، وَرِثَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهُ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩﴾] ”تم میں سے ہر شخص کے لیے دو مقام ہیں: ایک مقام جنت میں اور دوسرا جہنم میں اگر وہ مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوگا تو اس کے جنت والے مقام کے اہل جنت وارث ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩﴾ ”یہی لوگ وارث ہوں گے۔“②

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩﴾ ”یہی لوگ وارث ہیں۔“ ابن جریج نے لیث سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ مومن کافروں کے گھروں کے وارث بن جائیں گے کیونکہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جب مومنوں نے فریضۂ عبادت ادا کیا اور کافروں نے اپنے فرض کو ترک کر دیا تو مومنوں نے کافروں کے جنت میں اس حصے کو بھی حاصل کر لیا جو اطاعت بجالانے کی صورت میں کافروں کو ملنا تھا۔③ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ بات ہے جو صحیح مسلم میں ابو بردہ ؓ سے اور ان کی اپنے والد سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ، وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى] ”قیامت کے دن کچھ مسلمان پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ان گناہوں کو معاف فرما دے گا اور انھیں یہود و نصاریٰ پر رکھ دے گا۔“④ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، دَفَعَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَّهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا، فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ] ”جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے سپرد ایک یہودی یا عیسائی کر دے گا اور فرمائے گا کہ یہ ہے جہنم سے تیری رہائی (کا بدلہ۔)“⑤ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بردہ سے تین بار قسم لی کہ اس اللہ کی قسم کھاؤ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تمھارے باپ نے تمھیں اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا تھا۔ ابو بردہ نے قسم کھائی۔⑥ یہ آیت اس طرح ہے جیسے درج ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿تِلْكَ

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب: ﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ (ھود 11:7)......، حدیث: 7423 اور قوسین والا لفظ بخاری ہی کی حدیث: 2790 عن أبی ہریرة ؓ میں ہے۔ ② سنن ابن ماجه، الزھد، باب صفة الجنة، حدیث: 4341۔ ③ تفسیر الطبری: 10/18۔ ④ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة......، حدیث: (51)-2767. ⑤ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة......، حدیث: 2767 عن أبی موسیٰ ؓ۔ ⑥ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة......، حدیث: (50)-2767.

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ⑫ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠⑬

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے ⑫ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ قرار گاہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا ⑬ پھر ہم نے نطفے کو خون

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا

کی پھٹکی بنایا، پھر ہم نے پھٹکی کو لوتھڑے میں ڈھالا، پھر ہم نے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے

الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۭ⑭ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ

اسے ایک اور ہی صورت میں بنا دیا، چنانچہ بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے ⑭ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے

ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۭ⑮ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ⑯

ہو ⑮ پھر یقیناً تم یوم قیامت (دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے ⑯

الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○﴾ (مریم 63:19) ”یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔“ اور اس قول کی طرح: ﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (الزخرف 72:43) ”اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیے گئے ہو ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے رہے۔“

تفسیر آیات :16-12

انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی کے خلاصے سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو بدبودار سیاہ کیچڑ تھی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آدم کو طین کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔① قتادہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا گیا تھا۔② اور یہ بات معنی کے اعتبار سے نمایاں اور سیاق کلام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ آدم علیہ السلام کو چپکتے گارے سے پیدا کیا گیا تھا جیسے قرآن مجید میں کہیں ﴿ طِيْنٍ لَّازِبٍ ○﴾ (الصّٰٓفّٰت 11:37) ”لیس دار (چپکتی) مٹی۔“ اور کہیں ﴿ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ○﴾ (الحجر 26:15) ”کھنکھناتی مٹی (سے اور) سڑے ہوئے گارے میں سے ہے۔“ اور وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○﴾ (الروم 20:30) ”اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم انسان ہو جو جا بجا پھیل رہے ہو۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْيَضُ، وَالْأَحْمَرُ، وَالْأَسْوَدُ، وَ بَيْنَ ذٰلِكَ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جسے اس نے ساری زمین سے اکٹھا کیا تھا تو اسی زمین کے مطابق بنو آدم پیدا ہوئے کہ ان میں سے کچھ کا رنگ سرخ ہے کچھ کا سفید، کچھ کا سیاہ اور کچھ کا بین بین، ان میں سے کچھ برے، کچھ اچھے، کچھ نرم اور کچھ سخت جبکہ کچھ درمیانے

---

① تفسیر الطبری: 12/18۔ ② تفسیر الطبری: 11/18۔

ہیں۔'' ① اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

انسان کی تخلیق کے مراحل: ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً ﴾ ''پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا دیا۔'' ﴿ جَعَلْنٰهُ ﴾ میں ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ﴾ (السجدة 8,7:32) ''اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا، پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے جوہر سے چلائی۔'' یعنی کمزور (پانی) سے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ﴾ (المرسلت 21,20:77) ''کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔'' یعنی اس کے لیے رحم کو تیار کیا اور بنایا گیا۔ ﴿ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ ﴾ (المرسلت 23,22:77) ''ایک وقت معین تک، پھر ہم نے اندازہ لگایا بعدازاں کیا ہی خوب اندازہ لگانے والے ہیں۔'' یعنی ہم نے اسے ایک معلوم مدت اور معین وقت تک رحم میں رکھا حتی کہ یہ مستحکم ہو گیا اور ایک حال سے دوسرے حال اور ایک صفت سے دوسری صفت میں بدلتا رہا، اس لیے یہاں فرمایا: ﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا۔'' پھر نطفے، یعنی اس اچھلنے والے پانی کو جو مرد کی پشت اور عورت کی سینے کی ہڈیوں میں سے نکلتا ہے اسے سرخ رنگ کی مستطیل شکل کا لوتھڑا بنا دیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ خون ہوتا ہے۔ ﴿ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ﴾ ''پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو لوتھڑے میں ڈھالا۔'' یہ گوشت کی بوٹی جیسا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نہ کوئی شکل ہوتی ہے اور نہ کوئی صورت۔ ﴿ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا ﴾ ''پھر ہم نے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں۔'' اور اسے شکل وصورت دے کر اس میں ایک سر، دو ہاتھ، دو پاؤں اور ان کی ہڈیاں، اعصاب اور رگیں پیدا فرما دیں۔

﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ﴾ ''پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔'' جو ہڈیوں کو چھپا دیتا اور انھیں مضبوط وطاقت ور بنا دیتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ ''پھر ہم نے اس کو ایک اور ہی صورت میں بنا دیا۔'' پھر اس میں ہم نے روح کو پھونکا جس سے وہ حرکت کرنے لگا اور ایک نئی صورت بن گیا جو سننے والا اور دیکھنے والا تھا جس میں ادراک، حرکت اور اضطراب تھا۔

﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ﴾ ''چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔''

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہم اسے ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کرتے رہتے ہیں حتی کہ وہ بچہ بن کر نکل آتا ہے، پھر وہ بچے کی حیثیت سے پروان چڑھتا ہے حتی کہ بالغ ہو جاتا ہے، پھر جوان ہو جاتا ہے، ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتا ہے اور پھر بوڑھا اور بہت بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ③ امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا اور آپ صادق ومصدوق ہیں:

---

① مسند أحمد: 400/4. ② سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث:4693 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2955. ③ تفسير القرطبي: 202/2 وتفسير الطبري: 15/18 والدر المنثور: 12/5.

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ⑰

اور بلاشبہ ہم نے تمھارے اوپر سات تہ بہ تہ آسمان پیدا کیے، اور ہم (اپنی) مخلوق سے غافل نہیں ہیں ⑰

[إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: رِّزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ، فَوَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا]

’’بے شک تم میں سے ایک کی پیدائش کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کے طور پر جمع رکھا جاتا ہے، پھر اسی طرح اسے لوتھڑا رکھا جاتا ہے، پھر اسی طرح اسے بوٹی رکھا جاتا ہے، پھر اس کی طرف فرشتے کو بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور فرشتے کو چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیا جاتا ہے: اس کے رزق، اس کی موت، اس کے عمل اور اس بات کا کہ وہ بدبخت ہے یا سعادت مند۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب سبقت لے جاتی ہے اور اس کا خاتمہ جہنمیوں کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک شخص اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور اس کا خاتمہ جنتیوں کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘① اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

اور فرمایا: ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ﴾ ’’چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی اس قدرت کاملہ اور اپنے اس لطف و کرم کا ذکر فرمایا کہ وہ اس نطفے کو ایک حال سے دوسرے حال اور ایک شکل سے دوسری شکل میں منتقل کرتا رہتا ہے حتی کہ یہ اس کی قدرت کا شاہکار بن کر جیتے جاگتے انسان کے روپ میں دنیا میں آ جاتا ہے تو اس کے بعد فرمایا: ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ﴾ ’’چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔‘‘

اور پھر فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ⑮ ﴾ ’’پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔‘‘ یعنی عدم سے وجود میں آنے کے بعد، پھر تم موت کا شکار ہو جاتے ہو۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ⑯ ﴾ ’’پھر یقیناً تم یوم قیامت (دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے۔‘‘ یعنی یہ تمھاری دوسری نشأت ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ﴾ (العنکبوت 20:29) ’’پھر اللہ ہی اسے دوسری بار پیدا کرے گا۔‘‘ یعنی آخرت کے دن اور روحوں کے جسموں کی طرف لوٹ آنے کے

---

① مسند أحمد: 382/1. ② صحيح البخاري، القدر، باب:1، حديث:6594 و صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي، في بطن أمه......، حديث:2643.

دن، پھر اس دن ساری مخلوقات کا حساب لیا جائے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا، اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ۔

تفسیر آیت: 17

آسمانوں کی پیدائش بھی نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ذکر فرمانے کے بعد ساتوں آسمانوں کی پیدائش کا ذکر شروع فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور بھی بہت سے مقامات پر آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا تخلیقِ انسان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 57:40) ’’آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا (کام) ہے۔‘‘ اسی طرح سورۂ سجدہ کے آغاز میں بھی جسے رسول اللہ ﷺ جمعے کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا، پھر اس بات کا کہ اس نے انسان کو حقیر پانی کے جوہر سے پیدا فرمایا ہے، اس سورۂ مبارکہ میں آخرت اور جزا و سزا کا بھی بیان ہے۔ ① اور ان تمام امور کا تعلق مقاصد سے ہے۔

﴿ سَبْعَ طَرَآئِقَ ﴾ ’’سات آسمان تہ در تہ۔‘‘ مجاہد فرماتے ہیں کہ سبع طرائق سے مراد سات آسمان ہیں۔ ② جیسا کہ فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 44:17) ’’ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہیں، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ ﴾ (نوح 15:71) ’’کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر کیسے سے بنائے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ﴾ (الطلاق 12:65) ’’اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور اتنی ہی زمینیں بھی، ان کے درمیان (اللہ کا) حکم اترتا رہے تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلاشبہ اللہ (اپنے) علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔‘‘ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ⑰ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کیے اور ہم (اپنی) خلقت سے غافل نہیں ہیں۔‘‘ یعنی وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل یا اس سے خارج ہوتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا یا اس پر چڑھتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، خواہ تم کہیں بھی ہو اور وہ تمھارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نہ کوئی آسمان کسی دوسرے آسمان کو اور نہ کوئی زمین کسی دوسری زمین کو چھپا سکتی ہے، وہ ہر پہاڑ کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کی تہ میں کیا چھپا ہوا ہے، وہ ہر دریا اور سمندر کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کے پیندے میں کیا ہے، وہ تمام پہاڑوں، ٹیلوں، ریت کے ذروں، دریاؤں اور سمندروں، جنگلوں اور درختوں کی تعداد کو جانتا ہے، ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا

---

① دیکھیے السجدۃ، آیات: 4-9 کے تحت۔ ② الدر المنثور: 13/5 و تفسیر الطبری: 17/18 عن ابن زید و تفسیر القرطبی: 111/12 عن أبی عبیدۃ.

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ⑱ ۚ

اور ہم نے آسمان سے ایک (خاص) اندازے سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا، اور بلاشبہ ہم اسے لے جانے پر بھی یقیناً قادر ہیں ⑱

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا وقف لازم

پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اُگائے، ان میں تمھارے لیے بہت سے (لذیذ) پھل ہیں اور ان

تَاْكُلُوْنَ ⑲ ۙ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ⑳

میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ⑲ اور وہ درخت (زیتون) جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے، وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن لیے اگتا ہے ⑳ اور بلاشبہ

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

تمھارے لیے چوپایوں میں ضرور (سامان) عبرت ہے، ہم تمھیں اس میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں (دودھ) ہے، اور تمھارے لیے ان میں

وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ㉑ ۙ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ㉒ ع 1 22 1

کثیر منافع ہیں، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ㉑ اور ان (چوپایوں) پر اور کشتیوں پر تم سوار بھی کیے جاتے ہو ㉒

يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ﴾ (الأنعام 59:6) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جسے وہ جانتا نہ ہو اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“

تفسیر آیات: 18-22

بارش، نباتات، درخت اور چوپائے اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی ان گنت اور بے شمار نعمتوں کے ضمن میں فرما رہا ہے کہ اس نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا، یعنی بقدر ضرورت، نہ اس قدر زیادہ کہ اس سے زمین اور آبادیاں تباہ ہو جائیں اور نہ اس قدر کم کہ اس سے فصلوں اور پھلوں کی ضرورت ہی پوری نہ ہو بلکہ اس نے اس قدر نازل فرمایا کہ اس سے فصلوں کو سیراب کرنے، خود پینے اور جانوروں کو پلانے کے علاوہ دیگر مقاصد پورے ہو سکیں حتی کہ وہ زمینیں جن میں زراعت کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ موسلا دھار بارش کو برداشت نہیں کر سکتیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ دوسرے علاقوں سے پانی بہا کر لے آتا ہے جیسا کہ مصر کی زمین ہے، اسے بنجر زمین کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیل کے پانی کو لے آتا ہے جو اپنے ساتھ سرخ مٹی لے کر آتا ہے، اس مٹی کو بارش کے زمانے میں وہ حبشہ کی زمین سے بہا کر لے آتا ہے اور نیل کا پانی جب مصر میں پہنچتا ہے تو وہ یہاں سرخ مٹی کی تہ بھی بچھا دیتا ہے اور مصر کی زمین کو سیراب بھی کر دیتا ہے تاکہ یہاں کے لوگ اپنی زمینوں کو کاشت کر سکیں ورنہ یہاں کی زمین بنجر اور اس میں ریت کا عنصر غالب تھا، پاک ہے وہ ذات جو لطیف و خبیر اور رحیم و غفور ہے۔

پانی کو قابل استعمال بنانا: اور فرمایا: ﴿ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ ﴾ ”پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرا دیا۔“ یعنی آسمان سے جب پانی برستا ہے تو زمین میں جمع ہو جاتا ہے اور زمین میں ہم نے یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ دانے اور کھجور کی گٹھلیاں اس سے پانی پی سکیں اور اپنی غذا حاصل کر سکیں۔ ﴿ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ⑱ ۚ ﴾ ”اور بلاشبہ ہم اسے نابود کر دینے پر بھی قادر

ہیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں کہ بارش نہ برسے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ بارش تمھارے بجائے پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں میں برسے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ پانی اس قدر کڑوا ہو جائے کہ وہ پینے اور آب پاشی کے قابل نہ رہے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں کہ پانی زمین کے اندر داخل نہ ہو بلکہ اس کی سطح ہی پر بہتا رہے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ زمین میں داخل ہونے والا پانی اس قدر گہرائی میں چلا جائے کہ تمھاری وہاں تک دسترس نہ ہو اور تم اس پانی سے فائدہ نہ اٹھا سکو تو ہم ایسا کر سکتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ بادلوں سے شیریں و فرحت بخش اور ٹھنڈا اور صاف شفاف پانی نازل فرماتا ہے، پھر اسے زمین میں ٹھہراتا اور چشمے بنا کر چلا دیتا ہے، پھر وہ چشموں اور نہروں کو رواں دواں کر دیتا ہے اور ان سے فصلوں اور پھل دار درختوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور تم اس پانی کو پیتے ہو، اپنے جانوروں اور مویشیوں کو پلاتے ہو اور اس سے غسل کر کے نظافت اور طہارت حاصل کرتے ہو۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ ﴾ ”پھر ہم نے اس کے ذریعے سے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے۔“ یعنی آسمان سے نازل کیے جانے والے باران رحمت کے ساتھ ہم نے تمھارے لیے حسین و جمیل اور سرسبز و شاداب باغات پیدا کر دیے۔ اور فرمایا: ﴿ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ ﴾ ”کھجوروں اور انگوروں کے۔“ کھجوروں اور انگوروں کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا کہ اہل حجاز ان کو بہت پسند کرتے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر علاقوں کے لوگوں کے لیے بھی ان کی پسند کے بہت سے پھل پیدا فرمائے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم الشان نعمتیں ہیں کہ لوگ ان کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتے۔ اور فرمایا: ﴿ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ ﴾ ”ان میں تمھارے لیے بہت سے (لذیذ) پھل ہیں۔“ یعنی تمام انواع و اقسام کے پھل جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ ﴾ (النحل 11:16) ”وہ اسی (پانی) سے تمھارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے۔)“ اور فرمایا: ﴿ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ⑲ ﴾ ”اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔“ گویا اس کا ایک مقدر عبارت پر عطف ہے اور وہ یہ کہ تم ان پھلوں کے حسن و جمال کی طرف اور ان کے پکنے کی طرف دیکھتے ہو اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔“

﴿ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ ﴾ ”اور وہ درخت (زیتون) جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے۔“ یعنی زیتون کا درخت اور طور کے معنی پہاڑ کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں اور اگر درخت نہ ہوں تو پھر اسے طور نہیں بلکہ جبل کہا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور طور سیناء سے مراد طور سینین ہے اور یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا تھا اور اس پہاڑ اور اس کے گرد و نواح کے پہاڑوں پر زیتون کے درخت اگتے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ⑳ ﴾ ”وہ کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لیے اگتا ہے۔“ بعض نے کہا ہے کہ حرف ”با“ زائد ہے اور اصل میں تَنْبُتُ الدُّهْنَ تھا جیسا کہ عرب کہتے ہیں: أَلْقٰی فُلَانٌ بِيَدِهٖ، یعنی يَدَهٗ اور جنھوں نے حرف

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ㉓

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں، تو کیا

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ

تم ڈرتے نہیں؟ ㉓ چنانچہ اس کی قوم کے سردار، جنھوں نے کفر کیا، کہنے لگے: یہ تو تم جیسا ہی بشر ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پائے اور اگر اللہ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ㉔ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ

چاہتا تو (آسمان سے) فرشتے ضرور نازل کرتا، ہم نے اپنے پہلے باپ دادا میں یہ (توحید) نہیں سنی ㉔ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جسے جنون لاحق ہے، لہٰذا

جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ㉕

تم ایک وقت تک اس کی بابت انتظار کرو ㉕

’’با‘‘ کو زائد قرار نہیں دیا ان کے قول کے مطابق اس کے معنی تَخرُجُ بِالدُّھنِ یا تَأْتِی بِالدُّھنِ ہیں، یعنی ان سے تیل نکلتا ہے۔ ① اور ﴿ وَصِبْغٍ ﴾ کے معنی سالن کے ہیں، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ② ﴿ لِّلْاٰكِلِيْنَ ⑳ ﴾ ’’کھانے والوں کے لیے‘‘ یعنی اس میں روغن اور رنگ ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

عبد بن حمید نے اپنی مسند اور تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اِئتَدِمُوا بِالزَّیتِ وَادَّھِنُوا بِہِ، فَإِنَّہُ یَخرُجُ مِن شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ] ’’زیتون کو سالن بناؤ اور بطور تیل استعمال کرو کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔‘‘ ③ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

چوپائے قدرت کی نشانی ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ㉑ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ㉒ ﴾ ’’اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپایوں میں ضرور عبرت ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمھیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمھارے لیے ان میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار بھی کیے جاتے ہو۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان فوائد کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے چوپایوں میں رکھے ہیں اور وہ یہ کہ گوبر اور خون کے درمیان سے کشید ہو کر نکلنے والے دودھ کو لوگ پیتے ہیں، ان کے گوشت کھاتے ہیں، ان کی اونوں اور بالوں سے لباس تیار کرتے ہیں، ان کی پشتوں پر سوار ہوتے ہیں اور ان پر سازو سامان لاد کر دور دراز علاقوں میں لے جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ ﴾ (النحل 7:16) ’’اور وہ تمھارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے، کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار نہایت شفقت والا، بڑا مہربان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ

---

① تفسیر الطبری: 20/18 وتفسیر القرطبی: 116,115/12۔ ② الدرالمنثور: 14/5۔ ③ مسند عبد بن حمید: 16/1، حدیث: 13۔ ④ جامع الترمذی، الأطعمة، باب ماجاء فی أکل الزیت، حدیث: 1851 وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الزیت، حدیث: 3319۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿26﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

نوح نے کہا: اے میرے رب! میری مدد کر کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا ﴿26﴾ چنانچہ ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو اس میں ہر قسم کے جوڑے سے دو (نر اور مادہ) اور اپنے اہل و عیال داخل (سوار) کر لے،

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿27﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ

سوائے اس کے جس کے متعلق ان میں سے (ہمارا) قول پہلے ہی آ چکا، اور تو مجھ سے ظالموں کے بارے میں بات نہ کرنا، بلاشبہ وہ غرق کر دیے جائیں

اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿28﴾

گے ﴿27﴾ پھر جب تو اور تیرے ساتھی اطمینان سے کشتی پر سوار ہو چکیں تو کہہ: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی ﴿28﴾ اور

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿29﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ

کہہ: اے میرے رب! تو مجھے بابرکت اتارنا، اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ﴿29﴾ بے شک اس (واقعے) میں بھی نشانیاں ہیں، اور بلاشبہ ہم ہی

كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿30﴾

آزمانے والے ہیں ﴿30﴾

يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ○ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 73-71:36) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں ان میں ہم نے ان کے لیے چوپائے بھی پیدا کر دیے، پھر وہ ان کے مالک (بن گئے) ہیں؟ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا، چنانچہ کوئی ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں (طرح طرح کے) فوائد اور مشروبات ہیں، کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟“

تفسیر آیات:25-23

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے جب نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں، اس کے حکم کی مخالفت کرنے والوں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے انتقام، اس کی سخت گرفت اور اس کے شدید عذاب سے ڈرائیں۔ ﴿ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿23﴾ ﴾ ”تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم ڈرتے نہیں؟“ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے اکابر اور سرداروں نے جواب دیا: ﴿ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ ﴾ ”یہ تو تم جیسا ہی آدمی ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پائے۔“ چاہتا ہے کہ اسے تم پر فوقیت حاصل ہو اور اپنے آپ کو تم سے بڑا ثابت کرنے کے لیے اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے، حالانکہ یہ تم جیسا آدمی ہی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں چھوڑ کر اسے نبی بنا دیا؟ ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ ﴾ ”اور

اگر اللہ چاہتا تو (آسمان سے) فرشتے ضرور اتار دیتا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اگر کسی کو نبی بنا کر بھیجنا چاہتا تو وہ کسی فرشتے کو یہ کام سپرد کر دیتا۔ انسان کو اس نے نبی بنایا ہو، یہ ہم نے آج تک نہیں سنا، یعنی ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ گزشتہ زمانوں میں ہمارے آباء واجداد کے دور میں بھی ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو نبی بنا کر بھیجا ہو۔ ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ ’’یہ ایک آدمی ہی تو ہے جسے دیوانگی کا عارضہ ہے۔‘‘ یعنی یہ جنون ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے لیے اسے منتخب کیا اور تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿ فَتَرَبَّصُوۡا بِهٖ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿٢٥﴾ ﴾ ’’لہٰذا تم ایک وقت تک اس کی بابت انتظار کرو۔‘‘ اس کے بارے میں حوادث زمانہ کا انتظار کرو اور کچھ مدت تک صبر کر لو حتی کہ اس سے آرام پا جاؤ۔

تفسیر آیات:26-30

نزولِ عذاب اور مومنوں کے لیے نجات: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کی قوم کے خلاف اس کی مدد فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝ ﴾ (القمر 10:54) ’’تب اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (ان کے مقابلے میں) میں کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ رَبِّ انۡصُرۡنِيۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿٢٦﴾ ﴾ ’’میرے پروردگار! انھوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد کر۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ آپ ایک مضبوط ومستحکم کشتی بنائیں اور اس میں تمام حیوانات، نباتات اور پھلوں وغیرہ میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا اٹھائیں اور اپنے گھر والوں کو بھی اس میں سوار کریں۔ ﴿ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ مِنۡهُمۡ ۚ ﴾ ’’سوائے ان کے جن کی نسبت ان میں سے ہمارا حکم پہلے ہی آ چکا ہے۔‘‘ یعنی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ ہلاک ہو کر رہیں گے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے گھر والوں میں سے ایمان نہیں لائے تھے، مثلاً: ان کا بیٹا اور ان کی بیوی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَلَا تُخَاطِبۡنِيۡ فِي الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿٢٧﴾ ﴾ ’’اور آپ ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہیں، وہ بلاشبہ ڈبو دیے جائیں گے۔‘‘ یعنی جب زبردست طوفان نازل ہو تو پھر اپنی قوم پر نرمی وشفقت کا مظاہرہ نہ کرنا اور یہ سوال نہ کرنا کہ انھیں مہلت دے دی جائے اور شاید کہ وہ ایمان لے آئیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ انھیں ان کے کفر وسرکشی کی وجہ سے غرق کر دیا جائے گا۔ باقی قصہ سورۂ ہود میں قبل ازیں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے،① لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا اسۡتَوَيۡتَ اَنۡتَ وَمَنۡ مَّعَكَ عَلَى الۡفُلۡكِ فَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ نَجّٰنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٢٨﴾ ﴾ ’’پھر جب تو اور تیرے ساتھی (اطمینان سے) کشتی میں بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم کو ظالم لوگوں سے نجات بخشی۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۝ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِيۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۝ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝ ﴾ (الزخرف 43:12-14) ’’اور وہ جس نے تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم

---

① دیکھیے ہود، آیات:37-49 کے ذیل میں۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿31﴾ ج فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

پھر ہم نے ان کے بعد ایک دوسری امت پیدا کی ﴿31﴾ پھر ہم نے ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿32﴾ ع وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا 2 ع10 2

تمھارے لیے کوئی معبود نہیں، پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿32﴾ اور اس کی قوم کے سرداروں نے کہا، جنھوں نے کفر کیا اور (ہماری) آخرت کی ملاقات

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا

جھٹلائی، اور ہم نے انھیں دنیاوی زندگی میں خوشحالی دی تھی کہ یہ تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے، وہ اس میں سے کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو،

يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿33﴾ صلے وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ

اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو ﴿33﴾ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت کی تو بلاشبہ تم اس وقت خسارہ پانے والے ہوگے ﴿34﴾ کیا

اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿34﴾ لا اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ

وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم (زندہ) نکالے جاؤ گے ﴿35﴾ دور ہے، دور ہے وہ جو تم وعدہ

مُّخْرَجُوْنَ ﴿35﴾ صلے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿36﴾ صلے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ

دیے جاتے ہو! ﴿36﴾ یہ ہماری دنیاوی زندگی ہی تو (سب کچھ) ہے (جس میں) ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں، اور ہم (دوبارہ) اٹھائے جانے والے

وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿37﴾ صلے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

نہیں ﴿37﴾ وہ ایک شخص ہی تو ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے، اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ﴿38﴾ اس (رسول) نے کہا: اے میرے رب!

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿38﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿39﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿40﴾ ج

تو میری مدد فرما اس لیے کہ انھوں نے میری تکذیب کی ﴿39﴾ اللہ نے فرمایا: بلاشبہ تھوڑی مدت میں وہ (اپنے کیے پر) ضرور نادم ہوں گے ﴿40﴾ پھر انھیں

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ج فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿41﴾

واقعی چنگھاڑ نے آ پکڑا، پھر ہم نے انھیں خس و خاشاک کر دیا، چنانچہ دوری ظالم لوگوں کے لیے ہے ﴿41﴾

سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو، جب تم اس پر بیٹھ جاؤ، پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور تم کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے اور یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' نوح علیہ السلام نے ارشاد باری تعالیٰ کی پوری پوری تعمیل کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ط ﴾ (ہود 41:11) ''اور انھوں نے کہا: اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ کہ اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔'' نوح علیہ السلام نے کشتی کے چلنے کی ابتدا اور انتہا کے وقت یاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿29﴾ ﴾ ''اور کہہ: اے میرے پروردگار! ہم کو مبارک جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ ''بے شک اس میں نشانیاں ہیں۔'' اس قصے میں۔ یعنی مومنوں کو نجات دینے اور کافروں کو ہلاک کرنے میں، انبیائے کرام کی صداقت کی نشانیاں اور روشن دلائل ہیں اور اس بات کی بھی دلیل

ہے کہ وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے اور وہ جو چاہے اسے کرنے پر قادر بھی ہے اور وہ ہر چیز کے بارے میں جانتا ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ㉚ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی امتحان لینے والے ہیں۔'' یعنی ہم نے تو رسولوں کو بھیج کر اپنے بندوں کی آزمائش کرنی ہی تھی۔

تفسیر آیات: 31-41

عاد یا ثمود کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے قوم نوح کے بعد ایک اور جماعت پیدا فرما دی۔ ایک قول کے مطابق اس جماعت سے مراد قوم عاد ہے کیونکہ قوم نوح کے بعد یہی لوگ تھے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد قوم ثمود ہے کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ ﴾ ''پھر انھیں حق کے ساتھ چنگھاڑ نے آ پکڑا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انھی میں سے ایک رسول بھیجا جس نے انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی مگر انھوں نے ان کی تکذیب ومخالفت کی اور ان کی اتباع سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ان کی اتباع کیوں کریں، وہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں اور اس طرح انھوں نے ایک بشری رسول کی اتباع سے انکار کر دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا بھی انکار کر دیا، نیز انھوں نے جسموں کے دوبارہ اٹھائے جانے کا بھی انکار کر دیا اور کہا: ﴿ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ㉟ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ㊱ ﴾ ''کیا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (زندہ) نکالے جاؤ گے، جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید، بہت بعید ہے۔'' یعنی بہت زیادہ بعید ہے۔ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ''وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے۔'' یعنی یہ جو تمھارے پاس پیغام، ڈر اور آخرت کی خبریں لے کر آیا ہے تو ان سب باتوں میں یہ جھوٹا ہے۔ ﴿ وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ㊳ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ㊴ ﴾ ''اور ہم اس کو ماننے والے نہیں۔ اس (پیغمبر) نے کہا کہ اے میرے پروردگار! انھوں نے میری تکذیب کی، اس لیے تو میری مدد کر۔'' یعنی رسول نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور ﴿ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ㊵ ﴾ ''فرمایا: بلاشبہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ ضرور پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔'' یعنی آپ کی مخالفت اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں اس سے دشمنی کرنے کی وجہ سے عنقریب انھیں ندامت وپشیمانی حاصل ہوگی۔

﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ ﴾ ''پھر انھیں حق کے ساتھ چنگھاڑ نے آ پکڑا۔'' اور اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے وہ اسی بات کے مستحق تھے اور ظاہر ہے کہ زور کی آواز کے ساتھ بہت ٹھنڈی، زوردار اور جڑ سے اکھاڑ دینے والی باد صرصر بھی تھی۔ ﴿ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ...... ﴾ الآية (الأحقاف 25:46) ''ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے وہ تباہ کر دے گی، پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا وہاں کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا......'' اور فرمایا: ﴿ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاۗءً ﴾ ''تو ہم نے انھیں کوڑا کر ڈالا۔'' ہم نے انھیں تباہ وبرباد کر کے خس وخاشاک کے سیلاب کی طرح کر دیا

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ؕ㊷ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ؕ㊸

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں پیدا کیں ㊷ کوئی بھی امت اپنے مقرر وقت سے آگے نہیں نکل سکتی اور نہ وہ پیچھے رہ سکتی ہے ㊸ پھر ہم لگاتار اپنے

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

رسول بھیجتے رہے، جب بھی کسی امت کے پاس ان کا رسول آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، پھر ہم ایک کے پیچھے دوسری قوم کو (ہلاک) کرتے رہے،

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ㊹

اور ہم نے انھیں افسانے بنا دیا، چنانچہ ان لوگوں کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے ㊹

اور وہ بے حد حقیر اور بے وقعت چیز ہوتی ہے کہ کسی کام نہیں آ سکتی۔ ﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ㊶﴾ ’’پس ظالموں کے لیے لعنت ہے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ○﴾ (الزخرف 76:43) ’’اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔‘‘ یعنی اپنے کفر، فساد اور رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے لیکن سامعین کو اپنے رسول کی تکذیب سے لازماً ڈرنا چاہیے۔

تفسیر آیات: 42-44

کچھ امتوں کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ؕ㊷﴾ یعنی پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں اور دوسرے لوگ پیدا کر دیے۔ ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ؕ㊸﴾ ’’کوئی بھی امت اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔‘‘ بلکہ ان کا مؤاخذہ اسی وقت کے حساب سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی کتاب محفوظ میں مقدر فرما دیا ہے اور جسے وہ ان کے امت کے بعد امت، قرن کے بعد قرن، نسل کے بعد نسل اور سلف کے بعد خلف ہونے سے قبل ہی جانتا ہے۔ ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاؕ﴾ ’’پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے بعد آتے رہے۔① جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَی اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ﴾ (النحل 36:16) ’’اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں بعض ایسے ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔‘‘

اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ﴾ ’’جب بھی کسی امت کے پاس ان کا پیغمبر آیا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا۔‘‘ یعنی ان کے جمہور اور اکثر لوگوں نے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○﴾ (یٰس 30:36) ’’بندوں پر افسوس! کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا مگر اس سے تمسخر کرتے رہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ ’’تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے لاتے رہے۔‘‘ یعنی ہلاک کرتے اور ان پر عذاب نازل کرتے رہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:17) ’’اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی امتوں کو

---

① تفسیر الطبری: 31/18.

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ㊺ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ

پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا ㊺ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، پھر انھوں نے تکبر کیا

فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ ㊻ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ ㊼

اور وہ سرکش لوگ تھے ㊻ چنانچہ وہ کہنے لگے: کیا ہم اپنی ہی طرح کے دو انسانوں پر ایمان لائیں، جبکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام (ماتحت) ہے ㊼

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ㊽ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ㊾

پھر انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا، تو وہ ہلاک شدگان میں سے ہو گئے ㊽ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، تاکہ وہ (لوگ) ہدایت پائیں ㊾

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ؑ ㊿ 3 ع 18 3

اور ہم نے (عیسیٰ) ابن مریم اور اس کی ماں کو عظیم نشانی بنایا اور ایک سکون اور جاری چشمے والی بلند جگہ پر ان دونوں کو ٹھکانا دیا ㊿

ہلاک کر ڈالا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ ﴾ ’’اور ہم نے انھیں افسانے بنا دیا۔‘‘ یعنی ہم نے انھیں لوگوں کے لیے افسانے اور قصے کہانیاں بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ ﴾ (سبا 34:19) ’’چنانچہ ہم نے انھیں افسانے بنا ڈالا اور انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔‘‘

تفسیر آیات: 45-49

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کو معجزات، دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی بات کو کیسے تسلیم کر لیں جیسا کہ سابقہ قوموں نے بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بشر ہونے کا انکار کیا تھا، ان تمام کافر قوموں کے اور انبیاء کے بشر ہونے کی وجہ سے ان کا انکار کرنے والے لوگوں کے دل ایک جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون، اس کے سرداروں اور اس کی ساری قوم کو ایک ہی دن ہلاک کر دیا تھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اپنی کتاب تورات کو نازل فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی تھے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات فرعون اور قبطیوں کو اپنی سخت گرفت میں لے کر ہلاک کرنے کے بعد نازل فرمائی تھی اور نزول تورات کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اس طرح کسی امت کو ہلاک نہیں کیا بلکہ مومنوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں سے جہاد کریں۔ تورات کے نزول کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾ (القصص 28:43) ’’اور بے شک ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔‘‘

تفسیر آیت: 50

عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد و رسول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو لوگوں کے لیے نشانی

اوراس بات کی ایک مضبوط دلیل بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ویسے ہی قادر ہے جیسے وہ چاہے۔ اپنی مشیت کے مطابق اس نے آدم علیہ السلام کو باپ اور ماں کے بغیر پیدا فرمایا، حواء کو اس نے نر سے مادہ کے بغیر پیدا فرمایا اور عیسیٰ کو مادہ سے نر کے بغیر پیدا فرمایا اور باقی لوگوں کو نر اور مادہ سے پیدا فرمایا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ㊿﴾ ”اور ایک پرسکون اور جاری چشمے والے ٹیلے پر ان دونوں کو ٹھکانا دیا۔“ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿رَبْوَةٍ﴾ زمین سے مرتفع اور اونچی جگہ کو کہتے ہیں، کاشت کاری کے لیے ایسی جگہ بہت بہتر ہوتی ہے۔① مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿ذَاتِ قَرَارٍ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ زمین سرسبز و شاداب تھی۔ ﴿وَّمَعِيْنٍ ㊿﴾ اور وہاں کا پانی بھی پاک تھا۔② مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔③ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿رَبْوَةٍ﴾ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔④ اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ﴿ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ㊿﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں پانی برابر پہنچتا تھا اور مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ ﴿وَّمَعِيْنٍ ㊿﴾ کے معنی جاری پانی کے ہیں۔⑤

ابن ابوحاتم نے سعید بن مسیّب سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس زمین سے مراد دمشق ہے۔⑥ اور انھوں نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سلام، حسن، زید بن اسلم اور خالد بن معدان اور اہل علم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑦ ابن ابوحاتم نے عکرمہ کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس زمین سے مراد دمشق ہے۔⑧ لیث بن ابوسلیم نے اس آیت کے بارے میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی والدہ نے دمشق اور اس کے گرد و نواح کے علاقے میں پناہ لی تھی۔⑨ جبکہ عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے فلسطین کا شہر رملہ مراد ہے۔⑩ اس سلسلے میں سب سے بہتر قول وہ معلوم ہوتا ہے جسے عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَعِيْنٍ﴾ کے معنی جاری پانی ہیں اور اسی سے مراد وہی چشمہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝﴾ (مریم 24:19) ”تحقیق تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔“⑪ ضحاک اور قتادہ کا قول بھی یہی ہے کہ اس آیت میں مذکور سرزمین سے مراد بیت المقدس ہے۔⑫ اور یہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیت کریمہ: ﴿ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ㊿﴾ میں بیت المقدس ہی مراد لیا گیا ہے اور اصول تفسیر یہ ہے کہ قرآن کا ایک مقام دوسرے مقام کی تفسیر بیان کرتا ہے اور تفسیر کا سب سے بہترین اسلوب و انداز بھی یہی ہے، پھر اس کے

---

① تفسیر القرطبی: 316,315/3 و أحکام القرآن لابن العربی: 241/3 و الدر المنثور: 17/5 و تفسیر البغوی: 367/3۔ ② تفسیر الطبری: 37,36/18 و الدر المنثور: 17/5۔ ③ تفسیر الطبری: 37/18۔ ④ تفسیر الطبری: 36/18۔ ⑤ تفسیر الطبری: 36/18۔ ⑥ تفسیر الطبری: 35/18۔ ⑦ تفسیر القرطبی: 126/12 و تفسیر البغوی: 367/3۔ ⑧ تفسیر القرطبی: 126/12۔ ⑨ الدر المنثور: 17/5۔ ⑩ تفسیر عبدالرزاق: 417/2، رقم: 1972 و تفسیر الطبری: 35/18۔ ⑪ تفسیر الطبری: 36/18۔ ⑫ تفسیر الطبری: 37/18۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ (51)

(فرمایا:) اے رسولو! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں (51) اور بلاشبہ یہ تمھارا دین

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (52) فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

ایک ہی دین ہے، اور میں تمھارا رب ہوں، لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو (52) پھر انھوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، ہر فرقے کے پاس جو کچھ

زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (53) فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ (54)

ہے وہ اسی پر شاداں و فرحاں ہے (53) چنانچہ (اے نبی!) آپ انھیں ان کی غفلت میں ایک (مقرر) وقت تک چھوڑ دیں (54) کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (55) ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ

جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (55) (تو) کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ، وہ (اصل حقیقت کا)

بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (56)

شعور نہیں رکھتے (56)

بعد تفسیر سے احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد آثار صحابۂ کرام کو دیکھا جاتا ہے۔

تفسیر آیات: 51-56

اکل حلال اور عمل صالح کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں علیہم السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ بجالائیں، یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اکل حلال عمل صالح کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اس ارشاد باری تعالیٰ کی مکمل تعمیل فرمائی تھی۔ قول و عمل اور رہنمائی و نصیحت کے اعتبار سے انھوں نے ہر خیر و بھلائی کو پیش نظر رکھا تھا: اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تمام بندوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک فرماتے ہیں: ﴿ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ﴾ ”تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔“ میں پاکیزہ چیزوں سے مراد رزق حلال ہے۔ صحیح (بخاری) میں ہے: [مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ] ”ہر ایک نبی نے بکریاں چرائی ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں، میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔“ ① صحیح (بخاری) میں ہے: [وَ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ] ”یقیناً اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ ②

صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد میں ہے اور یہ الفاظ مسند احمد ہی کے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَّا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَّ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ،

---

① صحیح البخاري، الإجارة، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث: 2262 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب الصناعات، حدیث: 2149 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② صحیح البخاري، البیوع، باب کسب الرجل و عمله بیده، حدیث: 2072 عن المقدام رضي الله عنه.

فَقَالَ: ﴿يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (51)﴾ وَقَالَ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقرة 172:2) ثُمَّ ذَكَرَ: الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ثُمَّ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَّمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَّمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَّغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ] ”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے، جو اس نے پیغمبروں کو حکم دیا تھا اور وہ یہ ہے: ”اے پیغمبرو! تم پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو عمل کرتے ہو میں ان سے خوب واقف ہوں۔“ اور مومنوں سے فرمایا: ”اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ۔“ پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں۔ اور اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور وہ حرام ہی کے ساتھ پروان چڑھا ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: یارب! یارب! تو اس شخص کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟“① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔②

تمام انبیائے کرام کا دین توحید ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ”اور یہ تمھاری ملت یقیناً ایک ہی ملت وشریعت ہے۔“ یعنی اے گروہ انبیاء! تم سب کا دین بھی ایک اور ملت بھی ایک ہے اور وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف دعوت دینا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (52)﴾ ”اور میں تمھارا پروردگار ہوں، پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔“ اس کے بارے میں بحث قبل ازیں سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے۔③ اور اس کا یہ فرمان: ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ﴾ ”پھر انھوں نے اپنے معاملے کو آپس میں متفرق کر کے جدا جدا کر دیا۔“ یعنی ان امتوں نے جن کی طرف انبیائے کرام کو بھیجا گیا تھا۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (53)﴾ ”جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اس سے خوش ہے۔“ یعنی جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں وہ اس سے خوش ہیں کیونکہ بزعم خود وہ ہدایت پر ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ﴾ ”سو آپ انھیں ان کی غفلت میں چھوڑ دیں۔“ یعنی ان کی سرکشی وضلالت میں، ﴿حَتّٰى حِيْنٍ (54)﴾ ”ایک مدت تک۔“ یعنی ان کی تباہی وہلاکت کے وقت تک جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ○﴾ (الطارق 17:86) ”تو آپ کافروں کو ذرا ان کے حال پر چھوڑ دیں۔“ اور فرمایا: ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (الحجر 3:15) ”(اے محمد!) انھیں چھوڑ دیجیے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور جھوٹی امید انھیں غفلت میں ڈالے رکھے، پھر جلد انھیں معلوم ہو جائے گا۔“

---

① مسند أحمد: 328/2 . ② صحیح مسلم، الزکاة، باب قبول الصدقة، من الکسب الطیب......، حدیث: 1015 وجامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة، حدیث: 2989. ③ دیکھیے الأنبیاء، آیت: 92 کے ذیل میں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿57﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿58﴾

بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں (57) اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں (58) اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿59﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ

کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے (59) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، تو اس طرح کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ بے شک

اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿60﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿61﴾

وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (60) یہی لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور وہ ان میں باہم سبقت کرنے والے ہیں (61)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿55﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿56﴾ ﴾ ”کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال اور بیٹوں میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ یعنی کیا یہ فریب خوردہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے مال و دولت سے انھیں اس لیے نوازا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بہت معزز ہیں۔ ہرگز نہیں، بات اس طرح نہیں جس طرح یہ کہتے ہیں: ﴿ نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ ﴾ (سبا 35:34) ”ہم تم سے مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“ ان کی یہ بات غلط اور ان کی امید ناکام ہے کیونکہ ہم نے تو انھیں مال و دولت دے کر استدراج کے طور پر مہلت دے رکھی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿56﴾ ﴾ ”(نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ...... ﴾ الآیة (التوبة 55:9) ”پس آپ ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کریں، بس اللہ تو چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی ہی میں ان کو عذاب دے......“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ ﴾ (آل عمرٰن 178:3) ”ہم صرف ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ ...... ﴾ الآیة (القلم 45,44:68) ”سو چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے، ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے (تباہی کی طرف) لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں......“ اور فرمایا: ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ ﴾ (المدثر 74:11-16) ”مجھے اور اسے تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے مال کثیر دیا اور ہر وقت اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے (دیے) اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی، پھر ابھی خواہش رکھتا ہے کہ میں (اسے) مزید دوں، ہرگز نہیں! وہ ہماری بات سے سخت عناد رکھتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ...... ﴾ الآیة (سبا 37:34) ”اور تمھارا مال اور تمھاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دے۔ ہاں، (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل نیک کرتا رہا......“ اس مضمون کی اور

بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات:57-61

اہل خیر کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿57﴾ ﴾ ’’بے شک جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ اپنی نیکی، ایمان اور عمل صالح کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں کہ وہ انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں نہ لے لے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ مومن نیکی کے باوجود ڈرتا ہے اور کافر برائی کے باوجود بے خوف ہوتا ہے۔ ① ﴿ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿58﴾ ﴾ ’’اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ یعنی اس کی کونی اور شرعی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ...... ﴾ الآیة (التحریم 12:66) ’’اور اس نے اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی......۔‘‘ یعنی ان کا ایمان تھا کہ جو کچھ ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے احکام ایسے امور ہیں جنھیں اس کی ذات پاک پسند فرماتی ہے اور نواہی وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کو حد درجہ ناپسند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حالات و واقعات بیان فرمائے ہیں وہ بالکل سچ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿59﴾ ﴾ ’’اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔‘‘ یعنی وہ غیر اللہ کی پوجا نہیں کرتے بلکہ وہ اسی کی توحید کے قائل اور اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اور بے نیاز ہے، اس کی بیوی ہے اور نہ بیٹا، اس کا کوئی نظیر ہے اور نہ ہم سر۔

نیکی کرنے کے باوجود اللہ کا ڈر: ﴿ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ﴿60﴾ ﴾ ’’اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ انھیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘ یعنی وہ دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ڈرتے بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دیا ہوا قبول ہی نہ ہو کیونکہ انھیں خدشہ رہتا ہے کہ شاید انھوں نے دینے کی شرائط کو پورا ہی نہ کیا ہو اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور احتیاط کی وجہ سے ہے جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﴿ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ ﴾ سے کیا وہ شخص مراد ہے جو چوری کرتا، زنا کرتا، شراب پیتا اور اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا، یَا بِنۡتَ أَبِی بَكۡرٍ!، یَا بِنۡتَ الصِّدِّیقِ!، وَلٰكِنَّهُ الَّذِی یُصَلِّی وَیَصُومُ وَیَتَصَدَّقُ وَهُوَ یَخَافُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ] ’’نہیں، اے بنت ابوبکر! اے بنت صدیق! بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، صدقہ کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔‘‘ ②

اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَا، یَا بِنۡتَ الصِّدِّیقِ!

---

① تفسیر البغوی:368/2 وتفسیر الطبری:43/18. ② مسند أحمد:159/6.

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿62﴾ بَلْ

اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامۂ اعمال) ہے جو (ہر شخص کا حال) ٹھیک ٹھیک بولے گی،

قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿63﴾ حَتّٰٓى

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ⑥② بلکہ ان (کفار) کے دل اس (قرآن) سے جہالت و غفلت میں ہیں، اور اس کے علاوہ بھی ان کے کئی (برے) اعمال ہیں،

اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿64﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۣ اِنَّكُمْ مِّنَّا

جنھیں وہ کرنے والے ہیں ⑥③ حتی کہ جب ہم ان کے خوشحال (عیاش) لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اس وقت وہ چیخ و پکار کریں گے ⑥④ (کہا جائے

لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿65﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿66﴾

گا:) آج مت چیخو، یقیناً تم ہماری طرف سے مدد نہیں کیے جاؤ گے ⑥⑤ تحقیق میری آیات تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاتے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿67﴾

تھے ⑥⑥ تکبر کرتے ہوئے، (اور) رات کو باتیں کرتے ہوئے اس کے بارے میں تم بیہودہ گوئی کرتے تھے ⑥⑦

وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ أَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ: ﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿61﴾﴾] ”نہیں، اے بنت صدیق! بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، صدقہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال قبول ہی نہ ہوں۔ ”یہی لوگ ہیں کہ جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہ ان کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔“ ① اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب قرظی اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 62-67

اللہ تعالیٰ کا عدل اور مشرکین کی قلابازیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے بندوں کے لیے جو شریعت مقرر فرما رکھی ہے، وہ مبنی بر عدل ہے اور وہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا کہ جسے برداشت کرنے اور جس کے مطابق عمل کرنے کا اسے مقدور ہی نہ ہو، پھر وہ روز قیامت ان سب کے اعمال کا حساب لے گا۔ ان کے تمام اعمال کو بلا کم و کاست اس نے کتاب مسطور میں لکھ رکھا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾ ”اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامۂ اعمال) ہے جو (ہر شخص کا حال) ٹھیک ٹھیک بولے گی۔“ یعنی کتاب اعمال، ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿62﴾﴾ ”اور ان (لوگوں) پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی ان کی کسی نیکی کو کم نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کے کفار و مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ﴾ ”مگر ان کے دل غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“ اور ضلالت میں مبتلا ہیں ﴿مِّنْ هٰذَا﴾ ”اس (قرآن) سے۔“ یعنی اس قرآن کی طرف سے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المؤمنين، حديث:3175 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب التوقی علی العمل، حديث:4198. ② تفسير الطبری:45,44/18.

پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝63 ﴾ ’’اور اس (غفلت) کے علاوہ بھی ان کے کئی (برے) اعمال ہیں جنھیں وہ کرنے والے ہیں۔‘‘ حکم بن ابان نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شرک کے سوا بھی ان کے کئی برے اعمال ہیں جنھیں یہ ضرور کرتے ہیں۔ ① مجاہد، حسن اور کچھ ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② اور کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ دیگر برے اعمال بھی ان کے مقدر میں لکھ دیے گئے ہیں جنھیں اپنی موت سے پہلے یہ ضرور انجام دیں گے تاکہ عذاب کے مستحق قرار پاسکیں، مُقاتِل بن حَیّان، سُدِّی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ③ اور بظاہر اس کے معنی قوی اور حسن معلوم ہوتے ہیں۔

ہم نے قبل ازیں یہ حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کی ہے ④: [فَوَالَّذِی لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! (وَإِنَّ الرَّجُلَ) لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى مَايَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا] ’’اس ذات اقدس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘ ⑤

اور فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ۝64 ﴾ ’’حتی کہ جب ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑیں گے تو وہ اس وقت چیخ و پکار کریں گے۔‘‘ یعنی جب ان کے دنیا میں آسودہ اور خوش حال لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کا عذاب آ گیا تو انھوں نے چیخنا چلانا اور فریاد کرنا شروع کر دیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ○ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ○ ﴾ (المزمّل 12,11:73) ’’اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولت مند ہیں تنہا چھوڑ دیجیے اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ○ ﴾ (صٓ 3:38) ’’اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا تو وہ (عذاب کے وقت) فریاد کرنے لگے اور وہ خلاصی کا وقت نہ تھا۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۣ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝65 ﴾ ’’آج مت تلملاؤ، یقیناً ہماری طرف سے تمھیں کچھ مدد نہیں ملے گی۔‘‘ یعنی تم پر جو عذاب نازل ہوا، خواہ تم چیخ و پکار کرو یا نہ کرو آج تمھیں اس سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے اور عذاب تمھارے لیے لازم ہو چکا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سب سے بڑے گناہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى

---

① الدرالمنثور:23/5۔ ② تفسیر الطبری:48,47/18 و تفسیر القرطبی:135,134/12۔ ③ تفسیر الطبری:48,47/18۔
④ دیکھیے المؤمنون، آیات:16-12 کے ذیل میں عنوان: ’’انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل‘‘ ⑤ صحیح البخاری، القدر، باب:1، حدیث:6594 و صحیح مسلم، القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه……، حدیث:2643 و اللفظ له، البتہ قوسین والا جملہ بخاری کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿68﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا

کیا پھر انھوں نے قرآن میں تدبر نہیں کیا، یا پھر ان کے پاس وہ چیز آ گئی جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟﴿68﴾ یا انھوں نے اپنے

رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿69﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

رسول کو نہیں پہچانا، لہٰذا وہ اس کے منکر ہیں؟﴿69﴾ یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ (نہیں نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے، اور ان کے اکثر

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿70﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں ﴿70﴾ اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں، سب تباہ و برباد ہو جائیں بلکہ

وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿71﴾ ؕ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ

ہم ان کے پاس ان کے لیے نصیحت لائے ہیں، پس وہ اپنی ہی نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں ﴿71﴾ کیا آپ ان سے اجرت کا سوال کرتے ہیں،

خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿72﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى

چنانچہ آپ کے رب کی اجرت زیادہ بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے ﴿72﴾ اور بلاشبہ آپ انھیں صراطِ مستقیم (اسلام) کی طرف بلاتے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿73﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿74﴾

ہیں ﴿73﴾ اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ یقیناً صراطِ مستقیم سے ہٹ رہے ہیں ﴿74﴾ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور انھیں لاحق تکلیفیں

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿75﴾

دور کر دیں تو پھر بھی وہ برابر اپنی سرکشی پر بھٹکتے ہوئے اڑے رہیں ﴿75﴾

﴿اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿66﴾﴾ ”یقیناً میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پھر جاتے تھے۔“ یعنی جب تمھیں بلایا جاتا تو تم انکار کر دیتے اور جب تمھیں طلب کیا جاتا تو تم نہیں آتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ○﴾ (المؤمن 40:12) ”یہ (عذاب) تمھیں اس لیے ہے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کرتے تھے، اب حکم تو اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿67﴾﴾ ”تکبر کرتے ہوئے اس (قرآن) کے ساتھ افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ بکتے تھے۔“ یعنی بیت اللہ پر وہ فخر کرتے اور عقیدہ یہ رکھتے کہ وہ بیت اللہ کے متولی ہیں، حالانکہ وہ بیت اللہ کے متولی نہ تھے جیسا کہ امام نسائی نے اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قصے کہانیاں بیان کرنے کو اس وقت مکروہ قرار دیا گیا جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿67﴾﴾ ”تکبر کرتے ہوئے اس (قرآن) کے ساتھ افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ بکتے تھے۔“ یعنی یہ بیت اللہ کی وجہ سے سرکشی کرتے ہیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں، گویا وہ تکبر اور غرور کا اظہار کرتے، بیت اللہ میں قصے کہانیاں بیان کرتے اور بکواس کرتے تھے اور اسے آباد نہیں کرتے تھے۔①

---

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورة المؤمنون: 412/6، حدیث: 11351.

تفسیر آیات: 68-75

مشرکین کی تردید اور مذمت: اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے نہ سمجھنے، اس پر تدبر نہ کرنے اور اس سے اعراض کرنے کی وجہ سے مشرکین کی تردید فرمائی ہے کیونکہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص انھی لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا، پھر اس سے بڑھ کر اکمل اور اشرف کتاب کسی اور رسول پر نازل نہیں کی گئی، خصوصاً ان کے وہ آباء واجداد جو زمانۂ جاہلیت میں مر گئے تھے، انھیں اس طرح کی کوئی کتاب نہیں پہنچی اور نہ ان کے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہی کوئی آیا تھا، لہٰذا ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو قبول کرتے جس سے اس نے انھیں نوازا تھا، اس کا شکر ادا کرتے، اسے سمجھنے کی کوشش کرتے اور اپنی زندگی کے دن اور راتیں، صبحیں اور شامیں اس کتاب کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے گزارتے جیسا کہ ان میں سے ان نُجَباء نے کیا جو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کو اختیار کر لیا تھا۔

﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ﴾ ”کیا پھر انھوں نے کلام (قرآن) میں غور نہیں کیا؟“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن میں غور کرتے تو واللہ! اس میں ایسی چیزیں پاتے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکتیں لیکن یہ تو متشابہات کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔① پھر اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿69﴾﴾ ”یا انھوں نے اپنے پیغمبر کو نہیں پہچانا؟ سو وہ اس کے منکر ہیں؟“ کیا یہ لوگ محمد ﷺ اور آپ کی صداقت وامانت اور اس پاکبازی وعفت مآبی کو نہیں جانتے؟ جس میں ان کے سامنے آپ نے نشأت وارتقا کی منزلیں طے فرمائی ہیں کیا یہ لوگ ان باتوں کا انکار کر سکتے ہیں؟ جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی سے کہا تھا: اے بادشاہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا ہے جن کے نسب اور جن کی صداقت وامانت کو ہم خوب جانتے ہیں۔② اسی طرح مغیرہ بن شعبہ نے نائب کسریٰ سے بھی اس وقت یہی بات کہی تھی، جب اس نے آپ لوگوں کو طلب کیا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہِ روم ہرقل سے بھی کہا تھا جب اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے نبی ﷺ کی صفات، نسب، صداقت اور امانت کے بارے میں پوچھا تھا اور اس وقت ابوسفیان اور اس کے ساتھی دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود انھیں آپ کی صداقت وامانت کا اعتراف کرنا پڑا اور اس کے بغیر ان کے لیے کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا۔③

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے بارے میں مشرکین کی اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ انھوں نے قرآن اپنی طرف سے بنا لیا اور از خود گھڑ لیا ہے یا یہ کہ (نعوذ باللہ) آپ مجنوں ہیں اور آپ کو کچھ معلوم نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں

---

① الدر المنثور: 25/5. ② مسند أحمد: 202/1 وصحیح ابن خزیمة، الزکاة، باب ذکر البیان أن فرض الزکاة کان قبل الهجرة......: 13/4 والسیرة النبویة لابن هشام، إرسال قریش إلی الحبشة فی طلب المهاجرین إلیها......: 336,335/1. ③ صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......؟ حدیث: 7.

فرمایا ہے کہ ان کی اس طرح کی باتوں کو تو خود ان کے اپنے دل بھی تسلیم نہیں کرتے اور وہ مانتے ہیں کہ قرآن کے بارے میں جو یہ کہتے ہیں، وہ سب باطل ہے کیونکہ ان کے پاس تو اللہ تعالیٰ کا ایسا پاکیزہ کلام آیا ہے کہ جس کے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں، حالانکہ قرآن نے انھیں بھی اور سارے اہل زمین کو بھی چیلنج کیا ہے کہ وہ اس جیسا کلام پیش کریں مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور ابد الآباد تک کبھی بھی ایسا کلام پیش نہیں کر سکیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۰ ﴾ ”نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لائے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو، یعنی وہ ان کے پاس اس حال میں حق کو لے کر آتے ہیں کہ ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ خبریہ مستأنفہ ہو۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

حق خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ ﴾ ”اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔“ مجاہد، ابو صالح اور سدی نے کہا ہے کہ حق سے مراد اللہ عزوجل کی ذات گرامی ہے۔ ① مراد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے نفسوں کی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ان کی خواہشوں کے مطابق احکام شریعت نازل فرمائے تو آسمان وزمین اور جو ان میں ہیں وہ سب ان کی خراب خواہشوں کی وجہ سے درہم برہم ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی کہا تھا: ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (الزخرف 31:43) ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ ﴾ (الزخرف 32:43) ”کیا وہ (لوگ) آپ کے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟“ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 100:17) ”کہہ دیجیے: اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم انھیں خرچ ہو جانے کے خوف سے بند کر رکھتے اور انسان نہایت بخیل ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ۙ ﴾ (النسآء 53:4) ”کیا (وہ سمجھتے ہیں کہ) ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے، پھر تو وہ اس میں سے لوگوں کو (کھجور کی گٹھلی کے) دھاگے برابر بھی نہ دیں گے۔“ ان سب آیات سے بندوں کا عجز اور ان کی آراء وخواہشات کا مختلف ہونا واضح ہوتا ہے جبکہ اللہ رب ذوالجلال کی ذات پاک اپنی تمام صفات میں، اپنے تمام اقوال وافعال میں اور مخلوق کے لیے اپنی شریعت وتقدیر وتدبیر میں کامل ہے، وہ ہر عیب ونقص سے پاک ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پروردگار، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ ﴾ ”بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) لائے ہیں“ یعنی قرآن مجید۔ ﴿ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۱ ﴾ ”وہ اپنی ہی (کتاب) نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔“

---

① تفسیر الطبری: 56/18 و تفسیر القرطبی: 140/2.

نبی اجرت کا طلبگار نہیں ہوتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا ﴾ ”کیا آپ ان سے اجرت کا سوال کرتے ہیں؟“ حسن فرماتے ہیں کہ ﴿ خَرْجًا ﴾ کے معنی اجرت کے ہیں۔① اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی مال کے ہیں۔②

﴿ فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ﴾ ”تو آپ کے پروردگار کا صلہ بہت اچھا ہے۔“ یعنی ہدایت کی طرف دعوت دینے پر آپ ان سے اجرت، مال یا کچھ بھی نہیں مانگتے بلکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں اجر و ثواب کے امیدوار ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ ﴾ (سبا 47:34) ”کہہ دیجیے: میں نے تم سے جو کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تمھارے ہی لیے ہے، میرا صلہ تو اللہ ہی کے ذمے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ ﴾ (ص 86:38) ”آپ کہہ دیں: میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ ﴾ (الشوریٰ 23:42) ”کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر محبت کا قرابت داری کی وجہ سے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ﴾ (یٰسٓ 21,20:36) ”اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا: اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو۔ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے صلہ نہیں مانگتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (73) وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (74) ﴾ ”اور بے شک آپ تو ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاتے ہیں، اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ (سیدھے) رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔“

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَتَاهُ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ مَلَكَانِ، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ، وَالْآخَرُ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيْهِ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِهِ: اِضْرِبْ مَثَلَ هٰذَا وَمَثَلَ أُمَّتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ مَثَلَهُ وَمَثَلَ أُمَّتِهِ كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ، اِنْتَهَوْا إِلٰى رَأْسِ مَفَازَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ مَّعَهُمْ مِّنَ الزَّادِ مَا يَقْطَعُونَ بِهِ الْمَفَازَةَ، وَلَا مَا يَرْجِعُونَ بِهِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ أَتَاهُمْ رَجُلٌ فِي حُلَّةٍ حِبَرَةٍ، فَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ وَرَدْتُ بِكُمْ رِيَاضًا مُّعْشِبَةً، وَّحِيَاضًا رُّوَاءً، أَتَتَّبِعُونِي؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَانْطَلَقَ بِهِمْ، فَأَوْرَدَهُمْ رِيَاضًا مُّعْشِبَةً، وَّحِيَاضًا رُّوَاءً، فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا وَسَمِنُوا، فَقَالَ لَهُمْ: أَلَمْ أَلْقَكُمْ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ، فَجَعَلْتُمْ لِي إِنْ وَرَدْتُ بِكُمْ رِيَاضًا مُّعْشِبَةً، وَّحِيَاضًا رُّوَاءً، أَنْ تَتَّبِعُونِي؟ فَقَالُوا: بَلٰى! قَالَ: فَإِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ رِيَاضًا أَعْشَبَ مِنْ هٰذِهِ، وَحِيَاضًا هِيَ أَرْوٰى مِنْ هٰذِهِ، فَاتَّبِعُونِي قَالَ: فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: صَدَقَ وَاللّٰهِ! لَنَتَّبِعَنَّهُ، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: قَدْ رَضِينَا بِهٰذَا نُقِيمُ عَلَيْهِ]

”رسول اللہ ﷺ کے پاس خواب میں دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک آپ کے دونوں پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا آپ کے سر مبارک کے پاس۔ جو پاؤں کے پاس تھا اس نے سر کے پاس والے فرشتے سے کہا کہ آپ ﷺ کی اور آپ کی

---

① تفسیر الطبری: 57/18. ② الدر المنثور: 25/5.

امت کی مثال بیان کرو۔ اس نے کہا کہ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ سفر میں ہوں اور وہ ایک جنگل کے کنارے پہنچ گئے ہوں، ان کے پاس نہ اس قدر زادراہ ہو جس سے اس جنگل کو طے کرلیں اور نہ اتنا زادراہ کہ وہ اس سے واپس جا سکیں۔ وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ ان کے پاس دھاری دار حلہ زیب تن کیے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تمھیں سرسبز وشاداب باغات اور پانی سے لبریز حوضوں کے پاس لے چلوں تو کیا تم میرے پیچھے آؤ گے۔ انھوں نے کہا: ہاں، تو وہ انھیں لے کر سرسبز وشاداب باغات اور پانی سے لبریز حوضوں کے پاس لے گیا، انھوں نے کھایا پیا اور خوب فربہ ہو گئے تو اس نے ان سے کہا: کیا میں نے تم کو اس حال میں نہیں پایا تھا اور تم نے اس شرط پر میری پیروی کی تھی کہ میں تم کو سرسبز وشاداب باغات اور پانی سے بھرے حوضوں کی طرف لے جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا: ہاں، تو انھوں نے فرمایا کہ تمھارے آگے ان سے بھی کہیں زیادہ سرسبز وشاداب اور پر بہار باغات اور ان سے زیادہ سیراب کر دینے والے حوض ہیں، لہٰذا میری بات مانو۔ کچھ لوگوں نے تو یہ کہا: واللہ! یہ بالکل سچ فرما رہے ہیں، ہم ضرور آپ کی پیروی کریں گے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم بس اسی پر خوش ہیں اور یہیں مقیم رہیں گے۔‘‘①

کفار کے حالات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ⁽⁷⁴⁾﴾ ’’اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ سیدھے رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔‘‘ یعنی یہ لوگ گم گشتہ راہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ عرب نَكَبَ فُلَانٌ عَنِ الطَّرِيقِ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی رستے سے بھٹک جائے۔ ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⁽⁷⁵⁾﴾ ’’اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں دور کر دیں تو پھر بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے ہوئے بھٹکتے پھریں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی سختی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ ان کی تکلیف کو دور فرما دے اور انھیں قرآن کا فہم عطا فرما دے تو پھر بھی یہ نہیں مانیں گے بلکہ اپنے، کفر، سرکشی اور فساد پر ہی قائم رہیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○﴾ (الأنفال 8:23) ’’اور اگر اللہ ان میں بھلائی پاتا تو انھیں ضرور سننے کی توفیق بخشتا اور اگر انھیں سماعت دیتا تو پھر بھی وہ اعراض کرتے ہوئے پھر جاتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ وَقَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ○﴾ (الأنعام 6:27-29) ’’اور کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (جہنم کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور ہم اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں گے اور مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کے لیے اس نے وہ ظاہر کر دیا جسے اس

---

① مسند أحمد: 267/1 و كشف الأستار: 131/3، حديث: 2407 و مجمع الزوائد، علامات النبوة، باب في مثله ومثل من أطاعهﷺ: 466/8 والمستدرك للحاكم: 397/4، حديث: 8200 اس کی سند ضعیف ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (76) حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا

اور بلاشبہ ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تھا، پھر نہ انھوں نے اپنے رب کے سامنے عاجزی کی اور نہ وہ گڑگڑائے (76) حتی کہ جب ہم نے ان پر سخت

ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (77) ع وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ 4 ع 27 4

عذاب کا دروازہ کھول دیا تو وہ اس میں ناامید ہو گئے (77) اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے، تم قلیل ہی شکر

وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (78) وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (79) وَهُوَ الَّذِيْ

کرتے ہو (78) اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تمھیں اکٹھا کیا جائے گا (79) اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور رات

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (80) بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ

اور دن کا اختلاف اسی کا (پیدا کیا ہوا) ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ (80) بلکہ انھوں نے وہی کچھ کہا جو (ان سے) پہلوں نے کہا تھا (81) انھوں نے کہا: کیا جب

الْاَوَّلُوْنَ (81) قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (82) لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا

ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، تو کیا ہمیں یقیناً (زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا؟ (82) بلاشبہ اس بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے آباء واجداد سے

هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (83)

وعدہ ہوتا آیا ہے، یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں (83)

سے پہلے وہ چھپاتے تھے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد پھر) نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' اس کا تعلق اس باب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے جو نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو کیسے ہوگا، ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے لیے ﴿ لَوْ ﴾ استعمال کیا گیا ہے وہ کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہوگی۔

تفسیر آیات:83-76

نزولِ عذاب کے وقت عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے انھیں عذاب میں بھی پکڑا تھا'' اور مصائب وشدائد کے ساتھ آزمائش کی۔ ﴿ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (76) ﴾ ''پھر نہ انھوں نے اللہ کے آگے عاجزی کی اور نہ وہ گڑگڑائے۔'' یعنی وہ اپنے کفر اور مخالفت سے باز نہ آئے بلکہ سرکشی وضلالت ہی میں مبتلا رہے۔ ﴿ فَمَا اسْتَكَانُوْا ﴾ ''تو انھوں نے عاجزی نہ کی۔'' ﴿ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (76) ﴾ ''اور نہ وہ گڑگڑائے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 43:6) ''تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ مگر ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو آراستہ کر دکھاتا تھا۔'' ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب تو ہم نے اون اور خون کھا لیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا ﴾ ① اور امام نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ② اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے کہ قریش کی نافرمانی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمایا: [اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّی عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ] ”اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے سات سالوں سے فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور کے سات سال تھے۔“ ③ اور فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ⑰ ﴾ ”یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو وہ وہاں ناامید ہو گئے۔“ یعنی جب ان کے پاس اللہ کا امر آ گیا اور اچانک قیامت آ گئی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس قدر شدت سے آیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو اس سے وہ ہر خیر اور ہر راحت سے مایوس ہو گئے اور ان کی ساری امیدیں ٹوٹ ٹوٹ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عظیم قدرتوں کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ دل سے مراد وہ عقل و فہم ہے جس کے ساتھ وہ اشیاء کا ادراک کرتے اور کائنات میں موجود ان نشانیوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ فاعل مختار ہے جو چاہے کرے۔ ﴿ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑱ ﴾ ”تم کم شکر گزاری کرتے ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان پر تم اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم شکر کرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ حرص بھی کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت اور زبردست بادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر مختلف جنسوں، بولیوں اور صفتوں کے ساتھ انھیں اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلا دیا، پھر اگلے پچھلے سب کو قیامت کے ایک معلوم دن میں جمع کرے گا اور ان میں سے کسی چھوٹے بڑے، مرد عورت اور جلیل حقیر کو نہیں چھوڑے گا، انھیں اسی طرح دوبارہ جمع کرے گا جس طرح اس نے ان سب کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾ ”اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور فوت کرتا ہے۔“ یعنی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دے گا اور زندہ امتوں کو موت دے گا۔ ﴿ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ ﴾ ”اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کے تصرف میں ہے۔“ یعنی رات دن اسی کے حکم سے مسخر ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے چل رہا ہے، دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے آ جا رہے ہیں اور اکتاتے نہیں اور نہ مقرر وقت سے زیادہ دونوں میں فرق آ سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ ﴾ (یٰس 40:36) ”نہ تو سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔“ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑳ ﴾ ”تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ کیا تم میں عقل نہیں ہے جو اس عزیز علیم کی ذات پاک کی طرف تمھاری رہنمائی کرے جو ہر چیز پر غالب اور ہر چیز جس کے سامنے سرنگوں اور

---

① تفسیر الطبری: 58/18. ② السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورۃ المؤمنون: 413/6، حدیث: 11352. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب سورۃ الروم، حدیث: 4774 وصحیح مسلم، صفات المنافقین وأحکامهم، باب الدخان، حدیث: 2798 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿84﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا

(اے نبی!) آپ (ان سے) پوچھیں: اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) کس کی ہے یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے؟ ﴿84﴾ وہ ضرور کہیں گے: اللہ ہی کی ہے، کہہ دیجیے:

تَذَكَّرُوۡنَ ﴿85﴾ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿86﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ

کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿85﴾ آپ پوچھیں: ساتوں آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ ﴿86﴾ وہ ضرور کہیں گے: (یہ) اللہ ہی کے ہیں، کہہ

لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿87﴾ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ

دیجیے: کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟ ﴿87﴾ آپ (پھر) پوچھیں: کس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کی بادشاہی، جبکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی

عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿88﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ ﴿89﴾ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ

جاسکتی، اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ؟) ﴿88﴾ وہ ضرور کہیں گے: (بادشاہی) اللہ ہی کی ہے، کہہ دیجیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا جاتا ہے؟ ﴿89﴾ بلکہ ہم ان کے پاس

بِالۡحَقِّ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿90﴾

حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہ ہی جھوٹے ہیں ﴿90﴾

عاجز و درماندہ ہے۔

مشرکین کا بعث بعد الموت سے انکار: اللہ تعالیٰ نے بعثت کے منکرین جو تکذیب کرنے والے سابقہ لوگوں سے مشابہت رکھتے ہیں، کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿81﴾ قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿82﴾﴾ ”بلکہ انھوں نے وہی کچھ کہا جو ان سے پہلوں نے کہا تھا۔ انھوں نے کہا: جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟“ یعنی مٹی میں مل جانے اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو یہ لوگ محال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿83﴾﴾ ”البتہ تحقیق اسی بات کا وعدہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ ان کا مقصد یہ تھا کہ دوبارہ پیدا ہونا محال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بارے میں کہتے کہ آپ نے یہ باتیں اگلے لوگوں کی کتابوں سے سیکھی ہیں۔ منکرین کا یہ انکار اور ان کی یہ تکذیب اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ کہتے ہیں: ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ○ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ○ فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ○ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ ؕ○﴾ (النّٰزعٰت 79:11-14) ”بھلا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کیے جائیں گے) کہتے ہیں کہ اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے، وہ (قیامت) تو صرف ایک (خوفناک) ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) ایک دم میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ○ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُ ۙ○﴾ (یٰسٓ 36:77-79) ”کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا؟ پھر یکا یک وہ جھگڑالو ہو گیا اور اس نے ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ

بوسیدہ ہو جائیں گی؟ کہہ دیجیے: ان کو وہ (اللہ) زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔‘‘

تفسیر آیات:84-90

مشرکین توحید ربوبیت کے قائل تھے: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی وحدانیت اور اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ صرف اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا، صرف اسی کا تصرف کارفرما ہے اور صرف اسی کی ذات پاک کو ساری کائنات کی بادشاہت زیبا ہے اور یہ سب کچھ بیان کر کے اس نے درحقیقت یہ رہنمائی کی ہے کہ اس کی ذات پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس وحدہ لاشریک کے سوا کسی اور کی عبادت کی جاسکتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ان مشرکین سے جو اس کی ربوبیت کا تو اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر اللہ کی پوجا بھی کرتے ہیں، یہ کہہ دیں کہ عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، مگر مشرکین نے الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور غیر اللہ کی عبات کی، حالانکہ انھیں اس بات کا اعتراف بھی تھا کہ اللہ کے سوا جن کی یہ عبادت کر رہے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور نہ کسی چیز کو فنا کر سکتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تا کہ یہ انھیں اللہ کے قریب کر دیں۔ ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط ﴾ (الزمر 3:39) ’’ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ ﴾ ’’آپ (ان سے) کہہ دیں: (اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ) کس کی ہے یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے؟‘‘ یعنی یہ بتاؤ کہ زمین کا مالک کون ہے۔ اسے اور اس میں موجود حیوانات، نباتات، ثمرات اور دیگر تمام مخلوقات کو کس نے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿84﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط ...... ﴾ ’’اگر تم جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ہی کی ہے۔‘‘ یعنی آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کریں گے کہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے تو ﴿ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿85﴾ ﴾ ’’کہہ دیں کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں ہو‘‘ کہ عبادت تو اسی کی ہونی چاہیے جو خالق و رازق ہو نہ کہ کسی اور کی۔ ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿86﴾ ﴾ ’’آپ (ان سے) پوچھیں کہ کون سات آسمانوں کا مالک ہے اور (کون) عرش عظیم کا مالک ہے۔‘‘ کون ہے جس نے عالم علوی اور اس میں موجود روشن ستارے اور سیارے اور اس کی اطراف و اکناف میں ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار و فرماں بردار فرشتے پیدا فرمائے؟ پھر یہ بتاؤ کہ عرش عظیم جو تمام مخلوقات کی چھت ہے اس کا مالک کون ہے۔ یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿86﴾ ﴾ اور اس سورت کے آخر میں فرمایا: ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ ﴾ (المؤمنون 116:23) عظیم کے معنی بڑے اور کریم کے معنی حسین و جمیل کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عرش معلیٰ میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں کہ وہ بے حد و حساب وسیع و عریض، بے پناہ بلند و بالا اور بے حد حسین و جمیل ہے، اسی لیے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عرش معلیٰ سرخ رنگ کے یاقوت

سے بنا ہوا ہے۔ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ تمھارے پروردگار کے ہاں رات دن نہیں ہے، عرش کا نور ذات پاک کے چہرۂ اقدس کے نور کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿87﴾ ﴾ ”وہ ضرور کہیں گے: یہ (چیزیں) اللہ ہی کی ہیں، کہہ دیں کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟“ یعنی جب تم خود یہ اعتراف کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک ہے تو پھر تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں اور اس بات سے ڈرتے نہیں کہ تم جب غیر اللہ کی پوجا کرتے اور غیروں کو اس کا شریک بناتے ہو تو وہ تمھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔

﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”کہہ دیں کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ ﴾ (ھود 56:11) ”(زمین پر) چلنے پھرنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جسے اس نے پیشانی سے نہ پکڑ رکھا ہو۔“ یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہی تصرف کارفرما ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: [لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ!......] ”نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے......۔“① اور جب آپ قسم میں زور پیدا کرنا چاہتے تو فرماتے: [لَا، وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ] ”نہیں اس ذات پاک کی قسم! جو دلوں کو پھیرنے والا ہے۔“②

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی خالق و مالک اور متصرف ہے۔ ﴿ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿88﴾ ﴾ ”اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم (کسی اور کو) جانتے ہو (تو بتاؤ)“ عربوں میں یہ رواج تھا کہ ان کا کوئی سردار اگر کسی شخص کو پناہ دے دیتا تو اس کے اس پناہ دینے کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی تھی اور اس سے کم حیثیت کا کوئی سردار اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تھا تاکہ اس پر بڑائی کا اظہار نہ کیا جا سکے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ ﴾ ”اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔“ وہ عظیم سردار ہے کہ اس سے بڑا سردار کوئی نہیں۔ اس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور اسی کا امر کارفرما ہے۔ کوئی اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے فیصلے کی خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبياء 23:21) ”وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی بابت اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ ان لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔“

یعنی وہ جو کام کرتا ہے تو اس کی عظمت، کبریائی، غلبہ وتسلط اور حکمت وعدل کے باعث کوئی اس سے پرسش نہیں کر سکتا جبکہ مخلوق سے ان کے اعمال کے مطابق پرسش ہو گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر 93,92:15) ”پس آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے، ان

---

① صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبیﷺ؟ حدیث: 6632۔ ② صحیح البخاری، القدر، باب یحول بین المرء و قلبه، حدیث: 6617۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے (اگر ہوتا) تو ہر معبود اس چیز کو، جو اس نے پیدا کی، لے جاتا، اور بلاشبہ ان میں

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿91﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں﴿91﴾ وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے، چنانچہ وہ کہیں اعلیٰ ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿92﴾ ع 5 5

اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں﴿92﴾

کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔ ’’ ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ﴾ ’’وہ ضرور کہیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے۔‘‘ یعنی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ سید عظیم جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، وہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ ﴿قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿89﴾﴾ ’’کہہ دیں: پھر تم پر جادو کہاں سے کیا جاتا ہے؟‘‘ یعنی جب تمھیں اس بات کا علم ہے اور تم اعتراف بھی کرتے ہو کہ خالق و مالک اللہ ہے تو پھر تمھاری عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں کہ تم اس ذات پاک کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا شروع کر دیتے ہو۔ ﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ’’بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں۔‘‘ یعنی اس بات کو معلوم کرا دیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کے صحیح واضح اور قطعی دلائل بھی پیش کر دیے ہیں۔ ﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿90﴾﴾ ’’اور بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں۔‘‘ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں کیونکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○﴾ (المؤمنون 117:23) ’’اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہے، کچھ شک نہیں کہ کافر کامیابی نہیں پائیں گے۔‘‘ مشرکین نے جس افترا پردازی اور ضلالت کو اختیار کر رکھا ہے تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اپنے نادان اور جاہل آباء و اجداد اور اسلاف کی پیروی کی وجہ سے کر رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہا کرتے ہیں: ﴿اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○﴾ (الزخرف 23:43) ’’بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم انھی کے پیچھے چلتے ہیں۔‘‘

تفسیر آیات: 92,91

اللہ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس بات سے پاک قرار دیا ہے کہ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بادشاہت، تصرف اور عبادت میں اس کا کوئی شریک ہو۔ ارشاد ہے: ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ﴾ ’’اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (اگر ایسا ہوتا) تو ہر معبود جو اس نے پیدا کیا لے جاتا اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔‘‘ یعنی اگر اس بات کو بفرضِ

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ (93) رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (94)

کہہ دیجیے: اے میرے رب! اگر تو مجھے دکھائے جو انھیں وعدہ دیا جاتا ہے (93) (تو) اے میرے رب! تو مجھے ظالم لوگوں میں (شامل) نہ کرنا (94) اور بلاشبہ

وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ (95) اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ

ہم اس بات پر کہ آپ کو دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، ضرور قادر ہیں (95) برائی کو اس طریقے سے دفع کیجیے جو احسن ہو، ہم اسے خوب

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ (96) وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ (97)

جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں (96) اور آپ کہیں: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں (97) اور اے میرے رب! میں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ (98)

(اس سے بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں (98)

محال مان بھی لیا جائے کہ معبود متعدد ہیں تو ان میں سے ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور اس سے کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا جبکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام بے حد مضبوط و مستحکم اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ عالم علوی، عالم سفلی کے ساتھ بے حد کمال طریقے سے منسلک ہے۔ ﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ ﴾ (الملك 67:3) ''اے انسان! تو رحمان کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں دیکھے گا؟'' پھر ان معبودوں میں سے ہر ایک دوسرے کی مخالفت کرتا، دوسرے پر غالب آ جانے کی کوشش کرتا اور دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔ اس آیت کریمہ کے یہ معنی متکلمین نے بیان کیے اور انھوں اسے دلیل تمانع (ایسی چیز کی دلیل جو کبھی ممکن نہ ہو) سے تعبیر کیا ہے، یعنی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسی کائنات کے صانع دو یا دو سے زیادہ ہیں تو ان میں سے ایک جسم کو متحرک کرنا چاہتا اور دوسرے کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ یہ ساکن رہے اور دونوں میں سے اگر ہر ایک کی مراد پوری نہ ہوتی تو دونوں عاجز ہوتے مگر ذات واجب الوجود عاجز نہیں ہوتی اور دونوں کی مراد کا پورا ہونا بھی محال ہے کیونکہ اس میں تضاد ہے اور یہ محال اور تضاد متعدد معبودوں کو فرض کرنے کی صورت میں ہے اور ان میں سے اگر ایک کی مراد پوری ہو جائے اور دوسرے کی پوری نہ ہو تو غالب واجب اور دوسرا مغلوب ممکن الوجود ہو گا کیونکہ ذات واجب الوجود کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ مقہور و مغلوب ہو، اس لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ (91) ﴾ ''اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے یا کسی کے شریک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور حد سے بڑھ جانے والوں کی ان باتوں کہ اس کی اولاد اور ساتھی ہے، سے پاک ہے، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ﴾ ''وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔'' مخلوقات کی نظروں سے جو غائب ہے یا جسے وہ دیکھ رہے ہیں وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے۔ ﴿ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (92) ﴾ ''چنانچہ وہ کہیں اعلیٰ ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔'' ظالم اور وجود باری تعالیٰ کے منکر لوگ جو کہتے ہیں، اللہ عزوجل کی ذات پاک اس سے مقدس و منزہ ہے۔

تفسیر آیات: 93-98

آلام ومصائب کے وقت دعا کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ مصیبت کے وقت یہ دعا کریں: ﴿رَبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ (93)﴾ ''اے میرے پروردگار! جس (عذاب) کا انھیں وعدہ دیا جاتا ہے اگر تو (میری زندگی میں) مجھے دکھائے۔'' یعنی اگر تو میری موجودگی میں انھیں سزا دے تو مجھے ان میں سے نہ کیجیے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد وترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے: [وَإِذَا أَرَدْتَّ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي (إِلَيْكَ) غَيْرَ مَفْتُونٍ] ''اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھ کو تو اس آزمائش میں ڈالے بغیر ہی اپنے پاس بلا لیجیے۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ (95)﴾ ''اور بلاشبہ ہم اس بات پر کہ آپ کو دکھائیں جس کا وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ضرور قادر ہیں۔'' یعنی اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ تمام آزمائشیں، مصیبتیں اور تکلیفیں دکھا دیں جو ہم ان پر نازل کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے میل جول کی صورت میں اس تریاق نافع کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ بری بات کے جواب میں بھی اچھی بات کہو، اس طرح آپ بری بات کہنے والے کے دل کو جیت لیں گے اور اس کے نتیجے میں اس کی عداوت دوستی میں اور اس کا بغض محبت میں بدل جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ﴾ ''برائی کو اس طریقے سے دفع کیجیے جو احسن ہو۔'' اور جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 35,34:41) ''اور آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹالیے جو احسن ہو تو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) یکایک وہ شخص جس میں اور تم میں دشمنی تھی، (ایسا ہو جائے گا جیسے) گویا کہ وہ جگری دوست ہے اور یہ (خصلت) انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔'' یعنی یہ وصیت یا خصلت یا یہ صفت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں اور ان سے اچھا سلوک کرتے ہیں، حالانکہ ان کی طرف سے برا سلوک ہوتا ہے مگر برائی کے مقابلے میں حسن سلوک کی توفیق انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو دنیا و آخرت میں بڑے صاحب نصیب ہیں۔

اور فرمایا: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ (97)﴾ ''اور کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ شیطانوں سے پناہ مانگی جائے کیونکہ ان کے مقابلے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ وہ حسن سلوک ہی سے رام ہو سکتے ہیں۔ تعوذ پر گفتگو کے ضمن میں ہم قبل ازیں یہ بیان کر آئے ہیں② کہ رسول اللہ ﷺ تعوذ کے لیے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''میں سننے والے اور جاننے والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے، (یعنی) اس کے تکبر سے اور اس کے پھونکے ہوئے

---

① مسند أحمد: 243/5 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة ص، حديث: 3235 اور قوسین والا لفظ جامع الترمذي: 3233 اور مسند أحمد: 368/1 میں ہے۔ ② دیکھیے الفاتحة، عنوان: ''استعاذہ تلاوت سے پہلے ضروری ہے'' کے ذیل میں۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿99﴾ۙ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا

حتی کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج ﴿99﴾ تاکہ میں اس (دنیا) میں، جسے میں چھوڑ آیا ہوں، نیک

تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿100﴾

عمل کروں، ہرگز نہیں! بے شک یہ ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے۔ اور ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ﴿100﴾

بے ہودہ خیالات سے اور اس کے وسوسوں سے۔"① ﴿وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿98﴾﴾ "اور اے میرے پروردگار! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔" یعنی میرے کسی بھی معاملے میں وہ آ موجود ہوں۔ یعنی میرے کسی بھی معاملے میں وہ آ موجود ہوں، اسی لیے حکم ہے کہ کھانے پینے، مباشرت کرنے، جانور ذبح کرنے اور دیگر تمام امور کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تاکہ شیطان کو بھگا دیا جائے۔ امام ابوداود نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ……، وَأَعُوذُبِكَ مِنَ الْغَرَقِ……، وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ أَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ] "اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں (کسی عمارت وغیرہ کے نیچے) دب کر مرنے سے ……اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ڈوب کر مرنے سے……اور بے حد بڑھاپے سے اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ بوقت موت شیطان میرے ہوش و حواس گم کر دے۔"②

تفسیر آیات: 100,99

کفار کی بوقت موت تمنا: اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت کی کافروں یا اس کے حکم کی اطاعت میں کوتاہی کرنے والوں کی حالت کو بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ زندگی میں کی ہوئی خرابیوں کی اصلاح کر لیں: ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿99﴾ۙ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ﴾ "اے میرے پروردگار! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ میں اس (دنیا) میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (المنٰفقون 63:10,11) "اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی ایک کی موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مزید مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا، اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔" اور فرمایا: ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ

---

① جامع الترمذي، الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة، حديث: 242 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح……، حديث: 775 عن أبي سعيد الخدريﷺ. ② سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، حديث: 1552 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من التردي……، حديث: 5533 عن كعب بن عمرو أبي اليَسَرﷺ.

دَعۡوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۙ﴾ (إبراهيم 44:14) ”اور (اے نبی!) لوگوں کو اس دن سے آگاہ کردو جب ان پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (توجواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمھیں کوئی زوال نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ يَاۡتِیۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِیۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ﴾ الآية (الأعراف 53:7) ”جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے، وہ بول اٹھیں گے کہ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے، بھلا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں کہ وہ ہمارے حق میں سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں تو جو عمل (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ کریں) ان کے سوا اور (نیک) عمل کریں......“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ۝﴾ (السجدة 12:32) ”اور کاش! آپ دیکھیں کہ جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے) کہ ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، لہٰذا ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ فَقَالُوۡا يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ بَلۡ بَدَا لَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ۝﴾ (الأنعام 28,27:6) ”کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (دوزخ کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تا کہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی ہرگز تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔ ہاں، یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَتَرَی الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴾ (الشورىٰ 44:42) ”اور آپ ظالموں کو دیکھیں کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟“ اور فرمایا: ﴿ قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَيۡنِ وَاَحۡيَيۡتَنَا اثۡنَتَيۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۝ ذٰلِكُمۡ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ كَفَرۡتُمۡ ۚ وَاِنۡ يُّشۡرَكۡ بِهٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُكۡمُ لِلّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡكَبِيۡرِ ۝﴾ (المؤمن 12,11:40) ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا، ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ (فرمایا جائے گا: نہیں) اس لیے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تسلیم کر لیتے تھے اب حکم تو اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِیۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ۝﴾

(فاطر 37:35) ''اور وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے) کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے، (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا، اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تو تم (عذاب کے مزے) چکھو، ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔''

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان تمام آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ سوال کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے مگر موت کے وقت یا قیامت کے دن جب یہ سب جبار کے ہاں پیش ہوں گے یا جب جہنم رسید ہوں گے اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس وقت ان کی یہ خواہش پوری نہیں کی جائے گی۔ یہاں فرمایا: ﴿ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ ﴾ ''ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا۔)'' ﴿ كَلَّا ؕ ﴾ حرفِ زجر و توبیخ ہے، یعنی اس کے مطالبے کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ﴿ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ ﴾ ''یقیناً یہ ایک (ایسی) بات ہے جسے وہ (زبان سے) کہہ رہا ہوگا۔'' یعنی جو یہ سوال کر رہا ہوگا کہ اسے ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ نیک عمل کرے تو یہ محض اس کی زبان کی بات ہوگی جس کے مطابق عمل نہیں ہوگا کیونکہ اگر اسے دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ پھر بھی نیک عمل نہیں کرے گا کیونکہ وہ یہ جھوٹ بول رہا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 28:6) ''اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو بھی وہی کام کریں گے جن سے انھیں روکا گیا تھا، اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ واللہ! وہ یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اپنے اہل و عیال اور خاندان کی طرف واپس جائے اور نہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ دنیا جمع کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرے بلکہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں واپس آ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو دنیا میں پہلے ہی ایسے عمل کرتا ہے کافر جس کی تمنا دوزخ کا عذاب دیکھ کر کرے گا۔

برزخ اور اس کا عذاب: ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۰۰ ﴾ ''اور ان کے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔'' ابو صالح وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ ﴾ کے معنی ان کے آگے کے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان پردہ ہے۔① محمد بن کعب کا قول ہے کہ برزخ دنیا و آخرت کے بین بین ہے نہ وہ اہل دنیا کے ساتھ ہے کہ کھائیں پئیں اور نہ اہل آخرت کے ساتھ کہ انھیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔② ابو صخر کہتے ہیں کہ برزخ سے مراد قبر ہے کہ اہل قبور نہ دنیا میں ہیں اور نہ آخرت میں، قیامت کے دن تک وہ اپنی قبروں ہی میں مقیم رہیں گے۔③ ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ ﴾ ''اور ان کے آگے ایک پردہ ہے۔'' ان ظالموں کو عذاب برزخ کے ساتھ سرزنش کی جا رہی ہے جن کے پاس موت آ جاتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ ﴾ (الجاثية 10:45) ''ان کے سامنے دوزخ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ ﴾ (إبراهيم 17:14) ''اور اس کے آگے سخت عذاب ہوگا۔''

---

① الدرالمنثور:29/5۔ ② الدرالمنثور:29/5۔ ③ الدرالمنثور:29/5۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (101) فَمَنْ ثَقُلَتْ

پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن نہ ان میں رشتے داریاں رہیں گی اور نہ وہ باہم سوال کریں گے (101) پھر جس کے پلڑے

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (102) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا

بھاری ہو گئے تو وہی فلاح پانے والے ہیں (102) اور جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا،

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (103) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (104)

وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (103) آگ ان کے چہرے جھلس دے گی، اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے (104)

﴿اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (100)﴾ ''اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن تک عذاب جاری رہے گا جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ [فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّباً] ''اسے زمین کے اندر ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔''①

تفسیر آیات:101-104

نفخ صور اور وزنِ اعمال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب صور میں نفخۂ نشور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے باہر آ جائیں گے تو ﴿فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (101)﴾ ''نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' یعنی اس دن نہ تو قرابتیں کام آئیں گی اور نہ کوئی والد اپنی اولاد کا پرسان حال ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ۚۖ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ﴾ (المعارج 70:10,11) ''اور نہ کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو پوچھے گا، حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔'' یعنی کوئی قرابت دار کسی قرابت دار کا پرسان حال نہ ہوگا، حالانکہ وہ اسے دیکھ رہا ہوگا، خواہ اس پر اتنے بوجھ ہوں جو اس کی کمر کو دوہرا کر کے رکھ دیں اور خواہ وہ دنیا میں اسے کتنا ہی عزیز کیوں نہ تھا مگر اب وہ اس کی طرف ذرہ بھر التفات نہیں کرے گا اور نہ مچھر کے پر کے برابر اس کے بوجھ کو اٹھائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ؕ﴾ (عبس 80:34-36) ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے (دور) بھاگے گا اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے (بھی۔)''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کو جمع کرے گا اور پھر ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ لوگو! جس پر ظلم ہوا ہو وہ آئے اور اپنا حق وصول کر لے تو اس وقت ہر شخص خوش ہوگا کہ اس کے والد یا بیٹے یا بیوی پر حق ہے، خواہ وہ حق کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اس طرح ہوتی ہے: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (101)﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔② اور فرمایا: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (102)﴾ ''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' یعنی جن کی نیکیاں برائیوں

---

① جامع الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، حدیث:1071 و صحیح ابن حبان، الجنائز، ذكر الإخبار عن اسم الملكين ......:386/7 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. ② تفسير البغوی:624/1 و تفسير الطبری:71/18.

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑩⑤ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

(کہا جائے گا:) کیا تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، پھر تم ان کو جھٹلا دیا کرتے تھے؟⑩⑤ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر

شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ⑩⑥ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ⑩⑦

غالب آ گئی، اور (واقعی) ہم لوگ گمراہ تھے ⑩⑥ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم لوٹیں (دوبارہ وہی کریں) تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے ⑩⑦

سے بڑھ جائیں۔ خواہ ایک نیکی ہی بڑھ جائے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔①

﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑩② ﴾ ”پس یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی وہ کامیاب ہوں گے، جہنم سے نجات پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے جس چیز کو طلب کیا تھا اس کے حصول میں کامیاب ہوں گے اور جس شر سے یہ بھاگے تھے اسی سے نجات پا جائیں گے۔ ﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ ”اور جن کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔“ یعنی ان کی برائیاں، نیکیوں سے زیادہ وزنی ہوں گی۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ ”تو وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔“ یعنی انھوں نے نقصان اٹھایا اور وہ خائب و خاسر ہو گئے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ⑩③ ﴾ ”ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔“ یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور اس سے کبھی ہل نہ سکیں گے۔ ﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ ”آگ ان کے مونہوں کو جھلس دے گی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ ﴾ (إبراهيم 50:14) ”اور آگ ان کے مونہوں کو ڈھانپ رہی ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ (الأنبيآء 39:21) ”اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے مونہوں پر سے (دوزخ کی) آگ کو ہٹا نہیں سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں پر سے۔“ ﴿ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ⑩④ ﴾ ”اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔“ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كٰلِحُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں تیوری چڑھائے ہوں گے۔②

تفسیر آیات :107-105

دوزخیوں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو ان کے کفر، گناہ، محرمات کے ارتکاب اور ان بڑی بڑی باتوں کی وجہ سے جنھوں نے انھیں تباہ و برباد کر دیا تھا، سرزنش کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑩⑤ ﴾ ”کیا تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، پھر تم ان کو جھٹلا دیا کرتے تھے۔“ یعنی میں نے تمھاری طرف رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں، تمھارے شکوک و شبہات کو دور کر دیا حتی کہ تمھارے پاس کوئی دلیل بھی باقی نہ بچی جسے تم اپنے موقف کی تائید میں پیش کر سکو جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ ﴾ (النسآء 165:4) ”تا کہ پیغمبروں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کو الزام دینے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءيل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور یہ بھی فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ

---

① الدر المنثور:130/3۔ ② تفسیر الطبری:73/18۔

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (108) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا

اللہ فرمائے گا: اسی (جہنم) میں ذلیل وخوار (پڑے) رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو (108) بے شک میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۚۖ (109) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ

ہمارے رب! ہم ایمان لائے، لہٰذا تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر، اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے (109) پھر تم نے انھیں ہنسی مذاق

ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (110) اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ

بنا لیا تھا، حتی کہ انھوں نے تمھیں میری یاد بھلا دی تھی، اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے (110) بلاشبہ میں نے آج انھیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ

الْفَآىِٕزُوْنَ (111)

بے شک وہی کامیاب ہیں (111)

اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۵ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○﴾ (الملك 67:8-11) ”جب اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ضرور ڈرانے والا ہمارے پاس آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو اور کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے تو انھوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا، پس دوزخیوں کے لیے دوری ہے۔“

اس لیے وہ کہیں گے: ﴿رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (106)﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور (واقعی) ہم گمراہ لوگ تھے۔“ یعنی ہم پر حجت قائم ہوگئی تھی لیکن ہم بد بخت تھے، اسی لیے ہم نے دلیل وحجت کو تسلیم نہ کیا، اس لیے ہم راہ راست سے بھٹک گئے اور ہمیں توفیق نہ ملی کہ اسے تسلیم کر لیتے، پھر کہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (107)﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، پھر اگر ہم لوٹیں (دوبارہ وہی کریں) تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔“ یعنی ہمیں دنیا میں لوٹا دے اور اگر ہم نے پھر پہلے جیسے کام رکھے تو پھر ہم ظالم اور مستحق عذاب ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ○﴾ (المؤمن 40:11،12) ”سو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ تمھیں یہ (عذاب) اس لیے ہے کہ بلاشبہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تسلیم کرتے تھے اب تو حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا ہے۔“ یعنی دوزخ سے نکلنے کی اب کوئی سبیل نہیں، اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے جبکہ مومن اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے تھے۔

تفسیر آیات :111-108

اللہ تعالیٰ کا جواب: جب کفار یہ سوال کریں گے کہ انھیں جہنم سے نکال کر ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمائیں گے: ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا ﴾ ”اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو۔“ یعنی حقیر وفقیر اور ذلیل ورسوا ہو کر اب جہنم ہی میں رہو۔ ﴿ وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝۱۰۸ ﴾ ”اور مجھ سے بات نہ کرو۔“ یعنی دوبارہ ایسا سوال بھی نہ کرنا کیونکہ تمھارے لیے میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝۱۰۸ ﴾ کے بارے میں عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کفار کی بات ختم ہو جائے گی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب ہوگا۔ ① ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دوزخی جہنم کے داروغے مالک کو بلاتے رہیں گے مگر وہ چالیس سال تک تو ان کو کوئی جواب ہی نہیں دے گا، پھر جب جواب دے گا تو یہ کہے گا: ﴿ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 77:43) ”تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ تو ان کی یہ پکار بے کار ثابت ہوگی اور اللہ تو مالک سے بھی اوپر ہے بلکہ وہ تو مالک کا پروردگار ہے، پھر وہ رب تعالیٰ کو پکارتے ہوئے کہیں گے: ﴿ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 107,106:23) ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر بھی ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور (واقعی) ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال دے اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔“ تمام دنیا کی جس قدر عمر ہوگی اس سے دوگنے عرصے تک اللہ تعالیٰ سکوت فرمائے گا، پھر ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝۱۰۸ ﴾ ”اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔“ اس کے بعد واللہ! وہ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکیں گے، بس جہنم میں چلاتے اور دھاڑتے رہیں گے اور ان کی آوازیں گدھے کی آوازوں جیسی ہوں گی، پہلے چلائیں گے، پھر دھاڑیں گے۔ ②

پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ان کے کیے ہوئے گناہ اور مومن بندوں اور اللہ کے دوستوں کے ساتھ کیے ہوئے ان کے مذاق کو یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۰۹ۚۖ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا ﴾ ”بے شک میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، لہٰذا تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے پھر تم ان سے تمسخر کرتے تھے۔“ وہ جب مجھے پکارتے اور میرے حضور آہ وزاری کیا کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿ حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ ﴾ ”یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میری یاد بھلوادی۔“ یعنی ان کے ساتھ بغض میں تم اس حد تک چلے گئے کہ میرے معاملے کو بھی بھول گئے۔ ﴿ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝۱۱۰ ﴾ ”اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔“ ان کے اعمال اور ان کی عبادت کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ؗۖ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ؗۖ ﴾ (المطففین 30,29:83) ”بلاشبہ گناہ گار (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔“ یعنی ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اشارے کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے

---

① تفسیر الطبری:79/18 . ② تفسیر ابن أبي حاتم:2509/8 .

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (112) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ

اللہ فرمائے گا: زمین میں تم کتنے سال رہے؟ (112) وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ رہے، گنتی کرنے والوں سے پوچھ

الْعَآدِّيْنَ (113) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (114) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا

لیجیے (113) اللہ فرمائے گا: (واقعی) تم تھوڑا سا وقت ہی رہے، کاش! تم (یہ بات دنیا میں) جانتے ہوتے (114) کیا تم نے سمجھا تھا کہ ہم نے

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (115) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

تمھیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے (115) چنانچہ بلند و بالا اللہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی

هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (116)

معبود نہیں، وہ معزز و مکرم عرش کا رب ہے (116)

اپنے دوستوں اور نیک بندوں کو جس جزا سے نوازا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا﴾ ''بلاشبہ آج میں نے انھیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا۔'' یعنی اس صبر کا جو انھوں نے تمھاری ایذا رسانیوں اور تمھارے ہنسی اڑانے پر کیا تھا۔ ﴿اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (111)﴾ ''بے شک وہی کامیاب ہیں۔'' میں نے انھیں کامیاب بنا کر سعادت، سلامتی، جنت دے کر اور جہنم سے نجات عطا فرما دی ہے۔

تفسیر آیات:112-116

زندگانیٔ دنیا کی کل مدت: ان لوگوں نے اپنی دنیا کی مختصر سی زندگی کو جو ضائع کر دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں صرف نہ کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمائے گا کہ اگر یہ لوگ دنیا کی قلیل سی مدت میں صبر کرتے تو یہ بھی اسی طرح کامیاب ہو جاتے جس طرح ان کے دوست اور متقی لوگ کامیاب ہوئے ہیں۔ ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (112)﴾ ''اللہ فرمائے گا: تم زمین مین کتنے سال رہے۔'' یعنی دنیا میں تمھاری اقامت کی مدت کتنی تھی؟ ﴿قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ (113)﴾ ''وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا روز کا بھی کچھ حصہ رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔'' یعنی شمار کرنے والے اور حساب کرنے والے۔ ﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اللہ فرمائے گا: وہاں تم (بہت ہی) کم رہے۔'' تو دنیائے فانی کو ابدی اور سرمدی آخرت پر ترجیح نہ دیتے اور اپنے لیے یہ برا تصرف اختیار نہ کرتے اور نہ اس قلیل سی مدت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے مستحق ٹھہرتے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت پر صبر کرتے جس طرح مومنوں نے کیا تھا تو تم بھی کامیاب ہو جاتے جس طرح مومن کامیاب ہو گئے ہیں۔

ابن ابوحاتم نے صفوان سے روایت کیا ہے اور انھوں نے ایفع بن عبد الکلاعی سے سنا جبکہ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا أَدْخَلَ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ وَقَالَ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ؟ قَالُوا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، قَالَ: لَنِعْمَ مَا اتَّجَرْتُمْ فِي يَوْمٍ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، رَّحْمَتِي وَرِضْوَانِي وَ

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ لا فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو صرف اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بے شک

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿117﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿118﴾ ع 6 26 6

کافر فلاح نہیں پائیں گے ﴿117﴾ اور آپ کہیں: اے میرے رب! میری مغفرت فرما، اور (مجھ پر) رحم فرما، اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿118﴾

جَنَّتِي امْكُثُوا فِيهَا خَالِدِينَ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَهْلَ النَّارِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ؟ قَالُوا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، فَيَقُولُ: بِئْسَ مَااتَّجَرْتُمْ فِي يَوْمٍ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، نَّارِي وَسُخْطِي امْكُثُوا فِيهَا خَالِدِينَ مُخَلَّدِينَ]

”بے شک اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دے گا تو وہ فرمائے گا کہ اے اہل جنت! تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم وہاں ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے۔ اللہ فرمائے گا کہ وہ بہت اچھی تجارت ہے جو تم نے ایک روز یا ایک روز سے بھی کم عرصے میں کی تھی اور اس طرح تم نے میری رحمت، میری خوشنودی اور میری جنت کو حاصل کر لیا، لہٰذا اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے دوزخیو! تم زمین میں کتنے برس رہے تھے؟ وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم عرصہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ بہت بری تجارت ہے جو تم نے ایک روز یا ایک روز سے بھی کم مدت میں کی تھی اور اس طرح تم نے میری دوزخ اور میری ناراضی کو حاصل کر لیا، لہٰذا اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ ہی میں رہو گے۔“①

اللہ نے بندوں کو بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ﴾ ”کیا پھر تم نے سمجھا تھا کہ ہم نے تمھیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔“ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم بے فائدہ پیدا کیے گئے ہو اور جس طرح تمھاری تخلیق میں تمھارا کوئی قصد وارادہ نہیں، اسی طرح تم گمان کرتے ہو کہ اس میں ہماری کوئی حکمت بھی کارفرما نہیں۔ عبث کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ تم کھیل کود میں زندگی بسر کر دو جس طرح کہ جانوروں کی زندگی ہے اور انھیں کوئی ثواب وعذاب نہ ہوگا، حالانکہ ہم نے تمھیں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے پیدا کیا ہے۔ ﴿ وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿115﴾ ﴾ ”اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔“ یعنی تم یہ بھی خیال کرتے ہو کہ آخرت میں تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿ﭕ﴾ ﴾ (القيٰمة 36:75) ”تو کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی بے کار (بغیر حساب کتاب) چھوڑ دیا جائے گا۔“ یعنی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔

اور فرمایا: ﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج ﴾ ”سو بلند وبالا اللہ، سچا بادشاہ ہے۔“ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو بے فائدہ پیدا فرمائے کیونکہ اس سچے بادشاہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿116﴾ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔“ عرش کا ذکر اس لیے کیا کہ وہ تمام مخلوقات کی چھت ہے اور اس کی صفت

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2511/8 وأسد الغابة، ترجمة أيفع بن عبدالكلاعی: 343/1.

بیان کی ہے کہ وہ کریم، یعنی شکل وصورت کے اعتبار سے بے حد حسین وجمیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ ﴾ (الشعرآء 7:26) ''ہم نے اس میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔''

تفسیر آیات:118,117

شرک ظلم عظیم ہے: اللہ تعالیٰ نے برے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو کسی غیر کو اس کا شریک بنائے اور غیر اللہ کی عبادت کرے اور خبردار فرمایا کہ جس نے اللہ کے ساتھ ساجھی بنایا ﴿ لَا بُرْهَانَ لَهٗ ﴾ یعنی اس کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہیں، پس فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ ﴾ ''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔'' یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے: ﴿ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ ﴾ ''تو اس کا حساب بس اس کے رب کے پاس ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب لے گا اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ١١٧ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ کافر کامیابی نہیں پائیں گے۔'' یعنی اس کے ہاں قیامت کے دن کافروں کے لیے فلاح ونجات نہ ہوگی۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ١١٨ ﴾ ''اور (اے پیغمبر!) آپ کہیں: اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور (مجھ پر) رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے انھیں یہ دعا سکھائی ہے۔ ''مغفرت'' کا لفظ جب مطلق استعمال ہو تو اس کے معنی گناہ کے مٹا دینے اور اسے لوگوں سے چھپا دینے کے ہوتے ہیں اور ''رحمت'' کے یہاں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحیح اقوال وافعال کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورۂ مومنون کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

تفسیر
سُورَۂ نُور

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

(یہ) ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا ہے، اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کیں، تاکہ تم نصیحت

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

حاصل کرو① چنانچہ زانیہ عورت اور زانی مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

دین (پر عمل کرنے) کے معاملے میں تمھیں ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر قطعاً ترس نہیں آنا چاہیے اور مومنوں میں سے ایک گروہ ان دونوں کی سزا کے

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

وقت موجود ہونا چاہیے②

تفسیر آیات: 2,1

سورۂ نور کی اہمیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا﴾ ''(یہ ایک) سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا۔'' اس کا یہ معنی نہیں کہ دوسری سورتوں کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا بلکہ اس سورت کے ساتھ خاص اہتمام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ [وَفَرَّضْنَاهَا] ''اور ہم نے اُس (کے احکام) کو بیان کر دیا۔'' مجاہد وقتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس میں حلال وحرام، امر ونہی اور حدود کو بیان کر دیا ہے۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسے ﴿فَرَضْنٰهَا﴾ پڑھا ہے تو ان کی قراءت کے مطابق اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے اس کے احکام تم پر اور تمھارے بعد آنے والے لوگوں پر فرض قرار دے دیے ہیں۔ ② ﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل کیں۔'' جو بالکل غیر مبہم اور واضح ہیں۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2516/8. ② صحیح البخاري، التفسیر، سورة النور، قبل الحدیث: 4745.

﴿لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ①﴾ ”تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

زنا کی حد کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ﴾ ”پس بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو دُرّے مارو۔“ اس آیت کریمہ میں زانی کی حد کو بیان کیا گیا ہے اور اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ زانی یا تو کنوارا ہوگا، یعنی اس نے شادی نہیں کی ہوگی یا وہ محصن ہوگا، محصن سے مراد وہ ہے جس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو، اگر وہ کنوارا غیر شادی شدہ ہو تو اس کی حد سو دُرّے ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، علاوہ ازیں اسے اپنے شہر سے جلا وطن بھی کر دیا جائے گا جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ان دو اعرابیوں کے بارے میں روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا ہے تو میں نے اپنے بیٹے کے فدیے میں اسے ایک سو بکری اور ایک باندی دی ہے، میں نے جب اہل علم سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بیٹے کی سزا ایک سو دُرّے اور ایک سال کے لیے جلا وطنی ہے اور اس عورت کی سزا رجم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفۡسِي بِيَدِهٖ! لَأَقۡضِيَنَّ بَيۡنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَلۡوَلِيدَةُ وَالۡغَنَمُ رَدٌّ عَلَيۡكَ، وَعَلَى ابۡنِكَ جَلۡدُ مِائَةٍ وَّ تَغۡرِيبُ عَامٍ، (وَّ) اغۡدُ يَاأُنَيۡسُ! إِلَى امۡرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعۡتَرَفَتۡ فَارۡجُمۡهَا] ”اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ ضرور کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، باندی اور بکریاں تجھے واپس مل جائیں گی اور تیرے بیٹے کو ایک سو دُرّوں اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ملے گی۔ اے اُنیس! ــ خاندان اسلم کا ایک شخص ــ تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دو۔“ اُنیس اس عورت کے پاس گئے تو اس نے اعتراف کر لیا اور اسے رجم کر دیا گیا۔①

کنوارے اور شادی شدہ زانی مرد و زن کی سزا: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلا وطنی کے ساتھ ایک سو دُرّے ہے اور اگر وہ محصن ہو، یعنی اس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو تو اس کی سزا رجم ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اما بعد، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت رجم کو بھی نازل فرمایا تھا جسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، مجھے ڈر ہے کہ امتدادِ زمانہ کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ ہم تو کتاب اللہ میں آیتِ رجم کو نہیں پاتے تو وہ ایک ایسے فریضے کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔ کتاب اللہ کے مطابق رجم کی سزا اس شخص کے

---

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط التی لا تحل فی الحدود، حدیث:2725,2724، البتہ قوسین والا حرف بخاری ہی کی حدیث: 2314, 2315 میں ہے۔ وصحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا، حدیث: 1698,1697 .

لیے برحق ہے جو شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں سے زنا کرے، بشرطیکہ شہادت موجود ہو یا حمل ظاہر ہو جائے یا (مجرم اپنے جرم کا) اعتراف کر لے۔① اسے امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں امام مالک ؒ کی طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے اور یہ اس طویل حدیث کا کچھ حصہ ہے جو ہمارے مقصود سے متعلق ہے۔②

حدود نافذ کرنے میں ترس نہ کھاؤ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ ﴾ ”اور اللہ کی شرع (کے معاملے) میں تمھیں ان دونوں پر ہرگز ترس نہ آئے۔“ یہاں اللہ کے دین سے مراد اللہ کا حکم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حکم کے نافذ کرتے وقت تمھیں ان دونوں پر رحم اور ترس نہیں آنا چاہیے۔ ممانعت اقامت حد کے وقت طبعی نرمی و ترس کی نہیں ہے بلکہ وہ ترس ممنوع ہے جو حاکم کو ترکِ حد پر آمادہ کرے تو حاکم کے لیے ایسا ترس اور ایسی نرمی جائز نہیں ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اقامت حدود کا معاملہ جب سلطان کے پاس آئے تو حدود کو قائم کر دیا جائے اور انھیں معطل نہ کیا جائے۔③ سعید بن جبیر اور عطاء بن ابو رباح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔④ حدیث میں آیا ہے: [تَعَافَوُا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ، فَمَابَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ] ”آپس میں حدود کو معاف کر دو اور جب میرے پاس حد کا کوئی معاملہ آئے گا تو حد (کو نافذ کرنا) یقیناً واجب ہو جائے گا۔“⑤

اور فرمایا: ﴿ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ ”اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔“ تو زنا کرنے والے پر حد قائم کر دو اور اسے کوڑے مارو مگر بہت زیادہ سختی کے ساتھ نہ مارو کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ اس طرح کا کام کرنے والے دوسرے لوگ اس سے باز آ جائیں۔ مسند میں بعض صحابہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بکری ذبح کرتے ہوئے رحم آ جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [وَلَكَ فِي ذٰلِكَ أَجْرٌ] ”تمھیں اس کا بھی ثواب ملے گا۔“⑥

لوگوں کی موجودگی میں حد قائم کرو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ② ﴾ ”اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔“ جب زنا کرنے والے جوڑے کو لوگوں کی موجودگی میں کوڑے مارے جائیں گے تو یہ ڈانٹ ڈپٹ کے لیے زیادہ بلیغ اور (گناہ) چھوڑنے میں زیادہ مفید ہو گی کیونکہ لوگوں کی موجودگی میں ان کے لیے زجر و توبیخ اور ذلت و رسوائی ہے۔ امام حسن بصری ؒ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ:

---

① الموطأ للإمام مالك، الحدود، باب ماجاء فی الرجم: 348/2، حديث: 1583 عن ابن عباس ؓ مختصرًا . ② صحيح البخاری، الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حديث: 6830,6829 وصحيح مسلم، الحدود، باب رجم الثيب فی الزنا، حديث: 1691 عن ابن عباس ؓ. ③ تفسير ابن أبی حاتم: 2518/8 . ④ تفسير الطبری: 89/18 وتفسير البغوی: 379/3. ⑤ سنن أبی داود ، الحدود، باب يعفی عن الحدود مالم تبلغ السلطان، حديث: 4376 وسنن النسائی ، قطع السارق، باب ما يكون حرزا ومالايكون، حديث: 4890 عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص ؓ. ⑥ مسند أحمد : 436/3 عن قرة بن إياس ؓ، ملحوظ : مجموعہ کتب حدیث میں یہ الفاظ [ولك فی ذلك أجر] اس سیاق میں نہیں ملے، البتہ مذکورہ حوالے میں یہ الفاظ ہیں: [وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللّٰهُ] ”اگر تو بکری پر رحم کرے گا تو اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔“

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ

زانی مرد نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت ہی سے اور زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور مومنوں پر یہ (زنا کار سے نکاح)

ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

حرام ٹھہرایا گیا ہے③

﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ② ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں علانیہ طور پر سزا دی جائے۔①

تفسیر آیت: 3

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زانی بدکار عورت یا مشرک عورت ہی سے وطی کرتا ہے، یعنی اس کے ارادۂ زنا کے بارے میں اس کی بات کو یا تو زانی اور نافرمان عورت ہی مانتی ہے یا مشرک عورت جو زنا کو حرام نہیں سمجھتی، اسی طرح ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ ﴾ ''اور زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک (مرد) ہی۔'' یعنی زانی عورت سے زانی اور عاصی مرد ہی وطی کرتا ہے یا وہ مشرک جو اسے حرام نہیں سمجھتا۔ ﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③ ﴾ ''اور یہ (بدکار سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ٹھہرایا گیا ہے۔'' یعنی زانی عورتوں سے نکاح کرنا یا عفت مآب اور پاک دامن عورتوں کو بدکار مردوں کے نکاح میں دے دینا مومنوں پر حرام ہے۔ قتادہ اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے بدکار عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے۔② یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ ﴾ (النسآء 4:25) ''بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ خفیہ آشنا بنانے والی ہوں۔'' نیز حسب ذیل آیت کی طرح: ﴿ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ ...... ﴾ الآیة (المآئدة 5:5) ''نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنا بنانے والے......''

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مومنوں میں سے ایک شخص نے اُمّ مہزول نامی ایک عورت سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں اجازت چاہی اور یہ ایک ایسی عورت تھی جو اس شرط پر بدکاری کرتی تھی کہ بدکاری کرنے والا اس پر خرچ کرتا رہے، اس مومن نے یا تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ تعلقات کے بارے میں اجازت طلب کی تھی یا اس نے اس کی صورت حال کو بیان کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی: ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③ ﴾ ''زنا کرنے والی عورت کو زنا کرنے والے یا مشرک (مرد) کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا اور یہ (بدکار سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ٹھہرایا گیا ہے۔''③

ابن ابو حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَجْلُودُ إِلَّا

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2519/8۔ ② الدر المنثور: 38/5 وتفسیر ابن أبي حاتم: 2523/8 و2527۔ ③ مسند أحمد: 159/2 والسنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ ﴾: 415/6، حدیث: 11359۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے ، تو تم انھیں اسّی کوڑے مارو ، اور تم ان کی

وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

شہادت (گواہی) کبھی قبول نہ کرو ، اور یہی لوگ نافرمان ہیں ④ مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی،

وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے⑤

مِثْلَهٗ]''وہ زانی جسے کوڑے لگ چکے ہوں اپنے جیسی کسی عورت سے شادی کرے گا۔''① امام ابوداود نے بھی اپنی سنن میں اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیات:5,4

حدقذف کا بیان: اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص پرہیز گار، یعنی آزاد، بالغ اور پاکباز عورت پر بدکاری کا عیب لگائے تو اسے دُرّے مارے جائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی پرہیز گار مرد پر ایسا الزام لگائے تو اسے بھی دُرّے مارے جائیں گے، البتہ اگر بہتان لگانے والا شخص اپنی بات کی تصدیق کے لیے گواہ پیش کر دے تو اس پر سے حد ساقط ہوجائے گی، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④﴾ ''پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو تم انھیں اسّی دُرّے مارو اور تم کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' اگر بہتان لگانے والا اپنی بات کی تائید میں گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر اس پر تین باتیں واجب قرار دے دی گئی ہیں: (1) اسے اسّی دُرّے مارے جائیں (2) اس کی شہادت کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دیا جائے اور (3) اسے بدکردار قرار دیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک بھی عادل نہیں ہوگا۔

بہتان بازی کرنے والے کی توبہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤﴾ ''مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی تو بلاشبہ اللہ (بھی) بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اس استثنا کا تعلق دوسرے اور تیسرے جملے سے ہے کیونکہ دُرّے مارنے کے حکم پر تو عمل ہو چکا، خواہ وہ توبہ کرے یا اپنے بہتان پر اصرار کرے، اس کے بعد اس کے لیے بلا اختلاف کوئی حکم نہیں ہے اگر وہ توبہ کرے تو اس کی شہادت مقبول ہوگی اور اس سے فسق کا حکم ختم ہوجائے گا جیسا کہ سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور سلف کی ایک جماعت سے وضاحت کے ساتھ مروی ہے۔③

شعبی اور ضحّاک کا قول یہ ہے کہ توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی اِلّا یہ کہ وہ خود یہ اعتراف کرلے کہ اس نے یہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم : 2524/8 . ② سنن أبی داود، النكاح، باب فی قوله تعالی : ﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً﴾، حدیث: 2052 . ③ تفسیر الطبری :18/102-105 .

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم

شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ

کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے ⑥ اور پانچویں بار یہ کہے: اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو ⑦ اور عورت سے سزا

الْكٰذِبِيْنَ ⑦ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ⑧

کو (یہ شے) ٹالتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ وہ (اس کا خاوند) جھوٹوں میں سے ہے ⑧ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ (اس کا خاوند)

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو ⑨ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو جھوٹوں کو سزا ملتی) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ؑ ⑩ 1 ع 10 7

توبہ قبول کرنے والا اور خوب حکمت والا ہے ⑩

بات ازراہ بہتان کہی تھی تو پھر اس کی شہادت مقبول ہوگی۔ ① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 10-6

لعان کا بیان: اس آیت کریمہ میں میاں بیوی کے لیے کشادگی، نجات اور (مصیبت سے) نکلنے کا رستہ ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے اور اس کے لیے گواہ پیش کرنا مشکل ہو تو وہ حکم الٰہی کے مطابق اپنی بیوی سے لعان کرے، لعان کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو امام کے پاس لائے اور اپنے بہتان کا دعویٰ کرے تو چار گواہوں کے مقابلے میں امام اس سے چار قسمیں لے لے۔ ﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥﴾ ”بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔“ یعنی اپنے اس بہتان میں جو زنا کے طور پر اس نے اپنی بیوی پر لگایا ہے۔ ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦﴾ ”اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ جب وہ اس طرح پانچ قسمیں اٹھا لے گا تو اس سے اس کی بیوی بائنہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی، اسے اس کا مہر دینا ہوگا اور اس کی بیوی پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور اس سے یہ حد ساقط نہیں ہوگی اِلّا یہ کہ وہ بھی لعان کرے اور اللہ تعالیٰ کی چار قسمیں کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے، یعنی اس نے یہ بہتان باندھا ہے۔ ﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨﴾ ”اور پانچویں دفعہ یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ ”اور یہ چیز (چار بار اللہ کی قسم) عورت سے سزا کو ٹال دے گی“ یعنی حد کو۔ ﴿اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ⑧ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨﴾ ”کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ (اس کا خاوند) جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں دفعہ یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہو تو اس (عورت)

---

① تفسیر الطبری: 101/18 و 106 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2531/8.

پر اللہ کا غضب ہو۔'' غضب کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا کہ اکثر و بیشتر صورتوں میں کوئی شخص اپنی بیوی کو اسی وقت ذلیل و رسوا کرتا اور اس پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے جب وہ سچا ہو اور الزام لگانے میں معذور ہو اور یہ عورت بھی جانتی ہو کہ وہ اس الزام لگانے میں سچا ہے، اس لیے اس کے بارے میں پانچویں قسم یہ قرار دی گئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اور مغضوب علیہ وہ ہوتا ہے جو حق بات کو جاننے کے باوجود اس سے اعراض کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اپنے لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تنگی سے نکلنے کے لیے رستہ بنا دیا اور مشکل کو آسان فرما دیا ہے۔ ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی۔'' تو تم حرج میں مبتلا ہو جاتے اور بہت سے امور و معاملات میں تمھیں بڑی مشکل پیش آتی۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، خواہ وہ پکی سچی قسموں کے بعد ہو۔ ﴿حَكِيْمٌ ⑩﴾ ''خوب حکمت والا ہے'' اپنی نازل کردہ شریعت میں اور ان تمام اوامر و نواہی میں جو اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے تقاضے کے مطابق عمل، اس کے سبب نزول اور جن صحابہ کے بارے میں یہ نازل ہوئی، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

آیتِ لعان کا سببِ نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ﴾ (النور 24:4) ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے تو تم انھیں اسی (80) کوڑے مارو اور تم ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔'' تو سید الانصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آیت کریمہ اسی طرح نازل ہوئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَا تَسْمَعُونَ إِلٰى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ؟] ''اے گروہ انصار! کیا تم سن رہے ہو کہ تمھارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انھیں ملامت نہ کریں، یہ بہت غیور آدمی ہیں، انھوں نے ہمیشہ باکرہ عورتوں سے شادی کی ہے اور شدت غیرت کی وجہ سے اپنی کسی بیوی کو کبھی طلاق ہی نہیں دی کہ ہم میں سے کسی شخص نے یہ جرأت کی ہو کہ وہ ان کی بیوی سے شادی کر لے۔ سعد نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں جانتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (نازل ہوئی) ہے لیکن مجھے اس بات سے تعجب ہے کہ اگر میں اس کمینی عورت کو دیکھوں کہ اس کی رانوں کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہوا ہو تو جب تک چار گواہ نہ لے آؤں مجھے اسے ڈرانے دھمکانے اور دور ہٹانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے، اللہ کی قسم! جب تک میں چار گواہ لے کر آؤں گا وہ تو اپنی ضرورت پوری کر کے جا چکا ہو گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہلال بن امیہ آئے۔ اور یہ ان تین میں سے ایک تھے جن کی (غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی) توبہ قبول کر لی گئی تھی۔ وہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر میں آئے اور انھوں نے اپنی بیوی

کے پاس ایک مرد کو دیکھا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا مگر وہ طیش میں نہ آئے حتی کہ جب صبح ہو گئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں عشاء کے وقت اپنی بیوی کے پاس آیا تو میں نے اس کے پاس ایک مرد کو پایا، میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انھیں باتیں کرتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور یہ آپ کو بہت ناگوار محسوس ہوئی، اتنے میں انصار بھی جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ سعد نے جو بات کی تھی اس کی وجہ سے ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہیں، اب رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو ماریں گے اور لوگوں میں ان کی شہادت کو باطل قرار دیں گے، یہ سن کر ہلال نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت ضرور پیدا فرما دے گا، ہلال نے یہ بھی عرض کی: اللہ کے رسول! میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو بات کی ہے وہ آپ کو بہت ناگوار محسوس ہوئی ہے لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں بالکل سچا ہوں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ اسے مارنے کا حکم دیں، اچانک اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرما دی، آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو صحابۂ کرام اسے آپ کے چہرۂ اقدس کے تأثرات سے پہچان لیا کرتے تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے الگ ہو گئے حتی کہ آپ وحی سے فارغ ہو گئے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ﴾ ”اور جو لوگ اپنی عورتوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت (اس طرح) ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم کھائے۔“ رسول اللہ ﷺ کی نزول وحی کی یہ کیفیت جب ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا: [أَبْشِرْ يَا هِلَالُ! قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكَ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا] ”ہلال! تمھارے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے کشادگی اور مشکل سے نکلنے کا رستہ بنا دیا ہے۔“ ہلال نے عرض کی: مجھے اپنے رب تعالیٰ سے یہی امید تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْسِلُوا إِلَيْهَا] ”اس عورت کی طرف پیغام بھیجو (اور اسے بلاؤ۔)“ انھوں نے اسے پیغام بھیجا تو وہ آئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہلال اور اسے دونوں کو آیاتِ لعان پڑھ کر سنائیں، انھیں نصیحت کی اور فرمایا کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے، ہلال نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں اس کے بارے میں بالکل سچ کہتا ہوں، اس کے جواب میں اس عورت نے کہا کہ ہلال نے جھوٹ بولا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَاعِنُوا بَيْنَهُمَا] ”ان دونوں کے مابین لعان کرا دو۔“ ہلال سے کہا گیا: تم قسم کھاؤ تو اس نے چار بار قسم کھا کر کہا کہ وہ سچا ہے، جب پانچویں قسم کا وقت آیا تو ہلال سے کہا گیا: ہلال! اللہ سے ڈر جاؤ، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور یہ پانچویں قسم تم پر عذاب کو واجب قرار دے دے گی۔ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے اس کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا جیسا کہ اس کی وجہ سے اسی نے مجھے کوڑے بھی نہیں لگوائے، اس کے بعد انھوں نے پانچویں قسم کھائی کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر اس عورت سے کہا گیا کہ تم اللہ کی چار قسمیں کھاؤ کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں قسم کے وقت اس

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ

بے شک جو لوگ (ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ پر) بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک گروہ ہیں، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے، ان

لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ⑪

میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس (گناہ) کا بڑا بوجھ اٹھایا، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ⑪

سے کہا گیا کہ اللہ سے ڈر جاؤ، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور یہ پانچویں قسم تمھارے لیے عذابِ آخرت کو واجب قرار دے دے گی، کچھ دیر کے لیے وہ رکی اور اس نے اعترافِ جرم کا ارادہ کر لیا لیکن پھر کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور اس نے پانچویں قسم بھی کھالی کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو، (اس طرح لعان کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور فیصلہ فرمایا کہ اس کے بیٹے کو باپ کی طرف منسوب نہ کیا جائے اور اس (عورت) پر اس (کے بیٹے) کی وجہ سے الزام نہ لگایا جائے اور نہ اس کے بیٹے پر الزام لگایا جائے جس نے اس عورت یا اس کے بیٹے پر الزام لگایا تو اسے حد لگائی جائے گی۔

آپ نے فیصلہ فرمایا: اب ہلال کے ذمے اس عورت کی رہائش اور خوراک نہیں ہے کیونکہ دونوں میں طلاق اور وفات کے بغیر جدائی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: [إِنْ جَاءَتْ بِهِ أُصَيْهِبَ، أُرَيْسِحَ، حَمْشَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِهِلَالٍ، وَّإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا، جُمَالِيًّا، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهِ] ”اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ زرد، سرخی مائل اور جو باریک سرین اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال کا بیٹا ہوگا اور اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ اس کا ہوگا جس (سے بدکاری کا اس) پر الزام لگایا گیا ہے۔“ پھر اس عورت نے واقعی ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْلَا الْأَيْمَانُ، لَكَانَ لِي وَ لَهَا شَأْنٌ] ”اگر اس نے قسمیں نہ کھائی ہوتیں تو میں اس کے ساتھ خاص سلوک کرتا۔“ عِکرِمہ بیان کرتے ہیں کہ پیدا ہونے والا یہ بچہ جب بڑا ہوا تو یہ اپنے شہر کا امیر تھا اور باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا تھا۔① اسی طرح امام ابوداود نے بھی اس حدیث کو قدرے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔② صحاح اور دیگر کتب میں اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی موجود ہیں۔③

تفسیر آیت :11

واقعۂ اِفک: یہ دس آیات کریمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب بہتان باز اور افترا پرداز منافقوں نے آپ پر سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اپنے نبی صَلَوَاتُ اللّٰهِ

---

① مسند أحمد :238/1، 239. ② سنن أبی داود، الطلاق، باب فی اللعان، حدیث:2256. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَيَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ﴾ (النور 8:24)، حدیث:4747.

واقعۂ افک

غزوۂ بنو مُصطلَق (خزاعہ کی شاخ)

غزوۂ مُریسیع (شعبان 5ھ)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ ”بے شک وہ لوگ جو گھڑ لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے، نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لیے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لیے، واسطے ہر ایک شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) وہ جو کمایا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا بڑا بوجھ اس (گناہ) کا ان میں سے، اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔“

﴿ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴾

”اور جب سنا تم نے اس کو کیوں نہیں، کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کہ کلام کریں ہم ساتھ اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے بہت ہی بڑا۔“

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ ﴾

”بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کے لیے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔“ (النور 24 : 11، 16، 19)

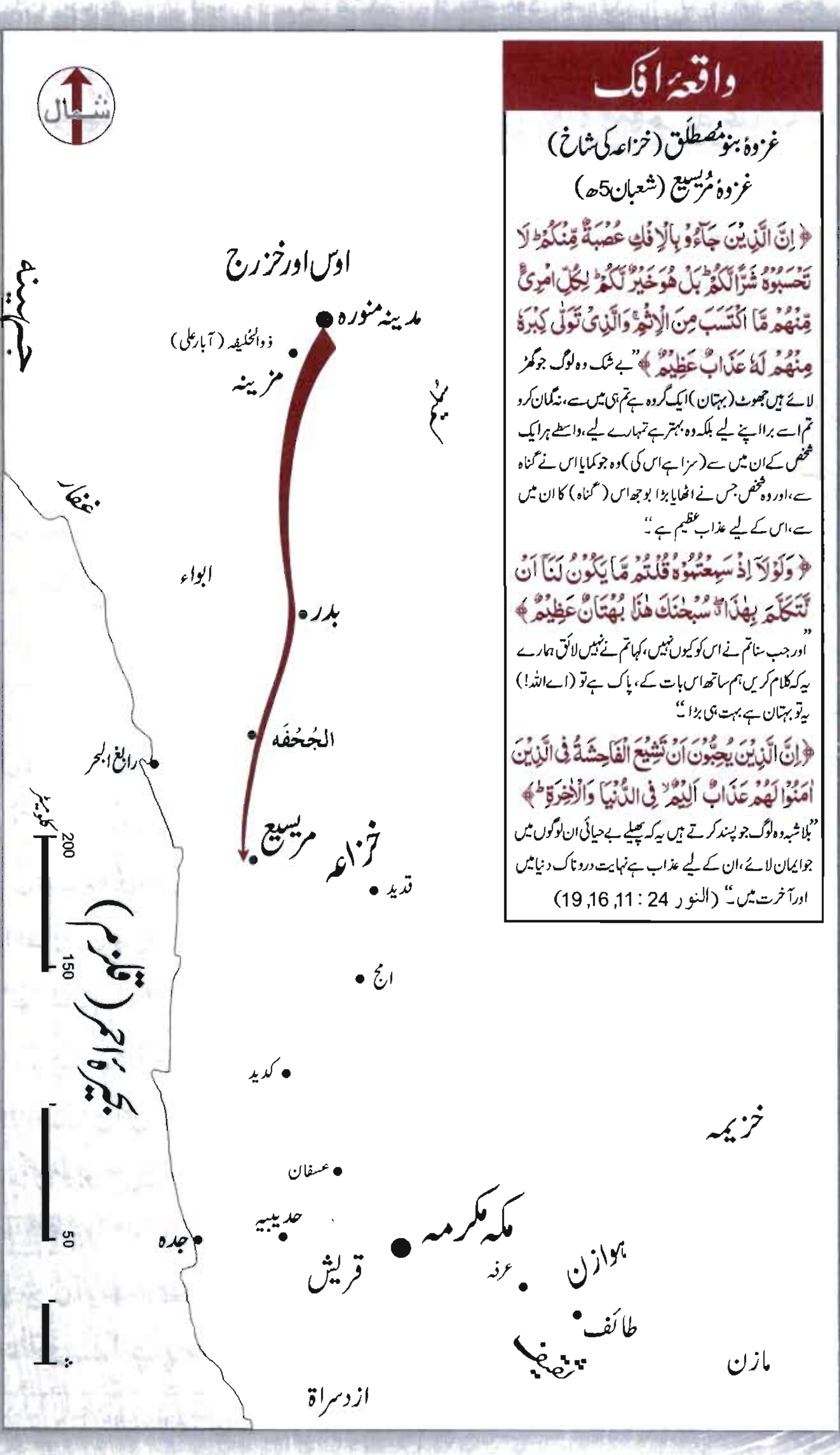
شمال
اوس اور خزرج
جہینہ
مدینہ منورہ
ذوالحلیفہ (آبارعلی)
مزینہ
سُلیم
غفار
الابواء
بدر
الجُحفہ
رابغ البحر
مریسیع
خزاعہ
قدید
امج
کدید
عسفان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
قریش
عرفہ
ہوازن
طائف
ثقیف
مازن
خزیمہ
ازدسراۃ
بحیرۂ احمر (قلزم)
کلومیٹر
200
150
50
0

وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ کے لیے غیرت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرما دیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ ﴾ ”بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک جماعت ہیں۔“ یعنی بہتان باندھنے والا کوئی ایک یا دو شخص نہیں بلکہ ایک جماعت ہے، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول اس جماعت کا سرغنہ اور اس لعنت میں پیش پیش تھا، وہ اس بہتان کو بنا سنوار کر پیش کرتا حتی کہ بعض مسلمان بھی اس سے متاثر ہو کر یہ بات کہنے لگے، کچھ دیگر نے کہا کہ ایسا ممکن ہے، قریباً ایک ماہ تک اس طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں یہ آیات کریمہ نازل فرما دیں۔ اس واقعے کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے زہری سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعے کے بارے میں مجھ سے بیان کیا کہ جب بہتان بازوں نے آپ پر بہتان باندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت میں قرآن نازل فرما دیا تھا، ان سب لوگوں نے اس واقعے کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے اور زیادہ صحیح طریقے سے بیان کرنے والے تھے، میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کردہ اس حدیث کو یاد رکھا ہے جو انھوں نے مجھ سے بیان کی اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض دیگر کی تصدیق کرتی ہے، ان سب نے ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کر لیا کرتے تھے جس کا قرعہ نکلتا تو اسے رسول اللہ ﷺ سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، اسی طرح ایک غزوے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قرعہ اندازی فرمائی تو میرے نام کا قرعہ نکل آیا، لہٰذا میں اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی تھی۔

یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے ہودج میں اٹھایا اور اسی میں بٹھایا جاتا تھا۔ (ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔) رسول اللہ ﷺ جب اس غزوے سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا اور آپ نے جب کوچ کا حکم دیا تو میں کھڑی ہو گئی حتی کہ لشکر سے الگ ہو گئی اور جب اپنی حاجت پوری کرنے کے بعد واپس مڑی اور میں نے اپنے سینے کو چھوا تو معلوم ہوا کہ میرا موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا ہے تو میں واپس جا کر اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی، اسی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی۔ وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھایا کرتے تھے آئے اور انھوں نے ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے سمجھا کہ میں ہودج میں ہوں۔ خواتین اس وقت دبلی پتلی ہوتی تھیں اور ان کے جسموں پر گوشت نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت سادہ کھانا کھایا کرتی تھیں، اس لیے

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب : ﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... ﴾ (النور 24:12,13)، حدیث : 4750 وصحیح مسلم، التوبة، باب فی حدیث الإفك......، حدیث: 2770 .

ان لوگوں نے ہودج کے ہلکا ہونے کی وجہ سے یہ محسوس نہیں کیا کہ میں اس میں موجود نہیں ہوں اور میں ابھی نوعمر لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیے۔ مجھے قافلے کی روانگی کے بعد اپنا ہار ملا، پھر میں جب پڑاؤ کی جگہ واپس آئی تو وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا (وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھا)، میں نے اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میں تھی اور یہ خیال کیا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے۔ میں اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔

صفوان بن مُعَطَّل سُلَمی ذَکْوانی لشکر کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے، وہ صبح کے وقت میری جگہ کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایک انسان سویا ہوا ہے لیکن وہ جب میرے قریب آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے جب مجھے دیکھا تو ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرة 156:2) ”بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“ پڑھا تو ان کے اس پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی اور میں نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور میں نے نہیں سنا کہ انھوں نے سوائے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ ...... ﴾ کے کوئی اور بات کی ہو حتی کہ انھوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا تو میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ اپنی سواری کو چلانے لگے اور ہم لشکر کے پاس اس وقت پہنچ گئے جب دوپہر کی گرمی کی شدت کی وجہ سے اس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

بہتان بازوں کا ٹولا: میرے بارے میں (اس واقعے کی وجہ سے) جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور ان میں سے جس نے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ میں جب واپس آئے تو واپسی کے بعد میں قریباً ایک مہینے تک بیمار رہی اور ان دنوں لوگ بہتان طرازوں کے اس بہتان کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے مگر مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، البتہ اس بیماری کے دنوں میں یہ بات میرے لیے باعث تشویش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس لطف و کرم کو نہیں دیکھتی تھی جس کا میرے بیمار ہونے پر آپ مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے، سلام کہتے اور فرماتے: [كَيْفَ تِيكُمْ؟] ”کیا حال ہے؟“ اس سے مجھے شک گزرتا لیکن اس شر کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا (جو ان لوگوں نے پھیلا رکھا تھا) حتی کہ بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد میں ایک رات رفع حاجت کے لیے باہر نکلی اور میرے ساتھ اُمِ مِسْطَح بھی تھیں۔ ہم مناصع ① کی طرف گئیں، قضائے حاجت کے لیے ہم وہیں جایا کرتی تھیں اور ان دنوں اس مقصد کے لیے ہم صرف رات ہی کو باہر نکلا کرتی تھیں، یہ اپنے گھروں کے قریب بیت الخلا بنانے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت تک ہمارا معاملہ پہلے عرب لوگوں جیسا تھا کہ ہم رفع حاجت کے لیے باہر جنگل میں جایا کرتے تھے اور گھروں میں بیت الخلا سے ہم تکلیف محسوس کرتے تھے، بہرحال میں اور اُمِ مِسْطَح باہر نکلیں۔ اُمِ مِسْطَح ابورُہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر صدیق ؓ کی خالہ تھیں۔ ان کے

---

① مناصع، بقیع کے گرد و نواح میں معروف کشادہ جگہیں تھیں۔

بیٹے کا نام مِسطح بن اُثاثہ بن عَبّاد بن مطلب تھا۔ بہر حال فراغت کے بعد میں اور بنت ابورُہم، یعنی اُمِ مِسطح جب واپس آ رہی تھیں تو وہ اپنی چادر کی وجہ سے پھسل گئیں اور کہنے لگیں: مِسطح کا برا ہو۔ میں نے یہ الفاظ سننے کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے بہت بری بات کی ہے کہ ایک ایسے شخص کو گالی دی ہے جسے غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ اس نے جواب دیا: اے لڑکی! آپ نے سنا نہیں جو اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ تو اس نے مجھے بہتان بازوں کی بات کے بارے میں بتایا، یہ بات سن کر میری بیماری میں پھر اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر آئی تو رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا اور فرمایا: [کَیۡفَ تِیکُمۡ؟] ”کیا حال ہے؟“ میں نے عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ میں درحقیقت اپنے والدین سے صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔ میں والدین کے گھر گئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی جان! لوگ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: بیٹی! غم نہ کرو، اللہ کی قسم! ایسا کم ہی ہوا ہے کہ ایک خوبصورت عورت ایک شخص کے نکاح میں ہو، وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس عورت کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ باتیں نہ بنائیں، میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا (اب بھی یہ سوکنوں کی بات ہے) جبکہ لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں۔ صبح تک اس ساری رات میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، صبح ہوئی تو میں پھر بھی روتی رہی اور وحی بھی رکی ہوئی تھی۔

محمد ﷺ عالم الغیب ہوتے تو تحقیق نہ کرتے: رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابو طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اور اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں مشورہ فرمایا تو اسامہ بن زید نے آپ کی بیوی کی براءت اور ان سے محبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ علی بن ابوطالب نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کوئی تنگی تو نہیں رکھی، ان کے سوا عورتیں اور بھی بہت ہیں، اگر آپ باندی سے پوچھ لیں تو وہ آپ کو سچی بات بتا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: [أَیۡ بَرِیرَۃُ! هَلۡ رَّأَیۡتِ مِنۡ شَیۡءٍ یَّرِیبُكِ مِنۡ عَائِشَةَ؟] ”بریرہ! تم نے عائشہ کی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمھیں شک میں مبتلا کرتی ہو؟“ بریرہ نے جواب دیا: اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے ان کی طرف سے کبھی بھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگا سکوں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر ہیں، آٹا رکھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔

اس دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [یَا مَعۡشَرَ الۡمُسۡلِمِینَ! مَنۡ یَّعۡذِرُنِی مِنۡ رَّجُلٍ قَدۡ بَلَغَنِی أَذَاهُ فِی أَهۡلِ بَیۡتِی؟ فَوَاللّٰهِ! مَا عَلِمۡتُ عَلٰی أَهۡلِی إِلَّا خَیۡرًا، وَّلَقَدۡ ذَکَرُوا رَجُلًا مَّا عَلِمۡتُ عَلَیۡهِ إِلَّا خَیۡرًا، وَّمَا کَانَ یَدۡخُلُ عَلٰی أَهۡلِی إِلَّا مَعِی] ”اے مسلمانوں کی جماعت! کون ہے جو مجھے اس شخص کے شر سے نجات دے جس کی ایذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ چکی ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے

اپنی بیوی میں خیر و بھلائی ہی دیکھی ہے اور انھوں نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ وہ بہت بھلا اور نیک آدمی ہے، وہ میرے گھر میں جب بھی آیا تو میرے ساتھ ہی آیا ہے (اکیلا کبھی نہیں آیا۔)‘‘

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس کے شر سے میں آپ کو بچاتا ہوں، اس کا تعلق اگر خاندانِ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو پھر آپ جو حکم فرمائیں ہم آپ کے فرمان کی اطاعت بجالائیں گے۔ یہ سن کر سردارِ خزرج سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک نیک انسان تھے مگر خاندانی حمیّت میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی قسم! تم اسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ تمھیں اسے قتل کرنے کی طاقت ہے۔ اُسید بن حُضَیر جو سعد بن معاذ کے برادر عم زاد تھے، سعد بن عُبادہ سے کہنے لگے: تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کر سکتے ہیں، تم منافق ہو اور ایک منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو، اس سے اوس و خزرج کے دونوں خاندان بھڑک اٹھے حتی کہ انھوں نے مرنے مارنے کا ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ ابھی تک منبر پر جلوہ افروز تھے، رسول اللہ ﷺ انھیں خاموش کراتے رہے حتی کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی سکوت فرما لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ یہ سارا دن بھی میں نے روتے ہوئے گزارا، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، پھر رات کو بھی میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، میرے والدین یہ خیال کرنے لگے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دے دی تو اس نے بھی میرے پاس بیٹھ کر رونا شروع کر دیا، اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا، پھر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب سے یہ بات کہی گئی تھی آپ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے اور ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا لیکن آپ پر میرے بارے میں کوئی وحی بھی نازل نہ ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور فرمایا: [أَمَّا بَعْدُ: يَاعَائِشَةُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ ثُمَّ تُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ] ’’اما بعد: اے عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں یہ بات پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے بری قرار دے دے گا اور اگر تجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرو، بلاشبہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لے اور پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل فرما لی تو میرے آنسو رک گئے حتی کہ میں آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی، میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا جواب

دیں جوانھوں نے کہی ہے، انھوں نے فرمایا: واللہ! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ میں نے اپنی امی سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں تو انھوں نے بھی یہی فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی، قرآن مجید بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی، میں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے اس بات کو سنا اور یہ تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی اور تم نے اسے سچا سمجھ لیا ہے اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ میں اپنی اور تمھاری مثال اس طرح پاتی ہوں جس طرح یوسف ؑ کے والد نے کہا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝﴾ (یوسف 18:12) ”لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔“

حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ پھر میں اٹھ کھڑی ہوئی اور جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ کی قسم! اس وقت میں یہ جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری قرار دے دے گا لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دے دے گا، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ابھی تک اسی مجلس میں جلوہ افروز تھے اور گھر کے افراد میں سے بھی کوئی شخص ابھی تک باہر نہیں گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرما دی۔

حضرت عائشہ ؓ کی براءت: آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوا کرتی تھی کہ سردی کے موسم میں بھی جبین مبارک سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگتے اور یہ اس قول کے ثقل کے باعث ہوتا جسے آپ پر نازل کیا جاتا تھا، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور پہلا جملہ آپ نے یہ فرمایا: [أَبْشِرِي يَاعَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ] ”اے عائشہ! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ نے تجھے بری قرار دے دیا ہے۔“ میری امی نے کہا: اٹھ کر آپ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کا شکر ادا نہیں کروں گی کہ اسی ذات پاک نے میری براءت نازل فرمائی ہے، اللہ عزوجل نے اس وقت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ﴾ سے ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور 20:24) تک دس آیات نازل فرمائی تھیں۔

حضرت ابوبکر ؓ مسطح پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کا قرابت دار بھی تھا اور فقیر بھی، میری براءت میں ان آیات کے نزول کے بعد ابوبکر ؓ نے کہا کہ مسطح نے بھی عائشہ ؓ کے بارے میں یہ بات کہی تھی، اس لیے اللہ کی قسم! اب میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرما دی: ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (النور 24:22) ”اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یہ آیت کریمہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے تو انھوں نے مسطح کو اسی طرح خرچ دینا شروع کر دیا جس طرح پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ زینب بنت جحش سے بھی میرے بارے میں پوچھا اور فرمایا: [يَا زَيْنَبُ! مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ؟]① ”اے زینب! تو کیا جانتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے؟“ تو انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی تھی، اللہ کی قسم! میں نے خیر و بھلائی ہی کو جانا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے زینب ہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے تقوے کی وجہ سے انھیں محفوظ رکھا، ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان (زینب بنت جحش) کا دفاع کرتی تھی اور وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ یہ ہے وہ خبر جو ہمیں ان لوگوں کے بارے میں پہنچی ہے۔② اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی بروایت زہری صحیحین میں بیان کیا ہے۔③ ابن اسحاق نے بھی بروایت زہری اسی طرح بیان کیا ہے۔④ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔⑤ اور مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری نے عمرہ (بنت عبدالرحمٰن) سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مذکورہ بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔⑥ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَاۗءُوْ بِالْاِفْكِ ﴾ ”بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے۔“ افک کے معنی جھوٹ، بہتان اور افترا پردازی کے ہیں۔ ﴿ عُصْبَةٌ ﴾ ”(تمھی میں سے) ایک جماعت۔“ ﴿ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ ﴾ ”تم اسے اپنے حق میں برا نہ سمجھنا“ اے آل ابوبکر! ﴿ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ ﴾ ”بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔“ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں ذکر جمیل اور آخرت میں رفع درجات کا سبب ہے اور اس میں ان کے شرف کا اظہار بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر اہمیت دی کہ ان کی براءت کو اس قرآن عظیم میں نازل فرما دیا: ﴿ لَّآ

---

① یہ الفاظ صحیح البخاری کے حسب ذیل حوالے کے مطابق ہیں۔ ② مسند أحمد: 6/194-197. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... ﴾ (النور 24:12، 13)، حدیث: 4750 وصحیح مسلم، التوبة، باب فی حدیث الإفك ......، حدیث: 2770. ④ السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفك فی غزوة بنی المصطلق: 3/309-316. ⑤ السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفك......: 3/309، 310. ⑥ السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفك ......: 3/309، 310 وتفسیر الطبری: 18/123.

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

جب تم نے یہ (جھوٹ) سنا تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور (کیوں نہ)

مُّبِيْنٌ ⑫ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ

کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے ⑫ وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی لوگ اللہ کے

عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬

ہاں جھوٹے ہیں ⑬

يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ''جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ان کے پاس مرض الوفات میں گئے تو فرمایا: آپ کے لیے خیر ہے کہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کا حرم محترم ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی) نبی ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی، پھر آپ کی براءت کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا تھا۔①

سب سے بڑا بہتان طراز لعنتی: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ ﴾ ''ان میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا۔'' یعنی ہر اس شخص کے لیے جس نے اس معاملے میں گفتگو کی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر اسے عذاب ہوگا۔ ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ ﴾ ''اور جس نے ان میں سے اس (بہتان) کا بڑا بوجھ اٹھایا۔'' اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس نے اس بہتان کی ابتدا کی ہے اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس شخص نے اس واقعے کو گھڑا، اس بہتان کو تراشا اور لوگوں میں اسے پھیلانے کی کوشش کی، ﴿ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اس بہتان طرازی کی وجہ سے۔ اور وہ عبداللہ بن اُبیّ ابن سلول تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کرے اور اس پر لعنت فرمائے۔

تفسیر آیات: 13,12

بہتان کے پھیلانے پر مومنوں کی سرزنش: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بھی سرزنش کی ہے کہ ان میں سے بعض نے اس بری گفتگو میں حصہ لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَوْلَآ ﴾ ''کیوں نہیں'' ﴿ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ﴾ ''جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا'' جس میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا تھا، ﴿ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ ﴾ ''تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیا؟'' اور اسے اپنے نفسوں پر قیاس کیوں نہ کیا؟ اگر اس طرح کی بات ان کے شایان شان نہیں تو ام المؤمنین تو اس سے بطریق اولیٰ بری اور پاک ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوایوب

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... ﴾ (النور24:16)، حدیث: 4753 قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 277/1 میں ہیں۔

خالد بن زید انصاری اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہما کی بات کو اسوہ و نمونہ بنا لینے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

امام محمد بن اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے کہ ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی ام ایوب نے کہا: ابو ایوب! تو نے سنا ہے کہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا: ہاں، یہ سب کچھ جھوٹ ہے، ام ایوب! بتا تو ایسا کام کر سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسا کام نہیں کر سکتی، ابو ایوب نے کہا: تو (پھر سن) اللہ کی قسم! عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے بہت بہتر ہیں۔ جب قرآن نازل ہوا تو اس برائی کے بارے میں بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط ﴾ (النور 11:24) ”بے شک جو لوگ بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک جماعت ہیں۔“ اس سے مراد حسان اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے بہتان بازی کی باتیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا لا ...... ﴾ الآیۃ ”جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں نہ اپنے دلوں میں نیک گمان کیا......“ جیسا کہ ابو ایوب اور ان کی بیوی نے نیک گمان کیا تھا۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا لا ﴾ یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا کہ ام المؤمنین تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہیں اور آپ کے بہت قریب ہیں۔ اس نیک گمان کا تعلق تو باطن سے ہے اور پھر ﴿ وَّ قَالُوْا ﴾ ”اور (کیوں نہ) کہا“ اپنی زبانوں سے۔ ﴿ هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ⑫ ﴾ ”یہ صریح بہتان ہے۔“

واقعۂ افک کے ”صریح بہتان“ ہونے کے عقلی دلائل: یہ ام المؤمنین کے بارے میں کھلم کھلا جھوٹ ہے، اس لیے کہ جس طرح واقعہ پیش آیا وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے کیونکہ ام المؤمنین صفوان بن مُعَطَّل کی سواری پر سوار ہو کر دن کو دو پہر کے وقت آئیں اور سارا لشکر اس وقت دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خود بنفس نفیس لشکر میں تشریف فرما تھے، اگر معاملہ ذرہ بھر بھی شک و شبہ والا ہوتا تو وہ دونوں اس طرح دن دہاڑے سوار ہو کر نہ آتے اور نہ اس طرح سب لوگوں کے سامنے آتے، اگر معاملہ ذرّہ بھر بھی مشکوک ہوتا تو دونوں اپنے آپ کو مخفی و مستور رکھنے کی کوشش کرتے۔

ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہتان طرازوں کی یہ ساری باتیں جو انھوں نے ام المؤمنین کے بارے میں کی ہیں بہتان اور سفید جھوٹ پر مبنی ہیں، یہ محض فسق و فجور اور مسلمانوں کے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کی ناپاک سازش ہے جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ج ﴾ ”وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟“ جو ان کی بات کے سچے ہونے کی گواہی دیتے، ﴿ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬ ﴾ ”پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔“ یعنی اللہ کے حکم میں یہ لوگ کاذب اور فاسق و فاجر ہیں۔

---

① تفسیر الطبری:128/18 .

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ

اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمھیں بہت بڑا عذاب آلیتا⑭ جب تم

عَظِيْمٌ ⑭ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا

اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے تھے اور اپنے مونہوں سے (وہ بات) کہہ رہے تھے جس کا تمھیں علم نہ تھا، اور تم اسے معمولی

وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮

سمجھ رہے تھے، جبکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے⑮

تفسیر آیات: 15,14

اللہ نے اپنے فضل سے بہتان باندھنے والوں کو توبہ کی توفیق بخشی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔'' اے عائشہ کے بارے میں باتیں بنانے والو! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمھاری توبہ اور انابت کو قبول کر لیا اور ایمان کی وجہ سے آخرت میں تم کو معاف فرما دیا ہے، ﴿لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑭﴾ ''تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمھیں عذاب عظیم آلیتا۔'' یعنی بہتان باندھنے کی وجہ سے۔ بہتان باندھنے والوں میں سے جس کے پاس ایمان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی وجہ سے اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دی، مثلاً: مسطح، حسان اور زینب بنت جَحْش کی بہن حَمْنہ بنت جحش۔ اور جن منافقوں نے اس بہتان میں حصہ لیا، مثلاً: عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی تو وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ وہ اس بہتان کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے، اسی طرح جب بھی کسی معین فعل کے بارے میں کوئی وعید وارد ہو اور وہ مطلق ہو تو وہ توبہ یا کسی ایسے عمل صالح کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہو گی جو اس کے ہم وزن یا اس سے زیادہ ہو۔

پھر فرمایا: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ ''جب تم اپنی زبانوں سے اس (بات) کو ایک دوسرے سے لیتے تھے۔'' مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم میں سے بعض، بعض سے اس واقعے کو ذکر کرتے تھے۔ ① اور کہتے تھے کہ میں نے فلاں سے یہ واقعہ سنا ہے، فلاں نے اس طرح کہا ہے، بعض لوگوں نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ بعض نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [إِذْ تَلِقُونَهٗ بِأَلْسِنَتِكُمْ] ''جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کو مسلسل پھیلا رہے تھے۔'' صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا کرتی تھیں۔ ② اور فرمایا کرتی تھیں کہ یہ وَلْقُ الْكَذِبِ سے ہے جس کے معنی اس جھوٹ کے ہوتے ہیں جسے بولنے والا مسلسل بولتا رہے۔ عرب کہتے ہیں: وَلَقَ فُلَانٌ فِي السَّيْرِ ''وہ مسلسل سفر کرتا رہا۔'' اور یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مسلسل چلتا ہے۔ ③ البتہ پہلی قراءت ﴿تَلَقَّوْنَهٗ﴾ زیادہ مشہور ہے

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ ......﴾ (النور24:14)، قبل الحدیث:4751 وتفسیر الطبری:132,131/18 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2548/8. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ ......﴾ (النور24:15)، حدیث:4752. ③ تفسیر الطبری:131,130/18. حافظ ابن حجر نے اس کا ضبط ''واوَ'' اور ''لامَ'' کے زبر کے ساتھ اَلْوَلَقُ الْكَذِبِ لکھا ہے۔ فتح الباری:439/7، تحت الحدیث:4144.

وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯

اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہا: یہ ہمارے لائق نہیں کہ ہم اس کے متعلق بولیں (یا اللہ!) تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے⑯ اللہ

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ

تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ کبھی بھی اس جیسی بات نہ کرنا⑰ اور اللہ تمھارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱

جاننے والا، خوب حکمت والا ہے⑱

اور جمہور کی بھی یہی قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت [تَلِقُونَهٗ] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ”اور تم اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمھیں کچھ بھی علم نہ تھا۔“ یعنی تم ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم ہی نہ تھا، پھر فرمایا: ﴿ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮ ﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ یعنی تم ام المؤمنین کے بارے میں جو بات کر رہے تھے تو اسے ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھتے تھے۔ ام المؤمنین اگر نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ نہ ہوتیں تو پھر بھی یہ کوئی ہلکی اور معمولی بات نہ تھی مگر وہ تو نبی امی، خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ﷺ کی حرم محترم ہیں! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی بات ہے کہ اس کے رسول کی بیوی کے بارے میں ایسی بات کی جائے، اللہ تعالیٰ کو اس سے غیرت آتی ہے۔ حَاشَا وَ كَلَّا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بیوی کو بھی ایسا نہیں بنایا تو تمام انبیائے کرام کی بیویوں کی سردار اور دنیا و آخرت میں علی الاطلاق ساری اولاد آدم کے سردار کی بیوی ایسی کیسے ہو سکتی ہیں؟ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮ ﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ صحیح بخاری و مسلم میں ہے: [إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ]، [لَا يَرٰى أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ]، [يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ، أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ] ”بلا شبہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گا مگر وہ اس ایک کلمے کی وجہ سے جہنم میں اس فاصلے سے بھی زیادہ دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔“② اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا] ”وہ اس کلمے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔“③

تفسیر آیات:16-18

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ ﴾ ...... (النور 24:15)، حدیث: 4752. ② پہلا حصہ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان......، حدیث: 6478 عن أبي هريرة رضي الله عنه، دوسرا حصہ المعجم الكبير للطبرانی: 367/1، حدیث: 1129 عن بلال بن الحارث المزنی رضي الله عنه اور تیسرا حصہ صحیح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حدیث: (50)-2988 عن أبي هريرة رضي الله عنه میں ہے۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان......، حدیث: 6478 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور

وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲

اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ⑲

بہتان طرازوں کی دوبارہ سرزنش: پہلے یہ سرزنش کی گئی کہ اس بات کو سن کر تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ اور اب دوبارہ یہ سرزنش کی جا رہی ہے کہ جب یہ بات دنیا کی بہترین عورت کے بارے میں کہی گئی جو کسی طرح بھی درست نہ تھی تو زیادہ مناسب یہی تھا کہ ان کے بارے میں نیک گمان کیا جاتا اور دل میں اس کے سوا اور کوئی بات لائی ہی نہ جاتی اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آتا بھی تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ بِهِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات کو معاف فرما دیا ہے جو دل میں پیدا ہوں، جب تک ان کے بارے میں زبان سے کہا نہ جائے یا ان کے مطابق عمل نہ کر لیا جائے۔“①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ ﴾ ”اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کریں۔“ یعنی ہمیں یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں یا کسی سے اس کا ذکر کریں۔ ﴿ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ⑯ ﴾ ”(اے پروردگار!) تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس طرح کی بات اس کے رسول کی بیوی اور اس کے خلیل کے حرم کے بارے میں کی جائے۔

پھر فرمایا: ﴿ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا ﴾ ”اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔“ اللہ تعالیٰ تمھیں منع فرماتا اور ڈانٹ پلاتا ہے کہ مستقبل میں پھر کبھی دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑰ ﴾ ”اگر تم مومن ہو۔“ اگر تمھارا اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان ہے اور تم اس کے رسول ﷺ کی تعظیم بجا لاتے ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔ اور اگر کوئی شخص کافر ہے تو اس کی بات دوسری ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ ﴾ ”اور اللہ تمھارے (سمجھانے کے) لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔“ یعنی وہ شرعی احکام اور قدری حکمتیں تمھارے سمجھانے کی خاطر واضح طور پر بیان فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ⑱ ﴾ ”اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔“ وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اور وہ اپنی شریعت و تقدیر میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت :19

مومنوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کی گوشمالی: یہ تیسری سرزنش ہے اس شخص کے لیے جو کوئی بری بات سنے اور وہ اس

---

① صحیح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکره......، حدیث: 5269 وصحیح مسلم، الإیمان، باب تجاوز اللّٰه عن حدیث النفس......، حدیث: (202)-127 واللفظ له عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ

ہے ⑳ اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے، تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ

برے کام ہی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک کبھی بھی پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جسے چاہے پاک کرتا

اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ㉑ ع 2 ⑩ 8

ہے، اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے ㉑

کے ذہن میں بیٹھ جائے اور وہ اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگے، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور اس طرح کی باتوں کو اسے نہیں پھیلانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا ﴾ ”بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا میں دکھ دینے والا عذاب ہے۔“ کیونکہ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے بری باتوں کا ظہور ہو، تب ان کے لیے دنیا میں حد کی صورت میں اور آخرت میں سزا کے طور پر (جہنم کا دکھ دینے والا) عذاب ہوگا۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲ ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ لہٰذا اپنے تمام امور و معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹا دو، رشد و بھلائی پالو گے۔

دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا ذلیل و خوار ہوتا ہے: امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے: [لَا تُؤْذُوا عِبَادَاللّٰهِ، وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ، وَلَا تَطْلُبُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، طَلَبَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، حَتّٰى يَفْضَحَهُ فِي بَيْتِهِ] ”اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، نہ انھیں طعنہ دو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کردے گا۔“①

تفسیر آیات: 21,20

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی یاد دہانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑳ ﴾ ”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت مہربان، بڑا رحیم ہے۔“ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر دوسرا معاملہ ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے جس نے اس معاملے میں توبہ کرلی اس کو اس نے معاف فرمادیا اور کچھ لوگوں پر حد قائم کرکے انھیں پاک کردیا، پھر فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ ﴾ ”اے مومنو! شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو۔“

---

① مسند أحمد: 279/5.

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ

اور تم میں سے فضل اور وسعت والے، قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی مدد) دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉒

کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھاری مغفرت فرمائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ㉒

﴿خُطُوٰتِ﴾ کا مفہوم: ﴿خُطُوٰتِ﴾ سے مراد شیطان کے طریقے، رستے اور وہ باتیں ہیں جن کا وہ حکم دے۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط﴾ ”اور جو شخص شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور برے کام ہی کا حکم دیتا ہے۔“ یہ بہت فصیح، بلیغ، مختصر اور بے حد خوبصورت عبارت میں شیطان کی پیروی سے نفرت دلائی جارہی ہے اور اس کی اتباع سے ڈرایا جارہا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط﴾ سے مراد شیطان کا عمل ہے۔① عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد شیطان کے وسوسے ہیں۔② قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ہر کام ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط﴾ میں سے ہے۔③ ابومجلز کا کہنا ہے کہ گناہوں کی نذر ماننا شیطان کے قدموں پر چلنا ہے۔④

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا لا﴾ ”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک (شخص) بھی تم میں سے کبھی پاک نہ ہوتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا نہ فرماتا اور نفسوں کو شرک اور فسق و فجور سے پاک نہ فرماتا اور ہر شخص کو گھٹیا اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا نہ فرماتا تو کسی شخص کو بھی نفس کی پاکیزگی اور خیر و بھلائی حاصل نہ ہوتی۔ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ط﴾ ”مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کردیتا ہے۔“ یعنی اپنی مخلوق میں سے اور جس کو چاہتا گمراہ کردیتا اور گمراہی اور سرکشی کی ہلاکتوں میں تباہ کردیتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ ”اور اللہ خوب سننے والا ہے۔“ یعنی اللہ خوب سننے والا ہے اپنے بندوں کے اقوال کو۔ ﴿عَلِيْمٌ ㉑﴾ ”بہت جاننے والا ہے“ کہ ان میں سے ہدایت کا مستحق کون ہے اور کون گمراہی کا مستحق ہے۔

تفسیر آیت: 22

اہلِ فضل کو جود و سخا کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَاْتَلِ﴾ ”اور وہ قسم نہ کھائیں۔“ یہ لفظ اَلْأَلِيَّة سے ہے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ ﴿اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ ”جو (لوگ) تم میں صاحب فضل اور صاحبِ وسعت ہیں۔“ یعنی وہ لوگ جو صاحب حیثیت ہیں، صدقہ اور احسان کرنے والے اور صاحب مال ہیں۔ ﴿اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ﴾ ”اس بات سے کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ خرچ وغیرہ) دیں۔“ یعنی تم قسم نہ کھاؤ کہ تم اپنے محتاج رشتہ داروں اور مہاجروں سے صلہ رحمی نہیں کروگے۔ صلہ رحمی کے سلسلے میں یہ حد

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2552/8. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2552/8. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2552/8. ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 2552/8.

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

بلاشبہ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب

عَظِيْمٌ ㉓ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉔ يَوْمَئِذٍ

ہے㉓ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف، ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے㉔ اس دن اللہ انھیں پورا

يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ㉕

پورا، ان (کے حساب کتاب) کا ٹھیک بدلہ دے گا (جس کے وہ مستحق ہیں) اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی واضح حق ہے㉕

درجے کی نرمی اور شفقت کی ترغیب دی گئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ﴾ ''اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔'' اس برائی اور تکلیف سے جو انھوں نے پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، اس کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ حلم اور لطف و کرم کا اظہار ہے۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انھوں نے قسم کھالی تھی کہ اب وہ مسطح ؓ پر خرچ نہیں کریں گے، اس لیے کہ وہ بھی عائشہ ؓ پر بہتان باندھنے والوں میں شامل ہے جیسا کہ قبل ازیں حدیث بیان کی جا چکی ہے۔① جب اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی براءت نازل فرمائی تو مومنوں کو فرحت و مسرت اور قرار نصیب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہتان میں حصہ لینے والے مومنوں کی توبہ کو قبول فرما لیا اور ان میں سے بعض پر حد بھی قائم کی گئی تو اب اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَهُ الْفَضْلُ وَالْمِنَّةُ۔ صدیق اکبر ؓ کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار مسطح بن اُثاثہ پر شفقت کریں کیونکہ وہ آپ کی خالہ کا بیٹا تھا اور حد درجہ مسکین آدمی تھا اور اس کے پاس کچھ بھی مال نہ تھا، لہٰذا ابوبکر ؓ ہی اس پر خرچ کیا کرتے تھے، وہ مہاجرین میں سے تھا، اس سے بھی زبان کی لغزش ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرما لیا اور اس پر حد بھی قائم کی گئی تھی۔

حضرت ابوبکر ؓ نیکی کے کاموں میں بہت معروف تھے، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں پر آپ کے بہت احسانات تھے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں یہ جملہ بھی آیا: ﴿ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ ''کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے؟'' کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے جس طرح تم اس کو معاف کرو گے جو تم پر زیادتی کرے اسی طرح ہم تمھیں معاف کر دیں گے اور جس طرح تم درگزر کرو گے، اسی طرح ہم تم سے درگزر کریں گے۔ اس آیت کریمہ کو سن کر صدیق اکبر ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بخش دے، پھر آپ نے حسب معمول مسطح کو خرچ دینا شروع کر دیا اور اپنے اس قول کہ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس کو فائدہ نہیں دوں گا، کے مقابلے میں کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔ اور اپنے اس طرح کے کارناموں ہی کی وجہ سے آپ صدیق کہلائے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ بِنْتِهٖ.

---

① دیکھیے النور، آیت: 11 کے ذیل میں عنوان: ''واقعۂ اِفک''

تفسیر آیات: 25-23

پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ہر پرہیز گار عورت کی نسبت امہات المومنین زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس آیت میں داخل ہوں بالخصوص جبکہ ان آیات کے نزول کا سبب ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام علماء رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے یا آپ پر اس طرح کا کوئی بہتان لگائے جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے، دیگر تمام امہات المؤمنین کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ...... ﴾ الآیۃ ''وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت کیے گئے ......'' اسی طرح جس طرح یہ فرمان ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ﴾ (الأحزاب 57:33) ''یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں کے لیے نازل ہوئی تھی اور آج بھی اگر کوئی مسلمان عورتوں کے بارے میں اس طرح کی شنیع حرکت کرے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی (عورت) ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ①

سات تباہ کن چیزیں: امام ابن ابوحاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ! قِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ] ''سات تباہ کر دینے والی باتوں سے اجتناب کرو! عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (2) جادو کرنا (3) کسی ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو مگر حق کے ساتھ (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال کھانا (6) جنگ کے دن منہ پھیرنا اور (7) پاک دامن، (بری باتوں سے) بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔'' ② اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں سب ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔'' ابن ابوحاتم

---

① تفسیر الطبری: 139/18. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2556/8. ③ صحیح البخاری، الوصایا، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ...... ﴾ (النسآء 10:4)، حدیث: 2766 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر وأکبرها، حدیث: 89.

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ

اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ㉖ ع 3 6 9

عورتوں کے لیے، یہ (پاکیزہ) لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت اچھا رزق ہے ㉖

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مشرکین جب یہ دیکھیں گے کہ جنت میں نمازی ہی داخل ہو رہے ہیں تو وہ کہیں گے کہ آؤ ہم اپنی بداعمالیوں کا انکار کر دیں، پس وہ انکار کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا، پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔ ①

ابن ابوحاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ اس قدر ہنسے کہ داڑھیں نمایاں ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: [تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَارَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَيَّ شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، فَيُقَالُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ، وَبِالْكِرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهٖ: اِنْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهٖ، ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ] ''تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے کے رب تعالیٰ سے جھگڑنے کی وجہ سے (ہنس رہا ہوں۔) بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ (تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہیں کروں گا۔) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! بندہ کہے گا کہ میں اپنے بارے میں اپنے نفس کے سوا اور کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا تو کہا جائے گا: آج تیرا نفس اور معزز (لکھنے والے) فرشتے تجھ پر گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بات کرو تو وہ بات کر کے اس کے اعمال کے بارے میں بتائیں گے، پھر (ان کے بات کرنے کے سلسلے کو منقطع کر دیا جائے گا اور) بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کہے گا کہ تمھارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، پس تمھاری ہی وجہ سے تو میں یہ سب کچھ کرتا تھا۔'' ② اور اس کو امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ﴾ ''اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں دین سے مراد حساب ہے اور قرآن مجید میں جتنی دفعہ بھی دین کا لفظ استعمال ہوا ہے حساب ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، بعض ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ④ ﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2558/8. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2559/8 . ③ صحیح مسلم، الزهد، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث: 2969 والسنن الكبرٰى للنسائی، التفسير، سورة الانفطار: 508/6، حديث: 11653. ④ تفسير ابن أبی حاتم: 2560,2559/8 وتفسير الطبری: 141/18.

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتی کہ تم اجازت لے لو، اور ان گھر والوں کو سلام کرو، یہ تمھارے

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ㉗ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ

لیے بہت بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ㉗ پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتی کہ تمھیں اجازت دے دی جائے

لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ㉘

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمھارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ㉘

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جہاں رہائش نہ ہو (اور) ان میں تمھارے لیے کوئی فائدہ ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ㉙

ہو اور جو تم چھپاتے ہو ㉙

﴿ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ㉕ ﴾ ”اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ برحق ہے (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔“ یعنی اس کا وعدہ، وعید اور حساب سب کچھ عدل پر مبنی ہے جس میں ظلم کی قطعاً کوئی آمیزش نہیں۔

تفسیر آیت:26

عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ یہ سب سے پاک باز انسان کی بیوی ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ناپاک باتیں ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور ناپاک مرد ہی ناپاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں اور پاک باتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد ہی پاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں، نیز انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بہتان باندھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، شعبی، حسن بن ابوالحسن بصری، حبیب بن ابوثابت اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ③

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بری بات برے لوگوں ہی کو زیب دیتی ہے اور پاکیزہ بات پاک لوگوں کے شایانِ شان ہے تو اس قاعدے کے مطابق منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بات منسوب کی ہے، اس کے زیادہ حق دار وہ خود ہیں اور ان کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عفت و پاک دامنی اور پاکیزگی و طہارت کی زیادہ حق دار ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ ﴾ ”یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ ④ تو اس تفسیر کے مطابق ان لوگوں

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2563,2562/8 وتفسیر الطبری: 142/18۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2564-2560/8 وتفسیر الطبری: 144-142/18۔ ③ تفسیر الطبری: 144/18۔ ④ تفسیر الطبری: 144/18۔

نے جو کہا ہے وہ لازمی طور پر انھی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی بیوی بنایا ہے، اس لیے کہ وہ پاک ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہر پاک سے پاک انسان سے بھی زیادہ پاکباز ہیں۔ اگر خدانخواستہ عائشہ ؓ ناپاک ہوتیں تو وہ شرعاً اور قدرۃً رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آنے کے لیے قطعاً موزوں نہ ہوتیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط ﴾ ”یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔“ یعنی وہ ان بہتان باندھنے والے دشمنوں کی باتوں سے بہت بعید ہیں۔ ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ”ان کے لیے بخشش ہے۔“ ان کی طرف اس جھوٹی بات کے منسوب کرنے کی وجہ سے۔ ﴿ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿26﴾ ﴾ ”اور عزت والی روزی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتوں سے بھری ہوئی بہشتوں میں۔ اس آیت کریمہ میں وعدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی جنت میں ہوگی۔

تفسیر آیات: 27-29

گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب: یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں اور داخل ہونے کے بعد سلام کہیں۔ اجازت تین بار طلب کی جائے اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ابوموسیٰ ؓ نے حضرت عمر ؓ سے تین بار اجازت طلب کی جب انھیں اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر ؓ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز سنی تھی کہ اجازت طلب کر رہے تھے! انھیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ انھیں تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں، پھر بعد میں جب آئے تو حضرت عمر ؓ نے پوچھا کہ واپس کیوں چلے گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تین بار اجازت طلب کی تھی، جب اجازت نہ ملی تو میں واپس چلا گیا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ] ”جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے۔“ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تمھیں اس بات کی گواہی پیش کرنا ہوگی ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ وہ انصار کی ایک جماعت کے پاس چلے گئے اور ان سے حضرت عمر ؓ کی بات بیان کی تو انھوں نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو ہم میں سے عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹا شخص بھی دے سکتا ہے تو ان کے ساتھ ابوسعید خدری ؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت عمر ؓ کو اس فرمانِ نبوی کے بارے میں بتایا تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ بازاروں میں خرید و فروخت کی وجہ سے میں اس فرمان کو سن نہ سکا۔①

---

① ماخوذ از صحیح البخاری، الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، حدیث: 6245 والبیوع، باب الخروج فی التجارۃ......، حدیث: 2062 و صحیح مسلم، الآداب، باب الاستئذان، حدیث: (33-36)-2153 عن أبی سعید الخدری و عبید بن عمیر ؓ.

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ کسی اور سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب فرمائی اور فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] ’’تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت۔‘‘ انھوں نے جواب میں عرض کی: [وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] ’’آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔‘‘ لیکن اس قدر آہستہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ سنا حتی کہ آپ نے تین بار سلام کیا اور سعد نے تینوں بار جواب دیا مگر اس قدر آہستہ آواز میں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ سنا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے تو سعد بھی آپ کے پیچھے ہو گئے اور انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے جب سلام فرمایا تو میں نے اسے اپنے کانوں سے سنا اور جواب بھی دیا مگر آہستہ آواز میں، میرا مقصد یہ تھا کہ آپ میرے لیے سلامتی اور برکت کی زیادہ دعا فرما دیں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور انھوں نے آپ کی خدمت میں مُنقّٰی (خشک انگور) پیش کیا، نبی ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی: [أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ] ’’نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں، فرشتے تمھارے لیے رحمت کی دعا کریں اور روزے دار تمھارے ہاں روزہ افطار کریں۔‘‘①

اجازت طلب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ امام ابوداود نے عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے گھر کے دروازے کے پاس تشریف لاتے تو آپ دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب تشریف فرما ہوتے اور فرماتے: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ] ’’تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو۔‘‘② اور یہ اس لیے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام ابوداود متفرد ہیں۔

صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْأَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ]، [مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ] ’’اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تمھارے گھر میں جھانکے اور تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔‘‘③

محدثین کی ایک جماعت نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے ذمے قرض کے بارے میں حاضر ہوا اور میں نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے فرمایا: [مَنْ ذَا؟] ’’کون؟‘‘ میں نے

---

① مسند أحمد: 138/3. ② سنن أبي داود، الأدب، باب كم مرة يسلّم الرجل في الاستئذان؟ حديث: 5186. ③ پہلا حصہ صحيح البخاري، الديات، باب من اطلع في بيت قوم ففقؤُوا عينهٗ فلَادية له، حديث: 6902 اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره، حديث: (44)-2158 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

عرض کی: [أَنَا] میں، تو آپ نے فرمایا: [أَنَا أَنَا] ’’میں میں۔‘‘ گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔① (’’میں‘‘ کے بجائے اپنا نام بتانا چاہیے۔) آپ نے اسے ناپسند اس لیے فرمایا کہ آدمی جب تک اپنا نام یا اپنی کنیت نہ بتائے جس کے ساتھ وہ مشہور ہو، معلوم نہیں ہوتا کہ اجازت مانگنے والا کون ہے، کیونکہ اپنے بارے میں ’’میں‘‘ تو ہر شخص کہہ سکتا ہے، اس سے وہ مقصود حاصل نہیں ہوسکتا جس کی خاطر اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں ﴿تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کے معنی ہیں کہ تم اجازت طلب کرلو۔② دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔③

امام احمد رحمہ اللہ نے کَلَدَہ بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ صفوان بن امیہ نے انھیں فتح مکہ کے موقع پر لِبَأً (پیوسی / بوہلی، یعنی مادہ جانور کا گاڑھا دودھ جو بچے کی پیدائش کے بعد تین، چار دن تک نکلتا ہے)، جَدایَہ (ہرن کے بچے کا گوشت) اور ضَغَابِیس (ککڑیاں) کے ساتھ بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وادی کے بالائی علاقے میں تھے۔ وہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، میں نے نہ سلام کیا اور نہ اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: [اِرْجِعْ، فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (أَ) أَدْخُلُ؟] ’’واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟‘‘ یہ صفوان کے مسلمان ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔④ اس کو ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔⑤

ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابورباح سے سنا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کررہے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ تین آیات کا لوگوں نے انکار کردیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ﴾ (الحُجرات 13:49) ’’بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔‘‘ اور لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ عزت والا وہ ہے جس کا گھر زیادہ بڑا ہو۔ اور اجازت طلب کرنے کا تو لوگوں نے انکار ہی کردیا ہے، میں نے عرض کی: کیا میں اپنی ان یتیم بہنوں سے بھی اجازت لوں جو میری حفاظت میں پرورش پارہی ہیں اور میرے ساتھ ایک ہی گھر میں رہ رہی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے سوال کو دہرایا (تاکہ مجھے رخصت مل جائے مگر) آپ نے انکار فرمادیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم انھیں عریاں دیکھو۔ میں نے جواب دیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر اجازت طلب کرو، میں نے

---

① صحیح البخاری، الاستئذان، باب: إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا، حدیث: 6250 وصحیح مسلم، الآداب، باب کراهة قول المستأذن: أنا......، حدیث: (39,38)-2155 وسنن أبی داود، الأدب، باب الرجل یستأذن......، حدیث: 5187 وجامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، حدیث: 2711 والسنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب الکراهیة فی أن یقول: أنا: 90/6، حدیث: 10160 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب الاستئذان، حدیث: 3709. ② تفسیر الطبری: 146/18 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2566/8. ③ تفسیر الطبری: 18/146-149 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2566,2567/8. ④ مسند أحمد: 414/3، البتہ قوسین والاحرف جامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم......، حدیث: 2710 میں ہے۔ ⑤ سنن أبی داود، الأدب، باب کیف الاستئذان؟ حدیث: 5176 وجامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، حدیث: 2710 والسنن الکبریٰ للنسائی، الأطعمة، باب الضّغابیس: 169/4، حدیث: 6735.

بھی اپنی بات کو پھر دہرایا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پھر ان سے اجازت لے کر اندر جاؤ۔ ①

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن طاؤس نے اپنے والد سے خبر دی کہ مجھے یہ بات سب سے زیادہ ناپسند ہے کہ میں اپنی کسی محرم خاتون کو عریاں دیکھوں، اس مسئلے میں وہ بہت سختی کرتے تھے۔ ابن جریج نے زہری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ہزیل بن شُرحبیل اَودِی اعمیٰ سے سنا کہ انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا کہ اپنی ماؤں کے پاس جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرو۔ ②

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آدمی اپنی بیوی کے ہاں جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ ③ اور یہ عدم وجوب پر محمول ہے ورنہ افضل یہ ہے کہ اپنی آمد کے بارے میں اسے بھی معلوم کرا دے اور اس کے پاس اچانک نہ جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ایسی حالت میں ہو جس میں دیکھنا اسے پسند نہ ہو۔ ابوجعفر بن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب کے بھتیجے سے اور انھوں نے زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ جب اپنے کسی کام سے فارغ ہو کر گھر آتے تو دروازے پر پہنچ کر گلا صاف کرتے اور تھوکتے کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ ہمارے پاس اچانک آ جائیں اور ہمیں کسی ناپسندیدہ حالت میں دیکھیں۔ ④ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

مقاتل بن حیان ارشاد باری تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِكُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَهۡلِهَا ؕ﴾ ”اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھر والوں کو سلام کرو۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنے کسی ساتھی سے ملتا تو اسے سلام نہیں کیا کرتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا: صبح بخیر، شام بخیر، اس وقت لوگوں کا آپس میں ملاقات کے وقت یہی سلام تھا اور جب کسی کے گھر میں جاتا تو اندر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب نہیں کیا کرتا تھا بلکہ اچانک اندر داخل ہو جاتا اور کہتا کہ میں آ گیا ہوں۔ یہ صورت حال گھر والوں کو ناگوار محسوس ہوتی تھی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہو، اللہ تعالیٰ نے ان ساری عادات کو بدل کر ایسے احکام دے دیے جن میں ستر پوشی اور عفت ہے، پاکیزگی اور ہر قسم کے میل کچیل سے صفائی اور طہارت کا اہتمام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِكُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَهۡلِهَا ؕ﴾ ”اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھر والوں کو سلام کرو۔“ ⑤ مقاتل نے جو بات کی ہے بہت اچھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكُمۡ

---

① تفسیر الطبری: 148/18 اس واقعے میں تین آیات کا ذکر آیا ہے جبکہ تفصیل میں دو کی طرف اشارہ ہے جبکہ تیسری سورۂ نساء کی آیت: 8 ہے جیسا کہ تفسیر ابن أبی حاتم: 2632/8 میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 149,148/18۔ ③ تفسیر الطبری: 149/18۔ ④ تفسیر الطبری: 149/18 ومسند أحمد: 381/1 وسنن ابن ماجه، الطب، باب تعليق التمائم، حديث: 3530۔ ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2566,2565/8۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝30

کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے ۝30

﴿خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' یعنی اجازت طلب کرنا بہتر ہے کیونکہ اس طرح دونوں کو خبر ہو جاتی ہے، اجازت طلب کرنے والے کو بھی اور گھر والوں کو بھی۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝27﴾ ''تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ﴾ ''پس اگر تم اس (گھر) میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تمھیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔'' ورنہ اجازت کے بغیر کسی کی ملکیت میں تصرف لازم آتا ہے اور یہ گھر کے مالک کی مرضی ہے کہ وہ چاہے تو اجازت دے اور اگر چاہے تو اجازت نہ دے۔ ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمھارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے۔'' یعنی اجازت سے قبل یا اس کے بعد اگر تم کو لوٹا دیں تو لوٹ جایا کرو اور اس صورت میں تمھارا لوٹ جانا ہی تمھارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝28﴾ ''اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

قتادہ کا قول ہے کہ ایک مہاجر نے کہا کہ میں ساری عمر اس طلب میں رہا کہ اس آیت کریمہ پر عمل کروں مگر ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے کسی بھائی سے اجازت طلب کی ہو اور اس نے مجھے کہا ہو کہ لوٹ جاؤ اور میں رشک کرتے ہوئے لوٹ جاؤں کہ مجھے اس آیت کریمہ پر عمل کا موقع مل گیا ہے۔① سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ۔'' یعنی لوگوں کے دروازوں پر کھڑے نہ رہا کرو۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ بستا ہو۔'' یہ آیت کریمہ پہلی آیت سے خاص ہے کہ ایسے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے جن میں کوئی نہ ہو اور ان میں تمھارا فائدہ ہو، مثلاً: ایسا گھر جو مہمانوں کے لیے خاص ہو تو ایسے گھروں میں داخلے کے لیے پہلی مرتبہ کی اجازت ہی کافی ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ پہلے حکم ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ کے عموم کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کا استثنا یہ ذکر کیا گیا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ﴾۔③ عکرمہ اور حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔④

تفسیر آیت: 30

نظر نیچی رکھنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ محرمات سے اپنی نظر نیچی رکھیں اور صرف انھی کی

---

① تفسیر الطبری: 151/18۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2568/8۔ ③ تفسیر الطبری: 154/18۔ ④ تفسیر الطبری: 154/18۔

طرف دیکھیں جن کی طرف دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ اگر قصد و ارادہ کے بغیر کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو فورًا اپنی نظر کو اس سے ہٹا لے جیسا کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے اچانک نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے حکم دیا کہ میں اپنی نظر کو ہٹا لوں۔ ① صحیح بخاری میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ (عَلَى الطُّرُقَاتِ)] ”رستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بعض دفعہ گفتگو کے لیے مجلسوں میں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: [(إِنْ أَبَيْتُمْ) فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ] ”اگر تم انکار کرتے ہو تو رستے کو اس کا حق دو۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: [غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ] ”نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔“ ②

چھ چیزوں کی ضمانت کی وجہ سے جنت میں داخلے کی ضمانت: ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ أَكْفُلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَايَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَايَخُنْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ] ”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (1) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے (3) اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے (4) اپنی نظر نیچی رکھو (5) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (6) اور اپنے ہاتھوں کو روکو۔“ ③

نظر چونکہ فساد قلب کا باعث بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اسی طرح آنکھوں کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ یہ شرم گاہوں کی حفاظت کا سبب بنتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ﴾ ”(اے نبی!) آپ مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔“ شرم گاہ کی حفاظت سے کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ اسے زنا سے روکا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴾ (المؤمنون 5:23) ”اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“

---

① صحیح مسلم، الآداب، باب نظر الفجاءة، حدیث: 2159۔ ② صحیح البخاری، الاستئذان، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا ......﴾ (النور24: 27-29)، حدیث: 6229 وصحیح مسلم، اللباس والزینة، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات......، حدیث: 2121، البتہ پہلے قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فیها......، حدیث: 2465 اور دوسرے قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الأدب، باب فی الجلوس بالطرقات، حدیث: 4815 کے مطابق ہیں۔ ③ معجم الصحابة للبغوی: 384/3، 385 رقم: 1318 والمعجم الکبیر للطبرانی: 262/8، حدیث: 8018 واللفظ له مزید دیکھیے السلسلة الصحیحة: 454/3، حدیث: 1470 و30/4، حدیث: 1525۔

اور کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھا نہ جائے جیسا کہ مسند احمد اور سنن کی حدیث میں ہے: [اِحۡفَظۡ عَوۡرَتَكَ إِلَّا مِنۡ زَوۡجَتِكَ أَوۡمَا مَلَكَتۡ يَمِينُكَ] ''اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیوی یا کنیز سے۔''①

﴿ ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ ﴾ ''یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی (کی بات) ہے۔'' یعنی یہ ان کے دلوں کے لیے بڑی پاکیزگی اور دین کی بڑی حفاظت کی بات ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی نظر کی حفاظت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نور بصیرت عطا فرماتا ہے، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نور قلب عطا فرماتا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ۝۳۰ ﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ ۝ ﴾ (المؤمن 19:40) ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو (ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔''

آنکھ، زبان، کان اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں: صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [(كُتِبَ) عَلَى ابۡنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدۡرَكَ ذٰلِكَ لَامَحَالَةَ، فَزِنَا الۡعَيۡنَيۡنِ: النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ: النُّطۡقُ، (وَالۡأُذُنَانِ زِنَاهُمَا: اَلۡاِسۡتِمَاعُ وَزِنَا الۡيَدَيۡنِ: الۡبَطۡشُ وَزِنَا الرِّجۡلَيۡنِ: الۡمَشۡيُ)وَالنَّفۡسُ تَمَنّٰى وَتَشۡتَهِي وَالۡفَرۡجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوۡيُكَذِّبُهُ] ''ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پالیتا ہے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسے دوسری سند کے ساتھ اسی طرح مسنداً روایت کیا ہے جو (تفسیر میں) مذکور ہے۔③

بہت سے سلف نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ بے ریش لڑکے کی طرف دیکھنے سے بھی اپنی نظر کی حفاظت کرے۔ ابن ابوالدنیا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ عَيۡنٍ بَاكِيَةٌ يَّوۡمَ الۡقِيَامَةِ إِلَّا عَيۡنًا غَضَّتۡ عَنۡ مَّحَارِمِ اللّٰهِ، وَعَيۡنًا سَهِرَتۡ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَعَيۡنًا خَرَجَ مِنۡهَا مِثۡلُ رَأۡسِ الذُّبَابِ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ] ''قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی، سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے نیچی ہوگئی اور وہ آنکھ جو اللہ

---

① مسند أحمد :4,3/5 و سنن أبی داود، الحمام، باب فی التعری، حديث :4017 و جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی حفظ العورة، حديث:2769 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب التستر عند الجماع، حديث:1920 و السنن الكبرٰى للنسائی، عشرة النساء، باب نظر المرأة إلى عورة زوجها:313/5، حديث 8972 عن معاوية بن حَيۡدَة القُشَيری رضی اللہ عنہ. ② صحيح البخاری، القدر، باب: و حرم على قرية......، حديث :6612 و صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنى......، حديث:2657 و اللفظ له. اور دونوں قوسوں والے الفاظ دیکھیے صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم......،حديث:(21)-2657 و مسند أحمد:536/2 و السنن الكبرٰى للنسائی، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ (النجم32:53):474,473/6، حديث:11544. ③ ملحوظہ: بعض نسخوں میں تَقَدَّمَ کے بجائے ذُكِرَ ہے اور ذُكِرَ ہی درست ہے اور ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے کیونکہ تَقَدَّمَ کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ مذکورہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے جبکہ یہ حدیث اسی مقام پر پہلی دفعہ آئی ہے۔ ہاں، اس کے بعد النجم، آیت:32 کے ذیل میں مکمل حدیث وارد ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

مگر جو (ازخود) اس میں سے ظاہر ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے خاوندوں

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ

پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے (سوتیلے) بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے

اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ

بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر یا اپنے دائیں ہاتھ کی ملکیت (کنیزوں) پر یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے

غَيْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ

والے نوکر چاکر مردوں پر یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں (کی چیزوں) سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین

بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے وہ (لوگوں کو) معلوم ہوجائے، اور اے مومنو! تم مجموعی طور

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿31﴾

پر اللہ سے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿31﴾

کے رستے میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے۔‘‘①

تفسیر آیت: 31

پردے کے احکام: یہ حکم اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو دیا، ان کے شوہروں اور اپنے مومن بندوں کو غیرت دلائی اور مومن عورتوں کو زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی صفات اور مشرک عورتوں کے افعال سے ممتاز کرنے کے لیے پردے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں مُقاتل بن حَیّان بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اسماء بنت مرشدہ بنو حارثہ میں اپنے کھجوروں کے باغ میں تھیں اور عورتیں ان کے پاس چادر اوڑھے بغیر ہی آنے لگیں جس سے ان کے پاؤں کی پازیبیں، ان کے سینے اور ان کی مینڈھیاں ننگی ہو گئیں، اسماء نے کہا کہ یہ کتنی بری بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ’’اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔‘‘② اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

---

① الدر المنثور: 74/5 و الترغيب والترهيب للمنذری، الجهاد، باب الترغيب فی الحراسة...... : 251/2، حديث: 12 و حلية الأولياء، ترجمة صفوان بن سليم: 191,190/3 و السلسلة الضعيفة 65/4، حديث: 1562، حدیث ضعیف ہے۔

② تفسير ابن أبی حاتم: 2573/8 .

﴿ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ میں ہے کہ وہ اپنی نگاہیں ان چیزوں سے نیچی رکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دے دیا ہے، یعنی اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر مردوں کی طرف نہ دیکھیں۔ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کی طرف شہوت کے بغیر دیکھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت حبشیوں کی طرف دیکھ رہے تھے جب عید کے دن وہ مسجد میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان سے اوٹ بنے ہوئے تھے حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (دیکھتے دیکھتے) اکتا گئیں اور واپس چلی گئیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ ''اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔'' سعید بن جبیر کہتے ہیں: یعنی بے حیائیوں سے بچیں۔ ② ابو العالیہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیت جس میں شرم گاہوں کی حفاظت کا ذکر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ زنا سے حفاظت کریں، البتہ اس آیت میں شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ انھیں کوئی نہ دیکھے۔ ③

﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ ''اور اپنی خوبصورتی کو ظاہر نہ کریں مگر جو (خود بخود) اس میں سے ظاہر ہو جائے۔'' یعنی اجنبیوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جس کا چھپانا ممکن نہ ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چادر اور کپڑے ہیں۔ ④ یعنی عرب کی عورتیں اوڑھنی اوڑھ لیا کرتی تھیں اور اس کے نیچے پہنے ہوئے کپڑے نظر آتے تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح کپڑوں کو چھپانا ممکن نہیں ہے اور اس کی نظیر عورتوں کے کپڑوں میں سے چادر ہے جس کا چھپانا ممکن نہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی طرح حسن، ابن سیرین، ابو جوزاء، ابراہیم نخعی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی کہا ہے۔ ⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ ﴾ ''اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔'' اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر اوڑھ لیا کریں اور اپنے سینوں کو چھپا لیں تا کہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کے طور طریقوں کی مخالفت کر سکیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت کی عورتیں پردے کا اس طرح اہتمام نہیں کرتی تھیں بلکہ ان میں سے کوئی عورت جب مردوں کے پاس سے گزرتی تو وہ اپنے سینے کو کھول کر گزرتی اور اسے قطعاً نہ چھپاتی تھی، بسا اوقات وہ اپنی گردن، بالوں کی مینڈھیوں اور کانوں کی بالیوں تک کو بھی ننگا کر لیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دے دیا کہ وہ پردے کا اہتمام کریں اور اپنے آپ کو چھپا کر رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ ﴾ (الأحزاب 33:59) ''اے پیغمبر! اپنی

---

① ماخوذ از صحیح البخاری، العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، حدیث: 950۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2573/8۔ ③ تفسیر الطبری: 155/18۔ ④ تفسیر الطبری: 157,156/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2574/8 ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2574/8۔

بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ امر اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔"

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ "اور وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔" خُمُرٌ، خِمَارٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جائے جنھیں لوگ آج کل اوڑھنی کہتے ہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ ﴾ کے معنی ہیں وہ باندھ لیں، ﴿ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ "اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں۔" تا کہ سینے اور چھاتی کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ "اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔" انھوں نے اپنی چادروں کو چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنا لیں۔ ② صَفِیّہ بنت شَیْبَہ سے بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ جب یہ آیت: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادروں کو لیا اور دونوں کناروں سے چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنا لیں۔ ③

جن لوگوں کے سامنے عورت اظہار زینت کرسکتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ ﴾ "اور اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر۔" یہ سب لوگ عورت کے محرم ہیں اور ان کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے لیکن (جاہلی طرز کا) اظہار محاسن جائز نہیں۔ ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے یہ ساری آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیونکہ ان کے بیٹوں کے ذکر سے ان کا ذکر از خود ہو گیا لیکن اسے چچا اور ماموں کے پاس اوڑھنی اتارنی نہیں چاہیے۔ ④ جہاں تک عورت کے شوہر کا تعلق ہے تو یہ سب حکم شوہر ہی کی وجہ سے تو دیا گیا ہے، بہر صورت عورت اپنے شوہر کے سامنے اس قدر اظہار زیب و زینت کر سکتی ہے جس قدر کسی دوسرے کے سامنے نہیں کر سکتی۔

اور فرمایا: ﴿ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ ﴾ "یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر۔" یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہیں مگر ذمیّوں کی عورتوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں تا کہ وہ اپنے مردوں کے سامنے جا کر بیان نہ کریں، اگرچہ ممانعت تمام عورتوں کے سامنے ہے مگر ذمیّوں کی عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی زیادہ شدید ممانعت ہے کیونکہ ان کے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2576,2575/8 و الدرالمنثور: 76/5۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ (النور 24:31)، حدیث: 4758۔ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ (النور 24:31)، حدیث: 4759۔ ④ المصنف لابن أبی شیبة، النکاح، باب ماقالوا فی الرجل ینظر إلی شعر جدته……: 13/4، حدیث: 17287۔

سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جبکہ مسلمان عورتیں جانتی ہیں کہ مردوں کے سامنے عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا حرام ہے، لہٰذا وہ اس سے رک جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَاتُبَاشِرِالْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا] ”کوئی عورت کسی عورت کے جسم کے ساتھ جسم کو نہ لگائے کہ وہ اس کی اپنے شوہر کے سامنے اس طرح تعریف کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔“ اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ ①

اور فرمایا: ﴿ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ”یا ان پر جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ (لونڈیاں۔)“ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشرک عورتوں میں سے جوان کی لونڈیاں ہوں تو ان کے سامنے بھی اظہار زینت جائز ہے گو وہ مشرک ہیں لیکن ان کی لونڈیاں ہیں۔ ② سعید بن مسیّب کا بھی یہی خیال ہے۔ ③ ﴿ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ ”یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے خدام مردوں پر۔“ جیسے مزدور اور خدام ہیں جو کفو نہیں ہوتے، ان میں عقل بھی نہیں ہوتی، عورتوں کے پاس جانے کی ان میں ہمت بھی نہیں ہوتی اور عورتوں کی ان میں خواہش بھی نہیں ہوتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بے خبر ہے جس میں شہوت نہ ہو۔ ④

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مخنث (ہیجڑا) ہے جس کے آلۂ تناسل میں انتشار پیدا نہ ہوتا ہو۔ ⑤ کئی ایک ائمۂ سلف سے اسی طرح منقول ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخنث رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آتا جاتا تھا اور اسے ان لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا جن میں عورتوں کی خواہش نہ ہو، ایک بار نبیٔ اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے اسے ایک عورت کی یہ تعریف کرتے ہوئے سنا کہ جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم کے چار حصے ہوتے ہیں اور جب جاتی ہے تو اس کے جسم کے آٹھ حصے ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أَرٰى هٰذَا يَعْرِفُ مَاهٰهُنَا؟ لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ] ”کیا میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جانتا ہے کہ یہاں کیا ہے؟ (آئندہ) یہ تمھارے پاس ہرگز نہ آئے۔“ ⑥ پس اسے نکال دیا اور یہ بیداء میں رہتا تھا، ہر جمعہ کے دن کھانا لینے کے لیے آ جایا کرتا تھا۔ ⑦

اور فرمایا: ﴿ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ ”یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہ ہوں۔“ یعنی کم عمری کی وجہ سے وہ عورتوں کے حالات، ان کے پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات و سکنات کو سمجھتے نہ ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کے عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغ ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا اور بدصورت اور خوب صورت عورت میں تمیز کر سکتا ہو تو

---

① صحیح البخاری، النکاح، باب: لاتباشرالمرأة المرأة......، حدیث :5241 اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسیر الطبری : 161/18 . ③ الدرالمنثور:77/5. ④ تفسیرابن أبی حاتم :2578/8 و تفسیر الطبری:162/18.
⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:2579/8 و تفسیر الطبری:164/18. ⑥ صحیح مسلم، السلام، باب منع المخنث من الدخول علی النساء الأجانب، حدیث:2181 . ⑦ سنن أبی داود، اللباس، باب فی قوله تعالٰی: ﴿ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ ﴾ (النور24:31)، حدیث : 4109 .

اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ] ’’عورتوں کے پاس جانے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔‘‘ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے داروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: [اَلْحَمْوُ: الْمَوْتُ] ’’عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے دار موت ہیں۔‘‘ ①

عورت کے لیے رستے میں چلنے کے آداب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ ...... ﴾ الآیۃ ’’اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں......‘‘ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ عورت جب رستے میں چلتی اور اس نے پاؤں میں پازیب پہنی ہوتی جس کی آواز سنائی نہ دیتی تو وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتی جس سے مردوں کو پازیب کی چھنک معلوم ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا، اسی طرح عورت کی زینت کی کوئی چیز اگر مستور ہو اور وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے تو وہ بھی ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ ﴾ کے اس حکم کے پیش نظر ممنوع ہے، اسی طرح عورت کے لیے گھر سے نکلتے وقت ایسی خوشبو اور عطر استعمال کرنا بھی ممنوع ہے جس کی خوشبو مردوں تک پہنچے اور وہ اسے سونگھیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی ؒ نے ابوموسیٰ اشعری ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَّالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، فَهِيَ كَذَا وَكَذَا] ’’ہر آنکھ بدکار ہے اور عورت جب عطر استعمال کر کے (مردوں کی) مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ایسی ویسی ہے۔‘‘ یعنی وہ بھی بدکار ہے، امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب سے متعلق حضرت ابوہریرہ ؓ سے بھی حدیث مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ② یاد رہے اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

علاوہ ازیں عورتوں کے لیے رستے کے درمیان میں چلنا بھی ممنوع ہے کیونکہ اس طرح بھی انھیں اظہار زیب و زینت کا موقع ملتا ہے۔ امام ابوداود نے ابواسید انصاری ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے مسجد کے باہر رسول اللہ ﷺ کو اس وقت ارشاد فرماتے ہوئے سنا جبکہ مرد حضرات عورتوں کے ساتھ درمیان رستے میں گھل مل گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: [اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ] ’’پیچھے ہٹ جاؤ، تمھیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ رستے کے درمیان چلو، تمھیں رستے کے کناروں پر چلنا چاہیے۔‘‘ آپ کے اس فرمان کے بعد عورت دیوار کے ساتھ لگ کر چلتی تھی حتی کہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے کی وجہ سے اس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا۔ ④

---

① صحيح البخاري، النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة......، حديث:5232 وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية......، حديث: 2172 عن عقبة بن عامر ؓ. ② جامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في كراهية خروج المرأة......، حديث :2786 . ③ سنن أبي داود، الترجل، باب في طيب المرأة للخروج، حديث:4173 والسنن الكبرٰى للنسائي، الزينة، باب مايكره للنساء من الطيب:430/5، حديث: 9422 . ④ سنن أبي داود، الأدب، باب في مشي النساء......، حديث:5272 .

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور تم اپنے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کر دو اور (ان کے بھی) جو تمھارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ㉜ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

انھیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ㉜ اور جو لوگ نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں پاک دامن رہنا چاہیے، حتی کہ اللہ اپنے

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے انھیں غنی کر دے، اور جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں مکاتبت کرنا (آزادی کی تحریر لکھانا) چاہیں، اگر تمھیں ان

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو تم ان سے مکاتبت کر لو اور تم انھیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے اور تمھاری لونڈیاں اگر پاک دامن

اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

رہنا چاہیں تو تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرنے کی خاطر انھیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو کوئی انھیں مجبور کرے تو بے شک ان کے مجبور کیے جانے

الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉝ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

کے بعد اللہ (ان کے لیے) غفور رحیم ہے ㉝ اور بلا شبہ ہم نے تمھاری طرف کھول کر بیان کرنے والی آیات، اور ان لوگوں کے کچھ حالات و واقعات بھی

اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ㉞ ع 4 8 10

جو تم سے پہلے گزر چکے، اور متقین کے لیے نصیحت نازل کی ㉞

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ㉛﴾ ”اور اے مومنو! تم سارے ہی اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان صفات جمیلہ اور اخلاق جلیلہ کے اختیار کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے بجالاؤ اور جاہلیت کی رذیل صفات و اخلاق کو ترک کر دو کیونکہ ہر طرح کی فلاح و کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور جس سے منع فرمایا ہے اسے فورًا ترک کر دیا جائے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الْمُسْتَعَانُ.

تفسیر آیات: 34-32

نکاح کا حکم: یہ آیات کریمہ بہت سے محکم احکام اور قطعی اوامر پر مشتمل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ”اور تم اپنے بے نکاحوں کے نکاح کر دو۔“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ”اے گروہِ جواناں! تم میں سے جس شخص کو نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے، اس سے نظر زیادہ نیچی رہتی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت ہو جاتی ہے اور جسے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔“ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

بیان کیا ہے۔ ①

سنن میں کئی ایک طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَزَوَّجُوا تَوَالَدُوا تَنَاسَلُوا، فَإِنِّي مُبَاهٍ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ’’شادی کرو، نسل کو پروان چڑھاؤ اور بڑھاؤ، پس بلاشبہ میں تمھاری وجہ سے روز قیامت امتوں پر فخر کروں گا۔‘‘ ②

﴿الْاَيَامٰى﴾ کا مطلب: أَيَامٰى، أَيِّم کی جمع ہے، أَيِّم اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی بیوی نہ ہو، شادی کرنے کے بعد جدائی اختیار کی ہو یا شادی کی ہی نہ ہو۔ اسے جوہری نے اہل لغت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَيِّمٌ اور اِمْرَأَةٌ أَيِّمٌ. ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ’’اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔‘‘ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں درحقیقت شادی کی ترغیب دی ہے، آزاد اور غلام سب لوگوں کو شادی کا حکم دیا ہے اور شادی کرنے کی وجہ سے خوش حالی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکاح کے ساتھ خوش حالی کو تلاش کرو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ’’اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔‘‘ ⑤ امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑥

اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت کے حق دار: اور لیث از محمد بن عجلان از سعید المقبُری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَوْنُهُمْ: اَلْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ، وَ(الْغَازِي) فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ’’تین آدمیوں کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے: (1) وہ مکاتب جو (اپنی غلامی کی) قیمت ادا کرنا چاہتا ہے (2) وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ عفت و پاکدامنی کا حصول ہے (3) اللہ کے رستے

---

① صحیح البخاری، النكاح، باب من لم يستطع الباءة......، حديث: 5066 و صحیح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح......، حديث: 1400 واللفظ له. ② ملحوظہ: یہ الفاظ سنن میں ہمیں نہیں ملے، البتہ اس سے ملتے جلتے الفاظ كشف الخفاء و مزيل الإلباس للعجلونی: 380/1، حديث: 1021 اور المقاصد الحسنة للسخاوی، حديث: 350 میں ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں، ضعيف الجامع الصغير، حديث: 2484 و موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة: 585/3، حديث: 8350، البتہ سنن أبي داود، النكاح، باب النهي عن تزويج......، حديث: 2050 کے یہ الفاظ صحیح ہیں: [تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ] ’’بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، بلاشبہ میں تمھاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کرنے والا ہوں۔‘‘ مزید دیکھیے مسند أحمد: 158/3 و السنن الكبرى للبيهقي، النكاح، باب استحباب التزوج......: 81/7. ③ الصحاح: 1518/4، مادة: أَيِّم. ④ تفسير الطبری: 167/18. ⑤ تفسير الطبری: 167/18. ⑥ تفسير البغوی 411,410/3 و تفسير ابن أبي حاتم: 868/3.

میں جہاد کرنے والا غازی۔'' اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔①

نبیٔ اکرم ﷺ نے اس شخص کی بھی شادی کرادی تھی جس کے پاس ایک چادر کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسے لوہے کی ایک انگوٹھی بھی میسر نہ آسکی تھی، اس کے باوجود آپ نے ایک عورت کے ساتھ اس کی شادی کرادی اور اس کا مہر یہ مقرر کیا کہ اسے جتنا قرآن مجید یاد ہے وہ اپنی بیوی کو بھی سکھا دے۔② اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم یہی ہے کہ وہ شادی کرنے والے کو اس قدر رزق ضرور عطا فرما دیتا ہے جو اس کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے کافی ہو۔

شادی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾ ''اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کردے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حکم دیا ہے جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو کہ وہ حرام کاری سے اجتناب کرے اور عفت و پاک دامنی کو اختیار کیے رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهٗ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ] ''اے گروہِ جواناں! تم میں سے جسے نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کرلے، یہ نظر کو زیادہ جھکا دینے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔''③

یہ آیت کریمہ مطلق ہے جبکہ سورۂ نساء کی حسبِ ذیل آیت خاص ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ ﴾ (النسآء 4:25) ''اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مومن لونڈیوں ہی سے جن کے مالک بنے ہیں تمھارے دائیں ہاتھ (وہ نکاح کرلے) اور اللہ تمھارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو ان (لونڈیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں دستور

---

① مسند أحمد: 251/2 و437 و جامع الترمذي، فضائل الجهاد، باب ما جاء في المجاهد......، حديث: 1655 و سنن النسائي، النكاح، باب معونة الله الناكح الذي......، حديث: 3220 و اللفظ له. مگر قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، العتق، باب المكاتب، حديث: 2518 میں ہے۔ ② ماخوذ از صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب القراءة عن ظهر القلب، حديث: 5030 و صحيح مسلم، النكاح، باب الصداق و جواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد ......، حديث: (77,76)-1425. ③ صحيح البخاري، النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، حديث: 5066 و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه......، حديث: 1400 و اللفظ له عن ابن مسعود رضي الله عنه.

کے مطابق ان کے مہر بھی ادا کرو، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی ہوں، پھر جب وہ نکاح میں آ جائیں اور اس کے بعد بدکاری کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت) تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' یعنی اگر تم لونڈیوں سے نکاح کرنے سے صبر کر لو تو یہ تمھارے لیے بہت اچھا ہوگا کیونکہ اس طرح جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی غلام ہوگی۔ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النسآء 4:25) ''اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

عکرمہ نے ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا﴾ ''اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کیے رہیں'' کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کو دیکھتا ہے تو وہ خواہش کرنے لگتا ہے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی ہے تو وہ اس کے پاس جا کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لے اور اگر اس کی بیوی نہ ہو تو وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت دیکھے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے غنی کر دے۔ ①

غلاموں سے مکاتبت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ﴾ ''اور وہ (غلام یا لونڈیاں) جو تم سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے مالکوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے غلام اگر ان سے مکاتبت کا مطالبہ کریں تو ان سے مکاتبت کر لو، بشرطیکہ غلام کے پاس کمائی کا ذریعہ ہو جس کے ساتھ کما کر وہ اپنے آقا کو حسبِ شرائط مال ادا کر سکے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ رَوْح نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا: جب مجھے یہ معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے اس سے مکاتبت کرنا واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو یہ واجب ہی ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آپ اسے کسی سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ موسیٰ بن انس نے انھیں خبر دی کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھا مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ ان سے مکاتبت کر لو مگر انھوں نے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دُرّے کے ساتھ مارا اور قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ﴾ ''اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔'' تو انھوں نے مکاتبت کر لی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اسی طرح تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔ ②

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2582/8. ② صحیح البخاري، المکاتب، باب المکاتب ونجومه......، قبل الحدیث: 2560.

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ میں نے عطاء سے کہا: جب مجھے معلوم ہو کہ اس کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے واجب ہے کہ میں اس سے مکاتبت کروں۔ انھوں نے جواب دیا: میرے نزدیک تو یہ واجب ہے۔ ① ابن جریر نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ سیرین نے مکاتبت کا ارادہ کیا مگر حضرت انس ؓ کو اس کے بارے میں توقف تھا تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تم اس سے ضرور مکاتبت کرلو۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ ''اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کرلو۔'' بعض نے کہا ہے کہ یہاں خیر سے مراد امانت ہے۔ ③ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صدق ہے۔ ④ بعض نے کہا کہ اس سے مراد مال ہے۔ ⑤ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ذریعۂ کمائی ہے۔ ⑥ ﴿وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾ ''اور اللہ نے جو مال تمھیں دیا ہے، اس میں سے تم انھیں بھی دو۔'' یعنی ان کا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اموالِ زکاۃ میں فرض قرار دیا ہے۔ یہ حسن، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ان کے والد زید بن اسلم اور مقاتل بن حیان کا قول ہے۔ ⑦ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑧ ابراہیم نخعی کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غلام کے آقا اور دیگر لوگوں کو اس پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ⑨ بُریدہ بن حُصَیب اسلمی اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ⑩ اور ابن عباس ؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گردنوں کے آزاد کرانے میں تعاون کریں۔ ⑪

لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔'' زمانۂ جاہلیت کے لوگوں میں اگر کسی کے پاس لونڈی ہوتی تو وہ اسے بدکاری کے لیے بھیج دیتا اور ہر وقت اس سے ٹیکس وصول کرتا رہتا تھا۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرما دیا۔ اس آیت کریمہ کے سببِ نزول کے بارے میں سلف و خلف میں سے بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن اُبَی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ⑫ اس کے پاس بہت سی لونڈیاں تھیں اور وہ ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے انھیں بدکاری پر مجبور کرتا تھا، نیز اس کا یہ بھی مقصد تھا کہ ان کے ہاں اولاد پیدا ہو اور ان پر بھی اسے حکومت کرنے کا موقع ملے۔

آثار و روایات: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار ؒ نے اپنی مسند میں امام زہری کی روایت بیان کی ہے کہ

---

① المصنف لعبد الرزاق، المكاتب، باب وجوب الكتاب......: 371/8، حديث: 55576. ② تفسير الطبري: 168/18. ③ تفسير الطبري: 170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585,2584/8. ④ تفسير الطبري: 170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2584/8. ⑤ تفسير الطبري: 171,170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585,2584/8. ⑥ تفسير الطبري: 169/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585-2583/8. ⑦ تفسير الطبري: 175/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2588/8. ⑧ تفسير الطبري: 176/18. ⑨ تفسير الطبري: 175/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2586/8 وتفسير البغوي: 413/3. ⑩ تفسير ابن أبي حاتم: 2586/8. ⑪ تفسير ابن أبي حاتم: 2586/8. ⑫ تفسير الطبري: 178,176/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2590,2589/8

عبداللہ بن ابی ابن سلول کی ایک لونڈی تھی جس کا نام مُعاذہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا، جب اسلام آیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''① اعمش نے ابوسفیان سے اور انھوں نے جابر سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لونڈی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا نام مُسیکہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کرتا اور وہ اچھی عورت تھی، اس لیے وہ بدکاری سے انکار کر دیتی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''②

مقاتل بن حَیّان نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے۔وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی دو لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرتے تھے، ان میں سے ایک کا نام مُسیکہ تھا وہ ایک انصاری کی لونڈی تھی، اُمَیمہ اُم مُسیکہ، عبداللہ بن اُبی کی لونڈی تھی، مُعاذہ اور اَرْوٰی بھی اسی طرح لونڈیاں تھیں۔ مُسیکہ اور اس کی ماں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے اس بات کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا ﴾ ''اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔'' یہ اس لیے فرمایا کہ اکثر و بیشتر وہ پاک دامن ہی رہنا چاہتی تھیں، اس لیے یہاں یہ مفہوم مراد نہیں ہے کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو پھر تم انھیں بدکاری پر مجبور کر سکتے ہو۔

کن کی کمائی ناپاک ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ ﴾ ''تا کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرو۔'' دنیاوی فوائد سے مراد ان کا ٹیکس، مہر اور ان کی اولاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سینگی (پچھنے) لگانے والے کی کمائی④

---

① كشف الأستار، التفسير:61/3، حديث: 2240 . ② السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾ :419/6، حديث:11365 وتفسير الطبري:177/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2589/8 .

③ تفسير ابن أبي حاتم : 2590/8 . ④ سنن ابن ماجه، التجارات، باب كسب الحجام، حديث:2165 عن أبي مسعود عقبة بن عمروؓ اسی طرح اس بارے میں [شَرُّ الْكَسْبِ...... كَسْبُ الْحَجَّامِ] ''بری کمائی پچھنے لگانے والے کی کمائی ہے۔'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔(صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث:1568 عن رافع بن خديجؓ.) مگر یہ ممانعت حرام کے حکم میں نہیں بلکہ جواز مع الکراہت کے باب سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے والے کو اجرت دی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے شروحات دیکھیے صحيح البخاري، الإجارة، باب خراج الحجام، حديث: 2278-2280.

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال (یوں ہے) جیسے ایک طاق ہو، جس میں چراغ ہو، چراغ ایک شیشے (کی قندیل) میں ہو، شیشہ جیسے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

چمکتا ستارہ ہو، وہ (چراغ) ایک مبارک درخت زیتون (کے تیل) سے جلایا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، یوں لگے جیسے اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

گا اگرچہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو، (وہ) نور علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿35﴾

کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے﴿35﴾

(سے منع فرمایا ہے اور) بدکار عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے (بھی) منع فرمایا ہے۔① اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَّمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَّكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ] ''کتے کی قیمت ناپاک ہے، بدکار عورت کی کمائی ناپاک ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک ہے۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾﴾ ''اور جو انھیں مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔③ ابن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشنے والا، مہربان ہے اور ان کا گناہ اسے ہوگا جو ان کو مجبور کرے گا۔④ مجاہد، عطاء خراسانی، اعمش اور قتادہ کا بھی قول اسی طرح ہے۔⑤

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں۔'' یعنی قرآن مجید کی آیات واضح اور روشن ہیں۔ ﴿وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور کچھ حال ان لوگوں کا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔'' یعنی سابقہ امتوں کی خبریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہونے والے عذاب کو بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ؗ﴾ (الزخرف 56:43) ''پھر ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنا دیا۔)'' ﴿وَمَوْعِظَةً﴾ ''اور نصیحت'' کہ جو گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿34﴾﴾ ''پرہیزگاروں

---

① صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن الكلب، حديث: 2237 وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث: 1567. ② صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث: (41)-1568 عن رافع بن خديج رضی اللہ عنہ. ③ دیکھیے النور، آیت: 33 کے ذیل میں عنوان: ''آثار و روایات'' ④ تفسير الطبري: 178/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2591/8. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 2592,2591/8 وتفسير الطبري: 178,177/18.

کے لیے۔'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے اور اس کا خوف رکھتے ہیں۔

تفسیر آیت:35

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔① ابن جریج کے بقول مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی اور ان کے نجوم اور ان کے شمس و قمر کی تدبیر فرماتا ہے۔②

سدی کہتے ہیں کہ اسی کے نور سے آسمان اور زمین جگمگا رہے ہیں۔③ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ...... أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ......] ''اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان مخلوقات کو جو ان میں ہیں، قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے سب تعریف ہے...... تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے......۔''④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھارے رب کے ہاں رات دن نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کا نور اس کے چہرۂ اقدس کے نور سے ہے۔⑤

﴿ مَثَلُ نُوْرِهٖ ﴾ ''اس کے نور کی مثال۔'' اس ضمیر کے بارے میں دو قول ہیں: (1) یہ اللہ عزوجل کی طرف عائد ہے، یعنی قلب مومن میں اس کی ہدایت کی مثال اس طرح ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔⑥ (2) ضمیر مومن کی طرف عائد ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ مومن کے اس نور کی مثال جو اس کے دل میں ہے، ایک طاق کی طرح ہے، گویا مومن کے دل کو اور جس ہدایت سے اسے سرفراز کیا گیا اور اپنے لیے قرآن سے جس رہنمائی کو وہ حاصل کر رہا ہے ایک طاق سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ﴾ (هود 17:11) ''تو بھلا جو اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی اس (اللہ) کی طرف سے آجائے (وہ قرآن کا انکار کر سکتا ہے؟)''

قلب مومن کو صاف شفاف ہونے کے اعتبار سے صاف شفاف جوہری شیشے کی قندیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور قرآن اور شریعت سے جو وہ ہدایت حاصل کرتا ہے، اسے ایسے عمدہ، صاف، چمک دار اور معتدل تیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں

---

① تفسير الطبرى:180/18 و تفسير ابن أبي حاتم: 2593/8 . ② تفسير الطبرى:180/18 . ③ تفسير ابن أبى حاتم: 2593/8 . ④ صحيح البخارى، التهجد، باب التهجد بالليل......، حديث: 1120 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة النبىﷺ......، حديث: 769 . ⑤ المعجم الكبير للطبرانى:179/9، حديث:8886 و كتاب العظمة لأبى الشيخ الأصفهانى: 477/2 و حلية الأولياء، ترجمة عبدالله بن مسعود : 187/1 ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر عربی میں [نور العرش] کے الفاظ ہیں جو ہمیں نہیں ملے، اس لیے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا گیا ہے۔ ⑥ تفسير الطبرى:182/18 .

کوئی میل یا ملاوٹ نہ ہو۔ ﴿كَمِشْكٰوةٍ﴾ ’’گویا ایک طاق ہے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، محمد بن کعب اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ مشکوٰۃ قندیل میں چراغ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ① اور یہی مشہور بات ہے، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ﴾ ’’جس میں ایک چراغ ہے۔‘‘ یعنی وہ دیا جو روشنی دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشکوٰۃ گھر کے طاق کو کہتے ہیں۔ ②

اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی اطاعت کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو نور کے نام سے موسوم فرمایا ہے، پھر اس اطاعت کے مختلف نام رکھے ہیں۔ ③ اُبی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ ﴿مِصْبَاحٌ ؕ﴾ کے معنی نور ہیں اور اس سے مراد قرآن اور سینے کا ایمان ہے۔ ④ سدی کہتے ہیں کہ ﴿مِصْبَاحٌ ؕ﴾ کے معنی چراغ کے ہیں۔ ⑤ ﴿اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ﴾ ’’(وہ) چراغ شیشے (کی قندیل) میں ہے۔‘‘ یعنی یہ روشنی ایک صاف شفاف قندیل میں چمک رہی ہے۔ اُبی بن کعب ؓ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ قلب مومن کی مثال ہے۔ ⑥ ﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ ’’وہ شیشہ (کی قندیل) گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔‘‘ بعض نے اسے دال کے ضمہ کے ساتھ، ہمزہ کے بغیر، یعنی دُرِّیٌّ پڑھا ہے، گویا وہ دُرّ موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے۔ بعض قراء نے اسے دُرِّیءٌ و دِرِّیءٌ پڑھا ہے۔ ⑦ یعنی دال کے کسرہ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ، یعنی دَرْءٌ سے، جس کے معنی دور ہٹا دینے کے ہوتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ستارے کو جب پھینک دیا جائے تو اس وقت دیگر حالات کی نسبت وہ زیادہ چمکتا ہے اور جن ستاروں کو پہچانا نہ جا سکے عرب انھیں دَرَارِیٌّ کہتے ہیں۔

اُبی بن کعب ؓ کا قول ہے کہ ﴿كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ کے معنی چمکدار ستارے کے ہیں۔ ⑧ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی چمکدار، روشن اور بڑے ستارے کے ہیں۔ ⑨ ﴿يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ ’’وہ (چراغ) ایک مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے۔‘‘ یعنی اس میں زیتون کے مبارک درخت کا تیل ڈالا جاتا ہے۔ ﴿زَيْتُوْنَةٍ﴾ ’’زیتون۔‘‘ یہ بدل یا عطف بیان ہے۔

﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ﴾ کا مفہوم: ﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ﴾ ’’نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف۔‘‘ یعنی وہ نہ اس کے مشرقی حصے میں ہے، لہٰذا دن کے ابتدائی حصے میں اس تک دھوپ نہیں پہنچتی اور نہ اس کے غربی حصے میں ہے کہ غروب سے قبل اس کا سایہ سکڑ جائے بلکہ یہ ایک ایسی درمیانی جگہ میں ہے کہ ابتدا سے لے کر آخر وقت تک سارا دن سورج اس پر چمکتا ہے جس کی وجہ سے اس کا تیل صاف شفاف، معتدل اور چمکدار ہوتا ہے۔

ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ﴾ ’’زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی‘‘ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صحرا کا درخت ہے جس پر کسی درخت یا پہاڑ یا غار کا سایہ نہ ہو اور نہ اسے

---

① تفسیرابن أبی حاتم: 2595/8 وتفسیر الطبری: 183/18و 186 . ② تفسیرابن أبی حاتم: 2596/8 وتفسیر الطبری: 185/18. ③ تفسیر الطبری: 185/18 . ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2596/8 . ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2596/8 . ⑥ تفسیرالطبری: 184/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2595/8 . ⑦ تفسیرالطبری: 187/18 . ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم: 2598/8 . ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم: 2598/8 .

کوئی چیز چھپائے ہوئے ہو، ایسا درخت تیل کے لیے بہترین ہوتا ہے۔ ① مجاہد ﴿ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ﴾ ''زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مشرق کی طرف نہیں ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے اور نہ مغرب کی جانب ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے، اس لیے وہ مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی کہ طلوع سے لے کر غروب تک ہر وقت اسے دھوپ پہنچتی ہے۔ ② سعید بن جبیر نے ﴿ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ ﴾ ''زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے۔'' اس کے بارے میں کہا ہے کہ ایسا تیل سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ مزید کہا کہ جسے سورج کے طلوع ہوتے وقت مشرق کی طرف سے دھوپ ملے اور سورج کے غروب ہوتے وقت مغرب کی طرف سے دھوپ ملے، یعنی صبح شام اسے دھوپ ملے تو ایسے درخت کو مشرقی یا مغربی نہیں کہا جا سکتا۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ﴾ ''قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل روشن ہو جائے، خواہ آگ اسے نہ چھوئے۔'' عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ تیل کی چمک دمک روشنی کر دے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ﴾ ''روشنی پر روشنی ہے۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بندے کا ایمان اور عمل ہے۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد آگ کی روشنی اور تیل کی روشنی ہے کہ یہ دونوں جب جمع ہوں تو چمکنے لگیں، ان میں سے ایک دوسری کے بغیر چمک نہیں سکتی، اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو کر جگمگانے لگتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی چمک دوسرے کی رہینِ منت ہے۔ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ جس کو منتخب فرماتا ہے اپنی ہدایت کی طرف اس کی رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِي ظُلْمَةٍ، ثُمَّ أَلْقَى عَلَيْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ، فَمَنْ أَصَابَهٗ مِنْ نُّوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ، اِهْتَدٰى، وَمَنْ أَخْطَأَهٗ، ضَلَّ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر اسی دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے اس دن وہ نور حاصل ہو گیا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جسے وہ نور حاصل نہیں ہو سکا وہ گمراہ ہو گیا۔'' اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم خشک ہو گیا ہے۔ ⑦

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵ۙ ﴾ ''اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے

---

① تفسبر ابن أبی حاتم: 2600/8۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2601/8۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2601/8۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2602/8۔ ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2603/8۔ ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم: 2603/8۔ ⑦ مسند أحمد: 176/2۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ㊱

یہ (چراغ اور قندیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کی بابت) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے (اور) وہ وہاں

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ ۙ یَخَافُوْنَ

صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں ㊱ وہ لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت، اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے سے غافل نہیں کرتی،

یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ ㊲ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گے ㊲ (وہ یہ کام کرتے ہیں) تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور

فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ㊳

انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ㊳

لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے جب اس نور ہدایت کی یہ مثال بیان فرمائی جسے اس نے مومن کے دل میں پیدا فرمایا ہے تو اس نے اس آیت کریمہ کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ یہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور ضلالت کا مستحق کون۔

تفسیر آیات :36-38

مساجد کے فضائل و آداب: اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت وعلم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی جو صاف شفاف قندیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ ہیں اور مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾ ”(وہ قندیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کے بارے میں) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان مسجدوں کو میل کچیل اور ایسے بے ہودہ اقوال وافعال سے پاک رکھا جائے جو ان کے شایان شان نہ ہوں جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں لغو کاموں سے منع فرمایا ہے۔ ① عکرمہ، ابوصالح، ضحاک، نافع بن جبیر، ابوبکر بن سلیمان بن ابوخیثمہ، سفیان بن حسین اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ②

مساجد کی تعمیر، احترام، تعظیم، تطہیر اور انھیں معطر رکھنے کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور یہ ایک مستقل کتاب کا موضوع ہیں اور میں نے بحمد اللہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ان میں سے کچھ احادیث کو یہاں بیان کرنے کی سعادت بھی حاصل کی جا رہی ہے۔ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَیْهِ التُّكْلَانُ۔

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا...... یَبْتَغِي بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ

---

① تفسیر الطبری :192/18 وتفسیر ابن أبی حاتم :2604/8۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :2604/8۔

اس کے لیے اسی طرح جنت میں گھر بنائے گا۔“①

اور امام ابن ماجہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یُّذْکَرُ فِیهِ اسْمُ اللّٰهِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ذکر کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنائے گا۔“② اور امام نسائی نے بھی اسی طرح اسے روایت کیا ہے۔③

اس موضوع کی بہت سی احادیث ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم محلوں میں مسجدیں بنائیں، انھیں پاک صاف رکھیں اور خوشبو سے معطر کریں۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام نسائی کے سوا دیگر اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے۔④ مسند احمد اور ابوداود میں سمرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑤

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے لیے ایسی مسجد بناؤ جو انھیں چھپا لے اور اسے سرخ یا زرد رنگ میں نہ رنگو تاکہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔⑥

امام ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَاأُمِرْتُ بِتَشْیِیدِ الْمَسَاجِدِ] ”مجھے مسجدوں کو چونا گچ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مسجدوں کو اس طرح مزین کروں جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو مزین کیا تھا۔⑦

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَتَبَاهَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ] ”قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں فخر کرنے لگیں گے۔“ اس کو امام احمد اور اہل سنن نے سوائے ترمذی کے روایت کیا ہے۔⑧ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں اپنے گم شدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کون ہے جو سرخ اونٹ کے بارے میں بتائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَاوَجَدْتَ، إِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهٗ] ”(اللہ کرے) تو نہ پائے، مسجدیں انھی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا گیا ہے۔“⑨

---

① صحیح البخاری، الصلاة، باب من بنٰی مسجدا، حدیث:450 و صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل بناء المساجد......، حدیث : 533 . ② سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب من بنی للّٰه مسجدا، حدیث : 735 . ③ سنن النسائی، المساجد، باب الفضل فی بناء المساجد، حدیث : 689 عن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ . ④ مسند أحمد : 279/6 و سنن أبی داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث : 455 وجامع الترمذی، الجمعة، باب ماذکر فی تطییب المساجد، حدیث: 594 وسنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب تطهیر المساجد......، حدیث:759,758 . ⑤ مسند أحمد:17/5 وسنن أبی داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث:456. ⑥ صحیح البخاری، الصلاة، باب بنیان المسجد، قبل الحدیث : 446 . ⑦ سنن أبی داود، الصلاة، باب فی بناء المساجد، حدیث : 448 . ⑧ مسند أحمد.:134/3 وسنن أبی داود، الصلاة، باب فی بناء المساجد، حدیث : 449 وسنن النسائی، المساجد، باب المباهاة فی المساجد، حدیث : 690 وسنن ابن ماجه، المساجد......، باب تشیید المساجد، حدیث : 739 . ⑨ صحیح مسلم، المساجد......، باب النهی عن نشد الضالة......، حدیث:569 .

مسجد میں تجارت جائز ہے نہ گم شدہ چیز کا اعلان: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّبِيعُ أَوْيَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً، فَقُولُوا: لَارَدَّاللّٰهُ عَلَيْكَ] ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے سنو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری اس چیز کو نہ لوٹائے۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔①

امام بخاری رحمہ اللہ نے سائب بن یزید کندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میری طرف کنکری پھینکی، میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، فرمانے لگے: جاؤ ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ، میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے آیا تو آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ یا آپ نے یہ فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم طائف سے آئے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہو!② امام نسائی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کی آواز کو سنا تو فرمایا: تم جانتے ہو اس وقت کہاں ہو؟③ یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ ابویعلی موصلی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو مسجد میں عود سلگایا کرتے تھے۔④ اس حدیث کی سند حسن ہے اس میں کوئی علت نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

پچیس گنا زیادہ ثواب حاصل کیجیے: صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِي بَيْتِهٖ وَ فِي سُوقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ أَنَّهٗ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَايُخْرِجُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا (رُفِعَ) لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ، اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ! اِرْحَمْهُ، وَلَايَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّاانْتَظَرَ الصَّلَاةَ] ''آدمی کو باجماعت نماز ادا کرنے کا گھر یا بازار میں نماز ادا کرنے کی نسبت پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ آدمی جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف چل پڑے اور نماز ہی کے قصد وارادہ سے چلے تو ہر قدم کے عوض اس کے لیے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ جب نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت بھیج! اے اللہ! اس پر رحم فرما اور وہ نماز ہی کے حکم میں ہوتا ہے جب تک نماز کا

---

① جامع الترمذی، البیوع، باب النھی عن البیع......، حدیث:1321۔ ② صحیح البخاری، الصلاۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، حدیث:470۔ ③ دیکھیے تحفۃ الأشراف:175/7، حدیث:10382 جبکہ نسائی میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ④ مسند أبی یعلی الموصلی:170/1، حدیث:190۔

انتظار کرتا رہتا ہے۔'' ①

اور سنن میں ہے: [بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو خوش خبری سنا دو کہ انھیں روز قیامت مکمل نور حاصل ہوگا۔'' ②

مسجد میں داخل ہونے کی دعا: مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔ ③ اور یہ کہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ] ''میں عظمت و جلال والے اللہ اور اس کے کریم چہرے اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے۔'' آپ نے فرمایا: جب یہ کلمات کہہ لیے جائیں تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہوگیا۔ ④ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ ابوحُمید یا ابواُسَید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو (یہ) کہے: اے اللہ! بلاشبہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔'' ⑤ اس کو امام نسائی نے بھی ابوحمید اور ابواسید سے مقروناً روایت کیا ہے۔ ⑥

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ''تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو تو وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو پھر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! شیطان مردود سے میری حفاظت فرما۔'' اس کو امام ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں

---

① صحيح البخاری، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 647 اور قوسین والا لفظ صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل الصلاة المكتوبة فی جماعة......، بعد الحديث: 661 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ② سنن أبی داود، الصلاة، باب ماجاء فی المشی إلى الصلاة فی الظلم، حديث: 561 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعة، حديث: 223 عن بريدة رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب المشی إلى الصلاة، حديث: 781 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ ③ صحيح البخاری، الصلاة، باب التيمن فی دخول المسجد وغيره......، قبل الحديث: 426۔ ④ بخاری میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ سنن أبی داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل عند دخوله المسجد؟ حديث: 466 میں ہے۔ ⑤ صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب ما يقول إذا دخل المسجد؟ حديث: 713۔ ⑥ سنن النسائی، المساجد، باب القول عند دخول المسجد......، حديث: 730۔

بھی بیان کیا ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ’’اوراس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الأعراف 31:7) ’’اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔‘‘ ﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۥ﴾ (الأعراف 29:7) اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾ (الجن 18:72) ’’اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کے لیے ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ’’اوراس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے‘‘ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کی جائے۔ ② اور فرمایا: ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۳۶﴾ ’’(اور) وہ ان (گھروں) میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔‘‘ غدو اور آصال کے معنی صبح شام کے ہیں۔ آصال، اصیل کی جمع ہے، اصیل دن کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔

تاجر ہوشیار باش! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ’’(یعنی ایسے) مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (المنفقون 9:63) ’’اے مومنو! تمھیں تمھارے مال اور تمھاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ﴾ (الجمعة 9:62) ’’اے مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت ترک کردو۔‘‘

ان آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں کو دنیا، اس کی زیب وزینت، خرید وفروخت اور نفع کمانے کی لذت ان کے رب کے ذکر سے غافل نہ کردے کیونکہ وہی تو ان کا خالق ورازق ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے اور جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس کی نسبت وہ بدرجہا نفع بخش ہے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ ہے اس نے بالآخر ختم ہو جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۽﴾ ’’جنھیں اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔‘‘ یعنی وہ اپنی چاہت اور پسند سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس

---

① سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، حديث: 773 وصحيح ابن خزيمة، أبواب الأذان والإقامة، باب السلام على النبيﷺ ومسألة الله فتح أبواب الرحمة عند دخول المسجد: 231/1، حديث: 452 وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر ما يقول المرء عند دخول المسجد يريد الصلاة؟ 396,395/5، حديث: 2047. ② تفسير الطبري: 194/18.

کی چاہت کو ترجیح دیتے ہیں۔

سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور سب مسجد میں چلے گئے، یہ دیکھ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انھی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے: ﴿ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ...... ﴾ الآیۃ ''جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت......'' اس کو ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔① علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ کے ذکر سے مراد فرض نماز ہے۔② مقاتل بن حیان اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔③ سدی کہتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔④ مُقاتل بن حَیَّان نے کہا ہے کہ خرید و فروخت انھیں نماز میں حاضر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ نمازوں کے اوقات کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور نمازوں میں ان امور کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔⑤

﴿ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝37 ﴾ ''وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ پلٹ جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن سے جس میں دل اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، ڈرتے ہیں کہ اس دن کی گھبراہٹ بہت شدید اور ہولناکیاں بہت سخت ہوں گی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۥ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ ﴾ (المؤمن 18:40) ''اور آپ انھیں قریب آنے والے دن سے ڈرائیں جبکہ دل غم سے بھر کر گلوں کے قریب آ رہے ہوں گے اور ظالموں کا کوئی دلی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے۔''

اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ ﴾ (إبراهيم 42:14) ''وہ صرف انھیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ ﴾ (الدهر 12-8:76) ''اور وہ کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلاتے ہیں، نہ تم سے کسی عوض کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (طلب گار۔) ہم اپنے پروردگار سے چہرے بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر سے بچا لیا اور انھیں

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2607/8 وتفسير الطبري: 195/18. ② تفسير الطبري: 196/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2608/8. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2608/8 . ④ تفسيرابن أبي حاتم: 2609/8 . ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 2609/8 .

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل میدان میں ریت کی طرح ہیں، پیاسا اس (ریت) کو پانی سمجھتا رہا، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس

يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿39﴾ لا اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ

نے وہاں کچھ بھی نہ پایا، اور اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿39﴾ یا (کافروں کے اعمال) گھرے

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ

سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿40﴾ ع 5 6 11

اندھیرے) ہوں، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے، اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں ﴿40﴾

تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائی اور ان کے صبر کے عوض انھیں بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) کا بدلہ عطا فرمایا۔"

اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا ﴾ "تاکہ اللہ انھیں ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے۔" یعنی ان لوگوں کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾ "اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے۔" یعنی ان کی نیکی کو قبول فرما کر اس کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 40:4) "بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہوگی تو وہ اسے دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔" اور فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 160:6) "جو کوئی (اللہ کے حضور) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے ویسا دس گنا (ثواب) ہے اور جو ایک برائی لائے گا تو اسے سزا ویسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 245:2) "کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ اسے اس کے لیے کئی گنا زیادہ بڑھا دے اور اللہ ہی (روزی کو) تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ (البقرة 261:2) "اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿38﴾ ﴾ "اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔"

تفسیر آیات: 40,39

کفار کی دو قسموں کی مثالیں: یہ دو مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دو قسموں کے لیے بیان فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی ابتدا میں منافقوں کی دو قسموں کے لیے ناری اور آبی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔① اور جیسا کہ دلوں میں راسخ

---

① دیکھیے البقرة، آیات: 17-20 کے ذیل میں۔

ہونے والے علم وہدایت کی ناری وآبی دومثالیں سورۂ رعد میں بیان فرمائی ہیں۔ ① ان میں سے ہرایک کی مثال کے بارے میں ہم نے اپنے اپنے مقام پر قبل ازیں گفتگو کی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

یہاں جو دو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے پہلی مثال ان کفار کی ہے جو اپنے کفر کے داعی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کچھ اعمال واعتقادات بھی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں، ان کی مثال اس سراب کی سی ہے جو زمین کے میدانی علاقوں میں دور سے یوں نظر آتا ہے گویا پانی سے بھرا ہوا سمندر رہو۔ قِیعَةٌ، قَاعٌ کی جمع ہے جس طرح جِیرَةٌ، جَارٌ کی جمع ہے اور قاع ، قِیعَان کا واحد بھی ہے جیسا کہ جار اور جیران ہے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جو ہموار، کشادہ اور پھیلی ہوئی ہو، ایسی زمین ہی میں سراب نظر آتا ہے اور یہ نصف النہار کے بعد ہوتا ہے۔ اور ''آل'' وہ ہے جو دن کے ابتدائی حصے میں اس طرح نظر آتا ہے، گویا آسمان وزمین کے درمیان پانی ہو۔

جب سراب کو وہ شخص دیکھتا ہے جسے پانی کی ضرورت ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی ہے تو وہ اس کا قصد کرتا ہے تاکہ وہاں جا کر پانی پی لے مگر جب وہاں پہنچتا ہے ﴿لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾ ''تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔'' اسی طرح کافر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اچھا کام کیا ہے اور کچھ حاصل کرلیا ہے مگر جب روز قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا اور اس کے افعال کے بارے میں اس سے باز پرس فرمائے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا کوئی عمل ذرا بھر بھی قبول نہیں ہوا اور وہ اس لیے کہ اس نے وہ عمل یا تو اخلاص کے ساتھ نہیں کیا تھا یا شریعت کے مطابق نہیں کیا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝﴾ (الفرقان 23:25) ''اور انھوں نے جو کوئی (نیک) عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتا ہوا پراگندہ گرد وغبار بنادیں گے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝39﴾ ''اور اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اس (اللہ) نے اسے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' ابیّ بن کعب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ②

صحیحین میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تو کسی کو اپنا بیٹا ہی نہیں بنایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب! ہمیں بہت پیاس لگی ہے، تو ہمیں پانی پلا دے تو انھیں اشارہ کیا جائے گا کہ کیا ادھر نہیں چلتے۔ ③ آگ کو ان کے لیے سراب بنا دیا جائے گا، اس کا بعض، بعض کو توڑ پھوڑ رہا ہوگا، وہ اس کی طرف چلیں گے مگر اس میں گر جائیں گے۔ ④

---

① دیکھیے الرعد، آیت : 17 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری : 200,199/18 و تفسیر ابن أبی حاتم:2613-2611/8 .

③ تفسیر ابن کثیر میں [فَيُقَالُ: أَلَا تَرِدُونَ؟] ''تو انھیں کہا جائے گا کہ کیا تم نہیں دیکھتے'' کے الفاظ ہیں لیکن ہم نے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا ہے۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ﴾ (النسآء4:40)......، حدیث: 4581 وصحیح مسلم، الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة، حدیث:183 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ .

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور (فضا میں) پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی، ہر ایک نے

قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿41﴾ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ

اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح جان لی ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿41﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی،

وَالۡاَرۡضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿42﴾

اور اللہ ہی کی طرف (سب کی) واپسی ہے ﴿42﴾

یہ جہل مرکب (خلاف واقع کسی شے کا پختہ اعتقاد رکھنا) کافروں کی مثال ہے اور جہل بسیط (ایسی شے سے ناواقف رہنا جس کا علم ہونا چاہیے) یعنی ائمۂ کفر کے مقلدوں، بہروں، گونگوں اور بے وقوف کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ ﴾ ''یا (ان کے اعمال) نہایت گہرے سمندر میں اندھیروں کے مانند ہیں۔'' قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿ لُّـجِّىٍّ ﴾ کے معنی عمیق کے ہیں۔① ﴿ يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ ﴾ ''اسے ایک لہر ڈھانپتی ہو (اور) اس کے اوپر ایک اور لہر (آرہی) ہو (اور) اس کے اوپر بادل ہو، (غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔'' یعنی سخت تاریکی کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکتا ہو۔ یہ ایسے کافر کے دل کی مثال ہے جو جاہل بسیط اور مقلد ہو اور اس کے حال کو نہ جانتا ہو جو اس کا قائد ہے اور نہ یہ جانتا ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے جیسا کہ مثال کے طور پر جاہل سے کہا جاتا ہے کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ اور جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ ﴾ ''(غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر پانچ قسم کے اندھیروں میں مبتلا ہے: اس کی بات اندھیرا ہے، اس کا عمل اندھیرا ہے، اس کا اندر آنا اندھیرا ہے، اس کا باہر جانا اندھیرا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا اندھیروں، یعنی آگ میں ہوگا۔② سدی اور ربیع بن انس نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③

﴿ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿40﴾ ﴾ ''اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں ہے۔'' یعنی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہ فرمائے وہ تباہ و برباد، جاہل اور کافر ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ ؕ...... ﴾ الآية (الأعراف 186:7) ''جسے اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں......'' اس کے برعکس مومنوں کے لیے اس نے فرمایا تھا: ﴿ يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ ﴾ (النور 35:24) ''اللہ اپنے نور کی طرف جسے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2613/8 وتفسير الطبری : 201/18 . ② تفسير ابن أبی حاتم : 2614/8 وتفسير الطبری : 201/18 . ③ تفسير ابن أبی حاتم: 2615,2614/8 .

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل چلاتا ہے، پھر وہ انھیں باہم ملاتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان (بادلوں)

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

کے درمیان میں سے مینہ نکلتا ہے اور وہ اس آسمان کے اندر کے پہاڑوں سے اولے برساتا ہے، پھر وہ انھیں (اس پر) پہنچاتا ہے جس پر وہ چاہتا ہے،

يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ ﴿43﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ

اور جس سے چاہے پھیر دیتا ہے، لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو اچک لے جائے گی ﴿43﴾ اللہ ہی رات اور دن کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿44﴾

بلاشبہ ان (نشانیوں) میں اہل نظر کے لیے (سامانِ) عبرت ہے ﴿44﴾

چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' ہم عظمت وجلال کے مالک اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں نور، ہمارے دائیں طرف نور اور ہمارے بائیں طرف نور پیدا فرما دے اور ہمارے لیے نور میں اضافہ فرما دے۔

تفسیر آیات :42,41

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز، یعنی فرشتے، انسان، جن، حیوان حتی کہ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء یل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے (سب) اسی کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حوصلے والا، بہت بخشنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ﴾ ''اور پر پھیلائے ہوئے پرندے (بھی۔)'' یعنی پرندے بھی اڑتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں تسبیح الہام فرمائی اور ان کی رہنمائی فرمائی ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ﴾ ''ہر ایک (مخلوق) نے اپنی نماز (عبادت) اور تسبیح جان لی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی اپنی عبادت کے طریقے اور رستے کی طرف رہنمائی فرما دی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسے یہ سب باتیں معلوم ہیں اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿41﴾﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے، وہی حاکم ومتصرف اور الٰہ ومعبود ہے، عبادت اسی کی ہے اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿42﴾﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف واپسی ہے۔'' یعنی قیامت کے دن، پھر اس دن جو وہ چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ۝﴾ (النجم 31:53) ''تاکہ جن لوگوں نے برے

کام کیے انھیں اُن کے اعمال کی سزا دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھائی کے ساتھ جزا دے۔'' وہ خالق و مالک ہے، دنیا و آخرت میں اسی کی حکومت ہے اور دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔

تفسیر آیات :44,43

بادلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تنبیہ کا نمایاں پہلو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت کے ساتھ بادلوں کو چلاتا ہے اور جب انھیں پیدا فرماتا ہے تو ابتدا میں وہ بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور اِزْجاء کے یہی معنی ہیں۔ ﴿ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ﴾ ''پھر وہ اس (کے ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے۔'' یعنی الگ الگ ہونے کے بعد انھیں جمع کر دیتا ہے۔ ﴿ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ ''پھر وہ اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ باہم اوپر نیچے تہوں کی صورت میں مل جاتے ہیں۔ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اس (بادل) کے درمیان سے مینہ نکلتا (برستا) ہے۔'' یعنی اس کے درمیان سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے اسے [خَلَلِهٖ] پڑھا ہے۔① عُبَید بن عُمَیر لَیثی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ غبار اڑانے والی ہوا بھیجتا ہے جو زمین پر جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اٹھانے والی ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا بھیجتا ہے جو منتشر بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بارآور ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں سے بارش برساتی ہے۔ اسے ابن ابوحاتم اور ابن جریر رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ ''اور وہ آسمان سے ان (اولوں کے) پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے نازل کرتا ہے۔'' بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اس جملے میں پہلا لفظ ﴿مِنَ﴾ ابتدائے غایت کے لیے ہے، دوسرا تبعیض کے لیے اور تیسرا بیانِ جنس کے لیے۔ یہ توضیح ان مفسرین کے مذہب کے مطابق ہے جن کا یہ قول ہے کہ ﴿مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ کے معنی یہ ہیں: آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ اولے نازل فرماتا ہے اور جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہاڑ بادلوں سے کنایہ ہے تو ان کے نزدیک بھی دوسرا ﴿مِنْ﴾ ابتدائے غایت ہی کے لیے ہے لیکن یہ پہلے ﴿مِنَ﴾ سے بدل ہے۔③ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ژالہ باری اور اس کے نقصانات: ﴿فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ انھیں جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور جس سے وہ چاہتا ہے ان (اولوں) کو پھیر دیتا ہے۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بارش اور اولے ہوں جنھیں وہ آسمان سے رحمت کے طور پر نازل فرماتا ہے اور (اس کے ساتھ ساتھ) جن سے چاہتا ہے بارش کو روک دیتا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ اولوں کو جس کے لیے چاہے بطور عذاب نازل فرما دے کیونکہ ان سے پھل، فصلیں اور درخت ضائع ہو جاتے ہیں اور رحمت فرماتے ہوئے جن سے چاہے انھیں ہٹا دے۔

---

① تفسیر الطبری: 205/18۔ ② وتفسیر ابن أبی حاتم: 2617/8 وتفسیر الطبری: 204/18۔ ③ تفسیر القرطبی: 289/12 والکشّاف: 246/3۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى

اور اللہ نے (زمین پر) چلنے پھرنے والا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے، اور ان میں

رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے، اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

قَدِيْرٌ ㊺

خوب قادر ہے ㊺

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㊻

بلاشبہ ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کیں، اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ㊻

﴿يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ㊸﴾ ”قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو لے جائے۔“ یعنی جب آنکھیں اسے مسلسل دیکھیں تو قریب ہے کہ بجلی کی شدید چمک ان کی بینائی کو ختم کر دے۔ ﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ﴾ ”اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔“ ان میں تصرف فرماتا ہے اور ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے حتی کہ رات دن برابر ہو جاتے ہیں اور پھر ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان میں سے لمبا چھوٹا اور چھوٹا لمبا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر، غلبے، عزت اور علم کے ساتھ ان امور میں تصرف فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ㊹﴾ ”بے شک اہل بصارت کے لیے اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۙ﴾ (آل عمران 190:3) ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیت :45

جانوروں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا ذکر فرمایا جو انواع و اقسام کی مخلوقات کی تخلیق میں کارفرما ہے کہ اس نے ایک ہی پانی کے ساتھ مختلف شکلوں، رنگوں اور مختلف حرکات وسکنات والی بے شمار مخلوقات پیدا فرما دی ہیں۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ﴾ ”پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے۔“ مثلاً: سانپ اور اس طرح کی دیگر مخلوقات۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ﴾ ”اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔“ مثلاً: انسان اور پرندے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ﴾ ”اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے۔“ مثلاً: مویشی جانور اور دیگر تمام حیوانات، اسی لیے فرمایا: ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ﴾ ”اللہ جو چاہتا ہے وہی پیدا کرتا ہے۔“ اپنی قدرت کے ساتھ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㊺﴾ ”بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ

اور وہ (منافق) کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق (اطاعت سے) پھر

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ㊼ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

جاتا ہے، اور وہ لوگ مومن ہی نہیں ㊼ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو اچانک ان

مُّعْرِضُوْنَ ㊽ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ ㊾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا

میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے ㊽ اور اگر ان کے لیے حق (فائدہ) ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبردار ہو کر چلے آتے ہیں ㊾ کیا ان کے دلوں میں (نفاق

ع 6 10 12 اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ㊿ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

کا) مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے۔ (نہیں) بلکہ وہ لوگ خود ہی ظالم ہیں ㊿ بس

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ

مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (51) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (51) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (52)

کرے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں (52)

تفسیر آیت: 46

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اس قرآن میں بہت سے احکام، بہت سی حکمتیں اور بہت سی روشن اور محکم مثالیں بیان فرمائی ہیں اور وہ انھیں سمجھنے اور ان پر غور کرنے کے لیے عقل مندوں کی رہنمائی فرماتا رہتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㊻ ﴾ ”اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

تفسیر آیات: 52-47

منافقوں کے حیلے اور مومنوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور کہ وہ اپنی زبانوں سے یہ کہتے ہیں: ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ ﴾ ”ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے (ان کا) حکم مان لیا، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے۔“ اور جو وہ باتیں کرتے ہیں ان کے اعمال ان کے خلاف ہیں، یعنی جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ㊼ ﴾ ”اور وہ لوگ صاحب ایمان ہی نہیں ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴾ ”اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔“ یعنی جب ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کی اتباع کریں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے

اور اتباع کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○ؑ ﴾ (النسآء 4:60,61) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کی طرف لے جائیں، حالانکہ وہ حکم دیے گئے تھے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے (بھلائی کے رستے سے) دور پھینک دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں آپ سے اعراض کرتے ہوئے رکے جاتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ㊾ ﴾ ''اور اگر ان کے لیے حق ہو تو اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔'' یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں ہو، ان کے خلاف نہ ہو تو بات سنتے اور اطاعت بجالاتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ﴿ مُذْعِنِيْنَ ㊾ ﴾ کے یہی معنی ہیں۔ اور جب معاملہ ان کے خلاف ہو تو یہ اس سے اعراض کرتے اور ناحق بات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بجائے کسی اور سے فیصلہ کرالیں تاکہ اپنے باطل کو رواج دے سکیں تو پہلی صورت میں بات کو مان لینا اس وجہ سے نہیں کہ یہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ محض اس لیے کہ یہ ان کی خواہش کے مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ جب حق ان کے قصد و ارادہ کے خلاف ہو تو یہ حق سے اعراض کر کے باطل کو اختیار کر لیتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟'' یعنی ان کے دلوں میں یا تو لازمی طور پر بیماری ہے یا دین کے بارے میں یہ شک میں مبتلا ہیں یا یہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلے میں ان پر ظلم کریں گے، بہرحال ان میں سے کوئی بات بھی ہو خالص کفر ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو اور اس کی عادات واطوار کو خوب جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ㊿ ﴾ ''بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔'' یعنی یہ لوگ خود ہی ظالم اور بدکار ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بارے میں یہ جس ظلم وستم کا وہم وگمان رکھتے ہیں وہ اس سے پاک ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے بارے میں فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہتے اور کتاب اللہ وسنتِ رسول کے سوا کسی اور دین کو چاہتے ہی نہیں: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ ﴾ ''مومنوں کی تو صرف یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔'' یعنی وہ سمع وطاعت بجالاتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ فلاح پانے والے ہیں، فلاح کے معنی ہیں مطلوب کو پالینا اور خوفناک چیز سے محفوظ رہنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (51) ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اور انھوں نے اپنی پکی پکی اللہ کی قسمیں کھائیں، کہ اگر آپ انھیں حکم دیں گے تو وہ (جہاد پر) ضرور نکلیں گے، کہہ دیجیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، (تمھاری)

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿53﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

اطاعت معروف ہے، بلاشبہ جو عمل تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿53﴾ کہہ دیجیے: اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى

پھر وگے تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا، اور اگر تم اس (رسول) کی

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿54﴾

اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، اور رسول کے ذمے صرف کھلا کھلا پہنچا دینا ہے ﴿54﴾

امام قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ ﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو بدری صحابی اور انصار کے سرداروں میں سے ایک تھے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بھانجے جنادہ بن ابو امیہ سے کہا کہ میں تمھیں تمھارے حقوق وفرائض کی بابت نہ بتاؤں۔ انھوں نے عرض کی: ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: تمھیں تنگ دستی وخوش حالی، پسند و ناپسند کی حالت میں اور اس وقت بھی جب تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہو، سمع وطاعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اپنی زبان عدل کے ساتھ قائم رکھنی چاہیے، تمھیں حکمرانوں کے ساتھ جھگڑنا نہیں چاہیے، سوائے اس صورت کے کہ وہ تمھیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں، یعنی اگر تم کو کسی ایسی بات کا حکم دیا جائے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو تمھیں کتاب اللہ ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ ①

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اسلام نہیں، جماعت کے بغیر کوئی خیر و بھلائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، خلیفۃ المسلمین اور عام مومنوں کی ہمیشہ ہمدردی و خیر خواہی کرنی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی سربلندی لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے، نماز قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور ان کی اطاعت بجالانے میں ہے جنھیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حاکم بنا دے۔ ②

اس بارے میں بے شمار احادیث و آثار ہیں کہ کتاب اللہ، سنت رسول، خلفائے راشدین اور حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق حکم دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے۔“ ان تمام امور میں جن کے بجالانے کا وہ حکم دیں اور جن کے ارتکاب سے وہ منع فرمائیں، ﴿ وَيَخْشَ اللّٰهَ ﴾ ”اور اللہ سے ڈرے“

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2623/8 · ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2624,2623/8 ·

اپنے سابقہ گناہوں سے، ﴿ وَ يَتَّقۡهِ ﴾ ”اور اس کا تقویٰ اختیار کرے“ مستقبل میں، ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿52﴾ ﴾ ”تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر خیر و بھلائی کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ ہو گئے۔

تفسیر آیات: 54,53

جھوٹی قسمیں منافقوں کی ڈھال ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان منافقین کا ذکر فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر آپ نے انھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا تو وہ ضرور نکلیں گے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا ۚ ﴾ ”آپ کہہ دیجیے کہ تم قسمیں مت کھاؤ۔“ ﴿ طَاعَةٌ مَّعۡرُوۡفَةٌ ؕ ﴾ ”(تمھاری) اطاعت معروف ہے۔“ کہا گیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری فرماں برداری معروف ہے، یعنی تمھاری فرماں برداری کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ محض زبانی جمع خرچ ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں اور تم جب بھی قسمیں کھاتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ ...... ﴾ الآیۃ (التوبۃ 96:9) ”یہ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ......۔“

اور فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً ...... ﴾ الآیۃ (المنفقون 2:63) ”انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے......۔“ یعنی جھوٹ بولنا ان کی عادت بن چکا ہے حتی کہ جن باتوں کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ وَلَا نُطِيۡعُ فِيۡكُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ○ لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ ○ ﴾ (الحشر 12,11:59) ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ ضرور نکل چلیں گے اور تمھارے بارے میں کسی کا کہا کبھی نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں، البتہ اگر وہ نکالے گئے تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر وہ (کہیں سے بھی) مدد نہیں کیے جائیں گے۔“

پھر فرمایا: ﴿ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ ﴾ ”آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول (اللہ) کے حکم پر چلو۔“ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کرو، ﴿ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا ﴾ ”پھر اگر تم پھر گئے“ یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ لو گے اور وہ تمھارے پاس جس دین و شریعت کو لائے ہیں اسے ترک کر دو گے، ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ ﴾ ”تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔“ یعنی پیغام پہنچا دینا اور امانت ادا کر دینا، ﴿ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ ﴾ ”اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا۔“ یعنی پیغام حق کو قبول کرنا، اس کی تعظیم بجالانا اور اس کے تقاضوں کے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت دے گا، جیسے اس نے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی، اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین محکم و پائیدار کر دے گا جو اس نے ان کے لیے چنا، اور یقیناً ان کی حالتِ خوف

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

کو بدل کر وہ ضرور انھیں امن دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو

الْفٰسِقُوْنَ (55)

وہی لوگ فاسق ہیں (55)

مطابق عمل کرنا، ﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ﴾ ”اور اگر تم ان کی فرماں برداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔“ کیونکہ آپ کی دعوت صراطِ مستقیم ہی کی دعوت ہے۔ ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ ……﴾ الآية (الشورٰی 53:42) ”اللہ کے راستے کی طرف جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے لیے ہے……۔“

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (54)﴾ ”اور رسول کے ذمے تو صرف صاف صاف (اللہ کے احکام کا) پہنچا دینا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ○﴾ (الرعد 40:13) ”چنانچہ آپ کا کام تو صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ڗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○﴾ (الغاشية 22,21:88) ”پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں۔“

تفسیر آیت: 55

اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے حکومت کا وعدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی امت کو زمین میں خلفاء، یعنی لوگوں کے امام اور حکمران بنا دے گا کہ علاقوں کی فلاح و بہبود انھی کی وجہ سے ہوگی، بندگانِ الٰہی ان کے تابع فرمان ہو جائیں گے اور خوف کے بعد انھیں لوگوں میں امن اور اقتدار عطا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ سارے وعدے پورے فرما دیے تھے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل مکہ، خیبر، بحرین، سارا جزیرۂ عرب اور سارا ملک یمن فتح ہو گیا تھا۔ آپ نے ہَجَر کے مجوسیوں اور شام کے بعض علاقوں سے جزیہ بھی وصول فرمایا، ہِرَقل شاہ روم، مُقَوقِس ① شاہ مصر و اسکندریہ، شاہانِ عُمان اور اصحمہ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَاَكْرَمَهٗ کے بعد بادشاہ بننے والے نجاشی حبشہ نے آپ کی طرف تحائف ارسال کیے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اسی عزت و شوکت کو پسند کر لیا جو آپ کے لیے اپنے ہاں تیار فرما رکھی ہے تو آپ کے بعد آپ کے اس مشن کے علمبردار آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بنے۔ آپ نے

---

① عام طور پر اسے ”مُقَوْقَس“ پڑھا جاتا ہے جبکہ صحیح ”مُقَوْقِس“ ہے، دیکھیے تاج العروس 422،421/8، مادہ: قِقس۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے حالات پر قابو پایا، جزیرۂ عرب کو مطیع کیا اور اسلامی لشکروں میں سے ایک لشکر کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلادِ فارس کی طرف روانہ فرمایا۔ انھوں نے یہاں کے بہت سے علاقوں کو فتح کیا اور بہت سے کافروں کو قتل کیا۔ آپ نے دوسرا لشکر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ارضِ شام کی طرف بھیجا اور تیسرا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلادِ مصر کی طرف ارسال فرمایا۔ آپ کے عہد میں شام کی طرف جانے والے لشکر اسلام نے بصریٰ، دِمَشق، بلادِ حَوْران اور ان کے گردونواح کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا، پھر آپ وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس عزت وشوکت کو اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے اس کے لیے آپ کو پسند فرما لیا۔

مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ عظیم الشان احسان فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ الہام فرما دیا کہ وہ اپنے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر فرما دیں، آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا پورا پورا حق ادا فرما دیا حتی کہ قوت، سیرت اور کمالِ عدل کے اعتبار سے چشمِ فلک نے انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد آپ جیسی کوئی دوسری شخصیت نہ دیکھی ہوگی۔ آپ کے عہد مبارک میں بلادِ شام کے تمام علاقوں، دیارِ مصر کے تمام علاقوں اور اقلیم فارس کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ آپ نے کسریٰ کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا اور اسے اپنی مملکت کے آخری کنارے تک پیچھے دھکیل دیا۔ قیصر کی حکومت کو بھی آپ نے خاک میں ملا دیا، بلادِ شام کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا حتی کہ وہ قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسریٰ وقیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جیسا کہ اللہ کے رسول، آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے درود وسلام ہوں، نے اس کی خبر دی اور اس کے بارے میں وعدہ فرمایا تھا۔① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسلامی پرچم زمین کے مشرق ومغرب کے آخری کناروں تک لہرانے لگا۔ اسلامی سرحدیں بلادِ مغرب، اَندُلُس، قُبْرُص اور بلادِ قَیْرَوان اور بلادِ سَبْتہ تک پھیل گئیں اور بحر محیط تک کا علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا، کسریٰ بادشاہ قتل ہو گیا اور اس کی بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، عراق، خراسان اور اہواز کے علاقے بھی فتح ہوئے۔ ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کی بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بہت سے ترک مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بادشاہ اعظم خاقان کو ذلیل ورسوا کر دیا حتی کہ دنیا کے مشرق ومغرب سے خراج امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچنے لگا اور یہ سب آپ کی قرآن مجید کی تلاوت، تعلیم اور اس کی حفاظت پر امت کو جمع کرنے کی برکت کا نتیجہ تھا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِيَ لِي مِنْهَا] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور زمین کو جہاں تک سمیٹ کر مجھے دکھایا گیا وہاں تک یقیناً میری امت کی حکومت پہنچے گی۔“②

---

① دیکھیے صحیح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حدیث: 3618 و صحیح مسلم، الفتن، باب لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل......، حدیث: 2918. ② صحیح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الأمة......، حدیث: 2889 عن ثوبان رضی اللہ عنہ .

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے فرمائے وہ سب سچے وعدے تھے، ان سب وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے خود دیکھ لیا، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پاک پر اور اپنے رسول پر ایمان کی توفیق بخشے اور اپنے ان تمام انعامات و احسانات کا اس طرح شکر ادا کرنے کی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو جائے۔

ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ ...... ﴾ الآية ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو خلافت دی تھی جو ان سے پہلے تھے اور البتہ وہ ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے ضرور مضبوط کرے گا اور البتہ وہ ضرور انھیں ان کے خوف (کی حالت) کے بعد امن میں بدل دے گا......“ کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قریباً دس برس تک مکہ مکرمہ میں خفیہ طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ اس دور میں مسلمان خوف زدہ تھے اور انھیں ابھی جہاد کا حکم بھی نہیں ملا تھا حتی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم مل گیا، مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد کا حکم بھی دے دیا مگر ابھی تک مسلمان خوف زدہ تھے اور صبح و شام ہر وقت مسلح رہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی، پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہمیشہ اسی طرح خوف زدہ رہیں گے؟ کبھی ایسا دن نہیں آئے گا کہ ہم امن میں ہوں اور ہتھیار اتار دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَنْ تَغْبُرُوا إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى يَجْلِسَ الرَّجُلُ مِنكُمْ فِي الْمَلَأِ الْعَظِيمِ مُحْتَبِيًا لَّيْسَتْ فِيهِ حَدِيدَةٌ] ”تھوڑا عرصہ ہی یہ صورت رہے گی حتی کہ تم ایک بہت بڑی جماعت میں گوٹ مار کر بیٹھو گے اور اس میں کوئی آہنی ہتھیار تک نہ ہو گا۔“ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جزیرۂ عرب پر غلبہ عطا فرما دیا۔ مسلمان امن میں ہو گئے اور انھوں نے ہتھیار اتار دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی وہ امن میں تھے حتی کہ وہ اختلاف اور انتشار میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر خوف طاری کر دیا اور انھوں نے دربان اور چوکیدار مقرر کر لیے، انھوں نے اپنے آپ کو بدلا تو ان کے حالات بدل دیے گئے۔ ①

بعض سلف کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق ہے اور اس کا کتاب اللہ میں ذکر ہے، پھر اپنے اس قول کی تائید میں انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ②

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2629/8 و تفسير الطبري: 212/18 و المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة النور: 401/2، حديث: 3512 و الأحاديث المختارة: 3/352-354، حديث: 1145,1146. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2627/8.

براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم شدید خوف کی حالت میں تھے۔ ① یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ (الأنفال 26:8) ”اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین (مکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں اچک (نہ) لے جائیں (بے خانماں نہ کردیں) تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمھیں تقویت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔“

اور فرمایا: ﴿ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ ﴾ ”جس طرح اس نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے خلافت دی تھی۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ ...... ﴾ الآية (الأعراف 129:7) ”امید ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمھیں زمین میں خلیفہ بنادے گا......“ اور فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○ ﴾ (القصص 6,5:28) ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ہم انھیں پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث کریں اور ہم زمین (مصر) میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھ) سے وہ چیز دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک مسلمان: اور فرمایا: ﴿ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ ﴾ ”اور البتہ وہ ضرور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و مضبوط کردے گا۔“ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: [أَتَعْرِفُ الْحِيرَةَ؟] ”کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی کہ میں اسے جانتا نہیں لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: [فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى تَخْرُجَ الظَّعِينَةُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جِوَارِ أَحَدٍ وَّلَيُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ] ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا حتی کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی، اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کرلو گے۔“ میں نے عرض کی: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ وَلَيُبْذَلَنَّ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ] ”ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔“

---

① تفسير ابن أبي حاتم : 2628/8.

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تن تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ اور اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی کیونکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔①

اللہ اور بندوں کے حقوق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ ﴾ ''وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بنائیں گے۔'' امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ایک بار میں گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی، آپ نے فرمایا: [یَامُعَاذُ!] ''اے معاذ!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [یَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [یَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَدْرِی مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟] ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا] ''بے شک اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔'' حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ آپ کچھ دیر تک چلے، پھر فرمایا: [یَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [فَهَلْ تَدْرِی مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ؟] ''کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے جب وہ یہ کام کریں؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ] ''بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔''② اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے۔③

ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ﴾ ''اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔'' یعنی جو اس کے بعد میری اطاعت سے باہر ہو جائے تو وہ اپنے رب کے حکم سے باہر ہو گیا اور اپنے رب کے حکم سے باہر ہو جانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

---

① صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، حدیث: 3595 ومسند أحمد: 257/4 واللفظ له۔

② مسند أحمد: 242/5۔ ③ صحیح البخاری، اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل، حدیث: 5967 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات......، حدیث: 30۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿56﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور تم نماز قائم کرو، اور زکاۃ دو، اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿56﴾ اور کافروں کی بابت آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز

7 ع 7 13 مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿57﴾ ع

کر دینے والے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور بلاشبہ وہ (واپسی کی) بری جگہ ہے ﴿57﴾

اللہ تعالیٰ کے احکام کو سب سے زیادہ بجا لانے والے اور اس کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اطاعت و فرماں برداری کے بقدر انھیں اپنی نصرت وحمایت سے سرفراز فرمایا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو مشرق ومغرب میں بلند کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں انھیں زبردست تائید وحمایت سے نوازا اور انھیں تمام علاقوں اور ان کے باشندوں کا حاکم بنا دیا۔ ان کے بعد کے لوگوں نے جب احکامِ الٰہی میں کوتاہی شروع کر دی تو اسی حساب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید و نصرت بھی کم ہوگئی، البتہ صحیحین میں کئی سندوں سے مروی رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ (وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)] ’’میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہونے کی وجہ سے غالب رہے گا، انھیں ذلیل ورسوا کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا قیامت کے دن تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔‘‘①

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ] ’’حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔‘‘② ایک اور روایت میں ہے کہ [حَتّٰى يُقَاتِلُوا الدَّجَّالَ] ’’حتی کہ وہ دجال سے لڑائی کریں گے۔‘‘③ ایک اور روایت میں ہے: [حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَهُمْ ظَاهِرُونَ] ’’حتی کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے اور وہ غالب ہی ہوں گے۔‘‘④ یہ تمام روایات صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 57,56

نماز، زکاۃ اور اطاعت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اقامت صلاۃ جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اور

---

① صحيح البخاری، المناقب، باب: 28 ، حديث:3640 عن مغيرة بن شعبة رضي الله عنه و3641 عن معاوية رضي الله عنه وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة من أمتی……]، حديث :1920 عن ثوبان رضي الله عنه واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاری، المناقب، باب:28، حديث :3641 عن معاوية رضي الله عنه وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة……]، حديث :1923 عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه میں ہیں۔ ② صحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة من أمتی……]، حديث :1920 عن ثوبان رضي الله عنه. ③ مسند أحمد :434/4 عن عمران بن حصين رضي الله عنه .

④ بعینہ یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے البتہ مسند أبی يعلى الموصلی :60,59/4، حديث:2078 عن جابر رضي الله عنه میں اس طرح کے الفاظ ہیں: [لَا تَزَالُ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ……] جبکہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور اس کی سند میں ضعف تو ہے مگر اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، دیکھیے صحيح مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكما ……، حديث:156 .

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِيَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِيۡنَ مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡكُمۡ

اے ایمان والو! جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اور (ان لڑکوں اور لڑکیوں کو) جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، (انھیں)

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَحِيۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ

چاہیے کہ تم سے تین بار اجازت مانگیں (پھر گھر میں داخل ہوں)، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد، (یہ) تین

الۡعِشَآءِ ۛؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ ؕ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ

(وقت) تمھارے لیے پردے (کے) ہیں، ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے سے) نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت

بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿58﴾ وَاِذَا بَلَغَ

آیا جایا ہی کرتے ہو، اللہ اسی طرح تمھارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ﴿58﴾ اور جب تم میں سے

الۡاَطۡفَالُ مِنۡكُمُ الۡحُلُمَ فَلۡيَسۡتَاۡذِنُوۡا كَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

لڑکے (اور لڑکیاں) بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح اجازت مانگیں جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے

لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿59﴾ وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىۡ لَا يَرۡجُوۡنَ نِكَاحًا

رہے ہیں، اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ﴿59﴾ اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی

فَلَيۡسَ عَلَيۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ يَّضَعۡنَ ثِيَابَهُنَّ غَيۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيۡنَةٍ ؕ وَاَنۡ

(عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں، جبکہ وہ (اپنی) زیب و زینت ظاہر

يَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿60﴾

کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے، اور اللہ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿60﴾

ادائے زکاۃ جو کمزور و فقیر لوگوں پر احسان ہے، کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ان کاموں کو بجا لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، یعنی ان کے بارے میں آپ جو حکم دیں اس کے مطابق کام کریں اور جس بات سے آپ منع فرما دیں اس سے سختی سے اجتناب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی وجہ سے ان پر رحم فرمائے اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں جو لوگ یہ کام کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر یقیناً رحم فرمائے گا جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ﴾ (التوبة 9:71) ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ یہ گمان نہ کریں کہ ﴿الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا﴾ ”جنھوں نے کفر کیا۔“ جنھوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب کی ہے، ﴿مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۚ﴾ ”(ہم کو) زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر غالب و قادر ہے اور وہ انھیں شدید ترین عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَاۡوٰىهُمُ النَّارُ ؕ﴾ ”اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی آخرت میں یہ جہنم رسید ہوں گے، ﴿وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿57﴾﴾ ”اور بلاشبہ وہ واپسی کا برا ٹھکانا ہے۔“ کافروں کا انجام اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

تفسیر آیات: 58-60

غلاموں اور بچوں کے اجازت طلب کرنے کے اوقات: ان آیات کریمہ میں قریبی لوگوں کے ایک دوسرے سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آغاز میں جس اجازت کے طلب کرنے کا حکم ہے وہ اجنبی لوگوں کے بارے میں ہے۔①

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ان کے خادم، غلام اور نابالغ بچے بھی ان سے تین اوقات میں اجازت لیا کریں: (1) صبح کی نماز سے پہلے، اس لیے کہ اس وقت لوگ اپنے بستروں میں سوئے ہوتے ہیں۔ (2) ﴿وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ﴾ ”اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو“ یعنی قیلولہ کے وقت کیونکہ اس وقت انسان اپنے کپڑے اتار کر اپنی بیوی کے ساتھ بھی لیٹ سکتا ہے۔ (3) ﴿وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ ”اور عشاء کی نماز کے بعد“ کیونکہ یہ سونے کا وقت ہے۔ خادموں اور بچوں کو حکم ہے کہ وہ ان اوقات میں اہل خانہ کے ہاں اجازت لیے بغیر اچانک نہ آ جایا کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ﴾ ”(یہ) تین (وقت) تمھارے لیے پردے (کے) ہیں ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے پر) نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر۔“

یعنی اگر وہ ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں تمھارے پاس آئیں تو انھیں آنے دینے کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے اگرچہ وہ کوئی ناپسندیدہ چیز بھی دیکھ لیں کیونکہ انھیں آنے کی تم نے اجازت دے رکھی ہے اور وہ خدمت وغیرہ کے لیے تمھارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں اور آنے جانے والوں کے لیے معافی ہے جو دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ محکم ہے اور ہرگز منسوخ نہیں ہے لیکن اس کے مطابق لوگوں کا عمل بہت کم ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لوگوں کے اس طرز عمل پر تنقید کی تھی۔②

امام ابوداود نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت اِذن پر اکثر لوگ (کما حقہ) ایمان نہیں لائے، حالانکہ میں اپنی اس لونڈی کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان اوقات میں اجازت لے کر آیا کرے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عطاء نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنی باندی کو یہ حکم دیتے تھے۔③

ثوری نے موسیٰ بن ابو عائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام شعبی سے آیت کریمہ: ﴿لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ”چاہیے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں“ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، میں نے عرض کی کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہیں کرتے تو انھوں نے

---

① دیکھیے النور، آیات: 27-29 کے ذیل میں عنوان: ”گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب“ ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2632/8. ③ سنن أبي داود، الأدب، باب في الاستئذان في العورات الثلاث، حديث: 5191.

جواب میں فرمایا: اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''اور جب تم میں سے بچے بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں بھی (اسی طرح) اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔'' یعنی وہی بچے جو پردے کے ان تین اوقات میں اجازت لیتے رہے ہیں بالغ ہونے کے بعد وہ صرف انھی تین اوقات ہی میں نہیں بلکہ ہر وقت اجازت لے کر اندر آئیں، یعنی یہ حکم اجنبی لوگوں کے حوالے سے اور ان کیفیتوں کے بارے میں ہے جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ جب بھی آئیں تو اجازت لے کر آئیں، خواہ ان تین اوقات میں سے کوئی وقت نہ بھی ہو، ان کے لیے ہر حال میں اجازت لینا ضروری ہے۔

زیادہ بوڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ ''اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں۔'' سعید بن جبیر، مُقاتل بن حَیّان، ضَحّاک اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا حیض منقطع ہو چکا ہو اور اب وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہی ہوں۔ ② ﴿ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾ ''جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں۔'' یعنی اب ان میں شادی کی کوئی رغبت نہیں رہی۔ ﴿ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ﴾ ''تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں جبکہ وہ (اپنی) زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔'' یعنی ان کے لیے پردے کی اس طرح پابندی نہیں ہے جس طرح دیگر عورتوں کے لیے ہے۔

امام ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ (النور 24:31) ''اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں'' کے عمومی حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور حسب ذیل آیت (پہلی آیت کے عمومی حکم کی ناسخ ہے اور) اس سے مستثنیٰ ہے: ﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ...... ﴾ الآية ''اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں......۔'' ③ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ ﴾ ''تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد اوڑھنی یا چادر ہے۔ ④ ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوشعثاء، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، زہری، اوزاعی رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤

سعید بن جبیر نے ﴿ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ﴾ ''زیب و زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ اوڑھنی یا چادر اتار دینے سے ان کا مقصود زیب و زینت کا اظہار نہ ہو۔ ⑥ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ﴾ ''اور

---

① تفسير الطبرى: 216/18 و تفسير ابن أبى حاتم: 2633/8. ② تفسيرابن أبى حاتم: 2640,2639/8. ③ سنن أبى داود، اللباس، باب فى قوله تعالىٰ: ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ ...... ﴾ (النور24:31)، حديث: 4111. ④ تفسير الطبرى: 221/18. ⑤ تفسير ابن أبى حاتم: 2641,2640/8 و تفسير الطبرى: 222,221/18. ⑥ تفسير ابن أبى حاتم: 2642/8.

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر حرج ہے اور نہ مریض پر ہی کوئی حرج ہے اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں یا اپنی ماؤں کے گھروں یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں یا اپنے چچاؤں

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

کے گھروں یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں یا اپنے ماموؤں کے گھروں یا اپنی خالاؤں کے گھروں یا (ان گھروں سے) جن کی چابیوں

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ

کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے، (اس میں بھی) تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ

گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت (اور) پاکیزہ تحفہ ہے، اسی طرح اللہ تمھارے لیے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ع (61) 8 ع 4 14

آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھو (61)

یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں (تو یہ) ان کے حق میں بہت بہتر ہے۔'' یعنی اگرچہ ان کے لیے کپڑے اتار کر سر ننگا کرنا جائز تو ہے مگر بہتر اور افضل یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (60) ''اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

تفسیر آیت: 61

قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانا: اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نابینا آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے کیونکہ وہ کھانے اور اس کی اچھی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانے والا کوئی دوسرا شخص اچھی چیزوں کو اس سے پہلے کھا لے، اسی طرح وہ لنگڑے آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں بھی حرج سمجھتے تھے کیونکہ اس کے لیے صحیح طور پر بیٹھنا ممکن نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے والا اس سے زیادہ کھا لیتا ہے، اسی طرح مریض انسان بھی دوسرے لوگوں کی طرح صحیح طور پر نہیں کھا سکتا، لہٰذا وہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج محسوس کرتے تھے تاکہ ان پر ظلم نہ ہو تو اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کی اجازت عطا فرما دی، یہ سعید بن جبیر اور مِقْسَم کا قول ہے۔ ①

ضحاک کا قول ہے کہ بعثت سے پہلے لوگ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے ایک تو اس لیے کہ وہ ان سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے اس لیے کہ وہ ان سے زیادہ نہ کھا لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔ ②

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2643/8. ② تفسیر الطبری: 223/18 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2644,2643/8.

عبدالرزاق نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ ......﴾ الآیة ”نہ تو اندھے پر کچھ حرج ہے......“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بعض لوگ کسی نابینے یا لنگڑے یا مریض کو اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ وغیرہ کے گھر میں لے جایا کرتے تھے تو یہ لوگ اس میں حرج محسوس کرتے اور کہتے کہ یہ ہمیں اپنے گھروں کے بجائے دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں اس کی رخصت دے دی گئی۔① سدی کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ﴾ ”اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ“ کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے کے گھر میں جاتا تو خاتون خانہ اسے کھانے کے لیے کچھ دیتی تو یہ اس لیے نہ کھاتا کہ صاحب خانہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط﴾ ”تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ“ کو نازل فرمایا تھا۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ ”اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ۔“ یہ بات تو معلوم ہی ہے لیکن اس کا ذکر اس لیے کیا گیا تاکہ لفظی طور پر دوسروں کا اس پر عطف ڈالا جا سکے اور مابعد کے حکم میں برابری پیدا کر دی جائے۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کے گھروں سے کھانے کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آیت کریمہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ بیٹے کا مال باپ کے مال کے قائم مقام ہوتا ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ] ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“③

﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ ”یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو۔“ اس کا مفہوم واضح ہے۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرابت داروں کا نان و نفقہ آپس میں ایک دوسرے پر واجب ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی ﴿اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ ”یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو“ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے خادم اور غلام وغیرہ مراد ہے کہ اس کے پاس جو کھانا رکھا گیا ہو تو دستور کے

---

① تفسیر عبدالرزاق: 448,447/2، رقم: 2066 و تفسیر الطبری: 224/18. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2646/8.

③ سنن ابن ماجه، التجارات، باب ماللرجل من مال......، حدیث: 2292 و سنن أبی داود، البیوع، باب الرجل یأکل من مال ولده، حدیث: 3530 و مسند أحمد: 204/2 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما.

مطابق اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ①

زہری نے عروہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر جایا کرتے تھے اور جاتے وقت اپنے گھروں کی چابیاں اپنے غلاموں اور ملازموں کو دے دیتے تھے اور کہتے کہ ہم نے تمھارے لیے اس بات کو حلال قرار دے دیا ہے کہ تم بوقت ضرورت کھا سکتے ہو، خدام وغلام جواب دیتے کہ یہ حلال نہیں کہ ہم کھائیں کیونکہ انھوں نے بادل نخواستہ اس کی اجازت دی ہے، ہم تو محض امین ہیں، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ ﴾ ”یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو“ کے الفاظ نازل فرما دیے۔ ②

﴿ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ ﴾ ”یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔“ یعنی اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے دوست احباب کے گھروں سے کھاؤ جب تمھیں یہ معلوم ہو کہ تمھارا ان کے گھروں سے کھانا ان پر گراں نہیں گزرے گا اور نہ وہ اسے ناپسند کریں گے۔ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ ﴾ ”(اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔“ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ (النسآء 4:29) ”اے مومنو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔“ تو مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق کھائیں اور کھانا سب سے افضل مال ہے، لہٰذا کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کے ہاں کھانا کھائے تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ ﴾ ”اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ مریض ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔“ اسی طرح وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتے اور اس میں حرج سمجھتے تھے کہ کوئی اکیلا ہی کھانا کھائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا انسان شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی رخصت عطا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ ﴾ ”(اور اس کا بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا۔“ ③

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2647/8. ② كشف الأستار، التفسير، باب سورة النور: 62,61/3، حديث: 2241 وتفسير ابن أبي حاتم: 2647,2646/8. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2648/8 وتفسير الطبرى: 223/18 و228.

قتادہ کہتے ہیں کہ بنو کنانہ کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں اس بات کو بہت عار سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص اکیلا کھانا کھائے حتی کہ ایک بھوکا شخص اونٹ کو چلاتا تاکہ وہ کسی ایسے انسان کو پاسکے جسے اپنے ساتھ کھلائے اور پلائے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا کہ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط ﴾ ''(اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔''① اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرمادی ہے کہ اگر انسان چاہے تو وہ اکیلا بھی کھانا کھا سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بھی، گو لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا زیادہ بابرکت اور افضل ہے۔

مل جل کر کھانے میں برکت ہے: امام احمد نے وحشی بن حرب سے، انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا: [فَلَعَلَّكُمْ تَأْكُلُونَ مُتَفَرِّقِينَ؟ اِجْتَمِعُوا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ] ''تم لوگ شاید جدا جدا کھاتے ہو؟ اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اللہ تعالیٰ کے نام سے کھایا کرو، اس سے تمھارے کھانے میں برکت ہوگی۔''② اس کو امام ابوداود اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔③ اور امام ابن ماجہ ہی نے سالم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُوا جَمِيعًا وَّلَاتَفَرَّقُوا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ] ''تم سب مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ کھایا کرو، برکت مل جل کر ہی کھانے میں ہے۔''④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں (گھر والوں) کو سلام کیا کرو۔'' سعید بن جبیر، حسن بصری، قتادہ اور زہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔⑤ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابو زبیر نے خبر دی کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، آپ سلام کہنے کو واجب سمجھتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے زیاد نے ابن طاؤس سے خبر دی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہو تو وہ سلام کیا کرے۔⑥

مجاہد کہتے ہیں کہ جب مسجد میں جاؤ تو کہو: اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ''اللہ کے رسول پر سلام۔'' جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ ''ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔''⑦ اسے اس بات کا حکم ہے کہ وہ اس طرح سلام کرے، نیز ہم سے بیان کیا گیا

---

① تفسير ابن أبي حاتم :2649/8 . ② مسند أحمد :501/3 .. ③ سنن أبي داود ، الأطعمة، باب في الاجتماع على الطعام، حديث:3764 وسنن ابن ماجه ، الأطعمة،باب الاجتماع على الطعام، حديث :3286 . ④ سنن ابن ماجه ، الأطعمة،باب الاجتماع على الطعام، حديث :3287 . ⑤ تفسير الطبري :229/18 و231 وتفسير ابن أبي حاتم : 2649/8و2651 . ⑥ تفسير الطبري : 229/18 . ⑦ تفسير ابن أبي حاتم :2650/8 وتفسير عبدالرزاق : 449/2 ، رقم : 2073 .

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

بس مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے

يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

بغیر (وہاں سے) چلے نہیں جاتے، (اے نبی!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں،

وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں،

لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿62﴾

بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ﴿62﴾

ہے کہ اس صورت میں فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ① اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿61﴾ ﴾ ”اس طرح اللہ تمھارے لیے (اپنی) آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ کریمہ میں شریعت کے مضبوط و محکم احکام کو بیان فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف بھی توجہ مبذول کروائی کہ وہ اپنے بندوں کے لیے صاف شفاف آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں اور ان آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

تفسیر آیت :62

مل جل کر کرنے والے کام سے جانے کے لیے اجازت طلب کرنا: یہ ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو سکھایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اندر داخل ہونے کے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم دیا تھا ایسے ہی جاتے وقت بھی اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے خصوصاً جبکہ مومن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی ایسے معاملے میں شامل ہوں جو اجتماعی طور پر کرنے والا ہو، مثلاً: نماز جمعہ یا نماز عید یا نماز باجماعت یا کسی مشورے وغیرہ کی مجلس۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس طرح کی صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کیے بغیر نہ جائیں اور جو لوگ یہ طرز عمل اختیار کریں گے وہی کامل مومن ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر اگر کوئی مومن آپ سے اجازت طلب کرے اور آپ چاہیں تو اسے اجازت عطا فرمادیں: ﴿ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ ﴾ ”تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگیں۔“ امام ابوداود رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا انْتَهٰى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُولٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ] ”جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب مجلس سے اٹھنا چاہے تو سلام کرے۔ پہلی دفعہ سلام کرنا آخری سلام سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔“ ② اسی طرح اس کو ترمذی اور نسائی

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2651/8 . ② سنن أبي داود، الأدب، باب في السلام إذا قام من المجلس، حديث: 5208 .

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

تم رسول کے بلانے کو باہم ایک دوسرے کو بلانے کے مانند نہ ٹھہراؤ۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں،

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ

لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آ پڑے یا انھیں

اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿63﴾

دردناک عذاب آلے ﴿63﴾

نے روایت کیا اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔①

تفسیر آیت:63

نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت ادب کی تلقین: ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے تھے: اے محمد! اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ سے اس طرح نام لے کر مخاطب ہونے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم ان سے مخاطب ہوتے ہوئے: اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہو۔② مجاہد اور سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔③ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام اور آپ کی تعظیم و تکریم کو ملحوظ رکھا جائے۔④ مقاتل بن حیّان نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ﴾ ”تم پیغمبر کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کے مانند نہ ٹھہراؤ“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اُن کو بلاؤ تو اُن کو ”یا محمد“ کہہ کر نہ بلاؤ اور اے عبداللہ کے بیٹے کہہ کر بھی نہ بلاؤ بلکہ ادب و احترام کے ساتھ آپ کو اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہہ کر بلاؤ۔⑤

اس ارشاد باری تعالیٰ کے مفہوم کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقیدہ نہ رکھو کہ آپ کی دعا دوسرے انسانوں کی دعا کی طرح ہے کیونکہ آپ کی دعا تو بارگاہِ الٰہی میں فوراً قبول ہو جاتی ہے، لہٰذا ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھارے بارے میں بددعا کر دیں اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس قول کو ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور عطِیّہ عوفی سے روایت کیا ہے۔⑥ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ﴾ ”بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔“ مُقاتِل بن حَیّان کا قول ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں، ان پر جمعہ کے دن

---

① جامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم عندالقیام وعندالقعود، حدیث: 2706 والسنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا قام: 100/6، حدیث: 10201۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2655,2654/18۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2655/8 و تفسیر الطبری: 235/18۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2655/8۔ ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2655/8۔ ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم: 2655/8۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ

خبردار! بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف لوٹائے

9 ع 3 15 فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿64﴾ ع

جائیں گے تو وہ انھیں خبر دے گا جو انھوں نے عمل کیے، اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے ﴿64﴾

آگ سے دور ہو جاؤ! مگر تم مجھ پر غالب آ کر آگ میں کودر ہے ہو۔''① اس کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیت :64

جس طریق پر تم ہو اللہ اسے جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، چھپی اور ظاہر باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندے اپنی ظاہری و باطنی حالتوں میں کس طرح کے کام کرتے ہیں۔ پس فرمایا: ﴿ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ ﴾ ''یقیناً وہ اس (طریق) کو جانتا ہے جس پر تم ہو۔'' قَدْ تحقیق کے لیے آتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے فرمایا: ﴿ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ ﴾ (النور 63:24) ''بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ ...... ﴾ الآية (الأحزاب 18:33) ''بے شک اللہ تم میں سے انھیں جانتا ہے جو (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں......'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ ...... ﴾ الآية (المجادلة 1:58) ''(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی تھی بے شک اللہ نے اس کی التجا سن لی......'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 33:6) ''(اے نبی!) تحقیق ہم کو معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں یقیناً آپ کو رنج پہنچاتی ہیں، پس یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ ...... ﴾ الآية (البقرة 144:2) ''(اے محمد!) بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں......''

ان تمام آیات کریمہ میں تحقیق فعل کے لیے حرف قد کو استعمال کیا گیا ہے جس طرح مؤذن تحقیق و ثبوت کے اظہار کے لیے تکبیر میں کہتا ہے: [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] ''بے شک نماز کھڑی ہوگئی، تحقیق نماز کھڑی ہوگئی۔''③ پس اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ ﴾ ''یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو'' کے معنی یہ ہوئے کہ جس طریق پر تم ہو بے شک وہ اس کو جانتا اور دیکھتا ہے اور اس سے ذرّہ بھر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ ﴾ (الشعرآء 26:217-220)

---

① مسند أحمد: 312/2، البتہ قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث :2285 عن جابر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ② صحيح البخاري، الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي، حديث:6483 وصحيح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث : (18)-2284۔ ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حديث:499۔

آپ کی گفتگو، یعنی خطبہ جمعہ سننا بہت گراں ہوتا تھا تو وہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ میں مسجد سے باہر نکل جایا کرتے تھے، حالانکہ جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہ تھا، ان میں سے اگر کوئی باہر جانا چاہتا تو وہ انگلی کے اشارے کے ساتھ نبیٔ اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرتا اور آپ اسے اجازت دے دیتے، اسے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران میں بات کرنے سے اس کا جمعہ باطل ہو جاتا تھا۔① سدی کہتے ہیں کہ جب مومن کسی معاملے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جمع ہوتے تو منافقین ایک دوسرے کی اوٹ میں باہر نکل کر آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتے تھے۔②

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ﴾ ’’تو جو لوگ ان (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مراد آپ کا رستہ، منہاج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ اقوال واعمال کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے آپ کے ارشادات واعمال کسوٹی ہیں جو اقوال و اعمال آپ کی سنت کے مطابق ہوں گے وہ مقبول اور جو خلاف ہوں گے وہ مردود ہیں، خواہ ان کا کہنے والا یا کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] ’’جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔‘‘③

لہٰذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کریں تو انھیں اس سے ڈرنا چاہیے: ﴿اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾ ’’کہ (ایسا نہ ہو کہ) انھیں کوئی آزمائش آپڑے۔‘‘ ان کے دلوں پر کفر یا نفاق یا بدعت کی وجہ سے کوئی آفت و مصیبت پڑ جائے۔ ﴿اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑥③﴾ ’’یا انھیں دردناک عذاب آلے۔‘‘ یعنی دنیا میں قتل یا حد یا سزائے قید وغیرہ کی صورت میں جیسا کہ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي (وَ مَثَلُكُمْ) كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَ تْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا، قَالَ: فَذٰلِكُمْ مَّثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ: هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! فَتَغْلِبُونِي تَقْتَحِمُونَ فِيهَا] ’’میری اور تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اپنے گرد و پیش کو روشن کر دیا تو یہ پتنگے اور آگ میں گرنے والے حشرات الارض (مچھر وغیرہ) اس میں گرنا شروع ہو گئے اور اس شخص نے ان کو آگ سے دور ہٹانا شروع کیا مگر وہ اس پر غالب آ کر آگ میں گرنے لگے، آپ نے فرمایا: یہ ہے میری اور تمھاری مثال! میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے دور ہٹا رہا ہوں (کہ لوگو!) آگ سے دور ہو جاؤ!

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ ③ صحیح البخاري، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب إذا اجتهد العامل……، قبل الحدیث: 7351,7350 اور دیکھیے حدیث: 2697 وصحیح مسلم، الأقضیة، باب نقض الأحکام ……، حدیث: (18)-1718 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

’’اور آپ (اللہ) غالب (اور) بڑے مہربان پر بھروسا کریں جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں بھی آپ کی نقل وحرکت کو (دیکھتا ہے)، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (یونس 61:10) ’’اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور اس کی طرف سے (نازل شدہ) قرآن میں سے جو کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو، جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تمھیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور آپ کے پروردگار سے ذرّہ برابر بھی کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ ﴾ (الرعد 33:13) ’’تو بھلا وہ (اللہ) جو ہر نفس (کے اعمال) پر نگران (ونگہبان) ہے جو اس نے کمائے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ ...... ﴾ الآیة (ھود 5:11) ’’خبردار! جب وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں......۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ ﴾ (الرعد 10:13) ’’جو کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (ھود 6:11) ’’اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الأنعام 59:6) ’’اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے خشکی اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کھلی کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔‘‘ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث مبارکہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾ ’’اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔‘‘ یعنی جس دن مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ ﴿ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ ﴾ ’’تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ انھیں بتا دے گا۔‘‘ یعنی انھوں نے دنیا میں عظیم یا حقیر، چھوٹے یا بڑے جو عمل بھی کیے ہوں گے وہ ان کے بارے میں

انھیں بتادے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ۭ ﴾ (القيٰمة 13:75) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا، سب بتا دیا جائے گا۔''

اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾ (الكهف 49:18) ''اور (ہر ایک کا اعمال) نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! کیسا ہے یہ (ہمارا اعمال) نامہ جو کسی چھوٹے اور بڑے عمل کو نہیں چھوڑ رہا، اس نے تو سب کچھ ہی شمار کر رکھا ہے اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿64﴾ ﴾ ''اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ ان کو بتا دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

سورۂ نور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔
ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر
سُورۂ فُرقان

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ① الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا، تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے① وہی ذات جس کے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور اس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا،

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا②

پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا②

تفسیر آیات:2,1

اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کریم ﷺ پر قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ ﴾ (الکهف 2,1:18) ”سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی (بلکہ ٹھیک اور) سیدھی (بغیر افراط وتفریط کے اتاری) تاکہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے جو اس (اللہ) کی طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوش خبری سنائے کہ ان کے لیے نیک بدلہ (بہشت) ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ ﴾ ”وہ بہت ہی بابرکت ہے۔“ یہ باب تفاعل ہے اور اس میں مستقل، ثابت اور دائمی برکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ﴿ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ ﴾ ”جس نے فرقان (قرآن) نازل فرمایا۔“ نَزَّلَ باب فَعَّلَ ہے جس میں تکرار اور کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ

قَبۡلُ ؕ ﴾ (النسآء 136:4) ’’اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور وہ کتاب جو اس سے پہلے نازل کی تھی۔‘‘

سابقہ کتابوں کو یکبارہی نازل کر دیا جاتا تھا جبکہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے، جدا جدا تفصیل کے ساتھ، آیات کے بعد آیات، احکام کے بعد احکام اور سورتوں کے بعد سورتوں کی صورت میں نازل کیا گیا ہے۔ اور قرآن کا اس طریقے پر نازل کیا جانا زیادہ بلیغ ہے اور یہ جس پر نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ شدتِ اہتمام واعتناء (کی دلیل) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں آگے چل کر فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ○ وَلَا يَاۡتُوۡنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰكَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِيۡرًا ؕ○ ﴾ (الفرقان 33,32:25) ’’اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اسی طرح (آہستہ آہستہ) اس لیے (اتارا گیا) کہ اس سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا ہے اور وہ (کافر) لوگ جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض کی بات) لاتے ہیں تو ہم آپ کے پاس (اس کا) ٹھیک ٹھیک (جواب) اور بہترین توجیہ و بیان بھیج دیتے ہیں۔‘‘ یہی وجہ ہے کہ یہاں قرآن مجید کو فرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہ حق و باطل، ہدایت و ضلالت، برائی و بھلائی اور حلال و حرام میں فرق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: عَلٰى عَبۡدِهٖ ’’اپنے بندے پر۔‘‘ یہ صفتِ مدح وثنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عبودیت کی طرف اضافت فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ کی زندگی کے سب سے اشرف واقعۂ معراج کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت سے تذکرہ فرمایا: ﴿ سُبۡحٰنَ الَّذِيۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا ...... ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 1:17) ’’پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا......۔‘‘ آپ کی دعوت الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت کو بیان فرمایا: ﴿ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ يَدۡعُوۡهُ كَادُوۡا يَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِ لِبَدًا ؕ○ ﴾ (الجن 19:72) ’’اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں۔‘‘ اور اسی طرح آپ پر کتاب کے نازل کرنے اور فرشتے کے نازل ہونے کے سلسلے میں بھی اسی صفت کا ذکر فرمایا گیا: تَبٰرَكَ الَّذِيۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ① ’’بہت ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تاکہ اہل عالم کے لیے ڈرانے والا بنے۔‘‘ اور فرمایا: لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ① یعنی اس مفصل، عظیم الشان، روشن اور ایسی محکم کتاب کے نزول کے لیے آپ کی ذات گرامی کو بطور خاص منتخب فرمایا گیا جس کی صفت یہ ہے: ﴿ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ’’اس پر جھوٹ کا دخل ہی نہیں ہو سکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے (اور یہ) بڑے دانا (اور) بہت خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔‘‘

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے فرقان عظیم بنا دیا ہے اور آپ کو تمام کائنات انسانی کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

اور لوگوں نے اس کے سوا (اور) معبود بنالیے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، اور وہ تو (خود) پیدا کیے گئے ہیں، اور وہ خود اپنے کسی نفع اور نقصان کے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③

مالک نہیں ہیں، اور نہ موت وحیات کے مالک ہیں، اور نہ (دوبارہ جی) اٹھنے ہی کے (مالک ہیں) ③

آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے: [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ’’مجھے احمر واسود کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔‘‘① آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي...... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ (عَامَّةً)] ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں...... اور ہر نبی کو خاص اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔‘‘②

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ...... ﴾ الآية (الأعراف 7:158) ’’(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! بلا شبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں......۔‘‘ یعنی جس نے مجھے بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہی موت وحیات کا فیصلہ فرماتا ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ’’وہ ذات کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کی ہے اور اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور اس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بیٹے اور شریک سے پاک قرار دیا اور فرمایا: خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا② ’’اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ٹھہرایا۔‘‘ یعنی اس ذات پاک کے سوا ہر چیز مخلوق اور مربوب (پروردہ) ہے، وہ ہر چیز کا خالق، پروردگار، بادشاہ اور معبود ہے اور ہر چیز اس کے غلبے، تدبیر، تسخیر اور تقدیر کے ماتحت ہے۔

تفسیر آیت: 3

مشرکین کی بیوقوفی کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنالیا ہے، حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، تمام امور کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا مگر مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو اپنا معبود قرار دے دیا ہے جو مچھر کا پر بنانے کی قدرت نہیں رکھتے، وہ تو خود مخلوق ہیں، وہ اپنے لیے بھی نفع ونقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے، اپنی عبادت کرنے والوں کو نفع ونقصان

---

① صحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث:521 عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه ومسند أحمد: 145/5 واللفظ له عن أبي ذر رضي الله عنه. ② صحيح البخاري، الصلاة، باب قول النبي ﷺ: [جعلت لي الأرض......]، حديث: 438 جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، التيمم، باب:1، حديث: 335 عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه میں ہے۔ وصحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث:523 عن أبي هريرة رضي الله عنه .

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ

اور کافر لوگوں نے کہا: یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (نبی) خود گھڑ لایا ہے، اور اس (کے گھڑنے) میں اور لوگوں نے اس کی مدد کی

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۛۚ ④ وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى

ہے۔ (اے نبی!) وہ تو بلاشبہ ظلم و زیادتی اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں ④ اور انھوں نے کہا: یہ اگلوں کے افسانے ہیں (جو) اس نے اپنے لیے

عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ⑤ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

لکھوائے ہیں، اور وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں ⑤ کہہ دیجیے: اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے،

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ⑥

بلاشبہ وہ غفور رحیم ہے ⑥

کس طرح پہنچا سکیں گے؟ ﴿وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③﴾ ”اور نہ کسی کی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ (مرکر) اٹھانے کے۔“ ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہی روز قیامت اگلی پچھلی ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کردے گا کیونکہ ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ﴾ (لقمٰن 28:31) ”اور تمھیں پیدا کرنا اور تمھیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایسا ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ○﴾ (القمر 50:54) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہی ہوتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ○ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ○﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ”چنانچہ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (آجمع) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ○﴾ (الصّٰٓفّٰت 19:37) ”پھر وہ تو بس ایک زبردست ڈانٹ ہوگی سو یہ اس وقت (زندہ ہوکر) دیکھنے لگیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ○﴾ (یٰسٓ 53:36) ”وہ تو صرف ایک زور کی چیخ ہوگی، پھر وہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے۔“

پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار اور صرف اسی کی ذات گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اس ذات اقدس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ اور نہ ہی کوئی اس کا ہم مرتبہ، ہم سر، ہم پلہ، وزیر یا نظیر ہے، وہ ذات پاک یکتا و بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

تفسیر آیات:4-6

قرآن مجید کے بارے میں کفار کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور کافروں کی کم عقلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں: ﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ﴾ ”یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (مدعی رسالت) خود گھڑ لایا ہے۔“ یعنی یہ لوگ از راہ کذب و افترا کہتے ہیں کہ اس قرآن مجید کو نبی ﷺ نے از خود بنایا ہے۔

﴿ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ ﴾ ’’اور دوسرے لوگوں نے اس (کے گھڑنے) میں اس کی مدد کی ہے۔‘‘ یعنی آپ نے اس قرآن کے بنانے میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لی ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ④ ﴾ ’’پس یقیناً (اے نبی!) انھوں نے ظلم اور جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔‘‘ یعنی ان کی یہ بات باطل اور جھوٹ ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ بات باطل ہے اور وہ اپنے جھوٹ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

﴿ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا ﴾ ’’اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنھیں اس نے (اپنے لیے) لکھوایا ہے۔‘‘ یعنی اس نے پہلی کتابوں سے لکھ کر اس کتاب کو بنایا ہے۔ ﴿ فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ⑤ ﴾ ’’تو وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔‘‘ یہ ساری باتیں وہ بے وقوفی اور کذب و بہتان کے طور پر کہا کرتے تھے اور ان میں سے ہر شخص جانتا بھی تھا کہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں کیونکہ یہ بات تو تواتر کے ساتھ معلوم تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو لکھا ہی نہ تھا، نہ ابتدائی عمر میں اور نہ آخری عمر میں، آپ نے انھی لوگوں میں پرورش پائی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز ہونے تک آپ انھی میں رہے تھے، وہ لوگ آپ کے آنے جانے کو، صدق و امانت کو، نیکی و تقوٰی کو اور کذب و فسق و فجور اور دیگر تمام اخلاقِ رذیلہ سے آپ کے اجتناب کو خوب اچھی طرح جانتے تھے حتی کہ وہ لوگ بچپن سے لے کر بعثت تک آپ کو امین کے نام سے پکارتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ راست باز اور نیکوکار ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو وہ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کے بارے میں ایسی باتیں کیں جن کے بارے میں ہر عقل مند جانتا ہے کہ آپ ان سے بری ہیں۔ اپنی ان بہتان طرازیوں کی وجہ سے یہ لوگ خود بھی حیران تھے، اس لیے کبھی آپ کو ساحر، کبھی شاعر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کی بہتان بازیوں اور افترا پردازیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ○ ﴾ (الفرقان 9:25) ’’(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، وہ گمراہ ہو گئے ہیں، لہٰذا وہ راہ راست نہیں پا سکتے۔‘‘

اور ان کے کذب و افترا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ’’کہہ دیجیے! اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔‘‘ یعنی اس نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے جو پہلے اور پچھلے لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے اور اس نے ماضی یا مستقبل کی جو خبریں بھی بیان کی ہیں وہ بالکل حق سچ اور خارج میں واقع کے مطابق ہیں اور اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے ﴿ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ ﴾ جو آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور تمام پوشیدہ باتوں کو بھی ظاہر باتوں ہی کی طرح جانتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥ ﴾ ’’بے شک وہ نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے انھیں دعوت دی ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی رحمت بہت وسیع اور اس کا حلم عظیم الشان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرے وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔

وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ

اور انھوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو

مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا ۙ⑦ اَوۡ يُلۡقٰۤى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ

اس کے ہمراہ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ ⑦ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل)

مِنۡهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ⑧ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ

کھاتا اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو مارے شخص ہی کی اتباع کرتے ہو ⑧ دیکھیے! انھوں نے آپ کے

ع 1 9 16 الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا ⑨ ع تَبٰرَكَ الَّذِىۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ

لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، پس وہ بہک گئے ہیں، لہٰذا وہ راہ نہیں پاسکتے ⑨ وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جو اگر چاہے تو

خَيۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ وَيَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا ⑩

آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنادے، (یعنی) ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے محلات بنادے ⑩

بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ قف وَاَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيۡرًا ۚ⑪ اِذَا

لیکن انھوں نے قیامت کو جھٹلایا، اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، دہکتا جہنم تیار کر رکھا ہے ⑪ جب وہ ان

رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا ⑫ وَاِذَاۤ اُلۡقُوۡا مِنۡهَا

(مجرموں) کو دوردراز جگہ سے دیکھے گا تو وہ اس کا غضبناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے ⑫ اور جب وہ زنجیروں میں جکڑے

مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيۡنَ دَعَوۡا هُنَالِكَ ثُبُوۡرًا ؕ⑬ لَا تَدۡعُوا الۡيَوۡمَ ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا

اس کی کسی تنگ جگہ میں جھونکے جائیں گے، تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے ⑬ (کہا جائے گا:) تم آج ایک ہلاکت کو مت پکارو،

وَّادۡعُوۡا ثُبُوۡرًا كَثِيۡرًا ⑭

بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو ⑭

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کذب وافترا، فجور و بہتان، کفر وعناد اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں غلط باتیں کہنے کے باوجود ان لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان باتوں سے توبہ کریں اور شرک وکفر کو ترک کر کے اسلام اور ہدایت کو اختیار کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهُوۡا عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ اَفَلَا يَتُوۡبُوۡنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ ﴾ (المآئدة 5:73,74) ”یقیناً وہ لوگ (بھی) کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور درد دینے والا عذاب ملے گا، پھر کیا وہ اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝ ﴾ (البروج 85:10) ”یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب بھی ہے۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کو دیکھو کہ جن لوگوں نے اس کے اولیاء کو قتل کیا وہ انھیں بھی توبہ اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات :14-7

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ضد، ہٹ دھرمی، عناد اور حجت و دلیل کے بغیر تکذیب حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا: ﴿ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ ﴾ ”اس پیغمبر کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے؟“ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہم کھانا کھاتے ہیں اسی طرح یہ بھی کھانا کھاتا ہے، جس طرح ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اسی طرح اسے بھی کھانے کی ضرورت ہے، ﴿ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط ﴾ ”اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟“ یعنی تجارت اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں بھی آتا جاتا ہے۔ ﴿ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ ﴾ ”اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس بات کی گواہی دیتا کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ فرعون نے کہا تھا: ﴿ فَلَوْلَاۤ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 43:53) ”پھر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے صفیں باندھے ہوئے اس کے ساتھ آتے؟“ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح ان کے دل آپس میں ملتے جلتے تھے، اس لیے انھوں نے بھی کہا: ﴿ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ ﴾ ”یا اس کی طرف (آسمان سے) کوئی خزانہ اتارا جاتا۔“ جس کو یہ خرچ کرتا، ﴿ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ط ﴾ ”یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے (پھل) کھاتا۔“ اور جہاں جہاں یہ جاتا اس کا باغ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے پیغمبر کو اس طرح کی چیزیں عطا فرما دینا بہت آسان ہے مگر اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے سبب اس نے ایسا نہیں کیا۔ ﴿ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ ﴾ ”اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا ﴾ ”(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے بارے میں کس طرح کی مثالیں بیان کیں؟ سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔“ اور افترا پردازی اور بہتان بازی سے کام لیتے ہوئے آپ کو ساحر، مسحور، مجنون، کذاب اور شاعر کہنے لگے، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں، ہر وہ شخص جس میں ادنیٰ سا فہم و عقل ہو وہ بھی جانتا ہے کہ ان کی یہ ساری باتیں کذب و افترا پر مبنی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَضَلُّوْا ﴾ ”وہ بہک گئے ہیں۔“ یعنی وہ ہدایت کے رستے سے بھٹک گئے، ﴿ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ ﴾ ”چنانچہ وہ رستہ نہیں پا سکتے۔“ کیونکہ جو شخص بھی حق اور ہدایت کے رستے سے دور ہو جائے وہ جہاں بھی جائے

گمراہ ہے کیونکہ حق تو ایک ہے، اس کا منہج بھی ایک ہے اور حق ہی حق کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو جو یہ کہتے ہیں آپ کو اس سے بھی افضل اور احسن چیزیں عطا فرما سکتا ہے۔ ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ ﴾ ”وہ ذات بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے۔“ مجاہد کہتے ہیں: وہ دنیا ہی میں آپ کو اس سے بہتر چیزوں سے نواز دے۔ قریش پتھروں سے بنے ہوئے ہر گھر کو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قصر کہا کرتے تھے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ﴾ ”لیکن انھوں نے قیامت ہی کو جھٹلا دیا۔“ یعنی یہ لوگ ایسی باتیں تکذیب و عناد کے طور پر کہتے ہیں، ان کا مقصد بصیرت اور رہنمائی حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ قیامت کے دن کی تکذیب کی وجہ سے یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ﴿ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ⑪ ﴾ ”اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، بھڑکتا دوزخ تیار کر رکھا ہے۔“ جس میں دردناک عذاب ہوگا اور جس کی آگ کی شدید اور ناقابل برداشت حرارت ہوگی۔ ﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴾ ”جس وقت وہ ان (مجرموں) کو دور سے دیکھے گا۔“ یعنی جہنم (دیکھے گا) مقام محشر میں، ﴿ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا ⑫ ﴾ ”تو وہ اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔“ جو ان پر ناراضی کی وجہ سے چیخے چلائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ﴾ (الملك 67:7، 8) ”جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مارے گا، گویا غیظ و غضب سے پھٹ پڑے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں پر جوش غضب کے باعث یوں معلوم ہوگا، گویا اس کے بعض حصے بعض سے جدا ہو رہے ہوں۔

امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ کے بعض حصے بعض سے سمٹ اور سکڑ جائیں گے، اللہ رحمان فرمائے گا: تجھے کیا ہوا؟ دوزخ جواب دے گا کہ یہ شخص مجھ سے پناہ مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے اس بندے کو چھوڑ دو، اسی طرح ایک اور شخص کو جب دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تیرے بارے میں میرا یہ گمان تو نہ تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کیا گمان تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میرا تو یہ گمان تھا کہ تیری رحمت مجھے ڈھانپ لے گی، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے کو چھوڑ دو، ایک اور شخص کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ چیختے چلاتے ہوئے اس کی طرف اس طرح لپکے گا جیسے خچر جَو کی طرف لپکتا ہے اور وہ اس طرح جوش مارے گا کہ اس سے ہر انسان کا دل دہل جائے گا۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ②

امام عبدالرزاق نے عُبَید بن عُمَیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا ⑫ ﴾ ”تو وہ اس کے جوش

---

① تفسیر الطبری: 18/246 و تفسیر ابن أبی حاتم: 8/2666. ② تفسیر الطبری: 18/247.

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً

کہہ دیجیے: کیا یہ (عذاب) زیادہ بہتر ہے یا ابدی جنت جس کا متقین کو وعدہ دیا گیا ہے؟ وہ ان کے لیے جزا اور واپسی کی جگہ ہے⑮

وَّمَصِيْرًا ⑮ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯

اس میں ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ (وہاں) رہنے والے، یہ آپ کے رب کے ذمے وعدہ ہے جو قابل درخواست ہے⑯

(غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ دوزخ جوشِ غضب سے اس قدر شدت کے ساتھ چیخے چلائے گا جس سے ہر ملک مقرب اور نبی مرسل چہرے کے بل گر جائے گا اور اس کا جسم کانپ رہا ہوگا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ! آج میں صرف اپنے بارے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔①

﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''اور جب وہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے۔'' قتادہ نے ابوایوب سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تنگ جگہ میں انھیں اس طرح جکڑ دیا جائے گا جس طرح نیزے میں انی جکڑی ہوتی ہے۔②

اور فرمایا: ﴿مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔'' کے بارے میں ابوصالح کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں پیچھے کی طرف سے ہاتھ بندھے ہوئے۔③ ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬﴾ ''تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔'' ثبور کے معنی ہلاکت، خرابی، حسرت اور خسارے کے ہیں (تو ان سے کہا جائے گا:) ﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا......﴾ الآية ''تم آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو......''

تفسیر آیات: 16,15

دوزخ بہتر ہے یا جنت؟ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) یہ ہم نے ان بدبختوں کا حال بیان کیا ہے جو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور دوزخ درشت چہرے، جوشِ غضب اور چیختے چلاتے ہوئے ان سے ملے گا اور انھیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ مقامات میں پھینک دیا جائے گا کہ نہ کوئی حرکت کر سکیں گے، نہ کوئی مدد طلب کر سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا سکیں گے، تو بتائیے! کیا یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت خلد جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے جسے اس نے ان کے لیے تیار فرمایا ہے اور دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ان کا بدلہ اور ٹھکانا بنا دیا ہے اور انجام کار نے انھیں اس جنت میں پہنچا دیا ہے۔

﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ﴾ ''وہاں جو وہ چاہیں گے ان کے لیے (میسر) ہوگا۔'' کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، اعلیٰ سواریوں اور خوش نما مناظر کے تمام لذت بخش سامان انھیں فراہم ہوں گے، علاوہ ازیں انھیں وہاں ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بھی انسان کے دل میں ان کا وہم وگمان

---

① تفسیر عبدالرزاق: 452/2، رقم: 2079 و تفسیر الطبری: 247/18. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2668/8. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2669/8.

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

اور جس دن اللہ انھیں اور ان کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں، جمع کرے گا پھر (ان سے) پوچھے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ

عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ⑰ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ

خود ہی راہ سے بھٹک گئے تھے؟ ⑰ وہ کہیں گے: تو پاک ہے! ہمارے لائق نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کارساز بنائیں، بلکہ تو نے انھیں سامان زندگی دیا،

اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا

اور ان کے باپ دادا کو بھی، حتی کہ وہ (تیرا) ذکر بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے ⑱ (اللہ فرمائے گا: اے کافرو!) پس تحقیق انھوں نے تو

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ⑱ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ

تمھیں جو تم کہتے تھے جھٹلا دیا، لہٰذا (اب) نہ تم (اپنے آپ سے عذاب) ٹالنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ (کسی سے) مدد (لے سکتے ہو)، اور تم میں سے جو شخص

صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ⑲

ظلم (شرک) کرے گا تو اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے ⑲

بھی پیدا نہیں ہوسکتا، پھر انھیں وہاں ہمیشہ ہمیشہ کی ابدی، دائمی اور سرمدی زندگی میسر ہوگی جو کبھی ختم اور زوال پذیر نہ ہوگی اور نہ اہل جنت ہی وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا اور یہ وہ جنت ہے جس کا اس نے ان پر احسان فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯ ﴾ ”آپ کے رب کے ذمے واجب الادا وعدہ ہے۔“ یعنی یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بعض علمائے عربیت سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯ ﴾ ”واجب الادا وعدہ۔“ کہتے ہی ایسے وعدے کو ہیں جسے پورا کرنا واجب ہے۔①

اس سورۂ مبارکہ کے اس مقام پر پہلے دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اہل جنت کے حال کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں اہل جنت کے حالات اور جنت کی رعنائی و زیبائی کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۙ○ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ○ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۭ○ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۚ○ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ○ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۙ○ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:62-70) ”بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے عذاب بنا رکھا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے، اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر، سو وہ اس میں سے کھانے والے اور اسی سے پیٹوں کو بھرنے والے ہیں، پھر یقیناً انھیں اس (کھانے) کے ساتھ کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا، پھر یقیناً انھیں دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا، بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا، سو وہ انھی کے قدموں کے نشانات کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 17-19

---

① تفسیر الطبری: 250/18.

مشرکوں کے معبودوں کا روز قیامت اظہار براءت: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے کفار کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جنھوں نے فرشتوں وغیرہ کی عبادت کی تو ان کا کیا حال ہوگا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور جس دن (اللہ) انھیں اور ان کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔ ① اور وہ فرمائے گا: ﴿فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ......﴾ الآية ''پھر (ان سے) کہے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا......؟'' اللہ تبارک وتعالیٰ معبودوں سے فرمائے گا: کیا تم لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی کہ میرے سوا تمھاری پوجا کریں یا تمھاری طرف سے دعوت کے بغیر انھوں نے از خود ہی تمھاری پوجا شروع کر دی تھی؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ......﴾ الآية (المآئدة 5:116,117) ''اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو، تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھ کو معلوم ہے (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا......۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامت کے دن ان کے معبودوں کے جواب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ''وہ کہیں گے: تو پاک ہے، ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا (اوروں کو) دوست بناتے۔'' اکثر قراء نے آیت کریمہ: ﴿نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ میں ﴿نَّتَّخِذَ﴾ کو مفتوح (نون کے فتحہ کے ساتھ فعل معلوم) پڑھا ہے۔ ہمارے لیے، ان کے لیے اور ساری مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی یہ بات جائز نہیں کہ تیری ذات پاک کے سوا کسی اور کی عبادت کریں، ہم نے انھیں قطعاً اس بات کی دعوت نہیں دی تھی کہ وہ ہماری پوجا کریں بلکہ ہمارے حکم اور ہماری مرضی کے خلاف انھوں نے از خود ہی ایسا کیا تھا، ہم ان سے اور ان کی پوجا سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ......﴾ الآية (سبأ 34:40,41) ''اور جس دن وہ ان سب (مشرکوں) کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی وہ لوگ ہیں جو تمھاری پوجا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے......۔''

اور کئی دوسرے قرائے کرام نے ﴿نَّتَّخِذَ﴾ کو [مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نُّتَّخَذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أُوْلِيَاءَ] (نون کے

---

① تفسیر الطبری: 250/18.

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ

اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے، بلاشبہ وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے، اور

ع 2 11 17 فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا ⑳ ع

ہم نے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب (سب کچھ) خوب دیکھ رہا ہے ⑳

ضمہ کے ساتھ بھی) پڑھا ہے۔ ① تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا ہم دوست بنائے جاتے اور کسی کو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ وہ ہماری پوجا کرے کیونکہ ہم بھی تو تیرے بندے اور تیری بارگاہ کے فقیر ہیں۔ [نُتَّخَذَ] پڑھنے کی صورت میں بھی قریب قریب وہی معنی ہیں جو پہلی صورت میں ہیں۔ ﴿وَلٰكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ وَاٰبَآءَهُمۡ﴾ ”اور لیکن تو نے ہی انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ (سامان زندگی) دیا۔“ ان کی عمر دراز ہوگئی اور وہ تیری یاد کو بھول گئے، یعنی وہ اس بات کو بھول گئے جو تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ان کی طرف نازل فرمائی تھی کہ وہ صرف تیری اکیلے ہی کی عبادت کریں۔ ﴿وَكَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا ⑱﴾ ”اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿بُوۡرًا ⑱﴾ کے معنی ہلاک ہونے والے لوگوں کے ہیں۔ ② امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿بُوۡرًا ⑱﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہو۔ ③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَدۡ كَذَّبُوۡكُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ ۙ﴾ ”تو (کافرو!) انھوں نے تو یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ان (باتوں) میں جو تم کہتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں کی تم نے پوجا کی تھی انھوں نے تمھاری اس بات کو جھٹلا دیا کہ وہ تمھارے دوست ہیں اور وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دینے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ○﴾ (الأحقاف 6,5:46) ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے (شخص) کو اللہ کے سوا پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور جبکہ وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَمَا تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا ۚ﴾ ”پس نہ تم (عذاب کے) ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ مدد کرنے کی۔“ یعنی انھیں نہ تو اپنے آپ سے عذاب کو دور ہٹانے کی قدرت ہوگی اور نہ اپنے لیے کہیں سے کوئی مدد ہی حاصل کرسکیں گے۔ ﴿وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ﴾ ”اور جو کوئی بھی تم میں سے ظلم کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا، ﴿نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا ⑲﴾ ”ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔“

تفسیر آیت: 20

---

① تفسیر القرطبی: 11,10/13 وتفسیر الطبری: 252/18. ② تفسیر الطبری: 251/18. ③ تفسیر الطبری: 252/18 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2673/8.

سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام جن کو اس نے مبعوث فرمایا تھا وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا حاصل کرنے کے لیے وہ بھی محتاج تھے، رزق کمانے اور خرید و فروخت کے لیے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور یہ بات ان کے اور ان کے عظیم منصب کے منافی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوبصورت علامات، جمیل صفات، پسندیدہ اقوال، کامل اعمال، محیر العقول معجزات اور ایسے قوی دلائل سے سرفراز فرمایا تھا جن سے ہر صاحبِ عقلِ سلیم و بصیرت مستقیم استدلال کرسکتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام لائے ہیں وہ بالکل حق اور سچ ہے۔ اس کی نظیر حسبِ ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ﴾ (یوسف 109:12) "اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے تھے (اور) ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔" نیز حسب ذیل آیت کریمہ بھی اسی طرح کی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ......﴾ الآیة (الأنبیآء 8:21) "اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں......"

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ﴾ "اور ہم نے تمھارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)" ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ تمھاری آزمائش کی ہے تاکہ ہم معلوم کرلیں کہ فرماں بردار کون ہے اور نافرمان کون، اسی لیے فرمایا: ﴿اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳﴾ "کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟) اور آپ کا پروردگار تو خوب دیکھنے والا ہے۔" اور وہ اس بات کو جانتا ہے کہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے نبوت و رسالت سے نوازا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (الأنعام 124:6) "اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔" اور اس بات کو بھی وہ خوب جانتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجے جانے کے بعد کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہدایت عطا فرمائی جائے اور کون اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے ہدایت سے محروم رکھا جائے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ﴾ "اور ہم نے تمھارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)" کے بارے میں محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو تمام دنیا کو اپنے پیغمبروں کے ساتھ کردوں اور کوئی بھی ان کی مخالفت کرنے والا نہ ہو لیکن میں نے یہ چاہا کہ لوگوں کی پیغمبروں کے ساتھ اور پیغمبروں کی لوگوں کے ساتھ آزمائش کروں۔① صحیح مسلم میں عِیاض بن حمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ] "میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں۔"②

اور صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ آپ چاہیں تو نبی اور

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2676/8. ② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب الصفات التي یعرف بها في الدنیا......، حدیث: 2865.

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا

اوران لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے: ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ انھوں نے اپنے نفسوں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ㉑ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی ㉑ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی بشارت نہیں ہوگی، اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ㉒ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ㉓

پر جنت) ممنوع وحرام کردی گئی ہے ㉒ اور انھوں نے جو (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے تو ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا ہوا پراگندہ گرد وغبار بنا دیں

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ㉔

گے ㉓ جنتی لوگ اس دن بہترین ٹھکانے اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے ㉔

بادشاہ بن جائیں یا عبد اور رسول بن جائیں تو آپ نے عبد اور رسول ہونے کو اختیار فرمایا۔ ①

تفسیر آیات: 24-21

کفار کی ہٹ دھرمی: اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ ” کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے؟“ تاکہ ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور وہ ہمیں بتاتے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا: ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۙ﴾ (بنی إسرآء یل 92:17) ”یا آپ اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لائیں۔“ اور یہاں انھوں نے کہا: اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ ”یا ہم (آنکھ سے) اپنے پروردگار کو دیکھتے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے: لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ㉑ ”البتہ تحقیق انھوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور انھوں نے بہت بڑی سرکشی کی۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ......﴾ الآیة (الأنعام 111:6) ”اور بلاشبہ اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے......۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ㉒ ”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے خوشی کی بات نہیں ہوگی اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے۔“ یعنی جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ ان کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا، اس دن ان کے لیے خوشی کی کوئی بات نہ ہوگی۔ اس دن سے مراد ان کی موت کا دن بھی ہو سکتا ہے جب فرشتے ان کو دوزخ اور اللہ جبار کے غضب کی بشارت دیتے ہیں اور کافر کے جسم سے روح نکالتے وقت کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی تو نکل آ دوزخ کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کی طرف، تو روح نکلنے سے انکار کر دیتی اور جسم میں پھیل جاتی ہے اور فرشتے اسے باہر نکالنے کے لیے مارتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

---

① مسند أحمد: 231/2 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ ...... ﴾ الآیة (الأنفال 50:8) ’’اور کاش! آپ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں......۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 93:6) ’’اور کاش! آپ ان ظالم (مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم ذلت کے عذاب کا بدلہ دیے جاؤ گے، اس لیے کہ تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔‘‘

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ’’جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے کوئی خوشی (کی بات) نہیں ہوگی۔‘‘ اس کے برعکس بوقت موت مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انھیں نعمتوں، خوشیوں اور مسرتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:30-32) ’’جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے یقیناً ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ تم غم کھاؤ اور تم خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں) اور اس میں تمھارے لیے جو تمھارے جی چاہیں اور جو چیز تم طلب کرو گے تمھارے لیے اس میں (موجود) ہوگی، (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی ہے۔‘‘

براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتہ (ملک الموت) مومن کی روح سے کہتا ہے: [اُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهُ) اُخْرُجِي...... بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ] ’’نکل آ، اے پاک جسم کے اندر پاک جان جو اسے آباد کیے ہوئے تھی! نکل آ!...... راحت و آرام اور رزق و سرور دینے والے رب کی طرف جو (تجھ سے) ناراض ہونے والا نہیں ہے۔‘‘ ①

کچھ دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى ...... ’’جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے (اس دن گناہ گاروں کو) کوئی خوشی نہیں ہوگی......۔‘‘ سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ مجاہد اور ضحّاک وغیرہ کا بھی قول ہے۔ ② اور دونوں

---

① مسند أحمد: 365,364/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد الميت......، حدیث: 2872 میں ہیں۔ جبکہ حضرت براء سے مروی حدیث بالفاظ دیگر مسند أحمد: 288,287/4 میں ہے۔ ② تفسير ابن أبي حاتم: 2677,2676/8.

اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ فرشتے موت اور قیامت کے ان دونوں دنوں میں مومنوں اور کافروں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں، مومنوں کو رحمت اور رضوان کی بشارت دیتے ہیں اور کافروں کو یہ خبر دیتے ہیں کہ ان کے لیے گھاٹا اور خسارہ ہوگا اور اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ㉒﴾ ”وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے۔“ یعنی فرشتے کافروں سے کہیں گے کہ آج حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کامیابی عطا فرمائے۔ حِجر کے اصل معنی منع کر دینے اور روک دینے کے ہیں حَجَرَ الْقَاضِي عَلٰى فُلَانٍ کا محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب قاضی کسی کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے، خواہ وہ دیوالیہ ہونے کی وجہ سے روکے یا سفاہت یا صغرسنی کی وجہ سے۔ بیت الحرام کے پاس مقام حِجر کا نام حِجر اس وجہ سے ہے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اس کے اندر طواف کرنے سے منع کرتا ہے، اس لیے اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے، عقل کو بھی حِجر کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل مند کو ناشائستہ باتوں سے منع کرتی ہے، الغرض! ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ کی ضمیر فرشتوں کی طرف عائد ہے۔ یہ مجاہد، عکرمہ، حسن، ضحاک، قتادہ، عَطِیّہ عوفی، عطاء خُراسانی، خُصَیف اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔① ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔②

ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس کا تعلق مشرکوں کی بات سے ہے۔③ ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔“ تو فرشتوں سے پناہ مانگیں گے۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی پر کوئی مصیبت یا سختی نازل ہوتی تو وہ کہتے تھے: حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ”(کاش! کوئی ہمارے اور ان کے درمیان) مضبوط آڑ بنا دے۔“ یہ قول بھی اگرچہ درست ہے لیکن سیاق کلام کے حوالے سے یہ بعید ہے خصوصاً جبکہ جمہور ائمۂ تفسیر کا قول اس کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ﴾ ”اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔“ یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کا حساب لے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان مشرکوں کو ان کے اعمال سے کچھ حاصل نہ ہوگا جن کے بارے میں انھوں نے گمان کر رکھا ہے کہ یہ اعمال ان کے لیے نجات کا سبب ہوں گے کیونکہ ان کے یہ اعمال شرعی شرائط کے مطابق نہیں ہوں گے، یعنی ان کے ہاں اخلاص اور اتباع شریعت کی شرائط مفقود ہوں گی، ہر عمل جو خالص اور شریعت کے مطابق نہ ہو تو وہ باطل ہے اور کفار کے اعمال ان دو میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان میں اخلاص بھی نہیں ہوتا اور شریعت کی مطابقت بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ان کے اعمال اس وقت قبولیت سے بہت بعید ہوں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ㉓﴾ ”اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے، پھر ہم انھیں اُڑتی خاک کر دیں گے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ㉓﴾ کے بارے میں سفیان ثوری نے ابو اسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس ﴿هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ㉓﴾ سے مراد سورج کی شعاع ہے جبکہ وہ طاق

---

① تفسير ابن أبي حاتم : 2677/8 . ② تفسير الطبرى : 5/19 . ③ تفسير الطبرى : 5/19 .

میں داخل ہو۔ حضرت علی ؓ سے یہ قول کئی سندوں سے مروی ہے۔ ① اسی طرح یہ قول ابن عباس ؓ، مجاہد، عِکرِمہ، سعید بن جبیر، سُدِّی اور ضحّاک وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ ②

حسن بصری ؒ کا بھی یہی قول ہے کہ اس شعاع کو کہتے ہیں جو طاق میں ہو کہ اگر اسے کوئی پکڑنا چاہے تو پکڑ نہیں سکتا۔ ③

ابوالاحوص نے ابواسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی ؓ سے روایت کیا ہے کہ ﴿هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ سے مراد جانوروں کے قدموں سے اٹھنے والا گرد و غبار ہے۔ ④ ابن عباس ؓ سے بھی یہ قول مروی ہے، ضحاک اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤

قتادہ کہتے ہیں کہ تم نے خشک درخت کو دیکھا ہے جبکہ ہوا اسے اڑاتی ہے، اس کے خشک پتوں کو ﴿هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ کہتے ہیں۔ ⑥ یعلی بن عبید سے مروی ہے کہ ﴿هَبَآءً﴾ سے مراد راکھ ہے جب اسے ہوا اڑاتی پھرے۔ بہر حال ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کفار کے اعمال اس طرح کی حقیر، گھٹیا اور متفرق چیز کی طرح ہوں گے کہ جسے پکڑا نہ جا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ ...... ﴾ الآیة (إبراهيم 14:18) ”جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ اس پر زور کی ہوا چلے......۔“

اور فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ﴾ (البقرة 2:264) ”اے مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان جتانے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا ...... ﴾ (النور 24:39) ”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں جیسے چٹیل میدان میں اس (ریت) کو پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔“

اہل جنت کا ٹھکانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾﴾ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ

---

① تفسير ابن أبي حاتم:2679/8 وتفسير الطبرى:7/19۔ ② تفسير الطبرى:7,6/19 و تفسير ابن أبي حاتم:2679/8 . ③ تفسير الطبرى: 6/19 . ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8 . ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8 . ⑥ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8 .

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ㉕ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط

اور جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا، اور فرشتے لگا تار اتارے جائیں گے ㉕ اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی، اور وہ دن کافروں

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ㉖ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ

پر بہت سخت ہوگا ㉖ اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ (دانتوں سے) کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا ㉗

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ㉗ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ㉘ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ

ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا ㉘ بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا دیا اور

اِذْ جَآءَنِيْ ط وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ㉙

شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے ㉙

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 20:59) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں ہو سکتے، اہل بہشت ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اس لیے کہ اہل جنت بلند و بالا درجات اور پر امن بالا خانوں سے سرفراز کیے جائیں گے، وہ ایسے مقام امن میں فروکش ہوں گے جو بہت پاکیزہ اور جس کا منظر بہت حسین و دلفریب ہوگا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ㊻ ﴾ (الفرقان 76:25) ”اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔“ جبکہ دوزخی دوزخ کے سب سے نچلے درجوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حسرتوں، ندامتوں اور انواع و اقسام کی سزاؤں اور عذابوں میں ہوں گے۔ ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ ﴾ (الفرقان 66:25) ”بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔“ یعنی دیکھنے کے اعتبار سے بھی یہ مقام بہت برا ہوگا اور رہنے کے اعتبار سے بھی انتہائی ناپسندیدہ، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ㉔ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے اہل جنت ان نعمتوں سے سرفراز اور اس پاکیزہ مقام و مرتبہ سے شادکام ہوں گے جبکہ اہل دوزخ کا کوئی ایک عمل بھی ایسا نہ ہوگا جو ان کے لیے جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات پا جانے کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کے حالات کو بیان فرما کر بدبختوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کے ہاں قطعی طور پر کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب سے نصف النہار کے وقت فارغ ہو جائے گا اور اس وقت اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیے جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ㉔ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“① عکرمہ کہتے ہیں کہ مجھے اس گھڑی کا علم ہے جب اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہوں گے، یہ وہ گھڑی ہوگی جس کے حساب سے دنیا میں دوپہر کے وقت سورج خوب بلند ہو جاتا ہے اور لوگ قیلولہ کرنے کے لیے اپنے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2681/8.

گھر والوں کے پاس آ جاتے ہیں، اس وقت اہل دوزخ، دوزخ میں ہوں گے اور اہل جنت کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ محو استراحت ہوں گے اور انھیں مچھلی کے کباب کھلائے جائیں گے جس سے سب سیر ہو جائیں گے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّاَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ﴿24﴾ ﴾ ’’اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔‘‘①

تفسیر آیات :25-29

قیامت کے دن کی سنگینیاں: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولنا کیوں اور اس دن پیش آنے والے بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے ابر کے ساتھ آسمان کا لپٹ جانا بھی ہے، ابر سے مراد عظیم الشان نور کے وہ سائبان ہیں جو نظروں کو چندھیا دیں گے اور اس دن آسمانوں کے فرشتوں کا نازل ہونا ہے جو میدان حشر میں چاروں طرف سے مخلوقات کو گھیر لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فیصلے فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے جیسے حسبِ ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ ... ﴾ الآية (البقرة 2:210) ’’کیا وہ لوگ اب اسی بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی......۔‘‘② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ ۨ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ ... ﴾ الآية ’’اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی......۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 40:16) ’’آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔‘‘

صحیح حدیث میں ہے: [يَطْوِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ (أَنَا الدَّيَّانُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟) أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ] ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ، میں ہوں حاکم، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں متکبر؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ③ کے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2681/8. ② تفسير الطبري: 9/19 و تفسير ابن أبي حاتم: 2682/8. ③ یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے بائیں ہاتھ کا اطلاق کیا گیا ہے جبکہ اکثر احادیث میں دائیں کے مقابلے میں [بِيَدِهِ الْأُخْرٰى] ’’اپنے دوسرے ہاتھ سے‘‘ کے الفاظ منقول ہیں، نیز احادیث میں [كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] ’’اور اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔‘‘ کی صراحت بھی موجود ہے۔ (صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل، حديث: 1827) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بیہقی کے حوالے سے [بِشِمَالِهِ] کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے کیونکہ [بِشِمَالِهِ] کہنے میں عمر بن حمزہ متفرد ہے (اور وہ ضعیف ہے) جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع اور عبیداللہ بن مقسم نے [بِشِمَالِهِ] کے بغیر روایت کیا ہے۔ اور حافظ ہی نے امام قرطبی سے اس کی یہ توجیہ بھی نقل کی ہے کہ یہاں کسی راوی نے مخلوق کے اعتبار سے دائیں کے مقابلے میں سمجھانے کے لیے دوسرے ہاتھ پر شمال کا اطلاق کر دیا ہے۔ الغرض یا تو یہ دیگر ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر اور ضعیف ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا اطلاق درست ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ توقیفی ہیں اور اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر امام قرطبی والی توجیہ کو مدنظر رکھا جائے یا یہ مفہوم لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا بایاں ہاتھ بھی نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے اور [كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں بائیں ہاتھ کو بھی نقص و عیب سے پاک قرار دینے کی تاکید کی گئی ہو۔ واللہ أعلم دیکھیے منهج الحافظ ابن حجر العسقلاني في العقيدة: 2/879-883.

ساتھ لپیٹ لے گا۔‘‘ ①

اور فرمایا: ﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ ﴾ ’’اور وہ دن کافروں پر نہایت سخت ہوگا۔‘‘ کیونکہ یہ عدل وانصاف کرنے اور فیصلے کرنے کا دن ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ○ ﴾ (المدّثّر 10,9:74) ’’وہ دن سخت دشوار دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔‘‘ یہ تو کافروں کا حال ہوگا جبکہ مومنوں کا اس دن یہ حال ہوگا: ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ...... ﴾ الآية (الأنبيآء 103:21) ’’انھیں (اس دن) بڑی گھبراہٹ بھی غمگین نہیں کرے گی......۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ ﴾ ’’اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا۔‘‘ اللہ تعالیٰ اس ظالم کی ندامت کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ دیا تھا اور اس دین حق سے منہ موڑ لیا تھا جسے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر تشریف لائے تھے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ کر دوسروں کے رستے کو اختیار کیا تھا، قیامت کے دن یہ ظالم ندامت کا اظہار کرے گا مگر اس دن ندامت وحسرت کا اظہار کچھ کام نہ آئے گا اور یہ حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا۔ یہ آیت کریمہ عُقْبہ بن ابومُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی ہو یا کسی دوسرے بدبخت کے بارے میں۔ ② مگر اس کا حکم عام ہے اور سب ظالموں کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ ﴾ (الأحزاب 67,66:33) ’’جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹائے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول (اللہ) کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔‘‘

ہر ظالم قیامت کے دن حد درجہ ندامت کا اظہار کرے گا، اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ ﴾ ’’اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔‘‘ یعنی اس کو جس نے اسے ہدایت سے دور ہٹا دیا تھا اور وہ اسے گمراہی کے رستے کی طرف لے گیا تھا۔ یہ آیت کریمہ سب ظالموں کے لیے ہے، خواہ وہ امیہ بن خلف ہو یا اس کا بھائی اُبَی بن خلف یا ان کے علاوہ دیگر ظالم۔ ③ ﴿ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ ﴾ ’’البتہ تحقیق اس نے مجھے (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔‘‘ کتاب نصیحت سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی میرے پاس قرآن مجید کے پہنچ جانے

---

① صحيح مسلم، صفة المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2788 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ...... ﴾ (الزمر 67:39)، حديث: 4812 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و قبل الحديث: 7481 میں ہیں۔ ② تفسير الطبري: 11/19. ③ تفسير الطبري: 11/19.

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ⑳ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

اور رسول کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنا دیا (پس پشت ڈال دیا) تھا⑳ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ㉛

مجرموں میں سے بنائے، اور آپ کا رب ہادی اور مددگار کافی ہے㉛

کے بعد اس نے مجھے اس سے بہکا دیا۔ ﴿وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ㉙﴾ ''اور شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔'' اسے دغا دے کر حق سے دور ہٹا دیتا ہے اور اسے باطل کے لیے استعمال کرتا اور باطل ہی کے اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 31,30

رسول اللہ ﷺ مخالفین کا شکوہ کریں گے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول محمد صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ ﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ⑳﴾ ''اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا ٹھہرا لیا تھا۔'' اس لیے کہ مشرک قرآن نہیں سنتے تھے بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ...... ﴾ الآية (حٰمٓ السجدة 41:26)
''اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو......۔''

جب قرآن مجید پڑھا جاتا تو مشرکین کثرت سے شور و غوغا مچا دیا کرتے تھے تاکہ اسے سن نہ سکیں، یہ قرآن مجید کو چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ قرآن مجید پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ قرآن مجید پر غور و فکر اور تدبر نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، اس کے مطابق عمل نہ کرنا، اس کے احکام کی اطاعت نہ بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، قرآن سے اعراض کر کے شعر یا قول یا موسیقی یا لہو و لعب یا قصے کہانیوں یا قرآن کے بتائے ہوئے رستے کے علاوہ کسی دوسرے رستے کو اختیار کرنا بھی اسے چھوڑنے ہی کی ایک صورت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جو کریم و منّان اور ہر چیز پر قادر ہے کہ وہ ہمیں اپنی ناراضی کے کاموں سے بچائے اور اپنی رضا کے کاموں میں ہمیں لگائے کہ ہم اس کی پاک کتاب کو حفظ کریں، اسے سمجھیں اور دن رات اس کے مطابق اس طرح عمل کریں جس سے وہ خوش ہوتا اور اسے پسند فرماتا ہو۔ اِنَّهٗ كَرِيْمٌ وَّهَّابٌ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) جس طرح آپ کو اپنی قوم سے سابقہ پیش آیا کہ انھوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، اسی طرح سابقہ امتوں کا بھی یہی حال تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے ہیں جو لوگوں کو ضلالت اور کفر کی طرف دعوت دیا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ

اور کافروں نے کہا: اس پر یہ قرآن ایک ہی بار اکٹھا کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے نازل کیا) ہے، تاکہ ہم اس سے آپ کا دل مضبوط

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿32﴾ وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

کریں، اور ہم نے اسے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے ﴿32﴾ اور وہ (کافر) جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) لے کر آئیں تو ہم (جواب میں) آپ کو حق

وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿33﴾ ؕ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اور (اس کی) بہت اچھی توجیہ وتفسیر بتا دیتے ہیں ﴿33﴾ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، وہی لوگ بدترین مکان والے اور

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿34﴾ ع 4 10 2

گمراہ ترین راہ والے ہیں ﴿34﴾

بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰٓی اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○﴾ (الأنعام 6:112,113) ’’اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیا، وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پر فریب باتیں القا کرتے رہتے تھے اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ انھیں اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دیں اور (وہ ایسے کام) اس لیے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ اس جھوٹ سے راضی ہوں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔‘‘

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَكَفٰی بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا ﴿31﴾﴾ ’’اور آپ کا پروردگار ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔‘‘ اس کے لیے جو اس کے رسول کی اتباع کرے، اس کی کتاب پر ایمان لائے، اس کی تصدیق اور اتباع کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا ہادی اور ناصر ہے۔ ﴿هَادِیًا وَّنَصِیْرًا ﴿31﴾﴾ اس لیے فرمایا کہ مشرکین قرآن کی اتباع سے لوگوں کو اس لیے روکتے تھے تاکہ کوئی اس کے ساتھ ہدایت حاصل نہ کرے اور ان کا طریقہ قرآن کے طریقے پر غالب آ جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ ......﴾ ’’اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے......۔‘‘

تفسیر آیات: 32-34

قرآن مجید کے تدریجاً اتارنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے کثرت کے ساتھ اعتراضات، ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور لایعنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ﴾ ’’اس پر قرآن ایک ہی دفعہ اکٹھا کیوں نہیں اتارا گیا؟‘‘ یعنی یہ کتاب جو اس رسول پر نازل کی گئی ہے یہ ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتاری گئی جیسا کہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر آسمانی کتابیں ایک ہی دفعہ نازل کی گئی تھیں تو اس کا اللہ تعالیٰ نے جواب یہ دیا ہے کہ

اس قرآن کو حالات وواقعات اور جن احکام کی ضرورت تھی ان کے مطابق تیئیس (23) برس میں آہستہ آہستہ اس لیے اتارا گیا ہے تاکہ اس سے مومنوں کے دلوں کو قائم رکھا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ ......﴾ الآیۃ (بنیٓ إسرآء یل 106:17) ”اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کرکے نازل) کیا ہے......“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲﴾ ”تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو مضبوط کردیں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسی لیے ہم نے اس کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔① عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کی خوب خوب تفسیر کردی ہے۔②

﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ﴾ ”اور یہ لوگ آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) نہیں لاتے۔“ اور جو حجت اور شبہ کرتے ہیں، ﴿اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳﴾ ”مگر ہم آپ کے پاس (اس کا) صحیح صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ لاتے ہیں۔“ یعنی حق کے مقابلے میں یہ جو بات بھی پیش کرتے ہیں اس کا ہم جواب بھیج دیتے ہیں جبکہ قرآن خود بھی حق ہے اور ان کافروں کی باتوں کی نسبت زیادہ روشن، زیادہ واضح اور زیادہ فصیح وبلیغ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سارا قرآن ایک دفعہ لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل کردیا گیا تھا، پھر اس کے بعد بیس (20) سالوں میں اس کا نزول مکمل ہوا۔③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳﴾ ”اور یہ لوگ آپ کے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں تو ہم (اس کا) صحیح صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝﴾ (بنیٓ اسرآء یل 106:17) ”اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کرکے نازل) کیا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کا بدترین حال ہوگا اور ان بدترین حالات میں بہت بری صورتوں کے ساتھ انھیں جہنم رسید کردیا جائے گا، ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۳۴﴾ ”جو لوگ اپنے چہروں کے بل دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے، ان کا ٹھکانا بھی بدترین ہے اور وہ رستے کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) روز قیامت کافر کو چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُّمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ (يَوْمَ الْقِيَامَةِ)] ”بلاشبہ جس ذات پاک نے اسے پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2691/8. ② تفسیر الطبری: 16/19. ③ السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ (الفرقان 62:25): 421/6، حدیث: 11372.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿35﴾ۚۖ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار بنایا﴿35﴾ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنھوں نے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿36﴾ؕ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے انھیں بالکل ہی ہلاک کر کے رکھ دیا﴿36﴾ اور قومِ نوح کو بھی، جب اس نے رسولوں کی تکذیب کی، ہم نے انھیں غرق

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةًؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿37﴾ۚۖ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ

کر دیا، اور ہم نے انھیں لوگوں کے لیے نشانِ (عبرت) بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے﴿37﴾ اور قوم عاد اور ثمود اور

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿38﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

کنویں والے اور ان کے درمیان (دیگر) بہت سی قوموں کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا)﴿38﴾ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں، اور سب کو بالکل

تَتْبِيْرًا ﴿39﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَاۚ

تباہ و برباد کر دیا﴿39﴾ اور بلاشبہ یہ لوگ اس (قوم کی) بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی، کیا پھر وہ اسے دیکھتے نہیں رہے؟ بلکہ

بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿40﴾

وہ (دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے﴿40﴾

اسے چہرے کے بل چلائے۔"①

تفسیر آیات:35-40

مشرکینِ قریش کو ڈراوا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والے آپ کی قوم کے مشرکین اور دیگر مخالفین کو اپنے اس سخت عقاب و عذاب سے ڈرایا ہے جسے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر اس نے نازل فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا اور ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے ساتھ ملا دیا تھا مگر فرعون اور اس کے شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے ان دونوں نبیوں کی تکذیب کی تو ﴿ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ٘ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا۝ ﴾ (محمد 10:47) "اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کی (سزائیں) ان کافروں کے لیے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے ساتھ بھی کیا جب انھوں نے اللہ کے رسول نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور جو کسی ایک رسول کی تکذیب کرے اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ رسول ہونے کے اعتبار سے کسی میں کوئی فرق نہیں، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ان کی طرف تمام رسولوں کو بھیج دیتا تو یہ لوگ تمام کی تکذیب کر دیتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَوْمَ

---

① صحيح البخاري، الرقاق، باب الحشر، حديث: 6523 وصحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب يحشر الكافر على وجهه، حديث: 2806 ومسند أحمد: 229/3 عن أنس رضی اللہ عنہ واللفظ له. لیکن قوسین والا جملہ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

﴿نُوۡحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ﴾ ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ حالانکہ ان کی طرف ایک ہی پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا جو انھیں ساڑھے نو سو برس تک اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے، ﴿وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝﴾ (ھود 11:40) ”اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔“ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان سارے کافروں کو غرق کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا اور کشتی میں سوار ہونے والوں کے سوا روئے زمین پر کسی انسان کو بھی باقی نہ رہنے دیا۔ ﴿وَجَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ﴾ ”اور ہم نے انھیں لوگوں کے لیے (عبرت کا) نشان بنا دیا۔“ تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ فِى الۡجَارِيَةِ ۝ۙ لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝﴾ (الحآقّة 69:11، 12) ”جب پانی طغیانی پر آیا تو یقیناً ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اس کو تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔“ یعنی ہم نے تمھارے لیے کشتیوں کو باقی رکھا ہے جن پر تم دریاؤں کی موجوں میں سوار ہوتے ہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھیں غرق ہونے سے بچایا اور ان لوگوں کی اولاد میں سے بنایا جو نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَا۟ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ﴾ ”اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)“ عاد و ثمود کا قصہ قبل ازیں سورۂ اعراف اور کئی دیگر سورتوں میں بیان ہو چکا ہے، ① لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں اور کنویں والوں سے مراد، ابن جریج کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کے مطابق، ثمود کی بستیوں میں سے ایک بستی کے لوگ ہیں۔ ② جبکہ ثوری نے ابوبکر ③ سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسّ ایک کنواں تھا اور اس میں انھوں نے اپنے نبی کو دفن کر دیا تھا۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُرُوۡنًۢا بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا ۝٣٨﴾ ”اور ان کے درمیان دیگر بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)“ یعنی جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان کے درمیان ہم نے اور بھی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ ۡ﴾ ”اور ہر ایک (قوم) کے (سمجھانے کے) لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔“ اور ان کے سامنے دلائل و براہین کو واضح کر دیا تھا اور بقول قتادہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے تمام عذر ختم کر دیے تھے۔ ⑤

﴿وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا ۝٣٩﴾ ”اور ہم نے (نہ ماننے پر) سب کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔“ یعنی انھیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:17) ”اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر ڈالا۔“ قرن سے مراد امت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ ۝ؕ﴾ (المؤمنون 23:42) ”پھر ان کے بعد ہم نے دوسری امتیں پیدا کیں۔“ بعض نے قرن کی تحدید ایک سو بیس سال سے کی ہے، بعض نے

---

① دیکھیے الأعراف، آیات: 65-73 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 19/19. ③ تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں ابوبکیر ہے لیکن درست ابوبکر ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 19/19 و تفسیر القرطبی: 32/13. ⑤ تفسیر الطبری: 21/19.

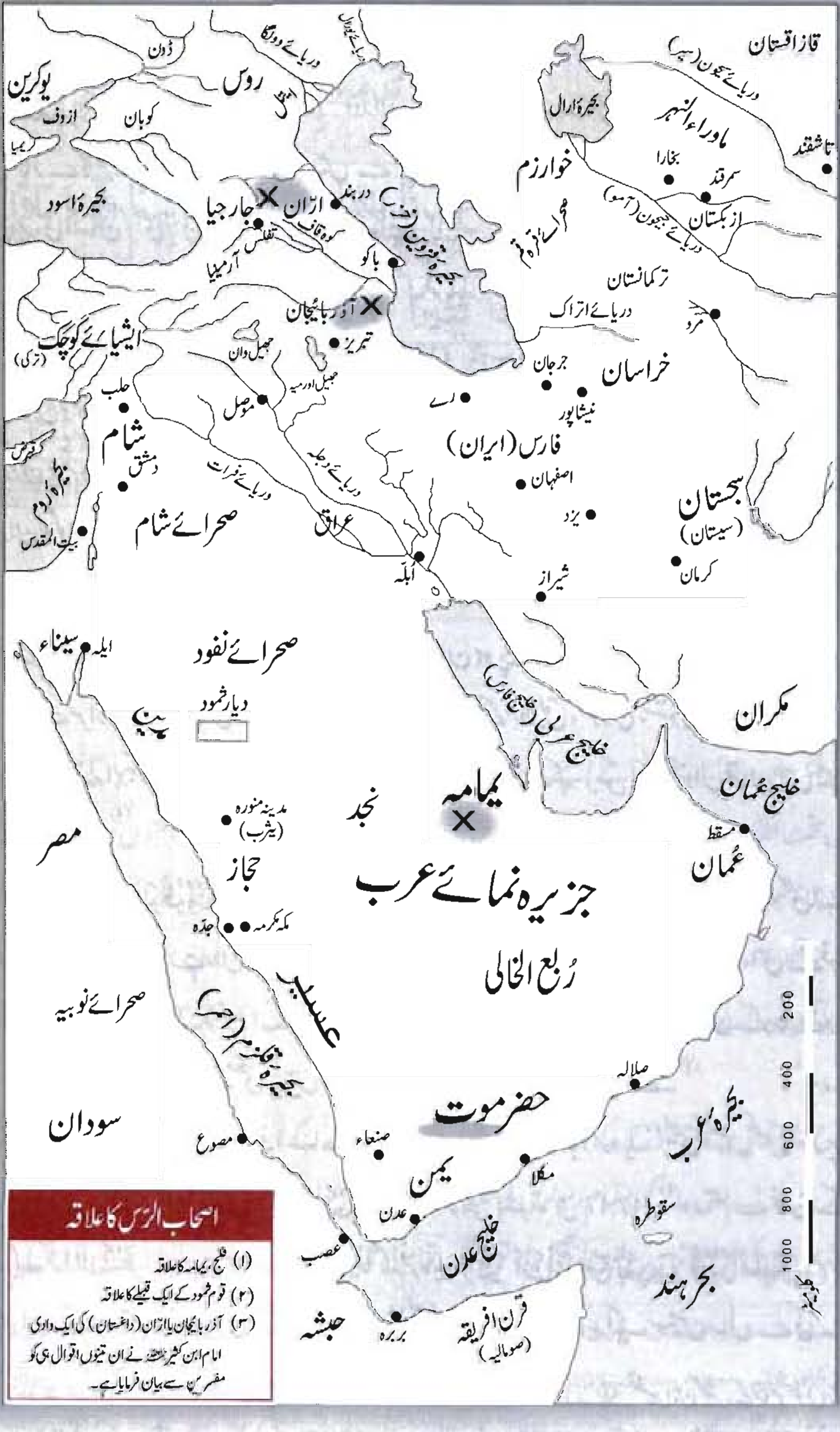
قازاقستان
دریائے سیحون (سیر)
بحیرۂ ارال
ماوراء النہر
تاشقند
بخارا
سمرقند
ازبکستان
دریائے جیحون (آموں)
خوارزم
ترکمانستان
دریائے اتراک
مرو
خراسان
جرجان
نیشاپور
رے
فارس (ایران)
اصفہان
یزد
سجستان
(سیستان)
کرمان
شیراز
روس
دریائے وولگا
ڈون
یوکرین
ازوف
کوبان
بحیرۂ اسود
جارجیا
اران
دربند
کوہ قاف
تفلس
آرمینیا
باکو
بحیرۂ خزر
آذربائیجان
تبریز
جھیل وان
جھیل ارومیہ
ایشیائے کوچک
(ترکی)
حلب
موصل
شام
دمشق
بحیرۂ روم
دریائے فرات
دریائے دجلہ
عراق
ابلہ
صحرائے شام
بیت المقدس
سیناء
ایلہ
صحرائے نفود
دیار ثمود
مدین
یمامہ
نجد
مدینہ منورہ
(یثرب)
خلیج عربی (خلیج فارس)
مکران
خلیج عمان
مسقط
عمان
مصر
حجاز
جزیرہ نمائے عرب
جدہ
مکہ مکرمہ
ربع الخالی
عسیر
صحرائے نوبیہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
حضرموت
صلالہ
بحیرۂ عرب
سودان
مصوع
صنعاء
یمن
مکلا
سقوطرہ
عدن
خلیج عدن
عصب
بحر ہند
جبشہ
بربرہ
قرن افریقہ
(صومالیہ)
200
400
600
800
1000

اصحاب الرس کا علاقہ

(۱) فلج، یمامہ کا علاقہ
(۲) قوم ثمود کے ایک قبیلے کا علاقہ
(۳) آذربائیجان یا اران (داغستان) کی ایک وادی

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان تینوں اقوال ہی کو مفسرین سے بیان فرمایا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿41﴾ اِنْ كَادَ

اور (اے نبی!) جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ہنسی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی ہے وہ جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ﴿41﴾

لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

بے شک وہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکانے ہی لگا تھا اگر ہم ان (معبودوں کی عبادت) پر جمے نہ رہتے، اور جلد وہ جان لیں گے جب عذاب

مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿42﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿43﴾ اَمْ تَحْسَبُ

دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ بے راہ کون ہے ﴿42﴾ کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے؟ کیا پھر آپ اس کے ذمہ دار بنتے

اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿44﴾ ع

ہیں ﴿43﴾ یا آپ سمجھتے ہیں کہ بے شک ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں ﴿44﴾

سوسال، بعض نے اسّی سال اور بعض نے چالیس سال کی مدت کو ایک قرن قرار دیا ہے، علاوہ ازیں اس کے بارے میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرن ایک زمانے میں رہنے والے لوگوں کو کہتے ہیں جب وہ چل بسیں اور ان کے بعد نئی نسل آ جائے تو وہ دوسری قرن ہو گی جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے: [خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ......] ''تم (مسلمانوں) میں سے بہتر میرے دور کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جوان سے ملتے ہوں گے، پھر وہ جوان سے ملتے ہوں گے......'' دیکھیے مکمل حدیث۔ ①

﴿ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ ﴾ ''اور البتہ تحقیق یہ (کافر) لوگ اس بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بری طرح مینہ برسایا گیا تھا۔'' یعنی قوم لوط کی بستی سدوم جسے اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ الٹا دیا، پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسا دی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 173:26) ''اور ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برسائی گئی) بدترین بارش تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:137-138) ''اور بلاشبہ تم صبح کو ان (تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات کو بھی تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ ﴾ (الحجر 76:15) ''اور بے شک وہ (شہراب تک) سیدھے رستے پر (موجود) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ؕ ﴾ (الحجر 79:15) ''اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ ﴾ ''کیا پھر وہ اس (بستی) کو دیکھتے نہیں رہے ہیں؟'' کہ عبرت حاصل کریں اس عذاب سے جو پیغمبر کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے اس شہر کے لوگوں پر آیا تھا۔ ﴿ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿40﴾ ﴾ ''بلکہ جو (تو مرنے کے بعد دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔'' یعنی اس شہر کے پاس سے گزرنے

---

① صحيح البخاري، الشهادات، باب لايشهد على شهادة جور......، حديث: 2651 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة......، حديث :2535 عن عمران بن حصين رضي الله عنه .

والے کافر عبرت حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر آیات: 41-44

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کافروں کا استہزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو استہزا کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ...... ﴾ الآية(الأنبیآء 36:21) ''اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ ہی سے استہزا کرتے ہیں......'' یعنی کفار آپ پر عیب لگاتے اور آپ میں نقص نکالتے تھے اور اب یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ ﴾ ''اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' اور یہ ملعون لوگ ایسی بات ازراہ توہین وتنقیص کہا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ...... ﴾ الآية(الأنعام 10:6) ''اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا......''

﴿ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ﴾ ''وہ ضرور ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا ہی دیتا۔'' یعنی اگر ہم صبر وثبات کا مظاہرہ نہ کرتے اور اپنے معبودوں پر جمے نہ رہتے تو اس نے ہمیں ضرور بتوں کی عبادت سے دور ہٹا دینا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ...... ﴾ الآية ''اور وہ عنقریب معلوم کرلیں گے جب عذاب دیکھیں گے......''

خواہش نفس کو معبود بنانا: پھر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے شقاوت اور ضلالت کو لکھ دے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟'' یعنی جس چیز کو وہ مستحسن سمجھے اور اپنی خواہش نفس کے مطابق اچھا جانے تو وہی اس کا دین ومذہب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ ...... ﴾ الآية(فاطر 8:35) ''سو بھلا جس شخص کو اس کے برے اعمال آراستہ کر کے دکھائے جائیں تو وہ انھیں عمدہ سمجھنے لگے (کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟) پس بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے......''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ ﴾ ''تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں؟'' ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں آدمی ایک طویل زمانے تک سفید پتھر کی عبادت کرتا رہتا تھا اور جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی عبادت شروع کر دیتا اور پہلے کو چھوڑ دیتا تھا۔① پھر فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ...... ﴾ ''یا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں......'' یعنی یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2699/8.

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ

کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کیسے پھیلایا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس

دَلِيْلًا ﴿45﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ

(سائے) پر رہنما بنایا﴿45﴾ پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا﴿46﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس اور نیند کو (ذریعۂ)

سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿47﴾

آرام بنایا، اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا﴿47﴾

کیونکہ چوپائے تو وہ کام سرانجام دے رہے ہیں جس کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے اور یہ لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ غیر اللہ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، حالانکہ ان کی طرف رسولوں کو بھیج کر حجت کو تمام کر دیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 45-47

باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل: اب اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے جو اس کے وجود پاک اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے مختلف اور متضاد اشیاء کو پیدا فرمایا ہے۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ﴾ ''بھلا آپ نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ اس نے سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیا۔'' ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، ابو العالیہ، ابو مالک، مسروق، مجاہد، سعید بن جبیر، نخعی، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس سے طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت مراد ہے۔①

﴿وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن بنا دیتا۔'' کہ ہمیشہ ایک ہی جگہ رہتا اور کبھی زائل نہ ہوتا جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا ......﴾ (القصص 28:71-73) ''کہہ دیجیے! دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات (کی تاریکی) کر دے......'' ﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿45﴾﴾ ''پھر ہم نے سورج کو اس کا رہنما بنا دیا'' کہ اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو سایہ نہ پہچانا جاتا کیونکہ چیز اپنی ضد ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ قتادہ اور سُدِّی کہتے ہیں کہ دلیل کے معنی یہ ہیں کہ سورج اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے حتی کہ مکمل طور پر اس پر آ جاتا ہے۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾﴾ ''پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔'' یعنی سائے کو آسانی کے ساتھ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ سُدِّی کہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ اس کو سمیٹ لیتے ہیں حتی کہ زمین میں سایہ باقی نہیں رہتا اور وہ صرف چھت یا درخت کے نیچے ہوتا ہے، حالانکہ اوپر سورج موجود ہوتا ہے۔③ ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: ﴿قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾﴾ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ سمیٹنا۔④ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ ''اور وہی تو (اللہ) ہے جس نے رات کو

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2701/8 وتفسير الطبري: 25,24/19. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2702/8. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2703/8. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2703/8.

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾

اور وہی (اللہ) ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں چلائیں، اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا﴿48﴾ تاکہ ہم اس

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿49﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ

سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں﴿49﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس کو ان کے سامنے بار بار

لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿50﴾

بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں، پھر بھی اکثر لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے﴿50﴾

تمھارے لیے پردہ بنایا۔" جو وجود کو ڈھانپ لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰى ۙ﴾ (الّیل 1:92)

"رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔"

﴿ وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا ﴾ "اور نیند کو آرام بنایا۔" جو جسموں کی راحت کے لیے حرکت کو قطع کر دیتی ہے۔ اعضاء و جوارح دن کے وقت کثرت حرکت کی وجہ سے تھک جاتے ہیں جب رات آتی اور چھا جاتی ہے اور حرکات ساکن ہو جاتی ہیں تو اعضا و جوارح بھی راحت اور سکون حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ رات کو نیند آ جاتی ہے اور اس کے جسم اور روح دونوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿ وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿47﴾ ﴾ "اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔" کہ اس میں لوگ اپنی روزی کمانے، کام کاج کرنے اور دیگر امور کے سرانجام دینے کے لیے پھیل جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ...... ﴾ الآیة (القصص 73:28) "اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو......"

تفسیر آیات: 48-50

پانی نعمت رب جلیل ہے: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا اظہار ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری سنانے والی بنا کر بھیجتا ہے کہ ان کے بعد بادل آنے والے ہیں۔ ہواؤں کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو چلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کے آنے کی خوش خبری سناتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو زمین میں جھاڑو دیتی ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تاکہ بارش برس سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾ ﴾ "اور ہم نے آسمان سے پاک (اور نتھرا ہوا) پانی اتارا۔" طَهُوْرٌ کا لفظ سَحُوْرٌ (سحری کا کھانا پینا) اور وَقُوْد (ایندھن) جیسے الفاظ کی طرح ہے، یعنی یہ پاکیزگی حاصل کرنے کا آلہ ہے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بُضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیں اور یہ ایک ایسا کنواں تھا جس میں بدبودار چیزوں اور کتوں کے گوشت کو پھینکا جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ

شَیْءٌ] ''یقیناً پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔''① اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔② نیز اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔③

اور ارشاد فرمایا: ﴿ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ﴾ ''تاکہ ہم اس سے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں۔'' یعنی ایسی زمین جو بارش کے طویل انتظار کی وجہ سے بنجر ہو چکی تھی اور اس میں کوئی نبات وغیرہ نہ تھی لیکن جب اس پر بارش برسی تو وہ زندہ ہو گئی اور انواع واقسام کے پھل پھول اس میں بہار دکھانے لگ گئے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ...... ﴾ الآیة(الحج 5:22) ''پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے......'' ﴿ وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿49﴾ ﴾ ''اور (تاکہ) ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں۔'' یعنی اس پانی کو حیوان بھی اور انسان بھی پیتے ہیں اور انسانوں کو اس پانی کی اپنے پینے کے لیے اور اپنی فصلوں اور پھلوں کے لیے شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا...... ﴾ الآیة(الشوریٰ 28:42) ''اور وہی ہے جو نا امید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے......'' اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ...... ﴾ الآیة(الروم 50:30) ''پس آپ اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھیں کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے (بنجر ہونے) کے بعد زندہ کرتا ہے......''

اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے ان (لوگوں) کے درمیان بیان کیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' یعنی زمین کے ایک حصے پر بارش برسا دی اور دوسرے حصے پر بارش نہ برسائی، ایک زمین کے اوپر سے بادل گزرتے ہیں اور دوسری زمین پر پہنچ جاتے ہیں، وہاں برستے ہیں اور جل تھل ایک ہو جاتے ہیں اور دوسری زمین پر بارش کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ اور حکمت قاطعہ کارفرما ہے۔ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿50﴾ ﴾ ''اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے لوگوں میں بیان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔''④ تاکہ وہ یہ نصیحت حاصل کریں کہ جس اللہ نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو اور ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کر دے یا وہ نصیحت پکڑے

---

① سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، حديث :67,66 . ② الأم للشافعي، الطهارة باب الماء الذي ينجس......: 15/1 ومسند أحمد :16,15/3و31. ③ سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، حديث: 66 وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن الماء لا ينجسه شيء، حديث : 66 وسنن النسائي، المياه، باب ذكر بئر بضاعة، حديث :328,327 . ④ تفسير الطبري، :29/19 وتفسير ابن أبي حاتم :2706/8 .

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿51﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے (51) چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن بڑے زور کا جہاد

كَبِیْرًا ﴿52﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ

کریں (52) اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو سمندر ملائے، یہ بہت لذیذ و شیریں ہے (پیاس بجھانے والا)، اور یہ بہت کڑوا کھاری ہے، اور اس نے ان

بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿53﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ رکھی (53) اور وہی (اللہ) ہے جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے

وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿54﴾

ٹھہرائے۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے (54)

جو بارش سے محروم کر دیا گیا ہے کہ اس کی محرومی کا سبب اس کا کوئی گناہ ہے اور وہ اس سے باز آ جائے۔

اور فرمایا: ﴿فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿50﴾﴾ ''مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے۔ ① عکرمہ کی یہ بات صحیح مسلم کی اس حدیث کی طرح ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا جبکہ رات کو بارش ہوئی تھی: [(أَ) تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّامَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّامَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ] ''تم جانتے ہو کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ میرا انکار کرنے والے، جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے تو یہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور جنھوں نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔'' ②

تفسیر آیات: 51-54

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿51﴾﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔'' جو انھیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتا لیکن اے محمد (ﷺ!) یہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2707/8. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحدیبیة......، حدیث: 4147 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان كفر من قال مطرنا بالنوء، حدیث: 71 واللفظ له عن زید بن خالد الجُهنی ﷺ، البتہ قوسین والا حرف بخاری کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

خصوصیت ہم نے صرف آپ کو بخشی ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی طرف ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں تک قرآن پہنچا دیں۔ ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ﴾ (الأنعام 6:19) ''تا کہ اس کے ذریعے سے میں تمھیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے سب کو ڈراؤں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ﴾ (ہود 11:17) ''اور جو کوئی ان گروہوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ﴾ (الأنعام 6:92) ''تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ﴾ (الأعراف 7:158) ''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (اس کا رسول) ہوں۔''

صحیحین میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''① اور انھی دونوں کتابوں میں ہے: [وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ''ہر نبی کو بطور خاص انھی کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔''② اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن جہاد کریں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یعنی قرآن مجید کے حکم کے مطابق③ ﴿جِهَادًا كَبِيْرًا (52)﴾ ''بڑے زور کا جہاد۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ (التوبة 9:73) ''اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے آپ لڑیں......۔''

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ﴾ ''اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، یہ (پانی) شیریں ہے پیاس بجھانے والا، اور یہ کھارا ہے بہت کڑوا۔'' یعنی اس نے میٹھے اور نمکین دونوں قسم کے پانی کو پیدا فرمایا ہے۔ نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے تو یہ گویا بحر شیریں، عذب فرات اور آب زُلال ہے، یہ ابن جریج کا قول ہے۔④ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑤ اور اس معنی میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ وجود میں کوئی ایسا بحر ساکن نہیں جو عذب فرات ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امر واقع کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کی طرف اپنے بندوں کی توجہ مبذول کرا سکے اور وہ اس کا شکر ادا کریں تو میٹھے دریا سے مراد یہی دریا ہے جو لوگوں کے ہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر علاقے میں نہروں اور چشموں کی صورت میں لوگوں کی اپنی اور ان کی زمینوں کی ضرورت و حاجت کے مطابق جاری کر رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ﴾ ''اور یہ کھارا ہے بہت کڑوا۔'' یعنی نمکین، کڑوا اور کھاری ہے جسے حلق سے

---

① صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد ومواضع الصلاة، حديث :521 و مسند أحمد :304/3 و اللفظ له عن جابر بن عبدالله ﷺ جبکہ صحیح بخاری میں بیان کردہ الفاظ آگے آ رہے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: [وَبُعِثْتُ إِلٰى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ]. ② صحيح البخاري، التيمم، باب:1، حديث :335 و صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد ومواضع الصلاة، حديث:521. ③ تفسير الطبري:30/19. ④ تفسير ابن أبي حاتم:2709/8. ⑤ تفسير الطبري:33/19.

نہیں گزارا جاسکتا جیسا کہ مشرق ومغرب کے مشہور سمندروں کا پانی ہے، مثلاً: بحر مُحیط (بحرِ اوقیانوس)، بحیرۂ قُلزُم، بحر یمن (بحیرۂ عرب)، بحر بصرہ (خلیج فارس)، بحر فارس (بحیرۂ عمان)، بحیرۂ چین، بحر ہند، بحیرۂ روم، بحیرۂ خَزَر (قزوین یا کیسپین) اور اس طرح کے دیگر (بند) سمندر جو ساکن ہیں رواں دواں نہیں، البتہ موسم گرما اور تیز ہواؤں کے چلنے کے وقت ان میں موجیں تلاطم خیز ہو جاتی ہیں اور ان میں سے بعض میں مدوجزر بھی ہوتا ہے، ہر مہینے کے شروع میں مد ہوتا ہے اور سمندر میں خوب طغیانی ہوتی ہے جب مہینہ کم ہونا شروع ہوتا ہے تو جزر شروع ہو جاتا ہے حتی کہ سمندر اپنی پہلی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ جب اگلے مہینے کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چودھویں رات تک مد رہتا ہے، پھر جزر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے، جو قدرت کاملہ کا مالک ہے، سمندر کے مدوجزر کی یہ عادت بنا دی ہے، ان تمام ساکن سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے نمکین پیدا فرمایا ہے تاکہ ان کی وجہ سے ہوا میں تعفن پیدا ہو کر وجود کائنات خراب نہ ہو جائے اور ان میں مرنے والے جانوروں کی وجہ سے زمین کی فضا خراب نہ ہو، ان کا پانی نمکین ہے، لہٰذا ان کی ہوا صحیح اور ان میں مرنے والے جانور پاک ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا: کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر لیں۔ تو آپ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ’’اس کا پانی پاک ہے اور اس میں مرا ہوا جانور حلال ہے۔‘‘ اس حدیث کو امام مالک، شافعی، احمد اور اہل سنن نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا ﴾ ’’اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور (مضبوط) اوٹ بنا دی۔‘‘ یعنی میٹھے اور نمکین پانی کے درمیان۔ ﴿ بَرْزَخًا ﴾ کے معنی آڑ کے ہیں اور اس سے مراد خشک زمین ہے۔ ﴿ وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿53﴾ ﴾ سے مراد مضبوط اوٹ ہے تاکہ ایک پانی دوسرے میں مل نہ سکے جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ ﴾ (الرحمٰن 55:19-21) ’’اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں، ان دونوں میں ایک آڑ ہے وہ دونوں (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے، پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ ﴾ (النمل 27:61) ’’(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں بنائیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا ﴾ ’’اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔‘‘ یعنی اس

---

① الموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الطهور للوضوء :6/1 ،حديث: 45 و الأم للشافعي، الطهارة:7/1 و مسند أحمد:361/2 و جامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في ماء البحرأنه طهور، حديث : 69 و سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث :83 و سنن النسائي، الطهارة، باب: في ماء البحر، حديث: 59 و سنن ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث:386 عن أبي هريرةؓ .

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿55﴾

اور وہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿56﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ

ہے﴿55﴾ اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے﴿56﴾ کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر جو یہ

يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿57﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى

چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ پکڑے (وہ اسے مان لے)﴿57﴾ اور آپ اس زندہ (اللہ) پر توکل کیجیے جو مرے گا نہیں، اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔

بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿58﴾ ۚۛ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنے کو کافی ہے﴿58﴾ وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿59﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا

دنوں میں، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، (وہی) رحمٰن ہے، لہٰذا کسی باخبر سے اس کی شان پوچھ لیں﴿59﴾ اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے

لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿60﴾ ع السجدة

ع 5 16 3 السجدة 7

ہیں: کیا ہے رحمٰن؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اور اس (تبلیغ) نے ان کو نفرت میں زیادہ کر دیا﴿60﴾

نے انسان کو کمزور نطفے سے پیدا کیا، اس کے اعضاء کو ٹھیک کیا اور اس کی قامت کو معتدل بنایا اور پھر اسے مرد اور عورت کی صورت میں جس طرح چاہا کامل خلقت کے ساتھ پیدا فرما دیا۔ ﴿فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ﴾ ’’پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے ٹھہرائے۔‘‘ یعنی ابتدا میں تو وہ صاحب نسب پیدا ہوتا ہے اور جب شادی کرتا ہے تو داماد بن جاتا ہے، پھر اس کے داماد اور سسرالی رشتے دار بن جاتے ہیں اور یہ سب رشتے دار اسی حقیر پانی سے پیدا ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿54﴾﴾ ’’اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت رکھتا ہے۔‘‘

تفسیر آیات:55-60

مشرکین کی جہالت: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع ونقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل وحجت بھی نہیں ہے بلکہ محض اپنی آراء اور خواہشات سے انھوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی ہے، وہ بتوں سے دوستی کرتے اور ان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دشمنی رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿55﴾﴾ ’’اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی جماعت کے مقابلے میں شیطان کے رستے میں معاون و مددگار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○﴾ (یٰسٓ 36:74,75) ’’اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے ہیں تاکہ ان کی مدد کی جائے، وہ (معبود) ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ (مشرکین) تو

خود ان کے حاضر کیے گئے لشکر (حمایتی) ہیں۔'' یعنی ان کے یہ معبودانِ باطلہ جنھیں انھوں نے اللہ کے سوا اختیار کر رکھا ہے ان کے لیے کسی بھی قسم کی نصرت کے مالک نہیں ہیں اور یہ جاہل لوگ ان بتوں کے لشکر ہیں جو حاضر ہو کر ان کی طرف سے جنگ کرتے ہیں، ان کی طرف سے دفاع کرتے ہیں لیکن دنیا و آخرت میں اچھا انجام اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا (55) ﴾ ''اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار رہے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے شیطان اس سے بہت زور مرواتا اور اس کی مدد کرتا ہے۔①

رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (56) ﴾ ''اور ہم نے (اے محمد!) آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو آپ جنت کی بشارت سنانے والے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ﴿ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾ ''کہہ دیجیے! میں تم سے اس (کام) کی اجرت نہیں مانگتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے پہنچانے، جنت کی بشارت سنانے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کی میں تم سے کوئی مالی اجرت نہیں مانگتا بلکہ میں یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے سرانجام دیتا ہوں۔ ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ (التکویر 28:81) ''اس شخص کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا رہے۔'' ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (57) ﴾ ''ہاں، جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف (جانے کا) رستہ اختیار کرلے۔'' یعنی اس طریقے، رستے اور منہج کو اختیار کرلے جو میں لے کر آیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ ''اور آپ اس (اللہ) زندہ پر بھروسا کریں جو (کبھی) نہیں مرے گا۔'' یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسا کریں جو زندہ ہے اور کبھی بھی فوت نہیں ہوگا اور جس کی شان یہ ہے: ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (الحدید 3:57) ''وہی (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے اور وہی تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے۔''

وہ دائم، باقی، سرمدی اور ابدی ہے، وہ حی قیوم ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے، اسی ذات پاک کو اپنا ملجا و ماوٰی بنالیں کیونکہ اسی ذات گرامی پر توکل کیا جا سکتا ہے، اسی کی طرف پریشانیوں میں رجوع کیا جا سکتا ہے، وہ کفایت کرنے والا، تائید و حمایت اور فتح و نصرت سے سرفراز فرمانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ ﴾ (المآئدۃ 67:5) ''اے پیغمبر! جو (ارشادات) اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کے پیغام پہنچانے میں

---

① تفسیر الطبری: 34/19.

قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا......۔“

اور فرمایا: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ﴾ ”اور آپ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔“ یعنی اس کی حمد کو تسبیح کے ساتھ ملا کر بیان کریں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ تسبیح کے لیے یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ] ”اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔“① یعنی عبادت اور توکل کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص کر دو جیسا کہ فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝﴾ (المزمّل 9:73) ”(وہی) مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ﴾ (ھود 123:11) ”پس آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا کریں۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ﴾ (الملك 29:67) ”کہہ دیجیے: وہ (اللہ) رحمان ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝۵۸﴾ ”اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔“ اپنے مکمل علم کی وجہ سے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور نہ کوئی ذرہ بھر چیز اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ ﴿الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ......﴾ الآیۃ ”جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا......۔“ یعنی وہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا، وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پروردگار ہے، اسی نے اپنی قدرت وقوت کے ساتھ بلند وبالا اور وسیع وعریض سات آسمانوں کو اور زیریں و گنجان سات زمینوں کو پیدا فرمایا۔ ﴿فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ﴾ ”چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔“ یعنی وہی معاملے کی تدبیر کرتا اور حق کا فیصلہ کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝۵۹﴾ ”پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہی رحمان ہے، لہٰذا اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر لیں۔“ یعنی اس کا حال کسی ایسے شخص سے پوچھیں جو اس کے بارے میں باخبر ہو اور جانتا ہو۔ پس اس کی اتباع اور اقتدا کرو اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے عبد ورسول محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ باخبر نہیں ہے۔ آپ دنیا وآخرت میں علی الاطلاق تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے، لہٰذا آپ نے جو بھی فرمایا وہ حق ہے جو بھی حکم دیا وہ سچ ہے، آپ ہی وہ امام محکم ہیں کہ اپنے تنازعات کے فیصلے کے لیے لوگوں کا آپ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جو بات آپ کے اقوال وافعال کے مطابق ہو وہی حق ہے اور جو بات آپ کے اقوال وافعال کے خلاف ہو وہ مردود ہے، خواہ اس کا کہنے والا اور کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ ......﴾ (النسآء 59:4) ”پھر اگر کسی بات میں تم باہم اختلاف کرو......۔“

---

① صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، حديث: 794 وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ حديث: 484 عن عائشة ؓ.

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿61﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا﴿61﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے ایک

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿62﴾

دوسرے کے پیچھے آنے والے رات اور دن بنائے، اس شخص (کی نصیحت) کے لیے جو نصیحت پکڑنا چاہے یا شکر کرنا چاہے﴿62﴾

اور فرمایا: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ﴾ (الشورٰی 10:42) ”اور (دین کی) جس بات میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ﴾ (الأنعام 115:6) ”اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔“ یعنی خبر کے اعتبار سے اس کی باتیں سچی ہیں اور اوامر ونواہی کے اعتبار سے مبنی بر انصاف ہیں، اسی لیے تو فرمایا: ﴿فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿59﴾﴾ ”تو اس کا حال آپ کسی باخبر سے دریافت کرلیں۔“

مشرکین کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ﴾ ”اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟“ یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمان کے نام سے موسوم کیا جائے جیسا کہ انھوں نے حدیبیہ کے دن بھی اس بات کا انکار کر دیا تھا جب نبی ﷺ نے کاتب سے یہ فرمایا تھا: [اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ] ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔“ تو کفار نے کہا کہ ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے، اس لیے اسی طرح لکھو جس طرح پہلے یہ لکھا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ۔ ①

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 110:17) ”کہہ دیجیے: تم (اللہ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اسی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔“ یعنی وہ اللہ بھی ہے اور رحمان بھی اور اس آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ﴾ ”اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے۔“ یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے، نہیں مانتے۔ ﴿اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا﴾ ”کیا جس کے لیے آپ ہمیں کہتے ہیں ہم اس کو سجدہ کریں؟“ محض آپ کے کہہ دینے کی وجہ سے۔ ﴿وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿60﴾﴾ ”اور اس نے انھیں نفرت میں زیادہ کر دیا۔“ جبکہ مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمان ورحیم ہے، اسی کی الوہیت کے قائل ہیں، اسی کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان کا یہ سجدہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو ضرور کرنا چاہیے جیسا کہ اپنی جگہ پر اس مسئلے کی تفصیل موجود ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 62,61

---

① صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث :1784 ومسند أحمد :268/3 عن أنس رضي الله عنه .

اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تمجید وتعظیم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں میں خوب صورت برج بنائے۔ مجاہد، سعید بن جبیر، ابوصالح، حسن اور قتادہ کے اقوال کے مطابق برجوں سے مراد بڑے بڑے کواکب ہیں۔ ①

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ......﴾ الآية (الملك 5:67) ''اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی......۔'' اسی لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا﴾ ''(اور اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ بنایا۔'' اس سے مراد چمکتا دمکتا ہوا سورج ہے جو وجود کائنات میں چراغ کے مانند ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝﴾ (النبا 13:78) ''اور ہم نے (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔'' ﴿وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝61﴾ ''اور چمکتا ہوا چاند (بھی بنایا۔)'' جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح نہیں ہے بلکہ اور ہی طرح کی روشنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا﴾ (یونس 5:10) ''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝﴾ (نوح 16,15:71) ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں اور اس نے چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔'' ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا جاتا ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں اور ان کا تعاقب جاری وساری رہتا ہے کبھی بھی نہیں رکتا، جب دن ختم ہوجاتا ہے تو رات چھا جاتی ہے اور جب رات ختم ہوجاتی ہے تو دن کی جلوہ فرمائیاں شروع ہوجاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ......﴾ الآية (إبراهيم 33:14) ''اور سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کردیا جو مسلسل چل رہے ہیں......۔'' اور فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ......﴾ الآية (الأعراف 54:7) ''وہی رات کو دن سے ڈھانپتا ہے طلب کرتی ہے رات اس کو جلدی جلدی......۔'' اور فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ......﴾ (یٰس 36 :40) ''نہ تو سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے......۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝62﴾ ''(یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہیں۔)'' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ وقت مقررہ پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں تاکہ بندے اوقات مقررہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں اور جو رات کے وقت کام نہ کرسکے وہ دن میں اسے مکمل کرلے اور جو دن کے وقت کام نہ کرسکے، وہ رات کے وقت اسے سرانجام دے لے۔

---

① تفسير الطبرى :39/19 وتفسير البغوى :454/3 .

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (63)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے (63) اور وہ

وَالَّذِيۡنَ يَبِيۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (64) وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ

جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں (64) اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بلاشبہ اس کا

جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (65) ۖ اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا (66) وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا

عذاب دائمی چمٹنے والا ہے (65) بے شک وہ (جہنم) ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بری جگہ ہے (66) اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے

لَمۡ يُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ يَقۡتُرُوۡا وَكَانَ بَيۡنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (67)

ہیں اور نہ تنگی (بخیلی) ہی، اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے (67)

صحیح حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ، لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ، لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ] ”بے شک اللہ عزوجل رات کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرے اور وہ دن کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔“① مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ خِلْفَةً ﴾ ”ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے“ کے معنی ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، رات اپنی سیاہی کے ساتھ اور دن اپنی روشنی کے ساتھ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔②

تفسیر آیات: 67-63

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات: اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کی یہ صفات ہیں: ﴿ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا ﴾ ”وہ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔“ یعنی سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، غرور اور تکبر کے ساتھ نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَمۡشِ فِى الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ...... ﴾ الآية (لقمٰن 18:31) ”اور تو زمین میں اکڑ کر نہ چلنا......۔“ اللہ تعالیٰ کے بندے زمین میں تکبر کے ساتھ اور اکڑ کر نہیں چلتے اور نہ وہ غرور کے ساتھ اتراتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مریضوں کی طرح تصنع اور ریاکاری کے ساتھ چلتے ہیں۔ سید ولد آدم ﷺ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا اونچی جگہ سے نیچے آ رہے ہوں اور زمین گویا آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہو، اس لیے ھون سے یہاں سکینت اور وقار مراد ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا (أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ) فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ”جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اس طرح آؤ کہ تم نے سکینت کو اختیار کر رکھا ہو، پس نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اسے مکمل کر لو۔“③

---

① صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب......، حديث :2759 عن أبی موسٰی رضی اللہ عنہ. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2718/8 وتفسير الطبری :40/19 . ③ صحیح البخاری، الأذان، باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة ، حديث:635 وصحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب إتيان الصلاة......، حديث:(152)-602 واللفظ له عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ و603 عن أبی قتادة الأنصاری رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ بھی مذکورہ حوالوں میں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿63﴾ ﴾ ”اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔“ یعنی جب جاہل لوگ جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے بری بات کرتے ہیں تو وہ جواب میں اسی طرح کی بری باتیں نہیں کرتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں اور اچھی بات ہی کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جیسے کوئی جاہل شدید جہالت کا ثبوت دیتا تو آپ اسی قدر زیادہ حلم کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ...... ﴾ الآية (القصص : 55:28) ”اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں......۔“

امام احمد نے نعمان بن مُقرِّن مُزَنی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی دوسرے شخص کو گالی دی تو جس کو گالی دی گئی تھی اس نے جواب میں یہ کہنا شروع کر دیا تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: [أَمَا! إِنَّ مَلَكًا بَيْنَكُمَا يَذُبُّ عَنْكَ كُلَّمَا يَشْتُمُكَ هٰذَا، قَالَ لَهُ: بَلْ أَنْتَ وَأَنْتَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِذَا قَالَ لَهُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ: لَا، بَلْ لَّكَ أَنْتَ، أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ] ”سنو! یقیناً تمھاری طرف سے ایک فرشتہ دفاع کر رہا ہے، جب بھی وہ تمھیں گالی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تم ہی اس گالی کے مصداق ہو بلکہ تم اس کے زیادہ حق دار ہو اور جب تم یہ کہتے ہو کہ تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو فرشتہ کہتا ہے کہ اس پر نہیں بلکہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی سلامتی کے اس کی نسبت تم زیادہ حق دار ہو۔“① اس حدیث کی سند حسن ہے مگر ائمۂ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کی رات بہترین رات ہوتی ہے، فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿64﴾ ﴾ ”اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔“ یعنی وہ اپنی رات رب تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں بسر کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 18,17:51) ”وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے ہیں اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ...... ﴾ (السجدة 16:32) ”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں......۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط...... ﴾ الآية (الزمر 9:39) ”(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو......؟“ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿65﴾ ﴾ ”اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔“ اور وہ ہمیشہ چمٹا رہنے والا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿65﴾ ﴾ سے

---

① مسند أحمد :445/5.

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے ، اور وہ کسی نفس کو بھی جسے (مارنا) اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے اور

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿68﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ

وہ زنا نہیں کرتے، اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ گناہ کی سزا پائے گا ﴿68﴾ یوم قیامت اس کا عذاب دگنا کردیا جائے گا، اور وہ اس میں

مُهَانًا ﴿69﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا ﴿69﴾ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور نیک عمل کیے، تو انھی لوگوں کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں سے بدل

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿70﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿71﴾ ع 6 17 4

دے گا، اور اللہ غفور (اور) رحیم ہے ﴿70﴾ اور جو توبہ کرے، اور نیک کام کرے، تو بلاشبہ وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے ﴿71﴾

مراد ہر وہ چیز ہے جو ابن آدم کو لاحق ہو، پھر وہ زائل ہو جائے تو وہ غرام نہیں ہے بلکہ غرام وہ ہے جو اس وقت تک باقی رہے جب تک آسمان اور زمین باقی رہے گا۔ ① سلیمان تیمی کا بھی یہی قول ہے۔ ②

﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿66﴾ ﴾ ”بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔“ یعنی دیکھنے کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے اور رہنے کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا...... ﴾ الآیۃ ”اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ وہ تنگی کرتے ہیں......“ یعنی خرچ کرنے میں وہ اسراف سے کام نہیں لیتے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے میں کوتاہی کریں اور ان کی ضرورت کے مطابق ان پر خرچ نہ کریں بلکہ وہ اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور سب سے بہتر کام وہی ہوتا ہے جس میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے، نہ اسراف کا مظاہرہ کیا جائے اور نہ بخل سے کام لیا جائے۔ ﴿ وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿67﴾ ﴾ ”اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ...... ﴾ الآیۃ (بنیٓ إسرآءیل 17:29) ”اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) رکھو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہ) اور نہ بالکل کھول ہی دو......“

تفسیر آیات: 68-71

شرک، قتل اور زنا سے اجتناب: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ (خَشْيَةَ) أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ] ”یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے، عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ بھی تمھارے ساتھ کھائے گا، عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔“ عبداللہ بیان کرتے ہیں

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :2724/8 . ② تفسیر ابن أبی حاتم :2724/8 .

کہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......﴾ الآیۃ ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے ......۔“ ① امام نسائی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ ② نیز اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ کچھ مشرکوں نے قتل بھی بہت کیے اور بدکاری بھی بہت کی، پھر انھوں نے محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت خوب ہے، لہٰذا آپ یہ فرمائیں کہ ہم نے جو برے کام کیے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......﴾ ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں پکارتے ......۔“ نیز یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ......﴾ (الزمر 53:39) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) آپ کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے......۔“ ④

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝68﴾ ”اور جو بھی یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ (کی سزا) سے ملے گا۔“ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ أثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ ⑤ عکرمہ کا بھی یہی قول ہے کہ ﴿يَلْقَ اَثَامًا ۝68﴾ میں أثام جہنم کی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ⑥ سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑦ سدی کہتے ہیں کہ ﴿يَلْقَ اَثَامًا ۝68﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اسے سزا ملے گی۔ ⑧

یہ معنی آیت کے ظاہری الفاظ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، اسی لیے بعد کے الفاظ میں اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے: ﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ”قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔“ یعنی اسے بار بار اور بہت سخت عذاب دیا جائے گا۔ ﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝69﴾ ”اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت وخواری سے رہے گا۔“ اس میں حقیر و ذلیل ہو کر رہے گا۔ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ”مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے اچھے کام کیے۔“ یعنی ان برے اعمال کی سزا وہ ہے جو بیان کی گئی ہے (اسے ملے گی) ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ ”مگر جس نے توبہ کی۔“ یعنی دنیا میں ان تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا (اسے سزا نہیں ملے گی۔) یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل کی توبہ بھی صحیح ہے اور اس آیت میں اور سورۂ نساء کی حسبِ ذیل آیت میں کوئی تعارض

---

① مسند أحمد: 431/1 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......﴾ (الفرقان 68:25)......، حدیث: 4761 میں ہے۔ ② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ ......﴾ (الفرقان 62:25): 421,420/6، حدیث: 11368. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......﴾ (الفرقان 68:25)......، حدیث: 4761 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون الشرك......، حدیث: (142)-86. ④ تفسیر الطبری: 53,52/19. ⑤ تفسیر الطبری: 57/19. ⑥ تفسیر الطبری: 57/19. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم: 2730/8 و تفسیر الطبری: 57/19. ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم: 2730/8.

نہیں ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا...... ﴾ (النسآء 93:4) ”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصدًا مار ڈالے......۔“ یہ آیت کریمہ اگرچہ مدنی ہے مگر یہ مطلق ہے اور اسے اسی شخص پر محمول کیا جائے گا جو توبہ نہ کرے کیونکہ یہ توبہ کے ساتھ مقیّد ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ...... ﴾ الآیة (النسآء 48:4) ”یقیناً اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا دوسرے گناہوں میں جسے چاہے معاف کر دے......۔“

رسول اللہ ﷺ کی سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے جب سو قتل کرنے کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو بھی قبول فرما لیا تھا①، اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑦⓪ ﴾ ”تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِّنَ النَّارِ، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، يُؤْتٰى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ: نَحُّوا كِبَارَ ذُنُوبِهٖ، وَسَلُوهُ عَنْ صِغَارِهَا، قَالَ: فَيُقَالُ لَهٗ: عَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَعَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا (فَيَقُولُ: نَعَمْ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُّنْكِرَ......فَيُقَالُ لَهٗ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هٰهُنَا)] ”میں اس شخص کو جانتا ہوں جو دوزخ سے سب سے آخر میں نکلے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے بڑے گناہوں سے چشم پوشی کرو اور چھوٹے گناہوں کے بارے میں اس سے پوچھو۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے تھے اور فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے تھے، وہ کہے گا: ہاں، اور وہ اپنے کسی گناہ کا انکار نہ کر سکے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تجھے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی دی جا رہی ہے تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تو ایسے بھی بہت سے گناہ کیے تھے جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔“ راوی کا بیان ہے کہ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔② اس روایت کو امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے،③ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان نہیں کیا۔

امام ابن ابوحاتم نے ابوجابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے مکحول کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک بہت ہی بوڑھے شخص

---

① اس واقعے کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں النسآء، آیت:100 اور الزمر، آیت: 53 کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ اور دیکھیے صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 54 ، حدیث:3470 و صحیح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن کثر قتله، حدیث:2766 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ. ② مسند أحمد :170/5، البتہ قوسین والا حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 190 کے مطابق ہے۔ ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة......، حدیث :190.

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (72) وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ

اور وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے، اور جب کسی بیہودہ کام سے ان کا گزر ہو تو وہ عزت و وقار سے گزر جاتے ہیں (72) اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی

رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (73) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے (73) اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری

وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (74)

بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا (74)

جن کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے آئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے بہت غلطیاں اور بہت گناہ کیے ہیں، کوئی چھوٹی بڑی ظلم و زیادتی ایسی نہیں جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو بلکہ میں نے تو اس قدر کثرت کے ساتھ گناہ کیے ہیں کہ اگر انھیں تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ انھیں تباہ و برباد کر دیں تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: [أَسْلَمْتَ] "تم مسلمان ہو؟" اس نے عرض کی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّ اللّٰهَ غَافِرٌ لَّكَ مَا كُنْتَ كَذٰلِكَ، وَمُبَدِّلٌ سَيِّئَاتِكَ حَسَنَاتٍ] "یقیناً اللہ تمھیں جیسے تم تھے، بخش دے گا اور تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔" اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری غداریاں اور بدکاریاں؟ آپ نے فرمایا: [وَغَدَرَاتُكَ وَفَجَرَاتُكَ] "تمھاری غداریوں اور بدکاریوں کو بھی۔" آدمی یہ سن کر جب واپس جانے لگا تو وہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتا جا رہا تھا۔①

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت عام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی بھی جلیل یا حقیر، چھوٹے یا بڑے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو ضرور قبول فرما لے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (71) ﴾ "اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بے شک وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے توبہ کرنا۔" یعنی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ...... ﴾ الآية (النسآء 4:110) "اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کر لے......" اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ...... ﴾ الآية (التوبة 9:104) "کیا انھیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے......" اور یہ بھی فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ...... ﴾ الآية (الزمر 39:53) "(اے پیغمبر! آپ) کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں......" یعنی اس کے لیے جو اس کے حضور توبہ کرے۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2736,2735/8 اور شواہد کے لیے دیکھیے مسند أحمد: 385/4 عن عمرو بن عبسةؓ والمعجم الکبیر للطبرانی: 54,53/7، حدیث: 6361 عن سلمة بن نفیلؓ۔

تفسیر آیات:72-74

بندگانِ الٰہی کی کچھ اور صفات: بندگانِ الٰہی کی یہ بھی صفات ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی بھی نہیں دیتے۔ یہاں لفظ زُور استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کذب، فسق، کفر، لغو اور باطل کے ہیں۔ عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ برائی اور بے حیائی کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے۔① اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، زُور کے معنی کسی کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُ نَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟] ''کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔'' یہ آپ نے تین بار فرمایا، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [(اَلشِّرْكُ) بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ] ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' آپ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: [أَلَا! وَقَوْلُ الزُّورِ، (وَشَهَادَةُ الزُّورِ)] ''خبردار! سن لو جھوٹی بات، (خبردار! سن لو) جھوٹی گواہی۔ (اکبر الکبائر میں سے ہے۔)'' آپ نے بار بار یہ بات ارشاد فرمائی حتی کہ ہم نے کہا: کاش آپ سکوت فرمالیں!②

سیاق کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ﴿ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی کے لیے حاضر نہیں ہوتے، اس لیے فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ ﴾ ''اور جب ان کا بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزر ہو تو عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔'' یعنی وہ جھوٹی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے اور جب کبھی اتفاق سے انھیں کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرنے کا موقع ملے تو شائستگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں اور اپنے دامن کو ذرہ بھر آلودہ نہیں ہونے دیتے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ ﴾ ''عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ ﴾ ''اور وہ کہ جب انھیں پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)'' یہ بھی مومنین کی صفات میں سے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴾ (الأنفال 2:8) ''جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' اس کے برخلاف کافر جب اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ اپنی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا کرتا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2738/8. ② صحیح البخاری، الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور......، حدیث: 2654 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر و أکبرها، حدیث: 87، البتہ پہلی اور دوسری قوسوں والے الفاظ صحیح البخاری، الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور......، حدیث: 2653 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر و أکبرها، حدیث: 88 عن أنس رضی اللہ عنہ.

ہے بلکہ وہ اپنے کفر، سرکشی، جہالت اور ضلالت ہی میں مبتلا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ (التوبة 9:124,125) ’’اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (منافقین) میں سے بعض (استہزا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے، سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو اس نے ایمان زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں پلیدی پر پلیدی زیادہ کی۔‘‘ ﴿ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ ﴾ ’’تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔‘‘ جبکہ کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے تو آیات اس پر کچھ اثر نہیں کرتیں، اس لیے وہ اپنی حالت ہی پر برقرار رہتا ہے، گویا وہ بہرا اور اندھا ہے، اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ﴾ ’’اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔‘‘ یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اس وحدہ لاشریک کی اطاعت وعبادت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے تاکہ دنیا وآخرت میں انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو۔①

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مقداد بن اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا اور کہنے لگا کہ مبارک ہیں یہ دونوں آنکھیں جو رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوئی تھیں، اے کاش! ہم بھی وہ دیکھتے جو آپ نے دیکھا اور ہم بھی وہ مشاہدہ کرتے جو آپ نے مشاہدہ کیا، اس سے مقداد ناراض ہو گئے تو مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس شخص نے تو اچھی بات کہی تھی، پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ آدمی کو اس بات پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر ہونے کی تمنا کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے غائب رکھا ہے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اگر وہ اس موقع پر حاضر ہوتا تو اس کا طرزِ عمل کیا ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہت سے ایسے لوگ بھی حاضر ہوئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا کیونکہ انھوں نے آپ کی تصدیق نہ کی اور آپ کی نبوت ورسالت کو قبول نہیں کیا تھا، کیا تم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے جب سے تمھیں پیدا فرمایا ہے تم اپنے رب تعالیٰ کو پہچانتے ہو اور تمھارے نبی ﷺ تمھارے پاس جس دین وشریعت کو لائے ہیں تم اس کی تصدیق کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے تمھیں بچا لیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو دور جاہلیت میں ایسے حالات میں مبعوث کیا گیا تھا کہ ان سے زیادہ شدید حالات میں کسی نبی کی بعثت عمل میں نہ آئی تھی، اس دور

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2742/8 وتفسیر الطبری: 66/19.

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿75﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

انھی لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے میں (جنت کے) بالا خانے جزا میں دیے جائیں گے، اور وہاں دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال ہوگا﴿75﴾ وہ ہمیشہ

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿76﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ

وہاں رہیں گے، وہ (بہشت) بہت اچھا مستقر اور مقام ہوگا﴿76﴾ کہہ دیجیے: اگر تمھاری دعا و التجا نہ ہوتی تو میرا رب تمھاری پروا نہ کرتا، تم (حق کو) جھٹلا چکے

يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿77﴾

ہو، لہٰذا وہ (عذاب تمھیں) عنقریب لازم ہو کر رہے گا﴿77﴾

میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بتوں کی عبادت سے افضل کوئی دین نہیں ہے۔ آپ ایسے دین فرقان کے ساتھ تشریف لائے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا، جس نے باپ اور بیٹے میں فرق کر دیا، اگر آدمی اپنے والد یا بیٹے یا بھائی کو دیکھتا کہ وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کے قفل کو ایمان کے لیے کھول دیا ہے تو وہ جانتا تھا کہ اس کا وہ باپ یا بیٹا یا بھائی جس نے ایمان کو قبول نہیں کیا مرنے کے بعد جہنم رسید ہوگا، اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوتیں کہ اس کا پیارا دوزخ میں جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾ ''اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔''① اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اسے کتب ستہ میں بیان نہیں کیا گیا۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿74﴾﴾ ''اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سُدّی، قتادہ اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ایسے امام بنا دے کہ خیر میں ہماری اقتدا کی جائے۔② دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ہدایت کرنے والے، ہدایت یافتہ اور خیر و بھلائی کے داعی بنا دے، انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ان کی ہدایت کا دوسروں تک بھی نفع پہنچے کیونکہ یہ بات کثرت ثواب اور حسن انجام کا سبب بنتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْعِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهِ، أَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُو لَهُ] ''جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) یا وہ علم جس کے ساتھ اس کے بعد نفع حاصل کیا جا رہا ہو یا (3) ایسا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔''③

تفسیر آیات: 75-77

اللہ کے بندوں کی جزا اور اہل مکہ کے لیے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی صفات جمیلہ اور اقوال و افعالِ جلیلہ کا

---

① مسند أحمد: 6/2،3. ② تفسير ابن أبی حاتم: 8/2743 و تفسير الطبری: 19/68. ③ صحيح مسلم، الوصية، باب مايلحق الإنسان من الثواب……، حديث: 1631.

ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ’’یہی لوگ۔‘‘ جو ان صفات کے مالک ہیں۔ ﴿يُجْزَوْنَ﴾ ’’بدلہ دیے جائیں گے۔‘‘ قیامت کے دن۔ ﴿الْغُرْفَةَ﴾ ’’بالا خانے۔‘‘ اور یہاں غرفہ سے مراد جنت ہے۔ اور یہ قول ابوجعفر باقر، سعید بن جُبیر، ضَحّاک اور سُدّی کا ہے۔① ان بالا خانوں کو ان کی بلندی کی وجہ سے غرفہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾ ’’ان کے صبر کے بدلے میں۔‘‘ یعنی صبر کے ساتھ ان تمام امور کو انجام دینے کی وجہ سے۔ ﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا (75)﴾ ’’اور وہاں دعا و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔‘‘ یعنی جنت میں انھیں اکرام و احترام سے نوازا اور دعا و سلام کے ساتھ سرفرازا جائے گا، ان کے لیے سلامتی ہوگی، ان کے اوپر بھی سلامتی ہوگی، فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آتے ہوئے کہیں گے کہ تم پر رحمت اور سلامتی ہو، یہ تمھاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب گھر ہے۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ’’وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘ یعنی جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقیم رہیں گے وہاں سے کہیں نہیں جائیں گے، فوت بھی نہیں ہوں گے، کسی اور جگہ منتقل بھی نہیں ہوں گے، جنت کے بجائے کوئی اور ٹھکانا بدلنا بھی نہیں چاہیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ......﴾ الآیة(ھود 108:11) ’’اور جو نیک بخت بنائے گئے ہوں گے تو وہ بہشت میں (داخل کیے جائیں گے) اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین ہیں......۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (76)﴾ ’’وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔‘‘ منظر کے اعتبار سے بے حد حسین و جمیل اور مقام و منزل کے اعتبار سے بہت پاکیزہ و پوتّر ہے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ﴾ ’’کہہ دیجیے: میرا پروردگار بھی تمھاری کچھ پروا نہ کرتا۔‘‘ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے تو اسے بھی تمھاری کچھ پروا نہیں، اس نے تو ساری مخلوق کو پیدا ہی اس لیے فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے، اسے وحدہ لاشریک مانے اور صبح و شام اس کی تسبیح و تقدیس کے ترانے گائے۔ ﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ﴾ ’’پس تم نے (حق کی) یقیناً تکذیب کی ہے۔‘‘ اے کافرو! ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (77)﴾ ’’سو وہ (سزا تمھارے لیے) جلد لازم ہوگی۔‘‘ یعنی تمھاری یہ تکذیب دنیا و آخرت میں تمھاری ہلاکت اور تباہی و بربادی کا سبب بنے گی۔ غزوۂ بدر کے دن کفار کی تباہی و بربادی اور ہلاکت بھی اسی میں داخل ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود ؓ، ابی بن کعب ؓ، محمد بن کعب قرظی، مجاہد، ضَحّاک، قتادہ اور سُدّی وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔② امام حسن بصری ؒ فرماتے ہیں کہ ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (77)﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ سزا قیامت کے دن لازم ہوگی۔③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ کفار کے لیے یہ سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔

سورۂ فرقان کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2743/8 وتفسیر الطبری: 69/19. ② تفسیر الطبری: 72/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2746/8. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2746/8.

تفسیر
سُورۂ شُعَراء

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ③ اِنۡ نَّشَاۡ

طٰسٓمّٓ ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ② (اے نبی!) شاید اس (غم) سے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے آپ خود کو ہلاک ہی کر لیں گے ③ اگر ہم چاہیں تو

نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ④ وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنَ

ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے آگے ان کی گردنیں جھکی ہی رہ جائیں ④ اور رحمٰن کے پاس سے جو بھی کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس

الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ ⑤ فَقَدۡ کَذَّبُوۡا فَسَیَاۡتِیۡہِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِہٖ

سے اعراض کر لیتے ہیں ⑤ چنانچہ یقیناً وہ جھٹلا چکے، لہٰذا جلد ان کے پاس اس کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ⑥ کیا انھوں نے

یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ⑥ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ⑦ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ

زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی ہی عمدہ چیزیں اگائی ہیں ⑦ بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے

لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ⑨ ع 1 9 5

نہیں ⑧ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ⑨

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی تفسیر میں اس کا نام سورۃ الجامعۃ ہے۔

تفسیر آیات:1-9

کفار کا قرآن مجید سے اعراض: بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات سے متعلق بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں، لہٰذا اس کے اِعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② ﴾ ”یہ کتابِ روشن کی آیتیں ہیں۔“ مبین کے معنی بَیِّن، واضح اور روشن کے ہیں جو حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں فرق کر دے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ ﴾ ”(اے پیغمبر!) شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔“ اس رنج و غم کی وجہ سے ﴿ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ③ ﴾ ”کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔“ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان نہ لانے والے کفار کی وجہ سے تسلی دی گئی

ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ ﴾ (فاطر 35:8) ’’ تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ ﴾ (الکهف 18:6) ’’ (اے پیغمبر!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔‘‘ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، عطیہ، ضحاک، حسن اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ شاید آپ اپنے آپ کو قتل کر دیں گے۔①

پھر فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ ﴾ ’’ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔‘‘ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر ایسی نشانی اتار دیں جو انھیں زبردستی ایمان لانے پر مجبور کر دے لیکن ہم ایسا نہیں کرتے کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص مجبوراً نہیں بلکہ اپنے اختیار سے ایمان لائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (یونس 10:99) ’’ اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً …… ﴾ الآیة (ہود 11:118) ’’ اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا……۔‘‘ پس اس نے اپنی تقدیر کو نافذ کر دیا، اس کی حکمت جاری و ساری ہوگئی اور اس کی حجت بالغہ مخلوق پر اس طرح قائم ہوگی کہ اس نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ ﴾ ’’ اور ان کے پاس (اللہ) رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔‘‘ یعنی جب بھی ان کے پاس آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی تو ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (یوسف 12:103) ’’ اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ ﴾ (یٰس 36:30) ’’ بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ …… ﴾ الآیة (المؤمنون 23:44) ’’ پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے، جب کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلا دیتے تھے……۔‘‘ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ ﴾ ’’ سو یہ تو یقیناً جھٹلا چکے، عنقریب ان کے پاس (اس چیز کی) خبریں آئیں گی جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔‘‘ یعنی ان کے پاس جب حق آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا اور اپنے اس جھٹلانے کا انجام یہ لوگ کچھ وقت بعد معلوم کریں گے۔ ﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2748/8.

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑩ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ⑪ قَالَ

اور (یاد کریں) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تو ظالم قوم کے پاس جا⑩ (یعنی) قومِ فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟⑪ اس نے کہا: اے

رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ؕ⑫ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی

میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے⑫ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، لہٰذا تو ہارون کی طرف بھی (وحی)

هٰرُوْنَ ⑬ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۚ⑭ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا

بھیج⑬ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ (جرم) ہے، لہٰذا مجھے خوف آتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے⑭ فرمایا: ہرگز نہیں! چنانچہ تم دونوں ہماری نشانیوں

مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ⑯ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا

کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمھارے ساتھ ہیں، سننے والے ہیں⑮ چنانچہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر اس سے کہو: بلاشبہ ہم رب العالمین کے رسول

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ؕ⑰ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ۙ⑱

ہیں⑯ یہ کہ بنی اسرائیل کو (آزاد کر کے) ہمارے ساتھ بھیج دے⑰ فرعون نے کہا: کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تیری پرورش نہیں کی اور تو ہمارے

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ⑲ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ

درمیان اپنی عمر کے کئی برس نہیں رہا؟⑱ اور تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا، اور تو ناشکروں میں سے ہے⑲ اس نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ

الضَّآلِّیْنَ ؕ⑳ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ㉑

میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا⑳ پھر جب میں تم سے ڈرا تو میں تم سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم بخشا اور اس نے مجھے رسولوں

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ؕ㉒

میں سے بنایا㉑ اور (کیا یہی ہے) وہ احسان جو تو مجھ پر جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے㉒

ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ○﴾ (الشعرآء 26:227) ”اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی لوٹنے کی جگہ وہ لوٹ کر جائیں گے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم سلطنت، اپنے جلال وقدرت اور اپنی عظمتِ شان کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلائی ہے جنھوں نے اس کے رسول کی مخالفت اور اس کی کتاب کی تکذیب کی جرأت کی، فرمایا کہ وہ عظیم الشان غلبے اور قدرت کا مالک ہے، اسی نے زمین کو پیدا کیا اور اسی نے اس میں سے فصلوں، پھلوں اور حیوانوں جیسی کتنی ہی نفیس چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔ سفیان ثوری نے ایک شخص سے اور انھوں نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ لوگ بھی زمین ہی کی نبات ہیں، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم اور جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ لئیم ہے۔① ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اس میں (اللہ کی قدرت کی عظیم) نشانی ہے۔“ یعنی اس میں اشیاء کے پیدا کرنے والے کی قدرت کی نشانی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور آسمان کو بلند کر دیا اور اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسولوں کی اور اس کی کتابوں کی تکذیب

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2750/8.

کرتے، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت کرتے اور اس کی نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اور یقیناً آپ کا پروردگار غالب ہے۔'' یعنی زبردست اور غالب ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے۔ ﴿ الرَّحِيْمُ ﴾ ''نہایت مہربان ہے'' یعنی اپنی مخلوق پر رحم فرماتا ہے، نافرمانی کرنے والے کو جلد سزا نہیں دیتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے اور پھر جب اسے پکڑتا ہے تو اس طرح جیسے کوئی قوی اور غالب پکڑتا ہے۔ ابوالعالیہ، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ اپنے انتقام، اپنے حکم کی مخالفت کرنے والوں اور اپنے سوا غیروں کی پوجا کرنے والوں سے بدلہ لینے میں بہت قوی ہے۔ ① اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ ان پر بے حد مہربان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ②

تفسیر آیات:10-22

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے عبد و رسول اور کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اس وقت دیا جب انھیں طور کی دائیں جانب سے پکارا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، سرگوشی کی، رسالت و نبوت سے نوازا اور فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کا حکم دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ۙ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ⑪ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ⑫ۭ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ⑬ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ⑭ۚ ﴾ ''کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ اس نے کہا کہ میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہٰذا تو ہارون کی طرف (وحی) بھیج (کہ میرے ساتھ چلے) اور ان کا مجھ پر ایک گناہ (قبطی کے خون کا دعویٰ) بھی ہے، سو میں اس سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔'' یہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عذر تھے جن کی بابت انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں دور فرما دے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ذکر فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۭ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:25-36) ''اس نے کہا: میرے پروردگار! میرے (اس کام کے) لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے گھر والوں میں سے میرے لیے وزیر (مددگار) بنا دے (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر دے اور اسے میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، بلاشبہ تو ہی ہمیں (ہر حال میں) خوب دیکھ رہا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تجھے تیرا سوال یقیناً دے دیا گیا۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ⑭ۚ ﴾ ''اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ بھی ہے، سو میں اس

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2751/8. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2751/8.

سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔'' یعنی اس قبطی کے قتل کی وجہ سے جو موسیٰ علیہ السلام کے بلاد مصر سے خروج کا سبب بنا تھا۔ ﴿قَالَ كَلَّا ۚ﴾ ''فرمایا: ہرگز نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان میں سے کسی بھی چیز سے نہ ڈرو جیسا کہ فرمایا: ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○﴾ (القصص 35:28) ''عنقریب ہم تمھارے بھائی سے تمھارا بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر وہ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے، (تم جاؤ) ہماری نشانیوں کے ساتھ (اور) تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی غالب رہو گے۔'' ﴿فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮﴾ ''چنانچہ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، یقیناً ہم تمھارے ساتھ سننے والے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ○﴾ (طٰہٰ 46:20) ''یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔'' یعنی اپنی حفاظت اور تائید و نصرت کے ساتھ میں تمھارے ساتھ ہوں، ﴿فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴾ ''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر کہو کہ بلاشبہ ہم تمام جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ﴾ (طٰہٰ 47:20) ''بلاشبہ ہم دونوں (آپ کی طرف) آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔'' ﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ⑰ؕ﴾ ''یہ (اس لیے آئے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔'' یعنی انھیں اپنی قید سے آزاد کر دے، ان پر اپنا قبضہ و تسلط ختم کر دے اور انھیں سزائیں دینا ترک کر دے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے اور اس کی مخلص جماعت ہیں مگر تو نے انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب موسیٰ نے یہ فرمایا تو فرعون نے سن کر آپ (موسیٰ علیہ السلام) سے منہ موڑ لیا اور پھر حقارت آمیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: ﴿اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا......﴾ الآیۃ ''کیا ہم نے تمھیں اس حال میں نہیں پالا تھا کہ تم بچے تھے......'' یعنی موسیٰ تم تو وہ ہو کہ ہم نے تمھاری اپنے گھر میں اور اپنے بستر پر پرورش کی تھی، تمھیں کھانا دیا اور سالہا سال تک تم پر احسان کیا تھا اور اب تم اس احسان کا یہ بدلہ دے رہے ہو کہ ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور ہمارے احسان کو فراموش کر دیا، اس لیے فرمایا: ﴿وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ⑲﴾ ''اور تم ناشکروں میں سے ہو۔'' یعنی احسان کا انکار کرنے والوں میں سے ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور ابن جریر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔①

﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ⑳ؕ﴾ ''اس (موسیٰ) نے کہا: (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔'' یعنی اس واقعے کا تعلق وحی و تنزیل اور نبوت و رسالت سے پہلے کے دور سے ہے۔ ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ㉑﴾ ''تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم میں سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم (نبوت و علم) عطا کیا اور مجھے پیغمبروں میں سے بنا دیا۔'' یعنی پہلا دور ختم ہو گیا اور اب نیا دور شروع ہوا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرو گے تو سلامت

---

① تفسیر الطبری: 84,83/19 .

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ㉓ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ

فرعون نے کہا: اور رب العالمین کیا ہے؟㉓ اس نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، ان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے

مُّوْقِنِيْنَ ㉔ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ㉕ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ㉖ قَالَ

والے ہو㉔ اس نے اپنے اردگرد والوں (درباریوں) سے کہا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟㉕ موسیٰ نے کہا: (وہ) تمھارا اور تمھارے اگلے آباء واجداد کا رب

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ㉗ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ

ہے㉖ اس نے کہا: بلاشبہ تمھارا یہ رسول، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، یقیناً دیوانہ ہے㉗ اس نے کہا: (وہ) مشرق ومغرب اور جو کچھ ان دونوں کے

كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ㉘

درمیان ہے ان کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو㉘

رہو گے اور اگر اس کی مخالفت کرو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ㉒﴾ ’’اور (کیا) یہی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔‘‘ یعنی میرے ساتھ احسان کیا اور میری پرورش کی اور اس کے بالمقابل میری قوم بنی اسرائیل کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کر دی کہ انھیں غلام اور خادم بنا کر محنت ومشقت کے کاموں پر لگا دیا، تو کیا ان کے ایک آدمی کے ساتھ احسان پوری قوم کے ساتھ بدسلوکی کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یعنی میری قوم کے ساتھ بدسلوکی اور انھیں ذلیل ورسوا کرنے کی جو انتہا کر دی ہے اس کے مقابلے میں میرے ساتھ کیے ہوئے احسان کی کوئی حیثیت نہیں۔

تفسیر آیات: 28-23

پروردگار عالم کے متعلق فرعون کا توہین آمیز انداز: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، تمرد، سرکشی اور انکار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ سے کہا: ﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ㉓﴾ ’’اور تمام جہانوں کا رب کیا ہے؟‘‘ کیونکہ وہ اپنی قوم سے کہا کرتا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ﴾ (القصص 38:28) ’’میں اپنے سوا کسی کو تمھارا خدا نہیں جانتا۔‘‘ ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ﴾ الزخرف 54:43) ’’غرض! اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انھوں نے اس کی بات مان لی۔‘‘ انھوں نے کائنات کے پیدا فرمانے والے اللہ جل وعلا کا انکار کر دیا اور یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ فرعون کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الزخرف 46:43) ’’بلاشبہ میں تمام جہانوں کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔‘‘ تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ کون ہے جس کو تو میرے سوا رب العالمین مانتا ہے؟ علمائے سلف اور ائمۂ خلف نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے حتی کہ سدی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت حسب ذیل آیات کے مانند ہے: ﴿ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝﴾ (طٰهٰ 50,49:20) ’’اس نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔‘‘①

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2756/8.

منطقیوں کے ایک شبہے کا ازالہ: جن اہل منطق وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ فرعون کا یہ سوال ماہیت کے بارے میں تھا تو ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ اسے تو پروردگار عالم کے وجود ہی کا اقرار نہ تھا کہ وہ اس کی ماہیت کے بارے میں سوال کرتا، وہ تو سرے ہی سے وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا گو دلائل و براہین کے ساتھ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کر دیا گیا تھا، الغرض! فرعون نے جب رب العالمین کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو: ﴿قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ﴾ ”کہا: جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔“ یعنی وہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک ہے اور اس کا تصرف ان میں کارفرما ہے، وہی معبود برحق ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے عالم عُلوی اور اس کے روشن و منور ثوابت اور سیاروں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے عالم سِفلی اور اس کے دریاؤں، سمندروں، صحراؤں، پہاڑوں، درختوں، حیوانوں، نباتات، پھلوں، ہواؤں اور پرندوں کو پیدا فرمایا اور یہ ساری مخلوقات اس کی غلام اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ 24﴾ ”بشرطیکہ تم یقین کرنے والے ہو۔“ یعنی بشرطیکہ تمھارے پاس یقین کرنے والے دل اور دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر فرعون نے اپنے گردو پیش بیٹھے ہوئے سرداروں اور روسائے حکومت کی طرف دیکھا اور تکبر، استہزاء اور موسیٰ کی تکذیب کرتے ہوئے کہنے لگا: ﴿اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ 25﴾ ”کیا تم غور سے سنتے نہیں؟“ یعنی کیا تمھیں اس بات سے تعجب نہیں ہو رہا جو موسیٰ کہہ رہا ہے کہ تمھارا اللہ میرے سوا کوئی اور ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ 26﴾ ”(وہ) تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔“ یعنی وہ تمھارا بھی خالق ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا بھی وہی خالق ہے جو فرعون اور اس کے زمانے سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

﴿قَالَ﴾ ”اس (فرعون) نے کہا“ اپنی قوم سے: ﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ 27﴾ ”یقیناً تمھارا یہ پیغمبر جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔“ یعنی اس میں عقل نہیں جو اس نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی اور بھی رب ہے۔ ﴿قَالَ﴾ ”اس (موسیٰ) نے کہا“ ان لوگوں سے جن کو فرعون نے شبہے میں مبتلا کر دیا تھا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ 28﴾ ”جو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا رب ہے بشرطیکہ تم سمجھتے ہو۔“ یعنی رب العالمین وہ ہے جس نے مشرق کو مشرق بنا دیا ہے کہ اس سے کواکب طلوع ہوتے ہیں اور اس نے مغرب کو مغرب بنا دیا ہے کہ اس میں کواکب، ثوابت و سیارے غروب ہوتے ہیں اور پھر اس نے ان سب کے نظام کو اپنی قدرت کے ساتھ مسخر فرما دیا ہے تو یہ فرعون جو اس بات کا دعوے دار ہے کہ وہ تمھارا رب اور معبود ہے، اگر یہ اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس نظام قدرت کے برعکس مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق بنا کر دکھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ㉙ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ

اس نے کہا: البتہ اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود پکڑا تو میں ضرور تجھے قیدیوں میں سے کر دوں گا㉙ موسیٰ نے کہا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح

مُّبِيْنٍ ㉚ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉛ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

شے (دلیل) لاؤں (تب بھی؟)㉚ اس نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو وہ تو لے ہی آ㉛ چنانچہ موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو آناً فاناً وہ واضح اژدہا بن

2 ع 24 6 مُّبِيْنٌ ㉜ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ㉝ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا

گیا㉜ اور اس نے اپنا ہاتھ (بغل میں سے) کھینچ نکالا تو اس وقت وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا) تھا㉝ فرعون نے اپنے ارد گرد موجود سرداروں

لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ㉞ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ㉟ قَالُوْۤا

سے کہا: بلاشبہ یہ ضرور ماہر جادوگر ہے㉞ وہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو سے تمھیں تمھاری زمین سے نکال دے، لہٰذا تم کیا مشورہ دیتے ہو㉟ انھوں نے کہا:

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ㊱ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ㊲

اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے، اور شہروں میں (جادوگروں کو) اکٹھا کرنے والے بھیج دے㊱ (کہ) وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں㊲

الْمَغْرِبِ...... الآية (البقرة 2:258) ”بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی، ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ بولا کہ میں بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہوں، ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے لے آ......“ بہرحال فرعون جب مغلوب ہو گیا اور اس کی دلیل ٹوٹ گئی تو وہ اپنے جاہ و قوت اور حکومت کے استعمال پر اتر آیا اور اس نے خیال کیا کہ قوت کے استعمال سے اسے نفع اور موسیٰ کو نقصان ہوگا، ان واقعات و حالات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: (دیکھیے آیات:29-37)

تفسیر آیات: 29-37

موسیٰ علیہ السلام کے کچھ معجزے: جب بیان اور عقل کے ساتھ فرعون پر حجت تمام ہو گئی تو اس نے اپنی طاقت و قوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنا چاہا اور اس نے سوچا کہ طاقت و قوت کے استعمال کی دھمکی کے بعد موسیٰ کوئی بات نہ کر سکیں گے، اس لیے اس نے کہا: ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ㉙﴾ ”البتہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمھیں ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں سے کر دوں گا۔“ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ㉚﴾ ”خواہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔“ یعنی اگر میں قطعی اور واضح برہان اور معجزہ دکھاؤں تو؟ ﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉛ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ㉜﴾ ”فرعون نے کہا: اگر تم سچوں میں سے ہو تو اسے لاؤ، پس انھوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اس وقت واضح اژدہا بن گئی۔“ یعنی موسیٰ کی لاٹھی نے واضح اور نمایاں طور پر ایک بہت بڑے اژدہے کی شکل اختیار کر لی جس کے پاؤں بھی تھے، بہت بڑا منہ تھا اور بے حد خوفناک شکل تھی۔ ﴿وَّنَزَعَ يَدَهٗ﴾ ”اور اس نے اپنا ہاتھ (جو) نکالا۔“ یعنی اپنے گریبان سے، ﴿فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ㉝﴾ ”تو اسی دم دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا نظر آنے لگا)

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ㊳ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ㊴ لَعَلَّنَا

چنانچہ جادوگر ایک مقرر دن کو (خاص) وقت پر جمع کر لیے گئے ㊳ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے؟ ㊴ تاکہ اگر وہ (جادوگر) غالب

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ㊵ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا

آئیں تو ہم ان جادوگروں کی اتباع کریں ㊵ پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے کہنے لگے: اگر ہم ہی غالب آئے تو کیا ہمارے لیے

اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ㊶ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ㊷ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا

کوئی صلہ ہوگا؟ ㊶ فرعون نے کہا: ہاں! اور بے شک تب تم (میرے) مقربین میں سے ہو گے ㊷ موسیٰ نے ان سے کہا: جو کچھ تم ڈالنے

مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ㊸ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ㊹

والے ہو، ڈال دو ㊸ تب انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے: عزتِ فرعون کی قسم! بلاشبہ ہم ہی غالب ہیں ㊹ پھر موسیٰ

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ㊺ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ㊻ قَالُوْٓا

نے اپنا عصا ڈالا تو وہ فوراً ہی اسے نگلنے لگا جو وہ جھوٹ موٹ گھڑ رہے تھے ㊺ چنانچہ جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے ㊻ وہ

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ㊼ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ㊽

کہنے لگے: ہم رب العالمین پر ایمان لائے ㊼ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ㊽

تھا۔'' جو یوں چمک رہا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔

فرعون کی چال: اس قدر عظیم الشان معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون نے ازراہِ شقاوت و بدبختی موسیٰ کی تکذیب کرتے اور آپ سے دشمنی رکھتے ہوئے فوراً اپنے گردو پیش بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ㉞ ﴾ ''یقیناً یہ تو کامل فن جادوگر ہے۔'' یعنی بڑا افاضل اور ماہر جادوگر ہے، فرعون نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ تو جادو ہے معجزہ نہیں، پھر اس نے اپنے سرداروں کو بھی موسیٰ کی مخالفت اور آپ کے ساتھ کفر پر برانگیختہ کرتے ہوئے کہا: ﴿ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ㉟ ﴾ ''چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمھارے ملک سے نکال دے تو تمھاری کیا رائے ہے؟'' یعنی اس جادو کے ساتھ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے اعوان و انصار اور پیروکار زیادہ ہو جائیں، پھر وہ تمھاری حکومت پر غالب آجائیں اور تم سے تمھارے ان علاقوں کو چھین لیں، لہٰذا تم مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ﴿ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ㊱ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ㊲ ﴾ ''انھوں نے کہا کہ تو اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دے (کہ) وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔'' یعنی موسیٰ اور ان کے بھائی کو کچھ وقت کے لیے مہلت دے دیجیے اور اس اثنا میں اپنے ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں سے ان کے مقابلے کے لیے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیجیے جو جادو کے اس جیسے کرتب دکھائیں جیسے موسیٰ نے دکھائے ہیں، اس طرح تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آجاؤ گے اور تمھیں فتح و نصرت حاصل ہو جائے گی، فرعون نے اپنے سرداروں کی اس تجویز کو قبول کر لیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر کا نتیجہ تھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہوں، پھر دن کے اجالے میں اللہ تعالیٰ کی

نشانیاں اور اس کے دلائل و براہین سب لوگوں کے سامنے واضح ہو جائیں۔

تفسیر آیات: 48-38

① **موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ:** اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور قبطیوں کے اس عملی مناظرے کا سورۂ اعراف، سورۂ طٰہٰ اور اب اس سورت میں ذکر فرمایا ہے۔ قبطیوں نے پروگرام بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے اور کفر و ایمان میں جب بھی مقابلہ ہوا تو ایمان ہی غالب آیا۔ ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 18:21) ’’بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، سو جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ...... ﴾ الآیة (بنیٓ إسرآء یل 81:17) ’’اور کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا......۔‘‘

جب وہ سارے جادوگر آ گئے جنھیں بلاد مصر کے اطراف و اکناف سے جمع کیا گیا تھا، یہ جادوگر اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر جادوگر اور بہت پختہ کار شعبدہ باز تھے، ان کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اتنی بات یقینی ہے کہ جادوگروں کی ایک بہت کثیر تعداد اور ان کا ایک عظیم جم غفیر تھا اور مقابلہ دیکھنے کے لیے لوگ بھی بہت کثیر تعداد میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ وہاں آئے اور ان میں سے کسی نے کہا: ﴿ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰ ﴾ ’’تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیروکار ہو جائیں۔‘‘ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی پیروی کریں گے، خواہ اس کا اظہار جادوگروں کی طرف سے ہو یا موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کیونکہ رعایا اپنے بادشاہ کے دین پر ہی ہوتی ہے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ ﴾ ’’پھر جب جادوگر آ گئے۔‘‘ یعنی فرعون کے دربار میں آئے اور کورنش بجا لائے، فرعون نے بھی اپنے خدم و حشم، امراء و وزراء، رؤساء اور فوجوں کو جمع کر رکھا تھا، جادوگروں نے فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر مطالبہ کیا کہ اگر وہ غالب آ گئے تو انھیں انعام و اکرام سے نوازا جائے ﴿ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۱ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۲ ﴾ ’’اگر ہم غالب ہوئے تو واقعی ہمارے لیے بھی صلہ ہو گا؟ فرعون نے کہا: ہاں، اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقربوں میں سے ہو گے۔‘‘ یعنی تمھارے انعام و اکرام کے مطالبے سے بڑھ کر تمھیں اپنے مقربین اور ہم نشینوں میں بھی داخل کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ سب مناظرے کی جگہ پر آ گئے اور ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ ﴾ (طٰہٰ 66,65:20) ’’بولے کہ موسیٰ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں، موسیٰ نے کہا: بلکہ تم ہی ڈالو۔‘‘ اور یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے فرمایا گیا کہ موسیٰ نے ان سے کہا: ﴿ اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝۴۳ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ ﴾ ’’جو تم ڈالنا چاہتے ہو ڈالو تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی

---

① دیکھیے الأعراف، آیات:122-113 و طٰہٰ، آیات:70-60 کے ذیل میں۔

قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔‘‘ جادوگروں کی یہ بات اسی طرح تھی جیسے جاہل عوام جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں کی برکت سے یہ کام ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ ﴾ (الأعراف 116:7) ’’انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر) انھیں ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو لے کر آئے۔‘‘ اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ ﴾ (طٰہٰ 20:66-69) ’’تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے جو اس کے خیال میں (یوں) ڈالا گیا کہ حقیقتاً وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا: خوف نہ کرو، بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور جو (لاٹھی) تمھارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی۔ سوائے اس کے نہیں جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے بھی آئے فلاح نہیں پائے گا۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿45﴾ ﴾ ’’پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان (چیزوں) کو جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے نگلنے لگی۔‘‘ یعنی اس نے جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو ہر جگہ سے اکٹھا کر کے جمع کر لیا اور پھر سب کو نگل لیا اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:118-122) ’’تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ (فرعونی) کرتے تھے باطل ہو گیا اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے اور (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے (اور) کہنے لگے کہ ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔‘‘

بلاشبہ یہ ایک عظیم الشان معاملہ تھا اور ہر قسم کے عذر اور بہانے کو ختم کرنے کے لیے قاطع برہان اور زبردست حجت تھی کہ فرعون نے جن لوگوں سے نصرت و اعانت طلب کی اور غالب آنے کے لیے جنھیں ہر قسم کی ترغیب دی وہ مغلوب اور مطیع ہو گئے، فوراً موسیٰ پر ایمان لے آئے اور اس اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حق اور عظیم الشان معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ فرعون کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ اس طرح کی شکست فاش کی دنیا نے کوئی مثال نہ دیکھی ہو گی مگر فرعون بڑا بے غیرت اور ضدی تھا — اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو — وہ ضد، عناد اور باطل دعوے پر اتر آیا اور جادوگروں کو دھمکیاں دیتے ہوئے کہنے لگا: ﴿ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ﴾ (الشعرآء 26:49) ’’بے شک یہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔‘‘ اور سورۂ اعراف میں ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ ...... ﴾ الآية (الأعراف 7:123) ’’بے شک یہ فریب ہے جو تم نے (مل کر) شہر میں کیا ہے......‘‘

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ

فرعون نے کہا: میرے اجازت دینے سے پہلے تم نے اسے مان لیا، بے شک وہ تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، لہٰذا جلد تم جان

تَعْلَمُوْنَ ە لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ㊾ ۚ قَالُوْا

لوگے، میں ضرور تمھارے ہاتھ اور پاؤں مخالف طرف سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی چڑھاؤں گا㊾ وہ کہنے لگے: کوئی حرج نہیں،

لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ㊿ ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ

بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں㊿ بے شک ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا، اس لیے کہ ہم

3 ع 18 7 الْمُؤْمِنِيْنَ (51) ؕ ع

پہلے ایمان لانے والے ہیں(51)

تفسیر آیات: 51-49

فرعون اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے جادوگروں کی گفتگو: فرعون نے جادوگروں کو ڈانٹ پلائی مگر اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا، اس نے انھیں سرزنش کی مگر اس سے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں اضافہ ہی ہوا، اس لیے کہ اب ان کے دلوں سے کفر کا یہ پردہ ہٹ چکا تھا اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا تھا جس سے ان کی قوم جاہل تھی اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کمال دکھایا ہے کسی انسان سے اس طرح کا کام سرزد نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تائید و حمایت سے نوازا ہو اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے جو یہ لایا ہو اس کی صداقت کی اسے حجت و دلیل بنا دیا ہو، اس لیے فرعون نے ان سے کہا: ﴿اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ﴾ ”(کیا) اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟“ یعنی تم نے یہ جو کام کیا ہے تمھیں اس کی مجھ سے اجازت طلب کرنی چاہیے تھی، میری اجازت کے بغیر تمھیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا، اگر میں تمھیں اجازت دیتا تو تم یہ کام کرتے اور اگر میں تمھیں منع کر دیتا تو تم نہ کرتے کیونکہ حاکم مطاع تو میں ہی ہوں۔ ﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ﴾ ”بے شک یہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔“ یہ فرعون کی ہٹ دھرمی تھی، ہر کوئی جانتا تھا کہ اس کی یہ بات باطل ہے کیونکہ آج کے دن سے پہلے ان جادوگروں کی موسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی تو موسیٰ علیہ السلام ان کے بڑے کیسے ہو سکتے تھے جس نے انھیں جادو سکھایا ہو؟ کوئی عقل مند آدمی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

پھر فرعون نے جب انھیں ہاتھ پاؤں کاٹنے اور پھانسی دینے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا: ﴿لَا ضَيْرَ ۫﴾ ”کچھ نقصان نہیں۔“ یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، نہ اس سے ہمیں کوئی نقصان ہو گا اور نہ ہمیں اس کی کوئی پروا ہے۔ ﴿اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ㊿ ۚ﴾ ”یقیناً ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانا ہے اور وہ اچھے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا اور جو سلوک تو ہمارے ساتھ کرے گا وہ اس سے مخفی نہیں ہے، وہ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (52) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل چل، بلاشبہ تمھارا تعاقب کیا جائے گا (52) پھر فرعون نے شہروں میں اکٹھا

حٰشِرِيْنَ (53) ۚ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (54) ۙ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (55) ۙ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

کرنے والے بھیجے (53) (یہ پیغام دے کر کہ) بے شک یہ (بنی اسرائیل) تھوڑی سی جماعت ہے (54) اور بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں (55) اور بلاشبہ ہم

حٰذِرُوْنَ (56) ؕ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (57) ۙ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (58) ۙ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

ہر وقت چوکنے رہنے والے ہیں (56) چنانچہ ہم نے ان (فرعونیوں) کو باغوں اور چشموں سے نکالا (57) اور خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے (58) اسی طرح

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (59) ؕ

ہوا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا (59)

ہمیں اس کی پوری پوری جزا دے گا، اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ ﴾ ”یقیناً ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی وہ گناہ جس کا ہم نے ارتکاب کیا اور جس جادو کرنے پر تو نے ہمیں مجبور کیا، ﴿ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (51) ؕ ﴾ ”یہ کہ ہم ہی پہلے ایمان لانے والے ہیں۔“ یعنی ہم اپنی قوم قبط میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، فرعون نے ان سب کو قتل کرا دیا تھا۔

تفسیر آیات: 52-59

بنی اسرائیل کا مصر سے خروج: موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں طویل عرصہ قیام فرمایا اور فرعون اور اس کے سرداروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل و براہین کو قائم کر دیا مگر انھوں نے عناد اور انکار کی روش کو اختیار کیے رکھا اور اب ان کے لیے عذاب کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دے دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات کو مصر سے نکل جائیں اور انھیں وہاں لے جائیں جہاں انھیں حکم دیا جائے، موسیٰ نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے جب بہت سے زیورات مستعار لے لیے تو موسیٰ انھیں لے کر نکل پڑے اور جیسا کہ کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ چاند طلوع ہونے کے وقت نکلے تھے مگر مجاہد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس رات چاند کو گرہن لگا ہوا تھا۔① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

کیا تم اس بڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھا تو بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا نے آپ کو قبر کے بارے میں بتایا۔ آپ نے ان کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ اٹھا لیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اٹھایا تھا، یوسف علیہ السلام نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے نکلیں تو آپ کے تابوت کو بھی ساتھ لے جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک فلسطین لے جانے کا حوالہ ایک حدیث سے بھی ملتا ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے۔ اس دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

① تفسیر الطبری: 97/19.

خدمت کی تو آپ نے اس سے کہا: [تَعَاهَدْنَا] ''ہمارے پاس بھی آنا۔'' ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: [مَا حَاجَتُكَ] ''تم اپنی کسی حاجت کا سوال کر سکتے ہو؟'' وہ کہنے لگا: ایک اونٹنی کجاوے کے ساتھ اور دودھ والی بکریاں جنھیں میرے گھر والے دوہتے رہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعَجَزْتَ أَنْ تَكُونَ مِثْلَ عَجُوزِ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟] ''کیا تم اس بات سے بھی عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے ہو جاؤ؟'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بنی اسرائیل کی بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسٰى لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّسِيرَ بِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَضَلَّ الطَّرِيقَ، فَقَالَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ لَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ: نَحْنُ نُحَدِّثُكَ أَنَّ يُوسُفَ علیہ السلام لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ أَلَّا نَخْرُجَ مِنْ مِّصْرَ حَتّٰى نَنْقُلَ تَابُوتَهُ مَعَنَا. فَقَالَ لَهُمْ مُّوسٰى: فَأَيُّكُمْ يَدْرِي أَيْنَ قَبْرُ يُوسُفَ؟ قَالُوا: مَا يَعْلَمُهُ إِلَّا عَجُوزٌ لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا، فَقَالَ لَهَا: دُلِّينِي عَلٰى قَبْرِ يُوسُفَ. فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! لَا أَفْعَلُ حَتّٰى تُعْطِيَنِي حُكْمِي. قَالَ لَهَا: وَمَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ: حُكْمِي أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ. فَكَأَنَّهُ ثَقُلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ: فَقِيلَ لَهُ: أَعْطِهَا حُكْمَهَا. قَالَ فَانْطَلَقَتْ مَعَهُمْ إِلٰى بُحَيْرَةٍ ـ مُّسْتَنْقَعِ مَاءٍ ـ فَقَالَ لَهُمْ: أَنْضِبُوا هٰذَا الْمَاءَ. فَلَمَّا أَنْضَبُوهُ قَالَتِ: احْتَضِرُوا. فَلَمَّا احْتَضَرُوا اسْتَخْرَجُوا قَبْرَ يُوسُفَ. فَلَمَّا احْتَمَلُوهُ إِذَا الطَّرِيقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ]

''حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ ان کے علماء کہنے لگے ہم آپ کو اس کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے ہم (بنی اسرائیل) سے پکا عہد لیا تھا کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا وجود بھی ساتھ ہی لے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی قبر کا کس کو علم ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اسے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا، (وہ آپ کے پاس آئی تو) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف ہماری رہنمائی کرو۔ وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! نہیں، ایسے نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ تم میرا مطالبہ پورا کرو۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: میں جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبے کو اچھا نہ سمجھا، پس آپ سے کہا گیا کہ اس کا مطالبہ قبول کر لیجیے! چنانچہ وہ آپ کو ایک بحیرہ (پانی کی جگہ) پر لے گئی، جہاں اکثر پانی جمع رہتا تھا، وہ کہنے لگی: اس پانی کو سوتو۔ لوگوں نے اس پانی کو سوت ڈالا، پھر کہنے لگی اس جگہ کو کھودو، جب انھوں نے کھودا تو یوسف علیہ السلام کی قبر نکالی۔ جب انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد کو اٹھایا تو راستہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔''①

---

① السلسلة الصحيحة: 623,622/1، حدیث: 313 والمستدرك للحاکم، التفسیر، تفسیر سورۃ الشعرآء: 405,404/2، حدیث: 3523 وتفسير الطبری: 97/19 وصحيح ابن حبان: 500/2 ومسند أبي يعلى الموصلي: 236/13 ومجمع الزوائد: 267/10. البتہ یہ روایت المصباح المنیر (عربی) میں نہیں ہے۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ (60) فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (61) ج قَالَ كَلَّا ج

چنانچہ سورج نکلتے ہی انھوں (فرعونیوں) نے ان کا پیچھا کیا(60) پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو اصحاب موسیٰ کہنے لگے: یقیناً ہم تو پکڑے

اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (62) فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ

گئے(61) موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں! بلاشبہ میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا(62) تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (63) ج وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ (64) ج وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ

سمندر پر مار، تو وہ پھٹ گیا، پھر (سمندر کا) ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا(63) اور ہم وہاں دوسروں (فرعونیوں) کو قریب لے آئے(64) اور ہم نے

اَجْمَعِيْنَ (65) ج ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (66) ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (67)

موسیٰ اور جو اس کے ہمراہ تھے، سب کو بچا لیا(65) پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا(66) بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر مومن نہیں ہیں(67) اور

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (68) ع ع 4 17 8

بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا(68)

صبح ہوئی تو بنی اسرائیل کے علاقے میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا، یعنی کوئی بشر نہ تھا۔ فرعون اس صورت حال سے سخت ناراض ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے بارے میں اس کے غضب میں اور شدت آ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بنا دیا تھا، اس نے جلدی سے شہروں میں نقیب روانہ کر دیے۔ ﴿ حٰشِرِيْنَ (53) ج ﴾ سے مراد لشکروں اور فوجوں کو جمع کرنے والے ہیں جیسا کہ نقیب اور دربان وغیرہ ہوتے ہیں اور پھر فرعون کہنے لگا کہ ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ ''بے شک یہ لوگ''، یعنی بنی اسرائیل ﴿ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (54) لا ﴾ ''تھوڑی سی جماعت ہے۔'' ﴿ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (55) لا ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔'' ہر وقت وہ ایسی بات ہی کرتے ہیں جس سے ہمارے غصے میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (56) ط ﴾ ''اور بے شک ہم سب یقیناً چوکنے رہنے والے ہیں۔'' یعنی ہم ہر وقت اس کی سرکشی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ سلف کی ایک جماعت نے اسے: [وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَذِرُونَ] پڑھا ہے، یعنی ہم ہتھیاروں کے ساتھ تیار ہیں۔ اور میں ان کی جڑ کاٹ دینا چاہتا ہوں مگر وہ خود اس انجام سے دوچار ہو گیا جو وہ بنی اسرائیل کے لیے تیار کر رہا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (57) لا وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (58) لا ﴾ ''تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے۔'' یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے مقامات سے نکل کر وہ جہنم رسید ہو گئے اور ان بلند و بالا مکانات، سرسبز و شاداب باغات، رواں دواں نہروں، طرح طرح کے اموال و ارزاق اور زبردست حکومت و بادشاہت کو دنیا ہی میں چھوڑ گئے۔ ﴿ كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (59) ط ﴾ ''ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔''

جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ط ...... ﴾ الآية (الأعراف 137:7) ''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس سرزمین (شام) کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی......۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:5,6)

’’اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک کا) وارث بنائیں اور ملک میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔‘‘

تفسیر آیات: 60-68

فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی: کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون لشکر ہائے جرار اور اپنی حکومت کے تمام ارباب حل وعقد، یعنی امراء، وزراء، کبراء ورؤساء کے ساتھ نکلا، ﴿ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝60 ﴾ ’’تو انھوں نے سورج نکلتے وقت ان کا تعاقب کیا۔‘‘ یعنی طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس پہنچ گئے۔ ﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ﴾ ’’پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسری کو دیکھا۔‘‘ اور ہر جماعت نے دوسرے کو دیکھ لیا تو اس وقت ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝61 ﴾ ’’موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو یقیناً پکڑے گئے۔‘‘ کیونکہ وہ بحر قلزم کے ساحل تک پہنچ گئے تھے اور اب آگے دریا تھا اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝61 قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝62 ﴾ ’’ہم تو یقیناً پکڑے گئے، موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں، میرا پروردگار میرے ساتھ ہے، وہ مجھے ضرور رستہ بتائے گا۔‘‘ یعنی ایسی کوئی چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی جس سے تم ڈرتے ہو کیونکہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں یہاں لے آؤں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ کی قوم کے مقدمہ میں تھے اور یوشع بن نون بھی ان کے ساتھ تھے اور آل فرعون کے ایمان لانے والوں میں سے ایک شخص اور خود موسیٰ علیہ السلام لشکر کے پیچھے تھے۔ کئی ایک مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ساحل پر آکر کھڑے ہوگئے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کریں۔ یوشع بن نون یا آل فرعون میں سے ایمان لانے والے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ کے رب نے یہ حکم دیا تھا کہ یہاں پر لے آؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہاں، اب فرعون اور اس کے لشکر اور قریب آگئے تھے اور بہت تھوڑا فاصلہ درمیان میں رہ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا پر ماریں، آپ نے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں لاٹھی کو دریا پر مارا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے پھٹ جا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝63 ﴾ ’’تو وہ پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہوگیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔‘‘ بقول ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب، ضحاک، قتادہ وغیرہم رحمہم اللہ ﴿ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝63 ﴾ کے معنی بڑے پہاڑ کے مانند ہیں۔① عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس کے معنی دو پہاڑوں کے درمیان راستے کے ہیں۔② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دریا میں بارہ رستے، یعنی ہر قبیلے کے لیے ایک رستہ تھا۔③ سدی نے یہ بھی بیان کیا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2773/8 . ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2774/8 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2773/8 عن أبی مسعود الجریری.

وقف لازم وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ (69) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ (70) قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور ان (کفار) کو ابراہیم کی خبر سنائیے (69) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کیا پوجتے ہو؟ (70) وہ کہنے لگے: ہم بت پوجتے ہیں، پس ہم

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ (71) قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ (72) اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ (73)

(ہمیشہ) انھی کے مجاور رہیں گے (71) ابراہیم نے کہا: کیا وہ تمھیں سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ (72) یا وہ تمھیں نفع دیتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟ (73)

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (74) قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (75)

انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، وہ اسی طرح کرتے تھے (74) ابراہیم نے کہا: کیا بھلا دیکھا تم نے جن کو تم پوجتے آرہے ہو؟ (75) تم

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (76) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (77)

اور تمھارے اگلے باپ دادا؟ (76) تو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے (77)

ہے کہ دیواروں میں روشن دان بھی تھے جن سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے تھے اور پانی یوں کھڑا تھا جیسے دیواریں ہوں۔ ① اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھی بھیج دیا جس سے دریا کا پینداخشک ہو کر اس طرح ہو گیا جیسے سطح زمین ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى﴾ (طٰہٰ 20:77) ”پھر ان کے لیے دریا میں لاٹھی مار کر خشک رستہ بنا دو، پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔“

پھر فرمایا: ﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ (64)﴾ ”اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرعون اور اس کے لشکروں کو ہم نے دریا کے قریب کر دیا۔ ② ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ (65) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (66)﴾ ”اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں سب کو تو بچا لیا، پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔“ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور ان کے دین کی اتباع کرنے والے تمام لوگوں کو بچا لیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ہلاک نہ ہوا اور فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق کر دیا کہ ان میں کوئی ایک بھی نہ بچا، ③ پھر فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے۔“ یعنی اس قصے میں جو عجائبات ہیں اور مومن بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کا ذکر ہے، اس میں نشانی بلکہ حجت قاطعہ اور حکمت بالغہ ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (67) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (68)﴾ ”لیکن ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور یقیناً آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔“ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ ④

تفسیر آیات: 69-77

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول اور خلیل، امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ان کا حال پڑھ کر سنا دیں تاکہ وہ اخلاص،

---

① تفسیر الطبری: 100/19. ② تفسیر الطبری: 101/19. ③ فرعون کی غرقابی کا نقشہ دیکھیے یونس، آیات: 90-92 کے ذیل میں۔ ④ دیکھیے الشعرآء، آیات: 8،9 کے ذیل میں۔

توکل، اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور شرک ومشرکین سے اظہار براءت میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے بڑھاپے تک رشد وہدایت سے سرفراز رکھا تھا، انھوں نے جیسے ہی شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنی قوم کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے زبردست مخالفت کی۔ ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ⑦⓪ ﴾ ”جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟“ یعنی یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر تم ڈٹے ہوئے ہو؟ ﴿ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ⑦① ﴾ ”وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، سو ہم ان کے لیے ہی مجاور رہیں گے۔“ یعنی ہم ان کی پوجا کرنے اور ان کے پکارنے پر قائم ہیں۔ ﴿ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ⑦② اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ⑦③ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ⑦④ ﴾ ”ابراہیم نے کہا کہ جب تم انھیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمھاری (آواز) سنتے ہیں یا تمھیں کچھ فائدہ دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔“ یعنی انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کے بت اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتے مگر انھوں نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، لہٰذا وہ بھی انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ⑦⑤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ⑦⑥ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑦⑦ ﴾ ”تو کیا تم نے دیکھا کہ جنھیں تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمھارے پہلے باپ دادا بھی، پس بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر (اللہ) رب العالمین (میرا دوست ہے۔)“ یعنی اگر ان بتوں میں کوئی تاثیر ہے تو وہ مجھے نقصان پہنچا لیں کیونکہ میں ان کا دشمن ہوں، مجھے ان کی کوئی پروا اور کوئی فکر نہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ...... ﴾ الآية (یونس 10:71) ”پس تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنا معاملہ (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) پکا کر لو......“

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ﴾ (ہود 11:54-56) ”میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیر (کرنی چاہو تو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اللہ پر، جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسا رکھتا ہوں (زمین پر) جو بھی چلنے پھرنے والا جاندار ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے معبودانِ باطلہ سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ ...... ﴾ الآية (الأنعام 6:81) ”بھلا میں ان چیزوں سے جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جبکہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو......“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿78﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿79﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿80﴾

جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے ⑱ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ⑲ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے ⑳

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿81﴾ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿82﴾

اور وہی مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا (81) اور وہی جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میری خطائیں بخش دے گا (82)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ز كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ...... ﴾ الآية (الممتحنة 4:60) ”یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتی کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ......۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 43:26-28) ”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں، جس نے مجھے پیدا کیا، پس بلاشبہ وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اس (کلمہ توحید) کو اپنے پیچھے باقی رہنے والا کلمہ کر دیا تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔“ کلمے سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

تفسیر آیات: 82-78

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تو اس ذات گرامی کی عبادت کرتا ہوں: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿78﴾ ﴾ ”جس نے مجھے پیدا کیا ہے سو وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔“ یعنی وہ خالق جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرما دیا، مخلوقات کو اپنی طرف راہ دکھائی اور ہر چیز اس کے مقرر کردہ اندازے کے مطابق چل رہی ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے اور جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے۔ ﴿ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿79﴾ ﴾ ”اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ یعنی وہی میرا خالق اور رازق ہے، اسی نے آسمانی اور زمینی اسباب کو مسخر اور آسان بنا دیا ہے، اسی نے بادلوں کو چلایا، بارانِ رحمت کو نازل فرمایا، زمین کو زندگی عطا فرمائی اور اس سے انواع و اقسام کے تمام پھلوں کو پیدا فرما کر اپنے بندوں کے رزق کے قابل بنا دیا، آسمان سے شیریں اور صاف شفاف پانی کو نازل فرما کر ان بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو اس نے پیدا فرمائے، پلا دیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿80﴾ ﴾ ”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔“ دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی، اگرچہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قضا و قدر کے مطابق ہوتی ہے لیکن بارگاہِ الٰہی کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نمازی کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (83) وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (84)

اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا (83) اور بعد والوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ (84) اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (85) وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ (86) وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ

میں سے کر دے (85) اور میرے باپ کو بخش دے، بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا (86) اور جس دن وہ (لوگ دوبارہ) اٹھائے جائیں گے، مجھے رسوا نہ

يُبْعَثُوْنَ (87) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (88) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (89)

کرنا (87) جس دن نہ مال کوئی نفع دے گا اور نہ اولاد ہی (88) الا یہ کہ کوئی اللہ کے پاس (شرک و بدعت سے پاک) صحیح سالم دل کے ساتھ حاضر ہو (89)

(الفاتحة 1:5-7) ”ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔ نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے۔“ اس دعا میں انعام اور ہدایت کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر ادب کے پیش نظر غضب کے فاعل کو حذف کر دیا گیا اور ضلالت کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی جیسا کہ جنوں نے کہا تھا: ﴿ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴾ (الجن 72:10) ”اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (80) ﴾ ”اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔“ یعنی جب میں کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے شفا دینے پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی ایسے اسباب مہیا فرما دیتا ہے جو شفا کا باعث بنتے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ (81) ﴾ ”اور وہ جو مجھے مارے گا (اور) پھر زندہ کرے گا۔“ یعنی وہی زندگی بخشتا اور مارتا ہے، موت و حیات پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ ﴿ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (82) ﴾ ”اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔“ یعنی دنیا و آخرت میں گناہوں کے بخشنے پر بھی اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے اور وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے۔

تفسیر آیات: 83-89

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اپنے اور اپنے باپ کے لیے دعا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ آپ کو حکم عطا فرما دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حکم سے یہاں مراد علم ہے۔① ﴿ وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (83) ﴾ ”اور مجھے نیکوکاروں میں شامل کر۔“ یعنی دنیا و آخرت میں مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما دے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات فرمایا تھا: [اَللّٰهُمَّ! فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى] ”اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ (انبیاء و صالحین) کے ساتھ ملا دے۔“② آپ نے یہ الفاظ تین بار ادا فرمائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (84) ﴾ ”اور پچھلے لوگوں میں میری سچی

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2781/8. ② صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته......، حديث: 4437.

ناموری کر دے۔'' یعنی میرے بعد میرا ذکر جمیل جاری رہے، مجھے یاد کیا جائے اور نیک کاموں میں میری اقتدا کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 110-108:37) ''اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی (تاکہ) ابراہیم پر سلام ہو، نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (85) ﴾ ''اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے کر۔'' یعنی دنیا میں مجھ پر یہ انعام فرما کہ میرے بعد میرا ذکر جمیل باقی رہے اور آخرت میں یہ انعام فرما کہ نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے بنا دے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ (86) ﴾ ''اور میرے باپ کو بخش دے کہ بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ ﴾ (إبراهيم 41:14) ''اے ہمارے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔'' بعد میں اپنے باپ کے لیے دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رجوع فرما لیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبة 114:9) ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بہت زیادہ آہ وزاری کرنے والے اور بردبار تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے کہ ابراہیم کے اپنے باپ کے لیے استغفار کو تم نے اپنے لیے اسوہ قرار نہیں دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ﴾ (الممتحنة 60 :4) ''یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتی کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (87) ﴾ ''اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔'' یعنی قیامت کے دن جب اگلے پچھلے سارے لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے، مجھے ذلت ورسوائی سے بچانا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرٰى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ] ''ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کو دیکھیں

گے کہ اس پر غبار اور ذلت چھائی ہوگی۔‘‘① اور حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَيَقُولُ اللّٰهُ:إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ] ’’ابراہیم اپنے باپ سے ملیں گے تو کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے۔‘‘② اس آیت کی تفسیر میں تو امام بخاری نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے اور احادیث الانبیاء میں اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

[يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ: لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ: فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّاتُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى:إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ! مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ، فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ]

’’ابراہیم ؑ قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو ملیں گے کہ آزر کے چہرے پر ذلت و رسوائی اور غبار ہوگا، حضرت ابراہیم ؑ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ تو آپ کا باپ جواب دے گا کہ آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا، ابراہیم عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو روز قیامت مجھے رسوا نہیں کرے گا تو تیری رحمت سے کوسوں دور میرے اس باپ کی رسوائی سے بڑھ کر (میری) اور کیا رسوائی ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے، پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو، آپ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے، جو اپنی غلاظت میں لتھڑا ہوا ہے، پس اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔‘‘③ امام ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن کبریٰ کی كتاب التفسير میں بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔④

فرمان الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿88﴾﴾ ’’جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔‘‘ یعنی اس دن نہ مال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا، خواہ وہ زمین بھر کر سونا ہی بطور فدیہ کیوں نہ دے اور نہ بیٹے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے بلکہ اگر وہ روئے زمین کے سارے انسانوں کو بطور فدیہ دینا چاہے تو پھر بھی عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے گا، اس دن تو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور شرک اور مشرکین سے اظہار براءت ہی کام آئے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿89﴾﴾ ’’ہاں، جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الشعرآء87:26)، حديث: 4768 . ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الشعرآء87:26)، حديث: 4769 . ③ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النسآء125:4) ......، حديث: 3350 . ④ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴾ :422/6، حديث: 11375.

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ (90) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۙ (91) وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور جنت متقین کے قریب کی جائے گی (90) اور دوزخ کو گمراہوں کے لیے ظاہر و نمایاں کر دیا جائے گا (91) اور ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم

تَعْبُدُوْنَ ۙ (92) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ (93) فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ

پوجتے تھے (92) اللہ کے سوا؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ (93) پھر وہ اور (سب) گمراہ اس جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں

وَالْغَاوٗنَ ۙ (94) وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ؕ (95) قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۙ (96) تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ

گے (94) اور ابلیس کے سارے لشکر بھی (95) وہ کہیں گے جبکہ وہ وہاں جھگڑ رہے ہوں گے: (96) اللہ کی قسم! یقیناً ہم ہی کھلی گمراہی میں تھے (97) جبکہ ہم تمھیں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ (97) اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (98) وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (99) فَمَا لَنَا مِنْ

رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے (98) اور ہمیں تو (انھی بڑے) مجرموں ہی نے بہکایا تھا (99) تو (اب) ہمارے لیے کوئی سفارشی نہیں ہے (100) اور نہ کوئی

شَافِعِيْنَ ۙ (100) وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (101) فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (102) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

مخلص دوست (101) کاش! پھر ہم ایک بار (دنیا میں) لوٹیں تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں (102) بے شک اس میں عظیم نشانی ہے۔ اور ان کے اکثر ایمان

لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (103) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (104) ع 5 ع 36 9

لانے والے نہیں ہیں (103) اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا (104)

گا۔)'' پاک دل سے مراد وہ دل ہے جو شرک کے میل کچیل سے پاک ہو۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ قلب سلیم وہ ہے جسے یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں میں مدفون لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔① سعید بن میسّب کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے صحیح دل مراد ہے۔② اور وہ مومن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل مریض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ ﴾ (البقرة 10:2) ''ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے۔'' ابو عثمان نیسا پوری کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو بدعت سے سالم اور سنت پر مطمئن ہو۔③

تفسیر آیات: 90-104

قیامت کے دن پرہیزگاروں اور گمراہوں کا انجام: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ ﴾ ''اور جنت قریب کر دی جائے گی۔'' یعنی اسے جنتیوں کے قریب کر دیا جائے گا جو کہ دیکھنے والوں کے لیے بہت مزین اور خوش نما ہو گی اور اسے دیکھنے والے وہ متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں رہ کر جنت کی رغبت کی اور اس کے حصول کے لیے عمل کیے تھے۔ ﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ (91) ﴾ ''اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لایا جائے گا۔'' یعنی ظاہر اور نمایاں کیا جائے گا اور اس سے ایک گردن نکلے گی جو اس قدر زور سے سانس لے گی کہ اس سے دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور دوزخیوں سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا: ﴿ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۙ (92) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ (93) ﴾ ''جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟'' یعنی یہ اصنام و انداد اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

---

① تفسير الطبری: 108/19 وتفسير ابن أبی حاتم: 2783/8. ② تفسير البغوی: 471/3. ③ تفسير البغوی: 471/3.

نے پوجا کی تھی یہ معبود نہیں ہیں، نہ آج یہ تمھارے کچھ کام آسکتے ہیں اور نہ اپنے آپ سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔ آج تم بھی اور تمھارے معبودان باطلہ بھی سب دوزخ کا ایندھن ہیں اور تم سب جہنم رسید ہونے والے ہو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۙ 94 ﴾ ”تو وہ اور گمراہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔“ مجاہد نے کہا کہ وہ اس میں الٹے لٹکا دیے جائیں گے۔ ① دیگر ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ وہ اس میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گے۔ اس میں حرف ”کاف“ مکرر ہے جیسا کہ صرصر میں ”صاد“ مکرر ہے، مراد یہ ہے کہ کفار اور ان کے ان سرداروں کو جنھوں نے انھیں شرک کی دعوت دی تھی جہنم میں انھیں ایک دوسرے کے اوپر گرا دیا جائے گا۔ ﴿ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ؕ 95 ﴾ ”اور شیطان کے لشکر سب کے سب (جہنم میں داخل ہوں گے۔)“ یعنی ان کو سب سے آخر میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۙ 96 تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ 97 اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 98 ﴾ ”وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمھیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔“ یعنی کمزور بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمھارے پیروکار تھے، کیا آج ہماری طرف سے تم جہنم کا کچھ عذاب بھگت لو گے۔ اور پھر خود اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ 97 اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 98 ﴾ ”اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمھیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔“ یعنی تمھارے حکم کی اس طرح اطاعت کرتے تھے جس طرح اللہ رب العالمین کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور رب العالمین کے ساتھ ہم تمھاری بھی عبادت کرتے تھے۔ ﴿ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ 99 ﴾ ”اور ہم کو ان گناہ گاروں ہی نے گمراہ کیا تھا۔“ اور ان مجرموں ہی نے ہمیں اس کی دعوت دی تھی۔ ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ 100 ﴾ ”تو آج نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے۔“ جیسا کہ وہ کہیں گے: ﴿ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ ﴾ (الأعراف 53:7) ”بھلا آج ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں کہ جو عمل بد ہم پہلے کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) ان کے سوا اور نیک عمل کریں۔“ اسی طرح یہ بھی کہیں گے: ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ 100 ۙ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ 101 ﴾ ”تو آج نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے اور نہ گرم جوش دوست۔“ ﴿ صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ 101 ﴾ کے معنی قریبی دوست کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ 102 ﴾ ”کاش! ہمیں دنیا میں پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں۔“ یعنی وہ یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ وہ اپنے رب کی اطاعت بجالائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اگر انھیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو پھر یہ اسی بات کی طرف لوٹ آئیں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ ص میں بھی دوزخیوں کے جھگڑے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ○ ﴾ (صٓ 64:38) ”بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔“ پھر فرمایا:

---

① تفسیر الطبری: 109/19.

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ (105) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ (106) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا (105) جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ (106) بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول

اَمِيْنٌ ۙ (107) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۚ (108) وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

ہوں (107) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (108) اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے (109) لہٰذا تم

الْعٰلَمِيْنَ ۚ (109) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۭ (110)

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (110)

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۭ (111) قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ (112)

انھوں نے کہا: کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں، حالانکہ تیری پیروی تو رذیل لوگوں نے کی ہے (111) نوح نے کہا: اور مجھے کیا معلوم جو وہ عمل کرتے

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۚ (113) وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ (114) اِنْ اَنَا

رہے ہیں (112) ان کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے اگر تم کچھ شعور رکھتے ہو (113) اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں (114) میں تو

اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ (115)

کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (115)

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (103) ﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں۔“ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم سے جھگڑنے اور ان پر توحید کے دلائل قائم کر دینے میں بڑی واضح اور روشن نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (103) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (104) ﴾ ”اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور یقیناً آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔“

تفسیر آیات:105-110

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے، بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہونے کے بعد یہ پہلے رسول تھے جنھیں اہل زمین کی طرف بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی قوم کو بتوں کی عبادت سے منع کریں اور اس کے برے انجام سے ڈرائیں مگر قوم نے آپ کی تکذیب کی اور وہ بتوں کی عبادت کے خبیث کام پر ہی لگی رہی۔ انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی جو تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے تمام انبیاء کی تکذیب قرار دیا اور اسی لیے فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ (105) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ (106) ﴾ ”قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو کہ اس کے سوا غیروں کی پوجا کرتے ہو، ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ (107) ﴾ ”میں تو تمھارا امانت دار پیغمبر ہوں۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارا پیغمبر ہوں، اللہ تعالیٰ نے جو پیغام دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس کے پہنچانے میں امین ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات بلا کم و کاست تم تک پہنچا رہا ہوں۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۚ (108) وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ؕ (116) قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۚۖ (117) النصف

وہ بولے: اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو، تو ضرور سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہوگا (116) نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (118) فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي

ہے (117) لہٰذا تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں ان کو نجات دے (118) چنانچہ ہم نے اسے اور جو (لوگ) بھری

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (119) ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ؕ (120) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

کشتی میں اس کے ساتھ تھے ان کو نجات دی (119) پھر اس کے بعد ہم نے باقی سب غرق کر دیے (120) بے شک اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر

6 ع 18 10 مُّؤْمِنِيْنَ (121) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۧ (122)

مومن نہیں (121) اور بلاشبہ آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا (122)

﴿الْعٰلَمِيْنَ ۚ (109)﴾ ”تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کام کا تم سے صلہ بھی نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔“ تمھیں نصیحت کرنے پر میں تم سے کوئی صلہ (معاوضہ) نہیں مانگتا بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کا طلب گار ہوں۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ؕ (110)﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔“ تمھارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ میں راست باز اور ہمدرد و خیر خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جس پیغام کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اسے پہنچانے میں امانت دار ہوں۔

تفسیر آیات: 111-115

قوم نوح کا جواب: قوم نوح نے جواب دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے نہ تمھاری پیروی کریں گے اور نہ تم پر ایمان لانے والے ان گھٹیا لوگوں کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں گے جنھوں نے تمھاری اتباع و تصدیق کی ہے کیونکہ وہ تو ہمارے کمین لوگ ہیں، اسی وجہ سے ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ؕ (111) قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ (112)﴾ ”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں، حالانکہ تمھارے پیرو تو رذیل لوگ ہوتے ہیں۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کچھ کرتے تھے۔“ یعنی اگر یہ لوگ میری اتباع کرتے ہیں تو مجھ پر کیا لازم ہے؟ یعنی وہ جو کام بھی کرتے ہوں مجھ پر لازم نہیں ہے کہ میں اس کے بارے میں تحقیق و تفتیش سے کام لوں، میرے لیے صرف یہی کافی ہے کہ میں ان کی اس بات کو قبول کر لوں کہ وہ میری تصدیق کرتے ہیں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔ ﴿اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۚ (113) وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ (114)﴾ ”ان کا حسابِ (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے، کاش! تم سمجھو اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔“ معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح نے ان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو دور ہٹا دیں، پھر وہ آپ کی اتباع کریں گے مگر آپ نے اپنے ان مومن ساتھیوں کو دور ہٹانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ (114) اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ (115)﴾ ”اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں، میں تو صرف واضح ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے، جو میری اطاعت، اتباع اور تصدیق کرے، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، خواہ وہ صاحبِ حیثیت ہو یا ادنیٰ درجے کا،

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (123) ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (124) ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

(قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا(123) جب ان کے بھائی ہود نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟(124) بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول

اَمِيْنٌ (125) ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (126) ۚ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا

ہوں(125) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو(126) اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے(127)

عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (127) ؕ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (128) ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ

کیا تم ہر اونچی جگہ پر بطور کھیل تماشا یادگاریں بناتے ہو؟(128) اور تم مضبوط محل بناتے ہو، شاید تم ہمیشہ (یہیں) رہو گے(129) اور جب تم (کسی پر) ہاتھ ڈالتے

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (129) ۚ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (130) ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (131) ۚ

ہو تو سرکش بن کر ہی ہاتھ ڈالتے ہو(130) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو(131) اور تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں میں بڑھایا

وَاتَّقُوا الَّذِيْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (132) ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ (133) ۙۚ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (134) ۚ

(امداد دی) ہے جو تم جانتے ہو(132) اس نے تمھیں بڑھایا ہے مویشیوں اور بیٹوں میں(133) اور باغوں اور چشموں میں(134) بلاشبہ میں تم پر یوم عظیم کے

اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (135) ؕ

عذاب سے ڈرتا ہوں(135)

بڑا ہو یا چھوٹا۔

تفسیر آیات: 122-116

قوم کی دھمکی، نوح علیہ السلام کی بددعا اور قوم کی ہلاکت: جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ایک طویل عرصہ گزار لیا اور انھیں رات دن، چھپ چھپ کر اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر جیسے جیسے آپ انھیں دعوت دیتے ان کے کفر میں مزید سختی پیدا ہو جاتی اور وہ پہلے سے بڑھ کر شدت کے ساتھ مخالفت شروع کرتے اور آخرکار کہنے لگے: ﴿لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (116) ؕ﴾ ”اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو البتہ ضرور سنگسار کیے ہوئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔“ یعنی اگر تم ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دینے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے۔ اس موقع پر نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا، نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ﴿رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (117) ۚۖ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (118)﴾ ”اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا، سو تو میرے اور ان کے درمیان (ایک کھلا) فیصلہ کر دے، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں انھیں نجات دے دے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝﴾ (القمر 10:54) ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (یا الٰہی!) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (119) ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (120) ؕ﴾ ”پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا، پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔“ ﴿الْمَشْحُوْنِ (119) ۚ﴾ کے معنی بھری ہوئی کے ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی

کشتی ساز وسامان اور ہر چیز کے اس جوڑے کے ساتھ بھری ہوئی تھی جسے انھوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی پیروی کرنے والے سب لوگوں کو بچا لیا اور آپ کے ساتھ کفر کرنے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والے سب لوگوں کو غرق کر دیا تھا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (121) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (122) ﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔“

تفسیر آیات:135-123

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد ورسول حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے بھی اپنی قوم عاد کو دعوت دی، آپ کی قوم سرزمین احقاف میں رہتی تھی، احقاف حضر موت کے قریب بلاد یمن سے ملے ہوئے ریت کے پہاڑ تھے، ان کا زمانہ قوم نوح کے بعد ہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ ﴾ (الأعراف 69:7) ”اور یاد تو کرو جب اس نے تمھیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمھیں قد وقامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا۔“ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جسمانی طور پر بہت طاقت وقوت عطا فرمائی تھی، ان کے قد بہت طویل تھے، رزق کی خوب فراوانی تھی، ہر طرح کے مال و دولت، باغوں، نہروں، فصلوں، پھلوں اور بیٹوں سے انھیں نوازا گیا تھا، اس کے باوجود وہ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ایک شخص ہود علیہ السلام کو رسول اور بشیر ونذیر بنا کر ان کی طرف مبعوث فرمایا، انھوں نے انھیں اللہ وحدہ لا شریک کی دعوت دی اور اس کی مخالفت ونافرمانی کی وجہ سے اس کے عذاب سے انھیں ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح انھیں خوب سمجھایا اور فرمایا: ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (128) ﴾ ”بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث وبے جا عمارتیں بناتے ہو؟“ ﴿ رِيْعٍ ﴾ کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور راستوں کے قریب اونچی جگہ کو ﴿ رِيْعٍ ﴾ کہتے ہیں، اس طرح کی جگہ پر وہ مضبوط ومستحکم اور عالی شان عمارت بنایا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً ﴾ ”بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عمارتیں بناتے ہو؟“ یعنی نشانی کے طور پر ایک مشہور عمارت بنا دیتے ہو، ﴿ تَعْبَثُوْنَ (128) ﴾ فضول کام کرتے ہو، تمھیں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ محض لہو ولعب اور اظہارِ قوت کے طور پر تم یہ کام کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں اس کام سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں تضییع اوقات تھا، بلا فائدہ جسموں کو محنت ومشقت میں مبتلا کرنا اور ایسی مشغولیت اختیار کرنا جس کا دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہ تھا، اس لیے فرمایا: ﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (129) ۚ ﴾ ”اور تم مضبوط محل بناتے ہو شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ مَصَانِعَ ﴾ سے مراد بڑے بڑے محل اور ہمیشہ قائم رہنے والی عمارتیں ہیں۔ ① اور ﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (129) ۚ ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ تم یہ محل اس لیے

---

① تفسیر الطبری: 117/19.

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ (136) اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ (137)

انھوں نے کہا: ہمارے لیے برابر ہے، خواہ تو وعظ ونصیحت کرے یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہو (136) یہ تو پہلوں ہی کی عادت ہے (137) اور ہم عذاب

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (138) فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

دیے جانے والے نہیں (138) پھر انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ

مُّؤْمِنِيْنَ (139) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (140) 7 ع 18 11

تھے (139) اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا (140)

بناتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، حالانکہ یہ بات تمھیں حاصل نہیں ہے بلکہ تمھاری دنیا کی زندگی بھی ایک نہ ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح کہ پہلے لوگوں کی زندگی ختم ہو گئی تھی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (130) ﴾ ”اور جب تم (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔“ یعنی اس میں ان کی قوت، سختی اور شدت کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (131) ﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“ یعنی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے رسول کی اطاعت بجالاؤ، پھر انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز فرمایا تھا: ﴿ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (132) اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ (133) وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (134) اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (135) ﴾ ”اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں سے بڑھایا جنھیں تم جانتے ہو، اس نے تمھیں مویشیوں اور بیٹوں سے بڑھایا اور باغوں اور چشموں سے۔ بے شک میں تمھارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“ یعنی اگر تم نے تکذیب اور مخالفت کی روش کو اپنائے رکھا۔ الغرض! اللہ کے نبی نے ترغیب وترہیب ہر دو طرح سے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر انھوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

تفسیر آیات:136-140

قوم ہود کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ڈرایا، ترغیب وترہیب کے ساتھ ہر طرح سمجھایا اور ان کے سامنے حق کو بالکل واضح اور نمایاں کر دیا تو انھوں نے ہود علیہ السلام کو یہ جواب دیا: ﴿ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ (136) ﴾ ”وہ کہنے لگے: خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے یکساں ہے۔“ یعنی ہم اپنی روش سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے۔ ﴿ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (ہود 11:53) ”اور ہم صرف تمھارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔“ اور معاملہ ہے بھی اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 2:6) ”جو لوگ کافر ہیں انھیں آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ اور فرمایا ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:96) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ قوم ہود نے مزید یہ بھی کہا: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ

﴿الْاَوَّلِيْنَ (137)﴾ ''یہ تو بس پہلے لوگوں کے طریق ہیں۔'' بعض ائمہ نے اسے: [إِنْ هٰذَا إِلَّا خَلْقُ الْأَوَّلِينَ] بھی پڑھا ہے، یعنی خلق کی خاء کے فتحہ اور لام کے سکون کے ساتھ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، (بروایت عوفی) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، علقمہ اور مجاہد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہمارے پاس جو لائے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ① جیسا کہ مشرکین قریش نے بھی کہا تھا: ﴿وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝﴾ (الفرقان 5:25) ''اور انھوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اس نے ان کو لکھ لیا ہے تو وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔'' اور (اس سے پہلی آیت میں) فرمایا: ﴿وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۝ۚ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (الفرقان 5,4:25) ''اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنا لی ہیں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی ہے۔ یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ۙ﴾ (النحل 24:16) ''اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔'' دوسرے مفسرین نے اسے: ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ (137)﴾ پڑھا ہے، یعنی خا اور لام دونوں کے ضمہ کے ساتھ۔ اور اس سے ان کی مراد اپنا دین اور اپنے طور اطوار تھے، یعنی ان کا دین وہی ہے جو ان کے اگلے آباء واجداد کا دین تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے متبع اور انھی کے پیچھے چلنے والے ہیں، ہم بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ زندہ تھے اور اسی طرح مر جائیں گے جس طرح وہ مر گئے تھے، نہ قبروں سے دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ کوئی روز قیامت ہے، اس لیے تو انھوں نے کہا تھا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (138)﴾ ''اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ﴾ ''تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔'' انھوں نے اللہ کے نبی ہود علیہ السلام کی تکذیب، مخالفت اور دشمنی کو جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا، اور انھیں کس طرح ہلاک کیا، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ انھیں تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا، ایسی آندھی جو بہت شدید تیز رفتار بھی تھی اور بے حد و حساب ٹھنڈی بھی، یعنی ان کی ہلاکت کا سبب ان کی جنس عمل سے مطابقت رکھتا تھا، وہ بڑے سرکش اور جابر لوگ تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی چیز کے ساتھ ہلاک کیا جو ان سے بھی زیادہ طاقتور اور تیز تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ۙ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ۙ﴾ (الفجر 7,6:89) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ جو ارم (کہلاتے) تھے، ستونوں والے۔'' اس سے عاد اولی مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ اَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ۝ۙ﴾ (النجم 50:53) ''اور یہ کہ اسی نے عاد اولی کو ہلاک کر ڈالا۔'' اور یہ لوگ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھے، ﴿ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ۙ﴾ (الفجر 7:89) ''ستونوں والے۔'' جو ستونوں میں رہتے تھے، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ

---

① تفسیر الطبری: 120,119/19.

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ ⑭① اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ ⑭② اِنِّىْ لَكُمْ

(قوم) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا ⑭① جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ⑭② بلاشبہ میں تمھارے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ ⑭③ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۚ ⑭④ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ

لیے امانت دار رسول ہوں ⑭③ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ⑭④ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ ⑭⑤

تو رب العالمین کے ذمے ہے ⑭⑤

ارم شہر کا نام ہے تو انھوں نے اسے کعب اور وہب کے کلام اور اسرائیلیات سے لیا ہے جبکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۪ۙ ﴾ (الفجر 8:89) ’’(وہ) جو شہروں میں (کوئی) ان جیسا پیدا نہیں کیا گیا۔‘‘ یعنی قوت، شدت اور طاقت کے اعتبار سے اس قبیلے جیسے لوگ پیدا نہیں ہوئے۔ اگر ارم سے مراد شہر ہوتا تو پھر یوں کہا جاتا: اَلَّتِی لَمْ یُبْنَ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ’’(وہ) جو تمام شہروں میں ایسا کوئی (شہر) نہیں بنایا گیا تھا۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 15:41) ’’جو عاد تھے انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۙ ۝ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ (الحاقۃ 7,6:69) ’’اور رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے اس کو ان پر مکمل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کر دیا تھا۔‘‘ ﴿ حُسُوْمًا ﴾ کے معنی ہیں کامل، یعنی کامل سات رات اور آٹھ دن تک تیز آندھی کو ان پر چلائے رکھا۔ ﴿ فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۚ ﴾ (الحاقۃ 7:69) ’’تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) گرے پڑے دیکھے گا جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔‘‘ یعنی ان کے دھڑ تو باقی تھے مگر سر نہ تھے، اس لیے کہ آندھی انھیں اٹھا کر فضا میں لے جاتی اور پھر وہاں سے انھیں سر کے بل پٹخ دیتی جس سے ان کا دماغ پھٹ جاتا اور سر ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اس طرح مرے پڑے تھے گویا اکھڑی ہوی کھجوروں کے تنے ہوں۔ انھوں نے پہاڑوں اور غاروں میں قلعے بنا رکھے تھے اور نصف پنڈلیوں تک زمین میں اپنے بچاؤ کے لیے گڑھے کھود رکھے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی یہ تدبیریں ان کے کچھ کام نہ آئیں کیونکہ ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ ﴾ (نوح 4:71) ’’یقیناً جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔‘‘ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ ...... ﴾ الآیۃ ’’تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا......۔‘‘

تفسیر آیات: 145-141

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ (146) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (147) وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (148)

کیا تمھیں یہاں کی چیزوں میں پر امن چھوڑ دیا جائے گا(146) (یعنی) باغوں اور چشموں میں (147) اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (149) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (150) وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ (151)

ہیں(148) اور تم اتراتے ہوئے پہاڑوں سے گھر تراشتے ہو(149) چنانچہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو(150) اور تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی اطاعت

الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (152)

نہ کرو(151) جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے (152)

قوم ثمود اور صالح علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے عبد و رسول صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ ثمود عرب تھے اور شہر حجر کے رہنے والے تھے۔ یہ شہر وادی قُریٰ اور بلاد شام کے درمیان تھا اور بہت مشہور و معروف تھا۔ ہم نے قبل ازیں سورۂ اعراف کی تفسیر میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب شام کے غزوے کا ارادہ فرمایا تو ثمود کے علاقے سے گزرے تھے مگر آپ تبوک تک پہنچ کر ہی واپس آ گئے تھے تا کہ غزوۂ شام کے لیے تیاری فرما سکیں۔ ① ثمود کا دور قوم عاد کے بعد اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دور سے پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جو پیغام ملے اس کی اطاعت کریں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور ان کی تکذیب و مخالفت شروع کر دی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ وہ ان سے دعوت کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے اجر و ثواب کے طلب گار ہیں، پھر انھوں نے انھیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: (دیکھیے آیات: 152-146)

تفسیر آیات:152-146

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی: حضرت صالح علیہ السلام نے انھیں وعظ و نصیحت کرتے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے انھیں انواع و اقسام کے رزق سے نوازا، خوفناک چیزوں سے بچا کر امن عطا فرمایا، باغات کو اگایا، نہروں اور چشموں کو چلایا اور ان کے لیے فصلوں اور پھلوں کو پکایا، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (148)﴾ ”اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو خوشے پک کر کمال کو پہنچے ہوں وہ ھضیم ہوتے ہیں۔ ② اور علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی سرسبز و شاداب کے ہیں۔ ③ اسماعیل بن ابو خالد نے عمرو بن ابو عمرو۔ ان کی صحابۂ کرام سے ملاقات ثابت ہے۔ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خوشے جب پک کر جھک جائیں تو انھیں ھضیم کہتے ہیں۔ اسے ابن ابو حاتم نے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابو صالح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ④ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

---

① دیکھیے الأعراف، تفسیر آیت: 73 کے ذیل میں اور ان کے علاقے کا نقشہ بھی ملاحظہ کیجیے۔ ② تفسیر الطبری: 122/19.

③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2801/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2801/9.

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (153) مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انھوں نے کہا: بس تو سحر زدہ لوگوں میں سے ہے (153) تو ہماری طرح ایک بشر ہی تو ہے، لہٰذا اگر تو سچوں میں سے ہے تو کوئی نشانی (معجزہ) لے آ (154) صالح

الصّٰدِقِيْنَ (154) قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (155) ۚ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

نے کہا: یہ اونٹنی (معجزہ) ہے، (ایک دن) اس کی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمھاری پینے کی باری ہے (155) اور اسے بری نیت سے نہ چھونا ورنہ تمھیں

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (156) فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (157) ۙ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ

بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا (156) چنانچہ انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پھر وہ نادم ہوئے (157) تو انھیں عذاب نے آ پکڑا، بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (158) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (159) ۧ 8 ع 19 12

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے (158) اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا (159)

﴿ فٰرِهِيْنَ (149) ﴾ ”اور تم پہاڑوں سے گھر تراشتے ہوا تراتے ہوئے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے ﴿ فٰرِهِيْنَ (149) ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ تم اس کام کے بہت ماہر ہو۔① اور آپ سے ایک دوسری روایت میں اس کے معنی ہیں کہ فخر وغرور کے طور پر۔ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔② ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد بھی نہیں کیونکہ وہ فخر وغرور کے ساتھ اور کسی ضرورت وحاجت کے بغیر پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے اور پہاڑوں کے تراشنے اور گھروں میں نقش ونگار بنانے کے وہ بہت ماہر بھی تھے جیسا کہ ان کے گھروں اور مکانوں کو دیکھنے سے معلوم بھی ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (150) ﴾ ”تم اللہ سے ڈرو اور میرے کہے پر چلو۔“ اور اس بات کو قبول کر لو جس سے تمھیں دنیا وآخرت میں نفع حاصل ہو اور وہ یہ کہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا فرمایا اور طرح طرح کے رزق سے نوازا ہے تاکہ تم اس کی عبادت کرو، اس کی توحید کو اختیار کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ ﴿ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ (151) ۙ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (152) ﴾ ”اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔“ یعنی تم اپنے ان سرداروں اور بڑے لوگوں کی بات نہ مانو جو شرک وکفر اور مخالفت حق کی دعوت دیتے ہیں۔

تفسیر آیات:153-159

ثمود کا جواب، نشانی کا مطالبہ اور عذاب کی آمد: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تو انھوں نے جواب دیا: ﴿ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (153) ﴾ ”وہ کہنے لگے کہ تم تو بس جادو زدہ ہو۔“ مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿ الْمُسَحَّرِيْنَ (153) ﴾ کے معنی مسحور، یعنی سحر زدہ کے ہیں۔③ پھر انھوں نے کہا: ﴿ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ ﴾ ”تم اور کچھ نہیں صرف ہماری طرح کے آدمی ہی تو ہو۔“ یعنی ہمیں چھوڑ کر تمھاری طرف وحی کس طرح بھیجی گئی؟

---

① تفسیر الطبری:123/19 . ② تفسیر الطبری :124/19 . ③ تفسیر الطبری :125/19.

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (160) ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (161) ۚ اِنِّىْ لَكُمْ

قومِ لوط نے رسولوں کو جھٹلایا (160) جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ (161) بلاشبہ میں تمھارے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (162) ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (163) ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ

لیے امانت دار رسول ہوں (162) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (163) اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (164) ۭ

تو رب العالمین کے ذمے ہے (164)

جس طرح کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ ﴾ (القمر 26,25:54) ”کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر یہ نصیحت نازل کی گئی؟ بلکہ یہ جھوٹا، خود پسند ہے۔ عنقریب وہ کل ہی جان لیں گے کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

پھر انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی نشانی لائیں تا کہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وہ پیغام لائے ہیں وہ سچ ہے، ان سب نے جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ وہ پہاڑ کی چٹان سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکال کر دکھائیں، انھوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس چٹان سے نکال دو، وہ اونٹنی اس طرح کی صفات کی حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے پختہ عہد و پیمان لیے کہ اگر انھوں نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا تو پھر وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ ان کی تصدیق اور اتباع کریں گے۔ انھوں نے عہد و پیمان کر لیے تو اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اٹھ کر نماز شروع کر دی اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبے کو پورا فرما دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرما لیا اور جس چٹان کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا، وہ پھٹ گئی اور اس سے اسی طرح کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکل آئی جس طرح کی اونٹنی انھوں نے طلب کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ نشانی دیکھ کر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے مگر اکثر اپنے کفر ہی پر قائم رہے۔ ﴿ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (155) ۚ ﴾ ”اس (صالح) نے کہا: (دیکھو) یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمھاری باری۔“ یعنی ایک دن وہ پانی پیے گی اور ایک دن تم پانی پیو گے، ﴿ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (156) ﴾ ”اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا کہ تمھیں بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے۔“ اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں ڈرایا کہ اگر انھوں نے اونٹنی کو کوئی تکلیف دی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ کچھ عرصے تک اونٹنی پانی پیتی اور چارہ کھاتی رہی اور لوگ اس کا دودھ دوہتے، اسے پیتے اور اس سے سیراب ہوتے رہے، جب طویل عرصہ گزر گیا اور ان کی بدبختی کا وقت آ گیا تو انھوں نے اس اونٹنی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ﴿ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (157) ۙ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ ﴾ ”تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر نادم ہوئے، سو انھیں عذاب نے آ پکڑا۔“ اور ان کی زمین پر بہت زبردست زلزلہ طاری ہو گیا اور ایک زبردست چیخ پیدا ہوئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور انھیں ایسی صورت حال پیش آئی جو ان کے وہم و گمان میں

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۙ(165) وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ

کیا تم (جنسی تسکین کی خاطر) جہان کے مردوں کے پاس آتے ہو؟(165) اور تم اپنی بیویاں چھوڑ دیتے ہو جنھیں تمھارے رب نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے،

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ (166) قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (167)

بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو(166) انھوں نے کہا: اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تو نکالے جانے والوں میں سے ہوگا(167) لوط نے کہا: بے شک میں

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ؕ(168) رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ (169) فَنَجَّيْنٰهُ

تمھارے (خلاف فطرت) عمل سے دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں(168) اے میرے رب! تو مجھے اور میرے اہل کو اس عمل (کے وبال) سے نجات دے جو

وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۙ(170) اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۚ(171) ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۚ(172) وَاَمْطَرْنَا

وہ کرتے ہیں(169) چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے سب اہل کو نجات دی(170) سوائے ایک بڑھیا کے (جو) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی(171) پھر ہم نے

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (173) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

دوسروں کو ہلاک کر دیا(172) اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) سخت بارش برسائی، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برسائی گئی) بدترین بارش تھی(173) بے شک اس میں

مُّؤْمِنِيْنَ (174) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۧ(175) ع 9 16 13

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے(174) اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا(175)

بھی نہ تھی اور وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے رہ گئے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (158) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (159)﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور آپ کا پروردگار نہایت غالب، خوب مہربان ہے۔“

تفسیر آیات:164-160

لوط علیہ السلام کی دعوت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب لوط بن ہاران بن آزر ہے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی زندگی میں ایک بہت بڑی امت کی طرف مبعوث فرمایا تھا جو سدوم اور اس کے گردوپیش رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام بستیوں کو تباہ و برباد کر کے ان کی جگہ ایک بدبودار اور آلودہ سمندر (بحیرۂ مردار Dead Sea) جاری کر دیا جو کہ مشہور ہے اور بلاد غور میں بیت المقدس کے پہاڑوں کے پیچھے کی طرف ہے اور بلاد غور اور بلاد کرک و شوبک کے درمیان ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اپنے رسول کی اطاعت کریں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے لذت حاصل کرنے کی اس بدترین بے حیائی کا ارتکاب نہ کرو جس کا تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (دیکھیے آیات:175-165)

تفسیر آیات:175-165

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ (176) اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (177) اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

اصحاب اَیکہ نے رسولوں کو جھٹلایا (176) جب ان سے شعیب نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ (177) بے شک میں تمھارے لیے

اَمِیْنٌ (178) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ (179) وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ

امانت دار رسول ہوں (178) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (179) اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا،

الْعٰلَمِیْنَ (180)

میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے (180)

قوم کی بے حیائی کی تردید، ان کا جواب اور ان پر عذاب: جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں فحاشی، بدکاری و بے حیائی اور امرد پرستی سے منع فرمایا اور ان کی رہنمائی فرمائی کہ وہ عورتوں سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا فرمایا ہے جنسی خواہش کی تکمیل کریں تو ان کا جواب یہ تھا: ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ﴾ ”اے لوط! اگر تم باز نہ آؤ گے۔“ اس چیز سے جو ہمارے پاس لائے ہو ﴿لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ (167)﴾ ”تو شہر بدر کر دیے جاؤ گے۔“ یعنی ہم تمھیں اپنے ہاں سے نکال دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ○﴾ (النمل 56:27) ”تو ان کی قوم کے لوگوں کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو پاک بننا چاہتے ہیں۔“ آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس فحاشی و بے حیائی سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اپنی اس گمراہی میں مبتلا رہیں گے تو آپ نے ان سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ (168)﴾ ”بے شک میں تو تمھارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں سے ہوں۔“ کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ تمھارے کرتوت سے میں خوش نہیں ہوں، اس لیے میں تم سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بددعا کی: ﴿رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ (169)﴾ ”اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال) سے نجات دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ (170) اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ (171)﴾ ”سو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سب کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہنے والوں سے تھی۔“ یہ آپ کی بیوی تھی۔ یہ بدترین بڑھیا تھی جو پیچھے رہ گئی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ ہلاک ہو گئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور سورۂ حجر ① میں ذکر کیا ہے کہ اس نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کے سوا دیگر تمام گھر والوں کو لے کر رات کو اپنی بستی سے نکل جائیں اور جب اپنی قوم پر نازل ہونے والی چیخ کو سنیں تو پیچھے پلٹ کر نہ دیکھیں، انھوں نے حکم الٰہی کی اطاعت کی، پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور آگے ہی بڑھتے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ساری قوم پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھروں کی بارش کی صورت میں عذاب نازل فرمایا، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ (172) وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ (173) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (174) وَاِنَّ رَبَّكَ

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 83، ہود، آیت: 81 اور الحجر، آیات: 60-65.

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ (181) وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (182) وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

تم ماپ پورا پورا کرو، اور خسارہ دینے والوں سے نہ بنو (181) اور تم بالکل سیدھی ترازو سے تولو (182) اور تم لوگوں کو ان کی اشیاء

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (183) وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ (184)

کم نہ دو، اور نہ تم زمین میں فساد کرتے ہوئے دوڑو (183) اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا (184)

﴿لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (175)﴾ ”پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ان پر ایک زبردست مینہ برسایا، سو جو مینہ ان لوگوں پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا، بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیات:176-180

شعیب علیہ السلام کی اصحاب اَیکہ کو نصیحت: صحیح قول کے مطابق اصحاب اَیکہ سے مراد اہل مدین ہیں، شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی انھی سے تھا، آپ کے لیے ان کے بھائی کے الفاظ اس لیے استعمال نہیں کیے گئے کیونکہ ان لوگوں کی یہاں بَن کی عبادت کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ بَن ایک درخت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھنڈ کی طرح گھنے درخت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اس لیے جب یہ فرمایا: ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ (176)﴾ ”بَن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ تو یہ نہیں کہا: [إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ شُعَيْبٌ] ”جب ان سے ان کے بھائی شعیب نے کہا۔“ بلکہ صرف یہ فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ﴾ ”جب ان سے شعیب نے کہا۔“ جس سبب کی وجہ سے ان کی نسبت بَن کی طرف کی گئی ہے، شعیب علیہ السلام سے اس نسبت کو قطع کرنے کی غرض سے یہاں انھیں ان کا بھائی قرار نہیں دیا گیا گو وہ نسبی طور پر ان کے بھائی ہی تھے، کچھ لوگ جو اس نکتے کو نہیں سمجھ سکتے انھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب ایکہ، اصحاب مدین نہیں ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب کو دو امتوں کی طرف بھیجا تھا، اس طرح کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ کو تین امتوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ﴾ ”بَن والے۔“ ان لوگوں سے مراد قوم شعیب ہے، یہ اسحاق بن بشر کا قول ہے۔① جو یبر کے علاوہ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دونوں ایک ہی ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قوم کے نام ہیں اور ان دونوں کے ہر جگہ ایک جیسے کام بتائے گئے ہیں، شعیب نے ان سے بھی یہی کہا کہ ناپ تول پورا دیا کرو جیسا کہ آپ نے اصحاب مدین سے بھی یہی فرمایا تھا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی امت کے دو نام ہیں۔

تفسیر آیات:181-184

ناپ تول پورا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ناپ تول پورا دیا کرو اور اس میں کمی نہ کیا کرو، چنانچہ فرمایا: ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ

---

① الدر المنثور: 174/5.

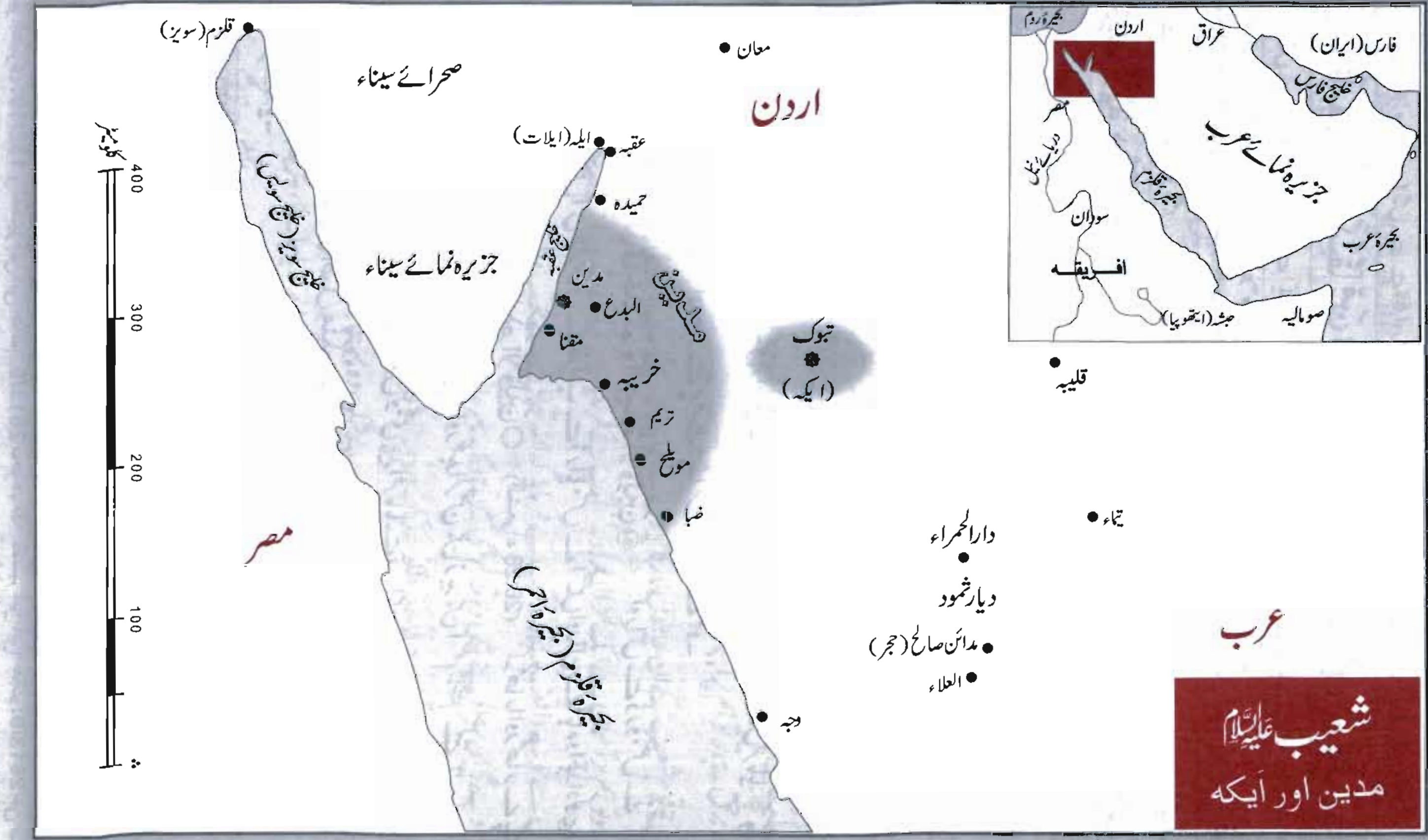

شعیب علیہ السلام
مدین اور ایکہ

عرب
اردن
مصر
صحرائے سیناء
جزیرہ نمائے سیناء
خلیج سویز (خلیج سویس)
خلیج عقبہ
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
قلزم (سویز)
معان
عقبہ
ایلہ (ایلات)
حمیدہ
مدین
البدع
مقنا
خریبہ
تریم
مویلح
ضبا
تبوک
(ایکہ)
وجہ
دارالحمراء
دیار ثمود
مدائن صالح (حجر)
العلاء
تیماء
قلیبہ
کلومیٹر
400
300
200
100
۰
بحیرۂ روم
اردن
عراق
فارس (ایران)
خلیج فارس
جزیرہ نمائے عرب
مصر
دریائے نیل
بحیرۂ قلزم
سوڈان
افریقہ
حبشہ (ایتھوپیا)
صومالیہ
بحیرۂ عرب

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿185﴾ۙ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ

انھوں نے کہا: بس تو سحرزدہ (لوگوں) میں سے ہے ﴿185﴾ اور تو ہماری طرح بشر ہی تو ہے، اور ہم تجھے بلاشبہ جھوٹوں میں خیال کرتے ہیں ﴿186﴾

الْكٰذِبِیْنَ ﴿186﴾ۚ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿187﴾ؕ قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ

لہٰذا اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرادے ﴿187﴾ شعیب نے کہا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو ﴿188﴾ چنانچہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿188﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿189﴾

انھوں نے اسے (شعیب کو) جھٹلایا، تو انھیں سائے والے دن کے عذاب نے آن پکڑا، بے شک وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا ﴿189﴾ بلاشبہ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿190﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿191﴾ع ع 10 16 14

اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ﴿190﴾ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿191﴾

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿181﴾ۚ﴾ ”ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔“ یعنی جب لوگوں کو ماپ دینا ہو تو پورا پورا ماپ دیا کرو اور اس میں کمی نہ کیا کرو جس طرح تم ماپ پورا پورا لیتے ہو اسی طرح دیا بھی پورا پورا کرو۔ ﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿182﴾ۚ﴾ ”اور سیدھے ترازو سے تولا کرو۔“ اور قسطاس سے مراد ترازو (کنڈا) ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ﴾ ”اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔“ یعنی دیتے ہوئے لوگوں کے اموال میں کمی نہ کیا کرو۔ ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿183﴾ۚ﴾ ”اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔“ یعنی راہزنی نہ کیا کرو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ﴾ (الأعراف 86:7) ”اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ تم ڈراتے ہو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿184﴾ؕ﴾ ”اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی خلقت کو پیدا کیا۔“ آپ نے انھیں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جس نے انھیں اور ان کے آباء واجداد کو پیدا فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ○﴾ (الشعرآء 26:26) ”کہ تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ﴿وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿184﴾ؕ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا فرمایا ہے،① ابن زید رحمہ اللہ نے یہاں قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا بھی حوالہ دیا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ﴾ (یٰسٓ 62:36) ”اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔“②

تفسیر آیات:185-191

قوم شعیب کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قوم نے شعیب کو اسی طرح جواب دیا جس طرح قوم ثمود نے اپنے رسول کو جواب دیا تھا کیونکہ ان کے دل ایک ہی طرح کے تھے، بہر حال قوم شعیب نے جواب دیا: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ

---

① تفسیر الطبری: 132/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2813/9 نحوہ. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2813/9 عن سفیان.

﴿ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿185﴾ ﴾ ”یقیناً تم تو جادو زدہ میں سے لگتے ہو۔“ علاوہ ازیں انھوں نے یہ بھی کہا: ﴿ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿186﴾ ﴾ ”اور تم (اور کچھ) نہیں، مگر ہم ہی جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔“ یعنی تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں رسول بنا کر نہیں بھیجا، ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿187﴾ ﴾ ”پس اگر سچوں سے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔“ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم پر آسمان کے ایک حصے کو گرا دو۔ ① قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی آسمان کے ٹکڑے کے ہیں۔ ② سدی کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمان سے عذاب لے آؤ۔ ③ ان کی یہ بات قریش کی اس بات جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ﴿﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ﴿﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۙ﴿﴾ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:90-92) ”اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو یا تمھارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات بھی بیان فرمائی ہے: ﴿ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ...... ﴾ الآیة (الأنفال 8:32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے......۔“

اسی طرح قوم شعیب کے ان جاہلوں اور کافروں نے کہا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿187﴾ ﴾ ”اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔“ آپ نے فرمایا: ﴿ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿188﴾ ﴾ ”جو کام تم کرتے ہو میرا پروردگار اس سے خوب واقف ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوب واقف ہے، اگر تم اس کے مستحق ہو تو وہ تمھیں ضرور یہ سزا دے گا اور سزا دینے میں وہ ظالم بھی نہیں ہوگا۔ بہر حال جیسا کہ انھوں نے مطالبہ کیا انھیں پوری پوری سزا مل گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿189﴾ ﴾ ”تو ان لوگوں نے انھیں جھٹلایا، پس سائبان کے عذاب نے انھیں آ پکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“ یعنی یہ اس طرح کا عذاب تھا جس طرح کا انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ان پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دیا جائے، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں سزا یہ دی کہ سات دن تک انھیں بے حد شدید گرمی میں مبتلا کر دیا کہ کوئی چیز بھی انھیں اس سے بچا نہیں رہی تھی، پھر ایک بادل آ کر ان کے سروں پر سایہ فگن ہو گیا اور وہ گرمی سے بچنے کے لیے اس بادل کے سائے میں جا کر کھڑے ہو گئے اور جب وہ سب کے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کے بہت زبردست شعلوں اور انگاروں کی بارش برسا دی، زمین پر

---

① تفسیر الطبری: 133/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9 . ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9 والدر المنثور: 174/5. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9 .

زلزلہ طاری ہوگیا اور پھر ایک بہت زوردار چیخ بھی آئی جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے روحیں نکل گئیں، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝189 ﴾ ”بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی تباہی و ہلاکت کا قرآن مجید کے تین مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ہر مقام کے سیاق کے مطابق ان کی تباہی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، سورۂ اعراف میں فرمایا ہے کہ ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ ﴾ (الأعراف 88:7) ”اے شعیب! یا تو ہم تمھیں اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں انھیں اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا تم ضرور بالضرور ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔“ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو ڈرایا دھمکایا تو انھیں بھونچال نے آ پکڑا اور سورۂ ہود میں فرمایا کہ انھیں چنگھاڑ نے آ دبوچا: ﴿ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾ (ہود 94:11) ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا انھیں چنگھاڑ نے آ دبوچا۔“ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا: ﴿ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ ﴾ (ہود 87:11) ”کیا تمھاری نماز تمھیں یہ حکم دیتی ہے کہ جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم انھیں ترک کر دیں یا اپنے مال میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔“ یہ انھوں نے مذاق اڑاتے اور شیخی بگھارتے ہوئے کہا تھا، لہٰذا مناسب یہی تھا کہ انھیں ایک ایسی چنگھاڑ آ دبوچے جو انھیں خاموش کر دے، پس ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آ دبوچا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اور یہاں انھوں نے از راہِ ضد، ہٹ دھرمی اور دشمنی کے یہ کہا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ﴾ ”پس تو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے۔“ تو اس مناسبت سے ان کو وہی عذاب دیا گیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے۔ فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝189 ﴾ ”پس سائبان کے عذاب نے انھیں آ پکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

محمد بن جریر نے یزید باہلی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت گرمی میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ بہت بے چین ہو گئے کیونکہ سخت گرمی اور اس کی وجہ سے ان کا دم گھٹنے لگا تھا، وہ گرمی سے بچنے کے لیے گھروں کے اندر گئے مگر گھروں کے اندر بھی وہ بہت شدید گرمی محسوس کرنے لگے اور وہاں بھی ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ گھروں سے نکل کر جنگل کی طرف آ گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو سورج کی دھوپ کے آگے سائبان کی طرح تھا، اس کے سائے میں انھوں نے جب ٹھنڈک اور فرحت محسوس کی تو ایک دوسرے کو بلایا اور جب وہ سب کے سب اس سائبان کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی بارش برسا دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سائبان کے دن کے عذاب سے یہی مراد ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑے عذاب کا دن تھا۔① ﴿ اِنَّ فِيْ

---

① تفسیر الطبری: 134/19.

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿192﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿193﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ

اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے ﴿192﴾ روح الامین (جبریل) اسے لے کر نازل ہوا ﴿193﴾ آپ کے دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں

الْمُنْذِرِيْنَ ﴿194﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿195﴾

سے ہوں ﴿194﴾ فصیح عربی زبان میں ﴿195﴾

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿196﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿197﴾

اور بلاشبہ وہ (قرآن کا ذکر) پہلی کتابوں میں بھی ہے ﴿196﴾ کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی (کافی) نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء بھی اس (قرآن یا صاحب قرآن)

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿198﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿199﴾

کو جانتے ہیں ﴿197﴾ اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی پر نازل کرتے ﴿198﴾ پھر وہ اسے ان پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے ﴿199﴾

﴿ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿190﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿191﴾﴾ ”اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔“ وہ کافروں سے انتقام لینے پر خوب غالب ہے اور اپنے مومن بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

تفسیر آیات:192-195

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اس نے اپنے عبد اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے کہ ﴿اِنَّهٗ﴾ اور یہ قرآن جس کا اس سورت کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ ......﴾ الآیة (الشعرآء 5:26) ”اور ان کے پاس (اللہ) رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو......۔“ ﴿لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿192﴾﴾ ”یقیناً پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔“ اسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿193﴾﴾ ”جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔“ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ کئی ائمہ سلف، مثلاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، قتادہ، عطیہ عوفی، سدی، ضحاک، زہری اور ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے۔① اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ......﴾ الآیة (البقرة 97:2) ”کہہ دیجیے کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیے) اس نے تو صرف (ایسی کتاب) اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے......۔“② ﴿عَلٰى قَلْبِكَ﴾ یعنی اے محمد! (ﷺ اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) اس حال میں کہ یہ ہر عیب اور ہر قسم کی کمی بیشی سے پاک ہے۔ ﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿194﴾﴾ ”تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہو جائیں۔“ یعنی اس قرآن کی مخالفت اور تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس پر

---

① تفسیر الطبری: 137,136/19 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2817/9. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2818/9 نحوه.

ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو بشارت سناؤ۔ ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ⁽¹⁹⁵⁾ ﴾ ’’(اور القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے۔)‘‘ یعنی یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اسے آپ ہی کی فصیح و بلیغ، کامل اور جامع زبان عربی میں نازل کیا ہے تاکہ یہ صاف، واضح اور ظاہر ہو، ہر قسم کے عذر کو ختم کر دے، حجت کو تمام اور دلیل کو قائم کر دے۔

تفسیر آیات:196-199

قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی ان کتابوں میں بھی موجود ہے جو ان کے انبیائے کرام سے منقول ہیں اور جنھوں نے قدیم و جدید ہر دور میں اس کتاب کی بشارت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے عہد و پیمان بھی لیا تھا اور اس عہد و پیمان کے مطابق ہی سابقہ انبیاء میں سے سب سے آخری نبی نے اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہوئے انھیں حضرت احمد ﷺ کی بشارت دی تھی: ﴿ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ ﴾ (الصّف 6:61) ’’اور وہ وقت بھی یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت سناتا ہوں۔‘‘

الزُّبُر کا لفظ زبور کی جمع ہے اور اس کے معنی کتب کے ہیں، زبور اس کتاب کا نام بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ ﴾ (القمر 52:54) ’’اور جو کچھ انھوں نے کیا (ان کے) اعمال ناموں میں (درج) ہے۔‘‘ یعنی فرشتوں کے صحیفوں میں ان کے ذمے لکھا ہوا ہے، پھر فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ⁽¹⁹⁷⁾ ﴾ ’’کیا ان کے لیے یہ نشانی نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل اس (قرآن یا رسول) کو جانتے ہیں۔‘‘ یعنی کیا یہ بات ان کے لیے شاہد صادق کے طور پر کافی نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل بھی اس کتاب کا ذکر اپنی ان کتابوں میں موجود پاتے ہیں جنھیں وہ پڑھتے رہتے ہیں اور اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ عادل علماء ہیں جو ان صفات کا اعتراف کرتے ہیں جو ان کی کتابوں میں محمد ﷺ، آپ کی بعثت اور آپ کی امت کے بارے میں موجود پائی ہیں جیسا کہ ان میں سے ایمان لانے والوں نے اس کے بارے میں بتایا ہے، مثلاً: عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ …… ﴾ الآية (الأعراف 157:7) ’’وہ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں……۔‘‘

قریش کا شدید کفر: اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید سے قریش کے شدید کفر و عناد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اسے کسی ایسے عجمی پر نازل کر دیا جاتا جو عربی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہوتا اور اس پر اس کتاب کو اپنی تمام تر فصاحت و بلاغت کے

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (200) لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (201)

اسی طرح ہم نے اس (تکذیب) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے (200) وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں (201) پس وہ

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (202) فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (203) اَفَبِعَذَابِنَا

ان پر اچانک آپڑے گا جبکہ انھیں خبر تک نہ ہوگی (202) پھر وہ کہیں گے: کیا ہمیں (کچھ) مہلت مل سکتی ہے؟ (203) تو کیا وہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی

يَسْتَعْجِلُوْنَ (204) اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (205) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (206)

مچا رہے ہیں؟ (204) بھلا آپ دیکھیں تو! اگر ہم انھیں کئی برس (دنیا کا) فائدہ دیں (205) پھر وہ (عذاب) ان پر آجائے جس سے انھیں ڈرایا دھمکایا جارہا

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (207) وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (208) ذِكْرٰى

ہے (206) تو جس (سامانِ عیش) سے وہ مزے اڑا رہے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے گا (207) اور ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا، تو (پہلے) اس کے لیے ڈرانے

وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (209)

والے (بھیجے) تھے (208) یاددہانی کے لیے، اور ہم ظالم نہیں ہیں (209)

ساتھ نازل کر دیا جاتا تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ (198) فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (199) ﴾ ”اور اگر ہم اسے کسی غیر اہل زبان پر نازل کرتے اور وہ اسے ان پر پڑھتا تو یہ اسے کبھی نہ مانتے۔“ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر 15:14,15) ”اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہوگئی ہیں بلکہ ہم جادو زدہ لوگ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:111) ”اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر نادان ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 10:96,97) ”جن لوگوں کے بارے میں آپ کے پروردگار کا حکم (عذاب) قرار دیا جا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔“

تفسیر آیات:200-209

جب تک عذاب نہ دیکھ لیں تکذیب کرنے والے ایمان نہیں لائیں گے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہم نے تکذیب، کفر، انکار اور عناد کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے ﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ ”وہ اس کو نہیں مانیں گے۔“ یعنی اس حق کو، ﴿ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (201) ﴾ ”جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔“ لیکن اس وقت کی معذرت

سے ظالموں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ان پر لعنت برسے گی اور ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، ﴿ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ﴾ ”تو وہ ان پر ناگہاں آ واقع ہوگا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے گا، ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۰۲ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝۲۰۳ ﴾ ”اور انھیں خبر بھی نہ ہوگی، پس وہ اس وقت کہیں گے: کیا ہمیں مہلت ملے گی؟“ یعنی جب عذاب کو دیکھیں گے تو تمنا کرنے لگیں گے: اے کاش! انھیں تھوڑی سی مہلت دے دی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کر سکیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ۝ ﴾ (إبراهيم 44:14) ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آ جائے گا، تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمھیں (اس حال سے جس میں تم ہو) کوئی زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ ہر ظالم و فاجر جب اپنی سزا کو دیکھے گا تو شدید ندامت کا اظہار کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے بارے میں یہ دعا کی: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 88:10) ”اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیاوی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تاکہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ﴾ (یونس 89:10) ”تمھاری دعا قبول کر لی گئی۔“ اس بددعا نے فرعون پر اپنا اثر دکھایا اور وہ اس وقت تک ایمان نہ لایا جب تک اس نے عذاب الیم نہ دیکھ لیا ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 91,90:10) ”یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں ہوں (جواب ملائکہ) کیا اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ تو پہلے یقیناً نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 85,84:40) ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا، (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آتی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ کر رہ گئے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (204) ﴾ ”تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟“ یہ ان کا انکار اوران کے لیے سرزنش ہے کیونکہ یہ لوگ ازراہ تکذیب وانکار اپنے رسول سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 29:53,54) ”اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب آ بھی گیا ہوتا اور وہ (کسی وقت میں) ان پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ یہ تم سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیرنے والا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (205) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (206) مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (207) ﴾ ”بھلا دیکھیں تو اگر ہم انھیں برسوں فائدے دیتے رہیں، پھر ان پر وہ (عذاب) آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو یہ جو فائدے دیے گئے ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔“ یعنی اگر ہم انھیں کچھ عرصے کے لیے مہلت دے دیں، خواہ وہ عرصہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو، پھر ان کے پاس اللہ کا عذاب آ جائے تو دنیا کی کون سی نعمت اس وقت ان کے کام آئے گی؟ ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ○ ﴾ (النّٰزعٰت 79:46) ”جب وہ اس کو دیکھیں گے تو (ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ ﴾ (البقرة 2:96) ”ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش! اسے ہزار برس عمر دی جائے مگر (اتنی لمبی) عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ؕ ﴾ (الّيل 92:11) ”اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“ اس لیے یہاں فرمایا: ﴿ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (207) ﴾ ”تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے، ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔“

دنیا کی حقیقت: اور صحیح حدیث میں ہے: [يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ النَّارِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً: ثُمَّ يُقَالُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللّٰهِ يَارَبِّ! وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ! يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللّٰهِ! يَارَبِّ! مَامَرَّبِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ] ”قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا تو اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی خیر و بھلائی کو دیکھا ہے؟ کیا تجھ پر کبھی ناز و نعمت کا دور دورہ رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ پریشان حال تھا، اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی یا کبھی تجھے کوئی دکھ پہنچا ہے؟ وہ جواب

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ (210) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (211) ؕ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور شیاطین اس (قرآن) کو لے کر نازل نہیں ہوئے (210) اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں (211) بلاشبہ وہ تو اس کے سننے

لَمَعْزُوْلُوْنَ (212) ؕ

سے بھی دور رکھے گئے ہیں (212)

دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی تھی اور نہ ہی میں نے کسی پریشانی کو دیکھا ہے۔“①

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں اپنے عدل کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے کسی بھی امت کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے عذر ختم کر دینے، اسے ڈرانے، اس کی طرف رسولوں کے بھیجنے اور ان پر حجت تمام کر دینے کے بعد ہلاک کیا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (208) ۖ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (209)﴾ ”اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے (پہلے بھیج دیے) تھے یاد دہانی کے لیے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء يل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○﴾ (القصص 59:28) ”اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کے مرکز میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔“

تفسیر آیات:210-212

قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عالی رتبہ کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں جو مؤید من اللہ ہیں، ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ (210)﴾ ”اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔“ پھر ذکر فرمایا کہ شیطانوں کے لیے اسے لے کر نازل ہونا تو تین وجہ سے ممنوع ہے: یہ انھیں لائق ہی نہیں ہے، نہ وہ اس کے اہل ہیں اور نہ انھیں اس کی طلب ہے کیونکہ ان کی سرشت میں تو فتنہ و فساد برپا کرنا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جبکہ قرآن مجید میں نیکی کا حکم دیا گیا اور برائی سے منع کیا گیا ہے، پھر قرآن نور، سراپا ہدایت اور برہان عظیم ہے، اس کے اور شیطانوں کے درمیان بہت عظیم فرق ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ﴾ ”یہ کام ان کے لائق ہی نہیں۔“ ﴿وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (211) ؕ﴾ ”اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔“ یعنی اگر یہ کام انھیں سونپ بھی دیا جائے تو انھیں اس کی طاقت ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

① صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صبغ أنعم أهل الدنيا..........، حديث:2807 و مسند أحمد:203/3 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ، البتہ امام ابن کثیر کے بیان کردہ الفاظ اس سے مختلف ہیں اور وہ ہمیں نہیں ملے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۚ (213) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

پس (اے نبی!) آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکاریں ورنہ آپ عذاب پانے والوں میں ہوں گے (213) اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ۙ (214) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ (215) فَاِنْ عَصَوْكَ

ڈرائیں (214) اور جو مومنوں میں سے آپ کی اتباع کریں، ان کے لیے اپنے (مشفقانہ) بازو جھکائے رکھیں (215) پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ (216) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ (217) الَّذِيْ يَرٰىكَ

دیجیے: بلاشبہ تم جو کچھ کر رہے ہو، میں اس سے بری ہوں (216) اور آپ (اللہ) نہایت غالب، بڑے مہربان پر توکل رکھیں (217) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ

حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ (218) وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (219) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (220)

(اکیلے نماز میں) قیام کرتے ہیں (218) اور آپ کی نقل و حرکت کو سجدہ کرنے والوں میں بھی (دیکھتا ہے) (219) بلاشبہ وہی خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (220)

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (الحشر 59:21) ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے (دبا اور) پھٹا جاتا ہے۔''

پھر فرمایا کہ اگر قرآن ان کے لائق بھی ہو اور اس کے اٹھانے اور اسے آگے پہنچانے کی استطاعت بھی رکھتے ہوں تو پھر بھی یہ قرآن تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ نزول قرآن کے وقت قرآن سننے میں انھیں دور کر دیا جاتا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ پر نزول قرآن کے زمانے میں آسمان کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھر دیا گیا تھا، لہٰذا کوئی شیطان قرآن کے کسی ایک حرف کو بھی نہ سن سکا تھا تاکہ قرآن میں کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا انتظام اپنے بندوں پر رحمت، اپنی شریعت کی حفاظت اور اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تائید و حمایت کے لیے فرمایا تھا، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (212) ؕ ﴾ ''بے شک وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کیے ہوئے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اس صورت حال کو دیکھ کر کہا تھا: ﴿ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ۝ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ۝ ﴾ (الجن 72:8-10) ''اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ (پہلے) ہم اس کے بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لیے انگارا گھات میں لگا ہوا تیار پاتا ہے اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے اہل زمین کے شر کا ارادہ کیا گیا یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔''

تفسیر آیات:213-220

قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم: اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی عبادت کا حکم دیا، شرک کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی، پھر آپ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر ان میں سے کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مخلوق میں سے جو بھی آپ کی نافرمانی کرے آپ اس سے

براءت کا اظہار کر دیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ (216)﴾ ’’پھر اگر لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجیے: میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔‘‘ یہ آپ کو خصوصیت سے اپنے رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم عمومی طور پر ڈرانے اور متنبہ کرنے کے حکم کے منافی نہیں ہے بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ○﴾ (یٰسٓ 6:36) ’’تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا، لہٰذا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَهَا ط﴾ (الأنعام 92:6) ’’کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ اَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِیۡنَ یَخَافُوۡنَ اَنۡ یُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰی رَبِّهِمۡ ......﴾ (الأنعام 51:6) ’’اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو اکٹھے کیے جائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَ تُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا○﴾ (مریم 97:19) ’’تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچا دیں اور سخت جھگڑالوؤں کو ڈرائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ط﴾ (الانعام 19:6) ’’تاکہ اس کے ذریعے سے تمھیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے ڈراؤں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ ج﴾ (ھود 17:11) ’’اور جو کوئی ان فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔‘‘

اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: [وَالَّذِی نَفۡسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ! لَا یَسۡمَعُ بِی أَحَدٌ مِّنۡ هٰذِهِ الۡأُمَّةِ یَهُودِیٌّ وَّلَا نَصۡرَانِیٌّ، ثُمَّ یَمُوتُ وَلَمۡ یُؤۡمِنۡ بِالَّذِی أُرۡسِلۡتُ بِهٖ، إِلَّا كَانَ مِنۡ أَصۡحَابِ النَّارِ] ’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی میرے بارے میں سنے، پھر اس حال میں مرے کہ مجھ پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔‘‘① اس آیت کریمہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (214)﴾ ’’اور اپنے قریب کے رشتے داروں کو ڈرائیں۔‘‘ نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ کوہِ صفا کے پاس تشریف لے آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی: [یَاصَبَاحَاهُ!] تو لوگ آپ کے آس پاس جمع ہو گئے، کچھ لوگ تو خود آئے اور کچھ نے اپنے قاصد بھیج دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [یَابَنِی عَبۡدِالۡمُطَّلِبِ! یَا بَنِی فِهۡرٍ! یَا بَنِی لُؤَیٍّ! أَرَأَیۡتُمۡ لَوۡ أَخۡبَرۡتُكُمۡ أَنَّ خَیۡلًا بِسَفۡحِ هٰذَا الۡجَبَلِ، تُرِیدُ أَنۡ تُغِیرَ عَلَیۡكُمۡ، صَدَّقۡتُمُونِی؟ قَالُوا: نَعَمۡ، قَالَ: فَإِنِّی نَذِیرٌ لَّكُمۡ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیدٍ] ’’اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی لؤی! دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: میں تمھیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔‘‘ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تم ہمیشہ کے لیے برباد ہو جاؤ، کیا تم نے ہمیں صرف اس لیے جمع کیا

---

① صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا.........، حدیث: 153 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

تھا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ تبت نازل فرمائی تھی: ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ (اللھب 1:111) ”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔“① اور اس کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔②

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: [يَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! يَّا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ! يَابَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ! لَاأَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَّالِي مَا شِئْتُمْ] ”اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔“③ اس کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے بخاری نے نہیں۔④

اور امام احمد رحمہ اللہ ہی نے قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو سے روایت کیا ہے، دونوں نے کہا کہ جب آیت: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ نازل ہوئی تو آپ پہاڑ کی ایک چٹان پر سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اعلان کرنا شروع فرمایا: [يَابَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ، إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُم! كَرَجُلٍ رَّأَى الْعَدُوَّ فَذَهَبَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَّسْبِقُوهُ، فَجَعَلَ يُنَادِي وَيَهْتِفُ: يَا صَبَاحَاهُ] ”اے بنی عبد مناف! میں صرف ڈرانے والا ہوں، میری اور تمھاری مثال اس شخص کے مانند ہے جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو تو اس نے جا کر اپنے گھر والوں کو خبر دار کرنا شروع کر دیا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہیں دشمن اس سے پہلے ہی نہ پہنچ جائے، اس لیے اس نے پکار پکار کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا: یا صباحاہ!“⑤ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴾ ”اور (اللہ) سب پر غالب، نہایت مہربان پر بھروسا کریں۔“ اپنے تمام امور میں کیونکہ وہی آپ کا موید، حافظ، ناصر، کامیابی عطا فرمانے والا اور آپ کے کلمے کو بلند کرنے والا ہے۔ ﴿ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ ”جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے۔“ یعنی آپ کے ساتھ خصوصی اعتنا برتتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ (الطور 48:52) ”اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ سے مراد یہ ہے

---

① مسند أحمد: 307/1. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ ...... ﴾ (سبا 46:34)، حديث: 4801 وصحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالىٰ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾، حديث: 208 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة تبت يدا، حديث: 3363 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة المسد: 526/6، حديث: 11714. ③ مسند أحمد: 187/6. ④ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالىٰ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾، حديث: 205. ⑤ مسند أحمد: 60/5. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالىٰ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾، حديث: 207 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾: 423/6، حديث: 11379.

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ (221) تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (222) يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تمھیں بتاؤں کس پر شیاطین نازل ہوتے ہیں؟(221) وہ ہر جھوٹ گھڑنے والے، گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں(222) جو (شیطانوں کی طرف) کان لگاتے

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ (223) وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (224) اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (225)

ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں(223) اور شاعروں کی پیروی گمراہ (لوگ) ہی کرتے ہیں(224) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ وہ (خیال کی) ہر وادی میں

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (226) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

بھٹکتے پھرتے ہیں(225) اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں، جو کرتے نہیں(226) سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور اللہ کا

وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (227) ع 11 36 15

بکثرت ذکر کیا، اور جب ان پر ظلم ہوا تو اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا، اور ظالم لوگ جلد جان لیں گے کہ کون سی پلٹنے کی (خوفناک) جگہ وہ پلٹیں گے(227)

کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ ① عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کے قیام، رکوع اور سجود کو دیکھتا ہے۔ ② حسن کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ تنہائی میں نماز پڑھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ ③ ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (218) ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ اپنے بستر یا اپنی مجلس سے اٹھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ ④ اور قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (218) ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو کھڑے، بیٹھے اور ہر حال میں دیکھتا ہے۔ ⑤ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (219) ﴾ ''اور نمازیوں میں آپ کے پھرنے کو بھی۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے بھی۔ ⑥ عکرمہ، عطاء خراسانی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦ اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (220) ﴾ ''بے شک وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کی تمام حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ...... ﴾ الآیۃ (یونس 61:10) ''اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں یا قرآن میں سے کچھ بھی پڑھتے ہیں یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں......۔''

تفسیر آیات :227-221

مشرکین کی افترا پردازی کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں وہ حق نہیں ہے بلکہ اسے آپ نے از خود اپنی طرف سے بنایا ہے یا کسی جن نے آپ کو سکھایا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اپنے رسول ﷺ کو ان کی باتوں اور افترا پردازیوں سے پاک قرار دیا

---

① تفسیر القرطبی:144/13. ② تفسیر الطبری:151/19. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:2829/9. ⑦ تفسیر الطبری:152,151/19.

اور فرمایا کہ آپ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور یہ اس کی وحی وتنزیل ہے، اسے ایک کریم، امین اور عظیم فرشتہ لے کر نازل ہوا ہے، یہ شیاطین کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے کیونکہ انھیں تو قرآن عظیم جیسی کتاب سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے وہ تو اپنے جیسے جھوٹے لوگوں اور کاہنوں وغیرہ پر نازل ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝٢٢١ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٢٢٢﴾ ”اچھا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔“ ﴿اَفَّاكٍ﴾ کے معنی ہیں جو بات کرنے میں بے حد جھوٹا ہو اور ﴿اَثِيْمٍ ۝٢٢٢﴾ اسے کہتے ہیں جو اپنے افعال میں فاجر وفاسق ہو تو اس طرح کے فاجر وفاسق اور جھوٹے کاہنوں پر شیطان نازل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بھی انھیں کی طرح کاذب وفاسق ہیں۔

﴿يُلْقُوْنَ السَّمْعَ﴾ ”وہ سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں۔“ یعنی آسمان سے بات کو چرا لیتے ہیں، علم غیب کی کوئی بات سنتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں، پھر انھیں اپنے انسان دوستوں (کاہنوں) کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، وہ کاہن لوگوں سے ان باتوں کو بیان کرتے تو وہ آسمان سے سنی ہوئی اس ایک سچی بات کی وجہ سے انھیں سچا سمجھتے ہیں جیسا کہ اس صحیح حدیث میں ہے جسے امام بخاری ؒ نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ] ”وہ کچھ نہیں ہیں۔“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات وہ بات کرتے ہیں اور وہ بات صحیح ہوتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ، فَيَخْلِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ كَذْبَةٍ] ”یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن نے آسمان سے سنی ہوتی ہے اور وہ اسے اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے جس طرح مرغی کُڑ کُڑاتی ہے اور وہ اس کے ساتھ سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔“①

اور امام بخاری ؒ ہی نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟۔ قَالُوا لِلَّذِي، قَالَ: اَلْحَقَّ، وَهُوَالْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوالسَّمْعِ هٰكَذَابَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ۔ وَّصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، حَتّٰى يُلْقِيَهَاعَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِأَوِالْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُّلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قراءۃ الفاجر والمنافق......، حدیث: 7561 و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الکھانۃ وإتیان الکھان، حدیث: (123)-2228.

لَنَا یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا: کَذَا وَ کَذَا؟ فَیُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِی سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ]

”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت میں اپنے پروں کو اس طرح پھڑ پھڑاتے ہیں جس طرح پتھر پر زنجیر لگ رہی ہو، جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ بات چوری کرنے والا اس (بات) کو سن لیتا ہے اور بات چرانے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے اس طرح بیان کیا کہ انھوں نے ہاتھ کو موڑا (مائل کیا) اور اپنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھا۔ وہ سنی ہوئی بات کو نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتی کہ وہ اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ نیچے کے شیطان تک بات پہنچانے سے قبل شہاب ثاقب اسے دبوچ لیتا ہے اور کبھی شہاب ثاقب کی گرفت میں آنے سے پہلے وہ اسے کاہن تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے، پس کہا جاتا ہے اس نے فلاں فلاں دن وہ بات نہیں کہی تھی، یعنی اس ایک کلمے کی وجہ سے جو آسمان سے سنا گیا ہوتا ہے اسے سچا سمجھا جاتا ہے۔“① اس روایت کو صرف امام بخاری نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [اَلْمَلَائِكَةُ تَحَدَّثُ فِی الْعَنَانِ۔ وَالْعَنَانُ: الْغَمَامُ۔ بِالْأَمْرِ یَكُونُ فِی الْأَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّیَاطِینُ الْكَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا فِی آذَانِ الْكَاهِنِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُورَةُ فَیَزِیدُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ] ”بے شک فرشتے بادل میں اس امر کے بارے میں باتیں کرتے ہیں جو زمین میں رونما ہونے والا ہوتا ہے، شیاطین فرشتوں کی ان باتوں کو سن لیتے ہیں اور انھیں کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں جس طرح کہ شیشی میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔“②

نبی اکرم ﷺ کو شاعر کہنے کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿224﴾﴾ ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کفار گمراہ انسانوں اور جنوں کی پیروی کرتے ہیں۔③ مجاہد اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔④ عکرمہ کہتے ہیں کہ دو شاعر تھے جو ایک دوسرے کی ہجو کیا کرتے تھے، کچھ لوگ ایک کی مدد کرتے اور کچھ لوگ دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿224﴾﴾ ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔“⑤ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿225﴾﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ……﴾ (سبا 34:23)، حدیث: 4800. ② صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة إبلیس وجنوده……، حدیث: 3288. ③ تفسیر الطبری: 156/19. ④ تفسیر الطبری: 156,155/19. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2832/9.

میں سر مارتے پھرتے ہیں۔'' علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر لغو کام میں مبتلا رہتے ہیں۔① ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر طرح کی باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔② مجاہد وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔③

﴿ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو شخص تھے ان میں سے ایک انصار میں سے تھا اور دوسرا کسی اور قوم سے تھا، دونوں ایک دوسرے کی ہجو کر رہے تھے، ہر ایک کے ساتھ اس کی قوم کے گمراہ لوگ بھی تھے، اُنھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرما دیں۔ ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ ﴾ ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔''④ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے کاہن اور شاعر نہیں ہیں کیونکہ کئی وجوہ سے آپ ان سے بالکل مختلف ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (یٰسٓ 69:36) ''اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ اسے شایاں ہے۔ یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔'' اور فرمایا ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الحآقّۃ 69:40-43) ''کہ یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے لیکن تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

شعرائے اسلام اس سے مستثنیٰ ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' محمد بن اسحاق نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے اور انھوں نے تمیم داری کے آزاد کردہ غلام ابوالحسن سالم براد سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ ﴾ تو حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ہم شاعر ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' آپ نے فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' ﴿ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ ''اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے۔'' فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' ﴿ وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ ﴾ ''اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔'' فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' اسے ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بروایت ابن اسحاق

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2833/9 . ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2833/9 . ③ تفسیر الطبری: 156/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2833/9. ④ تفسیر الطبری: 155/19.

بیان کیا ہے۔ ① لیکن یہ سورت مکی ہے تو ان آیات کے نزول کا سبب انصار کے شعراء کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا بات محل نظر ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ مرسل اور نا قابل اعتماد ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس استثناء میں شعرائے انصار اور دیگر شعراء شامل ہیں حتی کہ زمانہ جاہلیت کے وہ شعراء بھی اس میں داخل ہیں جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کی مذمت کیا کرتے تھے مگر بعد میں انھوں نے توبہ کر کے اس سے رجوع کر لیا اور نیک عمل شروع کر دیے اور اپنی پچھلی بری باتوں کے مقابلے میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، اس لیے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پہلی باتوں کی تلافی کے طور پر اب انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تعریف شروع کر دی تھی جیسا کہ عبداللہ بن زبعری نے مشرف بہ اسلام ہوتے وقت کہا تھا:

يَارَسُولَ الْمَلِيكِ إِنَّ لِسَانِي رَاتِقٌ مَّا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورٌ
إِذْ أُبَارِي الشَّيْطَانَ فِي سَنَنِ الْغَيِّ وَمَنْ مَّالَ مَيْلَهٗ مَثْبُورٌ

”اے مالک (اللہ) کے رسول! بلاشبہ میری زبان اس نقصان کی تلافی کر رہی ہے جو میں نے خود کیا تھا (جس ردائے پاکیزہ کو میں نے رخنہ رخنہ کیا تھا میری زبان ہی اسے پیوند لگا رہی ہے) میں سرکشی کے راستے پر شیطان کے پہلو بہ پہلو تھا اور جو اس کے جھکاؤ کے ساتھ جھک گیا وہ ہلاک ہو گیا۔“②

اسی طرح ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی نبی اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا یہ آپ کا برادر عم زاد ہونے کے باوجود آپ کی بہت ہجو کیا کرتا تھا لیکن یہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اس کی نظر میں محبوب نہ تھا، پہلے یہ آپ کی ہجو کیا کرتا تھا اب اس نے آپ کی مدح میں شعر کہنا شروع کر دیے تھے، پہلے سخت دشمن تھا اور اب دلی دوست بن گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ ﴾ ”اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اب انھوں نے ان کافروں کی تردید شروع کر دی ہے جو مومنوں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ ③ مجاہد، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ④ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان سے فرماتے: [اُهْجُهُمْ أَوْقَالَ: هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ] ”کافروں کی ہجو کرو۔ یا آپ نے یہ فرمایا: ان کی ہجو کرو، جبریل تمھارے ساتھ ہیں۔“⑤

امام احمد نے کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں نازل فرمایا ہے جو نازل فرمایا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَكَأَنَّ مَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحُ النَّبْلِ] ”بے شک مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرتا

---

① تفسير الطبري: 157/19 و تفسير ابن أبي حاتم: 2836,2835/9. ② السيرة النبوية لابن هشام، ذكر الأسباب الموجبة المسير إلى مكة......: 61/4. ③ تفسير الطبري: 158/19. ④ تفسير الطبري: 159,158/19. ⑤ صحيح البخاري، الأدب، باب هجاء المشركين، حديث: 6153 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه، حديث: 2486 عن البراء بن عازب رضي الله عنه.

ہے، اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان کی جو ہجو کرتے ہو تو یہ ایسے ہے جیسے ان پر تیر اندازی کی جا رہی ہو۔'' ①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿227﴾﴾ ''اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ......﴾ الآیة (المؤمن 40:52) ''جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی ......۔'' اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اپنے آپ کو ظلم کرنے سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن جائے گا۔'' ② قتادہ بن دعامہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں ظالم سے شعراء اور غیر شعراء سبھی مراد ہیں۔

سورۂ شعراء کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

---

① مسند أحمد: 387/6. ② صحيح البخاري، المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، حديث: 2447 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2578 ومسند أحمد: 106/2 واللفظ له عن ابن عمر ﷺ.

تفسیر
سُورۂ نمل

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② الَّذِيْنَ

طٰسٓ، یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں ① (یہ) ہدایت اور بشارت ہے (ان) مومنوں کے لیے ② جو نماز قائم کرتے ہیں،

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور زکاۃ دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ③ بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال

بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ④ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ

پرکشش بنا دیے ہیں، لہٰذا وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ④ وہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور آخرت میں بھی وہی زیادہ خسارے

الثلثة وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥

میں ہوں گے ⑤ اور (اے نبی!) بلاشبہ آپ کو تو ایک کمال حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے یہ قرآن سکھایا جاتا ہے⑥

تفسیر آیات:1-6

قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت وبشارت ہے: بعض سورتوں کے آغاز میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے بارے میں بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②﴾ ”یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیتیں ہیں، مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں۔“ یعنی قرآن سے ہدایت اور بشارت اسے حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان لائے، اس کی اتباع اور تصدیق کرے، اس کے مطابق عمل کرے، فرض نماز کا اہتمام کرے اور زکاۃ ادا کرے، آخرت، بعث بعد الموت، اچھے اور برے اعمال کی جزاوسزا اور جنت اور دوزخ پر ایمان رکھے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 41:44) ”کہہ دیجیے: جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہراپن) ہے اور ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ

(وہ وقت یاد کریں) جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، میں ابھی تمھارے پاس وہاں سے کوئی خبر یا سلگتا انگارا لاؤں گا، تاکہ تم

تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

تاپو⑦ چنانچہ جب موسیٰ اس (آگ) کے پاس پہنچا تو اسے آواز دی گئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ (نور) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے، اور اللہ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

رب العالمین پاک ہے⑧ اے موسیٰ! بلاشبہ وہ میں ہی اللہ ہوں، نہایت غالب، خوب حکمت والا⑨ اور اپنا عصا ڈال دے، چنانچہ جب (موسیٰ نے عصا ڈالا

كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ

اور) اسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر پلٹا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا:) اے موسیٰ! مت ڈر، بلاشبہ میرے

الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ وَاَدْخِلْ

حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے⑩ مگر جس نے ظلم کیا، پھر اس نے برائی کے بعد (برے اعمال کو) بدل کر نیکی کی، تو بلاشبہ میں بڑا بخشن ہار، نہایت مہربان

يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ

ہوں⑪ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ سفید (چمکتا ہوا) بے عیب نکلے گا، یہ ان نو نشانیوں (معجزات) میں سے ہے (جن کے ساتھ تمھیں) فرعون

كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑬ وَجَحَدُوْا

اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا گیا ہے۔) بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں⑫ پھر جب ان کے پاس ہمارے واضح روشن معجزات پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ تو کھلا

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ ع 1 14 16

جادو ہے⑬ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، جبکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا۔ پھر دیکھیے فسادیوں کا انجام کیسا ہوا؟⑭

(گرانی کے سبب) ان کو دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ○﴾ (مریم 97:19) ''تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچا دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔'' یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کے وقوع کو بعید سمجھتے ہیں۔ ﴿ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ④ ﴾ ''ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے آراستہ کر دیے ہیں تو وہ سرگرداں ہو رہے ہیں۔'' یعنی جس حالت میں وہ ہیں اسے ہم نے ان کی نگاہ میں اچھا بنا دیا ہے، ان کی سرکشی کو بڑھا دیا ہے اور وہ اپنی گمراہی میں حیران و پریشان ہیں اور یہ سزا ہے اس بات کی کہ انھوں نے آخرت کی تکذیب کی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○﴾ (الأنعام 110:6) ''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔'' ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے۔'' دنیا و آخرت میں۔ ﴿ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ ﴾

"اور آخرت میں بھی وہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔" یعنی اہل محشر میں اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو گھاٹے میں ڈالنے والے ان کے سوا اور کوئی نہیں ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥ ﴾ "اور بے شک آپ کو قرآن (اللہ) بڑی حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔" جو اپنے امر و نہی میں بڑا حکیم اور چھوٹے بڑے تمام امور کو خوب جاننے والا ہے، اس کی خبر سراپا صدق اور اس کا حکم مکمل عدل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط ﴾ (الأنعام 115:6) "اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔"

تفسیر آیات:7-14

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا اور آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں منتخب فرمایا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، ان سے سرگوشیاں کیں، انھیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا، کفر کیا اور از راہِ تکبر و غرور ان کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا تھا۔ فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ ﴾ "جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا۔" یعنی اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ اپنے گھر والوں کے ساتھ جا رہے تھے مگر راستہ بھول گئے کیونکہ رات کا وقت تھا اور رات بھی اندھیری تھی، پھر انھوں نے طور کی طرف آگ دیکھی جو بھڑک رہی اور شعلے مار رہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: ﴿ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ط سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦ ﴾ "بے شک میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے (رستے کا) پتا لاتا ہوں یا سلگتا ہوا انگارا تمھارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔" اور اس سے گرمی حاصل کرو اور معاملہ ایسے ہی ہوا جیسے انھوں نے کہا تھا، آپ واپس آئے تو آپ کے پاس ایک عظیم الشان خبر تھی اور وہاں سے آپ زبردست نور بھی لے کر آئے تھے، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ط ﴾ "تو جب موسیٰ (علیہ السلام) اس کے پاس آئے تو ندا دی گئی کہ اسے جو آگ میں ہے اور اسے جو آگ کے ارد گرد ہے برکت دی گئی ہے۔"

موسیٰ جب وہاں پہنچے تو انھوں نے بہت زبردست اور عظیم الشان منظر دیکھا کہ آگ سبز درخت سے بھڑک رہی اور شعلے مار رہی ہے، آگ کے بھڑکنے اور شعلے مارنے میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس سے اس درخت کی سرسبزی و شادابی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، پھر انھوں نے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ اس آگ کی روشنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ حقیقت میں یہ آگ نہیں تھی بلکہ نور برس رہا تھا۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کا نور تھا۔ ② موسیٰ علیہ السلام اس عظیم الشان منظر کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ دریں اثنا ﴿ نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ "ندا دی گئی کہ وہ جو آگ میں ہے اسے برکت دی گئی ہے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

① تفسیر الطبری:163/19. ② تفسیر الطبری:163/19.

فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بہت مقدس ہے۔① ﴿ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ ﴾ ''اور وہ جو آگ کے اردگرد ہے۔'' یعنی فرشتوں میں سے جو وہاں موجود ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے۔② ﴿ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧ ﴾ ''اور اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے پاک ہے۔'' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی چیز اس کی مصنوعات کا احاطہ نہیں کر سکتی، وہ عالی مرتبہ اور جلیل القدر اپنی تمام مخلوقات سے جدا ہے، زمین و آسمان اس کا گھیراؤ نہیں کر سکتے، وہ احد وصمد اور مخلوقات کی مماثلت سے پاک ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ ﴾ ''اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں نہایت غالب، بڑا دانا۔'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلا دیا کہ وہ ذات جو ان سے مخاطب اور ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے جو ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام اقوال وافعال میں حکیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی ڈال دیں تاکہ آپ کے سامنے واضح دلیل ظاہر ہو جائے کہ وہ فاعل مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ نے اپنے ہاتھ سے جب اس لاٹھی کو ڈالا تو وہ فوراً ایک بہت بڑے اور خوفناک اژدہا کی صورت میں بدل گئی جو بہت بڑا اور انتہائی تیز رفتار تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ ''پھر جب اسے دیکھا تو اس طرح ہل رہی تھی گویا سانپ ہے۔'' جانّ سانپوں کی ایک ایسی قسم ہے جو سانپوں میں سے سب سے سریع الحرکت ہوتی ہے۔ موسیٰ نے جب اسے دیکھا تو ﴿ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ ﴾ ''وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔'' شدید خوف کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ۖ ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو مت، ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔'' یعنی تم نے جو دیکھا ہے اس سے ڈرو مت، میں تو تمھیں رسول کے طور پر منتخب کرنا اور ایک معزز نبی بنانا چاہتا ہوں۔

﴿ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًاۢ بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ ﴾ ''ہاں، جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔'' یہ استثنا منقطع ہے۔ اس میں انسانوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ جو کوئی برا کام کرے، پھر اس سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 82:20) ''اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے رستے پر چلے، اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 110:4) ''اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

بعدازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ ﴾ ''اور

---

① تفسير الطبري: 163/19. ② تفسير الطبري: 165,164/19 وتفسير ابن أبي حاتم: 2847,2846/9.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ

اور بلاشبہ ہم نے داود اور سلیمان کو (خاص) علم دیا تھا، اور ان دونوں نے کہا: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑮ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ

بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ⑮ اور داود کا وارث سلیمان بنا اور اس نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی

الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ

ہے، اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ تو صاف صاف (اللہ کا) فضل ہے ⑯ اور سلیمان کے پاس اس کے سارے لشکر، جنوں،

جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ

انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیے گئے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے ⑰ حتی کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے،

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ

تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمھیں کچل نہ ڈالیں، جبکہ وہ (اس کا)

لَا يَشْعُرُوْنَ ⑱ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

شعور بھی نہ رکھتے ہوں ⑱ چنانچہ سلیمان اس (چیونٹی) کی بات پر مسکرا کر ہنس دیے اور کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ

تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کی ہے، اور اس بات کی بھی کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تو

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲

پسند کرے، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر ⑲

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔“ یہ دوسری نشانی اور واضح دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فاعل مختار ہونے کی اور اس کی صداقت کی جس کے لیے یہ معجزہ بنایا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے گریبان میں داخل کریں جب وہ اسے اس میں داخل کر کے باہر نکالیں گے تو وہ اس طرح سفید چمکدار ہوگا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور بجلی کی طرح جگمگا رہا ہوگا۔ ﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ﴾ ”نو معجزوں میں۔“ یعنی یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں داخل ہیں جن کے ساتھ میں تمھاری تائید کروں گا اور جنھیں تمھاری نبوت کی دلیل بنا دوں گا، ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫﴾ ”فرعون اور اس کی قوم کی طرف، بے شک وہ بدکردار لوگ ہیں۔“ یہ وہی نو نشانیاں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 101:17) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو کھلی نشانیاں دیں۔“ اور ان نو نشانیوں کی تفصیل اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔①

---

① دیکھیے عنوان: ”موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں“

﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً ﴾ ’’پھر جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں۔‘‘ ﴿ مُبْصِرَةً ﴾ کے معنی روشن، واضح اور ظاہر کے ہیں۔ ﴿ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ﴾ ’’وہ کہنے لگے: یہ تو صریح جادو ہے۔‘‘ اور اپنے جادو کے ساتھ انھوں نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا مگر وہ مغلوب اور ذلیل و رسوا ہو گئے، ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا ﴾ ’’اور ان سے انکار کیا۔‘‘ بظاہر انکار کیا لیکن ﴿ وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ﴾ ’’ان کے دل مان چکے تھے۔‘‘ یعنی دلوں میں انھوں نے مان لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے لیکن انھوں نے انکار کیا اور عناد اور دشمنی کی روش کو اختیار کیا ﴿ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط ﴾ ’’بے انصافی اور غرور کی وجہ سے۔‘‘ کیونکہ ظلم کی ملعون عادت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تکبر و غرور کی وجہ سے انھوں نے حق کی اتباع نہ کی۔

﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ ﴾ ’’سو دیکھیے کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا!‘‘ یعنی اے محمد (ﷺ!) دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ تمام کے تمام لوگوں کو ایک صبح غرق کر دیا اور اس قصے کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کا انکار کرنے والو! ڈر جاؤ، کہیں تمھارا بھی وہ انجام نہ ہو جو ان لوگوں کا ہوا تھا کیونکہ تم تو اس انجام کے زیادہ مستحق ہو، اس لیے کہ محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اشرف و اعظم ہیں اور آپ کے دلائل و براہین موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے زیادہ واضح اور قوی ہیں، پھر ان دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق کریمانہ عطا فرمائے، سابقہ انبیاء علیہم السلام نے آپ کے بارے میں بشارتیں دیں اور آپ کے بارے میں ان سے عہد و پیمان بھی لیے تھے۔ عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

تفسیر آیات:15-19

داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں اور نبیوں داود اور ان کے بیٹے سلیمان علیہما السلام کو زبردست نعمتوں، عظیم الشان نوازشوں اور خوب صورت صفات سے نوازا تھا، انھیں دنیا کی حکومت و بادشاہت اور دین میں نبوت و رسالت عطا فرمائی اور اس طرح انھیں دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں سے سرفراز فرما دیا تھا، اسی لیے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑮ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے داود اور سلیمان کو علم بخشا اور انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔‘‘ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ ’’اور سلیمان داود کے وارث بنے۔‘‘ بادشاہت اور نبوت میں، یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے کیونکہ اگر مقصود مالی وراثت ہوتی تو پھر داود علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا بطور خاص ذکر نہ کیا جاتا، ان کی باقی اولاد کا بھی ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے! حضرت داود کی تو ایک سو بیویاں تھیں، بہرحال یہاں مراد ملک و نبوت کی وراثت ہے کیونکہ انبیاء کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [(نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ) لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا(هُ) فَهُوَ صَدَقَةٌ] ’’ہم گروہ انبیاء کا مال بطور

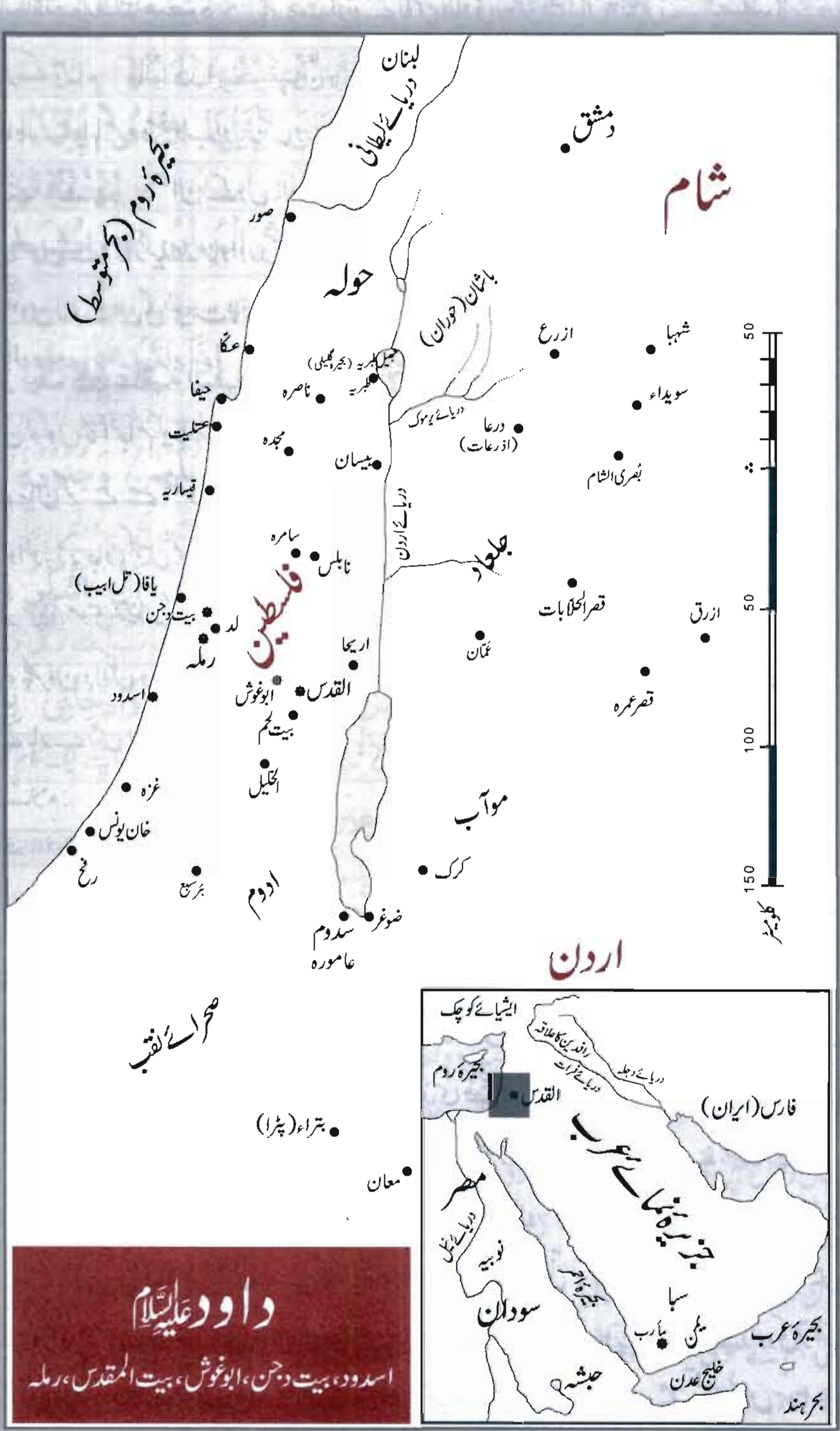
لبنان
دریائے لیطانی
دمشق
شام
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
صور
حولہ
باشان (حوران)
شہبا
ازرع
عکا
جبیل طبریہ (بحیرۂ گلیلی)
طبریہ
حیفا
ناصرہ
سویداء
دریائے یرموک
عتلیت
مجدہ
درعا (اذرعات)
بیسان
بُصری الشام
قیساریہ
دریائے اردن
سامرہ
نابلس
جلعاد
یافا (تل ابیب)
بیت دجن
لد
فلسطین
قصر الحلابات
ازرق
رملہ
اریحا
عمّان
اسدود
ابوغوش
القدس
قصر عمرہ
بیت لحم
الخلیل
غزہ
خان یونس
موآب
رفح
بر سبع
ادوم
کرک
ضوغر
سدوم
عامورہ
اردن
صحرائے نقب
بتراء (پٹرا)
معان
50
0
50
100
150
کلومیٹر
ایشیائے کوچک
رافدین کا علاقہ
دریائے دجلہ
دریائے فرات
بحیرۂ روم
القدس
فارس (ایران)
جزیرہ نمائے عرب
مصر
دریائے نیل
نوبیہ
بحیرۂ احمر
سبا
سوڈان
یمن
مأرب
بحیرۂ عرب
خلیج عدن
حبشہ
بحر ہند

داود علیہ السلام

اسدود، بیت دجن، ابوغوش، بیت المقدس، رملہ

وراثت تقسیم نہیں ہوتا بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔"①

حضرت سلیمان نے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ ٱلطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ﴾ "اے لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔" یعنی جنوں اور پرندوں کو ان کے تابع فرمان کر دیا گیا ہے، آپ پرندوں اور حیوانوں کی بولی بھی جانتے تھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشادات کی روشنی میں ہمارے محدود علم کے مطابق آپ کے علاوہ اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز عطا نہیں فرمائی تھی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سکھا دیا تھا کہ فضا میں اڑتے ہوئے پرندے اور مختلف قسم کے حیوانات کیا باتیں کرتے ہیں، اسی لیے آپ نے فرمایا: ﴿ عُلِّمْنَا مَنطِقَ ٱلطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ﴾ "ہمیں اللہ کی طرف سے جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔" یعنی ہر وہ چیز جس کی حکومت کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلْفَضْلُ ٱلْمُبِينُ ⑯ ﴾ "بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے۔" یہ اس کا ہم پر بہت نمایاں اور ظاہر فضل وکرم ہے۔

﴿ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَٰنَ جُنُودُهُۥ مِنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ وَٱلطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ⑰ ﴾ "اور سلیمان کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے۔ پھر وہ قسم وار تقسیم کیے جاتے تھے۔" حضرت سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور آپ ان کے جلو میں بڑی شان وشوکت سے نکلے، انسانوں کے لشکر آپ کے سب سے زیادہ قریب تھے، پھر ان کے بعد جنوں کا مرتبہ تھا اور پرندوں کا مقام آپ کے سر کے اوپر ہوتا تھا اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو وہ اپنے پروں کو آپ کے سر کے اوپر سائبان بنا دیتے تھے۔ ﴿ فَهُمْ يُوزَعُونَ ⑰ ﴾ "پھر وہ قسم وار تقسیم کیے جاتے تھے۔" تاکہ ہر کوئی اپنے مقام و مرتبہ پر رہے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے ہر صف پر نگہبان بھی مقرر کر رکھے تھے جو اول سے آخر تک کی ترتیب کی پابندی کراتے تھے اور اس طرح چلتے ہوئے کوئی ایک دوسرے سے پیش قدمی نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بادشاہ کرتے ہیں۔②

اور فرمایا: ﴿ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَتَوْا۟ عَلَىٰ وَادِ ٱلنَّمْلِ ﴾ "یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے۔" یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ جب چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرے ﴿ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّمْلُ ٱدْخُلُوا۟ مَسَٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ⑱ ﴾ "تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ

---

① صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبیﷺ، باب مناقب قرابة رسول اللّٰهﷺ، حدیث: 3712 عن أبی بکرؓ وصحیح مسلم، الجهاد، باب قول النبیﷺ: [لانورث……]، حدیث: 1758 عن عائشةؓ جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 463/2 عن أبی هریرةؓ میں ہیں اور [ہ] مسند أحمد: 262/2 میں ہے۔ لیکن اس میں [نحن] کے بجائے [إنا] ہے۔ اور حافظ ابن حجر فتح الباری، حدیث: 6730 کے تحت [نحن] کے بارے میں لکھتے ہیں: اور جو اصولیوں اور دیگر مؤلفین کی کتابوں میں الفاظ: [نحن معاشر الأنبیاء] عام ہو گئے ہیں تو ان کا ائمہ کے ایک گروہ نے انکار کیا ہے اور وہ انکار خاص طور پر [نحن] سے متعلق ہے۔

② تفسیر الطبری: 173/19 عن ابن عباسؓ.

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۡ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اوراس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (کیا وہ موجود ہے) یا وہ غیر حاضروں میں ہے ⑳ (یہی بات ہے تو) میں

عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑

اسے ضرور سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح ہی کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لائے ㉑

ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمھیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی اس بات کو سن اور سمجھ لیا۔ ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾ ''تو وہ (سلیمان) اس کی بات سے خوش ہو کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے۔'' یعنی تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جن سے تو نے مجھے سرفراز فرمایا اور مجھے پرندوں اور حیوانوں کی بولیاں بھی سکھا دیں اور میرے والدین کو جو تو نے اسلام اور ایمان کی نعمتوں سے نوازا ہے، ان کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما، پھر ایسے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش ہو جائے۔ ﴿ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲ ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔'' یعنی جب تو مجھے فوت کرے تو اپنے نیک بندوں اور اپنے دوستوں میں داخل فرما دینا۔

تفسیر آیات: 21,20

ہدہد کی غیر حاضری: مجاہد اور سعید بن جبیر وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر سے روایت کیا ہے کہ یہ ہدہد انجینئر تھا، سلیمان علیہ السلام جب جنگلوں اور صحراؤں میں ہوتے تو یہ پانی کی نشاندہی کرتا تھا۔ ① یہ زمین کی گہرائیوں میں پانی کو اسی طرح دیکھ لیا کرتا تھا جیسے انسان زمین کے باہر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ہدہد یہ بھی بتا دیا کرتا تھا کہ پانی زمین کے اندر کتنی گہرائی میں ہے، جب یہ نشان دہی کر دیتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کو حکم دیتے کہ وہ زمین کھودیں اور اس طرح ان کے کھودنے سے پانی نکل آیا کرتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک جنگل میں پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تاکہ ہدہد کو دیکھیں مگر وہ نظر نہ آیا، ﴿ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۡ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ ﴾ ''تو کہا: کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا ہے (کیا وہ موجود ہے) یا کہیں غائب ہو گیا ہے۔'' ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن یہ بات بیان فرمائی، اس وقت حاضرین میں نافع بن ازرق نامی ایک خارجی بھی تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بہت اعتراضات کرتا رہتا تھا۔ یہ سن کر کہنے لگا: ابن عباس! رک جائیں، آج آپ مغلوب ہو گئے ہیں، آج میرے سوال کا آپ سے جواب نہ بن پڑے گا، آپ نے فرمایا:

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2860/9. ② تفسیر الطبری: 176/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2860/9.

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ㉒

ابھی کوئی زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ (ہدہد آگیا اور) اس نے کہا: میں نے (وہ کچھ) جان لیا ہے جس کے بارے میں آپ نہیں جانتے، اور میں آپ کے پاس

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ㉓ وَجَدْتُّهَا

سبا سے ایک سچی خبر لایا ہوں ㉒ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکومت کرتی ہے، اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے، اور اس کا تخت

وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

عظیم الشان ہے ㉓ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش

عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ㉔ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

بنا دیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے ㉔ یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزیں

السجدة 8

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ㉕ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ㉖ السجدة

نکالتا ہے، اور وہ (سب کچھ) جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ㉕ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بہت بڑے عرش کا مالک ہے ㉖

کیا سوال ہے؟ اس نے کہا کہ آپ بیان کر رہے ہیں کہ ہدہد زمین کی گہرائیوں میں پانی دیکھ لیتا ہے، مگر بچہ جال میں دانہ رکھ کر اس جال پر مٹی ڈال دیتا ہے، ہدہد دانہ پکڑنے کے لیے آتا ہے تو اس جال میں پھنس جاتا ہے اور بچہ اسے شکار کر لیتا ہے (اگر اسے جال نظر نہیں آتا تو زمین کی گہرائیوں میں پانی کیسے نظر آئے گا؟) آپ نے فرمایا کہ اس کا یہ سوال اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کہے گا کہ میں نے سوال کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا جواب نہ دے سکے تو میں اس کے سوال کا جواب نہ دیتا، پھر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ تمھیں یہ معلوم نہیں کہ جب تقدیر غالب آ جائے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کوئی تدبیر کام نہیں آتی، یہ جواب سن کر نافع نے آپ سے کہا: اللہ کی قسم! قرآن کی کسی بات کے بارے میں، میں آپ سے کبھی بھی جھگڑا نہیں کروں گا۔ ①

اور فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''میں ضرور اس (ہدہد) کو سخت سزا دوں گا۔'' اعمش نے منہال بن عمرو سے انھوں نے سعید سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سخت سزا سے مراد پروں کو اکھاڑ دینا ہے۔ ② عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر اسے دھوپ میں ڈال دینا ہے۔ ③ دیگر کئی ایک ائمۂ سلف سے بھی یہی منقول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر پھینک دینا ہے تاکہ اسے کیڑے اور چیونٹیاں کھا جائیں۔ ④ ﴿اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ﴾ ''یا ضرور اسے ذبح کر ڈالوں گا۔'' یعنی قتل کر دوں گا ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑﴾ ''یا وہ میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے۔'' یعنی واضح عذر پیش کرے۔ سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن شداد نے بیان کیا ہے کہ جب ہدہد آیا تو پرندوں نے اس سے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے۔ سلیمان علیہ السلام نے تو تمھارے خون کی نذر مان لی ہے؟ اس

---

① تفسیر القرطبی:178,177/13 و تفسیر ابن أبی حاتم:2860,2859/9. ② تفسیر الطبری:177/19. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2862/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2862/9.

نے کہا: کیا کوئی استثنا کی صورت بھی انھوں نے رکھی ہے؟ پرندوں نے بتایا: ہاں، انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے، یہ سن کر ہدہد کہنے لگا: تب تو میں نجات پا گیا۔①

تفسیر آیات:22-26

ہدہد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴾ یعنی ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی، پھر ہدہد آموجود ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا: ﴿ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ ﴾ ''مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں۔'' یعنی مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو اور آپ کے لشکروں کو بھی معلوم نہیں ہو سکی۔ ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿22﴾ ﴾ ''اور میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔'' یعنی ایسی خبر جو یقین کی حد تک سچی ہے۔ سبا کے لوگ حِمْیَری تھے اور یہی یمن کے بادشاہ تھے۔

پھر ہدہد نے بتایا: ﴿ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ ﴾ ''میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے۔'' حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس عورت سے مراد بلقیس بنت شراحیل ہے جو سبا کی ملکہ تھی۔② ﴿ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز دی گئی ہے۔'' یعنی اسے دنیا کا ہر وہ ساز و سامان میسر ہے جس کی کسی بھی حکمران کو ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿23﴾ ﴾ ''اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔'' یعنی اس کا وہ تخت جس پر وہ بیٹھی ہے بہت عظیم الشان اور سونے اور انواع و اقسام کے موتیوں اور جواہر سے مرصع ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ تخت ایک بہت عظیم الشان، بلند و بالا اور مضبوط و مستحکم محل میں رکھا ہوا تھا اور اس محل میں تین سو ساٹھ روشن دان مشرق کی طرف اور تین سو ساٹھ مغرب کی طرف تھے۔ اسے اس انداز سے تعمیر کیا گیا تھا کہ ہر روز دھوپ ایک روشن دان سے داخل ہوتی اور پھر اس کے بالمقابل روشن دان سے (غروب کے وقت) دھوپ ختم ہو جاتی، جبکہ سبا کے لوگ صبح و شام سورج کو سجدہ کیا کرتے تھے، اسی لیے ہدہد نے کہا:

﴿ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ ﴾

''میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں، سو ان کو رستے سے روک رکھا ہے۔'' یعنی حق کے رستے سے، ﴿ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿24﴾ ﴾ ''پس وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔''

اور فرمایا: ﴿ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ ﴾ ''کہ اللہ کو کیوں سجدہ نہ کریں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ ﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿24﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش بنا دیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے، یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں۔'' یعنی وہ راہ حق کو

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2863/9. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2865/9.

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿27﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ

سلیمان نے کہا: ہم جلد ہی دیکھیں گے آیا تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے﴿27﴾ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ

اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿28﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ

(کر بیٹھ) جا، سو دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں﴿28﴾ ملکۂ سبا نے کہا: اے سردارو! بلاشبہ میری طرف ایک گرامی نامہ ڈالا گیا ہے﴿29﴾ بے شک وہ سلیمان کی

اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿29﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿30﴾ لا

طرف سے ہے، اور بے شک اس کا آغاز اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے﴿30﴾ یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو،

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿31﴾ ع 2 17 17

اور فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ﴿31﴾

نہیں جانتے اور راہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نجوم و کواکب کے بجائے، اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 41:37) ''اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔'' اس کا فرمان ہے: ﴿الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آسمان اور زمین کی چھپی چیز کو جانتا ہے۔① عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿25﴾﴾ ''اور وہ تمھارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔'' یعنی بندے اپنے جن اقوال و افعال کو پوشیدہ رکھتے یا ظاہر کرتے ہیں وہ سب کو جانتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○﴾ (الرعد 13:10) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿26﴾﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔'' یعنی اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے کہ مخلوقات میں سے اس کے عرش عظیم سے بڑھ کر کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ ہدہد جب خیر کا اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کی ذات پاک کے لیے سجدے کا داعی ثابت ہوا تو سلیمان علیہ السلام نے اسے قتل کرنے سے منع کر دیا جیسا کہ امام احمد، ابوداود اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ③ سے روایت کیا ہے کہ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِّنَ الدَّوَابِّ: اَلنَّمْلَةِ، وَالنَّحْلَةِ، وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ] ''بے شک

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 9/2868. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 9/2868، 2869 وتفسیر الطبري: 19/182، 183. ③ مذکورہ ائمہ نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

نبی ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: (1) چیونٹی (2) شہد کی مکھی (3) ہدہد اور (4) لٹورا۔"① اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تفسیر آیات: 27-31

سلیمان علیہ السلام کا نامۂ گرامی بلقیس کے نام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہدہد نے جب اہل سبا اور ان کی ملکہ کی سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تو انھوں نے فرمایا: ﴿ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ㉗ ﴾ "ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔" یعنی تو اپنی اس خبر میں سچا ہے یا تو نے یہ جھوٹی بات بنالی ہے تا کہ اس وعید سے بچ سکے جس کا میں نے تیرے بارے میں اعلان کیا ہے۔ ﴿ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ㉘ ﴾ "میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔" حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس اور اس کی قوم کے نام ایک خط لکھا اور وہ ہدہد کو دے دیا، ہدہد نے اس خط کو لے لیا، ایک قول کے مطابق ہدہد نے پرندوں کی عادت کے مطابق اسے اپنے پروں میں لے لیا اور دوسرے قول کے مطابق اسے اپنی چونچ کے ساتھ پکڑ لیا، ان کے علاقے میں چلا گیا اور بلقیس کے محل میں اس کے خلوت کدے کے روشن دان سے اس کے سامنے خط گرا دیا اور ادب سے ایک طرف ہٹ گیا، بلقیس یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہوگئی، پھر اس نے خط پکڑا، اسے کھولا اور پڑھا، اس میں یہ مضمون لکھا ہوا تھا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ㉚ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ㉛ ﴾ "بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔" یہ خط پڑھ کر اس نے اپنی حکومت و مملکت کے امراء، وزراء اور تمام بڑے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ㉙ ﴾ "سردارو! میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔" اس نامے کو گرامی اس نے اس لیے قرار دیا کہ اس نے یہ عجیب معاملہ دیکھا تھا کہ اسے ایک پرندہ لے کر آیا تھا جس نے اسے اس کے سامنے ڈال دیا تھا، پھر ادب سے ایک طرف ہٹ گیا اور یہ بات دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کے بس میں نہیں۔

اور ملکہ نے تمام درباریوں کو خط پڑھ کر سنایا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ㉚ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ㉛ ﴾ "بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔" درباریوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ نامۂ گرامی اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور ان میں ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ یہ مکتوب

---

① مسند أحمد: 332/1 و سنن أبي داود، الأدب، باب في قتل الذرّ، حديث: 5267 و سنن ابن ماجه، الصيد، باب ماينهى عن قتله، حديث: 3224.

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ㉜ قَالُوْا نَحْنُ

ملکہ سبا نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، کسی معاملے کا قطعی فیصلہ میں اس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود

اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ㉝ قَالَتْ اِنَّ

نہ ہو (اور مجھے مشورہ نہ دو) ㉜ انھوں نے کہا: ہم قوت والے اور سخت جنگجو ہیں، اور (فیصلے کا) تمام اختیار آپ کے پاس ہے، آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم

الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ㉞

دیتی ہیں ㉝ اس نے کہا: بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کرتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں، اور یہ بھی

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ㉟

اسی طرح کریں گے ㉞ اور بے شک میں ان کی طرف کوئی ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا (جواب) لے کر لوٹتے ہیں؟ ㉟

گرامی حد درجہ مختصر اور فصیح و بلیغ تھا۔ بہت ہی آسان اور احسن عبارت میں مفہوم ادا کیا گیا تھا۔ ﴿ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ ﴾ کے قتادہ نے یہ معنی کیے ہیں کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔① ﴿ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ㉛ ﴾ ’’اور مطیع و فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔‘‘ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنے سے انکار نہ کرو اور نہ تکبر کرو بلکہ فرماں بردار ہو کر فوراً چلے آؤ۔②

تفسیر آیات: 35-32

بلقیس کا درباریوں سے مشورہ: بلقیس نے جب انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا تو ان سے اس پیش آمدہ معاملے میں مشورہ کیا اور کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ㉜ ﴾ ’’اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں۔‘‘ یعنی جب تک تم حاضر ہو کر مشورہ نہ دو اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ ﴿ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ﴾ ’’وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں۔‘‘ یعنی اگر تم ان سے جنگ کرنا چاہتی ہو تو ہم بھی منہ موڑنے والے نہیں ہیں، اس کے باوجود سارا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ جو حکم دیں ہم اطاعت بجا لائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلقیس نے کہا: ﴿ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ ﴾ ’’بے شک بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ㉞ ﴾ ’’اور اسی طرح یہ بھی کریں گے۔‘‘③ پھر اس نے صلح جوئی، امن و سلامتی، دھوکے اور تصنع کے پہلو کو اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ㉟ ﴾ ’’بلاشبہ میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔‘‘ یعنی میں اس

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2874/9. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2874/9. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2877/9 وتفسیر الطبري: 188/19.

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ

چنانچہ جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا، تو سلیمان نے کہا: کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرنا چاہتے ہو، مجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿36﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم خود ہی اپنے ہدیے کے ساتھ خوش رہو ﴿36﴾ تو ان کی طرف لوٹ جا، اب ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں سے چڑھائی کریں

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿37﴾

گے کہ ان (تمھارے لوگوں) میں ان کے خلاف لڑنے کی طاقت نہ ہوگی، اور ہم ضرور انھیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے، اور وہ خوار ہوں گے ﴿37﴾

کے شایان شان کوئی تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ اس کے بعد اس کا کیا جواب ہوگا، ہوسکتا ہے کہ وہ تحفہ قبول کر کے ہمارے بارے میں اپنا ارادہ بدل لے یا ہم پر کوئی خراج مقرر کر دے جسے ہم ہر سال ادا کر دیا کریں گے تا کہ وہ ہم سے جنگ و جدال نہ کرے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے راضی ہو، یہ حالت اسلام اور حالت شرک میں کس قدر عقل مند تھی! اسے علم تھا کہ تحفے کا لوگوں پر خوش گوار اثر پڑتا ہے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ تحفہ قبول کر لے تو وہ ایک بادشاہ ہوگا، لہٰذا اس سے جنگ کرو اور اگر وہ تحفہ قبول نہ کرے تو وہ ایک نبی ہوگا، پس ان کی اطاعت کرو۔ ②

تفسیر آیات: 37,36

بلقیس کا تحفہ اور سلیمان علیہ السلام کا جواب: سلف میں سے کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس نے سونے، ہیرے اور جواہرات کی صورت میں بہت عظیم الشان تحفہ ارسال کیا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کوئی اہمیت نہ دی بلکہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، آپ نے اعراض فرمایا اور ان سے خفا ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ ﴾ ’’کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟‘‘ یعنی تم مجھے مال کا لالچ دینا چاہتے ہو تا کہ میں تمھیں حالت شرک میں رہنے دوں اور تمھارے ملک کو بھی کچھ نہ کہوں! ﴿ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ ﴾ ’’تو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بادشاہت، مال و دولت اور لشکر ہائے جرار مجھے عطا فرمائے ہیں، وہ تمھاری حکومت و دولت سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ﴿ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿36﴾ ﴾ ’’بلکہ اپنے تحفے سے تم ہی خوش ہوتے ہوگے۔‘‘ تم تحفے تحائف لے کر مطیع و منقاد ہو جاتے ہو مگر میں تو صرف تمھاری طرف سے اسلام ہی قبول کروں گا یا پھر تلوار سے تمھارے خلاف جہاد کروں گا۔ ﴿ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ ﴾ ’’ان کے پاس واپس جاؤ۔‘‘ اور ان کا تحفہ انھیں واپس کر دو۔ ﴿ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا ﴾ ’’پس ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کریں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔‘‘ وہ ان لشکروں سے ہرگز نہ لڑ سکیں گے۔ ﴿ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿37﴾ ﴾ ’’اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے ضرور نکال

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2879/9. ② تفسیر الطبری: 190/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2879-2877/9.

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ㊳ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

اس (سلیمان) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ہے جو ان کے میرے پاس مطیع ہو کر آنے سے پہلے اس (ملکہ سبا) کا تخت میرے پاس لے

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ㊴ قَالَ

آئے ㊳ جنوں میں سے ایک دیو (طاقت ور جن) نے کہا: وہ میں آپ کو لا دیتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اور بلاشبہ میں اس کی طاقت

الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ

رکھتا ہوں، امانت دار بھی ہوں ㊴ اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ تخت میں آپ کو لا دیتا ہوں، پھر جب

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ

سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو کوئی شکر

فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ㊵

کرے تو بس وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے، اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلاشبہ میرا رب بڑا بے پروا، نہایت فیاض ہے ㊵

دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔" یعنی انھیں ذلیل و رسوا کر کے ہم انھیں ان کے ملک سے نکال دیں گے۔ جب بلقیس کے قاصد اس کے تحفے کو لے کر واپس آ گئے اور انھوں نے سلیمان علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچا دیا تو بلقیس اور اس کی قوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو اختیار کر لیا اور ذلیل و رسوا ہو کر اپنے تمام لاؤلشکر سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف چل دی تاکہ ان کی تعظیم بجا لائے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

تفسیر آیات: 38-40

ایک لحظہ میں بلقیس کے تخت کی حاضری: محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا جواب لے کر جب قاصد بلقیس کے پاس واپس گئے تو اس نے آپ کا جواب سن کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اپنی تدبیروں اور چالوں سے بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اس نے دوبارہ حضرت سلیمان کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ میں اپنی قوم کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں تاکہ دیکھوں کہ آپ کا کیا معاملہ ہے اور آپ کس دین کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس نے اپنے شاہی تخت کے متعلق حکم دیا جس پر وہ بیٹھتی تھی اور وہ سونے کا بنا ہوا اور یاقوت، زبرجد اور موتیوں سے سجا ہوا تھا، چنانچہ اس کو سات کمروں میں چھپا دیا گیا جبکہ ایک کمرہ دوسرے کے اندر تھا، پھر ان کے دروازوں پر تالے لگا دیے گئے اور اس نے جن لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا ان سے کہا کہ میری حکومت کے اس تخت کی حفاظت کرنا، کسی انسان کو اس کے پاس نہ جانے دینا اور میری واپسی تک کسی کو نہ دکھانا، پھر وہ شاہان یمن کے بارہ سرداروں کی معیت میں حضرت سلیمان کی طرف روانہ ہوئی، ہر سردار کے ماتحت کئی ہزار لوگ تھے۔

اُدھر حضرت سلیمان جنّ روانہ کر دیتے تھے جو ہر دن اور رات کی رپورٹ دے دیا کرتے تھے کہ وہ کہاں تک پہنچ گئی ہے حتی

کہ جب وہ بالکل قریب پہنچ گئی تو حضرت سلیمان نے اپنے ماتحت جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿38﴾ ﴾ ”اے سردارو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں، اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے۔“ ① ﴿ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ ”جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ایک دیو پیکر جن تھا۔ ② ابو صالح کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ہو۔ ③ ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ ﴾ ”قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں، میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ ④ سدی اور دیگر ائمہ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمانے، امور حکومت چلانے اور خوراک وغیرہ کے لیے دن کے آغاز سے لے کر زوال آفتاب تک لوگوں کے لیے دربار لگایا کرتے تھے۔ ⑤

﴿ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿39﴾ ﴾ ”اور بلاشبہ میں اس پر یقیناً پوری قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت بھی ہے اور میں اس کے موتیوں اور جواہرات کے بارے میں امانت کا بھی ثبوت دوں گا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس اس سے بھی جلدی لایا جائے۔ ⑥ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسی عظیم الشان سلطنت بخشی تھی! اور اس طرح کے لشکر ہائے جرار آپ کے تابع فرمان کر دیے تھے جو کسی اور کو عطا نہیں کیے گئے اور نہ آپ کے بعد کسی اور کو عطا کیے جائیں گے۔ آپ اس بات کو بلقیس اور اس کی قوم کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر واضح کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ بہت زبردست خرقِ عادت بات تھی کہ بلقیس اور اس کے وفد کی آمد سے قبل اس کے ملک سے اس کے تخت کو لایا جائے جبکہ اس نے اسے کئی کمروں کے اندر، تالے لگوا کر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے بہت سے چوکیداروں کو مقرر کر دیا تھا، بہرحال سلیمان علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تخت اس سے بھی جلدی لایا جائے تو ﴿ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ﴾ ”ایک شخص جس کو کتاب (الٰہی) کا علم تھا کہنے لگا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا کاتب آصف تھا۔ ⑦ محمد بن اسحاق نے بھی یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ یہ آصف بن برخیا تھا جو ایک سچا شخص تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔ ⑧ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ انسانوں میں سے ایک مومن تھا اور اس کا نام آصف تھا۔ ⑨ ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ ﴾ ”میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:2883/9 و تفسیر الطبری:195,194/19. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2884/9 و تفسیر الطبری: 197/19. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2884/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2884/9 . ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:2884/9 عن زهير بن محمد . ⑥ تفسیر البغوی:505/3 و تفسیر ابن أبی حاتم:2885/9 . ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم:2885/9 و تفسیر البغوی:505/3 . ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم:2886/9 و تفسیر البغوی:505/3 . ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم: 2886/9 .

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ㊶ فَلَمَّا

سلیمان نے کہا: تم اس کے لیے اس کے تخت کی شکل بدل دو، ہم دیکھتے ہیں آیا وہ راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے ㊶ پھر جب

جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا

وہ آئی تو کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی: گویا کہ یہ وہی ہے، اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور ہم تابعدار بن گئے تھے ㊷ اور اسے

مُسْلِمِيْنَ ㊷ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

(عبادت الٰہی سے) اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی ㊸ اس سے کہا گیا: تو محل میں داخل

كٰفِرِيْنَ ㊸ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ

ہو جا، پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا، اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھالیا، سلیمان نے کہا: بلاشبہ یہ تو شیشوں سے جڑا صاف

سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

محل ہے، اس نے کہا: اے میرے رب! بے شک (اب تک سورج کی عبادت کرکے) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب

3 ع 13 18 وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ㊹ ع

العالمین کی فرماں بردار ہو گئی ہوں ㊹

اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔" یعنی بس آنکھ اٹھائیں اور اسے دیکھ لیں، یعنی جونہی آپ آنکھ جھپکیں گے وہ آپ کے سامنے موجود ہوگا، پھر اس نے کھڑے ہو کر وضو کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے یہ کہا: یَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ!① جب سلیمان علیہ السلام اور آپ کے اہل دربار نے اسے دیکھا تو ﴿قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ﴾ "کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔" یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جن سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا ہے، ﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ﴾ "تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41) "جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔" اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۙ﴾ (الروم 30:44) "اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے راہ سنوارتے ہیں۔"

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ㊵﴾ "اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بڑا بے پروا، نہایت کرم والا ہے۔" خواہ کوئی اس کی عبادت نہ بھی کرے کیونکہ اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (إبراهيم 14:8) "اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بڑا بے نیاز، خوب قابل تعریف ہے۔" اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

① تفسیر الطبری: 19/198 و تفسیر ابن أبی حاتم: 9/2886.

[يَاعِبَادِي! لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَّاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِي شَيْئًا،......يَاعِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهٗ]

’’اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جنّ تم میں سب سے زیادہ متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سب سے بدکار انسان کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی...... اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے شمار کر کے رکھتا ہوں، پھر تمھیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص کوئی خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔‘‘①

تفسیر آیات: 41-44

بلقیس کا امتحان: جب بلقیس کی آمد سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اس کا تخت لایا گیا تو آپ نے حکم دیا اس میں کچھ تبدیلی کر دی جائے تاکہ آپ اس کا امتحان لے سکیں کہ اس تخت کو دیکھ کر اس کے بارے میں کیا کہتی ہے، کیا یہ اس کا تخت ہے یا اس کا تخت نہیں ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: ﴿ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ۝۴۱ ﴾ ’’تم اس کے لیے اس کے تخت (کی شکل) کو بدل دو، ہم دیکھیں کہ کیا وہ (پہچاننے کی) راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تخت کے موتی اور پائے اتار دیے گئے۔② مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا کہ جہاں سرخ رنگ ہے، وہاں زرد رنگ کر دیا جائے اور جہاں زرد ہے، اسے سرخ رنگ سے بدل دیا جائے اور جہاں سبز رنگ ہے، اسے بھی سرخ کر دیا جائے، الغرض! اس کی ہر چیز میں تبدیلی کر دی گئی۔③

عکرمہ کہتے ہیں کہ تخت میں انھوں نے کمی بیشی کر دی۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے نیچے کے حصے کو اوپر اور اگلے حصے کو پیچھے کر دیا گیا اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی۔⑤ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ ﴾ ’’پھر جب وہ آ پہنچی تو پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اس طرح کا ہے۔‘‘ یعنی تخت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ اس کی صورت بدل دی گئی اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی تھی مگر بلقیس میں پختگی اور عقل تھی، اس میں دانش اور احتیاط تھی، لہٰذا اس نے فوراً یہ نہیں کہا کہ یہ اس کا تخت ہے کیونکہ اس کا تخت وہاں سے بہت بعید مسافت پر تھا اور نہ اس نے یہ کہا کہ اس کا تخت نہیں ہے کیونکہ گو اس میں بہت تبدیلی کر دی گئی تھی لیکن اس کے تخت کے آثار و صفات اور نشانات اس میں موجود تھے، اس لیے اس نے جواب دیا: ﴿ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ ﴾

---

① صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2577 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2890/9 وتفسير الطبري: 202/19 بالفاظ دیگر۔ ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2890/9. ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 2890/9.
⑤ تفسیر ابن أبي حاتم: 2890/9.

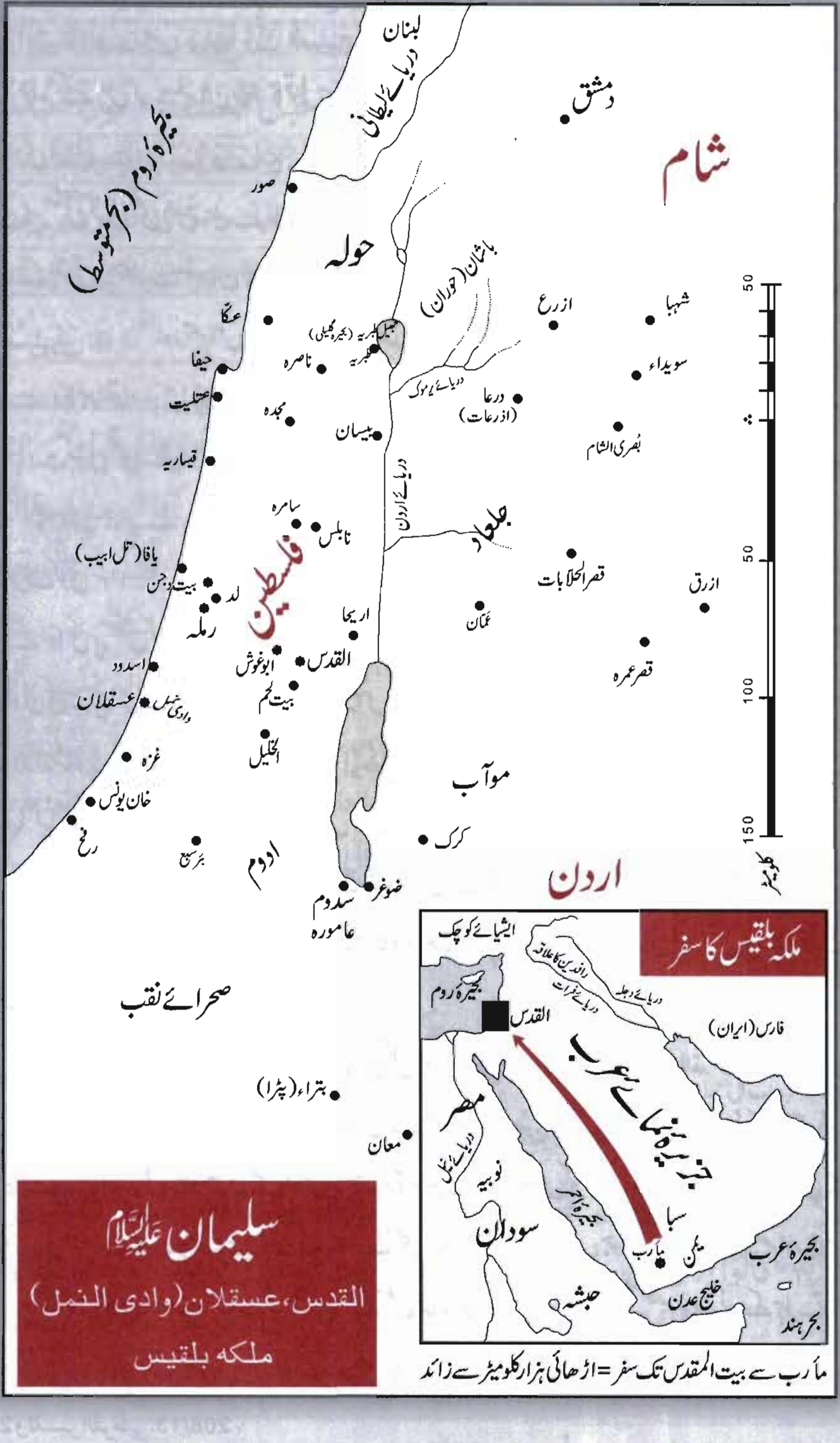
لبنان
دریائے لیطانی
دمشق
شام
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
صور
حولہ
باشان (حوران)
عکّا
بحیرہ طبریہ (بحیرہ گلیلی)
طبریہ
ناصرہ
حیفا
عتلیت
مجدہ
بیسان
دریائے یرموک
درعا
(اذرعات)
ازرع
شہبا
سویداء
بُصریٰ الشام
قیساریہ
دریائے اردن
سامرہ
نابلس
جلعاد
فلسطین
یافا (تل ابیب)
بیت دجن
لد
رملہ
اریحا
قصر الحلابات
ازرق
عمّان
اسدود
ابوغوش
القدس
بیت لحم
قصر عمرہ
عسقلان
وادی نمل
الخلیل
غزہ
موآب
خان یونس
رفح
بئر سبع
ادوم
کرک
ضوغر
سدوم
عامورہ
اردن
صحرائے نقب
بتراء (پٹرا)
معان
50
0
50
100
150
کلومیٹر
ملکہ بلقیس کا سفر
ایشیائے کوچک
رافدین کا علاقہ
دریائے فرات
دریائے دجلہ
بحیرۂ روم
القدس
فارس (ایران)
جزیرہ نمائے عرب
مصر
دریائے نیل
نوبیہ
بحیرۂ احمر
سوڈان
سبا
مأرب
یمن
بحیرۂ عرب
خلیج عدن
حبشہ
بحر ہند

مأرب سے بیت المقدس تک سفر = اڑھائی ہزار کلومیٹر سے زائد

سلیمان علیہ السلام

القدس، عسقلان (وادی النمل)

ملکہ بلقیس

”یہ تو گویا (ہو بہو) وہی ہے۔“ یعنی اس طرح کا ہے اور اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا یہ جواب حد درجہ ذہانت وفطانت پر مبنی تھا۔ ﴿ وَ اُوۡتِیۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَ كُنَّا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۴۲﴾ ﴾ ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِیۡنَ ﴿۴۳﴾ ﴾ ”اور وہ جو اللہ کے سوا (اور کی) پرستش کرتی تھی (سلیمان نے) اس کو اس سے منع کیا (اس سے پہلے تو) وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بقول یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے کلام کا باقی حصہ ہے۔② یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ اُوۡتِیۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَ كُنَّا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۴۲﴾ ﴾ ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ یعنی اس ملکہ کو اکیلے اللہ کی عبادت سے روکا ہوا تھا، ﴿ مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِیۡنَ ﴿۴۳﴾ ﴾ ”اس چیز نے جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، یقیناً وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ یہ مجاہد، سعید اور حسن کا قول ہے۔③ اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔④ پھر ابن جریر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ وَ صَدَّهَا ﴾ کی ضمیر سلیمان کی طرف یا اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہو اور مقدر عبارت اس طرح ہوگی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو روکا ﴿ مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”وہ جو اللہ کے سوا کی پرستش کرتی تھی۔“ یعنی اسے غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھی۔ میں کہتا ہوں کہ مجاہد کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے محل میں داخل ہونے کے بعد اسلام کا اظہار کیا تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قِیۡلَ لَهَا ادۡخُلِی الصَّرۡحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَیۡهَا ؕ ﴾ ”اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اس نے (کپڑا اٹھا کر) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔“ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شیطانوں نے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان محل بنایا اور فرش کے نیچے پانی جاری کر دیا تھا اور جسے اس کے بارے میں علم نہ ہوتا وہ سمجھتا کہ پانی ہے، حالانکہ پانی اور فرش پر چلنے والے کے مابین شیشہ ہوتا تھا۔

ملکہ بلقیس کا شیش محل: عربی زبان میں صرح کے معنی محل اور ہر اونچی عمارت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون ملعون کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا تھا: ﴿ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ﴿ۙ۳۶﴾ ﴾ (المؤمن 36:40) ”میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر آسمان کے) راستوں کو پہنچ جاؤں۔“ ”صرح“ یمن میں ایک محل کا نام بھی ہے جس کی عمارت بہت بلند ہے۔ اور مُمَرَّد کے معنی ایسی عمارت کے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم اور ملائم ہو۔ ﴿ مِّنۡ قَوَارِیۡرَ ؕ ﴾ ”شیشوں کا (بنا ہوا۔)“ تَمْرِيدُ الْبِنَاءِ کے معنی عمارت کو ملائم مگر مضبوط و مستحکم بنانے کے ہوتے ہیں۔ مارد

---

① تفسیر الطبری: 203/19 . ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2892/9 . ③ تفسیر الطبری: 204/19 . ④ تفسیر الطبری: 204/19 وتفسیر القرطبی: 208/13 .

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، تو اسی وقت وہ لوگ دو فریق (مومن اور کافر) ہو کر جھگڑنے لگے (45) صالح

يَخْتَصِمُوْنَ (45) قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ج لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

نے کہا: اے میری قوم! تم بھلائی (رحمت) سے پہلے برائی (عذاب) کیوں جلدی طلب کرتے ہو؟ تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے تاکہ تم پر رحم

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (46) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ط قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

کیا جائے؟ (46) انھوں نے کہا: ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں، صالح نے کہا: تمھاری نحوست و مصیبت تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (47)

میں) ہے بلکہ تم لوگ تو آزمائے جا رہے ہو (47)

دُومَۃ الجَندَل میں ایک قلعے کا نام ہے۔ الغرض! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ملکہ کے لیے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان اور نفیس محل بنوایا تھا تاکہ اسے اپنی عظمت و شوکت دکھائیں، جب اس نے ان محیر العقول نعمتوں کو دیکھا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرما رکھا تھا پھر آپ کی عظمت و شان کو ملاحظہ کیا تو اس کے سامنے آپ کی حقیقت واضح ہوگئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور ایک عظیم المرتبت بادشاہ ہیں۔ اس نے اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا اور اسلام قبول کرلیا اور کہا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ﴾ ”میرے پروردگار! بلاشبہ میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی“ کہ میں کفر و شرک میں مبتلا رہی اور میں اور میری قوم اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کی عبادت کرتی رہی۔ ﴿ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (44) ﴾ ”اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔“ اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے میں سلیمان علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

تفسیر آیات:45-47

صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا تو انھوں نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی ﴿ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ (45) ﴾ ”تو وہ دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ان دو فریقوں سے مراد مومن اور کافر ہیں۔ ① جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:75,76) ”تو ان کی قوم میں سے سردار جو متکبر تھے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے: بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا: جو چیز دے کر وہ بھیجے گئے ہیں

---

① تفسیر الطبری: 208/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2898/9 .

ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں تو سرداران مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اسے نہیں مانتے۔“

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ﴾ ”(صالح نے) کہا کہ اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کرتے ہو۔“ یعنی عذاب کے آنے کی کیوں دعا کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کیوں طلب نہیں کرتے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ﴾ ”اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔“ یعنی ہم نے آپ کے اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے چہروں پر کوئی خیر و بھلائی نہیں دیکھی۔ ان بدبختوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے کسی کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی تو کہتے کہ یہ صالح اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے بدشگونی لیتے تھے۔① جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:131) ”تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔ دیکھو! ان کی بدشگونی اللہ کے ہاں ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

اور فرمایا: ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ﴾ (النسآء 4:78) ”اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد ﷺ! آپ سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دیجیے: (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“ یعنی اسی کی قضاء و قدر کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ جب ان کے پاس رسول آئے، ﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 36:18,19) ”وہ بولے کہ ہم تم کو نامبارک دیکھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا، انھوں نے کہا کہ تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے تجاوز کر گئے ہو۔“ اور ان لوگوں نے صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”ہم آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے شگونِ بد لیتے ہیں، (صالح نے) کہا کہ تمھاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ ہی تمھیں اس کی سزا دے گا۔ ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝﴾ ”بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جا رہی ہے۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری آزمائش کی جا رہی ہے کہ تم اطاعت کرتے ہو یا نافرمانی۔② لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم گمراہی میں مبتلا ہو اور آزمائش کے طور پر تم کو مہلت دی گئی ہے۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2899/9. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2899/9.

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ قَالُوْا

اور اس شہر میں نو سر غنے تھے، وہ زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ﴿48﴾ انھوں نے کہا: تم آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور

تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا

صالح اور اس کے اہل خانہ پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے،

لَصٰدِقُوْنَ ﴿49﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿50﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور بلاشبہ ہم سچے ہیں ﴿49﴾ اور انھوں نے ایک چال چلی، اور ہم نے بھی تدبیر کی، اور وہ شعور بھی نہ رکھتے تھے ﴿50﴾ پھر آپ دیکھیں! ان کی چال کا انجام کیا ہوا،

مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿51﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ

بلاشبہ ہم نے ان (نو سرغنوں) کو اور ان کی سب قوم کو تباہ و برباد کر دیا ﴿51﴾ چنانچہ یہ ہیں ان کے گھر خالی (اجڑے اور ویران) پڑے ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿52﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿53﴾

ظلم کیا، بلاشبہ اس میں نشان (عبرت) ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ﴿52﴾ اور ہم نے انھیں نجات دی جو ایمان لائے اور وہ (اللہ سے) ڈرتے تھے ﴿53﴾

تفسیر آیات: 48-53

فساد کرنے والے گروہ کی چال اور قوم ثمود کا انجام: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے سرکشوں اور ان سرداروں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قوم کو ضلالت، کفر اور صالح علیہ السلام کی تکذیب کی دعوت دیتے تھے اور ان کا کفر اور ظلم یہاں تک پہنچ گیا کہ انھوں نے اونٹنی کو تو مار دیا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ رات کو صالح علیہ السلام پر شب خون ماریں اور انھیں اچانک قتل کر دیں، پھر ان کے دوستوں اور رشتے داروں سے کہیں کہ انھیں تو اس واقعے کے بارے میں قطعاً علم نہیں اور وہ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ ”اور شہر میں تھے“ یعنی شہر ثمود میں۔ ﴿ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ ﴾ ”نو شخص جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔“ اور یہ نو آدمی قوم ثمود پر غالب تھے کیونکہ یہ ان کے سردار اور بڑے لوگ تھے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھی لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔① یعنی اونٹنی کا قتل ان لوگوں کی رائے اور مشورے سے ہوا تھا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○ ﴾ (القمر 29:54) ”تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا، پس اس نے دست درازی کی، پھر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۠ ﴾ (الشمس 12:91) ”جب اُن میں سے ایک نہایت بد بخت اُٹھا۔“

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن ربیعہ صنعانی نے یہ خبر دی کہ میں نے عطاء بن ابورباح کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ ﴾ ”اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔“ اس آیت میں مذکور لوگوں کا فساد یہ تھا کہ وہ درہموں کو کاٹ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2900/9 و تفسیر الطبری: 210/19.

لیتے تھے۔ ① یعنی ان میں سے کچھ لے لیتے تھے، گویا کہ ان کے ہاں بھی عربوں کی طرح لین دین میں درہموں کی تعداد کا نظام رائج تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے اور انھوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ سونے اور چاندی (درہم ودینار) کو کاٹ لینا بھی فساد فی الأرض ہے۔ ② الغرض! ان کافروں اور فاسقوں میں خرابی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے تھے۔ ان کے فتنہ وفساد کی کچھ صورتیں یہ تھیں جو ان ائمۂ کرام نے بیان فرمائی ہیں اور کچھ اور صورتیں بھی تھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ﴾ ''کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔'' یعنی قسم کھا کر اس بات کا عہد و پیمان کرو کہ ہم میں سے جس شخص کی بھی آج رات صالح علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو وہ انھیں قتل کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف ایک تدبیر کی اور سارا وبال انھی پر ڈال دیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے بہت زور شور سے قسمیں کھائیں کہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں گے مگر وہ آپ تک نہ پہنچ سکے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔ ③

امام عبدالرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ جب انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ ﴾ (ہود 11:65) ''اپنے گھروں میں تین دن (مزید) فائدے اُٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔'' انھوں نے کہا کہ صالح کا گمان یہ ہے کہ وہ تین دن کے بعد ہمارا کام تمام کر دے گا ہم اس کا اور اس کے گھر والوں کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دیتے ہیں۔

صالح علیہ السلام کی حجر میں گھاٹی کے پاس ایک مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، وہ لوگ رات کو غار میں چلے گئے اور کہنے لگے کہ وہ رات کو جب نماز پڑھنے کے لیے آئیں گے تو ہم انھیں قتل کر دیں گے اور ان کے قتل کے بعد واپس آ کر ان کے گھر والوں کو بھی قتل کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے ان پر ایک چٹان بھیج دی، وہ ڈرے کہ یہ چٹان کہیں انھیں کچل ہی نہ ڈالے، انھوں نے جلدی سے بچاؤ کی صورت اختیار کرنا چاہی مگر چٹان گری تو اس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور اب ان کی قوم کو ان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں اور نہ انھیں یہ معلوم تھا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نو اشخاص کو یہاں غار میں عذاب میں مبتلا کر دیا اور قوم کے باقی لوگوں پر ان کے گھروں میں عذاب بھیج دیا اور حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کو نجات عطا فرمائی، یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد امام عبدالرحمٰن بن زید نے یہ آیات پڑھیں: ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ㊾ ﴾ ''کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے

---

① تفسير عبدالرزاق :480/2، رقم:2171. ② الموطأ للإمام مالك، البيوع، باب بيع الذهب بالفضة......، حديث : 1368. ③ تفسير ابن أبي حاتم :2901/9.

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (54) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اور (یاد کریں) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی (بدکاری) کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ بے حیائی ہے) (54) کیا تم شہوت رانی کے

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (55) فَمَا كَانَ جَوَابَ

لیے (اپنی) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو؟ بلکہ تم تو نادان لوگ ہو (55) پھر اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا:

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (56) فَاَنْجَيْنٰهُ

آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، کیونکہ یہ لوگ تو بڑے پاک صاف بنتے ہیں (56) پھر ہم نے اسے اور اس کے اہل خانہ کو نجات دی، سوائے اس کی

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (57) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ

بیوی کے، ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی (57) اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) سخت بارش برسائی، تو ڈرائے گئے لوگوں

4 ع 14 19 الْمُنْذَرِيْنَ (58) ع

پر (پتھروں کی) بدترین بارش برسائی گئی تھی (58)

گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم سچے ہیں۔" (اور ابن ابی حاتم میں حسب ذیل آیات کی تلاوت کا بھی ذکر ہے:)

﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ㊿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (51) فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (52) وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (53) ﴾ "اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی، چنانچہ دیکھیے کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا، ہم نے انھیں اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا، سو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں، جو لوگ دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ہم نے ان کو نجات دی۔"①

تفسیر آیات: 54-58

لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو ایسی فحاشی کی وجہ سے جس کا ان سے پہلے کسی انسان نے ارتکاب نہیں کیا تھا، عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ آپ کی قوم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے لذت حاصل کرتی تھی۔ اور یہ زبردست فحاشی ہے کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی جنسی ضرورت پوری کریں۔ آپ نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (54) ﴾ "کیا تم بے حیائی کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو؟" یعنی تم ایک دوسرے کے سامنے اپنی مجلسوں میں بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو۔ ﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (55) ﴾ "کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت (حاصل کرنے) کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔" تم طبعاً اور شرعاً کچھ نہیں جانتے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

---

① تفسیر الطبری: 212/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2903/9. ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں عبدالرحمٰن بن أبی حاتم ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، اور اس کے ان بندوں پر سلام ہے جنھیں اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنھیں لوگ شریک

يُشْرِكُوْنَ ؕ ﴿59﴾

ٹھہراتے ہیں؟ ﴿59﴾

اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ○ ﴾ (الشعرآء 166,165:26) ”کیا تم اہلِ عالم میں سے لڑکوں کے پاس آتے ہو اور تمھارے پروردگار نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔“ ﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿56﴾ ﴾ ”تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا: لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔“ یعنی تم جو کام کرتے ہو یہ اس سے بڑے اہتمام سے بچتے ہیں اور اس کارگزاری پر تمھارے برقرار رہنے کو بھی درست نہیں سمجھتے، لہٰذا انھیں اپنے ہاں سے نکال دو، وہ تمھارے علاقوں میں تمھارے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہیں، بنابریں انھوں نے ان کو نکال دینے کا پختہ ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کفار کے لیے بھی اس جیسی (سزائیں) ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿57﴾ ﴾ ”تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں فیصلہ کیا تھا (کہ وہ) پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔“ یعنی اپنی قوم کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے گی کیونکہ وہ ان کے دین اور ان کے طریقے کی مؤید تھی اور ان کے قبیح افعال کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بتا دیتی تھی تاکہ وہ ان کے پاس آ جائیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ان فواحش کا ارتکاب کرتی تھی (بلکہ وہ ان سے بچی ہوئی تھی) اللہ کے نبی کے اکرام کی بنا پر نہ کہ اپنی کرامت و عزت کی بنا پر۔ ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ ﴾ ”اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا۔“ جو پتھر کی پے در پے ایسی کنکریوں کی صورت میں تھا جن پر تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿58﴾ ﴾ یعنی ان لوگوں پر مینہ برسا تھا جن پر حجت قائم ہو گئی تھی اور انھیں عذاب الٰہی سے ڈرا دیا گیا تھا مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت اور تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے ہاں سے نکال دینے کا ارادہ کیا تھا۔

تفسیر آیت: 59

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہیں: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ یعنی سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان گنت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اس لیے بھی کہ اس کی ذات پاک صفات عُلیا اور اسمائے حسنیٰ سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر سلام بھیجیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے، ان بندوں سے مرسلین و انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ عبدالرحمن

بن زید بن اسلم وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں سے انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ ① اور یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:180-182) ”یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو عزت والا ہے اس سے پاک ہے اور پیغمبروں پر سلام، سب طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“

ثوری اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ② اللہ ان تمام سے راضی ہو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ اگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں تو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بالاولیٰ ان بندوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہوا ہے۔ ﴿ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿59﴾ ﴾ ”بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔“ یہ مشرکین کے اللہ کے ساتھ دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرنے کے بارے میں استفہامِ انکار ہے۔

* * *

---

① تفسیر ابن أبی حاتم : 2906/9 . ② تفسیر الطبری:4/20وتفسیر ابن أبی حاتم:2906/9 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم :2906/9وتفسیر الطبری :4/20.

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ

(کیا یہ معبودانِ باطلہ بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس سے ایسے

ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

پررونق باغ اگائے جن کے درخت اگانے کی تمھیں قدرت نہ تھی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ (یہ) وہ لوگ ہیں جو (غیر اللہ کو اللہ کے)

يَّعْدِلُوْنَ ؕ ⑥⓪

برابر ٹھہراتے ہیں ⑥⓪

تفسیر آیت: 60

توحید کے چند ایک دلائل: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان شروع فرمایا ہے کہ صرف اور صرف وہی خالق، رازق اور مدبر ہے، اس کے سوا اور کسی کے اختیار میں یہ امور نہیں ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ﴾ ’’بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟‘‘ یعنی کس نے ان بلند و بالا اور صاف و شفاف آسمانوں کو پیدا فرمایا اور انھیں روشن اور چمکدار ستاروں اور گردش کرنے والے افلاک سے مزین کیا، پھر اس نے زمین کو پیدا فرما کر اس کی موٹی تہ بچھا دی اور اس میں اس نے پہاڑوں، ٹیلوں، میدانوں، غاروں، جنگلوں، صحراؤں، فصلوں، درختوں، پھلوں، دریاؤں، سمندروں، اور مختلف قسموں، شکلوں اور رنگوں کے جانوروں وغیرہ کو پیدا فرمایا؟

﴿ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ ﴾ ’’اور (کس نے) تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا؟‘‘ اور اسے بندوں کے لیے رزق بنایا؟ ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ ﴾ ’’پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اُگائے۔‘‘ جن کے منظر بہت حسین اور جن کی شکلیں بہت خوب صورت ہیں۔ ﴿ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ﴾ ’’تمھارا کام تو نہ تھا کہ تم اس کے درختوں کو اُگاتے۔‘‘ تم تو درختوں کے اگانے پر قادر نہ تھے، قادر تو وہ خالق و رازق ہے جو مستقل طور پر خالق و رازق ہے اور ان صفات میں منفرد ہے۔ اس کے سوا کوئی بت یا کوئی شریک اس پر قادر نہیں ہے۔ اور خود مشرکین کو بھی اس کا اعتراف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (الزخرف 87:43) ’’اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ ﴾ (العنکبوت 63:29) ’’اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا، پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔‘‘ یعنی وہ اس بات کے معترف ہیں کہ یہ سارے کام اللہ وحدہ لاشریک ہی کے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی بھی پوجا کرتے ہیں جن کے بارے میں انھیں اعتراف ہے کہ وہ نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو رزق دے سکتے ہیں، لہٰذا جس نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور جو ساری مخلوقات کا رازق ہے، وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت بھی صرف اسی ذات پاک کی کی جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟‘‘ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَیْنَ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین ٹھہرنے کے لائق بنائی، اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے، اور دو

الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَؕ ﴿61﴾

سمندروں کے درمیان آڑ رکھی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) الٰہ ہے؟ (نہیں!) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے ﴿61﴾

اور معبود بھی ہے کہ جس کی عبادت کی جائے جبکہ تمھارے سامنے بلکہ ہر عقل مند کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے اور تم خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہو کہ صرف وہی خالق اور رازق ہے، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَؕ ﴿60﴾ ﴾ ’’بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو (اللہ کے) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے برابر اور مثل قرار دیتے ہیں۔

تفسیر آیت: 61

زمین بہترین قرار گاہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا ﴾ ’’بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا؟‘‘ کس نے زمین کو قرار بخشا اور اسے ساکن و ثابت بنا دیا ہے کہ اب وہ حرکت کرتی ہے نہ ڈگمگاتی ہے؟ کیونکہ اگر اس میں حرکت اور جنبش ہوتی تو زندگی خوش گوار نہ ہوتی، اسی لیے اس نے اسے اپنے فضل و رحمت سے بستر اور بچھونے کی طرح بنا دیا کہ ساکت و ساکن ہے اور اس میں حرکت و جنبش نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ﴾ (المؤمن 64:40) ’’اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔‘‘

زمین میں دریاؤں کا جال: ﴿ وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا ﴾ ’’اور اس کے بیچ میں دریا بنائے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں شیریں اور پاکیزہ پانی کے دریا جاری و ساری کر دیے، انھیں زمین کے بیچ ہی سے نکالا اور زمین ہی میں رواں دواں کر دیا، پھر ان میں سے کچھ دریا بڑے، کچھ چھوٹے اور کچھ درمیانے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دریاؤں کو اپنے بندوں اور ان کے ملکوں اور علاقوں کی مصلحتوں کے مطابق مشرق سے مغرب کو یا جنوب سے شمال کو جاری کر دیا ہے جیسا کہ اپنے بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے زمین کے اطراف و اکناف میں پھیلا دیا اور ان کی ضرورتوں کے مطابق اس نے رزق کا بھی اہتمام فرما دیا ہے۔ ﴿ وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ ﴾ ’’اور اس کے لیے پہاڑ بنائے۔‘‘ اسی نے زمین میں بلند و بالا پہاڑ پیدا فرما دیے ہیں جو زمین کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں تاکہ یہ ڈگمگا نہ سکے۔ ﴿ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ﴾ ’’اور دو سمندروں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔‘‘ یعنی اس نے میٹھے اور نمکین پانیوں کے درمیان اوٹ بنا دی جس کی وجہ سے پانی ایک دوسرے میں مل کر خراب نہیں ہوتے کیونکہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے پانی کو اس کی مخصوص صفت کے ساتھ باقی رکھا جائے تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔

شیریں دریا سے مراد وہ ہیں جو لوگوں کے مابین رواں دواں ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا آبِ رواں شیریں ہوتا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کے پینے کے کام آئے اور اس سے فصلوں اور پھلوں کی آبپاشی کا کام بھی کیا جا سکے اور نمکین دریاؤں سے مراد وہ سمندر ہیں جو ہر طرف سے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا پانی کھاری اور کڑوا ہوتا کہ ان کی ہوا کی وجہ سے فضا خراب نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿62﴾

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مجبور ولاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، اور وہ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے، اور وہ تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿62﴾

﴿ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○ ﴾ (الفرقان 53:25) ”اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ (ایک کا پانی) شیریں ہے بہت میٹھا اور یہ (دوسرے کا) کھارا ہے نہایت کڑوا اور اس نے (ہی) ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔“

اسی لیے فرمایا: ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ جس نے یہ کام کیا ہو یا دوسرے قول کے مطابق جس کی عبادت کی جائے، یہ دونوں معنی ہی لازم وملزوم اور صحیح ہیں۔ ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾ ﴾ ”(ہرگز نہیں) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے۔“ یعنی اس کے علاوہ ان بتوں کی پوجا پاٹ میں۔

تفسیر آیت :62

مشکل کشا اور حاجت روا: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ شدائد کے وقت اسی سے دعا کی جائے اور مشکلات کے ازالے کی اسی سے اُمید رکھی جائے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 67:17) ”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جنھیں تم پکارا کرتے ہو سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ﴾ (النحل 53:16) ”پھر جب تمھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہو۔“

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ﴾ ”بھلا کون بے قرار کی (التجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے۔“ یعنی کون ہے کہ مجبور و مضطر اور لاچار و بے قرار جس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کون ہے جو تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بَلْهُجَیم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

[أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ، الَّذِي إِنْ مَّسَّكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ، كَشَفَ عَنْكَ، وَالَّذِي إِنْ ضَلَلْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ فَدَعَوْتَهُ، رَدَّ عَلَيْكَ، وَالَّذِي إِنْ أَصَابَتْكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَ عَلَيْكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَأَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا، وَّلَا تَزْهَدَنَّ فِي الْمَعْرُوفِ، وَلَوْ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، وَلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي، وَاتَّزِرْ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّ إِسْبَالَ الْإِزَارِ مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ]

”میں اس اللہ وحدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ آپ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے اور آپ اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی تکلیف

کو دور فرما دے اور اگر آپ کسی جنگل میں اپنی سواری گم کر بیٹھیں اور اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی سواری آپ کو ملا دے اور وہ کہ اگر آپ قحط سالی میں مبتلا ہوں اور اس سے دعا کریں تو وہ ہریالی وشادابی پیدا فرما دے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا: کسی کو گالی نہ دو، نیکی میں کوتاہی نہ کرو، خواہ یہ نیکی اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو یا پانی پینے والے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا ہی کیوں نہ ہو، اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک رکھو، اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں کے اوپر تک رکھو، تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے سے اجتناب کرو کیونکہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔" ①

ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا قصہ: حافظ ابن عساکر نے فاطمہ بنت حسن ام احمد عجلیہ کے حالات میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک جنگ میں کافروں نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو ایک مسلمان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا، میدان میں اڑ گیا، وہ مسلمان شخص سخی اور بہت نیک تھا، اس نے گھوڑے سے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے تو تجھے اسی طرح کے دن کے لیے تیار کیا تھا۔ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا: میں کوتاہی کیوں نہ کروں آپ میرا چارا سائسوں (جانوروں کے نگرانوں) کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ مجھ پر ظلم کرتے اور مجھے کھانے کو بہت کم دیتے تھے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں تجھے اپنی نگرانی میں کھلایا کروں گا، یہ سن کر گھوڑا چل پڑا اور گھوڑے کا مالک دشمنوں سے نجات پا گیا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ گھوڑے کو اپنی نگرانی ہی میں کھلایا کرتا تھا اور اس کا یہ معاملہ لوگوں میں خاصا مشہور ہو گیا اور لوگ اس کے پاس آنے لگے تاکہ یہ بات خود اس کی زبانی سنیں حتی کہ رومی بادشاہ تک یہ خبر پہنچی، اس نے کوشش کی کہ کسی طرح اس شخص کو اپنے ملک میں بلا لے، اس نے ایک مرتد شخص کو اس کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے بظاہر تأثر یہ دیا کہ اب اس کی اور اس کی قوم کی اسلام کے بارے میں نیت بہت اچھی ہے حتی کہ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا اور دونوں ایک دن باہر نکلے اور دریا کے ساحل پر چلنے لگے۔ شاہِ روم کے بھیجے ہوئے آدمی نے خفیہ طور پر ایک شخص سے پروگرام طے کر رکھا تھا کہ وہ بھی وہاں پہنچ جائے تاکہ دونوں مل کر اسے گرفتار کر لیں۔ جب دونوں نے اسے گھیرے میں لے لیا تاکہ اسے پکڑ کر گرفتار کر لیں تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور دعا کی: اے اللہ! اس شخص نے مجھے تیرے نام پر دھوکا دیا ہے، لہٰذا تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچا لے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کی اس دعا کے بعد دو درندے نمودار ہوئے، انھوں نے ان دونوں آدمیوں کو پکڑ لیا اور یہ شخص صحیح سلامت اپنے گھر واپس آ گیا۔ ②

زمین میں خلافت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ﴾ "اور وہ تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے۔" یعنی وہ پہلی صدی کے لوگوں کا بعد کی صدی کے لوگوں کو اور سلف کا خلف کو جانشین بناتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ

---

① مسند أحمد: 64/5 عن جابر بن سليم الهجيمي اس سے پہلی روایت میں یہی نام مذکور ہے، اس لیے اس روایت میں بھی عن رجل سے یہی مراد ہیں۔ ② تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة فاطمة بنت الحسن أم أحمد العجلية: 9,8/74 .

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو تمھیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت والی ہوائیں بھیجتا ہے؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ﴿63﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ اللہ ان سے بلند و بالا ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں﴿63﴾

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ﴾ (الأنعام 133:6) ”اگر چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھارے بعد جسے چاہے (تمھارا) جانشین بنا دے جیسا کہ اس نے تمھیں بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ (الأنعام 165:6) ”اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمھیں (اپنا) نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ﴾ (البقرة 30:2) ”اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

یعنی زمین میں ایک ایسی قوم پیدا کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کی جانشین ہوگی جیسا کہ ہم نے قبل ازیں اس کی تفصیل بیان کی ہے، اسی طرح اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ﴾ ”اور وہ تمھیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔“ یعنی کون ہے جو ایک امت کے بعد دوسری امت، ایک نسل کے بعد دوسری نسل اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بناتا ہے، اگر وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی وقت میں پیدا فرما دیتا اور بعض کو بعض کی اولاد میں سے نہ بناتا بلکہ سب کو اسی طرح پیدا فرما دیتا جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اگر وہ چاہتا تو بعض کو بعض کی اولاد میں سے تو بنا دیتا لیکن کسی کو فوت نہ کرتا اور بالآخر سب کو ایک ہی دفعہ فوت کر لیتا، اگر ایسی صورت ہوتی تو زمین تنگ ہو جاتی، لوگوں کی معیشت تنگ ہو جاتی، بعض، بعض سے نقصان اٹھاتے لیکن حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ سب انسانوں کو ایک ہی جان سے پیدا فرمائے، پھر ان کی تعداد کو کثیر کر کے انھیں زمین میں پھیلا دے اور انھیں صدیوں کے بعد صدیوں اور امتوں کے بعد امتوں میں تقسیم فرما دے حتی کہ مدت پوری ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا اندازہ مقرر فرما رکھا ہے اور جیسے اس نے ایک ایک بندے کا شمار کر رکھا ہے، پھر ایک دن وہ قیامت برپا کرے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق اچھا یا برا بدلہ عطا فرمائے گا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ﴾ ”بھلا کون بے قرار کی (التجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تمھیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس کو ان باتوں کی قدرت ہو یا کیا اس کے بعد اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جس کی عبادت کی جا سکے جبکہ یہ معلوم ہے کہ ان تمام امور کو سرانجام دینے والا صرف اللہ وحدہ لاشریک

اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا، اور وہ جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿64﴾

کوئی (اور) الٰہ ہے؟ کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے آؤ ﴿64﴾

ہی ہے! ﴿ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿62﴾ ﴾ ''مگر بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' یعنی لوگ ایسا بہت کم غور کرتے ہیں جو ان کی حق کی طرف رہنمائی کرے اور انھیں صراط مستقیم کی نشان دہی کرے۔

تفسیر آیت: 63

ستاروں کے فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ﴾ ''بھلا کون تمھیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے۔'' اور آسمانوں اور زمین میں پیدا کیے ہوئے نشانات کے ساتھ تمھاری رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ۝ ﴾ (النحل 16:16) ''اور (رستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوۡمَ لِتَهۡتَدُوۡا بِهَا فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ ﴾ (الأنعام 97:6) ''اور وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو۔'' ﴿ وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ﴾ ''اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے (بارش سے پہلے) خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے۔'' یعنی اس بادل سے پہلے جس میں بارش ہوتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنے قحط زدہ اور مایوس بندوں پر برسا دیتا ہے ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿63﴾ ﴾ ''تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے۔''

تفسیر آیت: 64

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت کے ساتھ مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ ؕ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبۡدِئُ وَيُعِيۡدُ ۝ۚ ﴾ (البروج 13,12:85) ''بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ ؕ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔''

﴿ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ﴾ ''اور کون تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟'' (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) کہ آسمان سے بارش نازل کرتا اور زمین سے برکتوں کو پیدا فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۝ۙ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۝ۙ ﴾ (الطارق 12,11:86) ''آسمان کی قسم! جو بار بار بارش برسانے والا ہے اور زمین کی قسم! جو پھٹنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا ؕ ﴾ (الحديد 4:57)

قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿65﴾ بَلِ ادّٰرَکَ

کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا، اور وہ (خود ساختہ معبود) تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ (قبروں سے) کب

عِلۡمُہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ قف بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ مِّنۡہَا ۫ بَلۡ ہُمۡ مِّنۡہَا عَمُوۡنَ ﴿66﴾ ع ع 5 8 1

اٹھائے جائیں گے ﴿65﴾ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا، بلکہ وہ آخرت کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ﴿66﴾

”جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے، سب اسے معلوم ہے۔“

اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کے بابرکت پانی کو نازل فرماتا ہے، پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں جاری کر دیتا ہے اور اس سے مختلف قسم کی فصلیں، پھل اور گلہائے رنگا رنگ پیدا فرماتا ہے، ﴿ کُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی ۝﴾ (طٰہٰ 20:54) ”(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چار پایوں کو بھی چراؤ، بے شک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ ﴾ ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جس نے یہ کام کیا ہو اور دوسرے قول کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہو سکتا ہے جس کی عبادت کی جائے؟ ﴿ قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿64﴾ ﴾ ”کہہ دیجیے: (مشرکو!) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔“ یعنی اگر تم دیگر معبودوں کی عبادت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کرو اور معلوم ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡہَانَ لَہٗ بِہٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝﴾ (المؤمنون 23:117) ”اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا، کچھ شک نہیں کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔“

تفسیر آیات: 66,65

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو یہ بات بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں اور کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا اللّٰہُ ؕ ﴾ میں استثنا منقطع ہے، یعنی اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی اسے نہیں جانتا، غیب جاننا صرف اسی ذات وحدہ لاشریک کا خاصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُہَاۤ اِلَّا ہُوَ ؕ ﴾ (الأنعام 6:59) ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۝﴾ (لقمٰن 31:34) ”یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی رحموں کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی، بے شک اللہ ہی خوب جاننے والا، بڑا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ⑥⑦ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ

اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے آباء واجداد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں (پھر قبروں سے) نکالا جائے گا؟ (67) بلاشبہ ہمیں اور اس سے پہلے

وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑥⑧ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

ہمارے آباء واجداد کو بھی یہ وعدے دیے جاتے رہے ہیں، لیکن یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں (68) کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ⑥⑨ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ⑦⓪

مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ (69) اور (اے نبی!) آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ ہی جو وہ مکر وفریب کر رہے ہیں (اس پر) تنگ دل ہوں (70)

خبر دار ہے۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ⑥⑤ ﴾ ''اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔'' یعنی آسمانوں اور زمین میں بسنے والی مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت کے وقت کو نہیں جانتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہ آسمانوں اور زمین میں بہت بھاری ہے اور اچانک تم پر آ جائے گی۔'' یعنی اس کا علم آسمان اور زمین والوں کے لیے بہت بھاری ہے، ﴿ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' یعنی ان کا علم ختم ہو گیا ہے اور وہ اس کے وقت کے جاننے سے عاجز وقاصر ہیں۔ بعض نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ قیامت کے بارے میں ان کا علم ایک جیسا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: [مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''① یعنی اس کے بارے میں مسئول اور سائل کا علم ایک جیسا ہے کہ دونوں ہی اسے جاننے سے عاجز وقاصر ہیں۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' هُمْ ضمیر کا مرجع جنس ہے اور مراد اس سے کافر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ○ ﴾ (الكهف 48:18) ''اور وہ سب آپ کے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے پاس آئے لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمھارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔'' یعنی تم میں سے کافروں نے یہ گمان کر رکھا تھا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' اس کے وجود اور وقوع پذیر ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، ﴿ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ⑥⑥ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے اندھے (ہو رہے) ہیں۔'' یعنی قیامت کے بارے میں وہ بہت بڑی جہالت اور بہت بڑے اندھے پن میں مبتلا ہیں۔

---

① صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان......، حديث : 50 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام......، حديث: 9,8 عن أبي هريرة ؓ.

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (71) قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟(71) آپ کہہ دیجیے: جو عذاب تم جلدی طلب کرتے، ہوسکتا ہے (اس میں سے) کچھ

الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ (72) وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (73)

تمھارے قریب آلگا ہو(72) اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر بہت فضل (فرمانے) والا ہے، اور لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے(73) اور بلاشبہ آپ

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (74) وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ

کا رب (وہ باتیں) جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں(74) اور آسمان و زمین میں غائب کوئی چیز ایسی نہیں جو

وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (75)

کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) نہ ہو(75)

تفسیر آیات: 70-67

کفار کا بعث بعد الموت کو بعید سمجھنا اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین اور منکرین بعثت نے جسموں کے بوسیدہ ہڈیاں بلکہ مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کو بہت بعید سمجھا ہے اور وہ کہا کرتے تھے: ﴿ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ﴾ ’’البتہ تحقیق اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا بھی یہ وعدہ دیے گئے تھے۔‘‘ یعنی ہم اور ہمارے باپ دادا اس طرح کی باتیں سنتے چلے آئے ہیں لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوگا ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (68) ﴾ ’’(کہاں کا اُٹھنا اور کیسی قیامت) یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔‘‘ یعنی یہ جسموں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، لوگوں نے اسے اپنے سے پہلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے جبکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور قیامت کے برپا نہ ہونے کے بارے میں ان کے گمان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ’’کہہ دیجیے!‘‘ ﴿ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (69) ﴾ ’’زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا!‘‘ یعنی جنھوں نے رسولوں کی اور قیامت کے بارے میں ان کے بیان کیے ہوئے ارشادات کی تکذیب کی، ان پر کس طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور ان کے درمیان میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی؟ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات انبیائے کرام بھی سچے تھے اور انھوں نے جس پیغام کو پیش فرمایا وہ بھی سچا تھا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ﴾ ’’اور آپ اُن (کے حال) پر غم نہ کریں۔‘‘ جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کر رہے ہیں، ان پر غم کرنا اور نہ اس قدر افسوس کرنا کہ آپ کا دم ہی نکل جائے۔ ﴿ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (70) ﴾ ’’اور نہ ان چالوں سے جو یہ کر رہے ہیں تنگ دل ہونا۔‘‘ آپ کو نقصان پہنچانے اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تردید کرنے میں جو یہ چالیں چل رہے ہیں، ان سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی تائید اور نصرت سے سرفراز فرمائے گا اور ان کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو مشرق و مغرب میں سربلندی عطا فرمائے گا۔

تفسیر آیات:71-75

منکرینِ قیامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا کرتے تھے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (71) ﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔“ اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ ”(اے محمد ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے!“ ﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ (72) ﴾ ”کہ جس (عذاب) کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمھارے نزدیک آ پہنچا ہو۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمھارے نزدیک آ ہی گیا ہو یا وہ عنقریب تمھارے نزدیک آ ہی جائے گا۔① مجاہد، ضحاک، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔② اور یہی مراد ہے اس ارشاد باری تعالیٰ سے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ ﴾ (بنی إسراء یل 51:17) ”اور وہ پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا۔ آپ کہہ دیں: شاید کہ وہ قریب ہی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 54:29) ”وہ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیر لینے والا ہے۔“ ﴿ رَدِفَ لَكُمْ ﴾ پر لام اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ یہ عَجَّلَ لَكُمْ کے معنی میں ہے جیسا کہ امام مجاہد نے اس ﴿ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ ﴾ کے بارے میں یہی کہا ہے۔③

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَي النَّاسِ ﴾ ”اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو لوگوں پر بڑے فضل والا ہے“ کہ وہ ان پر اپنی نعمتوں کو پورا فرماتا ہے، حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور ان میں سے کم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوں۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (74) ﴾ ”اور جو باتیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں بلاشبہ آپ کا پروردگار ان (سب) کو یقیناً جانتا ہے۔“ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے رازوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر باتوں کو جانتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ ﴾ (الرعد 10:13) ”کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا اسے پکار کر کہے یا رات (کے اندھیرے) میں چھپنے والا ہو یا دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 7:20) ”وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ ﴾ (ھود 5:11) ”آگاہ رہو! جس وقت یہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے اور یقیناً وہی غیب اور حاضر کو جاننے والا

---

① تفسیر الطبری:13/20 و تفسیر ابن أبی حاتم:2917/9 . ② تفسیر ابن أبی حاتم:2917/9 و تفسیر الطبری:13/20 .

③ تفسیر الطبری:13/20 .

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (76) وَاِنَّهٗ لَهُدًى

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (76) اور بلاشبہ یہ (قرآن) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (77) اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (78) ۙ فَتَوَكَّلْ عَلَى

ہے (77) بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا، اور وہ نہایت غالب ہے، بہت علم والا ہے (78) پس (اے نبی!) آپ اللہ پر توکل

اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ (79) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (80)

کریں، بلاشبہ آپ واضح حق پر ہیں (79) بلاشبہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ کے بل پھر جائیں (80) اور نہ

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (81)

آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہِ ہدایت پر لا سکتے ہیں، آپ تو بس انھیں ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں (81)

ہے جبکہ غیب وہ ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہو اور ظاہر وہ ہے جس کا بندوں نے مشاہدہ کیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (75)﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ زمین و آسمان میں کوئی مخفی یا ظاہری شے نہیں ہے جسے وہ نہ جانتا ہو۔① اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○﴾ (الحج 70:22) ”کیا آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، یقیناً یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ سب اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔“ کی طرح ہے۔

تفسیر آیات: 76-81

قرآن بنی اسرائیل کے اختلاف کو بیان کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو ہدایت، بیان اور فرقان پر مشتمل ہے کہ یہ حاملین تورات وانجیل بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بیان کر دیتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان میں اختلاف ہے کہ یہودیوں نے تو ان کے بارے میں شرم ناک افترا پردازی سے کام لیا جبکہ عیسائیوں نے ان کے بارے میں بے حد غلو کیا جبکہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں ایک ایسے درمیانے موقف کو اختیار کیا ہے جو حق و عدل پر مبنی ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مرسلین وانبیائے کرام میں سے ایک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ○﴾ (مریم 34:19) ”یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (77)﴾ ”اور بے شک یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی اس پر ایمان لانے والوں کے دلوں کے لیے ہدایت ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا ان کے لیے باعث رحمت ہے، پھر فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (78)﴾ ”یقیناً آپ کا پروردگار (قیامت کے روز) اُن میں اپنے حکم سے

---

① تفسیر الطبری: 15/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 9/2919.

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

اور جب ان پر (قربِ قیامت کے وعدے کی) بات پوری ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، وہ ان سے کلام کرے گا کہ

6 ع 16 2 بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿82﴾ ع

بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے ﴿82﴾

فیصلہ کر دے گا اور وہ نہایت غالب، خوب علم والا ہے۔'' یعنی اپنے انتقام لینے میں وہ غالب ہے اور اپنے بندوں کے افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے۔

توکل کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ ﴾ ''پس آپ اللہ پر بھروسا کریں۔'' اپنے تمام امور میں۔ اور اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیں، ﴿ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿79﴾ ﴾ ''بے شک آپ تو حق صریح پر ہیں۔'' یعنی آپ حق صریح پر ہیں، خواہ وہ لوگ آپ کی مخالفت ہی کیوں نہ کریں جن پر بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ اور جن کے بارے میں آپ کے رب کا حکم قرار دیا جا چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آ جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔'' یعنی انھیں کوئی بات نہیں سنا سکتے جو انھیں نفع دے سکے، اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر پردے ہیں اور ان کے کانوں میں کفر کا بوجھ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿80﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿81﴾ ﴾ ''اور نہ آپ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہیں اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (آپ) رستہ دکھا سکتے ہیں آپ تو انھی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہ فرماں بردار ہیں۔'' آپ کی بات کو تو وہ سنے گا جو بڑا سمیع و بصیر ہو۔ اور نافع سمع و بصر وہ ہوتی ہے جو دل اور بصیرت میں ہو، اللہ کے آگے جھکنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی جو پیغام نازل فرمایا ہے اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔

تفسیر آیت:82

زمین سے ایک جانور کا نکلنا: آخر زمانے میں زمین سے یہ جانور اس وقت نکلے گا جب لوگ خراب ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل دیں گے اور دین حق میں تبدیلی کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالے گا۔ ایک قول کے مطابق یہ جانور مکہ سے اور دوسرے قول کے مطابق کسی دوسری جگہ سے نکلے گا جیسا کہ اس کی تفصیل، ان شاءاللہ تعالیٰ، آگے آ رہی ہے، یہ جانور لوگوں سے کلام کرے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ کا قول ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کلام کرے گا۔ ① اس جانور کے بارے میں بہت سی احادیث و آثار وارد ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ:

(1) امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن اَسِید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ایک بالا خانے سے متوجہ

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2926/9 .

ہوئے جبکہ ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَرَوْنَ عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَالدُّخَانُ، وَالدَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالدَّجَّالُ، وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ، أَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ، تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا] ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (1) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا (2) دھواں (3) زمین کا جانور (4) یاجوج وماجوج کا خروج (5) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خروج (6) دجال اور زمین میں دھنسنے کے تین واقعات: (7) مغرب میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ (8) مشرق میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ (9) جزیرۃ العرب میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ اور (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو جمع کرے گی اور انھی کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور انھی کے ساتھ دوپہر کرے گی جہاں وہ دوپہر کریں گے۔'' ① اور اسی طرح امام مسلم اور اہل سنن نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ② امام مسلم نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کیا ہے۔ ③ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(2) امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ایک حدیث کو یاد رکھا ہے جسے ابھی تک نہیں بھولا اور وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرٰى عَلٰى إِثْرِهَا قَرِيبٌ] ''قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، چاشت کے وقت جانور کا لوگوں کے سامنے نکلنا، ان میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری بھی اس کے فوراً بعد ظاہر ہو جائے گی۔'' ④

(3) امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، أَوِ الدُّخَانَ، أَوِ الدَّجَّالَ، أَوِ الدَّابَّةَ أَوْ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ، أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ] ''چھ باتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے نیک اعمال کر لو! (اور وہ چھ باتیں یہ ہیں): (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور (2) دھواں (3) دجال (4) جانور (5) موت (6) قیامت۔'' ⑤ امام مسلم ہی نے اسے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔)

---

① مسند أحمد: 7/4. ② صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901 و جامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء في الخسف، حديث: 2183 و سنن أبي داود، الملاحم، باب أمارات الساعة، حديث: 4311 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب الآيات، حديث: 4055 والسنن الكبرى للنسائي: 456/6، حديث: 11482. ③ صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901.

④ صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال......، حديث: 2941. ⑤ صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في بقية من أحاديث الدجال، حديث: 2947.

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (83) حَتّٰٓى

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ اکٹھا کریں گے، جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی (83) حتی کہ جب وہ

اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ

سب (میدان محشر میں) آپہنچیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا تھا، جبکہ تم نے علم سے ان کا احاطہ نہ کیا تھا، یا تم کیا کرتے رہے

تَعْمَلُوْنَ (84) وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ (85) اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

تھے؟ (84) اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر (وعدۂ عذاب کی) بات پوری ہو جائے گی، تو وہ (کچھ بھی) نہیں بول سکیں گے (85) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ

جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (86)

ہم نے رات بنائی، تاکہ وہ اس میں آرام وسکون کریں اور دن کو روشن (بنایا۔) بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں (86)

(4) امام ابوداود طیالسی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَخْرُجُ دَابَّةُ الْأَرْضِ مَعَهَا عَصَا مُوسٰى وَخَاتَمُ سُلَيْمَانَ، تَخْطِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْعَصَا، وَتُجْلِي وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ، حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَى الْخِوَانِ يُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَافِرِ] ”زمین کا جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ کافر کی ناک پر عصا مارے گا اور مومن کے چہرے کو انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتی کہ لوگ ایک دستر خوان پر جمع ہوں گے، مومن اور کافر پہچانے جائیں گے۔“①

ابن جریج نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جانور کا حلیہ اس طرح بیان کیا کہ اس کا سر بیل کے سر جیسا، اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں جیسی، اس کے کان ہاتھی کے کانوں جیسے، اس کے سینگ بارہ سنگے کے سینگوں جیسے، اس کی گردن شتر مرغ کی گردن جیسی، اس کا سینہ شیر کے سینے جیسا، اس کا رنگ چیتے کے رنگ جیسا، اس کا پہلو بلے کے پہلو جیسا، اس کی دم مینڈھے کی دم جیسی اور اس کی ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں جیسی ہوں گی، اس کے ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، جب وہ جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی بھی ہوگی، وہ ہر مومن کے چہرے پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ سفید نکتہ لگا دے گا، یہ نکتہ پھیل جائے گا حتی کہ اس کی وجہ سے مومن کا چہرہ چمک اُٹھے گا اور ہر کافر کے چہرے پر وہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ساتھ سیاہ نکتہ لگا دے گا اور وہ نکتہ اس قدر پھیل جائے گا کہ اس سے کافر کا چہرہ کالا سیاہ ہو جائے گا حتی کہ لوگ بازاروں میں خرید وفروخت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے مومن! یہ چیز کتنے کی ہے، اے کافر! اس چیز کی کتنی قیمت ہے؟ حتی کہ گھر والے دستر خوان پر بیٹھیں گے تو وہ پہچانتے ہوں گے کہ ان کے گھر کا کون سا فرد مومن ہے اور کون سا فرد کافر ہے، پھر یہ جانور ان سے یہ بھی کہے گا کہ اے فلاں شخص! تجھے بشارت ہو کہ تو اہل جنت میں سے ہے اور اے فلاں! تو اہلِ دوزخ میں سے ہے، اسی جانور کی طرف اس ارشاد باری تعالیٰ میں اشارہ ہے: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً

---

① مسند أبی داود الطیالسی: 293,292/4، فی ترجمة أوس بن خالد، حدیث: 2687 ومسند أحمد: 295/2 والسلسلة الضعیفة: 233/3، حدیث: 1108، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے۔

﴿مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (82)﴾ ”اور جب ان پر (عذاب کی) بات واقع ہوگی تو ہم ان کے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔“①

تفسیر آیات:83-86

قیامت کے دن ظالموں کا جمع کیا جانا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کو اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو اس کے سامنے جمع کیا جائے گا تا کہ وہ سرزنش، ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل و رسوا کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھے کہ انھوں نے دنیا میں کیا اعمال کیے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا﴾ ”اور جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔“ یعنی ہر قوم اور ہر قرن میں سے ایک جماعت کو جمع کریں گے ﴿مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا﴾ ”جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ۙ﴾ (الصّٰفّٰت 22:37) ”جو لوگ ظلم کرتے تھے اُن کو اور ان کے جوڑوں کو اور جنھیں وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو۔“ اور فرمایا: ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۪ۙ﴾ (التکویر 7:81) ”اور جب روحیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی۔“ اور فرمایا: ﴿فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (83)﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ روک دیے جائیں گے،② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں ہانکا جائے گا۔③ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ﴾ ”یہاں تک کہ جب وہ (سب) آ جائیں گے۔“ اور انھیں سوال و جواب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ ﴿قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (84)﴾ ”تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا، حالانکہ تم نے (اپنے) علم سے اُن پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا، بھلا تم کیا کرتے تھے؟“ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعتقاد اور اعمال کے بارے میں پوچھے گا لیکن وہ اہل سعادت میں سے نہیں ہوں گے بلکہ ایسے ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ۙ﴾ (القیٰمۃ 32,31:75) ”تو اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی، نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔“

اس دن ان پر حجت تمام ہو چکی ہو گی اور ان کے پاس کوئی عذر بھی نہ ہو گا کہ بارگاہ الٰہی میں معذرت کر سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ۙ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝﴾ (المرسلٰت 36,35:77) ”یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ معذرت کر سکیں۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ (85)﴾ ”اور ان کے ظلم کے سبب ان پر قول (عذاب) واقع ہو جائے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے۔“ یعنی وہ حیران و پریشان ہو جائیں گے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا کیونکہ دنیاوی زندگی میں

---

① تفسیر القرطبی: 236/13 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2924/9. ② تفسیر الطبری: 21/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2927/9. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2927/9.

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے (سب) گھبرا جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، اور

وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿87﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

(یہ) سب عاجز ہو کر اللہ کے حضور جائیں گے ﴿87﴾ اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو ان کو جامد (اپنی جگہ جمے ہوئے) سمجھیں گے، جبکہ وہ بادلوں کے چلنے کی

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿88﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

طرح چل رہے ہوں گے، یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ اور مضبوط بنایا، بے شک وہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿88﴾ جو شخص نیکی لائے

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿89﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

گا، تو اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر (بدلہ) ہوگا، اور وہ اس دن ہر گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے ﴿89﴾ اور جو شخص برائی لائے گا تو ان کے چہرے

وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿90﴾

آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے (اور کہا جائے گا:) تم بس اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے ﴿90﴾

انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور اب انھیں اس ذات گرامی کے پاس پہنچا دیا گیا ہے جو عالم الغیب والشہادہ ہے اور جس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت، اپنی عظیم بادشاہت، اپنی بلند شان اور اپنی ذات پاک کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کی اطاعت واجب جس کے احکام کے سامنے سر اطاعت جھکا دینا فرض اور جس کے رسولوں کی اطاعت کرنا لازم ہے کہ وہ ایسے حق کو لے کر دنیا میں تشریف لائے جسے قبول کیے بغیر چارہ کار ہی نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لیے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں۔“ یعنی رات کے اندھیرے میں آرام کریں جس کے سبب ان کی حرکات اور ان کے سانس پُرسکون ہو جاتے اور وہ دن کے وقت کے کاموں کی تھکاوٹ سے راحت حاصل کر لیتے ہیں۔ ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ﴾ ”اور دن کو روشن (بنایا ہے۔)“ ﴿مُبْصِرًا ؕ﴾ کے معنی روشن اور چمک دار کے ہیں اور اس کے سبب وہ امور معیشت، معاملات کسب، سفروں اور تجارتوں اور اپنی دیگر ضروریات میں تصرف کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿86﴾﴾ ”بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے البتہ نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 87-90

قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے صور میں پھونکے جانے کے دن کی ہولناکیوں کو بیان فرمایا ہے اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [قَرْنٌ يُّنْفَخُ فِيهِ] ”وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“① اور حدیث صور میں ہے کہ اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونکیں گے، پہلے اس میں ایسی پھونک ماری جائے گی جس سے

---

① جامع الترمذی، صفة القيامة......، باب ماجاء في شأن الصور، حديث: 2430 عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ .

گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھونک بہت طویل ہو گی اور دنیا کی عمر کے اس آخری حصے میں ہو گی ① جب بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہو گی۔ ② اس پھونک کی آواز سے آسمانوں اور زمین کے سب لوگ گھبرا اُٹھیں گے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾ ''سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔'' اور وہ شہدا ہوں گے، وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ کیا حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ قیامت فلاں وقت برپا ہو گی۔ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: سبحان اللہ یا یہ کہا: لا الہ الا اللہ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا، پھر کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ کسی سے کچھ بھی بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو یہ بیان کیا تھا کہ تم عنقریب تھوڑے عرصے بعد ایک عظیم امر دیکھو گے اور وہ یہ کہ بیت اللہ کو خراب کر دیا جائے گا اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے، پھر کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْأَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَّدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ، حَتّٰى تَقْبِضَهُ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَيَبْقٰى شِرَارُالنَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَّلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيتًا وَّرَفَعَ لِيتًا، قَالَ:وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ، قَالَ: فَيَصْعَقُ، وَيَصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ قَالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ۔ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِالظِّلُّ۔ نُعْمَانُ الشَّاكُّ۔ فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلٰى رَبِّكُمْ ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۙ﴾ (الصّٰفّٰت 24:37) قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ، تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ، قَالَ: فَذٰلِكَ يَوْمَ ﴿ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖ ﴾ (المزمل 17:73) وَذٰلِكَ ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ﴾ (القلم 42:68)]

''میری امت میں دجال نکلے گا اور وہ چالیس تک رہے گا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے

---

① المعجم الكبير للطبراني:355/9، حديث:9761 و كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصفهاني، صفة إسرافيل عليه السلام......: 820/3-851. ② صحيح البخاري، الفتن، باب ظهور الفتن، حديث:7067 عن ابن مسعود رضي الله عنه و صحيح مسلم، الإمارة، باب قوله تعالى: [لا تزال طائفة من أمتي......]، حديث:1924 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما.

یا چالیس سال۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیج دیں گے، ان کی شکل و صورت ایسی ہوگی گویا وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر لوگ سات سال اس طرح بسر کریں گے کہ کوئی دو آدمی ایسے نہیں ہوں گے جن میں عداوت ہو، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں بچے گا جس کے دل میں ذرہ بھر خیر یا ایمان ہو حتی کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے اندر داخل ہوا تو وہ ہوا بھی پہاڑ کے اندر داخل ہو کر اس کی روح قبض کر لے گی، راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ایسے بدترین لوگ رہ جائیں گے، جو شرارتوں کی طرف پرندوں کی سی تیزی کے ساتھ چلیں گے اور ایک دوسرے سے دشمنی اور ظلم کرنے کے اعتبار سے درندوں کی طرح ہوں گے۔ جو نہ نیکی کو پہچانتے ہوں گے اور نہ برائی کو برا جانتے ہوں گے، شیطان ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات مانو گے؟

وہ جواب دیں گے: کیا حکم ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی پوجا کا حکم دے گا، اس حالت میں ان کے پاس رزق پہنچ رہا ہوگا اور ان کی معیشت اچھی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔ اور سب سے پہلے جو اس کی آواز سنے گا، وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کو درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر بے ہوش ہو جائے گا۔ دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو طل یا ظل کی طرح ہوگی۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی نعمان بن سالم کو شک ہے کہ آپ نے یہاں کیا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔① اس سے لوگوں کے جسم اُگنے لگیں گے، پھر صور میں ایک بار اور پھونکا جائے گا اور لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے، پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کے پاس چلو: ”اور اُن کو ٹھہرائے رکھو کہ اُن سے (کچھ) پوچھنا ہے۔“ پھر کہا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکالو، پوچھا جائے گا: کتنا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، آپ نے فرمایا: یہی وہ دن ہے: ”جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔“ اور یہی وہ دن ہے: ”جس دن پنڈلی سے (کپڑا) کھولا جائے گا۔“②

اس حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں: [ثُمَّ یُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا یَسْمَعُهٗ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰی لِیتًا وَّرَفَعَ لِیتًا] ”پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا، وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔“ ان میں لفظ لیت کے معنی سطح گردن کے ہیں، یعنی وہ گردن کو جھکا دے گا تاکہ آسمان سے آنے والی اس آواز کو اچھی طرح سے سن لے، یہ نفخۂ فزع ہوگا، پھر اس کے بعد نفخۂ موت ہوگا، پھر اس کے بعد اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کا نفخہ ہوگا، یعنی قبروں

---

① قاضی عیاض نے اپنی کتاب إكمال المعلم بفوائد مسلم میں لکھا ہے کہ ان دو لفظوں الطل اور الظل جن میں راوی کو اشتباہ ہوا ہے ان میں سے الطل، طا مہملہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ ایک دوسری حدیث کے مطابق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰهُ مَاءً مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ كَمَنِيِّ الرِّجَالِ ”پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے مردوں کی منی کی طرح بارش برسائے گا۔“ المستدرك للحاكم: 599,598/4، حديث: 8772 والضعفاء للعقيلي: 314/2 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. ② صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال......، حديث: 2940.

سے تمام مخلوق کے اُٹھنے کا نفخہ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ ’’اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔‘‘ اسے فعل پر مد اور بغیر مد کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔① ﴿ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ کے معنی عاجز اور مطیع کے ہیں، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہ کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 52:17) ’’جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 25:30) ’’پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی بار آواز دے گا تو تم جھٹ نکل آؤ گے۔‘‘

اور حدیث صور میں ہے کہ تیسرے نفخے کے وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور روحوں کو صور کے سوراخ میں رکھ دیا جائے گا، پھر اسرافیل اس میں پھونک ماریں گے جبکہ جسم اپنی قبروں اور اپنی جگہوں میں اُگ پڑیں گے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو روحیں اڑنے لگیں گی، مومنوں کی روحیں منور ہوں گی اور کافروں کی روحیں کالی سیاہ تو اس وقت اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! ہر روح اپنے جسم میں چلی جائے تو تمام روحیں اپنے اپنے جسموں میں چلی جائیں گی اور روحیں جسموں میں اس طرح سرایت کریں گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، پھر مٹی جھاڑتے ہوئے وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ ﴾ (المعارج 43:70) ’’اس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ ﴾ ’’اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو انھیں جمے ہوئے گمان کریں گے، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔‘‘ یعنی تم دیکھو گے کہ وہ گویا اسی طرح ثابت اور باقی ہیں جیسے پہلے تھے جبکہ یہ بادل کی طرح اُڑ رہے ہوں گے، یعنی اپنی جگہ سے زائل ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاۗءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ ﴾ (الطور 52:9,10) ’’جس دن آسمان کپکپا کر لرزنے لگے اور پہاڑ بہت چلنے لگیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:105-107) ’’اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے: اللہ انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو ہموار میدان کر چھوڑے گا جس میں نہ آپ کجی دیکھیں گے نہ ٹیلا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ ﴾ (الکہف 18:47) ’’اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی دیکھیں گے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ ﴾ ’’(یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔‘‘ یعنی وہ اپنی

---

① تفسیر الطبری: 20/26. ② کتاب العظمة لأبی الشیخ الأصفهانی، باب صفة إسرافیل ﷺ……: 3/841,842.

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ز وَّاُمِرْتُ

(آپ کہہ دیجیے:) بس مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی ہے، اور ہر شے اسی کے لیے ہے، اور

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿91﴾ لا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ج فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ج

مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں ﴿91﴾ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جس نے ہدایت پائی تو بس وہ اپنی ہی ذات کے لیے ہدایت

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿92﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ

پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجیے: میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں ﴿92﴾ اور کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جلد ہی تمھیں اپنی

فَتَعْرِفُوْنَهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ع ﴿93﴾ 7 ع 11 3

نشانیاں دکھائے گا، پھر تم انھیں پہچان لو گے، اور جو کچھ تم عمل کرتے رہے ہو آپ کا رب اس سے غافل نہیں ﴿93﴾

عظیم قدرت کے ساتھ یہ کام سرانجام دے گا ﴿ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ط ﴾ ''جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔'' یعنی اس نے جو بھی پیدا فرمایا اسے مضبوط بنایا ہے اور اس میں جن حکمتوں کو چاہا ودیعت فرما دیا۔ ﴿ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿88﴾ ﴾ ''بے شک وہ اس سے خوب خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کو جانتا ہے، پھر وہ عنقریب انھیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن سعادت مندوں اور بدبختوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ج ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ تیار) ہے۔'' قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں نیکی سے اخلاص مراد ہے۔① دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اسے دس گنا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔② ﴿ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿89﴾ ﴾ ''اور وہ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ﴾ (الأنبيآء 103:21) ''اُنھیں (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ط ﴾ (حٰمٓ السجدة 40:41) ''سو بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○ ﴾ (سبا 37:34) ''اور وہ بالا خانوں میں امن سے ہوں گے۔''

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ط ﴾ ''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔'' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس برائیوں کے ساتھ آئے اور اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو یا اس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں تو اسے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿90﴾ ﴾ ''تم کو تو انھی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔''

تفسیر آیات: 93-91

---

① تفسیر الطبری: 29/20. ② دیکھیے الأنعام، آیت: 106.

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں: ﴿ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ﴾ ''مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ (یونس 10:104) ''(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ لوگو اگر تمھیں میرے دین میں (کسی طرح کا) شک ہو تو (یادرکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں فوت کرتا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں ربوبیت کی شہر مکہ کی طرف اضافت بر سبیل تشریف و اعتنا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ﴾ (قریش 106:3,4) ''(لوگوں کو) چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔''

﴿ الَّذِیْ حَرَّمَهَا ﴾ ''جس نے اسے حرمت دی۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے شرعاً اور قدرًا محترم بن گیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: [إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ...... لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا] ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا پس وہ اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک محترم ہے...... اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے کو اٹھایا جائے۔ البتہ جو اس کے بارے میں اعلان کرنا چاہے (وہ اسے اٹھا سکتا ہے) اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے۔''① یہ حدیث صحاح، حسان اور مسانید میں بہت سے طرق سے مروی ہے② جن کی وجہ سے یہ حدیث قطعی الثبوت بن گئی ہے جیسا کہ کتاب الأحکام میں اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ﴾ ''اور ہر چیز اسی کی ہے۔'' یہ خاص پر عام کے عطف کے قبیل سے ہے، یعنی وہ اس شہر کا مالک ہے اور ہر چیز کا رب اور مالک بھی وہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ﴿ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ ﴾ ''اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔'' یعنی موحدین، مخلصین، اس کے حکم کے فرماں برداروں

---

① صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حديث: 3189 وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها......، حديث: 1353 . ② صحيح ابن حبان، الحج، باب ذكر الزجر عن اختلاء شوك حرم الله جل وعلا......: 28/9 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ وصحيح ابن خزيمة، أبواب الفريضة في السفر، باب ذكر خبر احتج به......: 77,76/2، حديث: 958 عن أنس رضی اللہ عنہ ومسند أحمد: 316,315/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ومسند أبي عوانة، الأحكام، باب الخبر الناهي عن لقطة الحاج: 187/4، حديث: 6462,6461 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

اوراس کے اطاعت گزاروں میں سے بن جاؤں ﴿ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ ﴾ ’’اور یہ بھی کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔‘‘ یعنی لوگوں کوقرآن پڑھ کرسنادوں اوران تک اسے پہنچادوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۝ ﴾ (اٰل عمرٰن 58:3) ’’(اے محمد!) یہ ہم آپ پر (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں تلاوت کرتے ہیں۔‘‘ اورفرمایا: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ (القصص 3:28) ’’(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کی کچھ خبریں ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں۔‘‘ یعنی میں تو قرآن مجید کا پہنچانے والا اور اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے والا ہوں۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿92﴾ ﴾ ’’پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنی ہی ذات کے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔‘‘ اوراللہ تعالیٰ کے وہ رسول میرے لیے اسوہ ہیں جنھوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا تھا اور وہ اسی فرض کو ادا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جو پیغام حق کے پہنچانے کے لیے ان پر عائد تھا، انھوں نے اپنے عہد کو وفا کر دیا تھا اوران کی امتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ’’تو آپ کے ذمے (ہمارے احکام کو) صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔‘‘ اورفرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ ﴾ (ھود 12:11) ’’(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔‘‘

﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ تمھیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے۔‘‘ یعنی سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر حجت تمام نہ کر دے اور اسے ڈرا نہ دے، اسی لیے فرمایا: ﴿ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ ﴾ ’’وہ تمھیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ ﴾ (حٰمٓ السجدة 53:41) ’’ہم عنقریب انھیں اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ (قرآن) حق ہے۔‘‘

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ ﴾ ’’اور جو کام تم کرتے ہو آپ کا پروردگار ان سے ہرگز بے خبر نہیں۔‘‘ بلکہ وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ ان دو شعروں کو پڑھا کرتے تھے جو ان کے اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے ہیں:

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبٌ

’’جب تم کبھی خلوت میں ہو تو یہ نہ کہو کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یہ کہو کہ مجھ پر ایک نگہبان بھی ہے۔‘‘

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفَلُ سَاعَةً وَّلَا أَنَّ مَا يُخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

’’اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہے، اللہ تعالیٰ سے جس چیز کو مخفی رکھا جائے وہ اس سے کبھی بھی چھپ نہیں سکتی۔‘‘

سورۂ نمل کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

تفسیر

سُوْرَۂ قَصَص

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طٰسٓمّٓ ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں② ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں③

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً

بے شک فرعون نے زمین (مصر) میں سرکشی کی، اور اس نے اہل مصر کے کئی گروہ بنا دیے، ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ضعیف جان کر اس نے

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ

دبا رکھا تھا، وہ ان کے بیٹے ذبح کرتا اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھتا، بلاشبہ وہ فسادیوں میں سے تھا④ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں

نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ⑤ وَنُمَكِّنَ

زمین میں ضعیف جان (کر دبا) لیا گیا تھا، اور انھیں پیشوا بنائیں، اور انھیں (ملک مصر کے) وارث بنائیں⑤ اور (یہ کہ) ہم انھیں زمین (شام و فلسطین) میں

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

اقتدار بخشیں، اور ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزور لوگوں کے ہاتھوں) سے وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے⑥

امام احمد رحمہ اللہ نے معدیکرب سے روایت کیا ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمیں تقریباً دو صد آیات پر مبنی ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ سنائیں، انھوں نے فرمایا: یہ مجھے یاد نہیں ہے، لہٰذا تم اس شخصیت کی طرف رجوع کرو جنھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سیکھ کر یاد کیا ہے، یعنی خَبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ سے اسے سنو، ہم خَبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ہمیں یہ سورۂ مبارکہ سنائی۔①

---

① مسند أحمد: 419/1 جبکہ المعجم الكبير للطبرانی: 55/4، حدیث: 3614، میں ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ الشعراء کے الفاظ ہیں، نیز سورۂ شعراء کی آیات دو سو سے متجاوز ہیں جبکہ سورۂ قصص کی آیات اٹھاسی (88) ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ سے مراد سورۂ شعراء ہے، بہر حال یہ روایت ضعیف ہے۔

تفسیر آیات:1-6

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں بحث ہو چکی ہے۔ ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② ﴾ ”یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔“ یعنی ایسی کتاب کی جو واضح اور روشن ہے، امور و معاملات کے حقائق اور علم ماکان و مایکون کو کھلم کھلا بیان کرنے والی ہے۔ اور اس کا فرمان ہے: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ ”(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کے صحیح صحیح حالات تلاوت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ﴾ (یوسف 3:12) ”(اے پیغمبر!) ہم آپ سے ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔“ اور تمام واقعے کو اس طرح بیان کریں گے کہ گویا آپ وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ آپ کا گویا چشم دید ہے، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ”بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔“ یعنی اس نے تکبر، غرور اور سرکشی کو اختیار کر رکھا تھا۔ ﴿ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا ﴾ ”اور اس نے وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔“ یعنی وہ لوگوں کو مختلف قسموں میں تقسیم کر کے ہر ایک قسم سے اپنی مرضی و مشیت کے مطابق کام لیتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ ﴾ ”اس نے ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا۔“ یعنی بنی اسرائیل کو جبکہ وہ اپنے زمانے کے بہترین لوگ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اس جابر اور سرکش بادشاہ کو مسلط کر دیا تھا جو انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتا تھا اور اپنے اور اپنی رعیت کے کاموں میں انھیں رات دن مشغول رکھتا تھا اور اس کے باوجود وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اور یہ سب کچھ وہ ان کی توہین و تذلیل کے پیش نظر اور اس خدشے کی وجہ سے کرتا تھا تا کہ ان میں وہ لڑکا زندہ نہ بچے جس سے وہ اور اس کے کارکنانِ حکومت ڈرتے تھے کہ وہ ان کی ہلاکت کا سبب ہوگا اور اس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اور فرعون نے اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو قتل کر دیا جائے مگر تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر کام نہیں آتی اور جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی اور ہر چیز کے وقت کے بارے میں لکھا ہوا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥ ﴾ ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں ہم اُن پر احسان کریں اور انھیں ہم پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث بنا دیں اور انھیں زمین میں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ہم وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 137:7) ”اور ہم نے ان لوگوں کو

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تو اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس کے بارے میں ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دینا، اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا،

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا

بے شک ہم اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں، اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں⑦ چنانچہ فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے)

وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ

اٹھا لیا، تاکہ وہ ان کے لیے دشمن اور باعث غم بنے، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر خطا کار تھے⑧ اور فرعون کی بیوی نے کہا: (یہ تو)

عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨

میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے⑨

جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے، اس زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث بنا دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے آپ کے پروردگار کا وعدۂ نیک پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو (محل) بناتے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴾ ’’اسی طرح ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔‘‘ (الشعرآء 59:26)

فرعون نے اپنی طاقت و قوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام سے نجات پانے کا ارادہ کیا تھا مگر اُس عظیم بادشاہ کی قدرت کے مقابلے میں وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا جس کے قدری حکم کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ اسی کا حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر غالب آ کر رہی کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔

تفسیر آیات:7-9

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف تدبیر کے بارے میں وحی: مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون نے جب بہت کثیر تعداد میں بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرا دیے تو قبطیوں کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اس طرح بنی اسرائیل تو ختم ہو جائیں گے اور ان کے بجائے محنت و مشقت کے سارے کام انھیں خود کرنا پڑیں گے، اس بات کا انھوں نے فرعون سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی کہ بوڑھے مر جائیں اور بچے قتل کر دیے جائیں تو ان کی عورتوں کے لیے تو ان اعمال شاقہ کو سرانجام دینا ممکن نہ ہوگا جو ان کے مرد کیا کرتے تھے تو یہ سارے کام ہمیں خود کرنا پڑیں گے، یہ بات سن کر فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے ایک سال قتل کر دیے جائیں اور ایک سال قتل نہ کیے جائیں، پس ہارون علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی جس میں بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی جس میں بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ فرعون نے اس کام کے لیے کچھ آدمی مقرر کر رکھے تھے اور دائیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ عورتوں کی نگرانی کریں اور جسے حاملہ دیکھیں اس کا نام لکھ لیں، ولادت کے وقت قبطی عورتیں بھی موجود ہوتی تھیں، بنی اسرائیل کی کوئی عورت اگر لڑکی کو جنم دیتی تو وہ چلی جاتیں اور اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اطلاع دے دیتیں، پھر جلاد ہاتھوں میں تیز چھریاں پکڑے ہوئے آ جاتے اور وہ بچے کو ذبح

کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی بھلائی اور اچھائی سے دور رکھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب حمل قرار پایا تو ان کے حمل کے آثار اس طرح نمایاں نہ تھے جس طرح دیگر حاملہ عورتوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کے حاملہ ہونے کے بارے میں دائیوں کو بھی علم نہ ہو سکا لیکن جب انھوں نے لڑکے کو جنم دیا تو انھیں بے حد تشویش اور شدید خوف لاحق ہوا جبکہ اس لڑکے سے انھیں بہت زیادہ محبت بھی تھی، موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا وہ آپ سے شدید محبت کرنے لگتا اور آپ سے محبت کرنے والا طبعًا اور شرعًا بے پناہ سعادت مند تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ﴾ (طٰہٰ 39:20) ”اور میں نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔“

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں: موسیٰ کی والدہ کو جب شدید گھبراہٹ اور خوف لاحق ہوا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی جیسا کہ اسی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦﴾ ”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو اس کو دودھ پلا جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا، بلاشبہ ہم اس کو تیرے پاس لوٹانے والے ہیں اور (پھر) اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔“

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا، انھوں نے ایک تابوت لیا، اس میں ایک پنگوڑا بنا دیا، بچے کو دودھ پلانا شروع کیا اور اگر کوئی ایسا شخص ان کے گھر میں آتا جس سے ڈر ہوتا تو آپ فورًا اسے تابوت میں رکھ دیتیں، اسے دریا میں چلا دیتیں اور اسے انھوں نے ایک رسی سے باندھ رکھا ہوتا تھا۔ ایک دن ان کے گھر میں ایک ایسا شخص آیا جس سے ڈر تھا، انھوں نے اسے تابوت میں رکھ دیا اور تابوت کو دریا میں چھوڑ دیا مگر اسے رسی سے باندھنا بھول گئیں جس کی وجہ سے تابوت نے پانی پر تیرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تابوت فرعون کے محل کے پاس سے گزرا جسے لڑکیوں نے اٹھا لیا اور وہ اسے فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں اور جانتی نہیں تھیں کہ اس میں کیا ہے اور وہ ڈر گئی تھیں کہ اگر انھوں نے فرعون کی بیوی کی اجازت کے بغیر اسے از خود کھول لیا تو کہیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں، بہر حال جب اس تابوت کو کھولا گیا تو اس میں ایک ایسا بچہ نظر آیا جو اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ حسین و جمیل اور رعنا و زیبا تھا، فرعون کی بیوی نے جب اس بچے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی اور یہ اس کی خوش بختی کی بات تھی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ اس عورت کو خوش بخت اور اس کے خاوند کو بد بخت بنا دیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ﴾ ”تو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا اس لیے کہ (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کے لیے موجب) غم ہو۔“

محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ لام یہاں لامِ عاقبت ہے۔① لامِ تعلیل نہیں ہے کیونکہ بچے کو اٹھانے سے ان کا یہ ارادہ

---

① تفسیر الطبری: 40/20 و تفسیر القرطبی: 252/13 اور لامِ عاقبت کا مفہوم سمجھنے کے لیے ترجمے میں پہلی قوسین والے الفاظ ملاحظہ کیجیے۔

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا

اور موسیٰ کی ماں کا دل (صبر و قرار سے) خالی ہو گیا، بے شک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی، اگر ہم نے اس کا دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا، تاکہ وہ (ہمارے

لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ⑩ وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ ۫ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ

وعدے پر) یقین کرنے والوں میں سے ہو⑩ اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے جا، پھر وہ (گئی تو) اسے دور سے دیکھتی رہی،

لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ⑪ وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ

جبکہ وہ (فرعونی) بے خبر تھے⑪ اور ہم نے موسیٰ پر دائیوں (کے دودھ) کو پہلے ہی سے حرام کر دیا تھا، پھر موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمھیں ایک گھر والے

بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ⑫ فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ

کا بتاؤں جو تمھارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟⑫ چنانچہ ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس لوٹا دیا، تاکہ اس کی آنکھیں

وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ⑬ ع 1 ع 13 4

ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور تاکہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے⑬

نہ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے جو یہ بات کہی ہے، ظاہر الفاظ کا یہی تقاضا ہے لیکن جب سیاق و سباق کے معنی کی طرف دیکھا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لامِ تعلیل ہی ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اٹھانے کے لیے انھیں مقرر کر دیا تھا تاکہ اسے ان کے لیے دشمن اور (موجب) غم بنا دے اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ان کے بچاؤ اور احتیاط کو باطل کرنے کے لیے یہ صورت زیادہ مؤثر ثابت ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِــِٕيۡنَ ⑧﴾ ”بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ ؕ﴾ ”اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمھاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ یعنی فرعون نے جب اسے دیکھا تو اس خوف کی وجہ سے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا کہ کہیں یہ بنی اسرائیل کا بچہ نہ ہو تو فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے اس سے جھگڑنا اور بچے کا دفاع کرنا اور بچے کو پیار کر کے دکھانا شروع کر دیا، اس نے کہا: ﴿قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ ؕ﴾ ”یہ میری اور تمھاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ فرعون نے کہا کہ یہ تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہرگز نہیں ہے اور امر واقع میں بھی ایسا ہی ہوا کہ آگے چل کر اس بچے کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو تو ہدایت نصیب فرما دی جبکہ فرعون کو اس کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿عَسٰۤى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ﴾ ”شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔“ اور اسے اس سے واقعی فائدہ پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے سبب دنیا میں ہدایت عطا فرما دی اور آخرت میں جنت میں بسا دیا، ﴿اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ”یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔“ فرعون کی بیوی نے اسے متبنّٰی بنانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی، ﴿وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ⑨﴾ ”اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔“ یعنی وہ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے جو اس بچے کو اٹھا لیا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم الشان حکمت بالغہ اور حجتِ قاطعہ ہے۔

تفسیر آیات:10-13

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا شدید غم اور بچے کی واپسی: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کا بچہ دریا میں چلا گیا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا۔ ﴿ فٰرِغًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دل موسیٰ علیہ السلام کے سوا دنیا کی ہر چیز سے خالی ہو گیا، یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوعبیدہ، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا ہے۔ ① ﴿ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ ﴾ ”قریب تھا کہ وہ اس (بات) کو ظاہر کر دیتیں۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ انھیں صبر و قرار عطا نہ فرماتا تو قریب تھا کہ وہ شدید غم و حزن اور افسوس کے باعث اسی بات کو ظاہر کر دیتیں کہ ان کا بیٹا دریا میں بہ گیا ہے اور وہ ساری صورت حال بیان کر دیتیں۔ ﴿ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ﴾ ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم ان کے دل کو مضبوط کر دیتے (تو وہ بیان کر دیتیں) تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو اور اس نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔“ موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا جو بڑی عمر کی تھی اور اس قابل تھی کہ جو اس سے کہا جائے اسے یاد رکھے، بہر حال اس سے کہا: ﴿ قُصِّيْهِ ﴾ ”اس کے پیچھے پیچھے جا۔“ اس کے حالات سے باخبر رہنا اور شہر کے مختلف علاقوں میں اس کے بارے میں پھیلنے والی خبروں کو معلوم کرنا، پس وہ اس مقصد کی خاطر گھر سے باہر نکل آئی، ﴿ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ ﴾ ”تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دیکھتی رہی۔ ② مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دور سے دیکھتی رہی۔ ③ اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ تجاہلِ عارفانہ سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ④

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے محل میں پہنچ گئے، فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام سے) محبت کی اور فرعون سے جان بخشی کروالی تو محل میں موجود دودھ پلانے والی تمام عورتوں کو بلایا گیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا اور سب کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تو وہ بازار میں چلے گئے تاکہ کسی ایسی عورت کو تلاش کر لیں جس کا یہ بچہ دودھ پی لے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب لوگوں کے ہاتھوں میں اس بچے کو دیکھا تو اسے پہچان لیا، البتہ اس بات کا اظہار نہ کیا اور نہ وہ لوگ خود ہی سمجھ سکے کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی بہن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ”اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دائیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔“ اس سے مراد حرمتِ قدری ہے اور یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو عزت و کرامت حاصل تھی اور اس میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ آپ اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آپ کی ماں کے پاس آپ کی واپسی کا سبب بنانا چاہتا تھا تاکہ آپ کی ماں ہی آپ کو دودھ پلائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی ماں کے ہر قسم کے خوف کو دور کر کے انھیں امن و چین بھی عطا فرمانا چاہتا تھا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس بارے میں حیران و پریشان ہیں کہ بچہ کس عورت کا دودھ پیے گا، ﴿ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ

---

① تفسیر الطبری:45,44/20 وتفسیر ابن أبی حاتم :2946/9۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :2948/9 وتفسیر الطبری: 49/20۔ ③ تفسیر الطبری:48/20 وتفسیر ابن أبی حاتم :2948/9۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2949/9 وتفسیر الطبری : 49/20۔

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ ﴾ ’’تو اس (موسیٰ علیہ السلام کی بہن) نے کہا: کیا میں تمھیں ایسے گھر والے بتاؤں جو تمھارے لیے اس (بچے) کو پالیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو انھوں نے لڑکی کو پکڑ لیا اور اس کے بارے میں شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے بارے میں خیر خواہی و شفقت سے کام لیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ وہ بادشاہ کی خوشی اور منفعت کے خواہش مند ہیں، یہ جواب سن کر انھوں نے لڑکی کو چھوڑ دیا،① بہر حال اس جواب سے وہ ان کی گرفت اور ایذا سے بچ گئی اور یہ لوگ اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل دیے اور جب اس کی ماں کے پاس پہنچے تو ماں نے بچے کے منہ میں اپنا پستان داخل کیا تو بچے نے اسے قبول کر لیا، اس سے ان سب لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی، ان میں سے ایک شخص نے جا کر فرعون کی بیوی کو یہ خوش خبری سنا دی تو فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا، ان سے حسن سلوک کا معاملہ کیا اور بہت سا مال بھی دے دیا جبکہ اسے علم نہ تھا کہ یہی خاتون اس بچے کی حقیقی ماں ہیں، انھوں نے حسن سلوک کا یہ معاملہ اس لیے کیا تھا کہ بچے نے ان کے دودھ کو پینا قبول کر لیا تھا، آسیہ نے ان سے کہا کہ تم ہمارے پاس ہی قیام کرو اور بچے کو دودھ پلاؤ مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا شوہر بھی ہے اور دوسرے بچے بھی، لہٰذا میرے لیے آپ کے ہاں قیام کرنا ممکن نہیں ہے، البتہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنے گھر میں بچے کو دودھ پلاتی رہوں گی، فرعون کی بیوی نے اس بات سے اتفاق کر لیا اور اس نے تحفہ، تحائف، لباس اور احسان جزیل کا سلسلہ شروع کر دیا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کو لے کر خوشی خوشی واپس آئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے خوف کو امن میں بدل دیا تھا اور عزت و جاہ اور بے پناہ مال جو عطا فرمایا وہ اس پر مستزاد تھا۔ اس غم اور خوشی کا وقفہ بہت قلیل، یعنی صرف ایک دن اور رات کے بقدر تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں سارا نظام ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جو اس سے ڈر جائے وہ اس کے ہر غم و فکر کو دور کر کے تنگی کے بعد اسے کشادگی عطا فرما دیتا ہے، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا ﴾ ’’تو ہم نے (اس طریق سے) ان کو ان کی ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، ﴿ وَلَا تَحْزَنَ ﴾ ’’اور وہ غم نہ کھائیں۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے۔ ﴿ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’اور تا کہ وہ جان لیں کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ انھیں واپس پہنچا دے گا اور بعد میں رسول بھی بنا دے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس مل گئے تو اس سے انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی بنیں گے پس انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں طبعًا اور شرعًا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ﴿ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑬ ﴾ ’’اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے‘‘ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کیا حکمتیں اور دنیا و آخرت میں ان کے انجام کتنے اچھے ہیں، بسا اوقات ایک کام ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام بہت ہی بہتر اور قابلِ ستائش ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا

---

① تفسیر الطبری: 51,50/20 عن السدی و ابن جریج رحمہما اللہ.

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ⑭

اور جب وہ (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور (عقل وشعور میں کامل اور) پورا طاقتور ہوگیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫

طرح جزا دیتے ہیں ⑭ اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے، پھر اس نے شہر میں دو آدمیوں کو باہم لڑتے پایا، یہ (ایک تو) اس

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى

کے اپنے گروہ میں سے تھا اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے تھا، پھر جو اس کے اپنے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس شخص کے خلاف مدد

الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ

مانگی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا، چنانچہ موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا (پھر) کہا: یہ (قتل) شیطان کا عمل ہے، بلاشبہ وہ گمراہ کرنے

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ

والا کھلم کھلا دشمن ہے ⑮ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لہٰذا تو میری مغفرت فرما، چنانچہ اللہ نے اسے بخش

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑯ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

دیا، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑯ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے، لہٰذا میں مجرموں کا مددگار ہرگز

لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰

نہیں بنوں گا ⑰

شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ ﴾ (البقرة 216:2) ”اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ ﴾ (النسآء 19:4) ”سو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائیاں (پیدا) کر دے۔“

تفسیر آیات: 17-14

موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو مار دینا: اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور بچپن کا ذکر کیا اور اب آپ کے امورِ جوانی کا ذکر فرمایا ہے کہ جب آپ بھرپور جوان ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و علم سے سرفراز فرمایا، امام مجاہد کا قول ہے کہ یہاں حکمت و علم سے مراد نبوت ہے۔① ﴿ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ⑭ ﴾ ”اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جس سے وہ نبوت اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے شرف تک پہنچ گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ رکھا تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے جب ایک قبطی کو مار دیا تو یہ واقعہ مصر سے نکل کر مدین جانے کا سبب بن گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا ﴾ ”اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2952/9 عن السدی رحمہ اللہ.

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ

پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ڈرتے (ہر طرف سے خطرے کے) انتظار میں صبح کی، تو اچانک (دیکھا کہ) وہ شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اسے مدد

لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ⑱ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ

کے لیے پکار رہا ہے، موسیٰ نے اس سے کہا: بلاشبہ تو تو صاف گمراہ شخص ہے⑱ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا

یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

تو وہ (اسرائیلی) بول اٹھا: اے موسیٰ: کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تو یہی چاہتا ہے کہ زمین میں بڑا متکبر و سرکش

جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ⑲

ہے، اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو⑲

غفلت میں تھے۔'' ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔① ابن مُنکَدِر نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ نصف النہار کا وقت تھا۔② سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی اور قتادہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۟﴾ ''تو اس نے پایا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے تھے۔'' آپس میں جھگڑا کر رہے اور ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ ﴿هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ﴾ ''یہ تو اس (موسیٰ) کی قوم کا ہے۔'' یعنی اسرائیلی ہے۔ ﴿وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ﴾ ''اور یہ (دوسرا) ان کے دشمنوں میں سے ہے۔'' یعنی قبطی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سدی اور محمد بن اسحاق کا یہی قول ہے۔③ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی، موسیٰ نے فرصت، یعنی لوگوں کی بے خبری کو غنیمت جانا، ﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۟﴾ ''سو انھوں نے اس کو مُکّا (گھونسا) مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فَوَكَزَهٗ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے اسے مُکّا (گھونسا) مارا۔④ ﴿فَقَضٰی عَلَیْهِ ۟﴾ ''تو اس کا کام تمام کر دیا۔'' یعنی وہ فوراً مر گیا۔ ﴿قَالَ﴾ ''(تو) کہنے لگے'' یعنی موسیٰ علیہ السلام، ﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ⑮ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ⑯ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ﴾ ''یہ تو شیطان کا کام ہے، بے شک وہ (انسان کا) دشمن، صریح بہکانے والا ہے، بولے کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے اسے بخش دیا، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے۔'' اور مجھے عزت و جاہ اور نعمت سے نوازا ہے ﴿فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ⑰﴾ ''تو میں (آئندہ) کبھی گناہ گاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔'' یعنی ان کا جو تیری ذات پاک کا کفر کرتے اور تیرے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 19,18

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55,54/20۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55,54/20۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2954/9 و تفسیر الطبری: 56,55/20۔ ④ تفسیر الطبری: 57/20۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ

اورشہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا (اور) اس نے کہا: اے موسیٰ! بلاشبہ سردار تیرے خلاف مشورہ کررہے ہیں کہ تجھے قتل کرڈالیں، لہٰذا تو

فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ⑳

نکل جا، بے شک میں تیرے خیرخواہوں میں سے ہوں ⑳

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ㉑ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ 2 ع 8 5

تو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے سہمتے، (پکڑے جانے کے) انتظار میں نکلا، (اور) اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے ظالم قوم سے نجات دے ㉑ اور جب اس

تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ㉒ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ

نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ کی ہدایت دے گا ㉒ اور جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچا تو اس پر اس نے لوگوں کا ایک

وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

گروہ پایا، وہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہے تھے، اور ان کے علاوہ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنے جانور) روک رہی ہیں، موسیٰ نے کہا: تمھارا کیا معاملہ ہے؟ ان

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ㉓

دونوں نے کہا: ہم پانی نہیں پلاتیں، حتی کہ چرواہے (پانی پلا کر اپنے مویشی) واپس لے جائیں، جبکہ ہمارا باپ بڑا بوڑھا ہے ㉓ چنانچہ اس نے ان دونوں کی

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ㉔

خاطر پانی پلایا، پھر وہ (پیچھے) سائے کی طرف ہٹ آیا، پھر کہا: اے میرے رب! بے شک تو میری طرف جو بھی خیر نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں ㉔

قتل کے راز کا افشاء: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کر دیا ﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا﴾ ”تو اس نے شہر میں ڈرتے ڈرتے صبح کی۔“ یعنی اس فعل سے ڈرتے ہوئے جو آپ سے سرزد ہو گیا تھا۔ ﴿يَّتَرَقَّبُ﴾ ”انتظار کرتے ہوئے۔“ آپ اس فعل کے ردعمل کا جائزہ لے رہے تھے، آپ ایک راستے پر گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ وہی شخص جو کل ایک قبطی سے لڑ رہا تھا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی، آج ایک دوسرے شخص سے لڑ رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام جب اس شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے اس دوسرے شخص کے خلاف بھی موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِيْنٌ ⑱﴾ ”یقیناً تو تو صریح گمراہ ہے۔“ یعنی تیری گمراہی ظاہر اور تیرا شر بہت زیادہ ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا مگر اسرائیلی نے اپنی کمزوری و ناتوانی اور ذلت و درماندگی کے باعث یہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کا قصد کر رہے ہیں، اس لیے اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ﴾ ”اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس طرح تو مجھے بھی مار ڈالے۔“ کیونکہ اس واقعے کو موسیٰ علیہ السلام اور اس اسرائیلی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا، قبطی نے جب اس بات کو سنا تو اس کے منہ سے اسے اچک لیا، پھر بھاگ کر فرعون کے گھر پہنچ گیا اور اسے یہ بات پہنچا دی، فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو شدید ناراض ہوا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا، موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں اس نے آدمی روانہ کر دیے تاکہ وہ آپ کو پکڑ کر فرعون کے

پاس پیش کر دیں۔

تفسیر آیت: 20

موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے صلاح مشورے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَآءَ رَجُلٌ ﴾ ”اور ایک شخص آیا۔“ اللہ تعالیٰ نے وصف رجولیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے، اس لیے کہ اس نے فرعون کے بھیجے ہوئے لوگوں کے مخالف ایک ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو مختصر تھا، لہٰذا وہ ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ⑳ ﴾ ”بلاشبہ (شہر کے) رئیس تیرے بارے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں سو تو (یہاں سے) نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔“

تفسیر آیات: 24-21

موسیٰ علیہ السلام مدین میں: جب اس شخص نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا کہ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت آپ کے بارے میں ارادہ کر رہے ہیں تو آپ تن تنہا مصر سے نکل گئے، آپ کو اس طرح کی غریب الوطنی کا پہلے سے کوئی تجربہ نہ تھا کیونکہ آپ نے تو خوش حالی کی زندگی بسر کی تھی اور ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ㉑ ﴾ ”پس وہ (موسیٰ) وہاں سے ڈرتے سہمتے، انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور (دعا کرتے ہوئے) کہنے لگے: اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔“ یعنی فرعون اور اس کے سرداروں سے۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گھوڑے پر سوار ایک فرشتے کو بھیج دیا جس نے راستے کے بارے میں آپ کی رہنمائی کی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ ﴾ ”اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا۔“ یعنی مدین کی طرف جانے والے رستے کو اختیار کر لیا تو خوش ہوئے اور ﴿ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ㉒ ﴾ ”کہنے لگے: ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار میری سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرے۔“ یعنی ایسا رستہ جو سب سے زیادہ سیدھا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس اُمید کو پورا کر دیا اور واقعی ایسا رستہ بتایا جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ سیدھا بلکہ صراط مستقیم تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی اور مہدی بنا دیا۔ ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ ﴾ ”اور جب مدین کے پانی (کے کنویں) پر پہنچے۔“ یعنی جب مدین میں وہاں کے پانی کے پاس پہنچ گئے اور وہ ایک کنواں تھا جس سے بکریوں کے چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔

﴿ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڭ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ ﴾ ”اس نے اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے ہیں اور اس نے ان سے الگ دو عورتوں کو پایا جو (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی تھیں۔“ یعنی وہ اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں تاکہ چرواہوں کی بکریوں کے ساتھ مل کر ان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو اُنھیں ان پر بہت ترس آیا تو ﴿ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط ﴾ ”موسیٰ نے (ان سے) کہا: تمھارا کیا معاملہ ہے؟“ یعنی کیا بات ہے تم ان لوگوں کے ساتھ اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتی ہو؟ ﴿ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ﴾ ”وہ دونوں بولیں:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ

پھر ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) شرم وحیا سے چلتی اس کے پاس آئی، اس نے کہا: بے شک میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ وہ تجھے اس کی مزدوری

لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لا قَالَ لَا تَخَفْ وقفة قف نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

دیں جو تو نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے، پھر جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا: تو مت ڈر، تو نے اس ظالم قوم سے نجات

الظّٰلِمِيْنَ ㉕ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ㉖

پالی ہے ㉕ ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) نے کہا: میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے، بلاشبہ بہترین شخص، جسے آپ ملازم رکھیں، وہی ہو سکتا ہے جو

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ج فَاِنْ

طاقتور ہو، امانت دار ہو ㉖ اس نے (موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے اس شرط پر کر دوں کہ تو آٹھ

اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ

سال میری نوکری کرے، پھر اگر تو دس سال پورے کرے تو تیری طرف سے ہوگا، اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر سختی کروں، ان شاء اللہ یقیناً تو مجھے نیک

الصّٰلِحِيْنَ ㉗ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ط اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط وَاللّٰهُ

لوگوں میں سے پائے گا ㉗ موسیٰ نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے، میں دو مدتوں میں سے جو بھی پوری کر لوں تو (اس کے بعد) مجھ پر

3 ع 7 6 عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ع ㉘

کوئی زیادتی نہ ہو، اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے ㉘

جب تک چرواہے (اپنے چوپاؤں کو) واپس نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں۔'' یعنی ہم چرواہوں کے فارغ ہونے کے بعد ہی اپنی بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ﴿وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ㉓﴾ ''اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔'' اور ہم اس مجبوری کی وجہ سے خود بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَقٰى لَهُمَا﴾ ''تو اس (موسیٰ) نے ان دونوں کے لیے (بکریوں کو) پانی پلایا۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ㉔﴾ ''پھر سائے کی طرف پلٹ کر آیا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار! میں اس کا محتاج ہوں جو تو میری طرف بھلائی سے نازل فرمائے۔'' حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ ① عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دعا: ﴿رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ㉔﴾ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا ان میں سے ایک عورت کو بھی سنا دی تھی۔ ②

تفسیر آیات: 25-28

موسیٰ علیہ السلام ان دو عورتوں کے والد کے پاس: اس دن دونوں عورتیں جب بکریوں کو جلد واپس لا کر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان کے جلد واپس آنے پر تعجب ہوا اور اس نے ان سے پوچھا تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا، تب اس

---

① تفسیر الطبری: 72/20۔ ② تفسیر الطبری: 73/20۔

نے ان میں سے ایک کو بھیجا تا کہ اسے اپنے باپ کے پاس بلا لائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ﴾ ’’پھر اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک حیا سے چلتی ہوئی آئی‘‘ جس طرح شریف خواتین چلتی ہیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنی چادر کے پلو کے ساتھ پردہ کر رکھا تھا۔ ① اور ابن ابو حاتم نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ شرماتی اور لجاتی ہوئی آئی اور چہرے کو کپڑے سے چھپا رکھا تھا، وہ کوئی جری عورت اور اندر باہر زیادہ آنے جانے والی نہ تھی۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ② اس روایت میں سَلْفَعٌ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے امام لغت علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ مردوں میں سَلْفَعٌ اس کو کہتے ہیں جو بہت جسارت والا ہو اور عورتوں میں سے اسے کہتے ہیں جو جری اور بہادر ہو اور اونٹوں میں سے اسے کہتے ہیں جو بہت توانا و طاقتور ہو۔ ③

﴿قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ ’’کہنے لگی: تجھے میرے والد بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی یقیناً تجھے اجرت دیں۔‘‘ اس نے بات کرتے ہوئے یہ مؤدبانہ اسلوب اختیار کیا، اس نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں تا کہ بات شک وشبہ والی نہ ہو بلکہ یہ کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی تجھے اجرت دیں۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾ ’’پھر جب وہ اس کے پاس آیا اور اس سے (اپنا) ماجرا بیان کیا۔‘‘ جس کی وجہ سے وہ اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور ہو گیا تھا، ﴿قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝25﴾ ’’اس نے کہا: کچھ خوف نہ کر تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔‘‘ اب اطمینان اختیار کر اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھ تو ان لوگوں کے ملک سے باہر آ گیا ہے اور ہمارا یہ علاقہ ان کی قلمرو سے باہر ہے، لہٰذا یہاں ان کا حکم نہیں چلتا، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝25﴾ ’’تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔‘‘

طاقت ور اور امانت دار ملازم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝26﴾ ’’ایک (لڑکی) نے دونوں میں سے کہا: اے میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے بلاشبہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)‘‘ یعنی اس شخص کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نے یہ کہا تھا، کہا گیا ہے کہ یہ وہی لڑکی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گئی تھی، اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اسے بکریاں چرانے کے لیے نوکر رکھ لیں۔ حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، قاضی شریح، ابو مالک، قتادہ، محمد بن اسحاق اور دیگر کئی مفسرین رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جب اس نے یہ کہا: ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝26﴾ ’’یقیناً بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)‘‘ تو اس نے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقتور اور امانت دار ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ کنویں کا وہ پتھر جسے دس

---

① تفسیر الطبری: 74/20 وتفسیر ابن أبی حاتم : 2964/9. ② تفسیر ابن أبی حاتم : 2965/9. ③ الصحاح، مادة: سلفع.

آدمی مل کر اٹھاتے ہیں وہ اس اکیلے ہی نے اٹھا لیا تھا اور امانت کا یہ حال ہے کہ میں جب اس کے ساتھ واپس آئی تو اس کے آگے آگے چل رہی تھی، اس نے کہا کہ تو میرے پیچھے ہو جا اور اگر میں رستہ بھول جاؤں تو کنکری مار کر مجھے مطلع کر دینا تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ صحیح رستہ کون سا ہے۔ ①

عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ تین شخص بڑے صاحب فراست گزرے ہیں: (1) حضرت ابوبکر ؓ جنھوں نے فراست اور بصیرت سے کام لے کر اپنے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ (2) وہ عزیز مصر جس نے حضرت یوسف ؑ کے بارے میں اپنی بیوی سے کہا تھا: ﴿ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ ﴾ (یوسف 21:12) ’’اس کو عزت و اکرام سے رکھو۔‘‘ اور (3) یہ لڑکی جس نے حضرت موسیٰ ؑ کے بارے میں اپنے باپ سے کہا: ﴿ يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿26﴾ ﴾ ’’اے میرے ابا جان! اس کو اجرت پر رکھ لیجیے کیونکہ بہترین شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)‘‘ ②

مشروط نکاح: ﴿ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ ﴾ ’’اس نے (موسیٰ سے) کہا: بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تجھ سے بیاہ دوں۔‘‘ یعنی اس بزرگ اور معمر شخص نے موسیٰ ؑ سے کہا کہ تو میری بکریاں چرا اور میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تیرے نکاح میں دے دوں گا۔ اور فرمایا: ﴿ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ ﴾ ’’اس (عہد) پر کہ تو آٹھ برس میری ملازمت کر، پس اگر دس سال پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے (احسان) ہے۔‘‘ یعنی بشرطیکہ تو آٹھ برس میری بکریاں چرا اور اگر تو دو سال مزید چرا دے تو یہ تیری طرف سے احسان ہو گا ورنہ آٹھ سال ہی کافی ہیں، ﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿27﴾ ﴾ ’’اور میں تجھ پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا، تو مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پائے گا۔‘‘ میں تجھے مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا، نہ کوئی تکلیف دینا چاہتا ہوں اور نہ تجھ سے کوئی لڑائی جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ ؑ نے اس کا یہ جواب دیا: ﴿ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿28﴾ ﴾ ’’موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور تجھ میں یہ (پختہ عہد) ہوا، میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو کہتے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔‘‘ موسیٰ ؑ نے اپنے خسر سے کہا کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے آٹھ سال خدمت لیں گے اور اگر میں دس سال پورے کر دوں تو یہ میری طرف سے ہو گا۔ یعنی جب ان میں سے کم مدت کو میں پورا کر دوں تو میں بریٔ الذمہ ہو جاؤں گا اور شرط کو پورا کر دوں گا، ﴿ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ؕ ﴾ ’’میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کروں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔‘‘ مجھے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2967/9 و تفسير الطبری: 78/20۔ ② المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة يوسف ؑ: 345/2، حديث: 3320 و المصنف لابن أبي شيبة، المغازی، باب ماجاء في خلافة عمربن الخطاب ؓ: 435/7، حديث: 37047۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ

پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کرلی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے کوہِ طور کی ایک جانب سے آگ دیکھی، اس نے اپنے گھر والوں سے

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ㉙ فَلَمَّآ اَتٰىهَا

کہا: تم (یہیں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمھارے پاس کوئی خبر یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو㉙ پھر

نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ

جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اسے وادی کے دائیں کنارے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ، سب

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ㉚ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ

جہانوں کا رب ہوں㉚ اور یہ (بھی کہا گیا:) کہ تو اپنا عصا ڈال دے، پھر جب موسیٰ نے عصا کو دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہا ہے تو وہ پیٹھ پھیر

يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ㉛ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ

کر پلٹا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا:) اے موسیٰ! تو آگے بڑھ اور نہ ڈر، بلاشبہ تو امن والوں میں سے ہے㉛ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى

ڈال، (پھر نکال تو) وہ (سفید) چمکتا ہوا بے عیب نکلے گا، اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی طرف ملا لے، چنانچہ تیرے رب کی طرف سے یہ دونوں

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ㉜

معجزے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (بھیجنے کے لیے) ہیں، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں㉜

کسی تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے، کامل مدت کو پورا کرنا گو مباح تھا لیکن دوسری طرف سے اس میں زیادہ فضیلت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ﴾ (البقرة 2:203) ”اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو دنوں میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے اور انھوں نے آپ سے سفر میں روزے کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: [إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ] ”اگر تم چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو توڑ دو۔“① جبکہ دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ روزہ رکھنا راجح ہے، اسی طرح دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کامل مدت، یعنی دس سال تک بکریاں چرانے کا فریضہ انجام دیا تھا۔②

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کس مدت تک بکریاں چرائی تھیں۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، البتہ میں جب عربوں کے بڑے عالم کے پاس جاؤں گا تو ان

---

① صحيح البخارى، الصوم، باب الصوم فى السفر والإفطار، حديث :1943 وصحيح مسلم، الصيام، باب التخيير فى الصوم والفطر فى السفر، حديث :1121. ② صحيح البخارى، الشهادات، باب، حديث :2684 عن ابن عباس رضي الله عنهما معنًى.

سے پوچھوں گا، چنانچہ میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے یہ سوال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا کیا تھا جو دونوں میں سے زیادہ تھی کیونکہ اللہ کے رسول جب کوئی بات کرتے ہیں تو اسے احسن و اکمل انداز میں پورا فرماتے ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 29-32

موسیٰ علیہ السلام کی مصر واپسی اور رستے میں نبوت و معجزات کا ملنا: اس سے پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا فرمایا جس میں زیادہ وفا اور نیکی تھی، یعنی جو دونوں میں سے زیادہ کامل و اکمل تھی اور یہ بات اس آیت کریمہ کے ان الفاظ سے بھی معلوم ہو رہی ہے: ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ﴾ ''پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی۔'' یعنی وہ مدت جو ان دونوں میں سے اکمل تھی، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔'' ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے شہر اور اپنے لوگوں کے پاس جانے کا بہت شوق پیدا ہو گیا تھا اور آپ نے ارادہ کیا کہ فرعون اور اس کی قوم سے خفیہ طور پر اپنے شہر اور اپنے لوگوں کی زیارت کر آئیں، آپ نے اپنی بیوی اور ان بکریوں کو ساتھ لیا جو آپ کے خسر نے آپ کو دی تھیں، آپ ان کے ساتھ ایک ایسی رات میں سفر کر رہے تھے جس میں بارش بھی ہو رہی تھی اور جو بہت اندھیری اور ٹھنڈی بھی تھی، آپ نے رستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور جب بھی اپنے چقماق کو رگڑتے تو اس سے کوئی روشنی پیدا نہ ہوتی، آپ کو اس سے بہت تعجب ہوا اور اسی کیفیت میں: ﴿اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ﴾ ''اس نے طور کی طرف سے آگ کو دیکھا۔'' یعنی دور سے آگ چمکتی ہوئی نظر آئی تو ﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''وہ اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔'' اور میں اس کے پاس جاتا ہوں ﴿لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ''شاید میں وہاں سے تمھارے پاس (رستے کا) کچھ خبر لاؤں۔'' اس لیے کہ آپ رستہ بھول گئے تھے، ﴿اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹﴾ ''یا آگ کا انگارہ (لے کر آؤں) تا کہ تم تاپو۔'' اور سردی سے بچ جاؤ۔

آگ لینے گئے تو اپنے رب سے ہم کلام ہو گئے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ﴾ ''پھر جب وہ اس کے پاس آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی۔'' یعنی میدان کی اس جانب سے جو ان کے دائیں طرف اور مغرب کی طرف سے پہاڑ کے ساتھ ملی ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ (القصص 28:44) ''اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ لینے کا قصد قبلے کی طرف کیا تھا اور جبل غربی اس کی دائیں طرف تھا اور اس نے دیکھا کہ آگ ایک سبز درخت میں پہاڑ کی جڑوں میں اس طرف بھڑک رہی ہے جو وادی کے ساتھ

---

① صحیح البخاری، الشهادات، باب، حدیث: 2684 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

ملی ہوئی ہے، وہ اس معاملے کو کھڑا حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا کہ رب تعالیٰ نے اسے آواز دی: ﴿ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ ﴾ ''وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے۔'' اور وہ آواز یہ تھی: ﴿ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔'' یعنی تجھ سے مخاطب ہو کر جو ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے، وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے، وہ اپنی ذات وصفات اور اپنے اقوال وافعال میں اپنی مخلوقات کی مشابہت سے مقدس، منزہ اور پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ ''اور یہ کہ تو اپنی لاٹھی ڈال دے۔'' جو تیرے ہاتھ میں ہے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاٹھی اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی: ﴿ وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ○ قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ○ ﴾ (طٰہٰ 20:17،18) ''اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں۔'' معنی یہ ہیں کہ یہ لاٹھی جسے تو اچھی طرح جانتا ہے اسے ڈال دے۔ ﴿ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی ○ ﴾ (طٰہٰ 20:20) ''پس جب اس نے اس کو ڈال دیا تو وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔''

اس سے موسیٰ علیہ السلام کو خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اس سے وہی ذات پاک مخاطب اور ہم کلام ہے جو جب کسی چیز سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں اس کا بیان قبل ازیں گزر چکا ہے۔① اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا ﴾ ''پھر جب اس نے اس (لاٹھی) کو دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے، گویا سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کی حرکت بہت تیز ہے، جسم اور پاؤں بہت بڑے بڑے ہیں، منہ کھلا ہوا ہے، بڑی بڑی داڑھیں باہر نکلی ہوئی ہیں اور معلوم یوں ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی پہاڑ کی چٹان کے پاس سے گزرے تو اسے نگل جائے اور اگر کوئی چٹان گرے تو اس کے منہ میں پڑ جائے اور وہ اس طرح مضطرب ومتحرک تھا، گویا وادی میں اٹکھیلیاں کر رہا ہو، موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا ﴿ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ﴾ ''(تو) پیٹھ پھیر کر چل دیے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔'' آپ پیچھے مڑ کر اس لیے نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ انسان اس طرح کے خوفناک سانپ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا: ﴿ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں سے ہو۔'' تو موسیٰ علیہ السلام واپس آ کر اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔'' یعنی جب تم اپنا ہاتھ اپنے دامن کے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو گے تو وہ اس طرح چمک دمک رہا ہو گا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''بغیر کسی عیب کے۔'' یعنی وہ برص وغیرہ کی وجہ سے سفید نہیں ہو گا۔

---

① دیکھیے طٰہٰ، آیات :17-21 کے تحت عنوان: ''موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا سانپ بننا''

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ③③ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص قتل کر دیا تھا، لہٰذا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ③③ اور میرا بھائی

اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ ز اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ③④

ہارون زبان کے لحاظ سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، لہٰذا تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کہ وہ میری تصدیق کرے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ

مجھے جھٹلائیں گے ③④ اللہ نے فرمایا: ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے، پھر وہ تم دونوں تک

بِاٰیٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ③⑤

نہیں پہنچ سکیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ (جاؤ)، تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب رہیں گے ③⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾ ’’اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنے بازو کو اپنی طرف ملا لے۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿الرَّهْبِ﴾ کے معنی گھبراہٹ کے ہیں۔① قتادہ نے اس کے معنی ’’رعب‘‘ کے بیان کیے ہیں۔② موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب انھیں کسی چیز سے ڈر محسوس ہو تو وہ خوف دور کرنے کے لیے اپنے بازو کو سکیڑ لیں، اس سے ان کا سارا خوف دور ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے دل پر رکھے گا تو اس کا خوف دور ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا۔ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبِهِ الثِّقَةُ۔

اور فرمایا: ﴿فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ’’پس یہ دو دلیلیں تیرے پروردگار کی طرف سے ہیں۔‘‘ یعنی لاٹھی کے ڈالنے سے اس کا تیز حرکت کرنے والا سانپ بن جانا اور ہاتھ گریبان میں ڈالنے کے بعد نکالنے سے اس کا کسی عیب کے بغیر چمکنے لگ جانا۔ یہ دو قطعی اور واضح دلیلیں ہیں اللہ تعالیٰ فاعل مختار کی قدرت کی اور اس شخص کی نبوت کے صحیح ہونے کی جس کے ہاتھ پر اس نے ان خرق عادت امور کو جاری فرما دیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ط﴾ ’’فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف‘‘ یعنی فرعون اور اس کے پیروکاروں اور رؤساء و کبراء کی طرف ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ③②﴾ ’’بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں‘‘ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہو چکے اور اس کے حکم اور اس کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 33-35

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون کے بارے میں سوال: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ آپ اس فرعون کے پاس جائیں جس کے خوف اور سطوت کی وجہ سے آپ دیار مصر سے نکل بھاگے تھے تو ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا﴾ ’’اس (موسیٰ) نے کہا: اے میرے پروردگار! بلاشبہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار دیا تھا۔‘‘ یعنی وہ قبطی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، ﴿فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ③③﴾ ’’سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار (نہ) ڈالیں۔‘‘ یعنی مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ جب مجھے

---

① تفسير الطبري: 90/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 2975/9. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2975/9 وتفسير الطبري: 91/20.

دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے۔ ﴿ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا ﴾ ’’اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، اس لیے کہ انھوں نے آگ کے انگارے کو منہ میں ڈال لیا تھا، جب انھیں آگ کے انگارے اور کھجور یا موتی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا گیا تھا، اس لیے انھیں زبان سے الفاظ ادا کرنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی ① اور اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ ﴾ (طٰہٰ 20:27-32) ’’اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔‘‘ جو اس عظیم ذمہ داری میں، جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے، میرا مونس ہو۔ ذمہ داری سے مراد اس متکبر، جبار اور سرکش بادشاہ کے سامنے نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ﴿ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً ﴾ ’’اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، پس تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج۔‘‘ ﴿ رِدْاً ﴾ کے معنی وزیر، مددگار کے ہیں۔ اور میرے کام کو تقویت پہنچانے والا ہو اور میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو بات کروں وہ اس میں میری تصدیق کرے کیونکہ ایک انسان کی بات کی نسبت دو انسانوں کی بات انسانی نفوس پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، انھوں نے مزید کہا: ﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿34﴾ ﴾ ’’بے شک مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام کے وزیر: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ﴿ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ز ﴾ ’’(تو اس کو میرے ساتھ) مددگار بنا (کر بھیج) کہ وہ میری تصدیق کرے‘‘ کا مطلب ہے کہ جو میں ان سے بات کروں، وہ اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کر دے کیونکہ جو بات وہ سمجھتا ہے وہ لوگ نہیں سمجھتے۔ ② جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ ﴾ ’’ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کریں گے۔‘‘ یعنی تمھارے معاملے کو طاقت پہنچائیں گے اور تمھارے پہلو کو تمھارے اس بھائی کے ساتھ قوی کر دیں گے جس کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے کہ اسے بھی تمھارے ساتھ نبی بنا دیا جائے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:36) ’’اے موسیٰ! تحقیق تجھے تیرا سوال دے دیا گیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ ﴾ (مریم 19:53) ’’اور ہم نے اسے اپنی مہربانی سے اس کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔‘‘

بعض سلف نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر جو احسان کیا اس سے بڑھ کر کسی بھائی نے اپنے بھائی پر

---

① موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی بات مشہور ہے لیکن یہ بلا دلیل ہے۔ ② تفسیر الطبری: 20/92 و تفسیر ابن أبي حاتم: 9/2977.

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی وَّمَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا

پھر جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو وہ بولے: یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے آباء واجداد میں تو یہ

فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿36﴾ وَقَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی مِنۡ عِنۡدِهٖ وَمَنۡ

(باتیں کبھی) نہیں سنیں ﴿36﴾ اور موسیٰ نے کہا: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور جس کا آخرت کا انجام بہتر

تَكُوۡنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿37﴾

ہوگا، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ﴿37﴾

احسان نہ کیا ہوگا، انھوں نے سفارش کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہارون کو بھی ان کے ساتھ نبوت ورسالت سے سرفراز فرما دیا اور انھیں بھی حکم دیا کہ وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جائیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِیۡهًا ؕ﴾ (الأحزاب 69:33) ”اور وہ (موسیٰ) اللہ کے نزدیک بہت آبرو والے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَجۡعَلُ لَكُمَا سُلۡطٰنًا فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚ﴾ ”اور ہم تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم دونوں تک پہنچ نہ سکیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے پہنچانے کے سبب وہ تم دونوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ﴾ (المائدة 67:5) ”اے پیغمبر! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے (سب لوگوں کو) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیۡبًا ○﴾ (الأحزاب 39:33) ”اور جو لوگ اللہ کے پیغامات (جوں کے توں) پہنچاتے اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے والا کافی ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے جو حامی وناصر اور معین ومددگار ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام دونوں کو یہ بتا دیا تھا کہ دنیا وآخرت میں اچھا انجام ان کا اور ان کی پیروی کرنے والوں ہی کا ہوگا، فرمایا: ﴿ اَنۡتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿35﴾﴾ ”اور تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی غالب رہیں گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ○﴾ (المجادلة 21:58) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور، نہایت زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ۙ○ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ○﴾ (المؤمن 52,51:40) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں ضرور مدد کرتے ہیں اور جس

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى

اور فرعون نے کہا: اے سردارو! میں تو اپنے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں جانتا، لہٰذا اے ہامان! تو میرے لیے گارے (کی اینٹوں) کو آگ دے، پھر

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿38﴾

میرے لیے ایک محل بنا تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں، اور بلاشبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں (38) اور اس (فرعون)

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿39﴾

نے اور اس کے لشکروں نے زمین (مصر) میں ناحق تکبر کیا، اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ بے شک انھیں ہماری طرف لوٹایا نہیں جائے گا (39) چنانچہ ہم

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿40﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا، اور ہم نے انھیں سمندر میں پھینک دیا، تو دیکھو ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا! (40) اور ہم نے انھیں (لوگوں کو) آگ

اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿41﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

کی طرف بلانے والے سرغنے بنا دیا، اور یومِ قیامت ان کی (کوئی) مدد نہیں کی جائے گی (41) اور ہم نے اس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی، اور

لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿42﴾ ع 4 14 7

یومِ قیامت وہ دور کیے گئے بدحالوں میں سے ہوں گے (42)

دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی) اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور انھی کے لیے لعنت ہوگی اور انھی کے لیے برا گھر ہوگا۔“

تفسیر آیات: 37,36

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس آنے اور ان محیر العقول معجزات اور قوی و مضبوط دلائل پیش کرنے کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے عطا فرمائے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے احکام کی اتباع کی جو بھی دعوت دیں تو یہ معجزات و دلائل ان کے پیغام کی صحت کی تائید و تصدیق کریں، فرعون اور اس کے درباریوں نے جب ان معجزات اور دلائل و براہین کو دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں مگر وہ اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے عناد اور دشمنی پر اتر آئے اور یہ ان کی سرکشی، تکبر اور اتباعِ حق سے انکار ہی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے کہا: ﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى﴾ ”یہ تو ایک گھڑے ہوئے جادو کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

یعنی یہ اس کا بنایا اور خود گھڑا ہوا جادو ہے، انھوں نے حیلہ سازیوں اور اپنی حکومت و اقتدار کے بل بوتے پر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اس میں کہاں کامیاب ہو سکتے تھے، بہر حال انھوں نے کہا: ﴿وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿36﴾﴾ ”اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے پہلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنیں نہیں۔“ ان کا اشارہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف تھا، یعنی انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد میں سے تو کسی کو بھی اس دین پر نہیں پایا اور ہم نے لوگوں کو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے، دیگر معبودوں کو ساجھی بناتے ہوئے دیکھا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ ﴾ ''میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت کے ساتھ آیا۔'' کہ وہ میں ہوں یا تم، پھر مجھ میں اور تم میں وہ عنقریب فیصلہ فرما دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ ﴾ ''اور اس کو بھی جس کے لیے آخرت کا انجام (بہتر) ہوگا۔'' اور جسے وہ فتح و نصرت اور تائید و حمایت سے سرفراز فرمائے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㊲ ﴾ ''بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

تفسیر آیات: 38-42

فرعون کا تکبر اور انجام: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، سرکشی اور اس کے خدائی کے جھوٹے دعوے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ ﴾ (الزخرف 43:54) ''سو اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کر دیا تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔'' اس نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اس کی خدائی کو تسلیم کر لیں، ان کم عقلوں اور بے وقوفوں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا۔ اس نے ان سے کہا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ ﴾ ''اے سردارو! میں تمھارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۖ ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۖ ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ ؒ ﴾ (النّٰزعٰت 79:23-26) ''سو اس نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا، پھر پکارا، پس کہنے لگا کہ میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا، پس جو شخص (اللہ سے) ڈرتا ہے اس کے لیے اس قصے میں یقیناً عبرت ہے۔'' یعنی اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور بلند آواز سے انھیں پکار کر کہا کہ میں ہی تمھارا رب اعلیٰ ہوں، انھوں نے اس کی اس بات پر سمع و طاعت کا اظہار کر دیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسا زبردست انتقام لیا جسے دنیا و آخرت میں دوسرے لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت بنا دیا۔ اس بدبخت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہہ دیا تھا: ﴿ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:29) ''اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے یہ بھی کہا: ﴿ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ ﴾ ''تو اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا دے)، پھر ایک (اونچا) محل بنا دے تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کی طرف جھانکوں۔''

فرعون کا انجینئر: یعنی فرعون نے اپنے وزیر، رعیت کے نگران اور حکومت کے مشیر، ہامان کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے گارے کو آگ لگائے اور ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا محل بنانے کے لیے اینٹیں پکائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ ﴾ (المؤمن 37,36:40) ”اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر، پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تو تھی۔“

فرعون نے ایک ایسا محل بنوایا کہ دنیا میں اس سے زیادہ اونچا اور کوئی محل نہ تھا اور اس طرح وہ اپنی قوم کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ فرعون کے بجائے معبود کوئی اور ہے، اسی لیے اس نے کہا: ﴿ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝38 ﴾ ”اور یقیناً میں تو اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔“ اس بات میں جو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے سوا رب کوئی اور ہے، اس نے موسیٰ علیہ السلام کی اس وجہ سے تکذیب نہیں کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ وہ تو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا معترف ہی نہ تھا، اسی وجہ سے اس نے کہا تھا: ﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 23:26) ”رب العالمین کیا چیز ہے؟“ اور یہ کہا: ﴿ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 29:26) ”اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔“ نیز اس نے یہ بھی کہا جیسا کہ یہاں اس مقام پر مذکور ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ ﴾ ”اے سردارو! میں تمھارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔“① یہ ابن جریر کا قول ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝39 ﴾ ”اور اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔“ یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش اختیار کی، زمین میں فتنہ وفساد برپا کر دیا اور اس عقیدے کو اختیار کیا کہ کوئی قیامت اور آخرت نہ ہوگی، ﴿ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ ﴾ (الفجر 14,13:89) ”تو آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، بے شک آپ کا پروردگار تاک میں ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ ﴾ ”تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر ہم نے انھیں دریا میں ڈال دیا۔“ یعنی ان سب کو صبح کے وقت اس طرح دریا میں غرق کر دیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بچ سکا ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝40 وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ ﴾ ”سو آپ دیکھ لیں کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔“

کوئی کسی کا حامی وناصر نہ ہوگا: یعنی ان لوگوں کو جو انبیاء کی تکذیب اور ذات باری تعالیٰ کے انکار کے سلسلے میں ان کے نقش

---

① تفسیر الطبری: 95/20.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى

اور بلاشبہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل اور ہدایت اور رحمت کی کتاب دی،

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ㊸

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ㊸

قدم پر چلتے اور ان کے طریقے کو اختیار کیے ہوئے تھے، ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ㊶﴾ ”اور قیامت کے دن وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔“ اور اس طرح انھوں نے دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ذلت دونوں کو جمع کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ۝﴾ (محمد 13:47) ”ہم نے ان کا ستیاناس کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ﴾ ”اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بھی اپنے انبیائے کرام، انبیاء و مرسلین کے پیروکاروں اور اپنے مومن بندوں کی زبانی ملعون قرار دیا ہے، اسی طرح ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ㊷﴾ ”اور قیامت کے روز بھی وہ بدحالوں میں سے ہوں گے۔“ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ۝﴾ (ھود 99:11) ”اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) بہت برا ہے وہ عطیہ جو کسی کو دیا جائے۔“①

تفسیر آیت:43

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ان نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے اپنے عبد و رسول موسیٰ کو نوازا تھا۔ عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا، ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ ”بعد اس کے کہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔“ یعنی تورات نازل کرنے کے بعد اس نے کسی امت کو عذاب عام میں مبتلا نہیں کیا بلکہ مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے دشمنوں اور مشرکوں سے جنگ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً۝﴾ (الحآقّة 10،9:69) ”اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیوں (میں رہنے والوں) نے گناہ کا ارتکاب کیا، پس انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑی سخت گرفت میں پکڑا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً﴾ ”جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی جو اندھے پن اور سرکشی سے بچنے کے لیے بصیرت، راہ حق کے لیے ہدایت اور رحمت، یعنی عمل صالح کے لیے رہنمائی

---

① تفسیر الطبری: 98/20۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۙ㊹

اور (اے نبی!) جب ہم نے موسیٰ پر امر (خاص) کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے، اور نہ آپ (اس واقعے کے) حاضرین میں تھے ㊹ اور لیکن

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

ہم نے کئی امتیں پیدا کیں، پھر ان پر (مدت) حیات لمبی ہوگئی، اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے کہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتے، اور لیکن ہم ہی

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ㊺ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً

رسول بھیجنے والے تھے ㊺ اور آپ طور کی جانب نہیں تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا، اور لیکن یہ (وحی تو) آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے،

مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ㊻ وَلَوْلَاۤ اَنْ

تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں ㊻ اور اگر (یہ) نہ ہوتا کہ جو ان کے

تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اس کی وجہ سے انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، پھر ہم

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ㊼

تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم مومنوں میں سے ہو جاتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے) ㊼

فراہم کرتی ہے، ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ㊸﴾ ”شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تا کہ لوگ اس کے ساتھ نصیحت پکڑیں اور اس کے سبب ہدایت حاصل کرلیں۔

تفسیر آیات: 44-47

محمد ﷺ کی نبوت کی برہان کی نشاندہی: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ آپ نے ماضی کی غیب کی خبریں اس طرح صحیح صحیح بیان فرمائی ہیں، گویا آپ نے انھیں خود دیکھا اور سنا ہو، حالانکہ آپ امی ہیں، کسی کتاب کو آپ نے کبھی نہیں پڑھا، نشوونما بھی آپ نے ایسی قوم میں پائی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا تھا: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝﴾ (ال عمرٰن 3:44) ”اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا سرپرست کون بنے تو آپ ان کے پاس نہیں تھے اور نہ اس وقت ہی آپ ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔“ یعنی آپ اس موقع پر حاضر نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان واقعات سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرما دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو جب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے نوح علیہ السلام کو نجات عطا فرما دی اور ان کی قوم کو غرق کر دیا تھا تو فرمایا: ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (ہود 11:49) ”یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ آپ ہی انھیں جانتے تھے اور نہ

آپ کی قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو آپ صبر کریں، بے شک اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔‘‘ پھر اسی سورۂ ہود کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ﴾ (ہود 100:11) ’’یہ (پرانی) بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں۔‘‘

اور یہاں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو اول سے آخر تک بیان کرنے کے بعد اور اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ ان کی طرف وحی اور ہم کلامی کی ابتدا کس طرح ہوئی، بیان فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ ’’اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔‘‘ یعنی اے محمد (ﷺ!) اس وقت آپ پہاڑ کی اس مغربی جانب نہیں تھے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس درخت سے کلام کیا تھا جو وادی کے کنارے کی مشرقی جانب تھا، ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (44)﴾ ’’اور نہ آپ (اس واقعے کے وقت) حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔‘‘ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سارے واقعے سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرما دیا ہے تاکہ آپ کا یہ واقعہ بیان کرنا حجت و برہان ہو، کیونکہ اس واقعہ پر اب کئی صدیاں گزر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو حجت تمام کی اور اس نے سابقہ انبیاء کی طرف جو وحی کی تھی، وہ سب باتیں فراموش ہو چکی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ﴾ ’’اور نہ آپ مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے۔‘‘ یعنی آپ اہل مدین میں مقیم تھے اور نہ انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے مگر آپ نے مدین کی طرف بھیجے جانے والے نبی شعیب کے سارے حالات بیان کر دیے کہ انھوں نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی اور ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا تھا۔ ﴿وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (45)﴾ ’’اور لیکن ہم ہی تو (پیغمبر) بھیجنے والے ہیں۔‘‘ یعنی یہ سارے واقعات ہم نے آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا﴾ ’’اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔‘‘

قتادہ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا﴾ ’’اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔‘‘ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی تھی۔ اور یہ آیت کریمہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ (القصص 42:28) ’’اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی بھیجی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔‘‘ ① اور اس زیر نظر آیت کریمہ میں ایک دوسرے صیغے کے ساتھ جو اس (پہلے) سے خاص ہے، یعنی آواز دینے کا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى﴾ (الشعرآء 10:26) ’’اور جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴾ (النّٰزعٰت 16:79) ’’جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک میدان (یعنی) طوٰی میں پکارا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ

---

① تفسیر الطبری: 99/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2982/9۔

نَجِيًّا ○﴾ (مریم 52:19) ”اور ہم نے ان کو طور کی دائیں طرف پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک کر لیا۔“

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ ”اور لیکن (آپ کا بھیجا جانا) آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔“ یعنی آپ ان میں سے کسی چیز کو بھی دیکھ تو نہیں رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں سے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا ہے، یہ آپ پر اور دیگر بندگانِ الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے کہ اس نے ان تمام باتوں سے آپ کو مطلع فرما دیا اور آپ کو لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا، ﴿ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿46﴾ ﴾ ”تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین کو لائے ہیں اس کے مطابق عمل کر کے یہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

﴿ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا ﴾ ”اور (اے پیغمبر! ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ اگر ان (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی تو وہ (یہ) کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا۔“ اور ہم نے آپ کو ان کی طرف اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور ان کے کفر کی وجہ سے جب عذاب آئے تو ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس تو کوئی رسول اور کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب قرآن مجید کے نزول کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ○ۙ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ ﴾ (الأنعام 157,156:6) ”(اور یہ کتاب اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتاری گئیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے، سو تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے۔“

اور فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ ﴾ (النسآء 165:4) ”(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ پیغمبروں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (المآئدة 19:5) ”اے اہل کتاب! پیغمبروں کے موقوف ہو جانے کے بعد تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری یا ڈرانے والا نہیں آیا سو (اب) تمھارے پاس خوش خبری اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ

پھر جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق (قرآن) آ گیا تو وہ کہنے لگے: اسے ویسے معجزے کیوں نہیں دیے گئے جیسے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ کیا وہ

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْۤا اِنَّا

(ان معجزات کا) انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: (یہ) دونوں (تورات اور قرآن) جادو ایک دوسرے کی مدد کرتے

بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ (48) قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ

ہیں، اور انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں (48) کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو (ان) دونوں سے زیادہ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (49) فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ

ہدایت والی ہو، تاکہ میں بھی اس کی اتباع کروں (49) پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں،

اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں

الظّٰلِمِيْنَ (50) ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (51) ؕ 5 ع 8 8

دیتا (50) اور البتہ تحقیق ہم انھیں لگاتار (اپنی ہدایت ونصیحت کی) باتیں پہنچاتے رہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (51)

تفسیر آیات: 48-51

کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اتمام حجت سے پہلے انھیں عذاب دے دیتا تو وہ بطور حجت کہتے کہ ان کے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول محمد ﷺ کی زبانی حق آ گیا تو انھوں نے ضد، ہٹ دھرمی، کفر، جہالت اور الحاد کے طور پر کہا: ﴿لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ”کہ جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو دی گئیں تھیں، ویسی اس کو کیوں نہیں دی گئیں، کیا وہ ان (معجزات) کا انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں؟“ ان کا اشارہ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، ان بہت سی نشانیوں کی طرف تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، مثلاً: لاٹھی کا سانپ بننا، ید بیضاء، طوفان، مکڑی، جوئیں، مینڈک، خون، فصلوں اور پھلوں میں کمی جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لیے تنگی کا باعث تھیں۔ اور دریا کا پھٹنا، بادل کا سایہ فگن ہونا اور من و سلویٰ کا نازل ہونا اور دیگر بہت سی روشن نشانیاں اور زبردست معجزات جنھیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جاری فرمایا تھا تاکہ وہ فرعون اور اس کے درباریوں کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت و برہان ثابت ہوں مگر اس کے باوجود فرعون اور اس کے درباری ایمان نہ لائے بلکہ انھوں نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ کفر کیا اور ان سے کہا: ﴿اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (یونس 78:10) ”کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ جس (راہ) پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اس سے ہمیں پھیر دے اور (اس) سرزمین میں تم دونوں ہی کو سرداری مل جائے؟ اور ہم تم دونوں پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ○﴾ (المؤمنون

48:23) ”تو انھوں نے دونوں کی تکذیب کی سو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔“

سرکش لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَ لَمْ یَکْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ”کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے، انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟“ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر بھی کیا انسانوں نے کفر نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کفر کیا اور ﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝48﴾ ”کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں اور بولے کہ بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں۔“ یعنی ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں کے درمیان شدید تلازم وتصاحب اور قربت کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر کو بھی مستلزم ہے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر جادوگر ہونے کا الزام: مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے قریش سے کہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر قرار دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوَ لَمْ یَکْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ﴾ ”کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں۔“ ﴿تَظٰهَرَا ۣ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ و ہارون دونوں ایک دوسرے کے موافق، معاون و مددگار اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔① سعید بن جبیر اور ابورزین نے بھی کہا ہے کہ دونوں جادوگروں [سَاحِرَانِ] سے ان کا اشارہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی طرف تھا اور یہ ایک اچھا اور قوی قول ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔②

الزام تراشی کا جواب: اور جنھوں نے اسے ﴿سِحْرٰنِ﴾ پڑھا ہے، مثلاً: علی ابن ابوطلحہ اور عوفی نے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے تو انھوں نے اس سے تورات اور قرآن مجید مراد لیا ہے۔③ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں: ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ﴾ ”کہہ دیجیے: تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر تورات اور قرآن مجید کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ (الأنعام 92,91:6) ”آپ کہہ دیں کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا۔ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کرتے ہو، ان (کے کچھ حصوں) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم وہ (باتیں) سکھائے گئے ہو جنھیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا، کہہ دیجیے: (اس کتاب کو) اللہ (ہی نے نازل کیا)، پھر ان کو چھوڑ دیجیے وہ اپنی بے ہودہ گوئی

---

① تفسیر الطبری: 103,102/20۔ ② تفسیر الطبری: 104/20 اور یہ [سَاحِرَانِ] والی قراءت، قراءتِ حفص کے علاوہ ہے۔

③ تفسیر الطبری: 104/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2986/9۔

میں کھیلتے رہیں اور (ویسی ہی) یہ کتاب بابرکت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔'' اور پھر سورت کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَتَفۡصِيۡلًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:154) ''(ہاں) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اس پر جو نیکوکار ہے نعمت پوری کردیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝ۙ ﴾ (الأنعام 6:155) ''اور (اے کفر کرنے والو!) یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے اتاری ہے، پس اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔''

پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی فصیح اور جامع کتاب: اور جنوں نے کہا تھا: ﴿ اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ ﴾ (الأحقاف 46:30) ''بلاشبہ ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے۔'' اور ورقہ بن نوفل نے کہا تھا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔① عقل منداس بات کو خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر کتابیں اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ کامل، جامع، فصیح، عظیم اور اشرف کتاب وہ ہے جسے اس نے اپنے محبوب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، یعنی قرآن مجید اور قرآن مجید کے بعد شرف وفضیلت کے اعتبار سے اس کتاب کا درجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، اس کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ۚ ﴾ (المآئدة 5:44) ''بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق وہ انبیاء جو (اللہ کے) فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اسی پر گواہ تھے۔''

انجیل کو تو تورات کے تتمے کے طور پر نازل کیا گیا تھا، نیز اس لیے کہ وہ ایسی بعض چیزوں کو حلال قرار دے دے جنھیں بنی اسرائیل کے لیے حرام قرار دے دیا گیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝49 ﴾ ''کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو تاکہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔'' یعنی تم کوئی ایسی کتاب لے آؤ جس کے ساتھ حق کا دفاع اور باطل کا مقابلہ کرسکو۔

خواہشوں کی پیروی گمراہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ ﴾ ''پھر اگر یہ آپ کی بات قبول نہ

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: ﴿ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا ...... ﴾ (مريم 19:51)، حديث: 3392 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي......، حديث: 160 عن عائشة رضي الله عنها.

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ ھُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (52) وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا

وہ لوگ جنھیں ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی تھی، وہی اس پر ایمان لاتے ہیں (52) اور جب ان پر (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم

اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ (53) اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ

اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بلاشبہ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے (53) ان لوگوں کو ان کا دوبارا اجر دیا جائے گا

مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (54)

کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (54) اور جب وہ بیہودہ

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ز سَلٰمٌ

بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں، تمھیں سلام ہو، ہم

عَلَیْکُمْ ز لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ (55)

جاہلوں کو نہیں چاہتے (55)

کریں۔'' یعنی آپ نے ان سے جو بات کی ہے اس کا جواب نہ دے سکیں اور حق کو قبول نہ کریں ﴿فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآءَھُمْ ط﴾ ''تو آپ جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔'' اور ان کے پاس کوئی دلیل اور حجت نہیں ہے۔ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰىهُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰهِ ط﴾ ''اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔'' اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (50)﴾ ''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَھُمُ الْقَوْلَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے لگاتار ان لوگوں کے لیے اپنا کلام بھیجا۔''

مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔① اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے سامنے بات کو بیان کر دیا ہے۔② قتادہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے انھیں یہ بتا دیا ہے کہ گزشتہ لوگوں کا کیا حال ہوا تھا اور ان کے ساتھ وہ کیا کرنے والا ہے۔ ﴿لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (51)﴾ ''تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''③ امام مجاہد وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿وَصَّلْنَا لَھُمُ﴾ میں قریش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔④

تفسیر آیات: 52-55

اہل کتاب کے مومن: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء اور اولیاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط﴾ (البقرۃ

---

① تفسير الطبري: 108/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 2987/9. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2987/9. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2988/9. ④ تفسير الطبري: 108/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 2988/9.

121:2) ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ﴾ (آل عمران 199:3) ”اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو آپ پر نازل کی گئی اور اس پر جو ان پر نازل کی گئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ○ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء یل 108,107:17) ”بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور (پورا) کیا ہوا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○﴾ (المآئدة 83,82:5) ”اور دوستی کے لحاظ سے آپ مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو ضرور پائیں گے جنھوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے اور جب وہ اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل کی گئی تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا، وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ ان ستر علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنھیں نجاشی نے بھیجا تھا، جب وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں سورۂ یٰسین پڑھ کر سنائی، آپ نے جب اس سورۂ مبارکہ کو ختم کیا تو انھوں نے رونا شروع کر دیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے اور یہ آیات بھی انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿53﴾﴾ ”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔“ یعنی ہم اس قرآن سے پہلے بھی مسلمان موحد، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿54﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿55﴾﴾ ”یہ لوگ ہیں جنھیں دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور

کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں سلام ہے تم پر ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔‘‘ ① یعنی یہ لوگ جو اس صفت سے متصف ہیں کہ پہلی کتاب پر ایمان لائے، پھر اس دوسری کتاب قرآن مجید پر بھی ایمان لائے تو انھیں اس ایمان کی وجہ سے دگنا بدلہ دیا جائے گا ﴿ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ ’’کیونکہ وہ صبر کرتے رہے۔‘‘ یعنی صبر کے ساتھ اتباع حق کرتے رہے جبکہ اس طرح کی بات انسانی نفوس کے لیے بہت شدید ہوتی ہے۔

دگنا اجر حاصل کرنے والے ایمان دار: اور صحیحین میں عامر شعبی کی ابو بردہ سے اور ان کی ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ يُّؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهٖ ثُمَّ (آمَنَ بِی)، وَعَبْدٌ مَّمْلُوكٌ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَ(حَقَّ مَوَالِيهِ)، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ أَمَةٌ (فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا......ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا......)] ’’تین قسم کے لوگ ہیں جن کو دگنا بدلہ دیا جائے گا: (1) اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر میرے ساتھ بھی ایمان لایا (2) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کا حق بھی ادا کرتا ہے اور (3) وہ انسان جس کے پاس لونڈی تھی، چنانچہ اس نے اسے اچھی طرح ادب سکھایا......، پھر اسے آزاد کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا......۔‘‘ ②

امام احمد ؒ نے ابو امامہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پاس تھا کہ آپ نے ایک بہت اچھی اور خوب صورت بات بیان فرمائی، آپ نے منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی فرمایا: [مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فَلَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ، وَلَهٗ مَالَنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا، وَمَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَلَهٗ أَجْرُهٗ، وَلَهٗ مَالَنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا] ’’دونوں کتابوں والوں میں سے جو اسلام قبول کر لے اسے دگنا بدلہ ملے گا، اس کے حقوق و فرائض ہمارے حقوق و فرائض ہی کی طرح ہوں گے اور مشرکین میں سے جو شخص اسلام قبول کرے تو اسے ایک اجر ملے گا اور اس کے حقوق و فرائض ہمارے حقوق و فرائض ہی کی طرح ہوں گے۔‘‘ ③ اور فرمایا: ﴿ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ﴾ ’’اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں۔‘‘ یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝54 ﴾ ’’اور جو (مال) ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جو رزقِ حلال عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں، اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں کے لیے جو واجب ہے اسے خرچ کرتے ہیں، زکاۃ جو واجب ہے اسے بھی ادا کرتے ہیں اور صدقات و خیرات جو مستحب اور نفل ہیں، انھیں بھی ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ﴾ ’’اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔‘‘ کیونکہ وہ بے ہودہ لوگوں سے قطعاً میل جول اور اختلاط پسند نہیں کرتے جیسا کہ

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2988/9. ② پہلی دو قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، النكاح، باب اتخاذ السراری......، حديث: 5083 اور تیسری قوسین والے الفاظ بھی صحیح البخاری، العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله، حديث: 97 میں ہیں جبکہ باقی صحیح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا......، حديث: 154 کے مطابق ہیں۔ ③ مسند أحمد: 259/5.

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (56)

(اے نبی!) بے شک جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (56) وہ

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى

(مشرکین مکہ) کہتے ہیں: اگر ہم نے تیرے ساتھ ہدایت کی پیروی کی تو ہمیں ہماری زمین سے اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے انھیں پر امن حرم میں جگہ نہیں

اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (57)

دی جس کی طرف ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے بطور رزق کھینچ کر لائے جاتے ہیں؟ اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے (57)

فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ ﴾ (الفرقان 72:25) ”اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“

﴿ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (55) ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔“ یعنی جب کوئی بیوقوف ان سے بے وقوفی کا معاملہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے جس کا جواب دینا مناسب نہیں ہوتا تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی طرح بے ہودہ گفتگو نہیں کرتے بلکہ یہ ہمیشہ ایسی گفتگو ہی کرتے ہیں جس میں پھولوں کی خوشبو ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ یہ کہا کرتے ہیں: ﴿ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (55) ﴾ ”ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں۔“ یعنی ہم جاہلوں کے رستے پر چلنا نہیں چاہتے اور نہ اسے پسند ہی کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 57,56

اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ ”(اے محمد!) جس کو آپ چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔“ یعنی ہدایت دینا آپ کے قبضۂ اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام حق پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت دامغہ کارفرما ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ (البقرۃ 272:2) ”(اے محمد!) آپ لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی، اگرچہ آپ حرص بھی کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور ان تمام آیات کی نسبت یہ آیت کریمہ خاص ہے: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (56) ﴾ ”(اے محمد!) آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① ابوطالب آپ کی تائید وحمایت کرتا تھا، آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا اور آپ سے شدید محبت کرتا تھا لیکن اس کی یہ محبت طبعی تھی شرعی نہیں تھی، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایمان لانے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی مگر تقدیر غالب آ گئی اور اسے آپ کے ہاتھ سے اچک لیا گیا اور وہ اپنے کفر ہی پر برقرار رہا اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما تھی۔

ابوطالب کس دین پر فوت ہوئے؟ امام زہری نے کہا ہے کہ مجھ سے سعید بن مسیّب نے اپنے والد مسیّب بن حَزْن مخزومی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَمِّ! قُلْ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ] ”چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے، یہ ایک کلمہ جس کی بنیاد پر میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑ سکوں گا۔“ ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ نے کہا: ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ اپنی بات پیش کرتے رہے اور یہ دونوں بھی اپنی بات پر لڑتے رہے حتی کہ اس نے آخری الفاظ یہ کہے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ عَنْكَ] ”اللہ کی قسم! جب تک مجھے منع نہیں کر دیا جاتا، میں تمھارے لیے بخشش مانگتا رہوں گا۔“ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ○ ﴾(التوبة 113:9) ”پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو اس کے بعد ان کے لیے بخشش مانگیں، گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔“ اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ”(اے محمد!) بے شک آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔“ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت امام زہری بیان کیا ہے۔ ②

ایمان نہ لانے کے لیے اہل مکہ کا عذر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ”اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی سرزمین سے اچک لیے جائیں۔“ اس آیت

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾(القصص 56:28)، حديث: 4772 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت......، حديث: 24 عن المسيب بن حزن رضی اللہ عنہ. ② صحیح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (القصص 56:28) ، حديث: 4772 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت......، حديث: 24 .

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو گزران زندگی (اپنے سامان زیست) پر اِتراتی تھیں، سو ان کے یہ گھر (اجڑے پڑے) ہیں، ان کے بعد بہت

اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ (58) وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ

تھوڑے ہی آباد ہوئے، اور ہم ہی (ان سب کے) وارث ہوئے (58) اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں حتی کہ وہ ان کی کسی بڑی بستی میں کوئی

اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (59)

رسول بھیجتا ہے، وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر (اسی وقت) جبکہ ان کے باشندے ظالم ہوں (59)

کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار نے ہدایت کی پیروی نہ کرنے کے بارے میں یہ عذر پیش کیا کہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کی اور اپنے گرد و پیش کے مشرک عرب قبائل کی مخالفت کی تو ہمیں یہ ڈر ہے کہ وہ ہمیں ایذا پہنچائیں گے، ہم سے لڑائی کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوئے وہ ہمیں اچک لیں گے، اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ”کیا ہم نے انھیں با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟“

یعنی انھوں نے ہدایت قبول نہ کرنے کے بارے میں جو عذر پیش کیا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں اس امن والے شہر اور اس حرم معظم میں جگہ دی ہے جو اپنی تاسیس کے روز اول ہی سے پر امن ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر اور شرک کی حالت میں تو یہ حرم ان کے لیے امن کا مقام ہو اور اس وقت ان کے لیے مقام امن نہ ہو جب یہ مسلمان اور حق کی پیروی کرنے والے ہوں؟ ﴿يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”جس کی طرف ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں۔“ یعنی طائف اور گرد و پیش کے علاقوں کے تمام پھل اور تجارت کے دیگر سارے ساز و سامان یہاں پہنچائے جاتے ہیں، ﴿رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (57)﴾ ”(اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اسی لیے یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 59,58

بستیوں کو حجت قائم کرنے کے بعد ہلاک کیا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے تعریض کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ﴾ ”اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخیٔ) معیشت پر اترا گئی تھیں۔“ اور جنھوں نے بغاوت و سرکشی اور کفران نعمت کی روش کو اختیار کر لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○﴾ (النحل 113,112:16) ”اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو (ہر طرح) امن و چین والی تھی، ہر جگہ سے اس کا رزق وافر چلا آتا تھا مگر اس (بستی والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس (پہنا کر ناشکری کا مزہ) چکھا دیا اور بلاشبہ ان کے پاس انھی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اس کو جھٹلایا سو ان کو

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ

اور تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور زیادہ دیر پا ہے، کیا پھر تم عقل

6 ع ⑩ 9 اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ ⑥⓪ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ

نہیں رکھتے؟ ⑥⓪ تو بھلا وہ شخص جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا، پھر وہ اس (وعدے) کو پانے والا ہے، کیا اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کا بہت

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ⑥①

فائدہ دیا، پھر وہ قیامت کے دن (عذاب میں) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا؟ ⑥①

عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔'' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ﴾ ''سو یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد بہت تھوڑے آباد کیے گئے۔'' یعنی ان کے مکانات تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور اب صرف ان کے کھنڈرات نظر آ رہے ہیں۔

﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤⑧﴾ ''اور (ان کے پیچھے) ہم ہی (ان کے) وارث ہیں۔'' یعنی ان کے گھر ویران اور خراب ہو چکے ہیں اور اب ان میں کوئی نہیں بستا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے عدل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرتے ہوئے اسے ہلاک نہیں کرتا، وہ جس کو بھی ہلاک کرتا ہے حجت پوری کرنے کے بعد اسے ہلاک کرتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ﴾ ''آپ کا پروردگار (اس وقت تک) بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی امی محمد ﷺ ہیں جنھیں ام القریٰ میں مبعوث کر کے عرب وعجم کے تمام علاقوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ﴾ (الأنعام 92:6) ''تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔''

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الأعراف 158:7) ''(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ﴾ (هود 17:11) ''اور جو کوئی فرقوں میں سے اس سے کفر کرے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔'' اور اس سلسلے میں مکمل دلیل یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء یل 58:17) ''اور (کفر کرنے والوں کی) کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اسے عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب (تقدیر) میں لکھا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے ہر بستی کو ہلاک کر دے گا اور فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء یل 15:17) ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب دینے والے نہیں۔'' نبی امی محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو اللہ تعالیٰ نے تمام بستیوں کے لیے قرار دے دیا ہے کیونکہ آپ کی بعثت ام القریٰ میں ہے اور دیگر تمام بستیاں اپنی اسی اصل کی طرف راجع ہیں اور صحیحین میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ

نے فرمایا:[بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ”مجھے احمر و اسود کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“① یہی وجہ ہے کہ آپ پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے بلکہ آپ کی شریعت قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔

تفسیر آیات: 61,60

فانی دنیا کے پرستار اور آخرت کے خریدار برابر نہیں ہو سکتے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی سج دھج اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دار آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، اس لیے کہ جنت کی نعمتیں بہت عظیم الشان بھی ہیں اور ابدی و سرمدی بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط﴾ (النحل 96:16) ”جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○﴾ (آل عمرٰن 198:3) ”اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○﴾ (الأعلى 17,16:87) ”بلکہ تم (لوگ تو) دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[(وَاللّٰهِ!) مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمَا يَغْمِسُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ (فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا تَرْجِعُ)] ”اللہ کی قسم! دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اسی طرح ہے جیسے تم میں کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ کتنا پانی اس کے پاس آتا ہے۔“②

اور اس کا فرمان ہے: ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾﴾ ”تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ یعنی کیا وہ شخص عقل سے کام نہیں لیتا جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾﴾ ”سو بھلا وہ شخص جسے ہم نے انتہائی اچھا وعدہ دیا، پس وہ اسے ملنے والا ہے (تو کیا وہ) اس شخص کا سا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا، پھر قیامت کے روز وہ (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔“ یعنی جو شخص مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہو کہ اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل کر رہے گا کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کافر اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے وعدے اور وعید کی تکذیب کرنے والا ہو اور وہ دنیاوی زندگی میں بس چند روز تک فائدہ اٹھانے والا ہو؟ ﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾﴾ ”پھر وہ قیامت کے روز (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔“

---

① صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث :521 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے، البتہ حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ من وعن مسند أحمد: 304/3 میں ہیں۔ ② مسند البزار، مسند المستورد بن شداد الفهري: 387/8، حديث: 3460 جبکہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، حديث: 2858 اور دوسری قوسین والے الفاظ جامع الترمذي، الزهد، باب منه، حديث: [ما الدنيا في الآخرة..........]، حديث: 2323 عن المستورد بن شداد رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿62﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جنھیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟ ﴿62﴾ وہ لوگ جن پر حکم (عذاب) ثابت ہو چکا،

الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ؗ مَا كَانُوْٓا

کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں ایسے گمراہ کیا جیسے ہم (خود) گمراہ ہوئے تھے، ہم تیرے سامنے

اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿63﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

اظہارِ براءت کرتے ہیں کہ وہ ہماری عبادت کیا ہی نہیں کرتے تھے ﴿63﴾ اور (ان سے) کہا جائے گا: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ انھیں پکاریں گے تو وہ

لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿64﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿65﴾ فَعَمِيَتْ

انھیں جواب نہیں دیں گے، اور وہ (سب) عذاب دیکھ لیں گے، کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے ﴿64﴾ اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، تو وہ کہے گا: تم نے

عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿66﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى

رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ ﴿65﴾ پھر اس دن ان پر خبریں پیچیدہ ہو جائیں گی، اور وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے ﴿66﴾ البتہ جس نے توبہ کی اور

اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿67﴾

ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا ﴿67﴾

امام مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قیامت کے روز عذاب دیے جائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے، دوسرے قول کے مطابق یہ حضرت حمزہ و علی رضی اللہ عنہما اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ دونوں قول امام مجاہد سے مروی ہیں۔① لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے بارے میں فرمایا ہے جو جنت کے بلند و بالا درجات میں ہوگا اور وہ دنیا کے اپنے ایک ساتھی کو دیکھے گا کہ وہ جہنم کے نچلے طبقوں میں ہوگا۔ وہ مومن کہے گا: ﴿ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 57:37) ”اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں سے ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ۙ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 158:37) ”اور البتہ تحقیق جنات جانتے ہیں کہ وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔“

تفسیر آیات: 67-62

مشرکین اور ان کے شرکاء کا ایک دوسرے سے اظہار براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ کافروں اور مشرکوں کو روز قیامت ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿62﴾ ﴾ ”میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (شریک) گمان کرتے تھے؟“ یعنی وہ اصنام و انداد اور وہ معبودان باطلہ کہاں ہیں جن کی تم دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟ یہ بات ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

---

① تفسیر الطبری: 120,119/20۔

فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 94:6) ”اور جس طرح ہم نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا، ایسے ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے اور جو (مال ومتاع) ہم نے تمھیں عطا فرمایا تھا، وہ سب تم اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تم دعوٰی کرتے تھے کہ بے شک وہ تمھارے (معاملات میں) شریک ہیں (آج) یقیناً تمھارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور وہ تم سے گم ہو گئے جن کے بارے میں تم گمان کیا کرتے تھے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ”تو جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے۔“ یعنی شیاطین، سرکش لوگ اور کفر کے داعی۔ ﴿ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿63﴾ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح انھیں بھی گمراہ کیا تھا (اب) ہم تیرے سامنے ان سے اظہار براءت کرتے ہیں، یہ صرف ہمیں نہیں پوجتے تھے۔“ وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انھوں نے انھیں گمراہ کیا تھا اور انھوں نے ان کی پیروی کی تھی، پھر وہ ان کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ۙ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ﴾ (مریم 82,81:19) ”اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے مددگار ہوں، ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطلہ) عنقریب ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔“

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ۙ ﴾ (العنکبوت 25:29) ”تم نے اللہ کے سوا دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کی وجہ سے بتوں کو (معبود) ٹھہرا لیا، پھر قیامت کے دن تمھارا بعض، بعض کا انکار کرے گا اور تمھارا بعض، بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمھارے لیے کوئی مددگار نہ ہو گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ ﴾ (البقرة 167,166:2) ”اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیرووں سے بیزار ہو جائیں گے اور

(دونوں) عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے (آپس کے) تعلقات منقطع ہو جائیں گے، (یہ حالت دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش! ہمارے لیے ایک بار واپسی ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہو جائیں، اسی طرح اللہ ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ آتش (دوزخ) سے نکل نہیں سکیں گے۔''

اور اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔'' تا کہ وہ تمھیں اس مشکل سے بچائیں جس میں تم مبتلا ہو جیسا کہ تم نے دنیا میں ان سے یہ امید قائم کر رکھی تھی۔ ﴿ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ ''تو وہ انھیں پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور (جب) عذاب کو دیکھ لیں گے۔'' اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ بہر حال جہنم رسید ہونے والے ہیں ﴿ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿64﴾ ﴾ ''(تو تمنا کریں گے کہ) کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے۔'' یعنی جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا○ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا○ ﴾ (الکھف 18:52,53)

''اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیّت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

قیامت کے دن رسولوں کے بارے میں ان کا موقف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿65﴾ ﴾ ''اور جس روز وہ (اللہ) انھیں پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔'' پہلی پکار توحید کے سوال کے بارے میں ہوگی اور اس میں نبوتوں کا اثبات بھی ہے کہ جنھیں تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا تم نے انھیں کیا جواب دیا، ان کے ساتھ تمھارا معاملہ کیسا تھا۔ جیسا کہ بندے سے قبر میں پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ مومن گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور کافر کہے گا: مجھے معلوم نہیں۔ ①

قیامت کے دن بھی اس کے پاس خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا کیونکہ جس شخص نے ان حقائق سے دنیا میں آنکھیں بند کر لیں، وہ آخرت میں اندھا بھی ہوگا اور رستے سے زیادہ بھٹکا ہوا بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿66﴾ ﴾ ''تو اس روز ان پر خبریں تاریک ہو جائیں گی، سو وہ آپس میں کچھ بھی پوچھ نہ سکیں گے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دلائل و براہین ان سے مخفی رہ جائیں گے اور وہ انساب کے بارے میں بھی کوئی پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔ ② ﴿ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

---

① سنن أبی داود، السنة، باب المسألة فی القبر وعذاب القبر، حدیث: 4753 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3000/9 وتفسیر الطبری: 121/20.

وَرَبُّكَ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے۔ ان (لوگوں) کے لیے کوئی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور ان سے کہیں

عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ (68) وَرَبُّكَ يَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ (69) وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ

اعلیٰ ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں (68) اور آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (69) اور وہی اللہ ہے،

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡحَمۡدُ فِى الۡاُوۡلٰى وَالۡاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (70)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں تمام حمد اسی کے لیے ہے، اور حاکمیت و فرمانروائی بھی اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (70)

کیا۔'' یعنی دنیا میں، ﴿فَعَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِيۡنَ (67)﴾ ''تو ہو سکتا ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو جائے۔'' یعنی قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ جب عسٰی کا لفظ استعمال فرمائیں تو وہ یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ لوگ یقیناً فلاح پا جائیں گے۔

تفسیر آیات: 70-68

خلق، علم اور اختیارات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ خلق اور اختیار اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اس میں نہ کوئی اس سے تنازعہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُ ؕ﴾ ''اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے۔'' پس جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اچھے اور برے تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ان سب کا مرجع اسی کی طرف ہے۔ ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ ؕ﴾ ''ان کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے۔'' صحیح قول کے مطابق ﴿مَا﴾ نفی کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ﴾ (الأحزاب 36:33) ''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو۔'' پھر فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ يَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ (69)﴾ ''اور ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں آپ کا پروردگار اسے جانتا ہے۔'' یعنی آپ کا رب سینوں کی مخفی باتوں، ان کے بھیدوں اور اسرار کو جانتا ہے جیسا کہ وہ تمام مخلوقات کے ظاہری حالات سے آگاہ ہے، ﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝﴾ (الرعد 10:13) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر کہے یا جو شخص رات کو چھپنے والا ہو اور دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔''

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ﴾ ''اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' وہ الوہیت میں منفرد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی رب ہے کہ جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے برگزیدہ کرے۔ ﴿لَهُ الۡحَمۡدُ فِى الۡاُوۡلٰى وَالۡاٰخِرَةِ ۫﴾ ''دنیا اور آخرت میں سب تعریف اسی کے لیے ہے۔'' یعنی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں وہ اپنے عدل و حکمت کے ساتھ قابل ستائش ہے، ﴿وَلَهُ الۡحُكۡمُ﴾ ''اور اسی کا حکم ہے'' کہ اس کے تسلط، غلبے، حکمت

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے رات ہی (طاری) کردے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو

يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (71) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى

تمھیں روشنی (دن) لادے؟ کیا پھر تم سنتے نہیں؟ (71) کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے دن ہی (طاری)

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (72) وَمِنْ

کر دے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو تمھیں رات لادے کہ تم اس میں آرام کرسکو؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ (72) اور اس نے اپنی

رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو، اور تاکہ تم (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو،

تَشْكُرُوْنَ (73)

اور شاید کہ تم شکر کرو (73)

اور رحمت کی وجہ سے اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (70)﴾ ’’اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔‘‘ یعنی تم سب کے سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق جزا یا سزا دے گا اور تمام اعمال میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہ رہے گی۔

تفسیر آیات: 73-71

رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی توحید کے دلائل ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے رات اور دن کو ان کے لیے مسخر فرما دیا ہے کہ ان کے بغیر ان کے لیے چارۂ کار ہی نہیں ہے، نیز اس نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ رات کو قیامت کے دن تک دائمی اور سرمدی بنا دیتا تو یہ بات ان کے لیے نقصان دہ ہوتی اور وہ اس سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ﴾ ’’تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں روشنی لا دے؟‘‘ جس میں تم دیکھ سکو اور جس کے سبب تم زندگی سے مانوس ہو جاؤ، ﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (71)﴾ ’’تو کیا تم سنتے نہیں؟‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ قیامت تک دن کو سرمدی اور دائمی بنا دیتا تو اس سے بھی انھیں نقصان پہنچتا، ان کے جسم تھک جاتے اور حرکات اور اشغال کی کثرت کی وجہ سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ﴾ ’’تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں رات لا دے جس میں تم آرام کرو۔‘‘ حرکات و سکنات اور کام کاج چھوڑ کر آرام کرو، ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (72) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ’’تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا۔‘‘ یعنی اس نے رات کو بھی پیدا فرمایا ہے اور دن کو بھی، ﴿لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ’’تاکہ تم اس میں آرام کرو۔‘‘ یعنی رات میں۔ ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ’’اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو۔‘‘ یعنی دن میں سفر کر کے، ایک سے دوسری جگہ آ جا کر اور حرکات و سکنات اور کام کاج کے ذریعے سے اس کا فضل تلاش کرو، یہاں لف و نشر کو ملحوظ رکھا گیا

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (74) وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ

اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنھیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے؟(74) اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں

اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

گے، پھر ہم کہیں گے: تم (میرے ساتھ شرک کرنے پر) اپنی دلیل لاؤ، پھر وہ جان لیں گے کہ بے شک سچی بات اللہ ہی کی ہے، اور ان سے گم ہو جائے گا جو

7 ع 15 10

يَفْتَرُوْنَ (75) ع

کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے(75)

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، پھر اس نے ان پر ظلم کیا، اور ہم نے اسے اس قدر خزانے دیے تھے کہ بلاشبہ اس کی

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ

چابیاں ایک طاقتور (مردوں کی) جماعت پر بھاری ہوتی تھیں، (یاد کرو) جب اس کی قوم نے اس سے کہا: تو اِترا مت، بے شک

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (76) وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ

اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا(76) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے، تو اس سے آخرت کا گھر تلاش کر، اور تو دنیا میں بھی اپنا

مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط اِنَّ

حصہ مت بھول، اور تو (لوگوں سے) ایسے احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، اور تو زمین میں فساد نہ کر، بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (77)

اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا(77)

ہے۔ ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (73) ﴾ ”اور تا کہ تم شکر کرو۔“ یعنی رات دن میں مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر کوئی شخص رات کو آرام نہ کر سکے تو وہ دن کو آرام کر کے اس کی تلافی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دن کو کام نہ کر سکے تو وہ رات کو کام کر کے اسے مکمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○ ﴾ (الفرقان 62:25) ”اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنایا (یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا وہ شکر گزاری کا ارادہ کرے۔“ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات: 75,74

مشرکین کو زجر و توبیخ: یہ زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان لوگوں کے لیے دوسری پکار ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کی پوجا کرتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن انھیں تمام مخلوقات کے سامنے پکار کر فرمائے گا: ﴿ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (74) ﴾ ”میرے وہ شریک کہاں ہیں جنھیں تم (شریک) گمان کرتے تھے؟“ یعنی جنھیں تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا آج وہ کہاں ہیں؟ ﴿ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ﴾ ”اور ہم ہر ایک امت میں سے گواہ

نکال لیں گے۔“ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں گواہ کا لفظ رسول کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ① ﴿فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ”پھر ہم کہیں گے: تم اپنی دلیل لاؤ۔“ اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بھی ہیں۔ ﴿فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ﴾ ”تو وہ جان لیں گے کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے“ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کا یہ جواب کسی جبر واکراہ کا نتیجہ نہیں ہوگا۔ ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (75)﴾ ”اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے ان سے گم ہو جائے گا۔“ یعنی ان کا کذب وافترا اس دن ختم ہو جائے گا اور وہ ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔

تفسیر آیات: 77,76

قارون کا ذکر اور قوم کی اسے نصیحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ ”بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔“ تو یہ قارون موسیٰ کے چچا کا بیٹا تھا۔ ② ابراہیم نخعی، عبداللہ بن حارث بن نوفل، سماک بن حرب، قتادہ، مالک بن دینار، ابن جریج اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ ③ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کا سلسلہ نسب یہ تھا: قارون بن یَصہر بن قاہث۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ ④ اور فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ﴾ ”اور ہم نے اس کو خزانوں سے اس قدر دیا تھا کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت پر (اٹھانی) مشکل ہوتیں۔“ یعنی کنجیاں اس قدر کثیر تعداد میں تھیں کہ وہ ایک طاقتور جماعت کو بھی اٹھانی مشکل تھیں۔ اعمش نے خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں، ہر کنجی ایک انگلی کے برابر ہوتی تھی اور ہر خزانے کی کنجی الگ الگ ہوتی تھی، جب وہ سوار ہو کر باہر نکلتا تو اس کی یہ کنجیاں ساٹھ سفید رنگ کے خچروں پر لاد دی جاتی تھیں۔ ⑤ اس کے علاوہ اور بھی کئی کچھ کہا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (76)﴾ ”جب اس کی قوم نے اسے کہا کہ اترائیے مت کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اس کی قوم کے نیک لوگوں نے اسے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اپنے اس مال ودولت پر فخر اور غرور نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فخر وغرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿الْفَرِحِيْنَ (76)﴾ کے معنی اکڑنے والے ہیں۔ ⑥ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فخر وغرور کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ⑦

اور فرمایا: ﴿وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ”اور جو تجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس میں سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ جو بے حساب مال

---

① تفسير الطبري: 127/20. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3005/9. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3005/9 وتفسير الطبري: 129/20. ④ تفسير الطبري: 128/20. ⑤ تفسير الطبري: 130/20. ⑥ تفسير الطبري: 135/20. ⑦ تفسير الطبري: 135/20.

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

قارون نے کہا: مجھے تو یہ (مال) محض اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ بے شک اللہ نے اس سے

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

پہلے ایسے بہت سے لوگ ہلاک کردیے تھے جو قوت میں اس سے زیادہ تھے اور لاؤ لشکر میں بڑھ کر تھے، اور مجرموں سے ان کے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿78﴾

گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا ﴿78﴾

اور عظیم الشان نعمتیں عطا فرمائی ہیں، انھیں اپنے رب کی اطاعت اور اس کے تقرب کے حصول کے لیے خرچ کر اور مختلف قسم کے اچھے اچھے کام سرانجام دے تاکہ تجھے دنیا و آخرت کا ثواب مل سکے، ﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ ''اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، لباس، رہائش اور شادی بیاہ کے جن کاموں کو جائز قرار دیا، انھیں ضرور اختیار کیجیے کیونکہ تمھارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری بیوی اور بچوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے، پس ہر حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔

﴿ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ ''اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا۔'' یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے تم بھی اس کی مخلوق سے احسان کرو، تمھارا مقصود و مطلوب اس مال و دولت کے ساتھ زمین میں فساد برپا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے برا سلوک کرنا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿77﴾ ﴾ ''بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

تفسیر آیت: 78

متکبر و مغرور قارون: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب قارون کو اس کی قوم نے یہ نصیحت کی اور نیکی کی طرف اسے توجہ دلائی تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ ﴾ ''اس نے کہا: یقیناً میں وہ (مال) اس علم کی بنیاد پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے۔'' یعنی مجھے تمھاری ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مال اس لیے دیا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں اور اسے مجھ سے محبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ ﴾ (الزمر 49:39) ''پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے: یہ تو مجھے (میرے) علم (و دانش) کی بدولت دی گئی ہے۔'' اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ یہ نعمت مجھے اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ ﴾ (حٰمٓ السجدة 50:41) ''اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہے اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا (حق) ہے۔'' یعنی میں اس کا مستحق تھا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ

پھر وہ اپنے پورے کرّ وفر کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا (تو) جو لوگ دنیاوی زندگی چاہتے تھے، کہنے لگے: کاش! ہمارے لیے بھی اس کے مثل ہوتا جو

مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ⑲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ

قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ بڑے نصیبے والا ہے ⑲ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انھوں نے کہا: افسوس تم پر! اس شخص کے لیے اللہ کا ثواب بہت بہتر

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ⑳

ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، اور یہ بات صبر کرنے والوں ہی کو سکھائی جاتی ہے ⑳

امام عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ﴾ کی بہت خوب تفسیر بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی نہ ہوتا اور اسے میری فضیلت معلوم نہ ہوتی تو وہ مجھے یہ مال عطا نہ فرماتا اور پھر انھوں نے یہ الفاظ پڑھے: ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ﴾ ”کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے کئی امتوں سے جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالیں۔“ ① کم علم لوگ جب کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی عطا فرما دی ہو تو وہ اسی طرح کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص مستحق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ مال عطا نہ فرماتا۔

تفسیر آیات: 80,79

قارون کا ٹھاٹھ کے ساتھ نکلنا اور قوم کی خواہش: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دن قارون بڑی آرائش و زیبائش اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا، اس نے اور اس کے خدم و حشم نے بہت فاخرانہ لباس پہن رکھے تھے اور وہ بہت اعلیٰ سواریوں پر سوار تھے، اسے جب دنیا کے طلب گاروں اور دنیوی جاہ و حشمت کے چاہنے والوں نے دیکھا تو وہ اس خواہش کا اظہار کرنے لگے کہ اے کاش! انھیں یہ دنیوی مال و دولت نصیب ہو جو قارون کو ملی ہے، وہ کہنے لگے: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ⑲﴾ ”اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔“ یعنی اسے دنیوی مال سے بہت وافر حصہ ملا ہوا ہے، جب اہل علم نے ان لوگوں کی بات کو سنا تو انھوں نے کہا: ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ﴾ ”تم پر افسوس! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور صالح بندوں کو آخرت میں جو جزا عطا فرمائے گا وہ اس مال و دولت سے کہیں بہتر ہوگی جسے تم دیکھ رہے ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَّأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ] ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ تیار کیا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل

---

① تفسیر الطبری: 138/20۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ

چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے لیے (اس کے حامیوں کی) کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد

اللّٰهِ ق وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ⑧① وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں تھا⑧① اور جنھوں نے کل اس کے مقام و مرتبہ کی تمنا کی تھی، وہ (صبح اٹھ کر) کہنے لگے: ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ج لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ

میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا،

ع 8 7 11 عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ع ⑧②

ہائے شامت! کافر فلاح نہیں پاتے⑧②

میں اس کا کوئی تصور آسکتا ہے اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 17:32) ”پس کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“① ﴿ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ⑧⓪ ﴾ ”اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔“ سدی نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت صرف صابر لوگوں ہی کو ملے گی، انھوں نے گویا اسے اہل علم ہی کے کلام کا باقی حصہ قرار دیا ہے۔② جبکہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ایسی بات صرف وہ لوگ ہی کہہ سکتے ہیں جنھوں نے صبر کو اختیار کرتے ہوئے دنیا کی محبت کو ترک کر دیا ہے اور جو آخرت کے طلب گار رہوں، انھوں نے گویا اسے اہل علم کی بات سے ایک الگ جملہ بتاتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قرار دیا ہے۔③

تفسیر آیات: 82,81

قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسنا: اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ قارون ایک دن بڑے کروفر، بڑے غرور و تکبر اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا، صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے سالم نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [(بَيْنَمَا) رَجُلٌ يَّجُرُّ إِزَارَهُ، خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”ایک شخص اپنے تہ بند کو گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا کہ اسے اللہ نے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔“④ پھر سالم نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة......، حديث: 3244 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب صفة الجنة، حديث:2824 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3016/9. ③ تفسير الطبري: 141/20. ④ صحيح البخاري، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حديث: 5790 وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم التبختر في المشي......، حديث:(50,49)-2088 عن أبي هريرة رضي الله عنه جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3485 میں ہے۔

روایت کیا ہے۔①

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَيْنَا رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَ فِي بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، يَخْتَالُ فِيهِمَا، أَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ، وَإِنَّهُ لَيَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص دو سبز رنگ کی چادروں میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اسے پکڑ لیا اور بلاشبہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔''② اس حدیث کو صرف امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اور فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ⑧١﴾ ''پھر اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں سے ہوا۔'' یعنی اس کا مال، اس کی جماعت اور اس کے خدم وحشم اس کے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکے، وہ خود بھی کوئی بدلہ نہ لے سکا، یعنی وہ نہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور نہ کوئی اور اس کے کام آ سکا۔

اس کے دھنسنے سے قوم کا نصیحت حاصل کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور وہ لوگ جنھوں نے کل اس کے رتبے کی تمنا کی تھی صبح کہنے لگے۔'' یعنی ان لوگوں نے جنھوں نے اسے ٹھاٹھ باٹھ میں دیکھا تھا اور یہ کہا تھا: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ⑦٩﴾ ''اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جیسے قارون دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔'' اور جب اسے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہی لوگ کہنے لگے: ﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ﴾ ''ہائے شامت! اللہ ہی تو اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' یعنی مال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صاحب مال سے خوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے تحت کسی کو عطا فرما دیتا ہے اور کسی کو محروم کر دیتا ہے، کسی کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے اور کسی کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور کسی کے رزق کے پلڑے کو جھکا دیتا ہے اور کسی کے پلڑے کو اوپر اٹھا دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الْمَالَ مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُّحِبُّ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے اخلاق کو بھی تم میں اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسا کہ اس نے تمھارے رزق کو تم میں تقسیم فرما دیا ہے، مال تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جسے وہ پسند نہیں فرماتا لیکن ایمان صرف اسی کو عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔''③

---

① صحيح البخاری، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حديث: 5790 . ② مسند أحمد: 40/3 . ③ المستدرك للحاكم، الإيمان: 34,33/1، حديث: 95,94 والمعجم الكبير للطبرانی من اسمه عبداللّٰه: 203/9، حديث: 8990 والسلسلة الصحيحة: 482/6، حديث: 2714 .

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط

وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (83) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

لیے ہے (83) جو کوئی نیکی لائے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ) ہوگا، اور جو کوئی برائی لائے گا تو برے عمل کرنے

فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (84)

والوں کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے (84)

﴿ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط ﴾ ”اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا جس طرح اس نے قارون کو دھنسایا ہے کیونکہ ہم نے بھی اسی کی طرح ہو جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، ﴿ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (82) ﴾ ”ہائے خرابی! کافر کامیاب نہیں ہو سکتے۔“ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ قارون کافر تھا اور کافر دنیا و آخرت میں نجات نہیں پا سکتے۔

﴿وَيْكَاَنَّ﴾ کے معانی: ﴿ وَيْكَاَنَّ ﴾ کے معنٰی کے بارے میں علمائے نحو میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ اس کے معنٰی یہ ہیں: وَيْلَكَ اِعْلَمْ أَنَّ ”ہائے تمھاری شامت! تم (اس بات کو) جان لو کہ بے شک......!“ مگر مخفف کر کے اسے وَيْكَ بنا دیا گیا۔ اور أَنَّ کے الف کا مفتوح ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں سے اِعْلَمْ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنٰی یہ ہیں: أَلَمْ تَرَأَنَّ ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک......“ یہ امام قتادہ کا قول ہے۔① یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی وَىْ كَأَنَّ ہے جبکہ حرف وَىْ تعجب یا تنبیہ کے لیے ہے اور كَأَنَّ ”میرا گمان ہے، میرا خیال ہے“② کے معنٰی میں ہے۔

تفسیر آیات: 84,83

آخرت کی نعمتیں عجز و انکسار کرنے والے مومنوں کے لیے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آخرت کا گھر اور اس کی ابدی و سرمدی اور غیر فانی نعمتوں کو اس نے اپنے ان مومن بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو عجز و انکسار سے کام لیتے ہیں اور ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہ تو ظلم و جبر کرتے ہیں اور نہ زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں جیسا کہ عکرمہ نے بھی کہا ہے کہ عُلُوّ کے معنی ظلم و جبر کے ہیں۔③ ابن جریج کہتے ہیں: ﴿ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین میں شیخی نہیں بگھارتے اور ظلم و جبر سے کام نہیں لیتے ﴿ وَلَا فَسَادًا ط ﴾ اور نہ گناہوں کے ذریعے سے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔④

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی کو جب یہ بہت اچھا لگے کہ اس کے جوتے کا تسمہ اس کے بھائی کے جوتے کے تسمے سے زیادہ اچھا ہو تو یہ بات بھی اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا

---

① تفسیر الطبری: 147,146/20۔ ② تفسیر الطبری: 147/20۔ ③ تفسیر الطبری: 149/20۔ ④ تفسیر الطبری: 149/20۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی

بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے آپ پر قرآن فرض (نازل) کیا، یقیناً وہ آپ کو (اچھے) انجام تک پہنچانے والا ہے، کہہ دیجیے: میرا رب خوب جانتا ہے کہ

وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿85﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا

کون ہدایت کے ساتھ آیا اور کون کھلی گمراہی میں ہے ﴿85﴾ اور آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ کی طرف (یہ) کتاب وحی کی جائے گی مگر یہ آپ کے

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿86﴾ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ

رب کی رحمت ہی سے (وحی کی گئی) ہے، لہٰذا آپ کافروں کے مددگار ہرگز نہ ہوں ﴿86﴾ اور وہ (کافر) آپ کو اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں

اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿87﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ

اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف اتاری گئیں اور آپ (انھیں) اپنے رب کی طرف بلائیں، اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں ﴿87﴾ اور آپ اللہ کے

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وقف لازم

ساتھ کسی اور الٰہ کو مت پکاریں، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے، اسی کی حاکمیت و فرمانروائی

وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿88﴾ ع 9 6 12

ہے اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿88﴾

﴿یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿83﴾﴾ ”اور جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے“ میں داخل ہے۔① لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ دوسروں پر فخر و غرور کا اظہار کرے تو ظاہر ہے کہ یہ مذموم ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰی إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰی لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ وَّلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ] ”بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔“② اگر کوئی محض تجمل کے لیے اختیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری چادر خوب صورت ہو اور میرا جوتا خوب صورت ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا: [(لَا) إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ] ”نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور وہ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔“③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ”جو شخص نیکی لائے۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ﴾ ”تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے“ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب بندے کی نیکی سے زیادہ بہتر ہوگا

---

① تفسیر الطبری: 149/20. ② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: (64)-2865 عن عياض بن حمار ﷺ. ③ صحیح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، حديث: 91 اور قوسین والا لفظ مسند أحمد: 399/1 عن ابن مسعود ﷺ میں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرمائے گا اور یہ اس کے فضل و کرم کا تقاضا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور جو برائی لائے گا تو جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو صرف اسی کا بدلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (النمل 90:27) ''اور جو برائی لائے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے، تم کو تو انھی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عدل کا مقام ہے۔

تفسیر آیات: 85-88

تبلیغ اور توحید کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کا پیغام پہنچائیں اور انھیں قرآن مجید پڑھ کر سنائیں، نیز اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت کے دن کی طرف لوٹا دے گا اور اس بار نبوت کے بارے میں آپ سے پوچھے گا جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر!) جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو (آپ کے) لوٹنے کی جگہ لوٹانے والا ہے۔'' یعنی جس نے آپ پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ آپ اسے لوگوں کو پہنچا دیں، وہ قیامت کے دن آپ سے اس بارے میں دریافت کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 6:7) ''تو جن لوگوں کی طرف (پیغمبر) بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ ﴾ (المائدة 109:5) ''(وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ کیا جواب دیے گئے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 69:39) ''اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو مکہ میں لوٹا دے گا۔ ① امام نسائی نے بھی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔ ② اور امام ابن جریر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ③ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ میں اسی طرح لوٹا دے گا جس طرح اس نے آپ کو یہاں سے نکالا تھا۔ ④ محمد بن اسحاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی جائے پیدائش مکہ کی طرف لوٹا دے گا۔ ⑤ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ مَعَادٍ ؕ ﴾ کی تفسیر میں یہ بھی

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ ﴾ (القصص 85:28)، حديث: 4773. ② السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ ﴾ (القصص 57:28): 425/6، حديث: 11386. ③ تفسير الطبري: 152/20. ④ تفسير الطبري: 152/20. ⑤ تفسير الطبري: 152/20.

فرمایا ہے کہ اس سے مراد ''موت'' ہے۔ ① کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ''قیامت'' کا دن ہے۔ ② اور کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ''جنت'' ہے ③ جو جن وانس تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کی جزا ہے۔ آپ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اکمل، افصح اور اشرف ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''کہہ دیں: میرا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو صریح گمراہی میں ہے۔'' یعنی اے محمد! اپنی قوم کے مشرکین اور ان کی پیروی کرنے والوں سے کہہ دیں جو آپ کی مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا میں اور تم عنقریب یہ بھی جان لو گے کہ آخرت میں انجام کس کا اچھا ہوگا اور دنیا و آخرت میں فتح و نصرت کس کو نصیب ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ اس نے آپ کو مبعوث فرما کر خود آپ پر اور دیگر انسانوں پر کتنی عظیم الشان نعمت فرمائی ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور آپ امید نہ کرتے تھے کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائے گی۔''

یعنی وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ کو یہ گمان نہ تھا کہ آپ پر وحی نازل کی جائے گی، ﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''مگر آپ کے پروردگار کی مہربانی سے (نازل ہوئی۔)'' یعنی آپ پر جو وحی نازل کی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر اور آپ کے سبب دیگر تمام انسانوں پر رحمت ہے اور اس نے جب آپ کو اس عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا ہے ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ ''تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہوں۔'' بلکہ انھیں چھوڑ دیں اور ان کی مخالفت کریں۔ ﴿وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے روک نہ دیں بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل کی جا چکی ہیں۔'' اس بات سے آپ متاثر نہ ہوں کہ وہ آپ کی مخالفت کرتے اور لوگوں کو آپ کے رستے سے روکتے ہیں، آپ ان کی قطعاً پروا نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کے کلمے کو سربلندی عطا فرمائے گا، آپ کے دین کی تائید و حمایت فرما کر اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ ﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے پروردگار کی طرف بلائیں۔''

یعنی اپنے رب تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے رہیں ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ ''اور آپ مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور آپ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکاریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس لیے کہ اسی کی ذات پاک اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ الوہیت اسی کی عظمت کے شایان شان ہے۔ ﴿كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط﴾ ''اس کے چہرے کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اسی کی ذات پاک دائم اور باقی ہے اور وہ زندہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ساری مخلوقات مر جائیں گی مگر اس کی ذات پاک کے لیے موت نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ

---

① تفسیر الطبری: 152/20 · ② تفسیر الطبری: 151/20 · ③ تفسیر الطبری: 151,150/20 ·

مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚۖ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۚ﴾ (الرحمٰن 55:26,27) ”ہر ایک (مخلوق) جو اس (زمین) پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور آپ کے پروردگار ہی کا چہرہ جو صاحب جلال وعظمت ہے، باقی رہے گا۔“ اس آیت کریمہ میں ﴿وَجْهُ﴾ کا لفظ ذات پاک سے تعبیر ہے، اسی طرح اس آیت: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ﴾ میں بھی لفظ وَجْہٗ ذات پاک سے تعبیر ہے۔ صحیح بخاری میں بطریق ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيدٍ] ”سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو، وہ ہے جو لبید نے کہی ہے

أَلَا! كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

”خبردار! سن لو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔“①

اور فرمایا: ﴿لَهُ الْحُكْمُ﴾ ”اسی کا حکم ہے۔“ ملک بھی اسی کا ہے اور تصرف بھی اسی کا، اس کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا ﴿وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿88﴾﴾ ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کے مطابق جزا دے گا، اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

سورۂ قصص کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

---

① صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب أیام الجاهلیة، حدیث :3841 وصحیح مسلم، الشعر، باب: فی إنشاد الأشعار……، حدیث:(3)-2256 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ .

تفسیر
سُورَۃُ عَنْکَبُوت

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ

الٓمّٓ ① کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انھیں آزمایا نہیں جائے گا② اور البتہ تحقیق ہم نے

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③

ان لوگوں کو آزمایا ہے جو ان سے پہلے تھے، پھر اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کرے گا جنھوں نے سچ بولا، اور وہ ضرور ظاہر کرے گا ان کو جو جھوٹے ہیں③ کیا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④

جو لوگ برے عمل کرتے ہیں انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں④

تفسیر آیات:1-4

مومنوں کی آزمائش اور اس کا مقصد: حروف مقطعات کے بارے میں گفتگو سورۂ بقرہ کے آغاز میں ہو چکی ہے۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ②﴾ ”کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔“ اس میں استفہام انکاری ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ان کے ایمان کے مطابق ضرور آزمائش کرے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [(أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً) اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِينِهٖ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهٖ صَلَابَةٌ، زِيدَ فِي بَلَائِهٖ] ”سب سے سخت آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی اور پھر اس کی جو ان کے زیادہ مشابہ ہوگا، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔“① یہ آیت درج ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

---

① جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء في الصبر على البلاء، حديث:2398 و مسند أحمد :172/1 عن سعد بن أبي وقاص ﷛ جبکہ قوسین والے الفاظ المستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، باب ذكر مناقب أبي ذر الغفاري ﷛: 343/3 ومسند أحمد : 369/6 عن فاطمة ؓ میں ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو (وہ جان لے کہ) بلاشبہ اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے⑤ اور

فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو شخص جہاد کرے تو بس وہ اپنے ہی فائدے کے لیے جہاد کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے⑥ اور جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦

اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور مٹا دیں گے اور جو عمل وہ کرتے رہے، ہم انھیں ضرور ان کی بہترین جزا دیں گے ⑦

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○﴾ (آل عمرٰن 3:142) ’’یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنھوں نے جہاد کیا اور (یہ کہ) وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔‘‘ اور اس کی مثل سورۂ توبہ میں بھی آیت ہے۔①

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں یوں فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○﴾ (البقرة 2:214) ’’کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو ان لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں جو پہلے گزرے، ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آگاہ رہو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔‘‘ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③﴾ ’’اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی یقیناً آزمایا تھا (اور انھیں بھی آزمائیں گے)، سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنھوں نے سچ بولا اور ان لوگوں کو بھی ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔‘‘ یعنی اس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معلوم کرے گا جو دعوائے ایمان میں سچے ہیں اور ان کو بھی جان لے گا جو دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو جانتا ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور وہ یہ بھی جانتا ہے جو نہیں ہوا، اگر وہ ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ اور تمام ائمۂ سنت کا اس بات پر اجماع ہے، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین ﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ (البقرة 2:143) ’’مگر یہ کہ ہم معلوم کریں‘‘ جیسے الفاظ کے معنی یہ کرتے ہیں: ’’تاکہ ہم دیکھ لیں‘‘ کیونکہ رؤیت کا تعلق تو اس چیز سے ہوتا ہے جو موجود ہو جبکہ علم، رؤیت کی نسبت عام ہے کیونکہ اس کا معدوم اور موجود دونوں سے تعلق ہوتا ہے۔

برے لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہیں سکتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④﴾ ’’کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں، یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل جائیں

---

① دیکھیے آیت: 16۔

گے؟ وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔'' یعنی جو لوگ دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوئے، وہ بھی یہ خیال نہ کریں کہ وہ فتنہ اور امتحان سے بچ جائیں گے کیونکہ انھیں تو ایسی سزا اور ایسا عذاب ملے گا جو دنیا کی آزمائش کی نسبت بہت زیادہ سخت ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ﴾ ''یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔'' یعنی وہ ہمیں پیچھے چھوڑ دیں گے۔ ﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴﴾ ''وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔''

تفسیر آیات:7-5

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی امید پوری فرمادے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ﴾ ''جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو۔'' یعنی اسے امید ہو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، اس کے لیے وہ نیک عمل کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب جزیل کی امید رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا فرمادے گا اور اس کے عمل کا اسے پورا پورا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور ایسا یقیناً ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور تمام کائنات کو دیکھتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵﴾ ''جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ﴾ ''اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے۔'' یہ اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41) ''جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے۔'' یعنی جس شخص نے نیک عمل کیا تو اس کے عمل کا فائدہ اسی کو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ اگر تمام انسان اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان جیسے ہو جائیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶﴾ ''اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے (اور) یقیناً اللہ تو سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہونے کے باوصف اور ان کے ساتھ لطف واحسان کرنے کے باوجود، وہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ سرانجام دینے والوں کو بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور وہ یہ کہ ان کے گناہوں کو دور فرمادے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں اس سے بھی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا جو وہ عمل کرتے رہے، وہ قلیل نیکی کو بھی قبول فرمائے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور برائی کا اتنا ہی بدلہ دے گا جتنی برائی ہوگی یا اسے معاف فرمادے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النسآء 40:4) ''اللہ کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی کی ہوگی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کی، اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس

فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کا تجھے علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے ⑧ اور جو لوگ ایمان

الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨

لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انھیں نیک لوگوں میں ضرور داخل کریں گے ⑨

اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦ ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ضرور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کا ضرور اچھا بدلہ دیں گے۔“

تفسیر آیات:9,8

والدین سے حسن سلوک کا حکم مگر......: اللہ تعالیٰ نے توحید کے ساتھ مضبوطی سے وابستگی کے بعد اپنے بندوں کو اپنے والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ والدین انسان کے وجود کا سبب ہیں، لہٰذا انسان کے لیے فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ بے حد حسن سلوک کرے، والد نے اس کی ضروریات کے لیے خرچ کیا اور والدہ نے اسے محبت و شفقت سے پروان چڑھایا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۗ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 24,23:17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو اور ان دونوں کے لیے عاجزی کا بازو نیازمندی سے جھکائے رکھو اور کہو: اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

والدین کے احسان کے مقابلے میں ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کی وصیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ﴾ ”اگر تیرے ماں باپ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت کی تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔“ یعنی جب والدین مشرک ہوں اور ان کی خواہش ہو کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں تو اس صورت میں اپنے آپ کو ان (کے حکم کی اتباع) سے بچائے رکھیں، اس سلسلے میں ان کی بات نہ مانیں۔ تم سب کو روز قیامت میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صبر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہنے کی جزا دوں گا اور تجھے تیرے والدین کی جماعت میں نہیں بلکہ نیک لوگوں کی جماعت میں اٹھاؤں گا، گو دنیا میں تو اپنے والدین ہی کے سب سے زیادہ قریب تھا لیکن قیامت کے دن آدمی کو اس شخص کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس کے ساتھ اسے دینی محبت ہوگی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ

اورلوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پرایمان لائے، پھر جب اللہ کی راہ میں انھیں ایذادی جاتی ہے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب

اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

کے مانند ٹھہراتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آجائے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمھارے ساتھ تھے، کیا جو کچھ جہان والوں کے

بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

سینوں میں ہے اللہ اُسے خوب جاننے والا نہیں؟⑩ اور اللہ انھیں ضرور ظاہر کرے گا جو ایمان لائے اور وہ منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کرے گا⑪

الصّٰلِحِيْنَ ⑨﴾ ’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ہم انھیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔‘‘

امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، پھر انھوں نے اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری والدہ ام سعد نے مجھے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں نیکی کا حکم نہیں دیا۔ اللہ کی قسم! میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی حتی کہ مرجاؤں گی یا تم کفر اختیار کرلو گے، سعد نے بیان کیا کہ میری والدہ کو جب گھر والے کھانا کھلانا چاہتے تو وہ زبردستی اس کے منہ کو کھلواتے تھے، اس موقع پر میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ......﴾ الآية

’’اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک (کرنے) کا حکم دیا ہے (اے مخاطب!) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنا جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان......۔‘‘① اس حدیث کو امام احمد، مسلم، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔② اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

تفسیر آیات: 11,10

منافقین کی عادات: اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اپنی زبانوں سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے، جب انھیں دنیا میں کوئی آزمائش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان (مسلمانوں) سے ناراضی کی وجہ سے ہے، اس لیے وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ﴾ ’’اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب ان کو اللہ (کے رستے) میں کوئی ایذا دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) بناتے (سمجھتے) ہیں جیسے اللہ کا عذاب۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی آزمائش یہ ہے کہ جب اسے اللہ کے رستے میں

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حديث: 3189 ۔ ② مسند أحمد: 181/1 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب الأنفال، حديث: (34)-1748 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حديث: 2740 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ (الأعراف 7:199): 349,348/6، حديث: 11196، البتہ امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے اسے قدرے مختصر بیان کیا ہے۔

کوئی ایذا پہنچتی ہے تو وہ دین سے مرتد ہو جاتا ہے۔ ① دیگر علمائے سلف نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ (الحج 12,11:22) ’’اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل الٹا پھر جاتا ہے، اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے، یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے، یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ﴾ ’’اور البتہ اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آ جائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ بلاشبہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں۔‘‘ یعنی اے محمد! اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت اور مالِ غنیمت حاصل ہو تو یہ لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ ہم بھی تمھارے ساتھ ہیں، یعنی ہم بھی تمھارے دینی بھائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ښ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ (النسآء 141:4) ’’وہ (منافق) جو تمھاری بابت انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر اللہ کی طرف سے تمھارے لیے فتح ہو تو وہ کہتے ہیں: کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لیے کچھ حصہ (کامیابی) ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور تمھیں مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟‘‘ اور فرمایا: فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۭ (المآئدة 52:5) ’’سو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو جائیں گے۔‘‘ اور یہاں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ﴾ ’’اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یقیناً تمھارے ساتھ تھے۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩﴾ ’’کیا اللہ اس سے خوب واقف نہیں جو اہل عالم کے سینوں میں ہے؟‘‘ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اور جسے یہ اپنے ضمیروں میں چھپائے ہوئے ہیں، خواہ تمھارے سامنے انھوں نے اپنی موافقت کا اظہار ہی کیوں نہ کیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪﴾ ’’اور اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو رنج و راحت کے ساتھ ضرور آزمائے گا تاکہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے

---

① تفسیر الطبری : 162,161/20۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہمارے راستے کی پیروی کرو، اور ہم تمھارے گناہ اٹھالیں گے، حالانکہ وہ ان کے گناہوں

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز

میں سے کچھ بھی نہیں اٹھائیں گے، بے شک وہ جھوٹے ہیں⑫ اور یقیناً وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ ضرور اٹھائیں گے، اور جو

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع ع 1 ⑬ 13

کچھ وہ جھوٹ گھڑتے رہے، روزِ قیامت ان کے متعلق ان سے ضرور پوچھا جائے گا⑬

اور جو شخص رنج وراحت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو وہ درحقیقت اپنے فائدے کے لیے اطاعت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ۝ ﴾ (محمد 31:47) ”اور البتہ ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور ہم تمھارے حالات بھی جانچ لیں۔“ غزوۂ احد میں پیش آنے والے امتحان و آزمائش کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ...... ﴾ الآية (اٰل عمرٰن 179:3) ”جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں چھوڑے (رہنے دے) گا......“

تفسیر آیات: 13,12

دوسروں کے گناہ اپنے ذمے لینے کے بارے میں کافروں کی جرأت: اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے ان سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے اور ہدایت کی پیروی کرنے لگے تھے کہ دین اسلام کو چھوڑ کر ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ اور ہمارے رستے کی پیروی شروع کردو ﴿ وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ ﴾ ”اور ہم تمھارے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے۔“ یعنی اگر اس کی وجہ سے تمھیں گناہ ہوگا تو وہ ہماری گردن پر جیسا کہ کہا جاتا ہے:

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ ﴾ ”حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، کچھ شک نہیں کہ وہ البتہ جھوٹے ہیں۔“ اپنی اس بات میں کہ یہ ان کے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے کیونکہ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ ﴾ (فاطر 18:35) ”اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ (بٹانے) کی طرف بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ۚۖ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ ﴾ (المعارج 11,10:70) ”اور کوئی گہرا دوست کسی گہرے دوست کا پرسان نہ ہوگا (حالانکہ) وہ انھیں دکھلا دیے

جائیں گے (ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔)'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز ﴾ ''اور وہ البتہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔'' یہ داعیان کفر وضلالت کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ روز قیامت اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسرے لوگوں کے بوجھ بھی کیونکہ انھوں نے ان لوگوں کو گمراہ کیا تھا اور ان کے بوجھوں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ لا وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط ...... ﴾ الآية (النحل 25:16) ''تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں......۔''

صحیح حدیث میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنِ (اتَّبَعَهٗ) لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَّمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنِ (اتَّبَعَهٗ) لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے اجر وثواب کے مثل اجر ملے گا جو اس کی اتباع کریں گے اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے گناہوں کے مثل گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''①

اسی طرح صحیح (بخاری) میں ہے: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهٗ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ''جو شخص بھی ظلم سے قتل کیا جائے گا تو اس کے گناہ میں سے آدم کے پہلے بیٹے کو بھی حصہ ملے گا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا ہے۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ﴾ ''اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے البتہ ضرور پرسش ہوگی۔'' کیونکہ یہ جھوٹ بولتے اور افترا پردازی سے کام لیتے رہے۔ امام ابن ابو حاتم نے یہاں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جس کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا، آپ نے فرمایا:

[إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُقْسِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي! لَا يَجُوزُنِي الْيَوْمَ ظُلْمٌ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ، فَيَقُولُ: أَيْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ؟ فَيَأْتِي تَتْبَعُهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَمْثَالُ الْجِبَالِ فَيَشْخَصُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ حَتّٰى يَقُومَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يَأْمُرُ الْمُنَادِيَ، فَيُنَادِي: مَنْ كَانَتْ لَهٗ تِبَاعَةٌ أَوْظُلَامَةٌ عِنْدَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، فَهَلُمَّ، فَيُقْبِلُونَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوا قِيَامًا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَيَقُولُ الرَّحْمٰنُ:

---

① صحيح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حديث: 2674 البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجه، السنة، باب من سن سنة......، حديث: 206 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3335 وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين......، باب بيان إثم من سن القتل، حديث: 1677 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

اِقْضُواعَنْ عَبْدِی، فَيَقُولُونَ: كَيْفَ نَقْضِى عَنْهُ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ: خُذُوالَهُمْ مِّنْ حَسَنَاتِهِ فَلَا يَزَالُونَ يَأْخُذُونَ مِنْهَا حَتّٰى لَايَبْقٰى لَهٗ حَسَنَةٌ ، وَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ الظُّلَامَاتِ، فَيَقُولُ: اِقْضُوا عَنْ عَبْدِى، فَيَقُولُونَ: لَمْ يَبْقَ لَهٗ حَسَنَةٌ، فَيَقُولُ: خُذُوامِنْ سَيِّئَاتِهِمْ فَاحْمِلُوهَا عَلَيْهِ]

”اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت قسم کھائے گا، چنانچہ ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت (وجلال) کی قسم! آج ظلم مجھ سے بچ نہ سکے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے، وہ آئے گا تو اس کے پیچھے پہاڑوں جیسی نیکیاں آ رہی ہوں گی، لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں گے حتی کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہو جائے گا تو وہ منادی کو حکم دے گا اور وہ یہ اعلان کرے گا کہ جس کا فلاں بن فلاں پر کوئی حق ہے یا اس نے کسی پر ظلم کیا ہے تو وہ آ جائے، لوگ آ کر جمع ہوتے جائیں گے اور رحمان عزوجل کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے، رحمان فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کر دو، وہ کہیں گے کہ ہم اس کی طرف سے کیسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیکیاں لے کر ان کو دے دو، (فرشتے) اس کی نیکیاں لے کر ان (حق داروں) کو دینا شروع کر دیں گے حتی کہ اس کی نیکیاں نہ بچیں گی جبکہ مظلوم ابھی باقی ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کرو۔ تو فرشتے کہیں گے کہ اس کی تو ایک نیکی بھی نہیں بچی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان حق داروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۙ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬﴾ ”اور یقیناً وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی، اور جو بہتان وہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے ضرور پرسش ہوگی۔“ ①

اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَّأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكَاةٍ، وَّيَأْتِي قَدْشَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ] ”یقیناً میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ سمیت حاضر ہوگا جبکہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دیا جائے گا اور اس کو بھی اس کی نیکیوں میں سے (دیا جائے گا۔) پس اگر اس عائد شدہ حقوق کی مکمل ادائیگی ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (مظلومین) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“ ②

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3040,3039/9 و الدر المنثور: 272/5. ② صحيح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2581 .

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا، پھر انھیں طوفان نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮

تھے ⑭ پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی، اور ہم نے اس (کشتی) کو دنیا والوں کے لیے عظیم نشانی بنا دیا ⑮

تفسیر آیات: 15,14

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ طویل مدت تک اپنی قوم کو رات دن، خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر قوم حق سے اعراض کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کرتی رہی اور ان کی تکذیب کرتی رہی اور ان پر بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭ ﴾ ”تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے، پھر ان کو طوفان (کے عذاب) نے اس حال میں آ پکڑا کہ وہ ظالم تھے۔“ اس طویل مدت تک تبلیغ و انذار کے باوجود قومِ نوح راہِ راست پر نہ آئی تو اے محمد! آپ بھی اپنی قوم کے کفر کی وجہ سے غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، سارا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ ...... ﴾ الآیۃ (یونس 97,96:10) ”جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آ جائیں......“ اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کو غلبہ عطا فرمائے گا، آپ کو اپنی نصرت و تائید سے سرفراز فرمائے گا، آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر دے گا اور انھیں پست سے پست کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی، آپ اپنی قوم میں نوسو پچاس سال تک رہے، پھر طوفان کے بعد آپ ساٹھ برس تک زندہ رہے حتی کہ دوبارہ پھر لوگوں کی کثرت ہو گئی اور وہ زمین میں پھیل گئے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ ﴾ ”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔“ یعنی ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اس کا سورۂ ہود میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ ② اور اس کی وہاں تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮ ﴾ ”اور ہم نے کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔“ یعنی اس کشتی کو یا تو ہم نے بعینہٖ باقی رکھا جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے کہ وہ کشتی اسلام کے ابتدائی دور تک کوہ جودی پر موجود تھی یا اس کے معنی یہ ہیں کہ کشتی کی نوع کو ہم نے لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا ہے اور

---

① المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين......، باب ذكر نوح النبي ﷺ:546,545/2، حديث:4005 و المصنف لابن أبي شيبة، التاريخ:34/7، حديث:33907. ② دیکھیے ہود، آیات: 36-48 کے ذیل میں عنوان: ”قوم کے انجام کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی“

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯
اور (ہم نے) ابراہیم کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ
لیے بہت بہتر ہے⑯ تم تو اللہ کے سوا بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو، اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت
دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
کرتے ہو وہ تمھارے لیے رزق کا اختیار نہیں رکھتے، لہٰذا تم اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو، اور تم اسی کی عبادت کرو اور تم اسی کا شکر
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے⑰ اور اگر تم جھٹلاؤ تو یقیناً تم سے پہلے کئی امتوں نے جھٹلایا ہے، اور رسول کا کام تو صرف
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱
کھلا کھلا پہنچا دینا ہے⑱

وہ انھیں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتی ہے کہ اس نے انھیں طوفان سے کس طرح نجات بخشی تھی۔① جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۙ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝﴾ (یٰسٓ 36:41-44) ’’اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو اور نہ وہ بچائے جائیں مگر یہ ہماری رحمت ہے اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝﴾ (الحآقّة 69:11,12) ’’جب پانی طغیانی پر آیا تو بلاشبہ ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اسے تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮﴾ ’’پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔‘‘ یہ شخص سے جنس کی طرف تدریج ہے② جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾ (الملك 67:5) ’’البتہ تحقیق اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور انھیں شیطانوں کو مارنے کا آلہ بنایا۔‘‘ یعنی ان ستاروں میں سے ایک نوع کو ہم نے شیطانوں کو مارنے کا آلہ بنایا، اس لیے کہ جن ستاروں کے ساتھ شیطانوں کو مارا جاتا ہے وہ آسمان کی زینت والے ستارے نہیں ہیں، اسی طرح فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ۚ

---

① تفسیر الطبری: 20/166. ② یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ (الحآقّة 69:12) ’’تاکہ ہم اسے تمھارے لیے نصیحت بنائیں‘‘ جبکہ یہاں فرمایا: ﴿وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮﴾ ’’اور اسے ہم نے جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا‘‘ تو یہ شخص (خصوص) سے جنس (عموم) کی طرف تدریج ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠﴾ (المؤمنون 13,12:23) ''اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے، پھر اسے ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔'' اور اس کی قرآن میں مثالیں بہت ہیں۔

تفسیر آیات:16-18

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام، جو امام الموحدین تھے، کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کریں، صرف اسی کا تقویٰ اختیار کریں، صرف اسی وحدہ لاشریک ہی سے رزق طلب کریں اور صرف اسی کا شکر بجا لائیں کیونکہ تمام نعمتیں اس نے عطا فرمائیں ہیں، اس کے سوا اور کوئی نعمتیں عطا فرمانے والا نہیں ہے تو اس بات کا مستحق بھی وہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ﴾ یعنی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی سے ڈرو۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯﴾ ''اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' یعنی جب تم ایسا کرو گے تو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے لیے بہتر ہوگا اور دنیا و آخرت کی خرابی کو وہ تم سے دور فرما دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، تم نے خود کچھ نام گھڑے اور ان کے ساتھ اپنے معبودانِ باطلہ کو موسوم کر لیا ہے ورنہ وہ تو تمھاری طرح مخلوق ہی ہیں، عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔① مجاہد اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔② اور والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بتوں کو تم خود تراشتے ہو۔③ اور یہ تمھیں رزق دینے کی قطعاً قدرت نہیں رکھتے ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔'' اس میں رزق عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک کے ساتھ نہایت شدت کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ۝﴾ (الفاتحة 5:1) ''(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ (التّحریم 11:66) ''اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ہی ایک گھر بنا۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ہاں سے رزق طلب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہے ﴿وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ﴾ ''اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔'' یعنی اسی کا رزق کھاؤ، اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اسی کی عطا کردہ نعمتوں پر اسی ذات پاک کا شکر بجا لاؤ۔ ﴿اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰﴾ ''اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن، پھر وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ﴾ ''اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو یقیناً تم سے

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3044/9 . ② تفسیر ابن أبي حاتم: 3044/9 . ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3044/9 .

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲ قُلْ سِيْرُوْا

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ مخلوق کو پہلی بار کیسے پیدا کرتا ہے، پھر وہ اسے لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے ⑲ کہہ دیجیے:

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے مخلوق پہلی بار کیسے پیدا کی؟ پھر اللہ ہی (اسے) دوسری بار پیدا کرے گا، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۚ⑳ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ㉑ وَمَآ اَنْتُمْ

خوب قادر ہے ⑳ وہ جسے چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے رحم کرے گا، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ㉑ اور تم (اللہ کو) نہ

ع 2 9 14 بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۧ㉒ وَالَّذِيْنَ

زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ㉒ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉓

اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، وہی لوگ میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں، اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے ㉓

پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں۔'' یعنی تمھیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی وجہ سے ان امتوں پر کیسے کیسے عبرت ناک عذاب نازل ہوئے تھے۔ ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱﴾ ''اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔'' یعنی رسول کا فرض یہ ہے کہ وہ تم تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت سے سرفراز فرمائے، لہٰذا تم کوشش کرو کہ سعادت مندوں میں سے بن جاؤ، امام قتادہ نے فرمایا ہے کہ اس فرمان: ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ﴾ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ ① یعنی ان کے قول کے مطابق یہ جملہ پہلے کلام سے الگ اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ﴾ (العنکبوت 24:29) تک معترضہ ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ② جبکہ سیاق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ساری گفتگو کے بعد ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ﴾ (العنکبوت 24:29) سے اثبات آخرت کے لیے ان کے خلاف استدلال کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19-23

حیات بعد الممات کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی قوم آخرت کی منکر تھی، انھوں نے اس کے بارے میں اپنی قوم کی رہنمائی اس طرح فرمائی کہ دیکھو ایک وقت تھا کہ تمھارا کوئی ذکر نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا فرمایا اور تمھیں دیکھنے اور سننے والے انسان بنا دیا۔ جس ذات پاک نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا فرمایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا فرمائے، یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کچھ مشکل نہیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رہنمائی کرتے ہوئے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے اس

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3045/9. ② تفسیر الطبری: 171/20.

کائنات میں پیدا فرمائی ہیں، دیکھو اس نے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور ان میں روشن نجوم جو سیار و غیر سیار ہیں، کو پیدا فرمایا، زمینوں کو اور ان میں میدانوں، پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں، صحراؤں، درختوں، نہروں، پھلوں، دریاؤں اور سمندروں کو پیدا فرمادیا، الغرض! کائنات کی ایک ایک چیز اپنے پیدا کرنے والے کے وجود کی شہادت دے رہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲ ﴾ ”کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ خلقت کو پہلی بار کس طرح پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کو لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (الروم 30:27) ”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑳ ﴾ ”کہہ دیجیے: ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا، پھر اللہ ہی دوسری دفعہ پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ ”وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔“ یعنی وہ حاکم متصرف ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرمالے اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتا، وہ جو کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا، سب مخلوق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے، اس کا ہر کام سراپا عدل ہے کیونکہ وہ ایسا مالک ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے اہل سنن نے روایت کیا ہے: [لَوْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ] ”اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ انھیں عذاب دینے کے باوجود بھی ظالم نہیں ہوگا۔“① اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ㉑ ﴾ ”وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ ﴾ ”اور تم (اس کو) نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں۔“ یعنی آسمانوں اور زمین والوں میں سے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا، وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، ہر چیز اس سے خائف اور اس کی محتاج ہے جبکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ㉒ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ ﴾ ”اور نہ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار اور جن لوگوں نے اللہ

---

① سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث: 4699 وسنن ابن ماجه، السنة، باب في القدر، حديث: 77 عن أُبيّ بن كعب ﷺ موقوفاً وزيد بن ثابت ﷺ مرفوعاً.

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ

پھر ابراہیم کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو، پھر اللہ نے اسے آگ سے نجات دی، بے شک اس میں ایمان لانے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿24﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ

والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿24﴾ اور ابراہیم نے کہا: تم نے اللہ کے سوا جن بتوں کو معبود ٹھہرا لیا ہے، تو یہ محض تمھاری آپس کی دنیا کی دوستی کی وجہ

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ

سے ہے، پھر روزِ قیامت تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا، اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمھارے

وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿25﴾ قلا

وقف لازم

لیے کوئی مدد کرنے والے نہ ہوں گے ﴿25﴾

کی آیتوں سے اور اس کے ملنے سے انکار کیا۔'' یعنی ملاقات سے انکار کیا اور آخرت کے ساتھ کفر کیا ﴿ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ ﴾ ''یہی لوگ میری رحمت سے نا امید ہیں۔'' کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، ﴿ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿23﴾ ﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی ان کے لیے دنیا و آخرت میں ایسا عذاب ہوگا جو بے حد دکھ اور درد دینے والا ہوگا۔

تفسیر آیات: 25,24

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کفر، عناد، ہٹ دھرمی اور باطل کے ساتھ حق کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رشد و ہدایت پر مبنی کلام کو سننے کے بعد ﴿ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ ﴾ '' کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو۔'' اس لیے کہ ان پر برہان قائم ہو چکی تھی اور حجت غالب آ گئی تھی مگر انھوں نے اسے قبول کرنے کے بجائے اپنی طاقت و قوت کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا: ﴿ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ○ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:97,98) '' وہ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو، غرض انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو زیر کر دیا۔'' انھوں نے ایک طویل مدت تک بہت زبردست ایندھن جمع کیا، اس کے گرد دیوار بنا دی، پھر اس میں آگ لگا دی، آگ کے شعلوں نے آسمان سے باتیں کرنا شروع کر دیں، دنیا کی تاریخ میں ایسی زبردست آگ پہلے کبھی نہ جلائی گئی تھی، پھر انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر منجنیق کے ایک پلڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا اور آپ وہاں کئی دن رہنے کے بعد سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے، اسی طرح کے ابتلا اور دیگر امتحانوں میں کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنا دیا اور آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر دیا، اس کی خاطر آتشِ نمرود میں چھلانگ لگا دی، اس کی رضا کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اپنا مال انھوں نے مہمانوں کے لیے وقف کر دیا، آپ کے انھی اوصاف حمیدہ کی وجہ سے تمام اہل ادیان آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ㉖ وَوَهَبْنَا

پھر ابراہیم پر لوط ایمان لایا، اور ابراہیم نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا

لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

ہے㉖ اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب دیے اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی، اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں بھی دیا، اور بلاشبہ وہ

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ㉗

آخرت میں صالح لوگوں میں سے ہوگا㉗

ہے: ﴿ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ ﴾ ”اللہ نے اس کو آگ سے بچالیا۔“ یعنی آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا کر آپ کو اس سے محفوظ رکھا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ㉔ ﴾ ”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، بلاشبہ ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔“

فقط دنیا کی خاطر تعلقات کا انجام: ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے بتوں کی عاجزی کو بیان فرمایا: ﴿ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ”اور (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پوجا کی وجہ سے اپنی قوم کو ڈانٹتے اور ان کے اس کرتوت پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے یہ کام اس لیے شروع کیا ہے تاکہ دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے سے محبت کے اظہار کے لیے تم سب بتوں کی پوجا پر جمع ہو جاؤ، ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ”پھر قیامت کے دن۔“ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوگی اور یہ محبت اور دوستی، بغض اور دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، پھر: ﴿ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ ”ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کردو گے۔“ اپنے آپس کے تعلقات سے منکر ہو جاؤ گے۔ ﴿ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ ﴾ ”اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔“ پیروکار اپنے پیشواؤں پر اور پیشوا اپنے پیروکاروں پر لعنت بھیجیں گے۔ ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ ﴾ (الأعراف 38:7) ”جب بھی ایک جماعت (وہاں) داخل ہوگی تو اپنے جیسی (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ؕ ﴾ (الزخرف 67:43) ”جو (آپس میں) دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے۔)“ اور یہاں فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ㉕ۙ ﴾ یعنی قیامت کے دن کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا، کوئی مددگار نہ ہوگا جو تمھاری مدد کرے اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا جو تمھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے، یہ کافروں کا حال ہے جبکہ مومنوں کا حال اس کے الٹ ہوگا۔

تفسیر آیات: 27,26

حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان و ہجرت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت لوط، حضرت ابراہیم علیہما السلام پر ایمان لے آئے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے: لوط بن ہاران

بن آزر، یعنی آپ کی قوم میں سے ان کے سوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ اور اس حدیث میں تطبیق کس طرح ہوگی جو صحیح بخاری میں ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ایک جبار شخص کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ آپ کی کیا لگتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا یہ میری بہن ہیں، پھر آپ نے حضرت سارہ کے پاس آکر ان سے کہا: میں نے اس شخص سے کہا ہے کہ آپ میری بہن ہیں تو میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور آپ کے سوا کوئی مومن نہیں تو دینی اعتبار سے تو میری بہن بھی ہے۔ ① آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمھارے سوا کوئی اور جوڑا مومن نہیں ہے۔ ② وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، انھوں نے آپ کے ساتھ بلاد شام کی طرف ہجرت کی، پھر انھیں آپ کی زندگی ہی میں اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر مبعوث کر دیا گیا، اہل سدوم اس خرابی میں مبتلا تھے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور آیندہ بھی ہوگا۔ ③ ﴿وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ط﴾ ''اور کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کا قول ہو کیونکہ قریب ترین مرجع آپ ہی ہیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ م﴾ کا کنایہ آپ ہی سے ہے اور ﴿لَهٗ﴾ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ ④ یعنی آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام ہی ایمان لائے، پھر ان کے بارے میں بتایا گیا کہ اپنی قوم میں سے صرف انھوں نے ہجرت کو پسند فرمایا تاکہ دین کا اظہار کیا جائے اور اسے غلبہ حاصل ہو، اس لیے انھوں نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿26﴾﴾ ''بے شک وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔'' یعنی غلبہ وعزت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اپنے اقوال، افعال اور قدری وشرعی احکام میں حکیم ہے، قتادہ کہتے ہیں کہ دونوں ہی نے کوفہ کی بستی کوثی سے شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ ⑤

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق ویعقوب عطا فرمائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لا وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا○﴾ (مريم 49:19) ''پھر جب ابراہیم، ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے،

---

① صحيح البخاري، البيوع، باب شراء المملوك……، حديث :2217 وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل عليه السلام، حديث:2371 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② یا روئے زمین سے مراد وہ خاص بستی ہے جہاں ابراہیم اور سارہ علیہما السلام موجود تھے اور ان کے ہمراہ لوط علیہ السلام نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباري :452/6. ③ دیکھیے ھود، آیات:80-83 کے ذیل میں عنوان: ''حضرت لوط کی عاجزی، قوت کی تمنا اور فرشتوں کا آپ کو حقیقت سے مطلع کرنا'' وتفسير الطبري : 120,119/12. ④ تفسير الطبري :175/20 وتفسير ابن أبي حاتم:3050/9. ⑤ تفسير الطبري: 174/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 3050/9.

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ

اور (ہم نے بھیجا) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی فحاشی (بدکاری) پر اتر آئے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی

الۡعٰلَمِيۡنَ ㉘ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ

نہیں کی㉘ کیا تم لوگ مردوں کے پاس (جنسی تسکین کے لیے) آتے ہو، اور تم راستے کاٹتے ہو، اور تم اپنی مجلسوں میں برے کام (بے حیائی) کرتے

الۡمُنۡكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ

ہو؟ پھر ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو اللہ کا عذاب لے آ㉙ لوط نے کہا: اے میرے رب! فسادی

3 ع 8 15 الصّٰدِقِيۡنَ ㉙ قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ع ㉚

لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما㉚

الگ ہوگیا تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔" یعنی جب انھوں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے صالح اور نبی بیٹا عطا فرما کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی، پھر ان کے ہاں صالح و نبی بیٹا پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَيَعۡقُوۡبَ نَافِلَةً ؕ﴾ (الأنبیآء 72:21) "اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیے اور مستزاد برآں یعقوب۔" اور فرمایا: ﴿فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ۝﴾ (هود 71:11) "پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔" یعنی تمھاری زندگی ہی میں تمھارے اس بیٹے کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جو تمھاری آنکھوں کے لیے باعث ٹھنڈک ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ﴾ "اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر کر دی۔)" اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان خلعت سے سرفراز فرمایا کہ آپ کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا اور آپ کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو مقرر کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی آیا وہ آپ کی اولاد ہی سے آیا، تمام انبیائے بنی اسرائیل، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں حتی کہ ان میں سے جب آخری نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو نبی عربی، قریشی ہاشمی، علی الاطلاق خاتم الرسل اور دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی جنھیں اللہ تعالیٰ نے خالص عربوں اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے منتخب فرمایا تھا اور آپ کے سوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ عَلَيۡهِ أَفۡضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

اور فرمایا: ﴿وَاٰتَيۡنٰهُ اَجۡرَهٗ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ㉗﴾ "اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں خوش گوار، فراخ رزق، کشادہ اور بابرکت گھر، شیریں پانی کا کنواں، خوبصورت اور نیک بیوی، ثنائے جمیلہ اور ذکر حسن عطا فرمایا اور ہر ایک آپ سے محبت کرتا اور آپ کی طرف اپنا انتساب کرتا

ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے بیان فرمایا ہے، ① پھر اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو اختیار کیے رکھا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۙ﴾ (النجم 37:53) ”اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جنھوں نے (حق رسالت و طاعت) پورا کیا۔“ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کی اور ان تمام امور کو پورا کر دکھایا جن کا انھیں حکم دیا گیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ㉗﴾ ”اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ؕ﴾ (النحل 16:120-122) ”بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا، اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں میں سے ہے۔“

تفسیر آیات: 28-30

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی برائیوں کی تردید کی، خصوصاً ان کے اس بدترین فعل کی زبردست تردید کی کہ وہ مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے اور ان سے پہلے کے انسانوں میں سے کسی نے اس بدترین برائی کا ارتکاب نہ کیا تھا اور اس قبیح عادت کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے، اس کے رسول کی تکذیب کرتے اور رستے کو قطع کرتے تھے، یعنی لوگوں کے رستے پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور راہ چلتے لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے، اس لیے حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ﴾ ”اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔“ وہ اپنی مجلسوں میں بے ہودہ اقوال و افعال کرتے تھے اور ان میں سے کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا۔ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں سر عام ایک دوسرے کے ساتھ جنسی عمل کیا کرتے تھے، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔ ② اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ آپس میں با آواز ہوا خارج کر کے ہنسنا شروع کر دیتے تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قاسم رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ③ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ مینڈھے اور مرغے لڑایا کرتے تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یہ سارے کام ہی کیا کرتے تھے اور وہ اس سے بھی بدتر تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉙﴾ ”تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تم سچوں سے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔“ یہ ان کے کفر،

---

① تفسیر الطبری: 20/175،176 و تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3052. ② تفسیر الطبری: 20/178 و تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3055. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3055 و تفسیر الطبری: 20/177.

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ

اور جب ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو انھوں نے کہا: بے شک ہم اس بستی (سدوم) والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں،

اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚۖ ﴿31﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ وقفة لَنُنَجِّيَنَّهٗ

بلاشبہ اس بستی والے ظالم ہیں ﴿31﴾ ابراہیم نے کہا: بے شک اس میں تو لوط بھی ہے، انھوں نے کہا: ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی اس میں ہے، یقیناً ہم

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿32﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ

اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی ﴿32﴾ اور جب ہمارے قاصد لوط کے پاس آئے تو

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا

وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے غم زدہ ہوا، اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا، اور فرشتوں نے کہا: تو مت ڈر اور مت غم کھا، بلاشبہ ہم تجھے اور تیرے گھر

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿33﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ

والوں کو نجات دینے والے ہیں، سوائے تیری بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿33﴾ بے شک ہم اس بستی والوں پر ان کے فسق کی وجہ سے،

السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿34﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿35﴾

آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں ﴿34﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں ﴿35﴾

استہزا اور عناد کی انتہا تھی کہ انھوں نے یہ بات کی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے یہ دعا کی:

﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿30﴾﴾ ”اے میرے پروردگار! (ان) مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔“

تفسیر آیات: 31-35

حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے پاس فرشتوں کی آمد: جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کے لیے فرشتے بھیج دیے۔ یہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کے روپ میں آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ یہ کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے تو انھوں نے انھیں اجنبی سمجھتے ہوئے ان سے خوف محسوس کیا تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انس و محبت کی باتیں شروع کر دیں اور آپ کو آپ کی بیوی حضرت سارہ کے بطن سے جنم لینے والے ایک نیک بیٹے کی خوش خبری بھی سنائی، حضرت سارہ بھی اس وقت وہاں موجود تھیں، انھوں نے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار کیا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ ہود اور حجر میں بیان ہو چکا ہے۔① بہر حال جب انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنا دی تو اس کے بعد انھوں نے آپ کو یہ اطلاع بھی دے دی کہ انھیں قوم لوط کی تباہی و ہلاکت کے لیے بھیجا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دفاع کرنا شروع کر دیا تا کہ انھیں مہلت دے دی جائے اور شاید اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرما دے اور جب فرشتوں نے آپ کو یہ بتایا کہ ہم تو اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو ﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ

---

① دیکھیے ہود، آیات: 71-73 والحجر، آیات: 53-56۔

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا

اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اور یومِ آخرت کی امید رکھو، اور تم

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ㊱ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ㊲

زمین میں فساد کرتے نہ پھرو ㊱ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، تو انھیں زلزلے نے آن پکڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ㊲

﴿اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ㉜﴾ ”ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ یقیناً اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں، ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“ یعنی وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہوگی کیونکہ کفر و سرکشی میں وہ ان کی ہمنوا تھی، پھر فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے رخصت ہو گئے اور خوب صورت نوجوانوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آگئے، حضرت لوط علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو ﴿سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾ ”وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا۔“ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی وجہ سے غم لاحق ہو گیا کہ اگر آپ نے انھیں مہمان بنالیا تو خدشہ ہے کہ قوم ان سے بدسلوکی کرے اور اگر مہمان نہ بنایا تو پھر بھی ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ لوگ ان سے برا سلوک کریں گے۔

اس وقت لوط علیہ السلام کو ان آنے والے مہمانوں کی حقیقت حال کا علم نہ تھا۔ ﴿وَ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ㉝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ㉞﴾ ”اور فرشتوں نے کہا: کچھ خوف نہ کیجیے اور نہ رنج کیجیے، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے، سوائے آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی، ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں، آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔“ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی بستیوں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان کی بلندی تک لے گئے اور انھیں وہاں سے الٹا کر پھینک دیا، پھر ان پر اللہ تعالیٰ نے پے در پے پتھر برسا دیے جن پر تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی جگہ ایک خبیث بحیرۂ مردار بنا کر ان لوگوں کو قیامت تک نمونہ عبرت بنا دیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ㉟﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۙ۝ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (الصّٰٓفّٰت: 138,137:37) ”اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

تفسیر آیات: 37,36

حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم اہل مدین کو ڈرایا، انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

اور عاد اور ثمود (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) اور یہ بات تمھارے لیے ان کے (تباہ شدہ) گھروں سے یقیناً واضح ہو چکی ہے، اور شیطان نے ان کے اعمال ان

عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ㊳ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

کے لیے مزین کر دیے تھے، پھر اس نے انھیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ سمجھ بوجھ والے تھے ㊳ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ㊴ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ

کر دیا) اور بلاشبہ ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر بھی انھوں نے زمین میں تکبر کیا، اور وہ (عذاب سے بچ کر) نکل جانے والے نہ

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

تھے ㊴ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، چنانچہ ان میں سے کوئی تو وہ تھے جن پر ہم نے پتھروں بھری آندھی بھیجی، اور ان میں سے کوئی وہ تھے

خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

جنھیں چنگھاڑ نے آن پکڑا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنھیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنھیں ہم نے غرق کر دیا، اور اللہ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ㊵

ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ㊵

عذاب، اس کی ناراضی اور اس کی گرفت سے ڈر جاؤ، آپ نے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یومِ آخرت کی امید رکھو۔'' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کے دن سے ڈرو۔ ① اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الأحزاب 21:33) ''جو اللہ کی (ملاقات) اور آخرت کے دن کی توقع رکھتے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ㊱﴾ ''اور تم زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔'' انھوں نے اپنی قوم کو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے اور اہل زمین پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے اور رہزنی کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر بھی کیا کرتے تھے۔ ان جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک ایسے زبردست زلزلے سے ہلاک کر دیا جس نے ان کے علاقوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا، نیز ان پر ایک ایسی خوفناک چیخ بھیجی گئی جس سے ان کے دل حلق میں آ گئے تھے، یہ وہ سائبان کے دن کا عذاب تھا جس نے جسموں سے روحوں کو نکال دیا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ قبل ازیں سورۂ اعراف، ہود اور شعراء میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ ② ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ㊲﴾ ''پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔ ③ دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ وہ مردہ حالت میں ایک دوسرے کے اوپر گرے

---

① تفسیر الطبری: 182/20۔ ② دیکھیے الأعراف، آیت: 84 وھود، آیات: 85,84 والشعرآء، آیات: 177-183۔

③ تفسیر الطبری: 182/20۔

ہوئے تھے۔ ①

تفسیر آیات: 38-40

اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا۔ ان پر کیسے کیسے عذاب نازل کیے اور کس طرح ان سے انتقام لیا۔ عاد، یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے لوگ سرزمین احقاف میں رہتے تھے، یہ ایک بستی تھی جو یمن کے شہر حضرموت کے قریب تھی اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے لوگ حجر کے قریب وادی قُریٰ کے رہنے والے تھے۔ عرب ان دونوں قوموں کے علاقوں سے خوب آگاہ تھے کیونکہ کثرت کے ساتھ ان علاقوں سے گزرتے رہتے تھے۔ قارون وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی زیادہ مال عطا فرما رکھا تھا حتی کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ہی بہت بھاری تھیں۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا، یہ اور اس کا وزیر ہامان دونوں قبطی النسل تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے تھے۔ ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ﴾ ”تو ہم نے سب کو ان کے گناہ کے سبب پکڑ لیا۔“ اور اس کے مناسب حال سزا دی: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ﴾ ”پھر ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔“ اور یہ عاد تھے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت شدید سرد بادِ صرصر بھیج دی جس کی رفتار بہت تیز تھی، وہ زمین سے پتھر اٹھا کر ان پر برسا رہی تھی، ان کے مکانات کو تباہ و برباد کر رہی تھی، وہ ایک ایک کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندی تک لے جاتی اور وہاں سے سر کے بل الٹا کر گرا دیتی جس سے گرنے والے کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ جاتا اور اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا اور بالآخر وہ یوں گرے پڑے تھے گویا کھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔

نافرمان قوموں پر عذاب کی مختلف صورتیں: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ﴾ ”اور کچھ ان میں ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔“ اور وہ قوم ثمود کے لوگ تھے جن پر حجت تمام ہو گئی تھی اور اس اونٹنی کی وجہ سے دلیل ان کے سامنے بالکل ظاہر ہو گئی تھی جو ان کے مطالبے کے عین مطابق پہاڑ کی چٹان سے نمودار ہوئی تھی مگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی اور کفر کی روش پر قائم ہی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ڈرانا دھمکانا بھی شروع کر دیا کہ وہ انھیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور پتھر مار مار کر سنگسار کر دیں گے، ان کی ان بداعمالیوں کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ایک ایسی چنگھاڑ نے آ پکڑا جس نے ان کی آوازوں اور حرکتوں کو بند کر دیا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ﴾ ”اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔“ اور وہ قارون تھا جس نے سرکشی، بغاوت اور کفر کی روش اختیار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی، زمین میں اکڑ کر چلنے لگا، بے پناہ غرور کا اظہار کر کے اترانے لگا اور اپنے آپ پر بڑا فخر کرنے لگا، وہ گمان کرتا تھا کہ زمین میں اس سے بہتر اور کوئی انسان نہیں ہے،

---

① تفسیر الطبری: 182/20.

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ

ان لوگوں کی مثال، جنھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنائے، مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا، اور بے شک گھروں

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

وقف لازم

میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿41﴾ بلاشبہ اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے

مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿42﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

ہیں اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿42﴾ اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں، اور انھیں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾

بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ﴿43﴾

بہر حال جب اس نے بہت ہی غرور اور فخر کے ساتھ چلنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ﴾ ''اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔'' اور وہ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے وہ لشکر تھے جنھیں صبح کے ایک ہی لمحے میں غرق کر دیا گیا اور ان میں کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تھا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ ''اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس میں ان پر قطعاً کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿40﴾﴾ ''اور لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں انھی کی اپنی بداعمالیوں کے موافق سزا دی ہے۔

تفسیر آیات: 41-43

مشرکین کے معبودوں کی مثال مکڑی کے گھر کی ہے: مشرکین نے اللہ کے سوا جو معبودان باطلہ بنا رکھے ہیں جن سے وہ فتح و نصرت اور رزق کی امید رکھتے اور شدید مشکلات کے ازالے کے لیے جن کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ضعف و ناتوانی میں مکڑی کے گھر کی طرح ہیں، یعنی ان معبودان باطلہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو مکڑی کے گھر سے وابستہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ مکڑی کا گھر اس کے کچھ کام نہ آ سکے گا، اگر انھیں اپنے اس حال کا علم ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دوست نہ بنائیں، ان مشرکوں کے برعکس ایک مسلم و مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے وابستہ ہوتا ہے، اس نے گویا ایک ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں تھام لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں، کیونکہ وہ رسی بہت ہی مضبوط اور طاقتور ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرزنش کی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے اور غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے، وہ ان معبودان باطلہ کو بھی جانتا ہے جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رکھا ہے، وہ ان کے اعمال کی انھیں پوری پوری سزا دے گا کہ وہ ذات پاک حکیم و علیم ہے، پھر فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں، اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔'' یعنی ان مثالوں کو صرف وہی

ع 4 14 16 خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿44﴾ ع

اللہ نے زمین اور آسمان حق کے ساتھ پیدا کیے ہیں، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عظیم نشانی ہے ﴿44﴾

لوگ سمجھتے اوران پرغور کرتے ہیں جن کوعلم میں رسوخ اور کمال حاصل ہے۔ امام ابن ابوحاتم نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کتاب اللہ کی کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتا ہوں جو میری سمجھ میں نہ آئے تو اس سے میں غمگین ہو جاتا ہوں کیونکہ میں نے یہ ارشاد باری تعالیٰ سنا ہے: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾ ﴾ ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔“①

تفسیر آیت:44

تخلیق کائنات اوراس کا سبب: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، انھیں بے مقصد یا محض لہو ولعب کے طور پر پیدا نہیں فرمایا ﴿ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ○ ﴾ (طٰہٰ 15:20) ”تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔“ اور فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ○ۚ ﴾ (النجم 31:53) ”(اور اس نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے برے کام کیے وہ ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿44﴾ ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔“ یعنی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا، اسی کی تدبیر کارفرما ہے اور الوہیت صرف اسی کی ذات پاک کے شایان شان ہے۔

* * *

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3064/9.

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

(اے نبی!) اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے،

وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿45﴾

اور بلاشبہ اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿45﴾

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ق صلے اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا

اور تم اہل کتاب سے احسن انداز ہی سے بحث وتکرار کرو، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں، اور تم (ان سے) کہو: ہم اس (کتاب) پر ایمان

بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿46﴾

لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی، اور (جو) تمھاری طرف نازل کی گئی، اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ﴿46﴾

تفسیر آیت: 45

تبلیغ، تلاوت اور نماز کا حکم: پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو تلاوت قرآن کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ تلاوت سے مراد قرآن مجید کو پڑھنا اور اسے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ﴾ ”اور نماز قائم کریں، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (اچھا کام) ہے۔“ یعنی نماز دو چیزوں پر مشتمل ہے، یہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، یعنی باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا انسان کو بے حیائی اور بری باتوں کے ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو وہ چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُولُ] ”بے شک جو تو کہہ رہا ہے (کہ وہ نماز پڑھتا ہے) یہ عمل اسے (چوری کرنے سے) روک دے گا۔“①

نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے اور نماز کا بڑا مطلوب ومقصود ذکر الٰہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ﴾ ”اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (کام) ہے۔“ یعنی یہ پہلے کام سے بھی زیادہ بڑا کام ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿45﴾ ﴾ ”اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔“ یعنی وہ تمھارے تمام اعمال واقوال کو خوب جانتا ہے۔ ابوالعالیہ نے اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ نماز میں تین خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ جس نماز میں یہ تین خوبیاں نہ ہوں وہ نماز ہی نہیں ہے: (1) اخلاص (2) اللہ تعالیٰ کا ڈر (3) ذکر الٰہی، اخلاص نمازی کو اچھی باتوں کا حکم دے گا، اللہ تعالیٰ کا ڈر اسے بری باتوں سے روکے گا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن ہے اور وہ بھی اسے معروف کام کا حکم دے گا اور منکر سے منع کرے گا۔② ابن عون انصاری کہتے ہیں کہ جب تم حالتِ نماز میں ہو تو تم مصروف ہی مصروف ہو اور نماز

---

① مسند أحمد: 447/2 وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر استحباب الإكثار للمرء من قيام الليل رجاء ترك المحظورات: 300/6، حديث: 2560. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3066/9.

نے تمھیں برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیا ہے اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو اور ذکر الٰہی دیگر سب کاموں سے بڑا کام ہے۔ ①

تفسیر آیت:46

اہل کتاب سے جھگڑا: اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اہل کتاب کو بھی دین میں بصیرت حاصل ہو تو وہ ان سے نہایت اچھے طریقے سے جھگڑا کرے تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ ﴾ (النحل 125:16) ”اے پیغمبر! آپ لوگوں کو دانش اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کریں جو اس کے رستے سے بھٹک گیا آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا: ﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی ۝ ﴾ (طٰهٰ 44:20) ”پھر تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ ”ہاں، جو ان میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو۔)“ یعنی جو راہِ راست سے بھٹک جائیں، دلیل واضح سے اندھے ہو جائیں، عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو پھر مجادلہ کے بجائے مقاتلہ کیا جائے تا کہ انھیں غلط عقائد و اعمال سے منع کیا جا سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ ﴾ (الحدید 25:57) ”البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے، بے شک اللہ نہایت قوی، خوب غالب ہے۔“ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ جو شخص کتاب اللہ کی مخالفت کرے ہم تلوار کے ساتھ اس کی گردن اڑا دیں۔ ②

اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ ﴾ ”اور آپ کہہ دیں کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتاب) تم پر اتری، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی جب وہ ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، ہمارا اس پر ایمان مجمل اور ایک شرط کے ساتھ معلق ہوگا اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ بات واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی تحریف یا تاویل نہ کی گئی ہو۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

① تفسیر الطبری: 193/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3066/9۔ ② اس کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ

اور (اے نبی! جیسے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب نازل کی ہے، تو اس (قرآن) پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں

هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿47﴾ وَمَا كُنْتَ

ہم نے (اس سے پہلے) کتاب دی، اور ان (اہل مکہ) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار تو کافر ہی کرتے ہیں ﴿47﴾ اور آپ

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿48﴾ بَلْ

اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تب تو باطل پرست یقیناً شک کر سکتے

هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿49﴾

تھے ﴿48﴾ بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں، ان لوگوں کے سینوں میں (محفوظ) ہیں جنھیں علم دیا گیا، اور ظالم لوگ ہی ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں ﴿49﴾

سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ﴾ ...... الآية] ”تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور یہ کہو: ”ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا...... “ ① اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ تمھاری کتاب جو تمھارے رسول پر نازل کی گئی ہے وہ تازہ ترین کتاب ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور یہ بالکل خالص ہے، اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں، اس کتاب نے تمھیں یہ بھی بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی، انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے تاکہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ یہ علم جو تمھارے پاس آ چکا ہے کیا یہ تمھیں اہل کتاب سے پوچھنے سے منع نہیں کرتا؟ اللہ کی قسم! ہم نے تو ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے بارے میں سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو فرما رہے تھے، گفتگو میں جب کعب الاحبار کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اگرچہ اہل کتاب میں سے جو بیان کرنے والے ہیں اُن میں سے سب سے سچے ہیں، اس کے باوجود ہم نے ان میں بھی کذب پایا ہے۔ ③ اس کے

---

① صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7362 البتہ امام ابن کثیر نے آیت ذکر نہیں کی۔ ② صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7363 . ③ صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7361.

معنی یہ ہیں کہ ان سے قصد وارادہ کے بغیر لغوی طور پر کذب کا صدور ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسے صحیفوں سے بیان کرتے ہیں جن کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہیں جبکہ ان میں بہت سی موضوع اور مکذوب چیزیں بھی ہیں کیونکہ ان کی امت میں اس طرح کے پختہ حفاظ نہیں تھے جس طرح ہماری اس عظیم امت میں ہیں لیکن قرب زمانہ اور اس سب کچھ کے باوجود اس امت میں بھی اس قدر احادیث وضع کی گئی ہیں جنھیں اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا یا پھر وہ لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم عطا فرما دیا ہو، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ۔

تفسیر آیات: 47-49

قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد (ﷺ!) جس طرح ہم نے آپ سے پہلے رسولوں پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی اس کتاب کو نازل کیا ہے۔① امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت اچھا ہے اور اس کی مناسبت اور ربط بہت عمدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ﴾ ”تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔“ یعنی ان کے علماء واذکیاء، مثلاً، عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور ان جیسے دیگر لوگوں نے قرآن مجید کو لیا اور اس کی اس طرح تلاوت کی جس طرح تلاوت کرنے کا حق تھا۔ ﴿وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ ”اور بعض ان (مشرک) لوگوں میں سے بھی (ہیں جو) اس پر ایمان لے آتے ہیں۔“ یعنی قریش اور دیگر عرب قبائل کے لوگ ﴿وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ㊼﴾ ”اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو (ازلی) کافر ہیں۔“ یعنی اس کتاب کی تکذیب اور اس کے حق ہونے کا انکار وہ کرتے ہیں جو حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں، گویا وہ سورج کی روشنی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اسے کیسے چھپایا جا سکتا ہے؟

پھر فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ﴾ ”اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) اس قرآن کے لانے سے پہلے آپ نے اپنی قوم میں ایک عمر گزاری ہے اور آپ نہ کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے اور آپ کی قوم کا ہر فرد اور دیگر لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ اُمی ہیں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور سابقہ کتابوں میں بھی آپ کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ؗ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... الآیۃ (الأعراف 157:7) ”وہ جو (محمد) رسول اللہ کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں......“ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اسی طرح رہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے،

---

① تفسیر الطبری: 6/21.

آپ نے اپنے دست مبارک سے کبھی ایک سطر بلکہ ایک حرف بھی نہیں لکھا تھا، آپ نے کاتب مقرر فرما رکھے تھے جو آپ کے سامنے آپ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھتے، نیز وہ مختلف حکمرانوں کے نام آپ کے مکتوبات شریفہ کو بھی لکھا کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ ''ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔'' یعنی اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک کرتے اور کہتے کہ آپ نے سابقہ انبیاء کرام کی کتابوں سے سیکھ لیا ہے اور لطف کی بات یہ کہ انھوں نے ایسا کہہ بھی دیا، حالانکہ انھیں اچھی طرح علم تھا کہ آپ اُمی نبی ہیں، آپ تو لکھنا جانتے ہی نہیں: ﴿ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 5:25) ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوالی ہیں، پھر وہ صبح و شام آپ کو لکھوائی جاتی ہیں۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 6:25) ''آپ کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ نہایت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ ﴾ ''بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔'' یعنی یہ قرآن ایسی روشن اور واضح آیات پر مشتمل ہے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن میں جو حکم دیا گیا، جس بات سے منع کیا گیا اور جو خبر دی گئی وہ سب حق اور سچ ہے، پھر اس قرآن کو علماء حفظ کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ، تلاوت اور تفسیر کو بہت آسان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ﴾ (القمر 17:54) ''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''①

صحیح مسلم میں عیاض بن حمار ؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ، وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَّيَقْظَانَ] ''یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔''② یعنی اگر کوئی ایسی جگہ پانی سے دھل جائے جس میں

---

① صحیح البخاري، فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي وأول ما نزل؟ حديث: 4981 وصحیح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ، حديث: 152 عن أبي هريرة ؓ. ② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865.

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ

انھوں نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اتارے گئے؟ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بس معجزے تو اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو

مُّبِيْنٌ ﴿50﴾ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

محض ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں﴿50﴾ کیا انھیں (یہ نشانی) کافی نہیں کہ بے شک ہم نے آپ پر (یہ) کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بلاشبہ

5 ع 7 1 لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي

اس میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں﴿51﴾ آپ کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ بطورِ گواہ کافی ہے، آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿52﴾

اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اسے جانتا ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں﴿52﴾

قرآن لکھا ہو تو اس جگہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ مَّامَسَّتْهُ النَّارُ] ''اگر قرآن کسی کھال میں ہو تو اسے آگ نہیں چھوئے گی۔''① کیونکہ قرآن تو سینوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے اس کی تلاوت کرنا بہت آسان ہے، دلوں پر نگہبان ہے، الفاظ اور معانی کے اعتبار سے معجزہ ہے، اسی لیے سابقہ کتابوں میں اس امت کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿49﴾﴾ ''اور ہماری آیتوں (کو ماننے) سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔'' یعنی ظالم لوگ ہی اس کتاب کی تکذیب کرتے، اس کی شان کو کم کرتے اور اس کی تردید کرتے ہیں، ظالموں سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے، ہٹ دھرمی کرتے اور حق کو جاننے کے باوجود اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 10:96,97) ''بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) صادر ہو چکا وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں حتی کہ دردناک عذاب بھی دیکھ لیں۔''

تفسیر آیات: 50-52

مشرکین کے نشانیوں کے مطالبے پر سرزنش: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشانیاں طلب کیں، یعنی ایسی نشانیاں جو ان کی رہنمائی کریں کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کی نشانی پیش کی تھی، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیں۔'' اے محمد (ﷺ!) ﴿اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔'' نشانیوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے تو وہ تمھارے مطالبے کو ضرور قبول فرمالے گا کیونکہ کوئی بھی نشانی دکھا

---

① مسند أحمد: 155/4 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ اور انھی سے مذکورہ بالا مقام پر [مَا احْتَرَقَ] کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ ② المعجم الكبير للطبراني: 89/10 و ضعيف الجامع الصغير للألباني، حديث: 3473.

دینا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ نشانیاں طلب کرنے سے تمھارا مقصود تو محض ہٹ دھرمی اور امتحان ہی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ تمھارے اس مطالبے کو تسلیم نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ ﴾ (بنیّ إسرآء یل 59:17) ”اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو اونٹنی (نبوت کی) کھلی نشانی دی تو انھوں نے اس (اونٹنی) پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں۔“

اور فرمایا ﴿ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ ”اور میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے تو کھلم کھلا نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں اور ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ (الکھف 17:18) ”جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ بتانے والا دوست نہ پائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ (البقرۃ2:272) ”اے محمد (ﷺ!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور بے وقوفی کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے ایسی نشانیاں طلب کی ہیں جو محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سچائی کی دلیل ہوں، حالانکہ آپ ان کے پاس ایک ایسی عالی رتبہ کتاب لے کر آئے ہیں کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، پھر یہ کتاب تمام معجزات سے بڑا معجزہ ہے۔ بڑے بڑے فُصحاء اور بُلغاء اس جیسی کتاب لانے سے عاجز آگئے بلکہ وہ اس جیسی دس سورتیں بھی بنا کر پیش نہ کر سکے، دس سورتیں تو بہت دور کی بات ہے وہ تو قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بھی بنا کر پیش نہ کر سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ ”کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔“ یعنی کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جس میں پہلے لوگوں کے واقعات، بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات اور ان کے آپس کے معاملات کے فیصلے ہیں جبکہ آپ ایک اُمی انسان ہیں اور لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اہل کتاب میں سے کسی سے آپ کا میل جول ہے کہ پہلے صحیفوں میں سے ایسی خبروں کو چن کر لے آئیں جو ان کے اختلاف کی صورت میں بتا دیں کہ حق کیا ہے، پھر ان کے سامنے واضح، روشن اور جلی حق کو پیش کر دیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ؕ ﴾ (الشعرآء 197:26) ”کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہ تھی کہ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 133:20) ”اور انھوں نے کہا: یہ (پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے، کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

اور یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور اگر (عذاب کا) وقت مقرر نہ ہوتا تو انھیں عذاب ضرور آلیتا، اور یقیناً وہ انھیں اچانک ہی

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (53) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (54) يَوْمَ

آلے گا، اور انھیں خبر تک نہ ہوگی (53) یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (54) اس دن،

يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (55)

ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے، عذاب انھیں ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا: جو کچھ تم کرتے تھے اس (کے مزے) کو چکھو (55)

نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيَّ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''① اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (51) ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔'' یعنی اس قرآن میں رحمت ہے، حق کا بیان، باطل کا ازالہ اور تکذیب کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں پر نازل ہونے والے عذابوں کا تذکرہ مومنوں کے لیے باعث نصیحت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ تم کس طرح تکذیب کرتے ہو اور یہ بھی خوب جانتا ہے کہ میں تمھیں کس کس طرح اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے تمھاری طرف مبعوث فرمایا ہے اور اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ یقیناً مجھ سے انتقام لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۖ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○ (الحآقّة 69:44-47) ''اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات گھڑ کر لگا دیتے تو ہم ان کو دائیں ہاتھ سے ضرور پکڑ لیتے، پھر ہم ان کی رگ گردن ضرور کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔'' میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں جو بات بھی پہنچائی ہے میں اس میں سچا ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس نے واضح معجزات اور قطعی دلائل کے ساتھ میری مدد فرمائی ہے۔ ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ (سب) جانتا ہے۔'' اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا

---

① مسند أحمد: 341/2 و صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب: كيف نزل الوحي وأول مانزل؟......، حديث: 4981 و صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ......، حديث: 152.

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿52﴾ ’’اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔‘‘ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا کیونکہ انھوں نے حق کی تکذیب اور باطل کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے، حالانکہ ان کی صداقت کے دلائل موجود ہیں، پھر یہ کسی دلیل کے بغیر طاغوتوں اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو حکیم و علیم ہے وہ روز قیامت ان کے ان اعمال کی انھیں ضرور سزا دے گا۔

تفسیر آیات: 55-53

مشرکین کا عذاب کے لیے جلدی کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کو واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الأنفال 32:8) ’’اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب لے آ۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ ﴾ ’’اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، اگر ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا۔‘‘ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک عذاب کو مؤخر کرنے کا فیصلہ نہ فرمایا ہوتا تو جس طرح یہ جلدی چاہتے ہیں عذاب ان کے پاس بہت جلد اور بہت تیزی کے ساتھ آ چکا ہوتا، پھر فرمایا: ﴿ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً ﴾ ’’اور یقیناً وہ ان پر اچانک آ کر رہے گا۔‘‘ یعنی ان کے پاس اچانک عذاب آ جائے گا، ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿53﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿54﴾ ﴾ ’’اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا، یہ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، حالانکہ دوزخ تو یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔‘‘ یعنی یہ عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور عذاب ان پر یقینی طور پر واقع ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ﴾ ’’جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ (الأعراف 41:7) ’’ایسے لوگوں کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا۔)‘‘ اور فرمایا: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ (الزمر 16:39) ’’ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: لَوْيَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ...... الآية (الأنبياء 39:21) ’’اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے......‘‘ ہر طرف سے آگ نے ان کو ڈھانپ رکھا ہوگا، ظاہری عذاب کی یہ شدید ترین صورت ہوگی۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿55﴾ ﴾ ’’اور وہ (اللہ) فرمائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین وسیع ہے، تو تم میری ہی عبادت کرو ﴿56﴾ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی

الْمَوْتِ ۗ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿57﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا

طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿57﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انھیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۖ ﴿58﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى

نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (نیک) عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے ﴿58﴾ جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿59﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ

پر توکل کرتے ہیں ﴿59﴾ اور کتنے ہی (زمین پر) چلنے پھرنے والے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انھیں اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے،

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿60﴾

اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿60﴾

(اب ان کا مزہ) چکھو۔'' یہ ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش نفسوں کے لیے ایک معنوی عذاب ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ○ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○﴾ (القمر 49,48:54) ''اس روز وہ اپنے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے، اب آگ کے چھونے (کے مزے) کو چکھو، ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۗ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (الطور 16-13:52) ''جس دن ان کو آتش کی طرف دھکے دے دے کر دھکیلا جائے گا، (کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کام تم کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 60-56

ہجرت کی طرف اشارہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ جس علاقے میں ان کے لیے اقامت دین کی استطاعت نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کی اس کشادہ زمین میں کسی ایسی جگہ چلے جائیں، جہاں ان کے لیے اقامت دین ممکن ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کر کے اس کی اس طرح عبادت کر سکیں جس طرح اس نے حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿56﴾﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین فراخ ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔'' یہی وجہ ہے کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کے لیے جب زمین تنگ ہوگئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ وہاں اپنے دین کو محفوظ رکھ سکیں، حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی بہترین مہمان نوازی کی، انھیں ٹھکانا دیا، تائید و حمایت کی اور انھیں اپنے ملک کے تمام شہروں میں آنے جانے کی کھلی

اجازت دے دی، پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور باقی صحابۂ کرام نے یثرب کی طرف ہجرت کی جو بعد میں مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

عمدہ رزق اور اچھے بدلے کا وعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝57﴾ ”ہر متنفس موت (کے مزے) کو چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پالے گی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو حکم دیا ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے موت سے تو کوئی چارہ ہی نہیں، پھر تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہو گی وہ اسے بہترین جزا عطا فرمائے گا اور پورے پورے اجر و ثواب سے نوازے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انھیں بہشت کے اونچے اونچے محلات میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“ یعنی ہم انھیں جنت میں بلند و بالا محلات میں بسائیں گے جن کے نیچے صاف شفاف پانی، لذت بخش شراب، عسل مُصَفّٰی اور خالص دودھ کی نہریں جاری و ساری ہوں گی، وہ ان نہروں کو جس طرح چاہیں گے استعمال کریں گے اور جہاں چاہیں گے انھیں لے جا سکیں گے۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ﴾ ”ہمیشہ ان میں رہیں گے۔“ یعنی ان میں ابد الآباد تک رہیں گے اور کبھی یہاں سے نقل مکانی نہ کرنا چاہیں گے۔ ﴿نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝58ۖ﴾ ”یہ (نیک) عمل کرنے والوں کا خوب بدلہ ہے۔“ یعنی جنت کے یہ اونچے اونچے محلات مومنوں کے اعمال کی بہت اچھی جزا ہیں۔ ﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ ”جو صبر کرتے رہے۔“ یعنی جنھوں نے اپنے دین پر صبر کیا، اللہ کی راہ میں ہجرت کی، دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول، اس کے اجر و ثواب کی امید اور اس کے وعدوں کی تصدیق کے لیے اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو چھوڑ دیا تھا۔

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابو معانق اشعری از ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، (أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى) لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَطَابَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ، وَقَامَ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ”بے شک جنت میں کچھ ایسے محلات بھی ہوں گے جن کے باہر سے اندر اور اندر سے باہر دیکھا جا سکے گا، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے تیار فرمائے ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں، پاکیزہ گفتگو کرتے ہیں، نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔“①

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3077/9 اور قوسین والے الفاظ صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذکر وصف الغرف التي أعدها اللّٰه تعالى......: 266/2، حدیث: 509 میں ہیں۔ اور دیکھیے جامع الترمذي، حدیث: 1984 وصحیح ابن حبان: 20/2 اور المستدرك للحاكم: 153/1.

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى

اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے اور (کس نے) سورج اور چاند خدمت پر لگائے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پھر

يُؤْفَكُوْنَ ﴿61﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں ﴿61﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور کسی کے لیے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ﴿62﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا

خوب جانتا ہے ﴿62﴾ اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر کس نے زمین کی موت (ویرانی) کے بعد اس پانی سے اسے

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿63﴾ ع 6 12 2

زندہ (تروتازہ) کیا، تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! تو آپ کہہ دیجیے: ”الحمدللہ“ لیکن ان کے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ﴿63﴾

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿59﴾ ﴾ ”اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں۔“ یعنی دین و دنیا کے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کا رزق زمین کے کسی خاص حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا رزق ساری مخلوق کے لیے عام ہے، خواہ وہ کوئی بھی مخلوق ہو اور کہیں بھی ہو، یہی وجہ ہے کہ مہاجرین جہاں ہجرت کر کے گئے وہاں انھیں کثرت کے ساتھ وسیع اور زیادہ پاکیزہ رزق میسر آیا اور وہ تھوڑے عرصے کے بعد ہی تمام علاقوں اور ملکوں کے حکمران بن گئے، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ ﴾ ”اور بہت سے چلنے پھرنے والے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔“ یعنی اسے جمع کرنے اور حاصل کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور نہ کل کے لیے کچھ ذخیرہ ہی کرتے ہیں۔ ﴿ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ ﴾ ”اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی۔“ یعنی ان کی ضعف و ناتوانی کے باوجود اللہ تعالیٰ انھیں رزق پہنچاتا اور حصول رزق کو ان کے لیے آسان بنا دیتا ہے، ہر مخلوق تک اس کے حسب حال رزق پہنچا دیتا ہے حتیٰ کہ زمین کی گہرائیوں میں رہنے والی چیونٹیوں، ہوا میں اڑنے والے پرندوں اور پانی میں تیرنے والی مچھلیوں کو ان کا رزق پہنچا دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ﴾ (هود 6:11) ”اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿60﴾ ﴾ ”اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 63-61

توحید کے مسائل: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ذکر فرمایا ہے کہ یہ مشرکین جو غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں یہ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آسمانوں، زمین اور شمس و قمر کو اسی نے پیدا فرمایا اور رات دن

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م وقف لازم

اور یہ دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں، اور بلاشبہ دارِ آخرت (کی زندگی) ہی (اصل) زندگی ہے، کاش! لوگ جانتے ہوتے ⑭ پھر جب وہ

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ⑭ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

(مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اطاعت وفرماں برداری کو اسی (اللہ) کے لیے خاص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۟ۙ ⑮ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۛ وَلِيَتَمَتَّعُوْا وقفة

نجات دیتا ہے تو فوراً وہ شرک کرنے لگتے ہیں ⑮ تاکہ وہ اس (نعمت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دی، اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں، پھر جلد وہ (اس کا

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ⑯

انجام) جان لیں گے ⑯

کواسی نے زیرفرمان کیا ہے، اپنے بندوں کا وہی خالق ورازق اور وہی ان کی عمروں کا تعین فرمانے والا ہے، اسی نے انھیں مختلف بنایا اوران کے رزق میں بھی کمی بیشی کر دی، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی دولت مند ہے اور کوئی فقیر، وہ خوب جانتا ہے کہ ہر ایک کے مناسب حال کیا ہے، ان میں سے کون دولت کا مستحق ہے اور کون فقر کا، صرف اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے ان کی تدبیر کی، پھر جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کی جائے؟ کسی اور پر بھروسا کیوں کیا جائے؟ جس طرح وہ ملکیت میں واحد ہے اسی طرح عبادت بھی اسی اکیلے کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر مقام الوہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کیا کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: [لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ......، إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَامَلَكَ] ''ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ......سوائے اس شریک کے جسے تو نے اپنا بنالیا ہو، تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔'' ①

تفسیر آیات: 66-64

دنیا کا مال ومنال زوال پذیر ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا حقیر، زوال پذیر اور جلد ختم ہو جانے والی ہے، اسے بقا اور دوام حاصل نہیں ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ محض کھیل اور تماشا ہے ﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م ﴾ ''اور بلاشبہ اخروی گھر ہی (اصل) زندگی (کا مقام) ہے۔'' یعنی دائمی اور سچی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جو کبھی زوال پذیر نہ ہوگی، کبھی ختم نہ ہوگی بلکہ ابدالآباد تک جاری رہے گی، ﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ⑭ ﴾ ''کاش! یہ (لوگ) جانتے ہوتے۔'' تو باقی کو فانی پر ترجیح دیتے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت وہ بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارتے ہیں، کاش! یہ ہمیشہ اللہ ہی کو پکارتے ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ ﴾ ''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ

---

① صحيح مسلم، الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها، حديث : 1185 عن ابن عباس ﷺ.

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ

کیاانھوں نے دیکھانہیں کہ بے شک ہم نے حرم (مکہ) کو پرامن بنایا ہے، جبکہ لوگ اس کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔ کیا پھر وہ باطل پر ایمان

وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ (67) وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا

لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں (67) اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا، یا جب حق اس کے پاس آیا تو اس

جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ (68) وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

نے اسے جھٹلا دیا؟ کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ (68) اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کریں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھاتے ہیں، اور

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (69) ع
ع 7 6 3

یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے (69)

فرمایا: ﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء یل 67:17) ''اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی نافرمان۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ (65)﴾ ''پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف (ڈوبنے سے) نجات دیتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔'' ﴿لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِیَتَمَتَّعُوْا ۥ وقفة﴾ ''تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں۔'' ﴿لِیَكْفُرُوْا﴾ کے لام کو بہت سے اہل عربیت و تفسیر اور علمائے اصول لام عاقبت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ مقصود تو نہیں ہوتا لیکن ان کی نسبت سے صورت حال یقیناً اسی طرح کی ہوتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اسی بات کو ان کے لیے مقرر کر دینے کی نسبت سے یہ لام تعلیل ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم ﴿لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ﴾ (القصص 8:28) کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 69-67

حرم مقام امن ہے: حرم کے مقام امن ہونے میں اللہ کی احسان مندی اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی تلقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کی توجہ اپنے اس عظیم الشان احسان کی طرف مبذول کرائی ہے کہ اس نے انھیں اپنے اس حرم محترم میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے یکساں عبادت گاہ بنا دیا ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو بھی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہو جاتا ہے جبکہ گردوپیش کے علاقوں میں بدو ایک دوسرے کو مار ڈالتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ○ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ○ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ○ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○﴾ (قریش 106:1-4) ''قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے، ان کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے، پس انھیں چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی

---

① دیکھیے القصص، آیت : 8 کے ذیل میں۔

عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔“ ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ۝67 ﴾ ”کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔“ یعنی کیا اس عظیم الشان نعمت کا یہ شکر ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی پوجا کرنا شروع کردی! ﴿ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ ﴾ (إبراهيم 14:28) ”انھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔“ اور اللہ تعالیٰ کے نبی، عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کفر کیا، حالانکہ ان کے شایانِ شان تو یہ بات تھی کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی خالص عبادت کرتے، اس کے ساتھ شرک نہ کرتے اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے اور آپ کی تعظیم وتوقیر بجالاتے مگر انھوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کے ساتھ لڑائی کی، آپ کو مکہ سے نکال دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی نعمتوں کو چھین لیا اور ان کے بہت سے سرکردہ لوگ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کو عزت وشوکت حاصل ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مشرکینِ مکہ کی گردنیں ذلیل ورسوا ہو کر جھک گئیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ط ﴾ ”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ (بہتان) باندھے یا جب حق اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے۔“ اس شخص سے بڑھ کر کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی وحی نازل نہ کی ہو یا جو یہ کہے کہ میں بھی اس طرح کی وحی نازل کر سکتا ہوں جس طرح کی وحی اللہ نے نازل کی ہے، اسی طرح اس سے بڑھ کر بھی کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو حق بات آجانے کے بعد اس کی تکذیب کرے، ان میں سے پہلا شخص بہتان باندھنے والا اور دوسرا تکذیب کرنے والا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝68 ﴾ ”کیا جہنم میں کافروں کے لیے کوئی جگہ (ٹھکانا) نہیں ہے؟“ پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا ﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔“ یعنی رسول اکرم ﷺ، آپ کے صحابۂ کرام اور قیامت کے دن تک آپ کے پیروکار، ﴿ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴾ ”ہم انھیں ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔“ یعنی انھیں دنیا وآخرت میں اپنے رستے دکھا دیں گے۔

امام ابن ابوحاتم نے عباس ہمذانی سے انھوں نے ابواحمد۔ جو عکّا کے رہنے والے ہیں۔ سے اس آیت کریمہ: ﴿ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ان باتوں کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں ہوتا، احمد بن ابوالحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی سے جب عباس ہمذانی کا یہ قول بیان کیا تو انھیں یہ قول بہت اچھا لگا اور انھوں نے کہا کہ جس شخص کو کوئی اچھا الہام ہو تو اسے اس وقت تک اس کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ کتاب وسنت کی اس کے بارے میں کوئی دلیل نہ معلوم کرے، پھر جب اسے دلیل معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس کا الہام کتاب وسنت کے

مطابق ہے۔① اورفرمایا: ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝69﴾ ”اور یقیناً اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“ امام ابن ابوحاتم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قول ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے برا سلوک کرے، احسان یہ نہیں کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے اچھا سلوک کرے۔② وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ عنکبوت کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

◆

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3084/9. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3085/9، البتہ تفسیر ابن ابوحاتم کے نسخوں میں یہ قول رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے جبکہ بعد کے اکثر مفسرین نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ ہی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ بہرحال انقطاع واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر سُوْرَۂ رُوْم

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ③ فِیْ بِضْعِ

الٓمّٓ ① رومی مغلوب ہو گئے② قریب ترین سرزمین (شام و فلسطین) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے③

سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ

چند برسوں میں، اقتدار و اختیار اللہ ہی کے لیے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس (غلبے والے) دن مومن بھی (اپنی فتح پر) خوش ہوں گے④

یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑤ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے، اور وہ نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ہے⑤ (یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ⑥ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

خلاف نہیں کرتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے⑥ وہ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں، اور وہ آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں⑦

تفسیر آیات: 1-7

رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی: یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب ایرانی بادشاہ سابور ملک شام اور اس سے متصل الجزیرہ کے علاقوں اور اقصائے روم تک کے علاقوں پر غالب آ گیا تھا۔ اس نے شاہِ روم ہرقل کو قسطنطنیہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا اور اس نے طویل مدت تک روم کا محاصرہ کیے رکھا لیکن بعد میں پھر ہرقل کو تسلط و غلبہ حاصل ہُوا جیسا کہ اس کا ذکر آ گے آ ئے گا۔①

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ﴾ ”الٓمّٓ (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رومی مغلوب ہو گئے اور غالب بھی آ گئے۔ انھوں نے مزید بیان فرمایا کہ مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی رومیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ بت پرست

---

① دیکھیے اسی سورت میں عنوان: ”قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟“

تھے جبکہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اس بات کا حضرت ابوبکر ؓ سے ذکر کیا گیا تو حضرت ابوبکر ؓ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَا! إِنَّهُمْ سَيَغْلِبُونَ] ”خبردار! وہ (رومی) عنقریب غالب آجائیں گے۔“ حضرت ابوبکر ؓ نے مشرکین سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے لیے ایک مدت مقرر کریں (کہ وہ کب غالب آئیں گے)، پھر اگر ہم غالب آگئے (شرط جیت گئے) تو ہمیں یہ انعام ملے گا اور اگر آپ غالب آگئے تو آپ کو یہ انعام ملے گا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے پانچ سال کی مدت کا تعین کر دیا مگر اس مدت میں رومی غالب نہ آئے، حضرت ابوبکر ؓ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [أَلَا جَعَلْتَهَا إِلٰى دُونَ (قَالَ: أُرَاهُ قَالَ:) الْعَشْرِ؟] ”آپ نے (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا:) دس سال سے کچھ کم مدت طے کیوں نہیں کی؟“

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بضع کا لفظ دس سے کم عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پھر بعد میں واقعی رومی غالب آگئے اور یہی معنی ہیں ان آیات کریمہ کے: ﴿الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤﴾ ”الٓمّٓ (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے چند ہی سالوں میں، پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“① اسی طرح اسے امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا② اور امام ترمذی ؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث: امام ابوعیسیٰ ترمذی ؒ نے نِیار بن مُکرَم اسلمی سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ﴾ تو ایرانی رومیوں پر غالب تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو جائے کیونکہ یہ دونوں (مسلمان اور رومی) کتاب والے ہیں، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤﴾ ”اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“ اور قریش اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی غالب آجائیں کیونکہ یہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے اور نہ ہی ان کا دوبارہ زندہ کیے جانے ہی پر ایمان تھا۔ جب ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو حضرت ابوبکر ؓ نے مکہ کی گلیوں، بازاروں میں ان کی تلاوت شروع کر دی تو قریش کے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اسی کو اپنے اور تمھارے درمیان طے کرتے ہیں، تمھارے نبی کا دعویٰ ہے کہ

---

① مسند أحمد :276/1. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حديث:3193 والسنن الكبرى للنسائی، التفسير، سورة الروم :426/6، حديث :11389.

چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے تو کیا اس بات پر ہم آپ سے شرط نہ لگا لیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ لیکن یاد رہے یہ بات شرط کے حرام ہونے سے قبل کی ہے۔

الغرض! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے آپس میں شرط رکھ لی، پھر انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿ بِضْعِ ﴾ کا لفظ تو تین سے نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ لہٰذا آپ ان میں سے کسی ایک متوسط کا نام لے کر اسے متعین کر دیں! تاہم اس طرح چھ سال کی مدت کا تعین کر لیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ آئے تو انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور شرط رکھے ہوئے مال کو لے لیا، پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور چھ سال کی مدت کے تعین کی وجہ سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ﴿ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ۛ ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے تھے، بہر حال ساتویں سال رومیوں کے غلبے کو دیکھ کر بہت سے لوگ قرآن مجید کی اس پیش گوئی کی صداقت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے۔① امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کریمہ کے الفاظ کے بارے میں بحث کرتے ہیں: ﴿ الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ ﴾ حروف مقطعات کے بارے میں کئی سورتوں کے آغاز خصوصاً سورۂ بقرہ کی ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے۔

رومی کون ہیں؟ جہاں تک رومیوں کا تعلق ہے تو وہ عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں، یعنی یہ بنی اسرائیل کے چچا زاد بھائی ہیں، انھیں بنو اصفر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یونانیوں کے دین پر تھے۔ اور یونانی یافث بن نوح کی نسل سے ہیں اور ترکوں کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ لوگ سات کواکبِ سیارگاں کی عبادت کرتے تھے جنھیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ قطبِ شمالی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ انھوں نے دمشق کی بنیاد رکھی اور وہاں معبد تعمیر کیا تھا جس میں شمالی جانب کئی محراب بنائے گئے تھے۔ رومی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے قریباً تین سو سال بعد اپنے دین پر تھے۔

امانت کبیرہ یا خیانت کبیرہ......؟ رومیوں میں سے جو شام اور الجزیرہ کا بادشاہ بنا وہ قیصر کہلایا، ان میں سے سب سے پہلے جس بادشاہ نے عیسائیت کو اختیار کیا، وہ قسطنطین بن قسطس تھا، اور اس کی ماں کا نام مریم ہیلانیہ شدقانیہ تھا۔ اور اس کا تعلق سرزمین حران سے تھا اور وہ قسطنطین سے بھی پہلے دین عیسائیت میں داخل ہو چکی تھی اور اسی نے اس کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ پہلے فلسفی تھا، اس نے ماں کی بات کو تسلیم کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے تَقِیّہ کے طور پر تسلیم کیا تھا، عیسائی اس کی وجہ سے متحد و مجتمع ہوئے اور انھوں نے اسی کے دور میں عبداللہ بن اَریوس کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور انھوں نے آپس میں بہت زیادہ اختلاف کا اظہار کیا کہ ان کا کسی نکتے پر بھی اتفاق نہیں تھا، البتہ ان کی جماعت میں سے تین سو اٹھارہ پادری جمع ہوئے اور انھوں نے قسطنطین کے لیے عقیدہ وضع کیا اور اسی عقیدے کو یہ لوگ ''امانت کبیرہ''② سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حدیث: 3194. ② تفصیل کے لیے دیکھیے النسآء، آیت: 171 کے ذیل میں عنوان: ''عیسائیوں کے فرقے''

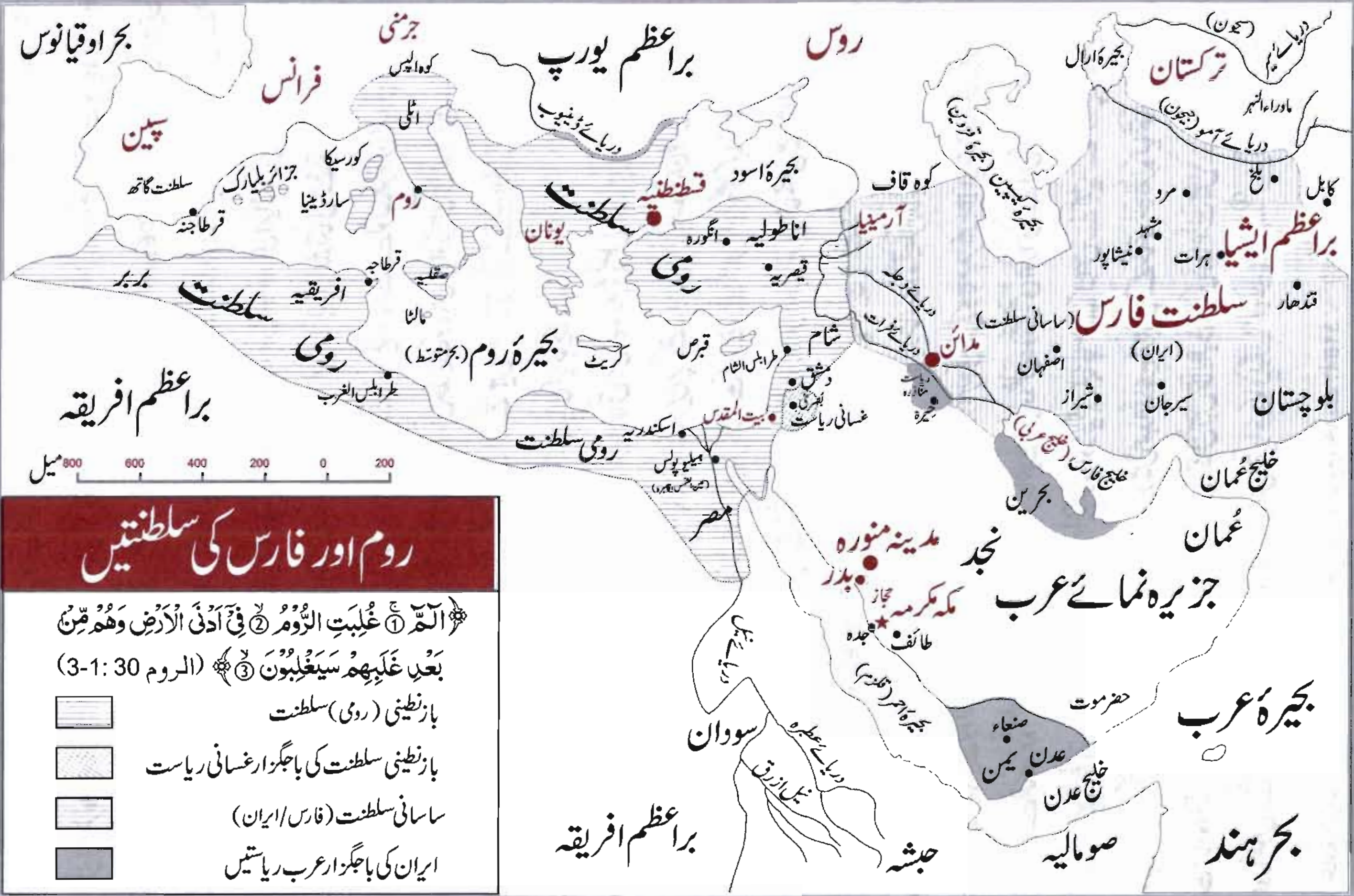
بحر اوقیانوس
جرمنی
فرانس
سپین
کوہ ایلپس
اٹلی
کورسیکا
جزائر بلیارک
سلطنت گاتھ
قرطاجنہ
سارڈینیا
روم
قرطاجہ
صقلیہ
بربر
سلطنت
افریقیہ
مالٹا
رومی
طرابلس الغرب
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
براعظم افریقہ
800 600 400 200 0 200 میل
براعظم یورپ
دریائے ڈینیوب
قسطنطنیہ
سلطنت
یونان
بحیرۂ اسود
اناطولیہ
انگورہ
رومی
قیصریہ
کریٹ
قبرص
طرابلس الشام
شام
دمشق
بصریٰ
غسانی ریاست
بیت المقدس
اسکندریہ
رومی سلطنت
ہیلیو پولس
(عین الشمس، قاہرہ)
مصر
روس
کوہ قاف
آرمینیا
دریائے دجلہ
دریائے فرات
مدائن
ریاست مناذرہ
حیرہ
بحیرۂ کیسپین (بحیرۂ خزر)
بحیرہ ارال
ترکستان
دریائے سیحون
ماوراء النہر
دریائے آمو (جیحون)
بلخ
مرو
کابل
مشہد
نیشاپور
ہرات
براعظم ایشیا
قندھار
سلطنت فارس (ساسانی سلطنت)
(ایران)
اصفہان
شیراز
سیرجان
بلوچستان
(خلیج عرب)
خلیج فارس
خلیج عُمان
بحرین
عُمان
نجد
مدینہ منورہ
بدر
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
بحیرۂ احمر (قلزم)
دریائے نیل
حضر موت
صنعاء
عدن
یمن
بحیرۂ عرب
خلیج عدن
سوڈان
دریائے عطبرہ
نیل ازرق
براعظم افریقہ
حبشہ
صومالیہ
بحر ہند

روم اور فارس کی سلطنتیں

﴿الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③﴾ (الروم 30 :1-3)

▤ بازنطینی (رومی) سلطنت

▒ بازنطینی سلطنت کی باجگزار غسانی ریاست

▥ ساسانی سلطنت (فارس/ایران)

■ ایران کی باجگزار عرب ریاستیں

یہ نہایت گھٹیا خیانت ہے۔ انھی پادریوں نے قسطنطین کے لیے قوانین بھی وضع کیے اور کتب احکام مرتب کیں جن میں حرام و حلال اور ضرورت کے دیگر مسائل بیان کیے گئے تھے۔

عیسائیوں کی عیدیں اور ان کے کئی ایک فرقے: الغرض! انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ اس میں انھوں نے اپنی طرف سے بہت سے اضافے بھی کیے اور بہت سی چیزوں کو اس سے نکال بھی دیا، انھوں نے (بیت المقدس کے) مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی، ہفتے کے دن کے بجائے اتوار کا دن اختیار کر لیا، صلیب کی پوجا شروع کر دی، خنزیر کو حلال قرار دے دیا، اپنے طور پر کئی عیدیں ایجاد کر لیں، مثلاً: عید صلیب، عید قُدَّاس، عید غِطَاس، شعانین اور باعوث وغیرہ۔① قسطنطین کے لیے انھوں نے ایک دروازہ بنا دیا کیونکہ اس وقت ان سب میں سے اس کا مقام بڑا تھا، پھر بتارکہ کا درجہ تھا، پھر مَطارِنہ کا، پھر اُسقُفوں کا، پھر قسیسین کا، پھر شَمامِسہ کا، اس طرح انھوں نے رہبانیت کی بدعت کو بھی ایجاد کیا، بادشاہ نے ان کے لیے کنیسے اور معبد بنوا دیے اور اس نے اس شہر کی بنیاد بھی رکھی جو اس کی طرف منسوب ہے، یعنی قسطنطنیہ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دور میں بارہ ہزار کنیسے بنوائے تھے، نیز اس نے بیت اللحم بھی بنوایا جس کے تین محراب تھے اور اس کی ماں نے قُمامہ بنوایا، عیسائیوں کا یہ فرقہ مَلکِیّہ کہلاتا ہے، یعنی وہ فرقہ جو بادشاہ کے دین پر ہے۔

ان کے بعد فرقۂ یعقوبیہ پیدا ہوا، یہ لوگ یعقوب اِسکاف کے پیروکار تھے، پھر نَسْطُورِیّہ فرقہ پیدا ہوا جو نسطورا کے ماننے والے تھے۔ الغرض! عیسائیوں کے بہت سے فرقے اور بہت سی جماعتیں ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: [اِفْتَرَقُوا عَلٰی ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِينَ (فِرْقَةً)] ”یہ لوگ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔“② بہر حال ان لوگوں نے نصرانیت کو اختیار کیے رکھا، جب کوئی قیصر فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا قیصر لے لیتا حتی کہ ان کا آخری قیصر ہرقل تھا جو بہت عقل مند، انتہائی بارعب اور مدبر بادشاہ، بہت عمیق غور و فکر کرنے والا اور صائب الرائے شخص تھا اور بہت عظیم اور بے حد وسیع و عریض سلطنت کا مالک تھا مگر کسرٰی جو ایران اور دیگر تمام ممالک، مثلاً: عراق، خراسان، رَے اور تمام عجمی ممالک کا بادشاہ تھا، وہ اس کا دشمن ہو گیا، اس کا نام سابور تھا جو بہت طاقت ور اور مضبوط تھا اور اس کی مملکت قیصر کی مملکت سے بھی بڑی تھی، اس میں عجم کی سرداری اور فارسیوں کی حماقت جمع تھی اور وہ لوگ مجوس تھے جو آگ کی پوجا کرتے تھے۔

قیصر، کسرٰی پر کس طرح غالب آیا؟ قبل ازیں عکرمہ کی روایت کو بیان کیا جا چکا ہے کہ کسرٰی نے قیصر کی طرف اپنے کمانڈر اور لشکر بھیجے جنھوں نے اس سے لڑائی کی اور زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ کسرٰی نے خود اپنی فوجوں کی قیادت کی تھی،

---

① قُدَّاس: نصارٰی کے ہاں روٹی اور شراب پر مخصوص الفاظ کے ساتھ دُعا پڑھنا، غِطَاس: نصرانیوں کے ہاں بچے کی مقدس پانی (معمودیہ) سے تطہیر کی تقریب۔ شَعَانین: نصارٰی کی عیدِ فِصح سے پہلے آنے والے اتوار کے دن عید جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخل ہونے کی یاد منائی جاتی ہے۔ باعوث: نصرانیوں کے ہاں بارش کے لیے دُعا کی تقریب۔

② سنن أبي داود، السنة، باب شرح السنة، حديث: 4597 ومسند أحمد: 102/4 عن معاوية رضی اللہ عنہ اور قوسین والا لفظ سنن أبي داود، السنة، باب شرح السنة، حديث: 4596 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

انھوں نے قیصر کو مغلوب کر دیا، اس کے سارے شہروں پر قبضہ کر لیا حتی کہ قیصر کے پاس صرف قسطنطنیہ کا شہر رہ گیا، کسریٰ نے اس شہر کا بھی طویل عرصے تک محاصرہ کیے رکھا اور قیصر کو بہت مشکل میں مبتلا کر دیا، نصاریٰ اس شہر کی بے حد تعظیم کرتے تھے، کسریٰ طویل محاصرے کے باوجود اس شہر کو فتح نہ کر سکا، شہر کی مضبوطی کی وجہ سے اسے فتح کرنا اُس کے لیے ممکن نہ ہوا کیونکہ اس شہر کا نصف حصہ خشکی کی طرف اور نصف دریا کی طرف تھا۔ دریا کی طرف سے ان کو اشیائے خورد و نوش اور مدد مل جاتی تھی، جب محاصرہ بہت طویل ہو گیا تو قیصر نے ایک تدبیر اختیار کی اور کسریٰ کو دھوکا دینے کا ایک پروگرام بنایا اور وہ یہ کہ اس نے کسریٰ کو پیشکش کی کہ تم میرے ملک سے چلے جاؤ اور اس کے عوض جس قدر چاہو مال لے کر صلح کر لو، کسریٰ نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور قیصر سے بے حد و حساب مال و دولت کا مطالبہ کیا، اس نے اس قدر سونے، جواہرات کا خزانہ، پوشاکوں، لونڈیوں، خادموں اور دیگر انواع و اقسام کے مال و دولت کا مطالبہ کیا کہ جسے دنیا کا کوئی بادشاہ بھی پورا نہ کر سکتا تھا۔ قیصر نے اس کے مطالبے کو مان لیا اور تأثر یہ دیا کہ اس کے پاس یہ سب کچھ موجود ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہا ہے اور اس کے اس مطالبے کے سلسلے میں اس نے اس کی عقل کا کم ہونا سمجھ لیا تھا، حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ کسریٰ نے اس قدر زبردست مال و دولت کا مطالبہ کیا تھا کہ اکیلے قیصر کے لیے اسے پورا کرنا تو کجا قیصر و کسریٰ دونوں مل کر اس کے عُشرِ عَشِیر کو بھی جمع نہیں کر سکتے تھے۔ قیصر نے کسریٰ سے کہا کہ وہ اسے مہلت دے تاکہ وہ بلاد شام اور اپنے ملک کے دوسرے علاقوں میں جا کر اپنے خزانوں، ذخیروں اور گوداموں سے مطلوبہ اشیاء کو جمع کر سکے، کسریٰ نے اسے قسطنطنیہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔

قیصر نے جب شہر قسطنطنیہ سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی ملت کو جمع کیا اور کہا کہ میں ایک اہم مشن کے لیے جسے میں نے خوب سوچ سمجھ کر ترتیب دیا ہے، اپنی فوج کے ایک دستے کے ساتھ باہر نکل رہا ہوں، اگر ایک سال سے پہلے میں لوٹ آیا تو میں ہی تمھارا بادشاہ ہوں اور اگر ایک سال سے پہلے نہ لوٹوں تو تمھیں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو میری بیعت کو باقی رکھو اور اگر چاہو تو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا بادشاہ بنا لو، انھوں نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں آپ ہی ہمارے بادشاہ ہیں، خواہ آپ دس سال تک غائب رہیں، بہر حال جب وہ قسطنطنیہ سے نکلا تو وہ متوسط درجے کے ایک گھڑ سوار لشکر کی حفاظت میں نکلا اور کسریٰ اس کی واپسی کے انتظار میں قسطنطنیہ ہی کے پاس خیمہ زن رہا۔

ادھر قیصر تیز رفتار سواریوں پر سوار ہو کر بہت جلد ایران پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے قتل و غارت کا بازار خوب گرم کیا، مردوں خصوصاً جنگ کے قابل لوگوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا حتی کہ وہ لوگوں کو قتل کرتے کرتے مدائن تک پہنچ گیا جو کسریٰ کا دار الحکومت تھا، اس نے وہاں کے سب لوگوں کو قتل کر دیا، ان کے سارے مال و دولت کو چھین لیا، عورتوں اور حرم سراؤں کو قیدی بنا لیا، کسریٰ کے بیٹے کے سر کو مونڈ کر اسے گدھے پر سوار کرایا اور اسے اس کی قوم کے دیگر قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ کسریٰ کی طرف بھیج دیا اور اسے لکھا کہ یہ ہے وہ جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا، لہٰذا اسے لے لو، جب کسریٰ کے پاس یہ خبر پہنچی تو اسے ایسا شدید ترین غم لاحق ہوا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس سے روم کے بارے میں

اس کی دشمنی میں اور اضافہ ہو گیا اور اس نے ہر ممکن طریقے سے محاصرے کو مضبوط کرنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا اور جب وہ عاجز و قاصر آ گیا تو اس نے دریائے جیحون کی طرف سے آنے والے راستے پر قبضے کا پروگرام بنایا کیونکہ اس راستے کے بغیر قیصر کے لیے قسطنطنیہ تک پہنچنے کا اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ایسی زبردست چال چلی کہ ایسی چال آج تک کسی نے نہ چلی تھی اور وہ یہ کہ اس نے اپنے لشکر اور اس مال واسباب کو جو اس کے ہمراہ تھا، دریا کے دہانے پر روک دیا اور خود کچھ لشکر کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ پتوں اور اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی مینگنیوں سے بھرے ہوئے بورے جانوروں پر لاد دیے جائیں اور وہ بالائی علاقے کی طرف جاتے ہوئے پانی سے ایک دن کی مسافت کے فاصلے سے گزرا، اس نے حکم دیا کہ ان بھرے ہوئے بوروں کو دریا میں گرا دیا جائے اور جب یہ بورے کسریٰ اور اس کے لشکر کے پاس سے گزرے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ یہاں سے دریا میں داخل ہوئے ہیں، لہٰذا انھوں نے ان کی تلاش میں ادھر کا رخ کیا اور اس طرح دریا کا دہانہ شہ سواروں سے خالی ہو گیا اور قیصر نے اس طرف کا رخ کیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ جلدی کریں اور برق رفتاری سے دریا کو عبور کر لیں اور اس طرح وہ کسریٰ اور اس کے لشکر سے بچ کر قسطنطنیہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، نصاریٰ کے نزدیک یہ بہت اہمیت کا حامل دن تھا۔

کسریٰ اور اس کا لشکر حیران و ششدر رہ گیا، انھیں کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کریں، وہ قیصر کے ملک پر قبضہ نہ کر سکے جبکہ رومیوں نے ان کے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا، ان کے مال و دولت کو چھین لیا تھا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا تھا اور اس طرح رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور ایرانیوں کے رومیوں کو مغلوب کرنے کے نو سال بعد پانسہ پلٹا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہونے والا وہ معرکہ جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے اَذرِعات اور بصریٰ کے مابین پیش آیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور دیگر اہل علم نے بیان کیا ہے۔① اور یہ شام کا وہ علاقہ ہے جو حجاز کے ساتھ ملتا ہے، مجاہد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ الجزیرہ میں پیش آیا تھا اور یہ روم کا ایران کے سب سے قریب علاقہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ ﴾ ’’(اس سے) پہلے بھی اور (اس کے) بعد بھی اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔‘‘ یعنی اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم جاری وساری رہے گا۔ جب قبل اور بعد کو اضافت یا نسبت سے قطع کر دیا جائے اور ان دونوں کا مضاف الیہ محذوف مگر نیت میں موجود ہو تو یہ مبنی علی الضم (ــُـ) ہوتے ہیں (ان پر تنوین کے بغیر پیش آتا ہے۔) ﴿ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے۔‘‘ جو رومیوں، یعنی شام کے بادشاہ قیصر کے ساتھیوں کو ایرانیوں، یعنی کسریٰ کے ساتھیوں پر جو کہ مجوسی ہیں حاصل ہو گی۔ رومیوں کو ایرانیوں پر نصرت غزوۂ بدر کے دن حاصل ہوئی تھی اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ثوری، سُدی اور بہت سے علماء کا قول ہے اور اس حدیث میں ہے جسے امام ترمذی، ابن جریر، ابن ابو حاتم اور بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

---

① تفسیر الطبری:27-22/21 و تفسیر ابن أبی حاتم:3087/9 .

بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور اس سے مومنوں کو بہت خوشی ہوئی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾ ”اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“①

امام ابن ابوحاتم نے زبیر کلابی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایرانیوں کا رومیوں پر غلبہ دیکھا، پھر رومیوں کا ایرانیوں پر غلبہ دیکھا، پھر دیکھا کہ مسلمانوں نے ایرانیوں اور رومیوں دونوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور یہ سارے واقعات پندرہ سال کے اندر رونما ہوئے تھے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ ﴾ ”اور وہ نہایت غالب ہے۔“ اپنے دشمنوں پر فتح پانے اور ان سے انتقام لینے میں، ﴿ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾ ”بڑا مہربان ہے۔“ اپنے مومن بندوں پر۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ﴾ ”(یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) یہ خبر جو ہم نے آپ کو دی ہے کہ ہم رومیوں کو ایرانیوں پر غالب کر دیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور سچی خبر ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتی، لہٰذا ایسا ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ لڑائی کرنے والی دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہو وہ ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے انجام کو اچھا کر دیتا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ یعنی وہ اس کائنات میں کارفرما اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے محکم اور عدل کے مطابق جاری افعال کو نہیں جانتے۔

دنیاداری میں سپیشلسٹ اور دینی امور میں صفر! اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ ”یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں۔“ یعنی اکثر لوگوں کو دنیا، دنیا کی دولت، اس کے حالات اور دنیا میں موجود اشیاء کا تو علم ہے اور وہ دنیا کمانے اور اس کے حاصل کرنے میں تو بڑے ماہر اور عقل مند ہیں مگر امورِ دین اور آخرت میں نفع دینے والے کاموں سے اس قدر غافل ہیں کہ انھیں اس کی قطعاً کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واللہ! کئی شخص دنیاداری میں اس قدر ماہر ہوتے ہیں کہ وہ اگر چاہیں تو ناخن پر درہم رکھ کر اس کا وزن بتا دیں مگر انھیں اچھے طریقے سے نماز پڑھنی نہیں آتی۔③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر دنیا اور اس کے ساز و سامان کے بارے میں تو بہت کچھ جانتے ہیں مگر امورِ دین کے بارے میں یہ جاہل ہیں۔④

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حدیث :3192 و تفسیر الطبری:26/21 و تفسیر ابن أبی حاتم:3087,3086/9 . ② تفسیر ابن أبی حاتم:3087/9 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم:3088/9 . ④ تفسیر الطبری: 29/21 .

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قف مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ

کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق کے ساتھ اور مقرر وقت

مُّسَمًّی ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَکٰفِرُوْنَ ⑧ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور بلاشبہ اکثر لوگ اپنے رب کی ملاقات ہی کے منکر ہیں⑧ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے کہ ان

فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے، اور انھوں نے زمین کو (اس سے زیادہ) جوتا بویا اور جتنا اُنھوں

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ط فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ

نے زمین کو آباد کیا تھا اتنا انھوں نے آباد نہیں کیا ہے، اور ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر اللہ (ایسا) نہ تھا کہ ان پر ظلم

وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ⑨ ط ثُمَّ کَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ

کرتا، اور لیکن وہ (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے⑨ پھر جن لوگوں نے برے کام کیے تھے ان کا انجام بھی برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ

اللّٰهِ وَکَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ ع ع 1 10 4

کی آیتوں کو جھٹلایا تھا، اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے⑩

تفسیر آیات: 10-8

توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ اس کی مخلوقات کے بارے میں غور کیا جائے کیونکہ وہ اس ذات پاک کے معبود ہونے کی دلیل ہیں، نیز اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ صرف اسی نے انھیں پیدا فرمایا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قف ﴾ ”کیا انھوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا؟“ یعنی انھوں نے کیا اس بارے میں کبھی غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی وسفلی اور ان کے مابین انواع واقسام کی مخلوقات اور مختلف اجناس کی بے شمار اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ کائنات عبث اور باطل نہیں پیدا کی گئی بلکہ اسے حق کے ساتھ اور ایک مدت مقررہ، یعنی روز قیامت تک کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ﴿ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَکٰفِرُوْنَ ⑧ ﴾ ”اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے رسول سچے اور انھوں نے اس کی طرف سے جو پیغام پہنچایا وہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی اس طرح مدد بھی فرمائی کہ ان کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ہلاک کر دیا اور ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔ ﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ ”کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟“ اگر یہ لوگ اپنے فہم، عقل اور نظر وفکر سے کام لیتے اور گزشتہ لوگوں کے حالات کو سنتے ﴿ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾ ”تو دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے اُن کا انجام کیسا ہوا، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے۔“

اقوام رفتہ مال ومنال میں کہیں بڑھ کر تھیں: یعنی گزشتہ اقوام اور سابقہ صدیوں کے لوگ تم سے زور وقوت میں کہیں بڑھ کر تھے، اے لوگو! جن کی طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ہے، ان کے اموال واولاد بھی تم سے زیادہ تھے، ان کے مقابلے میں تمھیں تو دنیوی اموال واسباب کا عشر عشیر بھی نہیں ملا، انھیں دنیا میں اس طرح دسترس دی گئی تھی جو تمھیں نہیں دی گئی، انھیں بہت طویل عمریں بھی عطا کی گئی تھیں، لہٰذا انھوں نے تمھاری نسبت دنیا کو زیادہ آباد کیے رکھا اور دنیا سے زیادہ فائدہ اٹھایا لیکن ان کے پاس ان کے رسول جب روشن دلائل لے کر آئے تو وہ اپنی اس دنیا ہی پر نازاں تھے جو انھیں دی گئی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا، پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ تھا، ان کے اموال واولاد بھی انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے، ذرہ بھر بھی عذاب کو ان سے ٹال نہ سکے اور عذاب میں مبتلا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ۭ9 ﴾ ”بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔“ یعنی یہ عذاب انھیں اپنی ہی طرف سے پہنچا ہے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور ان کے ساتھ استہزا کیا، لہٰذا یہ عذاب انھیں ان کے اپنے گناہوں اور اپنی تکذیب کے سبب پہنچا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰۗى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝10 ﴾ ”پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بہت ہی برا ہوا، اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـــِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:110) ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (تو یہ پھر بھی نہ لائیں گے) اور اُن کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ ﴾ (الصف 61:5) ”پس جب ان لوگوں نے کج روی کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ ﴾ (المآئدة 5:49) ”پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب اُن پر مصیبت نازل کرے۔“ بنا بریں ﴿ السُّوْٓاٰۗى ﴾، ﴿ اَسَاۗءُوا ﴾ کا مفعول ہو کر منصوب ہوگا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰۗى ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ برائی ان کا انجام ہوئی، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اس معنی کی رو سے ﴿ السُّوْٓاٰۗى ﴾، ﴿ كَانَ ﴾ کی خبر ہو کر منصوب ہوگا۔ ① یہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی توجیہ ہے اور اسے انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ② امام ابن ابو حاتم نے بھی اسے ان دونوں سے اور ضحاک بن مزاحم سے روایت کیا ہے اور ﴿ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝10 ﴾ کے الفاظ سے بھی بظاہر اسی طرح معلوم ہو رہا ہے۔ ③ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① ملحوظہ: ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰۗى ﴾ کی نحوی ترکیب کا اضافہ تفسیر ابن کثیر کے مفصل نسخے سے کیا گیا ہے۔

② تفسیر الطبری، 32,31/21: وتفسیر ابن أبی حاتم: 3088/9. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3088/9.

اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ⑪ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُبۡلِسُ

اللہ ہی پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا، پھر اسی کی طرف تمھیں لوٹایا جائے گا⑪ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو)

الۡمُجۡرِمُوۡنَ ⑫ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ مِّنۡ شُرَكَآئِهِمۡ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوۡا بِشُرَكَآئِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ⑬ وَيَوۡمَ

مجرم لوگ سخت مایوس ہوں گے⑫ اور ان کے شریکوں (معبودوں) میں سے کوئی ان کا سفارشی نہیں ہوگا اور وہ خود بھی اپنے شریکوں کے منکر

تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوۡنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمۡ فِيۡ

ہو جائیں گے⑬ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے⑭ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

رَوۡضَةٍ يُّحۡبَرُوۡنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الۡاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي

نے نیک عمل کیے، تو وہ باغ (بہشت) میں خوش و خرم ہوں گے⑮ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو وہ

الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ⑯

عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے⑯

تفسیر آیات: 11-16

خلقت کی دوبارہ آفرینش اور مجرموں کی مایوسی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ﴾ ”اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا۔“ یعنی جس طرح وہ اسے پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت حاصل ہے، ﴿ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ⑪ ﴾ ”پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن جب وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، پھر فرمایا: ﴿ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُبۡلِسُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ⑫ ﴾ ”اور جس دن قیامت برپا ہوگی، گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہی بیان کیے ہیں کہ گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔① اور امام مجاہد نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ گناہ گار ذلیل و رسوا ہو جائیں گے اور دوسری روایت کے مطابق گناہ گار افسردہ و غمگین ہو جائیں گے۔②

سفارش اور خود ساختہ شریک: ﴿ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ مِّنۡ شُرَكَآئِهِمۡ شُفَعٰٓؤُا ﴾ ”اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا۔“ یعنی ان کے وہ معبودان کی سفارش نہیں کریں گے جن کی اللہ کے سوا یہ عبادت کیا کرتے تھے، وہ ان کا انکار کر دیں گے اور اس وقت ان کے ساتھ دھوکا کریں گے جب انھیں ان کی شدید ضرورت ہوگی، پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوۡنَ ⑭ ﴾ ”اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز وہ (کافر اور مومن) الگ الگ ہو جائیں گے۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جدائی کا یہ وہ وقت ہوگا کہ جس کے بعد یہ کبھی جمع نہ ہوں گے۔③ یعنی جب ایک کو علیین تک بلند کر دیا جائے گا اور دوسرے کو جہنم میں بہت ہی پست مقام کی طرف دھکیل دیا جائے گا تو یہ ان کی

---

① تفسیر ابن أبي حاتم:3088/9 . ② تفسیر الطبري:33/21 و تفسیر ابن أبي حاتم:3089,3088/9. ③ تفسیر الطبري: 34/21 و تفسیر ابن أبي حاتم:3089/9.

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ⑰ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

پس تم اللہ کی تسبیح (پاکی بیان) کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو⑰ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے تمام حمد ہے، اور (تسبیح کرو) پچھلے پہر اور

وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہو⑱ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہی زمین کو اس کے مردہ (ویران) ہونے کے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑲ ع 2 9 5

بعد زندہ (آباد) کرتا ہے، اور اسی طرح تمھیں بھی (زمین سے) نکالا جائے گا⑲

آخری ملاقات ہوگی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮﴾ ’’پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو وہ (بہشت کے عالی شان) باغ میں خوش وخرم ہوں گے۔‘‘ امام مجاہد وقتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿يُّحْبَرُوْنَ ⑮﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ناز ونعم میں عیش کریں گے۔①

تفسیر آیات:17-19

نماز پنجگانہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تسبیح بیان فرما کر اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے کہ وہ بھی ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کریں، یہ اوقات بھی اس کے کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت پر دلالت کرتے ہیں، اوقات سے مراد ایک تو وقت شام ہے جب رات اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا جاتی ہے اور دوسرا وقت صبح ہے، جب دن اپنے اجالے کے ساتھ جگمگا اٹھتا ہے، پھر تسبیح کی مناسبت سے تحمید کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی تعریف ہے۔‘‘ یعنی آسمانوں اور زمین میں اس نے جو پیدا فرمایا، اس کی وجہ سے وہ قابل تعریف ہے، پھر فرمایا: ﴿وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱﴾ ’’اور تیسرے پہر بھی اور جب تم ظہر کرو (اُس وقت بھی نماز پڑھا کرو۔)‘‘ عشاء سے مراد شدید تاریکی ہے جبکہ ظہر شدید روشنی کا وقت ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے تاریکی کو پیدا فرمایا اور روشنی کو بھی جو صبح کو رات کے اندھیرے سے پھاڑ کر نکالنے والا اور رات کو پرسکون بنانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۙ﴾ (الشمس 4,3:91) ’’اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپالے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴾ (اللیل 2,1:92) ’’رات کی قسم جب (دن کو) چھپالے اور دن کی (قسم) جب چمک اٹھے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴾ (الضحیٰ 2,1:93) ’’چڑھتے دن کی قسم اور رات کی جب وہ چھا جائے۔‘‘ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ’’وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔‘‘ یعنی اسے اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ وہ متضاد

---

① تفسیر الطبری، 35,34/21: وتفسیر ابن أبی حاتم، 3089/9: .

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ⑳ وَمِنْ

اور (یہ) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم بشر ہو (جو ہر طرف) پھیل رہے ہو⑳ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً

سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت

وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑

پیدا کر دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں㉑

اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور مذکورہ بالا آیات کریمہ جن کا حوالہ دیا گیا، سب اسی اسلوب کی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء اور ان کے اضداد کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ خلق کے بارے میں اسے کمالِ قدرت حاصل ہے، اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ذات پاک اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبات سے دانہ اور دانے سے نبات پیدا فرمائے، انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا بنائے، انسان سے نطفہ اور نطفے سے انسان پیدا فرمادے اور مومن سے کافر اور کافر سے مومن کو وجود بخشے۔

زمین کی روئیدگی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ﴾ ”اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ۙ﴾ (یٰسٓ 34,33:36) ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اُگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ (پیدا) کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے۔“

اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ۙ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾ (الحج 22:5-7) ”اور (اے دیکھنے والے!) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوتی ہے)، پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے، ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ضرور اُٹھائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:57) ”اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اُٹھا لاتی ہیں تو ہم انھیں ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں،

پھر اُن سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس (مینہ) سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے باہر) نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑲ ﴾ ''اور اسی طرح تم (دوبارہ زمین میں سے) نکالے جاؤ گے۔''

تفسیر آیات: 21,20

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ ﴾ ''اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت اور کمال قدرت کی دلیل ہے کہ اس نے تمھارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ ﴿ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ⑳ ﴾ ''پھر اب تم انسان ہو کر (جا بجا) پھیل رہے ہو۔'' یعنی تمھاری اصل مٹی اور حقیر پانی ہے، پھر اس سے صورت بنائی گئی اور وہ اس طرح کہ پہلے لوتھڑا، پھر بوٹی بنی، پھر اس میں ایسی ہڈیاں بن گئیں جن کی شکل انسان کی شکل جیسی تھی، پھر ان ہڈیوں پر اللہ تعالیٰ نے گوشت چڑھا دیا، پھر اس میں روح پھونک دی اور وہ سننے اور دیکھنے والا انسان بن گیا، پھر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا کہ چھوٹا بچہ تھا جس کی قوت اور حرکت بہت ضعیف تھی، پھر جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی، اس کی قوت و حرکت مکمل ہوتی چلی گئی حتی کہ وہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے کہ شہر اور قلعے بنانے لگتا اور اطراف و اکناف عالم میں سفر کرنے لگتا ہے حتی کہ سفر کے لیے دریاؤں اور سمندروں کی موجوں پر سوار ہونے لگتا ہے، پھر پوری دنیا میں گھومنے پھرنے لگتا ہے اور ادھر ادھر سے مال جمع کرنے لگ جاتا ہے، پھر اس میں غور و فکر، سوچ بچار اور علم و رائے کی پختگی بھی ہوتی ہے جسے ہر انسان دنیا و آخرت کے امور میں اپنے اپنے انداز سے کام میں لاتا ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو وجود بخشا، زمین میں بسایا، تمام مظاہر قدرت کو ان کے تابع فرمان کر دیا اور انھیں رزق کمانے اور دولت حاصل کرنے کے لیے مختلف فنون سکھا دیے، پھر علم و فکر، حسن و قبح، دولت مندی و فقیری اور سعادت مندی و بدبختی کے اعتبار سے ان کو ایک دوسرے سے مختلف بنا دیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ⑳ ﴾ ''اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو کر (جا بجا) پھیل رہے ہو۔''

ایک ہی خمیر سے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کی تخلیق: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْيَضُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جسے تمام زمین سے لیا تھا تو انسان زمین کے مطابق پیدا ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کا رنگ سفید، بعض کا سرخ، بعض کا سیاہ اور بعض کا اس کے درمیان ہے، اسی طرح بعض ان میں سے ناپاک ہیں اور بعض پاک، بعض نرم ہیں اور بعض سخت اور کچھ اس کے درمیان۔''① اسے

---

① مسند أحمد: 400/4.

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے، بلاشبہ اس میں علم والوں کے لیے عظیم

لِّلْعٰلِمِيْنَ ㉒ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

نشانیاں ہیں ㉒ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمھارا رات اور دن کو سونا اور تمھارا اس کے فضل کو تلاش کرنا، بے شک اس میں ان لوگوں کے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ㉓

لیے عظیم نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ㉓

امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح بھی قرار دیا ہے۔ ①

میاں بیوی کی ایک ہی جنس سے پیدائش: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ”اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں۔“ یعنی اس نے تمھاری جنس سے عورتیں پیدا کیں تاکہ وہ تمھاری بیویاں بن جائیں ﴿ لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا ﴾ ”تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ ﴾ (الأعراف 189:7) ”وہی (اللہ ہی تو) ہے جس نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا تاکہ وہ اس سے راحت حاصل کرے۔“ اس سے مراد حضرت حواء علیہا السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی اور بائیں پسلی سے پیدا فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو مرد ہی بنا دیتا اور ان کی عورتیں کسی دوسری جنس، مثلاً: جنوں یا حیوانوں سے بنا دیتا تو ان کے اور ان کی بیویوں میں یہ الفت ومحبت پیدا نہیں ہوسکتی تھی جو موجودہ صورت میں ہے بلکہ بیویوں کے غیر جنس سے ہونے کی صورت میں آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بے حد وحساب رحمت ہے کہ اس نے ان کی بیویاں ان کی اپنی جنس ہی سے بنائیں، پھر ان میں مَوَدَّت اور رحمت پیدا فرما دی، مودت کے معنی محبت اور رحمت کے معنی شفقت کے ہیں، مرد عورت کو اس لیے اپنے پاس رکھتا ہے کہ اسے اس سے محبت ہوتی ہے یا وہ اسے اس شفقت کی وجہ سے تھامتا ہے کہ اس سے اس کی اولاد پیدا ہوئی ہوتی ہے یا اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہوتی ہے کہ مرد اس پر خرچ کرے یا اس لیے کہ دونوں میں باہم الفت ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑ ﴾ ”جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 23,22

کرۂ ارضی پر رنگا رنگ مخلوق اور بولیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ”اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے۔“ جو اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں ﴿ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ”آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا۔“ یعنی

---

① سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث :4693 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث :2955.

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ

اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے، اور وہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، پھر اس سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ㉔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ

زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ㉔ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں

وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ㉕

میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے ایک ہی بار پکارے گا تو تم یکا یک (باہر) نکل آؤ گے ㉕

بلند و بالا، وسیع و عریض اور صاف شفاف آسمانوں، ان کے کواکب و نجوم، ستاروں اور سیاروں کی روشنی، زمین اور اس کی پستی و کثافت، پھر اس کے پہاڑوں، وادیوں، دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، حیوانوں اور درختوں کے پیدا کرنے میں بھی اس کی عظیم قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ﴿ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ ﴾ ”اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔“ یعنی تمھاری زبانیں الگ الگ ہیں، کچھ لوگ عربی بولتے ہیں اور یہ تتر (تاتار منگول، منگولیا کے باشندے) ہیں۔ کچھ گرج (گرجی/گرجستانی، جارجین) ہیں اور کچھ رومی (سلطنت روم کے باشندے)، کچھ افرنگ (یورپ کے باشندے) ہیں اور کچھ بربر (مرّاکُش، الجزائر اور تیونس کے باشندے)، کچھ تکرُور (افریقی ملک سینگال میں رہنے والی قوم) ہیں اور کچھ حبش (حبشی، ایتھوپیا کے باشندے یا افریقہ کے باشندے)، کچھ ہنود (ہند کے رہنے والے) ہیں اور کچھ عجم، کچھ صقالبہ (روم/قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں میں بلاد خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم، یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) ہیں اور کچھ خزر (بحیرۂ قزوین/بحیرۂ کیسپین کے شمال مغرب (روس) میں آباد قوم)، کچھ ارمن (آرمینیا (کوہ قاف) کے باشندے) ہیں اور کچھ کُرد (شمالی عراق، مغربی ایران اور جنوب مشرقی ترکی میں آباد قوم)، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی بولی ہے، علاوہ ازیں انسانوں کی اور بھی بہت سی مختلف زبانیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اسی طرح انسانوں کے رنگ اور شکلیں صورتیں بھی مختلف ہیں، تمام اہل زمین بلکہ تمام اہل دنیا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، اس وقت سے لے کر قیامت تک ایسے ہیں کہ ہر ایک کی دو آنکھیں اور دو ابرو، ایک ناک، ایک پیشانی اور ایک منہ اور دو رخسار ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے بلکہ دونوں میں ضرور فرق ہوگا ہیئت کے اعتبار سے یا شکل و صورت کے لحاظ سے یا انداز گفتگو کے سبب سے، دونوں میں تفاوت ضرور ہوگا، خواہ ظاہری طور پر ہو یا باطنی طور پر اور غور کرنے سے یہ فرق صاف معلوم ہو جاتا ہے۔

ہر چہرے کو اپنے اسلوب و انداز سے بنایا گیا ہے جو کسی دوسرے چہرے کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ خوب صورتی یا بدصورتی کے کسی ایک وصف میں موافق ہو جائیں تو یقیناً اس کی دوسری صفات و خصوصیات کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ㉒ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾ ”اہل دانش کے لیے یقیناً ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے تمھارا

رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا (بھی) ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سونے کی صفت پیدا فرما دی ہے کہ رات یا دن میں سو جاتے ہو اور نیند سے تمھیں راحت و سکون حاصل ہوتا اور اکتاہٹ و تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے، پھر اس نے تمھیں توفیق عطا فرمائی کہ خصوصاً دن کے وقت تم زمین میں پھیل جاتے، حصول رزق کے اسباب کو بروئے کار لاتے اور سفر بھی کرتے ہو اور یہ صورت نیند کی صورت سے مختلف ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿٢٣﴾﴾ ''جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے ان (باتوں) میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 25,24

بجلیاں کوندنا بھی نشانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''اور اسی کے نشانات (وتصرفات) میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں، ﴿یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''وہ تم کو خوف اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے۔'' یعنی کبھی تو تم بجلی کے بعد برسنے والی تباہ کن بارشوں اور نقصان پہنچانے والی کڑک سے ڈرتے ہو اور کبھی بجلی کی چمک سے تم یہ امید کرنے لگ جاتے ہو کہ اس کے بعد وہ بارش برسے گی جس کی تمھیں ضرورت ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ﴾ ''اور وہ آسمان سے پانی اتارتا (مینہ برساتا) ہے، پھر اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ (وشاداب) کر دیتا ہے۔'' یعنی اس کے بعد جبکہ زمین خشک تھی، اس میں نباتات تھی نہ کچھ اس کے علاوہ، پھر جب بارش کا پانی آ جاتا ہے تو ﴿اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ ○﴾ (الحج 5:22) ''وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔'' اس میں عبرت بھی ہے اور آخرت اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی واضح دلیل بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾﴾ ''بلاشبہ عقل والوں کے لیے ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ﴾ ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ﴾ (الحج 65:22) ''اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬﴾ (فاطر 41:35) ''اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ہٹ (نہ) جائیں۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ جب کوئی پکی قسم کھانا چاہتے تو اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! یعنی یہ اسی کے حکم سے قائم اور ثابت ہیں اور اسی نے ان کو مسخر کر رکھا ہے، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اور زمین کے ساتھ آسمانوں کو بھی بدل دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے پکارنے سے مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکل آئیں گے، اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾﴾ ''پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ آواز دے گا تو تم جھٹ

وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ㉖ وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ

اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، اسی کی ملکیت ہیں، سب اسی کے فرماں بردار ہیں㉖ اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی

ركوع 3 8 6 وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ‌ ؕ وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ㉗ ع

اسے لوٹائے گا، اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے، اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی صفت اعلیٰ ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے㉗

نکل پڑو گے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا۝﴾ (بنی إسرآءیل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ ۝﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''پس وہ (واقعہ) تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی تو یکایک وہ (سب) ایک کھلے میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ۝﴾ (یٰسٓ 53:36) ''بس وہ ایک ہی زور کی آواز ہوگی جس سے وہ یکایک ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔''

تفسیر آیات: 27,26

نوری اور ناری سب پروردگار کے تابع فرماں ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، سب اُسی کے (مملوک) ہیں۔'' یعنی اس کی ملکیت اور اسی کے غلام ہیں۔ ﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ㉖﴾ ''(اور) تمام اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور خوشی یا ناخوشی سے اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ‌ ؕ﴾ ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اسے بہت آسان ہے۔'' ابن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿اَهۡوَنُ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ اس کو زیادہ آسان ہے۔① اور مجاہد فرماتے ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنا اسے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے جبکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا بھی اس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔② عکرمہ اور دیگر مفسرین نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، وَّأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِّي كُفُوًا أَحَدٌ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی، حالانکہ یہ بات

---

① تفسیر الطبری:43/21 وتفسیر ابن أبي حاتم:3090/9. ② تفسیر الطبری:43/21. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3090/9 وتفسیر الطبری: 44,43/21.

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ

اس نے تمھارے (سمجھانے کے) لیے خود تمھی میں سے ایک مثال بیان کی ہے کہ ہم نے تمھیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمھارے دائیں ہاتھ

مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے ایسے ڈرتے ہو جیسے اپنے (ہمسر) لوگوں سے۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیات ان

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ㉘ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ

لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل کرتے ہیں ㉘ بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا انھوں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی، پھر جسے

يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ㉙

اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہیں ㉙

بالکل اسے زیب نہ دیتی تھی، اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بات بھی اسے زیب نہ دیتی تھی، اس کا میری تکذیب کرنا اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہرگز مجھے اس طرح دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا جس طرح اس نے مجھے پہلی بار پیدا کیا تھا، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوبارہ پیدا کرنے) کی نسبت زیادہ آسان تو نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے، حالانکہ میں ایک اور بے نیاز ہوں نہ کسی کا باپ ہوں اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔''① اسے (امام مسلم نے نہیں) صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی صفت اسی کے لیے ہے۔'' علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ﴾ (الشوریٰ 42:11) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''② امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس کی مَثَل، یعنی صفت اور شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے۔③

تفسیر آیات: 29,28

تفہیم توحید کی ایک عمدہ مثال: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے، اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرتے اور اس کے شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ وہ تمام اصنام و انداد جنھیں انھوں نے شریک بنا رکھا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور اسی کے مملوک ہیں جیسا کہ مشرکین حج کے تلبیے میں کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔''④

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب : 1، حدیث :4974 . ② تفسیر الطبری:45/21 و تفسیر ابن أبی حاتم:3090/9.

③ تفسیر الطبری:45/21 و تفسیر ابن أبی حاتم:3090/9. ④ صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة......، حدیث: 1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما .

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ ﴾ ''اس نے تمھارے لیے تمھی میں سے ایک مثال بیان فرمائی۔'' جس کا تم مشاہدہ کررہے ہو اور اسے آپس میں سمجھ بھی رہے ہو۔ ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ﴾ ''ہم نے تمھیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔'' یعنی تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کے مال میں شریک ہو کر اس کے برابر ہو جائے۔ ﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ ﴾ ''تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے (ہمسر) لوگوں سے ڈرتے ہو'' یعنی تم ان سے ڈرتے ہو کہ وہ تمھارے مال تقسیم کر کے اس میں سے حصہ لے لیں گے۔ ابومجلز نے کہا ہے کہ اپنے غلام سے تم نہیں ڈرتے کہ وہ تمھارے مال میں تمھارا شریک بن جائے گا، کیونکہ اس بات کا اسے کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ تمھارا شریک بنے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا بھی کوئی شریک نہیں ہے۔① معنی یہ ہیں کہ تم تو اس بات سے نفرت کرتے ہو کہ تمھارا غلام تمھارا شریک بنے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے شریک کیسے بناتے ہو!

مشرکین کا تلبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: لَبَّيْكَ، اللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ ﴾ ''بھلا جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے، وہ اُس (مال) میں جو ہم نے تمھیں عطا فرمایا ہے، تمھارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اس میں (ان کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو؟''②

اس مثال سے یہ تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ جب تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمھارے غلام اور لونڈیاں تمھارے مال میں تمھارے شریک اور تمھارے برابر ہوں تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تو اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ کسی کی شراکت کو گوارا نہ فرمائے کیونکہ وہ ہر قسم کے شریک سے بری اور پاک ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝28﴾ ''اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' پھر فرمایا کہ مشرکین نے سفاہت و جہالت سے غیر اللہ کی پوجا کی۔ ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ ﴾ ''بلکہ جنھوں نے ظلم کیا وہ (مشرکین) بغیر سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔'' یعنی علم کے بغیر شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، ﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ ﴾ ''پس اسے کون

---

① تفسیر الطبری: 47/21. ② المعجم الکبیر للطبرانی: 20/12، حدیث: 12348 اور ہیثمی نے مجمع الزوائد، الحج، باب الإھلال والتلبیة: 223/3، حدیث: 5363 پر لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ''حماد بن شعیب'' ضعیف ہے۔ البتہ آیت کی شان نزول کے بغیر یہ حدیث صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة......، حدیث: 1185 میں آئی ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

پس (اے نبی!) آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۚ﴿30﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

نہیں ہو سکتی، یہی سیدھا دین ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿30﴾ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے (دین پر قائم رہو)، اور تم اس سے ڈرتے رہو،

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿31﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ

اور نماز قائم کرو، اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ ﴿31﴾ (یعنی) جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور وہ کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ کے پاس جو

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿32﴾

کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے ﴿32﴾

ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کرے؟'' اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ضلالت کو لکھ دیا ہے تو انھیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿29﴾﴾ ''اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔'' یعنی کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انھیں بچا سکے اور کوئی نہیں جو اس کی گرفت سے انھیں چھڑا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ ہو کر رہتا ہے اور وہ جو نہ چاہے، وہ ہو ہی نہیں سکتا۔

تفسیر آیات: 32-30

توحید ہی پر قائم رہنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے چہرے کو سیدھا رکھو اور اسی دین حنیف اور ملتِ ابراہیم پر قائم رہو جس کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی ہے اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے حد درجہ مکمل فرما دیا ہے، اس دین کو اختیار کرنے سے تم اپنی اس فطرت سلیم کو اختیار کرو گے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت اور اپنی توحید پر پیدا فرمایا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚۛ﴾ (الأعراف 172:7) ''اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ ٹھہرایا (ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں!'' کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے① اور حدیث میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) [إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ ...... أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ] ''بلاشبہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا...... شیطان ان کے پاس آئے، پھر انھیں ان کے دین سے ہٹا دیا۔''② اور عنقریب ہم احادیث کے حوالے سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کو دینِ اسلام پر پیدا فرمایا تھا، پھر بعض لوگ فاسد دینوں، مثلاً: یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت میں مبتلا ہو گئے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''اللہ کی تخلیق میں تغییر و تبدیلی نہیں (ہو سکتی۔)'' بعض نے کہا ہے

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 172 کے ذیل میں عنوان: ''اولاد آدم سے لیے گئے عہد کا بیان'' ② صحیح مسلم، الجنة وصفة......، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا......، حديث: 2865 عن عياض بن حمار ﷺ.

کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تبدیلی نہ کرو کہ لوگوں کو اس فطرت سے ہٹا دو جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا تھا۔ اسی معنی کے اعتبار سے خبر گویا طلب وامر کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ ﴾ (آل عمرٰن 97:3) ”اور جو شخص اس (مبارک گھر) میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا۔“

یہ اچھے اور صحیح معنی ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ خبر ہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ فطرت میں مستقیم جبلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو برابر پیدا فرمایا ہے کہ ہر شخص اسی فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے اور اس اعتبار سے لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، ضحاک اور ابن زید نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔① اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ﴾ کے معنی اللہ کے دین کے بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ ﴿ خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ ﴾ (الشعرآء 137:26) کے معنی پہلے لوگوں کے دین کے ہیں اور فطرت سے مراد ”اسلام“ ہے، پھر آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ مَّوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟] ثُمَّ يَقُولُ: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ ﴾ ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ جانور بچے کو پورا پورا (صحیح سالم) جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: ”اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو) اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، یہی سیدھا دین ہے۔“② اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ ﴾ ”یہی سیدھا دین ہے۔“ یعنی شریعت اور فطرت سلیم کو تھام لینا ہی سیدھا اور مستقیم دین ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ۝۳۰ ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اکثر لوگ نہیں جانتے جس کی وجہ سے وہ دین مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی گو آپ (کتنی ہی) خواہش کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 116:6) ”اور اگر آپ ان بہت سوں کا کہا مان لیں گے جو زمین پر (آباد) ہیں (گمراہ ہیں) تو وہ آپ کو اللہ کا رستہ بھلا دیں گے، وہ محض

---

① تفسیر الطبری: 50,49/21 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3091/9. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (الروم 30:30)……، حدیث: 4775. ③ صحیح مسلم، القدر، باب معنٰی کل مولود یولد علی الفطرة……، حدیث: 2658.

خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل پچو لگاتے ہیں۔''

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡہِ﴾ ''(مومنو) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔'' ابن زید اور ابن جریج نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ اس کی طرف رجوع کیے رکھو۔① ﴿وَاتَّقُوۡہُ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ''اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو۔'' کہ نماز پڑھنا بہت بڑی اطاعت ہے، ﴿وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔'' بلکہ موحدین اور ان مخلصین میں سے ہو جانا جو اسی ذات اقدس کی عبادت کرتے اور اس کے سوا کسی اور کی خوشنودی کے طلب گار نہیں ہوتے۔ امام ابن جریر نے یزید بن ابو مریم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ کا حضرت معاذ بن جبل ؓ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اس امت کو راہ راست پر رکھنے کے لیے کیا معیار ہے، حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا: تین باتیں اور وہی امت کی نجات کی ضامن ہیں: (1) اخلاص اور یہی وہ فطرت ہے: ﴿فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ٭ۙ﴾ ''اللہ کی فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔'' (2) نماز اور یہی ملت ہے اور (3) طاعت اور یہی عصمت ہے۔ حضرت عمر ؓ نے یہ جواب سن کر فرمایا: آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۳۲﴾﴾ ''(اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے، ہر فرقہ اسی پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے۔'' یعنی تم ان مشرکوں میں سے نہ ہونا جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، یعنی انھوں نے اس میں تبدیلی کر دی تھی اور دین کے بعض احکام کو مانتے اور بعض کا انکار کر دیتے تھے، بعض نے اسے: [فَارَقُوا دِیۡنَہُمۡ] بھی پڑھا ہے۔③ یعنی انھوں نے اپنے دین کو ترک کر کے پس پشت ڈال دیا تھا، اہل اسلام کے سوا دیگر تمام لوگوں، مثلاً: یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، بت پرستوں اور دیگر تمام باطل ادیان سے وابستہ لوگوں کا یہی طرز عمل ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ○﴾ (الأنعام 159:6) ''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی فرقے بن گئے اُن سے آپ کو کوئی سروکار نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے وہ ان (سب) کو بتائے گا۔''

ہم سے پہلے ادیان والے اختلاف کر کے کئی باطل آراء و افکار میں مبتلا ہو گئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے ہر ایک فرقہ گمان کرتا تھا کہ وہی حق پر ہے، افسوس کہ ہماری اُمت بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئی اور ان میں سے ایک فرقے کے سوا باقی سب فرقے گمراہ ہیں، صرف اہل سنت والجماعت حق پر ہیں اور ان سے مراد (موجودہ دور کے اہل شرک و بدعت نہیں بلکہ) وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں اور جن کا عمل صدر اول کے صحابۂ کرام ؓ، تابعین

---

① تفسیر الطبری: 51/21. ② تفسیر الطبری: 48/21. ③ تفسیر القرطبی: 32/14.

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے انھیں رحمت (کا

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ㉝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا وقفة فَسَوْفَ

مزہ) چکھاتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں ㉝ تاکہ وہ اس چیز (نعمت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دی، تو تم

تَعْلَمُوْنَ ㉞ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ㉟

فائدہ اٹھالو، پھر جلد تم جان لوگے ㉞ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو ㉟ اور جب ہم لوگوں کو

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

(اپنی) رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، اور اگر ان کے ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کی وجہ سے کوئی مصیبت انھیں آلے تو وہ

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ㊱ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ

فوراً ناامید ہو جاتے ہیں ㊱ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کر دیتا

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ㊲

ہے۔ بلاشبہ اس (فراخی و تنگی) میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ㊲

اور ائمۂ مسلمین کے عمل کے مطابق ہو جیسا کہ امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ ان مختلف فرقوں میں سے نجات یافتہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي] ''وہ (جس کا عمل اس دین کے مطابق ہو) جس پر آج میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔'' ①

تفسیر آیات: 33-37

انسان توحید سے شرک اور خوشی سے ناامیدی کی طرف پلٹتا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اضطراری حالت میں تو اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارتے ہیں اور جب وہ انھیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اختیاری حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دیتے ہیں، ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ﴾ ''تاکہ جو ہم نے انھیں بخشا ہے اس کی ناشکری کریں۔'' بعض کے نزدیک یہ لامِ عاقبت اور بعض کے نزدیک لامِ تعلیل ہے لیکن تعلیل اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کے لیے مقرر کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ㉞﴾ ''عنقریب تم (اس کا انجام) جان لوگے۔'' بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی گلی کا چوکیدار بھی ڈانٹ پلائے تو میں اس سے ڈر جاؤں گا اور یہاں تو سرزنش کرنے والا وہ قادر مطلق ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید

---

① المستدرك للحاكم، العلم، فصل: في توقير العالم: 129/1 و جامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، حديث: 2641 عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه و السلسلة الصحيحة: 404/1-414، تحت الحديث: 204.

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫

پس آپ قرابت دار کو اس کا حق دیں، اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ㊳ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ

والے ہیں㊳ اور تم سود پر جو (قرض) دیتے ہوتا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہوکر) بڑھے، تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا، اور تم اللہ کا چہرہ چاہتے

اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ㊴ اَللّٰهُ الَّذِيْ

ہوئے جو کچھ بطور زکاۃ دیتے ہو، تو ایسے لوگ ہی (اپنا مال) کئی گنا بڑھانے والے ہیں㊴ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر اس نے تمھیں

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ

رزق دیا، پھر وہ تمھیں مارے گا، پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان (کاموں) میں سے کچھ کر سکے؟ اللہ ان کے

4 ع 13 7 مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ㊵ ع

شریک ٹھہرانے سے پاک اور اعلیٰ ہے㊵

کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے کسی دلیل، حجت اور برہان کے بغیر غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی تھی کہ ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ㉟﴾ ”کیا ہم نے ان پر کوئی (ایسی) دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو۔“ یہ استفہام انکاری ہے، یعنی ان کے پاس ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

پھر فرمایا ہے: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ㊱﴾ ”اور جب ہم لوگوں کو (اپنی) رحمت (کا مزا) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی برائی پہنچے تو نا امید ہو کر رہ جاتے ہیں۔“ یہ عام انسانوں کے طرز عمل کی تردید اور اس پر انکار ہے کہ انھیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور سلامتی کی توفیق عطا فرمائے ورنہ عام لوگ یہی کہتے ہیں: ﴿ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴾ (هود 11:10) ”(آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں، بے شک وہ خوشیاں منانے والا، فخر کرنے والا ہے۔“ یعنی اپنے جی میں خوش ہوتا اور دوسروں پر فخر کرتا ہے اور جب اسے کوئی سختی پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا اور کہتا ہے کہ آیندہ اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔

مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ﴾ (هود 11:11) ”ہاں، جنھوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے۔“ یعنی جنھوں نے مشکلات میں صبر کیا اور آسودگی و خوش حالی میں نیک عمل کیے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ، لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهٗ (قَضَاءً) إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ”مومن کا معاملہ بہت تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرمائے، وہ اس کے حق میں بہتر ہے، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا

ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا ہے۔"①

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ "کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے ور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔" یعنی وہ متصرف ومختار ہے اور اس کا ہر کام مبنی بر حکمت وعدل ہے، وہ کچھ لوگوں کو فراخ اور وسیع رزق عطا فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ㊲﴾ "بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

تفسیر آیات: 38-40

صلہ رحمی کا حکم اور سود کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ "پس اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔" ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرتے رہو، ﴿الْمِسْكِيْنَ﴾ سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس اپنے خرچ کے لیے کچھ نہ ہو یا اس کی ضرورت کے مطابق نہ ہو اور ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ سے مراد وہ مسافر ہے جو خرچ اور ضروریاتِ سفر کے لیے محتاج ہو۔ ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ﴾ "یہ ان کے حق میں بہتر ہے جو لوگ اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں۔" یعنی روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دیدار کے طالب ہیں اور یہ مطلوب ومقصود کی آخری حد ہے۔ ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ㊳﴾ "اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" یعنی دنیا وآخرت میں، پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ "اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک (اُس میں) افزائش نہیں ہوتی۔" یعنی جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کی خواہش یہ ہے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ عطیہ دیں تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ حضرت ابن عباس ؓ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، شعبی اور محمد بن کعب قرظی نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔②

دوگنا چوگنا نفع حاصل کرنے والے: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ㊴﴾ "اور جو تم زکاۃ دیتے ہو (اور اس سے) اللہ کا چہرہ طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو کئی گنا) بڑھانے والے ہیں۔" انھیں اللہ تعالیٰ دوگنا چوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: [مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ (بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ)، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِينِهٖ فَيُرَبِّيهَا (لِصَاحِبِهٖ) كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ أَوْ فَصِيلَهٗ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ أَوْ أَعْظَمَ] "جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر بھی خرچ کرے تو رحمان اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس خرچ کرنے والے کے لیے اسے (اس طرح) پروان چڑھاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے

---

① پہلا حصہ مسند أحمد :24/5 جبکہ قوسین والا لفظ مسند أبي يعلى :221/7، حديث :4218 عن أنس ؓ۔ اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حديث : 2999 عن صهيب ؓ کے مطابق ہے۔ ② تفسير الطبري: 55,54/21 و تفسير ابن أبي حاتم : 3092,3091/9.

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا ہے، تاکہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال (کا مزہ) چکھائے، جو انھوں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㊶ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ

نے کیے، تاکہ وہ (ہدایت کی طرف) رجوع کریں㊶ آپ کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ㊷

تھے؟ ان کے اکثر مشرک ہی تھے㊷

کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا پوستا ہے حتی کہ وہ (کھجور) پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔‘‘①

پیدائش، رزق اور موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ﴾ ’’اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا۔‘‘ یعنی وہی خالق و رازق ہے، وہ انسان کو اس کی ماں کے پیٹ سے عریاں نکالتا ہے کہ اسے نہ علم ہوتا ہے اور نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ اس میں کوئی قوت و طاقت ہوتی ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ آرائش و زیبائش، لباس، مال، جائیداد اور دولت سب چیزوں سے سرفراز فرما دیتا ہے، ﴿ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ﴾ ’’پھر وہ تمھیں مارے گا۔‘‘ یعنی اس زندگی کے بعد، ﴿ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ ﴾ ’’پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا‘‘ یعنی قیامت کے دن۔

﴿ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ ﴾ ’’بھلا تمھارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں (بھی) کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان میں سے کوئی بھی اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتا بلکہ خلق و رزق اور موت و حیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر وہ روز قیامت سب کو اٹھائے گا، اسی لیے اس سب کچھ کے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ㊵ ﴾ ’’وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔‘‘ یعنی اللہ عزوجل کی ذات گرامی اس بات سے مقدس، منزہ اور بہت عظیم ہے کہ اس کا کوئی شریک یا نظیر یا مساوی یا اولاد یا والد ہو بلکہ وہ یکتا و یگانہ ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر بھی نہیں۔

تفسیر آیات: 42,41

گناہوں کے دنیا میں اثرات و نتائج: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، سدی اور کئی دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں بَرّ سے مراد جنگلات اور بحر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے دوسری روایت کے مطابق بحر سے مراد وہ شہر اور بستیاں ہیں جو دریا کے کنارے آباد ہوں۔③ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ بر و بحر سے مراد وہی بر و

---

① صحیح البخاري، الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب......، حديث: 1410 و صحیح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة......، حديث: (63,64)-1014 عن أبي هريرة ﷺ واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مطابق ہیں۔

② تفسیر الطبري: 59,58/21. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3092/9 و تفسیر الطبري: 58/21.

بحر ہیں جو معروف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ① زید بن رفیع کہتے ہیں کہ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ﴾ ”فساد ظاہر ہو گیا۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ خشکی میں بارش نہ ہونے کے نتیجے میں قحط کا پیدا ہونا اور بحر میں بارش نہ ہونے سے وہاں کے جانوروں کا اندھا ہو جانا۔ اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ ② نیز انھوں نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن یزید مقری نے، انھوں نے سفیان سے، انھوں نے حُمید بن قیس اعرج سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ خشکی میں فساد کے پھیلنے سے مراد انسانوں کا قتل اور تری میں فساد سے مراد کشتیوں کا غصب کر لینا ہے۔ ③

پہلے قول کے مطابق آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ فصلوں اور پھلوں میں کمی گناہوں کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ زمین کو فتنہ و فساد سے بھرتا ہے کیونکہ زمین و آسمان کی درستی اطاعت الٰہی پر موقوف ہے۔ ④ اسی لیے اس حدیث میں آیا ہے جسے امام ابو داود ؒ نے روایت کیا ہے: [حَدٌّ (يُقَامُ) فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِّأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُّمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا] ”ایک حد کا زمین میں قائم کرنا، اہل زمین کے لیے چالیس دنوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔“ ⑤ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حدود قائم کی جائیں تو بہت سے لوگ محرمات کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور جب معاصی اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تو یہ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم ؑ آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج و ماجوج کو بھی ختم کر دے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ تو اپنی برکت کو نکال دے تو (اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ) ایک انار کو لوگوں کی جماعتیں مل کر کھائیں گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کر سکیں گی اور ایک بکری کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا۔ ⑥ اور یہ سب شریعت محمد ﷺ کی تنفیذ کی برکت کے باعث ہو گا، جب بھی عدل و انصاف قائم کر دیا جائے تو خیر و برکت کی کثرت ہو جاتی ہے، اسی لیے صحیح حدیث میں ہے: [……وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ] ”……بدکار انسان سے (جب مرجاتا ہے) بندے، شہر، درخت اور جانور سبھی راحت محسوس کرتے ہیں۔“ ⑦

امام احمد بن حنبل ؒ نے ابو قَحْذَم سے روایت کیا ہے کہ زیاد یا ابن زیاد کے دور میں ایک شخص کو ایک تھیلی ملی جس میں

---

① تفسير الطبرى: 60,59/21. ② تفسير ابن أبى حاتم: 3092/9. ③ تفسير ابن أبى حاتم: 3092/9. ④ تفسير الطبرى: 182/1 عن الربيع. ⑤ سنن ابن ماجه، الحدود، باب إقامة الحدود، حديث: 2538 و سنن النسائى، قطع السارق، باب الترغيب فى إقامة الحد، حديث: 4908، البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 362/2 عن أبى هريرة ؓ میں ہے۔ ملحوظہ: سنن ابو داود میں یہ حدیث نہیں ہے۔ ⑥ صحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث: 2937 و مسند أحمد: 182/4 عن النوّاس بن سمعان ؓ. ⑦ صحيح البخارى، الرقاق، باب سكرات الموت، حديث: 6512 و صحيح مسلم، الجنائز، باب ماجاء فى مستريح و مستراح منه، حديث: 950 عن أبى قتادة ؓ.

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ ㊸

پس آپ اپنا رخ درست دین کی طرف سیدھا رکھیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس کے لیے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے، اس دن وہ (مومن اور

مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ ㊹ لِيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

کافر) الگ الگ ہو جائیں گے ㊸ جس شخص نے کفر کیا، تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے راہ ہموار کر رہے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ㊺

ہیں ㊹ تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ㊺

(گندم کے) کچھ دانے تھے اور وہ دانے (حجم میں) کھجور کی گٹھلیوں کی طرح تھے اور اس تھیلی پر یہ تحریر تھی: یہ فصل اس دور کی ہے جس میں عدل وانصاف کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِيۡ عَمِلُوۡا ﴾ ”تاکہ اللہ انھیں اُن کے بعض اعمال (کا مزا) چکھائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی آزمائش اور ان کے اعمال کی سزا کے طور پر انھیں مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کر دے، ﴿ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ㊶ ﴾ ”تاکہ وہ باز آجائیں۔“ یعنی اپنے گناہوں سے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف 168:7) ”اور ہم نے ان کی آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے آزمائش کی تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔“

پھر فرمایا: ﴿ قُلۡ سِيۡرُوۡا فِي الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّشۡرِكِيۡنَ ㊷ ﴾ ”آپ کہہ دیں: زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو! جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا ہے؟ اُن میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔“ یعنی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے تھے!

تفسیر آیات: 45-43

دین پر استقامت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت پر استقامت اور نیکیوں کی طرف سبقت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾ ”تو آپ اپنے چہرے کو سیدھی راہ پر سیدھا کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آپہنچے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ جب وہ اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ ﴿ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ ㊸ ﴾ ”اس روز وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔“ اور ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ ㊹ لِيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ ﴾ ”جس شخص نے کفر کیا تو اس کا کفر اُسی پر

---

① مسند أحمد: 296/2.

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، اور تا کہ وہ تمھیں اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائے، اور تا کہ اس کے حکم سے

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ㊻ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

کشتیاں چلیں، اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تا کہ تم شکر کرو ㊻ اور بلا شبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے، پھر وہ ان کے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ㊼

پاس روشن دلائل لے کر آئے (مگر انھوں نے انھیں جھٹلایا)، پھر جن لوگوں نے جرم کیے تھے ہم نے ان سے انتقام لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے ㊼

ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) سنوارتے ہیں تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ انھیں اپنے فضل سے بدلہ دے۔'' اور بدلہ بھی بہت زیادہ عطا فرمائے گا، ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ جس قدر چاہے گا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ㊺ ﴾ ''بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔'' لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ان سے بھی عدل فرمائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

تفسیر آیات: 47,46

اللہ کی نشانیوں میں سے ہوائیں بھی ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق پر اس کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری سنانے کے لیے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارش کے آنے کی خوش خبری دیتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ''تا کہ تمھیں اپنی رحمت (کے مزے) چکھائے۔'' رحمت سے مراد بارش ہے جس سے وہ بندوں اور زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے، ﴿ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ ﴾ ''اور تا کہ اسی کے حکم سے کشتیاں چلیں۔'' یعنی دریاؤں اور سمندروں میں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہوا کے ساتھ چلاتا ہے، ﴿ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''اور تا کہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔'' یعنی تجارت، خرید و فروخت اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک سفر کرنے کی صورت میں۔ ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ㊻ ﴾ ''اور تا کہ تم شکر کرو۔'' یعنی تا کہ تم ان بے حد و حساب، ظاہری اور باطنی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جن سے اس نے تمھیں نوازا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر ان کی قوموں کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا جنھوں نے جرم کیا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے بہت سے اور دیگر لوگوں نے آپ کی تکذیب کی ہے تو سابقہ رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی تھی، گو وہ اپنی امتوں کے پاس بہت واضح دلائل لے کر آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تکذیب و مخالفت کرنے والوں سے خود انتقام لیا اور مومنوں کو نجات عطا فرما دی تھی۔ ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ㊼ ﴾ ''اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔'' یعنی از راہِ فضل و کرم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر مومنوں کی مدد کو واجب قرار دے رکھا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ

اللہ وہ ذات ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی بھڑکاتی ہیں، پھر اللہ اسے آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے، اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے

كِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ

کر دیتا ہے، پھر آپ بارش دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تو اس وقت وہ

یَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ ﴿48﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿49﴾ فَانْظُرْ

خوش ہو جاتے ہیں ﴿48﴾ اور اگرچہ ان پر بارش برسائے جانے سے قبل، اس (بارش کی خوشی) سے پہلے وہ ناامید ہو رہے تھے ﴿49﴾ پس آپ اللہ کی رحمت کے

اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۚ وَهُوَ عَلٰی

آثار کی طرف دیکھیں، وہ زمین کو اس کی موت (ویرانی) کے بعد کیسے زندہ (آباد) کرتا ہے، بے شک وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿50﴾ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾

پر خوب قادر ہے ﴿50﴾ اور اگر ہم (تند و تیز) ہوا بھیج دیں، پھر وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑتی دیکھیں، تو اس کے بعد وہ ضرور ناشکری کرنے لگتے ہیں ﴿51﴾

الرَّحْمَةَ لا ﴾ (الأنعام 54:6) ”تمھارے پروردگار نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔“

تفسیر آیات:51-48

زمین کو زندہ کرنا بعث بعد الموت کی دلیل ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ اس بادل کو کس طرح پیدا فرماتا ہے جس سے پانی نازل ہوتا ہے، ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا ﴾ ”اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔“ یعنی دریاؤں اور سمندروں کی موجوں سے سحاب کو اٹھاتی ہیں جیسا کہ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ یا وہاں سے اٹھاتی ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ چاہے، ﴿ فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ ﴾ ”پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔“ یعنی اسے پھیلا دیتا، زیادہ کر دیتا اور اسے بڑھا دیتا ہے اور تھوڑے بادلوں کو زیادہ بنا دیتا ہے۔ ابتدا میں ایک بدلی پیدا فرماتا ہے جو آنکھ سے ایک ڈھال کی طرح نظر آتی ہے، پھر اسے اس طرح پھیلا دیتا ہے کہ افق کے سارے کنارے بھر جاتے ہیں اور کبھی وہ بادلوں کو دریاؤں اور سمندروں کی طرف سے اس طرح اٹھاتا ہے کہ وہ پانی سے بھرے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 57:7) ”اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم اسے ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر اس (بادل) سے پانی اتارتے ہیں، پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے) نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔“

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا ﴾

”اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور (تہ بہ تہ) ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔“ مجاہد، ابوعمرو بن علاء، مَطَر وَرّاق اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿كِسَفًا﴾ کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔① اور کئی دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی تہ بہ تہ کے ہیں جیسا کہ امام ضحاک کا قول ہے۔ کچھ اور لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے بادل ہیں جو پانی کی کثرت کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوتے ہوں اور بوجھل اور بھاری ہونے کی وجہ سے زمین سے قریب دکھائی دیتے ہوں۔ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ﴾ ”پس تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے نکلنے لگتا ہے۔“ یعنی تم بارش کو دیکھتے ہو جو بادلوں سے پانی کے قطروں کی صورت میں برستی ہے۔

﴿فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ㊽﴾ ”پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔“ کیونکہ انھیں اس کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا وہ اس کے نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں۔ ﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ㊾﴾ ”اور یقیناً وہ (لوگ) اس (مینہ) سے پیشتر کہ وہ ان پر اتارا جائے، البتہ پہلے ہی نا اُمید ہو رہے تھے۔“ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جنھیں بارش نصیب ہوتی ہے، اس کے نزول سے پہلے مایوس اور نا امید تھے، خشک سالی کے بعد نازل ہونے والی بارش بہت خوش کن ہوتی ہے، یعنی لوگ بارش کے نازل ہونے سے پہلے بھی اس کے ضرورت مند تھے اور بارش کے نازل ہونے سے پہلے وقتاً فوقتاً جب بارش رکی رہی تو یہ اس کا انتظار کرتے رہے، ایک مدت تک بارش نہ ہوئی، یہ اس کا انتظار کرتے رہے، بارش کے نازل ہونے میں تاخیر ہوگئی، پھر مایوسی و نا امیدی کے بعد بارش نازل ہوئی تو خشک و بنجر زمین سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگانے لگتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ﴾ ”تو (اے دیکھنے والے!) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔“ رحمت کی نشانیوں سے مراد بارش ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ فرما دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ﴾ ”بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔“ یعنی جس نے مردہ زمین کو زندگی عطا فرما دی، وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㊿﴾ ”اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ (51)﴾ ”اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ (اس کے سبب) کھیتی کو دیکھیں (کہ) زرد (ہوگئی) ہے تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں۔“ یعنی اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں جو اس کھیتی کو خشک کر دے جسے انھوں نے کاشت کیا ہو اور وہ اُگ کر بڑی ہوگئی ہو اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی ہو، پھر وہ اسے دیکھیں کہ وہ تو خشک ہو کر خراب ہونا شروع ہوگئی ہے تو وہ اس صورت حال کو دیکھ کر ناشکری اور سابقہ نعمتوں کا انکار کرنے لگ

---

① تفسير الطبري: 64/21 و201/15 و تفسير ابن أبي حاتم: 3094/9.

فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴿52﴾ وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡىِ

تو (اے نبی!) بلاشبہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں ﴿52﴾ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی

عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿53﴾ ع 5 13 8

گمراہی سے ہدایت کی طرف لا سکتے ہیں، آپ تو صرف انھیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں ﴿53﴾

جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ؕ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ○ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰهُ حُطَامًا فَظَلۡتُمۡ تَفَكَّهُوۡنَ ○ اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ ۙ بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ○ ﴾ (الواقعة56:63-67) ”سو بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ ہائے) ہم تو (مفت) تاوان میں ڈال دیے گئے بلکہ ہم ہیں ہی بے نصیب۔“

تفسیر آیات: 53,52

کفار مُردوں کی طرح ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جیسے یہ آپ کی قدرت وطاقت میں نہیں کہ آپ مردوں کو ان کی قبروں میں سنائیں اور نہ یہ کہ آپ بہروں کو اپنی بات سنا سکیں، خصوصاً جبکہ انھوں نے آپ سے منہ بھی پھیر رکھا ہو، اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ حق سے اندھوں کو ہدایت دے سکیں اور انھیں گمراہی وضلالت سے ہٹا کر راہ ہدایت پر لا سکیں کیونکہ یہ سارا معاملہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو زندوں کی آوازیں سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اس کا ذرہ بھر اختیار نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿53﴾ ﴾ ”آپ تو اُنھی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں، سو وہی فرماں بردار ہیں۔“ یعنی یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے، اس کے حکم پر لبیک کہنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جو حق کو سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں، یہ مومنوں کا حال ہے جبکہ پہلی کافروں کی مثال تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ يَسۡمَعُوۡنَ ؕ وَالۡمَوۡتٰى يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ○ؔ ﴾ (الأنعام 36:6) ”بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردوں کو تو اللہ (قیامت ہی کو) اٹھائے گا، پھر وہ اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

اسی آیت کریمہ: ﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى ﴾ ”پس بے شک آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔“ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استدلال کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (نبی ﷺ کے الفاظ نقل کرنے میں) اس روایت میں وہم ہو گیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کفار مقتولوں سے تین دن بعد گفتگو فرمائی تھی جنھیں بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا تھا، آپ نے انھیں سخت سرزنش کی تھی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کیسے ان سے خطاب کر رہے ہیں، حالانکہ وہ بلاشبہ گل سڑ کے بدبودار ہو چکے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفۡسِي بِيَدِهِ! مَا أَنۡتُمۡ بِأَسۡمَعَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت دی، پھر اس نے قوت کے بعد کمزوری اور

قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿54﴾

بڑھاپا دیا، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور وہ خوب جاننے والا، بڑا قدرت والا ہے ﴿54﴾

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی بھر کے سوا نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں) بہکے رہے ﴿55﴾ اور جن لوگوں

يُؤْفَكُوْنَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ

کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: البتہ تحقیق تم تو، جیسا کہ اللہ کی کتاب (لوحِ محفوظ) میں ہے، (دوبارہ) اٹھانے کے دن (قیامت) تک ٹھہرے

الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿56﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ

رہے، چنانچہ یہی (دوبارہ) اٹھنے کا دن ہے، اور لیکن تم تو (اسے حق) نہیں جانتے تھے ﴿56﴾ تو جن لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اس دن ان کی معذرت (انھیں)

ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿57﴾

کوئی نفع نہ دے گی، اور نہ ان سے (اپنے رب کو) راضی کرنے کے لیے کہا جائے گا ﴿57﴾

لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ (وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ)] ”اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔“ ① اور حضرت عائشہ ؓ نے آپ کے اس فرمان کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ] ”انھیں اب یہ خوب معلوم ہو گیا ہے کہ میں ان سے جو کہا کرتا تھا، وہی بات حق ہے۔“ ② اور امام قتادہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس وقت ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش اور سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا تھا حتی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان سن لیا۔ ③

تفسیر آیت: 54

انسانی زندگی کے مراحل: انسان اپنی زندگی کے جن مختلف مراحل سے گزرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، مٹی سے نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی بنا دی جاتی ہے، پھر ہڈیاں پیدا کر دی جاتیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا جاتا ہے، پھر اسی میں روح پھونک دی جاتی ہے، پھر جب وہ شکمِ مادر سے باہر آتا ہے تو انتہائی کمزور و نحیف اور کمزور

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث: 3976 عن زيد بن سهل أبي طلحة الأنصاري ؓ وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث: 2874 عن أنس ؓ واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1370 عن ابن عمر ؓ میں ہیں۔ ② صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1371 و صحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حديث: 932. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث: 3976.

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال بیان کردی ہے، اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لائیں تو جن لوگوں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿58﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے: تم تو نرے جھوٹے ہو ﴿58﴾ اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے، مہر لگا دیتا ہے ﴿59﴾

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿59﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿60﴾ ع ع 6 7 9

پس آپ صبر کیجیے: بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبر) نہ کردیں جو یقین نہیں رکھتے ﴿60﴾

قوتوں والا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھ کر بچہ بن جاتا ہے، پھر نوخیز، پھر نوجوان بن جاتا ہے اور کمزوری کے بعد طاقت کے یہی معنی ہیں، پھر انسان کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور کہولت و شیخوخت سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری کے یہی معنی ہیں کیونکہ بڑھاپے میں ہمت، حرکت اور گرفت میں کمزوری ہو جاتی ہے، بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ظاہری و باطنی صفات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ﴾ ”پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنادیا۔“ یعنی وہ جو چاہتا کرتا اور اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا تصرف فرماتا ہے، ﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿54﴾﴾ ”اور وہ خوب جاننے والا، بڑا صاحب قدرت ہے۔“

تفسیر آیات: 55-57

دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت کے بارے میں بیان فرمایا ہے، دنیا میں انھوں نے جہالت سے بتوں کی جو عبادت کی، سو کی، آخرت میں بھی ان سے بہت بڑی جہالت کا اظہار ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی ہی رہے تھے اور ان کا مقصود یہ ہوگا کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی اور انھیں مہلت ہی نہیں دی گئی کہ وہ اپنا عذر پیش کرسکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ﴾ ”اسی طرح وہ (رستے سے) بہکائے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا، وہ کہیں گے کہ یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو۔“ یعنی مومن علماء آخرت میں ان کی تردید کریں گے جیسے وہ دنیا میں ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کرتے رہے تھے، جب کافر قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تو ایک ہی گھڑی رہے تھے تو مومن ان سے کہیں گے: ﴿لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ﴾ ”یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک رہے ہو۔“ یعنی جس دن تم پیدا کیے گئے تھے، اس دن سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک، ﴿وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿56﴾﴾ ”اور لیکن تم (اس حق کو) نہیں جانتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ﴾ ”تو اس روز“ یعنی روز قیامت، ﴿لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿57﴾﴾ ”ظالم لوگوں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی۔“ اور نہ انھیں دنیا کی

طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 24:41) ''اور اگر وہ معافی طلب کریں گے تو معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے۔''

تفسیر آیات: 58-60

قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اور کافروں کا ان پر یقین نہ کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے۔'' یعنی ہم نے لوگوں کے لیے حق کو بیان کر کے بالکل واضح کر دیا ہے اور قرآن مجید میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ حق کو معلوم کر کے اس کی اتباع شروع کر دیں۔ ﴿وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ (58)﴾ ''اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی نشانی لائیں تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو نرے جھوٹے ہو۔'' یعنی یہ لوگ اگر کوئی بھی نشانی دیکھیں، خواہ وہ ان کے اپنے مطالبے کے مطابق ہو یا کسی اور کے مطالبے کے مطابق ہو، یہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اسے سحر اور باطل خیال کریں گے جیسا کہ چاند دو ٹکڑے ہونے کے موقع پر انھوں نے کہا تھا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○﴾ (یونس 10:96،97) ''جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔'' اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (59) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے مہر لگا دیتا ہے، پس صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' یعنی ان کی مخالفت اور دشمنی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں انجام آپ کا اور آپ کے پیروکاروں کا اچھا ہوگا۔ ﴿وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ (60)﴾ ''اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے، وہ آپ کو ہلکا (متزلزل) نہ کر دیں۔'' آپ اپنے اسی دین پر ثابت رہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ یہ دین بلاشک و شبہ حق ہے، آپ اس سے اعراض نہ کریں کیونکہ اس کے سوا اور کہیں ہدایت ہے ہی نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے بلکہ سارے کا سارا حق صرف اور صرف اسی دین میں منحصر ہے۔

اس سورۂ شریفہ کو نماز فجر میں پڑھنے کا استحباب: امام احمد رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صبح کی نماز پڑھائی اس میں سورۂ روم کی تلاوت فرمائی تو آپ ایک آیت کی قراءت میں متردد ہو گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَنَّ أَقْوَامًا مِّنْكُمْ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الْوُضُوءَ، فَمَنْ شَهِدَ الصَّلَاةَ مَعَنَا فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ] ''ہمیں قرآن میں اشتباہ ہونے لگتا ہے اور وہ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہٰذا تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ

نماز میں حاضر ہو تو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہیے۔"① اس حدیث کی سند حسن اور متن بہت خوب ہے، اس میں عجب راز اور عجیب و غریب خبر بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مقتدیوں کے وضو کے نقص سے امام متاثر ہوتا ہے، گویا یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ وابستہ ہے۔

سورۂ روم کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① مسند أحمد: 472/3 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراءة في الصبح بالروم، حديث:948 عن الأغر ؓ.

تفسیر سُوْرَۂ لُقْمٰنَ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ② هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

الٓمّٓ ① یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں ② (جو) نیکو کاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں ③ جو لوگ نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ

کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ④ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر

رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں⑤

تفسیر آیات:1-5

نیک لوگوں کے اوصاف: اس سورۂ مبارکہ کے ابتدائی حصے سے متعلق زیادہ تر بحث سورۂ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس قرآن مجید کو نیکو کاروں کے لیے ہدایت، شفا اور رحمت بنایا ہے اور نیکو کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریعت کی اتباع کرتے ہوئے نیک عمل کیے، انھوں نے فرض نمازوں کو بھی ان کے حدود واوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کیا، پھر مؤکدہ وغیر مؤکدہ نوافل کو بھی ادا کیا، اپنے اوپر فرض زکاۃ کو اس کے مستحق لوگوں تک پہنچایا اور اعزہ واقارب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے ان پر صدقہ وخیرات بھی کیا، انھوں نے یقین کیا کہ آخرت میں انھیں ان کے ان اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ ملے گا۔ اس لیے اس اچھے بدلے اور بہترین اجر وثواب کے حصول کے لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی اور انھوں نے نہ تو ریاکاری سے کام لیا اور نہ لوگوں سے کسی صلہ وستائش کی تمنا کی۔ الغرض! یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ”یہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔“ یعنی یہ لوگ بصیرت، واضح دلیل، جلی اور کشادہ رستے پر ہیں، ﴿وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤﴾ ”اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی دنیا و آخرت میں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو دلفریب (غافل کر دینے والا) کلام خریدتے ہیں تا کہ وہ علم کے بغیر اللہ کی راہ (دین) سے گمراہ کریں اور اس کا مذاق

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

اڑائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے ⑥ اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پلٹ جاتا ہے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦

جیسے اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بہرا پن ہو، چنانچہ آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے ⑦

تفسیر آیات:7,6

بے ہودہ حکایتوں کا مشغلہ بدبختوں کی عادت ہے: اللہ تعالیٰ نے پہلے سعادت مند لوگوں کا حال بیان فرمایا اور سعادت مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرتے اور اسے سن کر فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○﴾ (الزمر 23:39) ”اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے، ایک ملتی جلتی کتاب دہرائی جاتی ہے جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

موسیقی اور موسیقار: اب اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کا حال بیان کرنا شروع فرمایا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو سن کر اس سے نفع حاصل کرنے کے بجائے گانوں کے سننے اور آلاتِ موسیقی سے دل بہلانے کو ترجیح دی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”اور لوگوں میں بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔“ کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد موسیقی ہے اور اس بات کو انھوں نے تین بار دہرایا۔① اور امام قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس نے مال کے ساتھ نہ خریدا ہو بلکہ اسے اچھا جانا ہو تو یہ بھی اس کا خریدنا ہی ہے۔ آدمی کی ضلالت و گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سچی اور حق باتوں کے بجائے جھوٹی حکایتوں کو ترجیح دے۔② یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں خریدنے سے مراد گانے بجانے والی لونڈیوں کو خریدنا ہے۔③ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رستے کی اتباع سے روکے۔④

---

① تفسیر الطبری:74/21. ② تفسیر الطبری:74/21 . ③ تفسیر الطبری:75/21 . ④ تفسیر الطبری:77/21 .

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ⑧ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے پُرنعمت باغ ہیں ⑧ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ

حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨

ہے، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑨

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ’’تا کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔‘‘ یعنی ایسا وہ اس لیے کرتا ہے تا کہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کر سکے۔ ﴿ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ ﴾ ’’اور اس نے اسے استہزا بنالیا۔‘‘ امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے رستے کو مذاق بنالے اور اس سے استہزا کرے۔ ① اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥ ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔‘‘ یعنی جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رستے کا مذاق اڑایا، اسی طرح انھیں بھی روز قیامت، ہمیشہ جاری رہنے والے دائمی عذاب میں مبتلا کر کے ذلیل ورسوا کیا جائے گا، پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ ﴾ ’’اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پھر جاتا ہے، گویا اُن کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں ثقل ہے۔‘‘

یعنی یہ شخص جو لہو ولعب اور موسیقی میں مشغول ہے اسے جب قرآنی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان سے منہ پھیر لیتا، اعراض کرتا، پشت کے بل ہو جاتا اور بہرا بن جاتا ہے، حالانکہ جسمانی طور پر وہ بہرا نہیں ہے، گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں کیونکہ وہ انھیں سن کر تکلیف محسوس کرتا ہے کیونکہ ان سے وہ فائدہ اٹھاتا اور نہ ان کی کوئی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ ﴿ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦ ﴾ ’’تو آپ اس کو درد دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔‘‘ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا جو اس کو اسی طرح تکلیف پہنچائے گا جس طرح اللہ کی کتاب اور اس کی آیات کے سننے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔

تفسیر آیات:9,8

مومنوں کے اچھے انجام کا ذکر: ان آیات کریمہ میں نیکوکار اور سعادت مند لوگوں کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے، اس کے پیغمبروں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع نیک اعمال کیے، ﴿ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ⑧ ﴾ ’’ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں‘‘ جن میں وہ کھانے پینے کی انواع واقسام کی چیزوں، پہننے کی قیمتی پوشاکوں، عظیم الشان محلات، اعلیٰ سواریوں، خوب صورت عورتوں، فرحت بخش نظاروں اور سننے کی پاکیزہ چیزوں اور مسرت ولذت بخش طرح طرح کی ایسی نعمتوں سے شادکام ہوں گے جن کا کسی کے دل میں تصور بھی نہیں آسکتا، پھر وہ نعمتوں کے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ اور ابدالآباد تک مقیم رہیں گے، یہاں سے کبھی سفر نہ کریں گے اور نہ وہ یہاں سے

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3096/9 و تفسیر الطبری: 77/21.

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا

اس (اللہ) نے ستونوں کے بغیر آسمان پیدا کیے، تم انھیں دیکھتے ہو، اور اس نے زمین میں (اونچے اونچے) پہاڑ جما دیے، تاکہ زمین تمھیں ساتھ لیے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ⑩ هٰذَا

ہلنے جلنے (نہ) لگے، اور اس نے اس میں ہر قسم کے چوپائے پھیلائے، اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس (زمین) میں ہر قسم کی نفیس

خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ⑪ ع 1 11 10

اور عمدہ چیزیں اگائیں ⑩ یہ تو ہے اللہ کی مخلوق، پھر مجھے دکھاؤ کہ اوروں نے اس (اللہ) کے سوا کیا تخلیق کیا ہے (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ⑪

نقل مکانی ہی کرنا چاہیں گے۔ ﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ﴾ ”اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی ایسا بہر صورت ہونے والا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ کرم فرمانے والا، احسان فرمانے والا اور جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے اور پھر وہ ہر چیز کے کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ”اور وہ نہایت غالب ہے۔“ جس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز جس کی اطاعت گزار ہے، ﴿الْحَكِیْمُ ⑨﴾ ”حکمت والا ہے“ یعنی وہ اپنے تمام اقوال وافعال میں حکیم ہے اور اس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے ساتھ قرآن مجید کو مومنوں کے لیے ہدایت بنا دیا ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ”آپ کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے (گرانی کے سبب) ان کو (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآءیل 82:17) ”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو بس خسارے ہی کا اضافہ کرتا ہے۔“

تفسیر آیات: 11،10

توحید کے دلائل: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی عظیم قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کو پیدا فرمایا ہے۔ ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ﴾ ”اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے نظر آنے والے یا نظر نہ آنے والے کوئی ستون نہیں ہیں۔ ① ﴿وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ﴾ ”اور اس نے زمین میں (مضبوط) پہاڑ گاڑ دیے۔“ یعنی پہاڑوں نے زمین کو بہت بھاری اور ثقیل بنا دیا ہے تاکہ زمین تم کو لے کر پانی پر ہلنے نہ لگے، اسی لیے فرمایا: ﴿اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ﴾ ”کہ تمھارے ساتھ ہلنے لگے۔“ پھر فرمایا: ﴿وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ﴾ ”اور اس میں ہر طرح کے چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا

---

① تفسیر الطبری: 79/21.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ کا شکر کر، اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناً وہ اپنی ہی ذات کے لیے شکر کرتا ہے، اور جس نے ناشکری کی

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

تو بلاشبہ اللہ بے پرواہے، تعریف کیا ہوا ہے ⑫

دیے۔" یعنی اس میں اس نے تمام انواع واقسام کے حیوانات پیدا فرما دیے ہیں جن کی شکلوں اور رنگوں کی تعداد کو ان کے پیدا کرنے والے کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بات بیان فرمائی کہ وہ خالق ہے تو اس نے اپنے (حسب ذیل) فرمان کی بدولت اس طرف بھی توجہ مبذول کرا دی کہ رازق بھی وہی ہے۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩﴾ "اور ہم نے ہی آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے ہی (اُس سے) اس میں (غلوں کی) ہر عمدہ قسم کی نفیس چیزیں اُگائیں۔" ہر قسم کی نباتات جو خوشنما و نفیس ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انسان بھی زمین کی نباتات میں سے ہے، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم ہے اور جو جہنم رسید ہوا وہ لئیم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ﴾ "یہ تو اللہ کی تخلیق ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل، اس کی مخلوق اور اسی کی تقدیر ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے، کائنات کے پیدا فرمانے میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿فَاَرُوْنِيْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ﴾ "تو مجھے دکھاؤ کہ جو لوگ اس (اللہ) کے سوا ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟" یعنی جن بتوں اور شریکوں کی تم عبادت کرتے اور جنھیں تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے، ﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪﴾ "حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے سوا غیر اللہ کی پوجا کرنے والے جہالت اور اندھے پن کی ایسی واضح اور صریح گمراہی میں مبتلا ہیں جو قطعاً مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت: 12

کیا لقمان پیغمبر تھے؟ لقمان کے بارے میں ائمۂ سلف میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا ایک صالح انسان۔ اکثر لوگوں کا قول یہ ہے کہ وہ نبی نہیں بلکہ ایک نیک انسان تھے۔ امام سفیان ثوری نے اشعث سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام اور نجار تھے۔ ① اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لقمان کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ چھوٹے قد کے تھے، ان کی ناک چپٹی تھی اور ان کا نُوبَہ برادری سے تعلق تھا۔ ② یحییٰ بن سعید انصاری نے سعید بن میسّب سے روایت کیا ہے کہ لقمان کا تعلق مصر کے سیاہ رنگ کے لوگوں سے تھا اور ان کے بڑے بڑے ہونٹ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی

---

① تفسیر الطبری: 82/21. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3097/9.

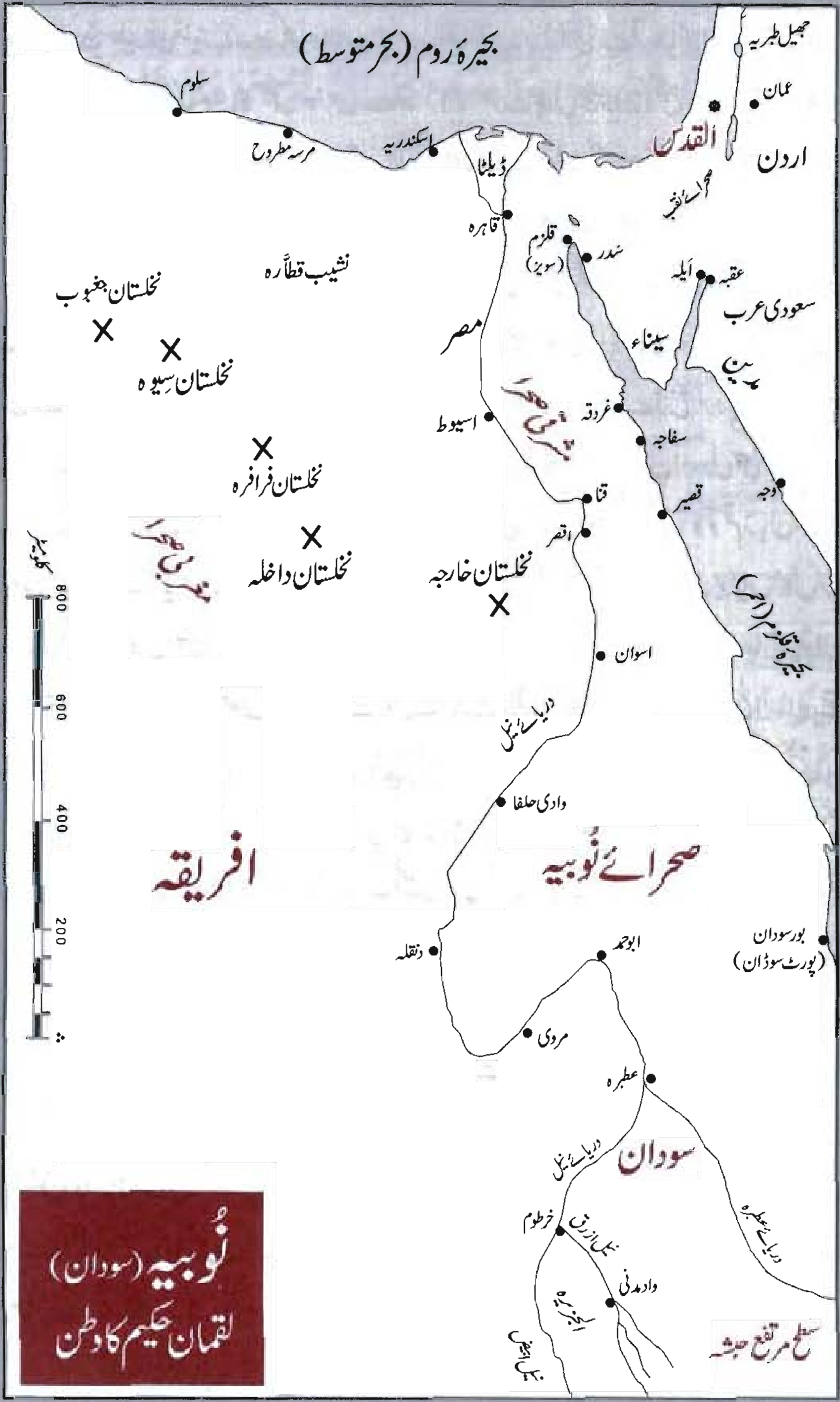
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
جھیل طبریہ
عمان
القدس
اردن
صحرائے نقب
سلوم
مرسہ مطروح
اسکندریہ
ڈیلٹا
قاہرہ
قلزم (سویز)
سدر
ایلہ
عقبہ
سعودی عرب
سیناء
مدین
نشیب قطارہ
نخلستان جغبوب
نخلستان سیوہ
مصر
اسیوط
غردقہ
صحرائے شرقی
سفاجہ
نخلستان فرافرہ
قنا
قصیر
وجہ
اقصر
صحرائے غربی
نخلستان داخلہ
نخلستان خارجہ
کلومیٹر
800
600
400
200
0
بحیرۂ قلزم (احمر)
اسوان
دریائے نیل
وادی حلفا
صحرائے نُوبیہ
افریقہ
بورسودان (پورٹ سوڈان)
ابوحمد
دنقلہ
مروی
عطبرہ
دریائے نیل
سوڈان
دریائے عطبرہ
خرطوم
نیل ازرق
وادمدنی
الجزیرہ
نیل ابیض
سطح مرتفع حبشہ

نُوبیہ (سوڈان)
لقمان حکیم کا وطن

عطا فرما رکھی تھی، البتہ وہ نبی نہیں تھے۔ ① اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن حَرْمَلہ نے بیان کیا کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی آیا جو حضرت سعید بن مسیّب سے کچھ سوالات پوچھ رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ اس وجہ سے غم نہ کریں کہ آپ کا رنگ سیاہ ہے، تین بہترین انسانوں کا تعلق سوڈان سے تھا: (1) حضرت بلال ؓ (2) مہجع، مولیٰ حضرت عمر بن خطاب ؓ (3) اور حضرت لقمان حکیم جو سیاہ رنگ اور نوبہ کے باشندے تھے اور ان کے ہونٹ بھی بڑے بڑے تھے۔ ②

لقمان کی دانائی: امام ابن جریر ؒ نے خالد رَبَعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت لقمان ایک حبشی غلام اور پیشہ کے اعتبار سے بڑھئی تھے، ان کے آقا نے ایک بار ان سے کہا کہ ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا، آقا نے کہا کہ اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بہتر ہوں تو وہ زبان اور دل نکال کر لے آئے، پھر کچھ عرصہ بعد ان کے آقا نے ان سے کہا: ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا تو آقا نے ان سے کہا اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بدتر ہوں تو پھر بھی وہ زبان اور دل ہی نکال کر لے آئے، ان کے آقا نے ان سے کہا: میں نے جب تمھیں یہ حکم دیا کہ اس کی دو بہترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو تم زبان اور دل نکال کر لے آئے تھے اور جب میں نے یہ حکم دیا کہ اس کی دو بدترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو پھر بھی تم یہی بوٹیاں نکال کر لائے۔ لقمان نے جواب دیا کہ اگر یہ دونوں اچھے ہو جائیں تو ان سے زیادہ اچھا کوئی نہیں اور اگر یہ دونوں برے ہو جائیں تو ان سے زیادہ برا کوئی نہیں۔ ③ شعبہ نے حکم سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لقمان نبی نہیں بلکہ ایک صالح انسان تھے۔ ④

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے لقمان کو دانائی بخشی۔“ حکمت سے مراد فہم، علم اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت ہے۔ ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ ﴾ ”کہ اللہ کا شکر کرو۔“ یعنی ہم نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہم جنس اور ہم عصر لوگوں میں سے انھیں جس فضل و شرف سے نوازا ہے، اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ”اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (فائدے کے) لیے شکر کرتا ہے۔“ یعنی شکر کا نفع اور ثواب شکر کرنے والوں ہی کو حاصل ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۙ ﴾ (الروم 44:30) ”اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے نفسوں کے لیے ہی (فلاح کا راستہ) ہموار کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫ ﴾ ”اور جس نے نافرمانی کی تو یقیناً اللہ بھی بہت بے پروا (اور) سزاوار حمد (وثنا) ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، خواہ روئے زمین کے تمام کے تمام رہنے والے ناشکرے ہو جائیں کیونکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔

---

① تفسير ابن أبي حاتم :3097/9 وتفسير الطبري:82/21 . ② تفسير الطبري :82/21 . ③ تفسير الطبري:82/21 .

④ تفسير الطبري :81/21 .

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

اور (یاد کریں) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا: اے میرے (پیارے) بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا،

عَظِيْمٌ ⑬ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ

بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے ⑬ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) کمزوری

فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ⑭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ النصف

پر کمزوری کے باوجود اٹھائے رکھا، اور اس کا دودھ دو سال میں چھڑانا ہوتا ہے، (اور) یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر) میری ہی طرف لوٹ

تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

کر آنا ہے ⑭ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے، جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں بھلے طریقے سے

مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

ان دونوں سے اچھا سلوک کر، اور اس شخص کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھاری واپسی ہے، پھر میں تمھیں

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮

بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے ⑮

تفسیر آیات: 13-15

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس وصیت کو ذکر فرمایا ہے جو حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ یاد رہے حضرت لقمان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: لقمان بن عَنْقاء بن سَدُون اور امام سُہَیلی رحمہ اللہ کے بیان کردہ قول کے مطابق آپ کے بیٹے کا نام ثاران تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کا بہت اچھے الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی سے نوازا تھا اور انھوں نے یہ وصیت اپنے بیٹے کو کی تھی اور باپ ہی اپنے بیٹے سے سب لوگوں سے زیادہ شفقت اور محبت کا سلوک کر سکتا ہے اور بیٹا ہی اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے کہ باپ اپنے علم کے مطابق اسے سب سے بہتر چیز عطا کرے، اسی لیے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، پھر انھوں نے اسے شرک سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬﴾ ”بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الأنعام 82:6) ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔“ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت شاق گزری اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہ کیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ، أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ] ”اس سے یہ مراد نہیں ہے، کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے لیے یہ قول نہیں سنا: ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ

لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿13﴾ ’’میرے (پیارے) بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘ ① اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی عبادت کی وصیت کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بھی وصیت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط﴾ (بنیٓ إسرآء یل 23:17)
’’اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔‘‘

ماں، جہد و مشقت کی چکی میں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر ان دونوں (اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم) کو ملا کر بیان فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ﴾ ’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا۔‘‘ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بچے کی وجہ سے کمزوری کی مشقت ہے۔ ③ اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ﴾ کے معنی محنت پر محنت کے ہیں۔ ④ اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اس کے معنی کمزوری پر کمزوری کے ہیں۔ ⑤

اور فرمایا: ﴿ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾ ’’اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔‘‘ یعنی ولادت کے بعد بچے کو دو سال دودھ پلانا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط﴾ (البقرۃ 233:2) ’’اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یہ حکم) اُس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔‘‘ اور اسی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط﴾ (الأحقاف 15:46) ’’اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑوانا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے والدہ کی تربیت، محنت و مشقت اور اس کی رات دن کی بیداری کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تا کہ اولاد کو یاد دلایا جائے کہ اس کی ماں نے اس کے ساتھ کیا کیا احسانات کیے ہیں! جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۭ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 24:17) ’’اور کہہ دیجیے: میرے پروردگار! ان دونوں پر (اس طرح) رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا۔‘‘ اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿14﴾ ﴾ ’’کہ تو میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘ اور میں تمھیں اس کی بہترین جزا عطا کروں گا۔

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○﴾ (لقمٰن 13:31)، حدیث: 4776 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه، حدیث: 124 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.
③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3098/9 و تفسیر الطبری: 84/21. ④ تفسیر الطبری: 84/21. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3098/9.

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي

اے میرے (پیارے) بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین

الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

کے اندر کہیں بھی ہو، تو اللہ اسے نکال لائے گا، بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، بہت باخبر ہے ⑯ اے میرے (پیارے)

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ ⑰ وَلَا تُصَعِّرْ

بیٹے! تو نماز قائم کر، اور نیکی کا حکم دے، اور برائی سے منع کر، اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ ⑱

میں سے ہے ⑰ اور تو لوگوں سے بے رخی نہ کر، اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ ہر مغرور، ڈینگیں مارنے والے کو

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۧ ⑲ ع 2 8 11

پسند نہیں کرتا ⑱ اور تو اپنی چال درمیانی رکھ، اور اپنی آواز دھیمی رکھ، بلاشبہ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے ⑲

ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ ”اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسی چیز) کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو تو ان دونوں کا کہنا نہ ماننا۔“ یعنی اگر وہ اس بات کی شدید تمنا و حرص بھی کریں کہ تو ان کے دین کی پیروی کرے تو ان کی اس بات کو قبول نہ کرنا لیکن اس بات کی وجہ سے دنیا کے کاموں میں ان کا ساتھ دینے سے نہ رکنا بلکہ ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور اُن سے بہت اچھا سلوک کرنا، ﴿ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ﴾ ”اور جو شخص میری طرف رجوع کرے تو اس کے رستے کی پیروی کرنا۔“ یعنی مومنوں کے رستے پر چلتے رہنا، ﴿ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮ ﴾ ”پھر تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے رہے ہو، میں تم کو آگاہ کر دوں گا۔“

میں اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑوں گا: امام طبرانی نے کتاب العشرۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے، میں اپنی والدہ کا بہت فرماں بردار تھا، میں جب مسلمان ہو گیا تو میری والدہ نے کہا: سعد! یہ تم نے نئی بات کیا شروع کر دی ہے، تم اپنے اس نئے دین کو چھوڑ دو ورنہ میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی حتی کہ مر جاؤں گی، پھر میرے مرنے کی وجہ سے لوگ تم کو طعنہ دیا کریں گے اور تم سے کہا کریں گے کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو، میں نے کہا: اماں جان! ایسا نہ کریں کیونکہ میں کسی بھی وجہ سے اپنے اس دین کو ترک نہیں کروں گا، ایک دن رات گزر گئی، انھوں نے کچھ نہ کھایا اور ان کی حالت بہت خراب ہو گئی، میں نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو میں نے عرض کی: اماں جان! اچھی طرح جان لیں اگر آپ میں سو جان بھی ہو اور باری باری ایک ایک جان نکل جائے تو میں پھر بھی اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا، اب آپ کی مرضی ہے کہ

کھائیں یا نہ کھائیں! چنانچہ میری یہ بات سن کر انھوں نے کھانا شروع کر دیا۔①

تفسیر آیات: 16-19

اولاد کے لیے نصیحتیں: یہ بہت مفید نصیحتیں ہیں جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ سب لوگ ان کے مطابق عمل کریں، فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ”میرے بیٹے! اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو۔“ خواہ کوئی ظلم یا کوئی گناہ اور غلطی رائی کے دانے کے برابر بھی ہو۔ بعض لوگوں نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ ﴿اِنَّهَآ﴾ کی ضمیر شان یا قصہ کی ضمیر ہو اور اس صورت میں انھوں نے ﴿مِثْقَالَ﴾ کو مرفوع پڑھنا جائز ٹھہرایا ہے لیکن پہلی بات زیادہ بہتر ہے۔②

میزان عدل کا قیام: ﴿يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ﴾ ”اللہ اس کو (قیامت کے دن) لے آئے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس وقت حاضر کر دے گا جب وہ انصاف کے لیے ترازو قائم فرمائے گا اور تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اعمال اگر اچھے ہوئے تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر برے ہوئے تو ان کی سزا دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾ (الأنبیآء 47:21) ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کریں گے، تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال 8,7:99) ”تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“ خواہ یہ ذرہ بھر عمل پتھر کی کسی گمنام چٹان میں مخفی ہو یا آسمانوں یا زمینوں کے کسی کونے گوشے میں چھپا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور حاضر کرے گا کیونکہ کوئی مخفی چیز اس سے چھپی ہوئی ہرگز نہیں رہ سکتی، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ اس سے چھپ نہیں سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ وہ اپنے علم کے اعتبار سے

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حديث: 3189 اور تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب الأنفال، حديث: (34)-1748 وسنن أبی داود، الجهاد، باب فی النفل، حديث: 2740 و مسند أحمد: 186,185/1 و مسند البزار: 348,347/3، حديث: 1149 ومسند أبی داود الطيالسی: 168/1، حديث: 205 وتاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة سعد بن مالك أبی وقاص: 226/22 اور امام طبرانی کے حوالے سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسير القرطبی: 67/14 وتفسير الطبری: 87,86/21. اور ﴿اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ﴾ کی ترکیب ملاحظہ فرمائیے: ﴿اِنَّ﴾ حرف مشبہ بالفعل ناصبہ ﴿هَا﴾ ضمیر منصوب جو راجع ہے الخطيئة کی طرف وہ اس کا اسم ہے۔ ﴿اِنْ﴾ حرف شرط، ﴿تَكُ﴾ فعل مضارع مجزوم اصل میں تَكُنْ ہے ”نون“ تخفیف کی وجہ سے حذف ہوا ہے، ﴿تَكُ﴾ کا اسم ضمیر مستتر ہے جو الخطيئة کی طرف راجع ہے اور ﴿مِثْقَالَ﴾ اس کی خبر منصوب ہے۔ اور اگر ﴿اِنَّهَآ﴾ کی ضمیر، ضمیر شان ہو تو اس صورت میں ﴿مِثْقَالَ﴾، ﴿تَكُ﴾ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، بہر حال حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی صورت راجح ہے۔

باریک بین ہے، اس سے اشیاء مخفی نہیں رہ سکتیں، خواہ وہ کتنی چھوٹی، کتنی باریک اور کتنی ہی چھپی ہوئی کیوں نہ ہوں اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ سیاہ اندھیری رات میں چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ”میرے بیٹے! نماز قائم کرتے رہنا۔“ یعنی نماز کے حدود، فرائض اور اس کے اوقات کا پورا پورا خیال رکھنا، ﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ ”اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا۔“ یعنی اپنی طاقت اور مقدور کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہنا، ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ ﴾ ”اور جو (مصیبت) تجھے پہنچے اس پر صبر کرنا۔“ یعنی جو شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے اسے لوگوں کی طرف سے یقیناً ایذا پہنچائی جاتی ہے، لہٰذا انھوں نے اپنے بیٹے کو لوگوں کی طرف سے پہنچائی جانے والی ایذا پر صبر کرنے کا حکم دیا، ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ ﴾ ”بے شک یہ (باتیں) بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔“ یعنی لوگوں کی طرف سے مصیبت پر صبر وہ کر سکے گا جس میں ہمت ہوگی، ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾ ”اور (ازراہ غرور) لوگوں سے بے رخی نہ کر۔“

ہنستے مسکراتے رہو اور تکبر نہ کرو: یعنی جب تم لوگوں سے بات کرو یا وہ تم سے بات کریں تو تکبر کرتے اور انھیں حقیر سمجھتے ہوئے ان سے منہ نہ پھیرو بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ ان سے پیش آؤ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [وَلَوْ أَنْ تَلْقٰی أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ...... وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، (فَإِنَّهَا) مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ] ”(کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان) اور خواہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے ملے اور تیری ملاقات اس سے کشادہ روئی سے ہو...... اور اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اجتناب کر کیونکہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔“① اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ ﴾ ”اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔“ یعنی زمین میں چلتے ہوئے فخر، تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ناپسند فرمائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ⑱ ﴾ ”یقیناً اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی جو اپنے آپ پر غرور کرنے والا اور دوسروں پر فخر کرنے والا ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 37:17) ”اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔“ جیسا کہ اپنے مقام پر قبل ازیں اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔②

چال میں اعتدال کا حکم: ﴿ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ ﴾ ”اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا۔“ یعنی میانہ چال چلنا، نہ بہت سست اور نہ بے حد تیز بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان، ﴿ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ ﴾ ”اور (بولتے وقت) اپنی آواز نیچی

---

① مسند أحمد: 64/5 جبکہ قوسین والا لفظ اور بقیہ روایت سنن أبي داود، اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار، حدیث: 4084 عن جابر بن سلیم ؓ میں بھی ہے۔ ② دیکھیے بنیٓ إسرآء یل، آیت: 37 کے ذیل میں۔

رکھنا۔“ یعنی کلام کرتے ہوئے مبالغہ نہ کرنا اور نہ بات کرتے وقت آواز بہت اونچی کرو کہ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ: ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ⑲﴾ ”کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔“

مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔① یعنی جو شخص بہت بلند آواز سے بات کرے گا تو آواز کی اس بلندی کی وجہ سے وہ گدھوں کے مشابہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ بھی ہے۔ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کو گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ حرام اور حد درجہ مذموم ہے (چونکہ یہ ایک مذموم اور حرام کام ہے، لہٰذا ہمیں اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہیے) اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [(لَیْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ)، اَلْعَائِدُ فِی هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ یَقِیءُ ثُمَّ یَعُودُ فِی قَیْئِهٖ] ”ہمارے لیے (اس) بری مثال (کو اختیار کرنا درست) نہیں کہ جو شخص اپنے ہبہ کو واپس لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لے۔“②

لقمان حکیم کی نصیحتیں: یہ نصیحتیں بے حد مفید ہیں، ان کی افادیت ہی کی وجہ سے لقمان حکیم کی ان وصیتوں کو قرآن عظیم میں بیان کیا گیا ہے۔ لقمان حکیم سے حکمت و نصیحت کی بہت سی باتیں مروی ہیں، ان میں سے چند ایک بطور مثال بیان کی جاتی ہیں: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی: [أَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِیمَ كَانَ یَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا اسْتُودِعَ شَیْئًا حَفِظَهٗ] ”لقمان حکیم کہا کرتے تھے کہ جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔“③

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ: یَا بُنَیَّ! إِیَّاكَ وَالتَّقَنُّعَ فَإِنَّهَا مَخُوفَةٌ بِاللَّیْلِ مَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ] ”لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! تکلف کے ساتھ قناعت سے اجتناب کرو کیونکہ یہ رات کے خوف وخطر اور دن میں ذلیل ہونے کا سبب ہے۔“④ سری بن یحییٰ سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! حکمت و دانش نے مسکینوں کو بادشاہوں کی مجلس میں بٹھا دیا ہے۔⑤ عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! جب تم قوم کی مجلس میں آؤ تو انھیں سلام کہو، پھر ایک کونے میں بیٹھ جاؤ، اس وقت تک بات نہ کرو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ انھوں نے گفتگو شروع کر دی ہے، اگر وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائیں تو تم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو اور اگر وہ کسی اور موضوع پر گفتگو

---

① تفسیر الطبری:93,92/21. ② صحیح البخاری، الهبة، باب: لا یحل لأحد أن یرجع فی هبته......، حدیث:2622 وصحیح مسلم، الهبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة......، حدیث :1622 البتہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ و سنن النسائی، الهبة، باب ذکر الاختلاف لخبر عبداللّٰه بن عباس فیه، حدیث :3728 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللفظ له. ③ مسند أحمد :87/2. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:3098/9 والمستدرك للحاكم، التفسیر، تفسیر سورة لقمان: 411/2 واللفظ له. ⑤ الزهد لابن حنبل، حدیث:539، ص :104 میں سُدی بن یحییٰ ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمھارے مطیع و تابع فرماں کر دیا ہے اور اس نے تم پر اپنی

نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

ظاہری اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں ہیں، اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں ⑳

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑳ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اسی (طریقے) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ㉑

باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ شیطان انھیں عذاب جہنم کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی؟ ㉑

کریں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوسرے لوگوں کی مجلس کو اختیار کر لو۔①

تفسیر آیات: 21,20

نعمتوں کے ساتھ یاددہانی: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی توجہ اپنی ان نعمتوں کی طرف مبذول فرمائی ہے جن سے وہ دنیا و آخرت میں انھیں سرفراز فرماتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی چیزوں کو ان کے کام میں لگا دیا ہے، ستاروں اور سیاروں سے وہ رات دن روشنی حاصل کرتے ہیں، آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے بادل، بارش، اولے اور برف بھی پیدا فرمائی ہے اور خود آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے، پھر زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے جائے قرار بنا دیا اور اس میں انہار، اشجار، فصلیں اور اثمار پیدا فرما دیے، اللہ تعالیٰ نے ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان باطنی نعمتوں سے بھی اپنے بندوں کو نوازا ہے کہ ان کے شکوک و شبہات کے دور کرنے کے لیے اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل فرمایا۔

افسوس! ان ظاہری و باطنی نعمتوں کے باوجود تمام لوگ ایمان نہ لائے بلکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسولوں کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا، جبکہ ان کا یہ سارا جھگڑا علم کے بغیر تھا، ان کے پاس نہ تو عقلی طور پر کوئی درست دلیل و برہان تھی اور نہ نقلی طور پر کسی آسمانی کتاب کی کوئی صحیح دلیل تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑳﴾ ”اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔“ کتاب منیر کے معنی واضح اور روشن کتاب کے ہیں۔

تقلید آباء چھوڑ کر شریعت کی پیروی کا حکم: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں ان جھگڑا کرنے والوں سے (کہا جاتا ہے:) ﴿اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ”جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی

---

① شعب الإيمان للبيهقي، فصل من هذا الباب مجانبة الفسقة والمبتدعة...... :58/7، حديث :9449.

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

اور جو شخص اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو بلاشبہ اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ㉒ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

پاس ہے㉒ اور (اے نبی!) جس کسی نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غم میں نہ ڈالے، (بالآخر) ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے، پھر ہم انھیں

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ㉓ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ

بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا ہوگا، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے㉓ ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں، پھر ہم انھیں

نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ㉔

سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے㉔

پیروی کرو۔" یعنی اسی شریعت مطہرہ کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ﴾ "تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔" یعنی اپنے آباء واجداد کی اتباع کے بغیر، ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○﴾ (البقرة 2:170) "بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟" یعنی اپنے آباء واجداد کے طرز عمل سے استدلال کرنے والو! اگر تمھارے اجداد گمراہی پر ہوں تو تمھارا کیا خیال ہے، تم پھر بھی ان کی پیروی کیے جاؤ گے؟ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ㉑﴾ "بھلا اگرچہ شیطان اُن کو دہکتے ہوئے جہنم (کے عذاب) کی طرف بلاتا ہو (تب بھی؟)"

تفسیر آیات: 22-24

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اخلاص عمل: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنا دے، یعنی عمل اسی کے لیے اخلاص کے ساتھ کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اس کی شریعت کی اتباع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ "اور وہ نیکوکار (بھی) ہو۔" یعنی جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کی اتباع کی صورت میں نیک عمل کرے اور جس سے اسے منع کر دیا گیا ہے اسے ترک کر دے، ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ﴾ "تو تحقیق اس نے (دین اسلام کا) مضبوط کڑا پکڑ لیا۔" یعنی اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ پختہ عہد لے لیا کہ وہ اسے عذاب نہیں دے گا۔

﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ㉒ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ﴾ "اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غم ناک نہ کر دے۔" یعنی اے محمد (ﷺ!) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ ان کا کفر کرنا آپ کو غمگین نہ کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کے بارے میں نافذ ہو کر رہنے والی ہے اور بالآخر ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹنا ہے تو وہ ان کے اعمال کے بارے میں انھیں بتائے گا، پھر ان کے مطابق

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! آپ کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے

لَا يَعْلَمُوْنَ ㉕ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ㉖

لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے㉕ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کیا ہوا ہے ㉖

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ

اور بلاشبہ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم بن جائیں اور سمندر کی روشنائی بن جائے اور اس کے بعد سات سمندر (اس میں مزید روشنائی شامل کریں)

مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ㉗ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ

تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں، بے شک اللہ نہایت غالب، بہت حکمت والا ہے㉗ تمھیں پیدا کرنا اور تمھیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایسا ہی

وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ㉘

ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ㉘

ہی انھیں بدلہ بھی دے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ㉓ ﴾ ''بے شک اللہ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔'' کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، پھر فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ﴾ ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے۔'' یعنی دنیا میں، ﴿ ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ㉔ ﴾ ''پھر ہم انھیں عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' یعنی ایسے عذاب کی طرف جو بہت ہولناک، خوفناک اور نفوس انسانی کو اذیت ناک مصیبتوں میں مبتلا کر دینے والا ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 70,69:10) ''یقیناً جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے (اُن کے لیے) جو فائدے ہیں، دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو سخت عذاب (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 26,25

مشرکین کا اعتراف کہ اللہ خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اس کے باوجود یہ ان شریکوں کی پوجا کرتے ہیں جو خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا، تو بول اُٹھیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ ہی کے لیے تعریف ہے'' کہ تمھارے اس اعتراف کی وجہ سے تم پر حجت پوری ہوگئی ہے، ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉕ ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے۔'' اللہ ہی نے اسے پیدا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ

﴿هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ ⑳ ’’بے شک اللہ بے پروا، لائقِ حمد (وثنا) ہے۔‘‘ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس نے جو بھی پیدا فرمایا اس بنا پر وہ قابلِ ستائش ہے، پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کی وجہ سے وہ آسمانوں اور زمین میں لائقِ حمد وثنا ہے۔ الغرض! وہ اپنے تمام کاموں میں ستائش اور تحسین کا مستحق ہے۔

تفسیر آیات: 28,27

اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار بھی ہیں اور غیر فانی بھی: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وکبریائی، جلالت، اسمائے حسنیٰ، صفات عُلیا اور ان کلماتِ تامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور جن کی انتہا کا کسی بشر کو علم ہی نہیں، شمار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ سید البشر، خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: [لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ] ’’اے اللہ! میں تیری ثناء بیان نہیں کر سکتا، تیری ذات پاک اسی طرح ہے، جیسے تو نے خود اپنی حمد وثنا بیان فرمائی ہے۔‘‘① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ﴾ ’’اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں)، تو اللہ کی باتیں (اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔‘‘

یعنی اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندر کی سیاہی بنالی جائے، پھر سات اور سمندروں کی بھی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان کلمات کو لکھنا شروع کر دیا جائے جو اس کی عظمت، صفات اور جلالت پر دلالت کرتے ہیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، خواہ ان کے ساتھ سات اور سمندروں کے پانی کو بھی سیاہی بنالیا جائے اور یاد رہے کہ یہاں سات کا عدد مبالغے کے طور پر ہے، اس سے حصر مقصود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے یہ معنی ہیں کہ سات سمندر موجود ہیں جنھوں نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے جیسا کہ ان اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے جن کی تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تکذیب، لہٰذا بات درحقیقت یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۝﴾ (الکھف 109:18) ’’کہہ دیں کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لیے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔‘‘

تو یہاں ﴿بِمِثْلِهٖ﴾ سے مراد اس جیسا صرف ایک اور سمندر مراد نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک اور، پھر ایک اور، پھر بے شمار اور ان گنت سمندر مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے کلمات کا کوئی شمار نہیں ہے، اس لیے انھیں کسی طرح بھی مکمل طور پر لکھنا ممکن ہی نہیں ہے، ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ ㉗ ’’بے شک اللہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔‘‘ وہ ذات

---

① صحیح مسلم، الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، حدیث: 486 عن عائشۃ رضی اللہ عنہا.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ز

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا

كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿29﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا، اور بے شک جو تم عمل کرتے ہو، اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿29﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، اور

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ لا وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿30﴾ ع 3 11 12

بے شک اس کے سوا جسے وہ پکارتے ہیں باطل ہے اور بلاشبہ اللہ ہی بلند مرتبہ، بہت بڑا ہے ﴿30﴾

پاک غالب ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو مغلوب اور مقہور کر رکھا ہے، وہ جو ارادہ فرمائے کوئی اسے اس سے روک نہیں سکتا، وہ جو فیصلہ فرمائے کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اس کے فیصلے کو ٹال سکتا ہے، وہ اپنی تخلیق، امر، اقوال، افعال، اپنی شریعت اور اپنے تمام احوال میں حکیم و دانا ہے۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط﴾ ”(اللہ کے لیے) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔“ یعنی اس نے جو تمام انسانوں کو پیدا فرمایا، پھر روز قیامت ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو اس کی قدرت کے سامنے یہ ایسے ہے جیسے اس نے ایک انسان کو پیدا فرمایا اور اسے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا ہو، مقصود یہ ہے کہ اس ذات پاک کے لیے کوئی کام کرنا مشکل نہیں، سب کام اس کے لیے بہت آسان ہیں کیونکہ ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾ (یٰس 82:36) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○﴾ (القمر 50:54) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہوتا ہے۔“ یعنی وہ کسی چیز کو جب ایک ہی بار حکم دیتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے، وہ بار بار حکم دینے اور تاکید کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ”پس وہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تو اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔“ ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿28﴾﴾ ”بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ ان سب کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو دیکھنے والا ہے اور وہ سب کے اقوال و افعال کو اسی طرح سنتا اور دیکھتا ہے جیسے ایک شخص کے اقوال و افعال کو سننا اور دیکھنا ہو۔ یعنی اسے سب لوگوں پر اسی طرح قدرت اور دسترس حاصل ہے جیسے کسی ایک انسان پر قدرت و دسترس ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط﴾ ”(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا، ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اُٹھانے) کی طرح ہے۔“

تفسیر آیات: 30,29

اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ ”رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔“ یعنی رات کا حصہ لے کر اسے دن میں داخل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہونا شروع

ہو جاتی ہے اور یہ موسم گرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبا دن اسی موسم میں آتا ہے، پھر دن چھوٹا اور رات بڑی ہونی شروع ہو جاتی ہے اور یہ موسم سرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبی رات بھی اسی موسم میں ہوتی ہے۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو (تمھارے لیے) مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقررہ تک چل رہا ہے۔“ اس بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ انھیں ایک محدود وقت تک کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ انھیں روز قیامت تک مسخر کر دیا گیا ہے اور یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں۔ پہلے قول کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ]، [قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا، وَيُوشِكُ...... فَيُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ] ”اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے اور جا کر عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اپنے رب سے (واپسی کے لیے) اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ (ایک دن)...... اس سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ۔“ ①

اور ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورج ایسی ندی کی طرح ہے جو دن کے وقت آسمان میں اپنے مدار میں چلتی ہو اور جب غروب ہو جائے تو رات کے وقت زمین کے نیچے اپنے مدار میں چلنے لگے حتی کہ پھر اپنے مشرق سے طلوع ہو جائے، چاند کی صورت حال بھی اسی طرح ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ②

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ (الحج 70:22) ”کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ اسے جانتا ہے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا اور وہ ان کو جانتا بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ﴾ (الطلاق 12:65) ”اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی اتنی ہی، اس کے درمیان اس کا حکم اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلاشبہ اللہ نے (اپنے) علم سے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی نشانیوں کو اس لیے ظاہر فرماتا ہے

---

① پہلا حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الإیمان، حدیث: [401](250)-159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة الشمس و القمر......، حدیث: 3199 میں ہے۔ ② کتاب العظمة لأبی الشیخ الأصفهانی: 1151,1150/4، حدیث: 631,630.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک سمندر میں اللہ کے فضل سے کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے، اس میں بلاشبہ ہر بڑے صابر

لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ㉛ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ

شاکر کے لیے نشانیاں ہیں ㉛ اور جب (سمندر میں) سائبانوں کے مانند کوئی موج انھیں ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اطاعت و فرماں برداری کو اسی (اللہ) کے

الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ

لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو ان میں سے چند میانہ رو (ہی عہد پر قائم رہتے) ہیں، اور ہر

خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ㉜

عہد توڑنے والا ناشکرا ہی ہماری آیات کا انکار کرتا ہے ㉜

تاکہ تم ان سے یہ سمجھ سکو کہ اس کی ذات پاک برحق ہے۔ یعنی وہ معبود برحق یقینی طور پر حق ہے اور اس کے سوا باقی سب کچھ لغو اور باطل ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی مخلوق اور مملوک ہے، اس کے اذن کے بغیر کوئی کسی ذرے کو بھی نہیں ہلا سکتا، اگر تمام اہل زمین مل کر بھی ایک مکھی بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکیں گے، اسی لیے تو اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ㉚﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ، گرامی قدر ہے۔“ اس کی ذات پاک اس قدر بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس سے کوئی بالا نہیں بلکہ وہی سب سے بڑا ہے، اس سے کوئی بڑا نہیں، اس کی نسبت ہر چیز حقیر و فقیر ہے۔

تفسیر آیات: 32,31

ارض و سما میں قدرت الٰہی کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسی نے دریا کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے لطف و کرم اور اس کے حکم کے ساتھ اس میں کشتیاں چلیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو چلتی ہوئی کشتیوں کو اٹھا لینے کی پانی میں قوت نہ ہوتی، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ﴾ ”تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔“ یعنی اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ㉛﴾ ”یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔“ یعنی اس کے لیے جو مشکلات میں صبر کرے اور آسودگیوں اور خوش حالیوں میں شکر کرے، پھر فرمایا: ﴿وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ﴾ ”اور جب اُن کو (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔“ اور وہ یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے پہاڑ یا بادل ہوں، ﴿دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬﴾ ”تو اللہ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ (بنی إسرآءیل 67:17) ”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو، سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور ڈرو اس دن سے جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا، اور نہ اولاد اپنے باپ کے

هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفة

کچھ کام آئے گی، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور کوئی دھوکے باز تمھیں

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ㉝

اللہ کے متعلق دھوکے میں نہ ڈالے ㉝

اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۥ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت 65:29) ’’پھر جب یہ (مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔‘‘

﴿مُّقْتَصِدٌ ۭ﴾ اور ﴿خَتَّارٍ﴾ کا مفہوم: پھر فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ﴾ ’’پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔‘‘ امام مجاہد نے ﴿مُّقْتَصِدٌ ۭ﴾ کے معنی کافر اور منکر کے بیان کیے ہیں۔ ① جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت 65:29) ’’پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو جھٹ شرک کرنے لگتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ㉜﴾ ’’اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن (اور) ناشکرے ہیں۔‘‘ ﴿خَتَّارٍ﴾ کے معنی غدار کے ہیں۔ یہ امام مجاہد، حسن، قتادہ، مالک اور زید بن اسلم کا قول ہے۔ ② اور غدار وہ ہوتا ہے جو ہر دفعہ نقضِ عہد کرے اور ’’ختر‘‘ غداری کی انتہائی صورت کو کہتے ہیں اور ﴿كَفُوْرٍ ㉜﴾ اسے کہتے ہیں جو نعمتوں کا انکار کرے، ان کا شکر ادا نہ کرے بلکہ انھیں بھلا دے اور یاد نہ رکھے۔

تفسیر آیت:33

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور قیامت سے خوف کھانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈراتے اور تقویٰ و خشیت کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ﴾ ’’(کہ اس دن) نہ تو باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا‘‘ یعنی اگر باپ چاہے کہ اپنے آپ کو اپنی اولاد کے فدیے میں دے دے تو اس کی اس بات کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کوئی اولاد چاہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے فدیے میں دے دے اور اس کے باپ کو جہنم سے نجات مل جائے تو اس سے اس فدیے کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مزید وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفة﴾ ’’پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔‘‘ یعنی دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر

---

① تفسیر الطبری: 102/21 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3101/9۔ ② تفسیر الطبری: 103,102/21۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ج وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ج وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ط

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط

ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ع ﴿34﴾ 4 ع 4 13

اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے ﴿34﴾

تم آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾﴾ ”اور نہ فریب دینے والا تمھیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔“ ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾﴾ میں ﴿الْغَرُوْرُ ﴿33﴾﴾ سے مراد شیطان ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے۔①

شیطان انسان کو فریب دیتا، اس سے وعدے کرتا اور اسے ایسی اُمیدیں دلاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○﴾ (النسآء 120:4) ”وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور اُمیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“

کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا: وہب بن منبہ کا قول ہے کہ عزیر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے جب اپنی قوم کی آزمائش کو دیکھا تو اس سے مجھے اس قدر شدید حزن اور غم لاحق ہوا کہ میری نیند اُڑ گئی تو میں نے اپنے رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی، نماز پڑھی اور روزے رکھنے شروع کر دیے، اسی الحاح وزاری کے عالم میں میں رو رہا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے یہ بتائیں کہ کیا صدیقین کی روحیں ظالموں کے لیے اور باپ اپنے بیٹوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ فرشتے نے جواب دیا: قیامت کا دن فیصلوں کا دن ہوگا، وہ ایسی زبردست بادشاہت کا دن ہوگا جس میں کسی کے لیے کوئی رخصت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا، اس دن اولاد کا باپ سے اور باپ کا اولاد سے مؤاخذہ نہیں ہوگا، نہ بھائی کے بارے میں بھائی سے اور آقا کے بارے میں غلام سے باز پرس ہوگی، کسی کے بارے میں کسی کو خیال نہیں ہوگا، کسی کو کسی کا غم نہ ہوگا، کوئی کسی پر رحم نہیں کھائے گا، ہر ایک اپنے بارے میں تھر تھر کانپ رہا ہوگا، کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے قطعی مؤاخذہ نہیں ہوگا، ہر شخص اپنے غم میں مبتلا ہوگا، ہر انسان اپنے انجام کے خوف سے رو رہا اور اپنے بوجھ کو اُٹھائے ہوئے ہوگا، بوجھ اٹھانے میں کوئی اس کے ساتھ شامل نہ ہوگا۔

تفسیر آیت:34

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے: اس آیت کریمہ میں غیب کی ان کنجیوں کا ذکر ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے

---

① تفسیر الطبری :104/21.

صرف اپنے ہی پاس رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی کو ان کا علم نہیں ہو سکتا، مثلاً: قیامت کے وقت کا علم نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی ملک مقرب کو معلوم ہے۔ ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ ۚ﴾ (الأعراف 187:7) ”وہی اسے اس کے وقت ہی پر ظاہر کرے گا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب نازل ہوگی لیکن جب اس کے بارے میں حکم دے دیا جاتا ہے تو ان فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے جن کی بارش کے نظام کے بارے میں ڈیوٹی لگائی گئی ہے یا اسے معلوم ہو جاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ جسے بتانا چاہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ حاملہ کے پیٹ میں کیا پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس کے نر یا مادہ، بدبخت یا خوش بخت ہونے کے بارے میں حکم دے دیتا ہے تو ان فرشتوں کو علم ہو جاتا ہے جو اسی نظام کے ساتھ متعین ہیں یا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے معلوم کروا دے۔ اسی طرح کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل اپنی دنیا یا آخرت میں کیا کام کرے گا، ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ﴾ ”اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔“ اپنے شہر میں مرے گا یا اللہ تعالیٰ کی زمین کے کسی دوسرے شہر میں اسے موت آئے گی، کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ اس آیت سے مشابہ ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (الأنعام 59:6) ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی گیلی یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ حدیث میں مذکورہ بالا پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

غیب کی کنجیاں: امام احمد رحمہ اللہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾﴾] ”پانچ چیزیں ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ”یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رحموں (ماؤں کے پیٹوں) میں ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔“① حدیث کی سند صحیح ہے مگر دیگر ائمہ نے اسے بیان نہیں کیا۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ

---

① مسند أحمد: 353/5.

﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾]

’’غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ’’بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو پیٹوں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔‘‘ ① اس حدیث کو امام مسلم نے تو نہیں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں روایت کیا ہے۔ ② اور انھوں نے کتاب التفسیر میں اسے ایک دوسرے طریق سے بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ﴾] ’’غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ’’بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔‘‘ ③ اس حدیث کو بیان کرنے میں (کتب ستہ کے مصنفین میں سے) امام بخاری رحمہ اللہ اکیلے ہیں۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایمان کی تعریف: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے (باہر بیٹھے ہوئے) تھے کہ ایک آدمی چلتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[اَلْإِيمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: اَلْإِسْلَامُ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: اَلْإِحْسَانُ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، فِي خَمْسٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ﴾ …… فَقَالَ: رُدُّوهُ عَلَيَّ…… هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ]

’’ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور آخرت میں (دوبارہ جی) اُٹھنے پر بھی ایمان لاؤ، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو، فرض زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح

---

① مسند أحمد :24/2. ② صحيح البخاري، الاستسقاء، باب : لا يدرى متى يجيء المطر……، حديث :1039 .

③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله : ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ﴾ (لقمٰن 31:34)، حديث :4778 .

عبادت کرو، گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو وہ تمھیں ضرور دیکھ رہا ہے، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے یہ سوال پوچھا گیا ہے، اسے اس کے بارے میں سوال پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے لیکن میں تم سے کچھ علامات قیامت ضرور بیان کر دیتا ہوں (مثلاً) جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دینے لگے تو یہ قیات کی علامات میں سے ہے، اور جب برہنہ پاؤں اور عریاں جسم والے، لوگوں کے سردار ہوں گے تو یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قیامت کا علم تو ان پانچ باتوں میں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ...... ﴾ الآیۃ (پھر وہ شخص چلا گیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس واپس بلاؤ، (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسے واپس بلانا چاہا تو دیکھا کہ وہاں کوئی شخص بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا:) یہ جبریل علیہ السلام تھے اور اس لیے آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں۔''① اور اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الإیمان میں بھی روایت کیا ہے، نیز امام مسلم نے اسے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔② ہم نے اس حدیث کے بارے میں صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں گفتگو کی ہے اور وہاں اس سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی وہ مفصل روایت بھی بیان کی ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ کچھ ایسی اشیاء ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے اور کسی بھی ملک مقرب یا نبی مرسل کو ان کے بارے میں مطلع نہیں فرمایا، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾ ''یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔'' کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال کے کس مہینے میں آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو،④ ﴿ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ ﴾ ''اور وہی مینہ برساتا ہے۔'' کسی کو علم نہیں کہ بارش کب آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو، ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ ﴾ ''اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے'' اس کے سوا حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ نر ہے یا مادہ، سرخ ہے یا سیاہ یا وہ کیا ہے، ﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ ﴾ ''اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔'' وہ نہیں جانتا کہ اچھا کام کرے گا یا برا۔ اے ابن آدم! تجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تو کب مرے گا، شاید تو کل ہی مر جائے، شاید تجھے کل کوئی تکلیف پہنچے، تجھے ان باتوں کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے، ﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔'' کوئی انسان نہیں جانتا کہ اسے کہاں موت آئے گی، زمین میں اس کی قبر کہاں بنے گی،

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾ (لقمٰن 31:34)، حدیث: 4777. ② صحيح البخاری، الإيمان، باب سؤال جبريل النبی ﷺ عن الإيمان والإسلام......، حديث: 50 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان......، حديث: 8. ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان......، حديث: 8. ④ البتہ حدیث میں جمعے کے دن قیامت واقع ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، دیکھیے صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث: (18)-854 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

بحر میں یا بر میں، کسی میدانی علاقے میں یا پہاڑی علاقے میں۔ ①

انسان جائے وفات تک کیسے پہنچتا ہے؟ اور حدیث میں آیا ہے: [إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ قَبْضَ عَبْدٍ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً] ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی کسی سرزمین میں روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس علاقے سے اس کی کوئی ضرورت وحاجت وابستہ کر دیتا ہے۔'' ② اور حافظ ابوالقاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں، مسند اُسامہ بن زید میں بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے: [(مَا جَعَلَ اللّٰهُ) مِيتَةَ عَبْدٍ بِأَرْضٍ (إِلَّا) جَعَلَ لَهُ بِهَا حَاجَةً] ''اللہ تعالیٰ جس زمین میں بھی اپنے کسی بندے کی موت کو مقرر کر دیتا ہے تو اس زمین میں اس کی کوئی حاجت وضرورت متعین فرما دیتا ہے۔'' ③

سورۂ لقمان کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

---

① تفسیر الطبری:105/21 . ② المستدرك للحاكم، الإيمان:42/1، حديث:127 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر الإخبار بأن الله جل وعلا......:19/14، حديث:6151. ③ المعجم الكبير للطبراني:344/20، حديث:808 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ کے لیے دیکھیے المصنف لعبدالرزاق:457/11، حديث:20996 ومسند أحمد:227/5 عن مَطَر بن عُكامِس ؓ.

تفسیر
سُوْرَۂ سَجْدَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۭ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ

الٓمّٓ ① اس میں کوئی شک نہیں کہ (اس) کتاب کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے ② کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود گھڑ لیا ہے، (نہیں)

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③

بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں ③

سورۂ سجدہ کی فضیلت: امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح کی کتاب الجمعة میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمّٓ، تَنزِيلُ السجدة اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ (الدھر 1:76) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ ① اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ② اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ الٓمّٓ، تنزِيلُ السجدة اور ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (الملك 1:67) پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔ ③ اس حدیث کو صرف امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

تفسیر آیات:1-3

قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں: حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث ہو چکی ہے لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۭ ②﴾ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔“ یعنی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③﴾ ”کیا لوگ کہتے ہیں کہ

---

① صحيح البخاري، الجمعة، باب مايقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة، حديث :891. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب مايقرأ في يوم الجمعة، حديث :880. ③ مسند أحمد :340/3 .

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، اس کے سوا نہ تمھارا

الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ

کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟④ وہی آسمان سے زمین تک (سارے) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر

السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤

ایک دن میں، جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے، وہ (معاملہ) اسی کی طرف چڑھتا ہے⑤ وہ (مدبر ہی) چھپے اور ظاہر

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ⑥

کا جاننے والا، نہایت غالب، خوب رحم کرنے والا ہے⑥

پیغمبر نے اس کو از خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ آپ کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ (سیدھی) راہ پر آ جائیں۔'' یعنی حق کی اتباع کریں۔

تفسیر آیات:6-4

اللہ تعالیٰ ہی خالق اور کائنات کا منتظم ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر قائم ہوا، اس کی تفسیر پہلے بیان کی جا چکی ہے۔①

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ﴾ ''اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔'' بلکہ تمام امور کا وہی مالک ہے، تمام اشیاء کا وہی خالق ہے، تمام اشیاء کا وہی منتظم ہے، تمام اشیاء پر وہی قادر ہے، اس کے سوا مخلوق کا کوئی کارساز نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا بھی نہیں۔ ﴿اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④﴾ ''کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟'' یعنی اس کے سوا غیروں کی پوجا کرنے والو اور اس کے سوا دوسروں پر بھروسا کرنے والو! سن لو وہ ذات پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی نظیر یا شریک یا وزیر یا ہمسر یا عدیل ہو، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پروردگار۔

ارشاد باری ہے: ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ﴾ ''وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے، پھر وہ (کام کا معاملہ) اس کی طرف چڑھتا ہے۔'' یعنی اس کا امر آسمانوں کی بلندیوں سے، ساتویں زمین کی انتہائی پستیوں تک نازل ہوتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○﴾ (الطلاق 65:12) ''اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں، ان میں (اللہ کے) حکم اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے یقیناً ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' اعمال آسمانِ دنیا سے اوپر اس کے دیوان تک پہنچائے جاتے ہیں، زمین سے لے کر آسمان دنیا تک کی مسافت پانچ سو

---

① دیکھیے الأعراف، آیت:54 کے ذیل میں عنوان: ''کائنات کی چھ دن میں تخلیق''

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ

جس نے ہر چیز کو اچھے طریقے سے پیدا کیا، اور اس نے تخلیقِ انسان کی ابتدا مٹی سے کی ⑦ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑧ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

جو ہر (نطفے) سے چلائی⑧ پھر اس (کے اعضاء) کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی، اور اس نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨

بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو⑨

سال کی ہے جبکہ آسمان کی اپنی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ مجاہد، قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ فرشتہ نزول کے وقت پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے اور چڑھنے کے وقت بھی پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے لیکن یہ طویل مسافت وہ چشم زدن میں طے کرلیتا ہے۔① اسی لیے فرمایا: ﴿فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑥﴾ ”ایک دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگی، یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، نہایت غالب، بڑا رحم والا (اللہ) ہے۔“ یعنی وہی ان تمام امور کا منتظم ہے، وہ اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے، جلیل وحقیر اور صغیر وکبیر تمام اعمال اس کی طرف پہنچائے جاتے ہیں، وہ ذات پاک غالب ہے اور اس نے ہر چیز کو مغلوب ومقہور کر رکھا ہے، بندے اور گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ وہ اپنی رحمت میں غالب ہے اور اپنے غلبہ وعزت میں رحم فرمانے والا ہے اور یہی اس ذات پاک کا کمال ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ غالب ہے اور عزت وغلبے کے ساتھ وہ رحیم ہے اور اس کی رحمت کسی کمزوری وناتوانی کے سبب بھی نہیں۔

تفسیر آیات:7-9

تخلیق انسان کے مراحل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی ذات گرامی وہ ہے جس نے ہر چیز کو بے حد خوب صورت انداز میں پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو نہایت مضبوط ومستحکم بنایا ہے۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ”جس نے ہر چیز کو بہت اچھا بنایا جسے اس نے پیدا کیا“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب ہے: ”ہر چیز کی تخلیق کو بہت اچھا بنایا“ گویا انھوں نے اسے مقدم ومؤخر کے قبیل سے بنایا (﴿خَلَقَهٗ﴾ کا مقام ﴿كُلَّ﴾ سے پہلے) ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦﴾ ”اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔“ یعنی اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑧﴾ ”پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔“

---

① تفسیر الطبری:21/110,111.

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩

اوران لوگوں (کافروں) نے کہا: کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم نئی پیدائش میں (ظاہر) ہوں گے؟ (نہیں!) بلکہ وہ تو اپنے رب کی

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ع 1/11/14

ملاقات ہی کے منکر ہیں ⑩ کہہ دیجیے: تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑪

پھر انسانوں میں توالد و تناسل کا سلسلہ اسی نطفے سے جاری ہے جو مرد کی پشت سے اور عورت کے سینے سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ﴾ ’’پھر اس کو درست کیا۔‘‘ یعنی اس نے جب آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو انھیں نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ بنایا۔ ﴿وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ﴾ ’’اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمھارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔‘‘ یعنی عقلیں پیدا فرما دیں۔ ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨﴾ ’’مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو۔‘‘ ان قوتوں کی وجہ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں سرفراز فرمایا ہے۔ وہ انتہائی سعادت منداور خوش بخت انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان قوتوں کو اس کی طاعت و بندگی کے لیے استعمال کرے۔

تفسیر آیات: 11,10

منکرین بعث کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ﴾ ’’کیا جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے؟‘‘ یعنی جب ہمارے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ہمارے جسموں کے ذرے خاک میں بکھر جائیں گے۔ ﴿ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ﴾ ’’تو کیا بلاشبہ ہم از سر نو پیدا ہوں گے؟‘‘ یعنی کیا اس حال کے بعد ہم دوبارہ پیدا ہوں گے؟ وہ اسے بہت بعید سمجھتے تھے، حالانکہ یہ بات ان کی عاجزی و ناتوانی کے حوالے سے تو بعید ہو سکتی ہے مگر اس ذات پاک کے لیے کچھ بعید نہیں جس نے انھیں پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا اور جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩﴾ ’’حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے جانے ہی کے قائل نہیں۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ’’کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمھیں فوت کر لیتا ہے۔‘‘ اس آیت کریمہ سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک معین فرشتہ ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جسے سورۂ ابراہیم کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔① بعض آثار میں اس معین فرشتے کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے اور مشہور بات بھی یہی ہے کہ اس فرشتے کا نام عزرائیل ہے۔② امام قتادہ اور دیگر کئی

---

① دیکھیے إبراهيم، آیت : 27 کے ذیل میں، عنوان: ’’مومن کی دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی‘‘ ② كتاب العظمة للأصفهاني، صفة ملك الموت……:909,908/3، حدیث:443 والديباج على صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسى عليه السلام، تحت الحديث:(157)-2372 لیکن مرفوع صحیح حدیثوں میں اس فرشتے کو ملک الموت ہی کہا گیا ہے جبکہ عزرائیل کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

اور کاش! آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے (پیش) ہوں گے، (وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

لیا، لہٰذا ہمیں واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں⑫ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے، اور

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ

لیکن میری طرف سے بات ثابت ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا⑬ پس تم (عذاب) چکھو اس لیے کہ تم نے اپنے

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭

اس دن کی ملاقات بھلائے رکھی، بے شک (آج) ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا، اور جو (برے) عمل تم کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم ہمیشہ کا عذاب چکھو⑭

ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ اس فرشتے کے بہت سے معاون فرشتے بھی ہیں۔① حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ ملک الموت کے معاونین سارے جسم سے روحوں کو کھینچ لیتے ہیں حتی کہ روح جب گلے میں آجاتی ہے تو ملک الموت اسے پکڑ لیتا ہے۔② امام مجاہد کہتے ہیں کہ ملک الموت کے لیے زمین کو اس طرح سمیٹا گیا ہے جیسے وہ ایک تھال ہو اور وہ جب چاہے اس میں سے روح کو قبض کر لیتا ہے۔③ ﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ﴾ ’’پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن جب تمھیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تاکہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

تفسیر آیات: 12-14

روز قیامت مشرکین کا برا حال: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مشرکین کے حال و قال کو بیان فرمایا ہے کہ جب وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کو دیکھیں گے اور اللہ عزوجل کے سامنے حقیر و فقیر، ذلیل و رسوا اور خجالت و شرمندگی کی وجہ سے سر جھکا کر کھڑے ہوں گے تو کہیں گے: ﴿ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا ﴾ ’’اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔‘‘ یعنی ہم اب آپ کی بات سنیں گے اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ (مریم 38:19) ’’وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!‘‘ اسی طرح جب وہ جہنم رسید ہوں گے تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ ﴾ (الملك 10:67) ’’(اور کہیں گے) اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔‘‘ اسی طرح یہ لوگ بھی کہیں گے: ﴿ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا ﴾ ’’اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے۔‘‘ یعنی دنیا میں۔ ﴿ نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ ﴾ ’’(تاکہ) ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔‘‘

یعنی ہم نے دیکھ لیا اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تیرا وعدہ سچا ہے، تیری ملاقات برحق ہے اور رب تعالیٰ کو تو معلوم ہو گا کہ اگر

---

① تفسیر الطبری:118,117/21. ② حسب ذیل حوالے میں اس کا کچھ اشارہ ملتا ہے المصنف لعبد الرزاق:581/3، حدیث:6737. ③ کتاب العظمة للأصفهاني:893/3 ، حديث:433 وتفسير الطبري:118/21.

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ

ہماری آیتوں پر تو صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور وہ اپنے رب کی

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ⑮ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز

السجدۃ 9

حمد کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے ⑮ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ

پکارتے ہیں، اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ⑯ پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لیے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰

آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں ⑰

وہ انھیں دوبارہ دنیا میں لوٹا بھی دے تو وہ اسی طرح کافر ہوں گے جیسے پہلے کافر تھے، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کریں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:27) ”اور اگر آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (دوزخ کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط ﴾ (یونس 10:99) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔“ ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬ ﴾ ”اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور بھروں گا۔“ یعنی جنوں اور انسانوں کی دونوں جماعتوں سے کچھ لوگ جہنم رسید ہوں گے اور جہنم میں جانے سے کوئی انھیں بچا نہ سکے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی صفات کاملہ کے واسطے سے جہنم سے پناہ چاہتے ہیں۔ ﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ج ﴾ ”سو (اب آگ کے مزے) چکھو، اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔“ یعنی دوزخیوں کو سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ اس عذاب کا مزا چکھو کیونکہ تم اس دن کی تکذیب کرتے تھے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے اور تم نے اس دن کو بھلا رکھا تھا۔ ﴿ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ ﴾ ”بے شک (آج) ہم نے تمھیں بھلا دیا ہے۔“ یعنی تم سے اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تو بھولنے سے پاک ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، لہٰذا یہ مقابلہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ (الجاثية 45:34) ”جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا، اسی طرح آج ہم تمھیں بھلا دیں گے۔“

﴿ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭ ﴾ ’’اور جو کام تم کرتے تھے اس کی وجہ سے ہمیشہ کے عذاب (کے مزے) چکھتے رہو۔‘‘ یعنی اپنے کفر وتکذیب کے سبب اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے مزے چکھو، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی فرمایا ہے: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۙ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۙ جَزَآءً وِّفَاقًا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ ﴾ (النبا 78:24-30) ’’وہاں نہ ٹھنڈک (کا مزہ) چکھیں گے نہ کوئی مشروب مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (یہ) بدلہ ہے پورا پورا، یہ لوگ حساب (آخرت) کی امید ہی نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو ہر طرح جھٹلاتے رہتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے، پس (اب مزہ) چکھو، سو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔‘‘

تفسیر آیات:15-17

اہل ایمان کا حال اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ’’ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔‘‘ یعنی ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا ﴾ ’’جب ان کو ان آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں۔‘‘ یعنی انھیں سنتے اور قولی و عملی طور پر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ⑮ ﴾ ’’اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔‘‘ یعنی آیات کی اتباع و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے جیسا کہ جاہل، کافر اور فاجر لوگ کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:60) ’’جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ ’’ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ رات کو نیند ترک کر کے قیام کرتے ہیں۔ امام مجاہد اور حسن بصری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کا قیام ہے۔① امام ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے نماز عشا اور نماز فجر با جماعت ادا کرنا مراد ہے۔ ﴿ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز ﴾ ’’وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اجر و ثواب کی امید سے۔ ﴿ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ ﴾ ’’اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ اپنے تک محدود اور دوسروں سے متعلق ہر طرح کے اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں، ان پاکباز و پاک نہاد لوگوں میں سب سے مقدم دنیا و آخرت میں ان کے سید اور قابلِ فخر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، راستے میں چلتے چلتے ایک دن میں آپ کے بہت قریب ہو گیا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مجھے ایک ایسا عمل بتا دیں جو جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے، آپ نے فرمایا:

[لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَّإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَّتُقِيمُ

---

① تفسیر الطبری: 122/21.

الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰﴾ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ، وَعَمُودِهٖ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟ فَقُلْتُ لَهٗ: بَلٰى ، يَانَبِيَّ اللّٰهِ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهٖ، فَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَامُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ- أَوْقَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ- إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ]

”تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن اس کے لیے بہت آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان بنا دے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے نیکی کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور رات کو آدمی کا نماز ادا کرنا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰﴾ ”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نفس اسے نہیں جانتا جو (بطور) ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے“ پھر فرمایا: کیا میں تجھے اصل معاملہ، اس کے ستونوں اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کے قِوام و بنیاد کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا، پھر فرمایا: اپنی اس زبان کو قابو میں رکھ، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم جو گفتگو کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، یہ زبانوں کی لغو اور لا یعنی باتیں ہی تو ہوں گی جو لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرا دیں گی۔“ ① اسے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی سنن میں بیان کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ②

---

① مسند أحمد: 231/5. ② جامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، حدیث: 2616 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ......﴾: 428/6، حدیث: 11394 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، حدیث: 3973.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑰﴾ ’’پس کوئی متنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔‘‘ یعنی کوئی شخص ان چیزوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو بہشتوں میں ان کے لیے ابدی و سرمدی نعمتوں کی صورت میں چھپا کر رکھی گئی ہیں اور ان زبردست لذتوں کی شکل میں جن سے کوئی مطلع نہیں ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح ان لوگوں نے نیک اعمال چھپ چھپ کر کیے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لیے ایسی نعمتوں کو چھپا رکھا ہے جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔①

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَّأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ] ’’اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (ایسی ایسی) نعمتیں تیار کی ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔‘‘ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ ’’پس کوئی متنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔‘‘② اسے امام مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔③

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: [وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِّنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ] ’’اور جو تمھیں معلوم کروایا گیا ہے اس کے علاوہ ذخیرہ (نعمت) کے متعلق کسی دل میں تصور تک نہیں آیا۔‘‘④ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ، لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ، فِي الْجَنَّةِ مَا لَا عَيْنٌ رَّأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ] ’’جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ناز و نعم میں ہوگا اور کبھی بدحال نہ ہوگا، اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہ ہوں گے، اس کا شباب کبھی ختم نہ ہوگا، جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔‘‘⑤ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3107/9. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ (السجدة 32:17)، حدیث: 4779. ③ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب صفة الجنة، حدیث: 2824 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة السجدة، حدیث: 3197. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ (السجدة 32:17)، حدیث: 4780 وصحیح مسلم، الجنة وصفة......، باب صفة الجنة، حدیث: 2824. ⑤ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب فی دوام نعیم أهل الجنة......، حدیث: 2836 ومسند أحمد: 370/2 واللفظ له.

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کیا پھر مومن ایسے ہو سکتا ہے جیسے فاسق، وہ (کبھی) برابر نہیں ہو سکتے ⑱ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کے

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑲ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

لیے رہنے کے باغات ہیں، ان اعمال کے بدلے میں مہمانی ہے جو وہ کیا کرتے تھے ⑲ اور لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا

كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ

آگ ہے، جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ وہ اس سے نکلیں تو انھیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ⑳ اور ہم (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے انھیں (دنیا کا) چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے شاید وہ (ہماری

یَرْجِعُوْنَ ㉑ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ

طرف) رجوع کریں ㉑ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے

2 ع 11 15 الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ㉒ ع

اعراض کیا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ㉒

تفسیر آیات: 18-22

مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت فیصلہ فرماتے ہوئے اس شخص کو جو اس کی آیات پر ایمان رکھتا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا تھا، اس کے برابر قرار نہیں دے گا جو فاسق، یعنی اپنے رب کی اطاعت سے خارج اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلاتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ ﴾ (الجاثیۃ 21:45) ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ یہ جو فیصلے کرتے ہیں برے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ ﴾ (صٓ 28:38) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“

اور فرمایا: ﴿ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۝ ﴾ (الحشر 20:59) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ⑱ ﴾ ”سو بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ عطاء بن یسار اور سدی وغیرہ سے روایت

ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابوطالب اور عقبہ بن ابومُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔① اسی لیے ان دونوں کے بارے میں الگ الگ فیصلہ فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ”لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی ان کے دلوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کی، پھر ان کے تقاضوں کے مطابق انھوں نے عمل بھی کیے۔ ﴿ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ﴾ ”تو ان (کے رہنے) کے لیے باغ ہیں۔“ ان میں ان کی رہائش گاہیں، محلات اور بلند و بالا کمرے ہیں، یعنی ضیافت وکرامت ﴿ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲ ﴾ ”ان کے کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا ﴾ ”اور لیکن جنھوں نے نافرمانی کی۔“ یعنی جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت ترک کر دی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ ﴾ (الحج 22:22) ”جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ سے دوزخ) سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔“ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہاتھ بندھے ہوں گے، پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی، اوپر جہنم کی آگ کے شعلے ہوں گے، فرشتے انھیں ہتھوڑے مار رہے ہوں گے۔② ﴿ وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳ ﴾ ”اور ان سے کہا جائے گا کہ جس آتش (دوزخ) کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے (اسے) چکھو۔“ یعنی زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر یہ کہا جائے گا۔ اور فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ ﴾ ”اور ہم ان کو ضرور قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب (کا بھی مزہ) چکھائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب دنیا سے مراد دنیا کے مصائب، بیماریاں، آفتیں اور وہ آزمائشیں مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مبتلا کرتا رہتا ہے تاکہ وہ اس کے حضور توبہ کرلیں۔③ اُبَیّ بن کعب، ابو العالیہ، حسن، ابراہیم نخعی، ضحاک، علقمہ، عطیہ، مجاہد، قتادہ، عبدالکریم جزری اور خصیف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔④

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ ﴾ ”اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ اس سے اعراض کرے!“ یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ساتھ نصیحت کی ہو اور انھیں اس کے سامنے واضح طور پر بیان فرما دیا ہو لیکن اس نے انھیں ترک کر دیا، ان کا انکار کر دیا، اس سے اعراض کیا اور انھیں بھلا دیا ہو، گویا وہ انھیں جانتا ہی نہ ہو۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہ کرو کیونکہ جو اس کے ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ بہت زیادہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے، شدید محتاجی کو اختیار کر لیتا ہے اور بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو

---

① تفسیر الطبری: 129/21. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2482/8. ③ تفسیر الطبری: 130/21. ④ تفسیر الطبری: 131,130/21.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ

اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس (اے نبی!) آپ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ رہیں، اور ہم نے اس (تورات) کو بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ۝23ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

کے لیے ہدایت بنایا ㉓ اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں کچھ ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری

يُوْقِنُوْنَ ۝24 اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝25

آیات پر یقین رکھتے تھے ㉔ بلاشبہ آپ کا رب ہی روز قیامت ان کے مابین اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ㉕

سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝22﴾ ”یقیناً ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔“ یعنی جو لوگ ایسا کریں گے ہم ان سے شدید انتقام لیں گے۔

تفسیر آیات: 25-23

موسیٰ کی کتاب اور بنی اسرائیل کی امامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو کتاب، یعنی تورات عطا فرمائی تھی۔ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾ ”تو تم ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شب معراج کی ملاقات ہے۔① پھر انھوں نے ابوالعالیہ رِیاحی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھ سے تمھارے نبی کے برادر عم زاد، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسٰى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسٰى رَجُلًا مَّرْبُوعًا مَّرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾] ”معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ گندمی رنگ، طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ میانے قد، سرخ وسفید رنگت اور لمبے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا۔“ اسی طرح آپ نے اور بھی بہت سی نشانیوں کا ذکر فرمایا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائی تھیں۔ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾ ”تو ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا۔“② بے شک آپ نے موسیٰ کو دیکھا اور معراج کی رات آپ نے موسیٰ سے ملاقات کی تھی۔③

اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنٰهُ﴾ ”اور ہم نے اس کو بنایا۔“ یعنی اس کتاب کو جو ہم نے موسیٰ کو عطا فرمائی تھی۔ ﴿هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝23ۚ﴾ ”بنی اسرائیل کے لیے ذریعہ ہدایت۔“ جیسا کہ اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ۭ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 2:17) ”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا یہ کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔“

---

① تفسیر الطبری:135/21. ② صحیح البخاری، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمین والملائكة......، حدیث: 3239 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول اللهﷺ، حدیث:165. ③ تفسیر الطبری:135/21.

اَوَ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا ان پر واضح نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر دیں جن کے گھروں میں (اب) وہ چلتے پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں عظیم

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ㉖ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

نشانیاں ہیں، کیا پھر وہ سنتے نہیں ㉖ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے

الثلثة

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ㉗

کھیتی نکالتے ہیں، اس سے ان کے چوپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں، کیا پھر وہ دیکھتے نہیں ㉗

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ㉔﴾ ''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔'' یعنی جب وہ صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے، اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرتے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے اور پیغمبر جس دین و شریعت کو لائے تھے اس کی اتباع کرتے رہے تو ان میں سے پیشوا بھی بنا دیے گئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کی ہدایت کرتے، خیر و بھلائی کی دعوت دیتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے، پھر جب انھوں نے دین میں تبدیلی کر دی، اس میں تحریف کر دی اور اس میں تاویل شروع کر دی تو ان سے یہ مقام سلب ہو گیا، ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ کلمات کو اپنی جگہ سے بدلنے لگے۔ پس نہ ان کا عمل صالح رہا اور نہ عقیدہ صحیح، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ﴾ ''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا۔'' امام قتادہ اور سفیان فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا سے صبر کر لیا تھا۔①

اسی طرح حسن بن صالح کا بھی یہی قول ہے۔ امام سفیان کا قول ہے کہ یہ لوگ اسی طرح تھے اور کوئی شخص اس وقت تک امام اور مقتدا بن نہیں سکتا جب تک وہ دنیا سے صرفِ نظر نہ کر لے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ (الجاثیة 17,16:45) ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں اور اہل عالم پر فضیلت دی اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطا کیں، پس انھوں نے جو بھی اختلاف کیا علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد سے کیا، بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے فیصلہ فرمائے گا۔'' جیسا کہ یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

---

① تفسیر الطبری:136/21.

﴿ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ㉕ ’’بلاشبہ آپ کا پروردگار جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان میں قیامت کے روز فیصلہ فرمائے گا۔‘‘ یعنی جن اعتقادات و اعمال میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر آیات: 27,26

سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو: اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو اس سے ہدایت نہیں ہوئی کہ اس نے انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں، ان کے پیش کردہ سیدھے رستوں کی مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کر دیا تھا، ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا بلکہ ان لوگوں کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ ﴿ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ ﴾ (مریم 98:19) ’’بھلا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہیں؟‘‘ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ ﴾ ’’جن کی رہائش گاہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔‘‘ یعنی یہ تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے مقامات سکونت میں چلتے پھرتے ہیں جنھوں نے تکذیب کی تھی مگر وہ ان مقامات میں رہنے والوں میں سے اب کسی کو نہیں دیکھتے، وہ یہاں سے چل بسے ہیں۔ ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ ﴾ (الأعراف 92:7) ’’گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ ﴾ (النمل 52:27) ’’تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ ﴾ (الحج 46,45:22) ’’پس بہت سی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے تباہ کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھیں، سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور بہت سے کنویں بے کار اور بہت سے محل ویران پڑے ہیں، تو کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ پس بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔‘‘

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ ﴾ ’’بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں۔‘‘ یعنی ان لوگوں کے چل بسنے، ان کے تباہ و برباد ہو جانے اور انبیاء کی تکذیب کے سبب ان پر نازل ہونے والے عذابوں میں اور حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے والوں میں نشانیاں ہیں، عبرتیں، نصیحتیں اور بہت قوی دلائل ہیں۔ ﴿ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ ㉖ ’’تو کیا یہ سنتے نہیں؟‘‘ یعنی سابقہ لوگوں کے حالات اور یہ بات کہ ان پر کیا گزری تھی!

مردہ زمین کی شادابی بعث بعد الموت کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ ﴾ ’’کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اپنے اس لطف و احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ آسمان یا بادل سے پانی نازل فرماتا ہے۔ یہی پانی نہروں میں ہوتا ہے اور یہی پانی

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉘ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ فیصلہ کب ہوگا؟ ㉘ کہہ دیجیے: فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا

اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ㉙ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ㉚ ع

3 ع 8 16

اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی ㉙ چنانچہ آپ ان سے اعراض کریں، اور انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ㉚

پہاڑوں سے میدانی علاقوں میں پہنچ جاتا ہے، پھر اس سے بوقت ضرورت زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ﴾ ”بنجر زمین کی طرف۔“ یعنی وہ زمین جس میں کوئی نباتات نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ؕ﴾ (الكهف 8:18) ”اور بلاشبہ یقیناً ہم جو چیز زمین پر ہے، اس کو (نابود کر کے) بنجر میدان کر دیں گے۔“ یعنی ایسا خشک میدان جس میں کوئی چیز نہ اگے، اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ㉗﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۝ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ۙ﴾ (عبس 25,24:80) ”تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ㉗﴾ ”تو کیا یہ دیکھتے نہیں؟“

تفسیر آیات: 28-30

کفار کا عذاب کے لیے جلدی کرنا اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے اور وہ جلد غضب و عقاب الٰہی میں مبتلا ہو جائیں، یہ اس لیے کہ دراصل وہ عذاب الٰہی کے منکر تھے اور از راہ تکذیب و مخالفت ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ ہمارے خلاف کب فتح پائیں گے؟ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کا انتقام لے گا تو یہ بتائیں کہ ایسا کب ہوگا۔ ہم تو آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے ہیں کہ عاجزی و درماندگی کے ساتھ چھپ چھپ کر رہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن۔“ یعنی جب دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہوگا۔ ﴿لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ㉙﴾ ”کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (المؤمن 84,83:40) ”پھر جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں

لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا، سو جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے ہم نے انکار کیا۔''

جو شخص یہ کہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا اور فاش غلطی کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن تو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کردہ لوگوں کے اسلام کو قبول فرما لیا تھا جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اگر اس آیت سے فتح مکہ مراد ہوتی تو آپ ان کے اسلام کو قبول نہ فرماتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ㉙﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔'' یہاں فتح کا لفظ فیصلہ کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○﴾ (الشعرآء 118:26) ''تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ○﴾ (سبا 26:34) ''کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، بڑے علم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ○ۙ﴾ (إبراهیم 15:14) ''اور انھوں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی اور ہر سرکش، ضدی نامراد رہ گیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۚۛ﴾ (البقرۃ 89:2) ''اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ۚ﴾ (الأنفال 19:8) ''(کافرو) اگر تم فتح چاہتے ہو تو یقیناً تمھارے پاس فتح آ چکی۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ㉚﴾ ''تو آپ ان سے اعراض کریں اور انتظار فرمائیں، یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔'' یعنی آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو نازل کیا گیا اسے پہنچا دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ○﴾ (الأنعام 106:6) ''جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کشی کریں۔'' یعنی انتظار کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے بہر صورت پورا فرمائے گا اور مخالفین کے مقابلے میں آپ کو فتح و نصرت سے نوازے گا کیونکہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ㉚﴾ ''بے شک یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔'' یعنی آپ انتظار کر رہے ہیں اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ○﴾ (الطور 30:52) ''کیا کافر کہتے ہیں: (یہ) شاعر؟ ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔'' ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کے پہنچانے کے لیے اٹھائی گئی مشقتوں پر صبر کے صلے میں آپ نصرت و تائید باری تعالیٰ سے شاد کام ہوں گے اور آپ کے اور آپ کے صحابۂ

کرام کے بارے میں یہ لوگ جس چیز کے منتظر ہیں عذاب الٰہی کی صورت میں یہ خود اس سے دوچار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر تباہی و بربادی آ کر رہے گی۔ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

سورۂ سجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر
سُوْرَۂ اَحْزَاب

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ①

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے، اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ① اور اس کی

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ② وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

اتباع کیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ② اور آپ اللہ پر توکل

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

کیجیے، اور اللہ بطور کارساز کافی ہے ③

تفسیر آیات: 3-1

اللہ تعالیٰ پر توکل اور کفار کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم: یہ اعلیٰ کے ذریعے سے ادنیٰ کو تنبیہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اپنے عبد و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے تو دوسروں کے لیے، جو یقیناً آپ سے ادنیٰ ہیں، اس حکم کی پابندی بطریق اولیٰ لازم ہوگی، طلق بن حبیب کا قول ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی کو ترک کر دیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ﴾ ”اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کافروں اور منافقوں کی نہ بات سنیں اور نہ ان سے مشورہ کریں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ①﴾ ”بے شک اللہ جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ ذات پاک ہی مستحق ہے کہ آپ اس کی اطاعت کریں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کریں۔ وہ ذات پاک تمام امور کے انجام سے خوب باخبر ہے اور اپنے تمام اقوال و افعال میں حکیم و دانا ہے، اسی لیے اس

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 98/1.

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہو، انھیں اس (اللہ) نے تمھاری مائیں نہیں بنایا، اور نہ اس نے

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ

تمھارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمھارے (حقیقی) بیٹے بنایا ہے، یہ تو تمھارے اپنے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق (بات) کہتا ہے، اور وہی

وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

(سیدھے) راستے کی ہدایت دیتا ہے④ ان (لے پالکوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے پکارو، اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے، پھر

فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

اگر تمھیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں، اور اس معاملے میں تم بھول چوک جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ⑤

اور لیکن تمھارے دل جس بات کا عزم کر لیں (تو وہ گناہ ہے)، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے⑤

نے فرمایا ہے: ﴿ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ ﴾ ”اور جو (کتاب) آپ کو آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اس کی پیروی کیے جانا۔“ یعنی قرآن وسنت کی پیروی کرنا، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ② ﴾ ”بے شک اللہ تمھارے سب عملوں سے خوب خبردار ہے۔“ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، لہٰذا اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں اس کی ذات پاک پر بھروسا کریں۔ ﴿ وَّكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ③ ﴾ ”اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اور اس کی طرف رجوع کرے تو وہ اس کے لیے کارساز کافی ہے۔

تفسیر آیات :5,4

منہ بولے بیٹے کی رسم کا اِبطال: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں معنوی مقصود بیان فرمانے سے قبل تمہید باندھتے ہوئے ایک معروف اور حسی چیز کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس طرح ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے، اسی طرح کسی کی بیوی جسے وہ ظِہار کے طور پر أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ”تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے“ کہہ دے، اس کی ماں نہیں ہو سکتی اور اسی طرح لے پالک جسے وہ بیٹا بنا لے، اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ ﴾ ”اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمھاری بیویوں کو جن سے تم ظِہار کرتے ہو، تمھاری مائیں بنایا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ ﴾ (المجادلة 2:58) ”وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنا ہے۔“ ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ﴾ ”اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔“ نفی سے یہی بات مقصود ہے۔ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نبیِ کریم ﷺ نے انھیں نبوت سے پہلے اپنا مُتَبَنّٰی بنا لیا تھا جس کی وجہ سے انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا

کہ اس الحاق اور اس نسبت کو ختم کر دیا جائے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ﴾ ''اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔'' جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کے درمیان میں فرمایا: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب 40:33) ''محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ ﴾ ''یہ (سب) تمھارے مونہوں کی باتیں ہیں۔'' یعنی تمھارا اپنے لے پالک کو بیٹا قرار دینا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ حقیقی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو کسی دوسرے شخص کی پشت سے پیدا ہوا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے دو باپ ہوں جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ کسی انسان کے دو دل ہوں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ ﴾ ''اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی (سیدھے) رستے کی رہنمائی کرتا ہے۔'' سعید بن جبیر کا قول ہے کہ سچی بات سے مراد عدل وانصاف پر مبنی بات ہے۔ اور قتادہ کا قول ہے کہ سیدھے رستے سے مراد صراط مستقیم ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حسن اور زہیر کے واسطے سے قابوس بن ابوظبیان سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ ﴾ کے کیا معنی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے ایک بات کو محسوس فرما لیا، منافقوں نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپ کے دو دل ہیں ایک دل تمھارے ساتھ ہے اور ایک دل ان کے ساتھ ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ ﴾ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔''① اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔② ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے بھی اسے بروایت زہیر اسی طرح بیان کیا ہے۔③

متبنّٰی کو اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ ''(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔'' ابتدائے اسلام میں لے پالکوں کی بطور بیٹا اجنبی کی طرف نسبت کرنے کا جواز تھا، اس آیت کریمہ میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کے نسب کو ان کے اپنے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا جائے، یہی بات عدل وانصاف اور نیکی وتقویٰ پر مبنی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہم زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا کرتے تھے حتی کہ قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ

---

① مسند أحمد: 268،267/1، اس کی سند ضعیف ہے۔ ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3199. ③ تفسير الطبري: 142/21 و تفسير ابن أبي حاتم: 3112/9.

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ ''(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔''① اور اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔② محرمات کے ساتھ خلوت اور دیگر تمام امور میں وہ ان کے ساتھ بیٹوں جیسا معاملہ ہی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے سہلہ بنت سہیل زوجۂ حضرت ابوحذیفہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم سالم کو بیٹا کہہ کر بلایا کرتے تھے مگر اب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرما دیا ہے اور اب جب وہ میرے پاس آتا ہے تو میں دیکھتی ہوں کہ ابوحذیفہ اسے ناگوار محسوس کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ] ''تم اسے دودھ پلا دو، اس سے تم اس کے لیے حرام ہو جاؤ گی۔''③

اور اللہ تعالیٰ نے جب متبنّٰی کے حکم کو منسوخ کر دیا تو متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کو بھی جائز قرار دے دیا اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ ؓ کی مطلقہ بیوی زینب بنت جحش ؓ سے نکاح فرما لیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط ﴾ (الأحزاب 37:33) ''تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے) کے بارے میں جب وہ (لے پالک) ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔'' اور آیت تحریم میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ ﴾ (النسآء 23:4) ''اور تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔)'' یہ وضاحت کر کے کہ تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں، اس بات سے احتراز کیا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کر سکتے ہو کیونکہ وہ تمھاری صلب سے نہیں ہے جبکہ رضاعی بیٹے کو شرعاً صلبی بیٹے کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔④ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: [حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ] ''ان رضاعی رشتوں کو بھی حرام قرار دو جو نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں۔''⑤

یاد رہے! کسی دوسرے کے بچے کو عزت اور پیار سے بیٹا کہنے کی اس آیت میں ممانعت نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور ترمذی کے سوا دیگر اہل سنن نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں، یعنی بنی

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ (الأحزاب 5:33)، حديث: 4782.

② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل زيد بن حارثة......، حديث: 2425 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3209 والسنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ﴾ : 429/6، حديث: 11397. ③ صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين......، حديث: 5088 وصحيح مسلم، الرضاع، باب رضاعة الكبير، حديث: (27)-1453 عن عائشة ؓ واللفظ له. ④ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ حضرت عائشہ ؓ کا کلام ہے، البتہ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی یوں ہے: [اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ] ''رضاعت کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام ہیں جنھیں ولادت نے حرام قرار دیا ہے۔'' دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 5099 وصحيح مسلم، حديث: 1444 عن عائشة ؓ. ⑤ صحيح البخاري، النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها، حديث: 5111 وصحيح مسلم، الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، حديث: (4)-1445 عن عائشة ؓ.

عبدالمطلب کے کچھ لڑکوں کو رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات اپنی گدھیوں پر سوار کر کے پہلے بھیج دیا، بھیجتے وقت آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ ہتھیلیاں مار رہے تھے اور فرما رہے تھے: [أُبَيْنِيَّ! لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ] ”اے میرے چھوٹے بیٹو! جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے جمرات کو کنکریاں نہ مارنا۔“① ابو عبید وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ [أُبَيْنِيَّ] آیا ہے، یہ بَنِيَّ کی تصغیر ہے۔② اور یہ مذکورہ مسئلے پر واضح دلیل ہے، اس لیے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع 10 ہجری کا ہے اور ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ﴾ ”(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو۔“ یہ آیت کریمہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو غزوۂ موتہ میں 8 ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے [یَا بُنَيَّ] ”اے میرے بیٹے!“③ کہہ کر مخاطب فرمایا۔ اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔④

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ ؕ﴾ ”پس اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو بشرطیکہ وہ معلوم ہوں اور اگر وہ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔ یعنی اگر ان کا نسب معلوم نہ ہو تو اس کے بجائے وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ”آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں“ آپ نے یہ بات اس دن فرمائی جب آپ عمرۃ القضاء کے سال مکہ سے نکلے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آپ کو پیچھے سے اے چچا جان! اے چچا جان! کہہ کر آواز دی تھی اور اس بچی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو تو آپ نے بچی کو اٹھا لیا اور اسی بچی کا کفیل بننے کے بارے میں حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ، یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے۔ یہ دلائل سننے کے بعد نبی ﷺ نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: [اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ] ”خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي] ”شکل وصورت اور اخلاق

---

① مسند أحمد: 234/1 وسنن أبي داود، المناسك، باب التعجيل من جمع، حديث: 1940 وسنن النسائي، مناسك الحج، باب النهي عن جمرة العقبة قبل طلوع الشمس، حديث: 3066 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب من تقدم من جمع……، حديث: 3025. ② دیکھیے لسان العرب: 91/14. ابو عبیدہ کہتے ہیں: هُوَ تَصْغِيرُ بَنِيَّ جَمْعُ ابْنٍ مُضَافًا إِلَى النَّفْسِ. ”أُبَيْنِيَّ بَنِيَّ کی تصغیر ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے اور ابن کی جمع ہے۔“ ③ صحیح مسلم، الآداب، باب جواز قوله لغير ابنه: يا بني!……، حديث: 2151. ④ سنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يقول لابن غيره: يا بني! حديث: 4964 وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في يا بني! حديث: 2831.

میں تم میرے مشابہ ہو۔'' اور حضرت زید ؓ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔''①

اس حدیث سے بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں جن میں سب سے احسن حکم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا، پھر ان جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک کو خوش بھی کر دیا اور زید ؓ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ ﴾ ''تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ ﴾ ''اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو، اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔'' یعنی جب پوری کوشش کرنے کے باوجود غلطی سے بعض کو غیر حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس طرح دعا کر لیا کرو: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ ﴾ (البقرة 2:286) ''اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔'' صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [قَدْ فَعَلْتُ] ''یقیناً میں نے ایسا کر دیا۔'' یعنی معاف کر دیا۔②

اور صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ] ''جب کوئی حاکم فیصلہ کرنے میں خوب کوشش و اجتہاد کرے، پھر وہ حق کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش کرے، پھر اسے غلطی لگے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔''③ اور دوسری حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِيَ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، نسیان اور اس بات کو معاف فرما دیا ہے جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو۔''④ اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤ ﴾ ''اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور البتہ تمھارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا اس پر مؤاخذہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی گناہ اسے ہو گا جو باطل بات کو قصد و ارادہ سے کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ...... ﴾ الآية (المآئدة 89:5) ''اللہ تمھاری لغو قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا......۔''

---

① صحیح البخاری، الصلح، باب: کیف یکتب: هذا ما صالح فلان بن فلان و فلان بن فلان......، حدیث:2699 اور صحیح مسلم، الجهاد، باب صلح الحديبية، حدیث:1783 میں مختصراً ہے۔ ② صحیح مسلم، الإيمان، باب بيان تجاوز الله تعالى عن حديث النفس والخواطر بالقلب......، حدیث: 126 عن ابن عباس ؓ. ③ صحیح البخاری، الاعتصام ......، باب أجر الحاكم إذا اجتهد......، حدیث:7352 ملحوظ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ المنتقی لابن الجارود، ص:331، حدیث: 996 میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہیں، مزید دیکھیے مسند أبي عوانة: 168/4، حدیث: 6397. ④ سنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، حدیث : 2045 عن ابن عباس ؓ.

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

نبی مومنوں پر ان کی (اپنی) جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رو سے

اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى

(دوسرے) مومنین اور مہاجرین کی نسبت آپس میں (ترکے کے) زیادہ حقدار ہیں، مگر تم اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی کرنا چاہو (تو کرسکتے

اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

ہو)، یہ کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے ⑥

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا، آپ پر جو وحی نازل کی گئی اس میں آیت رجم بھی تھی (جس کے مطابق) رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے کہ تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو توڑ لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ۔ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ۔ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ] ”تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا، پس میں بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“ معمر۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی۔ نے بسا اوقات یہ الفاظ استعمال کیے کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں غلو کیا تھا۔ ①

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے:[اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ] ”لوگوں میں دو خصلتیں کفار کی عادات واطوار میں سے ہیں: (1) نسب میں طعن (2) میت پر نوحہ کرنا۔“ ②

تفسیر آیت: 6

پیغمبر مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق

---

① مسند أحمد: 47/1 وصحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول اللّٰه تعالى: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ (مريم 19:16)، حديث: 3445. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن في النسب والنياحة، حديث: 67 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 496/2. ملحوظ: مسند احمد میں ابن کثیر کے الفاظ سے حدیث: [ثَلَاثٌ فِي النَّاسِ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ] ہمیں نہیں ملی، البتہ اس سے ملتے جلتے الفاظ مسند أحمد: 262/2 میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ جبکہ مسند أحمد: 343/5 و صحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث: 934 میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ] ”چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے: (1) حسب پر فخر کرنا (2) نسب میں طعن کرنا (3) ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا (4) اور نوحہ کرنا۔“ واللفظ لمسلم.

اور ہمدرد و خیر خواہ ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرار دیا کہ پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، لہٰذا وہ جو فیصلہ فرمائیں، وہ ان کے لیے اپنے اختیار سے مقدم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (النسآء 4:65) ’’سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے نفسوں میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔‘‘ اور صحیح بخاری میں ہے: [وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهٖ! لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُم حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ (مِنْ نَّفْسِهٖ)، (وَمَالِهٖ)]، [(وَالِدِهٖ) وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ] ’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان، مال، اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘ ①

صحیح بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم! اپنی جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: [لَا، وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهٖ! حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَّفْسِكَ] ’’نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اس وقت تک تو کامل مومن نہیں) جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے ہر چیز سے حتی کہ اپنی جان سے بھی عزیز تر ہیں، پھر آپ نے فرمایا: ’’اب اے عمر! (تیرا ایمان کامل ہے۔)‘‘ ② اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ’’پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔‘‘

اور امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اِقْرَءُوا، إِنْ شِئْتُمْ: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهٗ مَنْ كَانُوا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ] ’’ہر مومن پر دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ حق میں رکھتا ہوں، اگر چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ’’پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔‘‘ پس جو مومن مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے، خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر وہ قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے، میں اس کا ولی ہوں۔‘‘ ③

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الإیمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 14 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ دیکھیے صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ أکثرمن ......، حدیث: (70)-44 عن أنس و مسند أحمد: 336/4 اور المعجم الکبیر للطبرانی: 75/7، حدیث: 6416 عن أبی لیلی الأنصاری میں جبکہ دوسرا حصہ صحیح البخاری، الإیمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 15 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہے اور [وَالِدِهٖ] تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ ② صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب: کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ حدیث: 6632 عن عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى......﴾ (الأحزاب 33:6)، حدیث: 4781 .

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

اور (اے نبی! یاد کریں) جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا، اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ⑦ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ

ابن مریم سے بھی، اور ان سے ہم نے پختہ عہد لیا⑦ تاکہ اللہ سچوں سے ان کی سچائی کے متعلق پوچھے، اور اس نے کافروں

1 ع 8 17 وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧ ع

کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے⑧

اس حدیث کو (ان الفاظ کے ساتھ) امام بخاری نے روایت کیا ہے (جبکہ صحیح مسلم میں ان سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔)① نیز انھوں نے اسے کتاب التفسیر کے علاوہ کتاب الاستقراض میں بھی بیان فرمایا ہے۔②

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ ﴾ ”اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“ یعنی حرمت واحترام، عزت واکرام اور تعظیم کے اعتبار سے لیکن ان کے ساتھ خلوت جائز نہیں ہے اور اس بات پر بھی اجماعِ امت ہے کہ ازواج مطہرات کے مائیں ہونے کے باوجود ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ ”اور رشتے دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں۔“ کتاب اللہ سے یہاں اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ ﴾ ”مومنوں اور مہاجرین سے۔“ یعنی مہاجرین وانصار کی نسبت رشتے دار وراثت کے زیادہ حق دار ہیں۔ پہلے حلف اور مواخات کی صورت میں وراثت کا جو حق حاصل تھا، اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر دیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمۂ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ اس اخوت کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے مابین قائم فرمادی تھی، مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث قرار پاتا تھا اور قریبی رشتے داروں کو وارث نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سعید بن جبیر اور دیگر بہت سے ائمۂ سلف وخلف کا بھی یہی قول ہے۔③

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ ﴾ ”مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔“ یعنی وراثت تو ختم ہوگئی۔ ہاں، البتہ دوستوں کی مدد، ان سے نیکی، میل ملاپ، احسان اور ان کے حق میں وصیت اب بھی کی جاسکتی ہے۔ ﴿ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥ ﴾ ”یہ (حکم) کتاب (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔“ یعنی یہ حکم کہ رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حکم ہے جو مقدر ہے اور اس کتاب اول میں لکھا ہوا ہے جس میں کوئی

---

① صحیح مسلم، الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، حدیث:1619 عن أبی هریرة رضی الله عنه. ② صحیح البخاری، الاستقراض، باب الصلاة علی من ترك دینا، حدیث:2399 عن أبی هریرة رضی الله عنه. ③ صحیح البخاری، الكفالة، باب قول الله عزوجل: [وَالَّذِینَ عَاقَدَتْ أَیْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِیبَهُمْ]، حدیث :2292 والمنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی المواریث، ص:318، حدیث:953.

تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ① گو اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کے تحت ایک وقت اس کے برعکس حکم کو بھی مشروع کر دیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہ ایک وقت اس حکم کو منسوخ قرار دے کر اسے اپنی ازلی تقدیر اور قدری وشرعی قضا کے مطابق کر دے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:8,7

انبیائے کرام سے عہد و پیمان: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے پانچوں اولوالعزم اور دیگر تمام انبیائے کرام سے بھی یہ پختہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں گے اور اس کے آخری پیغمبر کی نصرت وحمایت کریں گے اور ان کے ساتھ تعاون کریں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:81) ”اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا، اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا۔ انھوں نے کہا: (ہاں) ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔“ رسولوں کو مبعوث فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد و میثاق لیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد بھی لیا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے اور ان میں سے ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے اور یہ عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے، ان اولوالعزم پیغمبروں کا درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ذکر ہے:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ ﴾ (الشوریٰ 42:13) ”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (اور وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے طرفین اور وسط کا ذکر فرمایا، یعنی سلسلۂ رسالت کے فاتح نوح (جن سے رسالت کی ابتدا ہوئی) کا اور سلسلۂ رسالت کے خاتم محمد ﷺ اور ان کا جوان دونوں کے درمیان بالترتیب گزرے ہیں (ابراہیم، پھر ان کے بعد موسیٰ اور پھر ان کے بعد عیسیٰ) اور یہ وہ وصیت تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام سے عہد و میثاق لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﴾ ”اور جب ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔“ اس آیت کریمہ کا آغاز خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذکر سے فرمایا کیونکہ آپ کو دیگر

---

① تفسیر الطبری: 151,150/21.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تمھیں (کفار کے) لشکروں نے آلیا تھا، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر

رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ ⑨ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ

بھیجے جنھیں تم نے دیکھا نہیں، اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے⑨ جب دشمن تم پر تمھارے اوپر (کی طرف) سے اور تمھارے نیچے

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

(کی طرف) سے چڑھ آئے، اور جب آنکھیں (خوف وہراس کی وجہ سے اصل جگہ سے) ہٹ گئیں، اور کلیجے حلقوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے بارے میں

الظُّنُوْنَا ⑩

طرح طرح کے گمان کرنے لگے⑩

تمام انبیائے کرام پر شرف وفضل حاصل ہے، پھر باقی انبیائے کرام کا ان کی ترتیب وجودی کے مطابق ذکر فرمایا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَيْهِمْ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میثاق کے معنی پختہ عہد و پیمان کے ہیں۔①

﴿ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ ﴾ ''تاکہ سچ کہنے والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔'' مجاہد فرماتے ہیں: ان لوگوں سے جو رسولوں کی طرف سے آگے پہنچانے والے ہیں۔② اور فرمایا: ﴿ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور اس نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی مختلف امتوں کے کافروں کے لیے، ﴿ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧ ﴾ یعنی دردناک عذاب، مگر ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا تھا، اپنی امتوں کی ہمدردی و خیر خواہی کی تھی اور انھوں نے ان کے سامنے اس واضح اور روشن حق کو کھول کھول کر بیان فرما دیا تھا جس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ گو جاہلوں، دشمنوں، دین سے خارج ہو جانے والوں اور ظالموں نے ان کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس دین کو پیش فرمایا وہ حق تھا اور جنھوں نے ان کی مخالفت کی وہ گمراہی وضلالت پر تھے جیسا کہ اہل جنت کہیں گے: ﴿ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (الأعراف 43:7) ''البتہ تحقیق ہمارے پروردگار کے رسول حق سچ لے کر آئے تھے۔''

تفسیر آیات: 10,9

غزوۂ احزاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر اپنی نعمت اور اپنے فضل وکرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے ان دشمنوں کو دور ہٹا کر انھیں شکست فاش دی جو مختلف جماعتوں کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور یہ غزوۂ خندق کی بات ہے اور صحیح اور مشہور قول کے مطابق یہ غزوہ شوال 5 ہجری میں ہوا تھا۔③ موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ 4 ہجری میں ہوا تھا۔ ان سب جماعتوں کا مل کر مدینے پر حملہ آور ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہودی قبیلے بنو نضیر کے وہ سردار جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا، ان میں سے سلاَّم بن ابی الحُقَیق، سلاَّم بن مِشکَم اور کنانہ بن ربیع مکہ جا کر سردارانِ

---

① تفسير الطبرى: 152/21. ② تفسير الطبرى: 152/21. ③ صحيح البخارى، المغازى، باب غزوة الخندق وهى الأحزاب......، قبل الحديث: 4097.

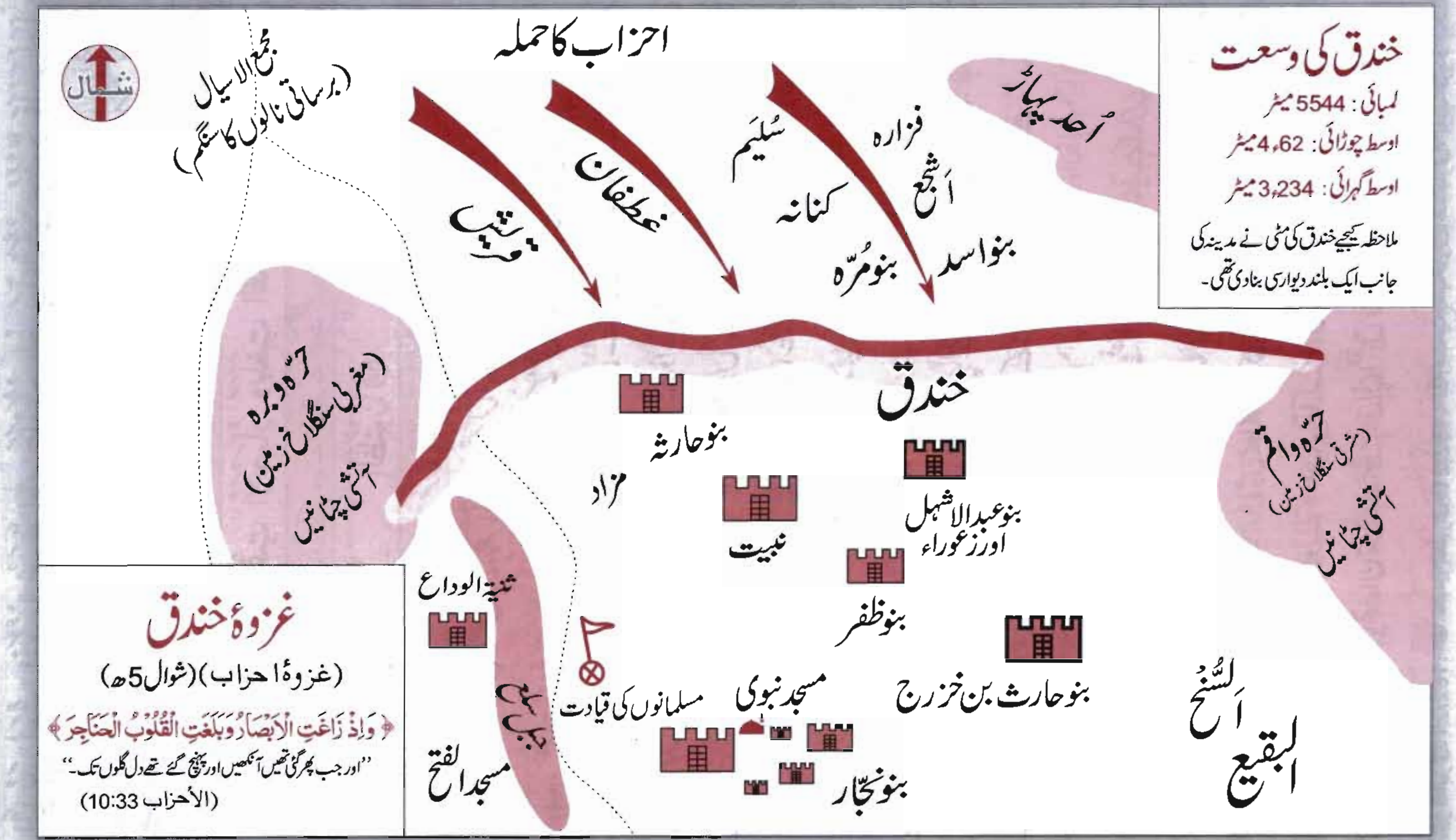

غزوۂ خندق

(غزوۂ احزاب)(شوال 5ھ)

﴿ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ ﴾

’’اور جب پھر گئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے دل گلوں تک۔‘‘

(الأحزاب 10:33)

خندق کی وسعت

لمبائی: 5544 میٹر

اوسط چوڑائی: 4،62 میٹر

اوسط گہرائی: 3،234 میٹر

ملاحظہ کیجیے خندق کی مٹی نے مدینہ کی جانب ایک بلند دیواری سی بنادی تھی۔

شمال
مجمع الاسیال
(برساتی نالوں کا سنگم)
احزاب کا حملہ
قریش
غطفان
سُلیم
کنانہ
فزارہ
اُشجع
بنواسد
بنومُرّہ
اُحد پہاڑ
حرّہ وبرہ
(مغربی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
خندق
حرّہ واقم
(شرقی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
بنوحارثہ
مزاد
نبیت
بنوعبدالاشہل
اورزعوراء
ثنیۃ الوداع
جبل سلع
مسجد الفتح
مسلمانوں کی قیادت
مسجد نبوی
بنوظفر
بنوحارث بن خزرج
بنونجّار
اَلسُّنُح
البقیع

قریش سے ملے اور انھیں نبیٔ اکرم ﷺ سے جنگ کرنے پر اکسایا اور اپنی طرف سے نصرت و اعانت کا پورا پورا وعدہ کیا، سردارانِ قریش نے ان کی بات کو قبول کر لیا، پھر وہ لوگ بنو غطفان کی طرف گئے، ان سے بھی یہی بات کہی اور وہ بھی مان گئے، سب نے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام بنا لیا، قریش اپنے لاؤ لشکر سمیت نکلے، اس وقت ابوسفیان صخر بن حرب ان کا قائد تھا اور بنو غطفان کا سربراہ عیینہ بن حصن بن بدر تھا۔ ① اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے ان تمام لوگوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی، رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا، تو آپ نے مدینہ کے گرد مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دے دیا، جس کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا، مسلمانوں نے خوب محنت و کوشش کے ساتھ خندق کھودی، خندق کھودنے اور اس کی مٹی منتقل کرنے میں رسول اللہ ﷺ بھی صحابۂ کرام کے ساتھ شامل تھے، خندق کھودنے کے دوران میں بھی بہت سی روشن نشانیوں اور واضح معجزات کا ظہور ہوا۔

مشرکین نے آ کر احد پہاڑ کے قریب مدینہ کی مشرقی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور ان میں سے کچھ جماعتوں نے مدینہ کے بالائی جانب بھی ڈیرے ڈال دیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴾ ’’جب وہ تمھارے اوپر سے اور تمھارے نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ ان لوگوں کے مقابلے کے لیے نکلے، اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار اور دوسرے قول کے مطابق تین ہزار سات سو تھی، انھوں نے اپنی پشت کوہِ سَلع کی طرف کی اور چہرے دشمن کی طرف تھے، خندق کھودی ہوئی تھی لیکن اس میں پانی نہ تھا، البتہ پیادہ اور سوار لوگوں کے لیے رکاوٹ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو مدینہ میں قلعوں اور بلند گھروں میں رکھا گیا تھا۔ یہود کے ایک قبیلے بنو قریظہ کا قلعہ مدینہ کی مشرقی جانب تھا اور انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے معاہدہ کر رکھا تھا اور اس قبیلے میں آٹھ سو کے قریب جنگجو تھے، بنو نضیر کا سربراہ حُیَیی بن اخطب ان کے پاس گیا اور وہ انھیں مسلسل اکساتا رہا حتی کہ انھوں نے معاہدہ توڑ دیا اور یہ بھی رسول ﷺ کے خلاف لڑائی کے لیے آنے والی جماعتوں میں شامل ہو گئے جس کی وجہ سے مصیبت میں اضافہ ہو گیا، معاملہ شدید ہو گیا اور صورت حال بہت سنگین ہو گئی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے: ﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪ ﴾ ’’وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔‘‘

ان جماعتوں نے قریباً ایک ماہ تک نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کا محاصرہ کیے رکھا لیکن مسلمانوں تک پہنچ نہ سکے اور نہ ہی لڑائی ہوئی، البتہ عمرو بن عبدوِدّ العامری، جو زمانۂ جاہلیت کے بہت بہادروں اور شہسواروں میں سے تھا، چند گھڑ سواروں کے ساتھ خندق عبور کر کے مسلمانوں کی ایک طرف پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے گھڑ سواروں کو پکارا، کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی مبارزت کے لیے نہ نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ اس کے مقابلے میں نکلے، دونوں نے کچھ وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدوِدّ

---

① دیکھیے عون المعبود، الخراج والفیٔ والإمارۃ، باب فی خبر النضیر، تحت الحدیث: 3005,3004 .

کو قتل کر دیا اور اس کا قتل ہونا مسلمانوں کی فتح و نصرت کی علامت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان جماعتوں پر بہت زبردست اور تیز آندھی بھیج دی حتی کہ ان کا خیمہ بچا نہ کوئی اور چیز، آگ جلا سکتے تھے اور نہ قرار ہی پکڑ سکتے تھے اور بالآخر خائب و خاسر ہو کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا ﴾ ”مومنو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو (جو اس نے تم پر اس وقت کی) جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو چڑھ) آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ باد صبا تھی۔ ① اور اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ] ”میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔“ ②

اور فرمایا: ﴿ وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ ”اور (ایسے) لشکر (نازل کیے) جن کو تم نے نہیں دیکھا۔“ ان سے مراد فرشتے ہیں جنھوں نے کافروں کے پاؤں کو ڈگمگا دیا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، ہر قبیلے کا سردار چلانے لگا: اے بنی فلاں! میری طرف آؤ، وہ اس کے پاس جمع ہوتے تو وہ کہتا کہ بھاگ چلو، بھاگ چلو، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیتا تو آپ کے ساتھ مل کر خوب جہاد کرتا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کرتے۔ ہم احزاب کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمیں بہت تیز آندھی اور سخت سردی نے آلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے (اور اس قربانی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت میرا ساتھ نصیب فرمائے گا؟“ تو ہم خاموش رہے ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔“ تو ہم خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر ہمارے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔“ پس ہم خاموش رہے ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قُمْ يَا حُذَيْفَةُ! فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ] ”اے حذیفہ! اٹھو اور ہمارے پاس

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3117، 3116/9. ② صحیح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء فی قوله:[وهو الذی یرسل الرياح نشرا بين يدى رحمته]، حدیث: 3205 وصحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب فی ريح الصبا والدبور، حدیث: 900 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. یاد رہے کہ [نُشُرًا] ابوعبیدہ، ابوعمرو اور اہل حرمین کی قراءت میں ہے۔

دشمن کی خبر لاؤ۔'' جب آپ نے میرا نام لے کر مجھے حکم دیا تو اب اٹھنے کے سوا چارہ نہ تھا، آپ نے فرمایا: [اِذْهَبْ، فَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَلَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ] ''جاؤ میرے پاس دشمن کی خبر لاؤ لیکن انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔'' حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ پھر جب میں اس حکم کے بعد روانہ ہو گیا اور اس طرح جا رہا تھا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں حتی کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ کی طرف پشت کر کے آگ تاپ رہا ہے، میں نے کمان میں تیر کسا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ اسے تیر مار دوں مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا: [لَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ] ''کہ انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔'' اگر میں تیر مار دیتا تو تیر نشانے پر لگتا مگر میں اسی طرح چلتے ہوئے واپس آ گیا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں اور اس طرح میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا مگر جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے ٹھکانے پر واپس آیا تو مجھے بہت سردی لگنے لگ گئی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی اس مبارک عَبا کا کچھ حصہ مجھے بھی اوڑھا دیا جسے آپ نے زیب تن فرما رکھا تھا اور جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، میں اسے اوڑھے ہوئے صبح تک سویا رہا اور جب صبح ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُمْ، يَا نَوْمَانُ!] ''اے بہت سونے والے! اٹھو۔''①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾ ''جب وہ تمھارے اوپر سے آئے۔'' یعنی ان جماعتوں کے لوگ۔ ﴿ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴾ ''اور تمھارے نیچے کی طرف سے (تم پر چڑھ آئے۔)'' حضرت حذیفہ ؓ کی روایت میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ ﴿ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ﴾ ''اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے۔'' یعنی خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے، ﴿ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩ ﴾ ''اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔'' ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مومن گردشِ زمانہ میں آ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرے گا۔ امام محمد بن اسحاق نے اس آیت کریمہ کے تحت کہا ہے کہ مومن ہر طرح کے گمان میں مبتلا ہو گئے اور نفاق پھوٹ پڑا تھا حتی کہ بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص مُعَتِّب بن قُشیر نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد ﷺ ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو کھائیں گے مگر اب صورت حال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی رفع حاجت کے لیے بھی باہر نہیں جا سکتا۔②

امام حسن بصری نے ﴿ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩ ﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ لوگ مختلف گمانوں میں مبتلا ہو گئے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ اب محمد ﷺ اور صحابۂ کرام کا نام و نشان مٹ جائے گا جبکہ مومنوں کو یہ یقین کامل تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے سچے ہیں، اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام ادیان پر ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، خواہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔③

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابوسعید ؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے خندق کے دن کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی دعا ہے

---

① صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب، حديث:1788 . ② السيرة النبوية لابن هشام، من اجتمع إلى يهود من منافقي الأنصار: 522/2 . ③ تفسير الطبري: 159/21 وتفسير ابن أبي حاتم: 3119/9.

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

وہاں مومن آزمائے گئے اور شدت سے ہلا مارے گئے ⑪ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ

نے ہم سے نہیں وعدہ کیا مگر دھوکے فریب کا ⑫ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہل یثرب! (آج) تمھارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی

يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ

قیام گاہ نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا، وہ کہتے تھے: بے شک ہمارے گھر کھلے پڑے (غیر محفوظ) ہیں،

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬

حالانکہ وہ کھلے (غیر محفوظ) نہیں تھے، وہ تو صرف (جنگ سے) فرار چاہتے تھے ⑬

جسے ہم مانگیں، یقیناً دل گلوں تک پہنچ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ دعا کرو: [اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَّوْعَاتِنَا] ''اے اللہ! تو ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن سے بدل دے۔''① راوی کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد آپ کے دشمنوں کے چہروں پر ہوا کے تھپیڑے لگنے لگے اور انھیں زنّاٹے کی آندھی سے شکست دے دی گئی۔ اور اسی طرح اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے ابو عامر عقدی سے بھی بیان کیا ہے۔②

تفسیر آیات: 11-13

غزوۂ احزاب میں مومنوں کی آزمائش اور منافقوں کی باتیں: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو بیان فرمایا ہے جب بہت سی جماعتوں نے مدینہ کے گرد پڑاؤ ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے مسلمان حد درجہ مشکل اور تنگی میں گھر گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی انھی کے ساتھ تھے۔ بہر حال مسلمانوں کی بہت سخت آزمائش ہوئی اور وہ سخت طور پر ہلائے گئے، اس وقت نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور جن لوگوں میں نفاق کا مرض تھا ان کے دل کی باتیں ان کی زبانوں پر آ گئیں: ﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫﴾ ''اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔'' اس وقت منافق کا نفاق ظاہر ہو گیا اور جس کے دل میں شک وشبہ تھا اس کا حال پتلا ہو گیا اور ایمان کی کمزوری اور صورت حال کی تنگی اور شدت کے باعث ان کے دلوں میں آنے والے وسوسے زبانوں پر آ گئے، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ''اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل یثرب۔''

یثرب سے مدینہ مراد ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [قَدْ أُرِيتُ (فِي الْمَنَامِ) دَارَهِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ]، [فَذَهَبَ وَهْلِي ...... أَنَّهَا ...... هَجَرٌ فَإِذَاهِيَ ...... يَثْرِبُ] ''تحقیق خواب میں مجھے تمھارا دار ہجرت

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3117,3116/9 یہ حدیث شواہد کی بنا پر صحیح ہے، دیکھیے السلسلة الصحیحة: 30,29/5، حدیث: 2018. ② مسند أحمد: 3/3 عن أبي سعید رضی اللہ عنہ.

وَلَوۡ دُخِلَتۡ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَةَ لَاٰتَوۡهَا وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ

اور اگر اس (مدینہ) کے اطراف سے ان پر (کفار کے) لشکر داخل کیے جاتے، پھر ان سے فتنہ وفساد (خانہ جنگی یا شرک) کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ

اِلَّا یَسِیۡرًا ⑭ وَلَقَدۡ کَانُوۡا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ لَا یُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ؕ وَکَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ

(فوراً) اس میں کود پڑتے، اور اس (شرکتِ فتنہ) میں بس تھوڑا ہی توقف کرتے ⑭ اور بلاشبہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں

مَسۡـُٔوۡلًا ⑮ قُلۡ لَّنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡفِرَارُ اِنۡ فَرَرۡتُمۡ مِّنَ الۡمَوۡتِ اَوِ الۡقَتۡلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوۡنَ

پھیریں گے، اور اللہ کے عہد کی پوچھ گچھ تو ہونی ہے ⑮ آپ کہہ دیجیے: اگر تم موت سے یا قتل ہونے سے بھاگو تو تمھارا بھاگنا تمھیں ہرگز نفع نہیں دے

اِلَّا قَلِیۡلًا ⑯ قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ اِنۡ اَرَادَ بِکُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِکُمۡ

گا، اور تب تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے ⑯ کہہ دیجیے: کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمھارے ساتھ کسی سختی کا ارادہ کرے یا وہ تم پر رحمت کا ارادہ

رَحۡمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوۡنَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیۡرًا ⑰

کرے؟ اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار ⑰

دکھایا گیا، میں نے دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں والی شوریلی زمین دیکھی تو مجھے خیال ہوا...... کہ یہ...... ہجر کی زمین ہے، سو یہ تو یثرب تھا۔" ① اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ [فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ] "سو یہ تو مدینہ تھا۔" ②

یثرب کی وجہ تسمیہ اور مختلف نام: بیان کیا جاتا ہے کہ یثرب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نام عمالقہ کے ایک ایسے شخص کی وجہ سے ہے جس نے یہاں پڑاؤ ڈالا تھا اور اس کا نام یثرب بن عَبِیل بن مَہلَائِیل بن عَوص بن عِملاق بن لاوَذ بن اِرَم بن سام بن نوح بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سہیلی کا قول ہے۔ اور بعض اہل علم سے مروی ہے کہ اس شہر کے تورات میں گیارہ نام مذکور ہیں: (1) مدینہ (2) طابہ (3) طیبہ (4) مسکینہ (5) جَابِرَہ (6) محبہ (7) مُحبُوبَہ (8) قَاصِمَہ (9) مَجبُورَہ (10) عَذراء (11) مَرحُومہ۔

اور فرمایا: ﴿لَا مُقَامَ لَکُمۡ﴾ "یہاں تمھارے ٹھہرنے کا مقام نہیں۔" یعنی نبی ﷺ کے پاس مورچوں میں تمھارے ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے۔ ﴿فَارۡجِعُوۡا ۚ﴾ "تو لوٹ چلو۔" اپنے گھروں اور مقامات کی طرف۔ ﴿وَیَسۡتَاۡذِنُ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمُ النَّبِیَّ﴾ "اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے لگا۔" عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بنو حارثہ ہیں جنھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے گھروں کے بارے میں چوروں کا ڈر ہے۔ ③ دیگر کئی ایک اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ بات اوس بن قیظی (اور اس کی قوم) نے کہی تھی۔ ④ یعنی انھوں نے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لیے یہ عذر پیش کیا کہ ان کے گھر کھلے پڑے ہیں، وہاں کوئی نہیں جو دشمن سے ان کی حفاظت کر سکے، لہٰذا انھیں

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الکفالة، باب جوار أبی بکر فی عهد رسول اللہ ﷺ وعقده، حدیث: 2297 عن عائشة رضی اللہ عنہا جبکہ قوسین والا لفظ السنن الکبری للنسائی، التعبیر: 390,389/4، حدیث: 7650 عن أبی موسی رضی اللہ عنہ میں ہے اور دوسرا حصہ السنن الکبری للنسائی، التعبیر: 390,389/4 عن أبی موسی رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② السنن الکبری للنسائی، التعبیر: 390/4، حدیث: 7650 عن أبی موسی رضی اللہ عنہ۔ ③ تفسیر الطبری: 164/21. ④ تفسیر الطبری: 164/21.

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ

بے شک اللہ انھیں جانتا ہے جو تم میں سے (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں اور انھیں بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہمارے پاس آ جاؤ، اور وہ

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ⑱ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ

جنگ میں کم ہی آتے ہیں⑱ اس حال میں کہ وہ تمھارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں، چنانچہ جب خوف (کا وقت) آئے تو آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ

تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، ان کی آنکھیں (اس طرح) گھومتی ہیں جیسے وہ شخص جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خطرہ دور ہو جائے تو مال

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ

(غنیمت) کے انتہائی حریص بن کر تیز زبانوں کے ساتھ تمھارے بارے میں زبان درازی کرنے لگتے ہیں، یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں، تو اللہ نے ان

وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ⑲

کے اعمال ضائع کر دیے، اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے⑲

دشمنوں کا ڈر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚ﴾ ''حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔'' جس طرح یہ کہتے تھے، ﴿ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬﴾ ''وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔'' یعنی میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

تفسیر آیات: 17-14

منافقوں کی بہانے خوریاں: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ ﴿ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ○﴾ (الأحزاب 13:33) ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے کہ اگر دشمن ان پر مدینہ کی ہر جانب اور ہر علاقے سے آ داخل ہوں، پھر ان سے فتنے کے لیے کہا جائے، یعنی کفر میں داخل ہونے کے لیے تو وہ بہت جلد کفر میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ایمان کی حفاظت نہیں کرتے، معمولی سا خوف اور گھبراہٹ ہو تو اس (ایمان) سے وابستگی کو ترک کر دیں گے۔ امام قتادہ، عبدالرحمٰن بن زید اور ابن جریر نے اس کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔① اور یہ ان منافقین کی حد درجہ مذمت ہے کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور نہ میدان جنگ سے بھاگیں گے۔ ﴿ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ⑮﴾ ''اور اللہ سے (جو) اقرار کیا جاتا ہے، اس کی پرسش ہوگی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے اس عہد و اقرار کے بارے میں ضرور پرسش فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا فرار ہونا ان کی موت کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ان کی عمر کو طول دے سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا میدان سے فرار ہونا ان کی جلد اور اچانک پکڑ کا سبب بن جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ⑯﴾ ''اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ دیے جاؤ گے۔'' یعنی فرار کے بعد بھی۔ ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫﴾ (النسآء 77:4) ''کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجاتِ) آخرت ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ

---

① تفسیر الطبری: 165/21.

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

وہ سمجھتے ہیں کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں، اور اگر یہ لشکر چڑھ آئیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش! وہ صحرانشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے اور (وہاں) تمھاری

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲۰ ع 2 12 18

خبریں دریافت کیا کرتے، اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو وہ (دشمن سے) لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے ⑳

يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰ ﴾

’’آپ کہہ دیں کہ اگر اللہ تمھارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے (تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے) اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔‘‘ ان کے لیے اور نہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا ہے اور نہ فریاد سننے والا۔

تفسیر آیات: 19,18

لالچی لوگ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو میدان جنگ میں جانے سے دوسروں کو روکتے اور اپنے ساتھیوں، رشتے داروں اور دوستوں سے کہتے ہیں: ﴿ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ ﴾ ’’ہمارے پاس چلے آؤ۔‘‘ یعنی جس طرح سایوں اور پھلوں میں ہم رہ رہے ہیں، تم بھی اس طرح رہو سہو اور جنگ میں شرکت نہ کرو اور یہ لوگ ﴿ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۸ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ ﴾ ’’لڑائی میں نہیں آتے مگر کم (یہ اس لیے کہ) تمھارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔‘‘ یعنی تمھارے ساتھ محبت و شفقت میں بخل کرتے ہیں اور بقول سُدِّی مال غنیمت میں بخل سے کام لیتے ہیں۔① ﴿ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ ﴾ ’’پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔‘‘ یعنی خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے جیسے یہ حال ہوتا ہے، ان بزدلوں کا جنگ کے خوف کی وجہ سے یہی حال ہے، ﴿ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ﴾ ’’پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے تمھارے بارے میں زبان درازی کریں۔‘‘ یعنی جب امن کی حالت ہوتی ہے تو بہت فصیح و بلیغ اور اونچی باتیں کرتے ہیں اور شجاعت و جواں مردی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں جھوٹی ہوتی ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ سَلَقُوْكُمْ ﴾ کے معنی بیان کیے ہیں کہ وہ تمھارا استقبال کریں گے۔② امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ غنیمت کے وقت یہ لوگ حد درجہ بزدل اور اس کی تقسیم کے اعتبار سے یہ بہت برے ثابت ہوتے ہیں اور مسلسل کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں دو، ہمیں دو، ہم بھی تمھارے ساتھ جنگ میں شریک تھے لیکن جنگ کے وقت یہ لوگ سب سے زیادہ بزدِل اور حق کو سب سے زیادہ نیچا دکھانے والے ثابت ہوتے ہیں۔③ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ خیر و بھلائی کے بارے میں حد درجہ بخیل ہیں، یعنی ان میں کوئی خیر نہیں کیونکہ یہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3121/9. ② تفسیر الطبری: 170/21. ③ تفسیر الطبری: 170/21.

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ

البتہ تحقیق تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، اور

كَثِيْرًا ؕ ㉑ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ

کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے㉑ اور مومنوں نے جب لشکر دیکھے تو کہا: یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ ㉒

کے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس (چیز) نے ان کے ایمان اور فرماں برداری کو اور زیادہ کر دیا㉒

بزدل ہیں اور جھوٹے بھی اور ان میں کوئی خیر و بھلائی بھی نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲﴾ ”یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے اور یہ اللہ پر بہت آسان تھا۔“

تفسیر آیت: 20

بزدلی کی انتہا: بزدلی و دُوں ہمتی اور خوف کی قبیح صفات ہی کے قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ ﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ﴾ ”وہ خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں۔“ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے قریب ہی ہیں، اور وہ دوبارہ آ رہے ہیں: ﴿وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ﴾ ”اور اگر لشکر آ جائیں تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش! گنواروں میں جا رہیں (اور) تمھاری خبریں پوچھا کریں۔“ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ جب فوجیں حملہ آور ہوں تو یہ تمھارے ساتھ مدینہ میں موجود ہی نہ ہوں بلکہ جنگل میں جا بسیں اور وہاں سے تمھارے بارے میں یہ معلوم کرتے رہیں کہ دشمن کے ساتھ تمھاری جنگ کیسی رہی۔ ﴿وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ⑳﴾ ”اور اگر تمھارے درمیان ہوں تو لڑائی نہ کریں مگر بہت ہی کم۔“ یعنی اگر یہ تمھارے درمیان موجود ہوں تو بزدلی و دُوں ہمتی کی کثرت اور یقین کی کمزوری کی وجہ سے لڑائی میں بہت کم شرکت کریں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان منافقین کا خوب علم ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

اتباع رسول کا حکم: یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے صبر و ثبات، عزیمت و استقامت، جہاد اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے انتظار کو اپنے لیے نمونۂ عمل قرار دیں ۔صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ جنگ احزاب کے موقع پر قلق و اضطراب اور خوف و گھبراہٹ کا اظہار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ”بے شک رسول اللہ (کی زندگی) میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔“ یعنی تم نے آپ کی پیروی کیوں نہ کی اور آپ کے شمائل و عادات کو اپنے لیے اُسوہ کیوں نہ قرار دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ ㉑﴾ ”اس شخص کے لیے جسے اللہ (سے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

مومنوں میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا (شہادت پا گئے)، اور

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿23﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ

ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انھوں نے (عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی ﴿23﴾ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿24﴾ ۚ

دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے، یقیناً اللہ بہت مغفرت والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿24﴾

ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔“

احزاب کے دن مومنوں کا موقف: پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ان مومن اور اپنے وعدوں کی تصدیق کرنے والے بندوں کا ذکر فرمایا ہے، دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کو جس نے ان کا مقدر بنا دیا ہے، پس ان کے بارے میں اس نے فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ ﴾ ”اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی مراد درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے تھی: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ ﴾ (البقرۃ 214:2) ”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو تم سے پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ خبردار! اللہ کی مدد عنقریب (آیا چاہتی) ہے۔“① یعنی انھوں نے کہا کہ یہ وہی ابتلا و آزمائش اور امتحان ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، ﴿ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ ﴾ ”اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔“

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿22﴾ ﴾ ”اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرمانبرداری ہی میں زیادہ کیا۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے مختلف حالات کی وجہ سے ان کے ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا قول ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ہم نے صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿22﴾ ﴾ ”اور اس نے ان کو ایمان اور اطاعت میں زیادہ کر دیا ہے۔“ یعنی اس حال، اس تنگی اور اس شدت نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے احکام کی اطاعت میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری میں مزید بڑھا دیا۔

---

① تفسیر الطبری: 174,173/21.

تفسیر آیات: 24,23

عہد و پیان کی پاس داری کی وجہ سے مومنوں کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں جب یہ ذکر فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا کہ وہ میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے تو اب اس نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کر دیا: ﴿صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ ”جو عہد واقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا۔“ بعض نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنی مقررہ مدت کو پورا کر دیا، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی عہد و پیمان کے ہیں، یہ معنی بھی پہلے کی طرف راجع ہے۔ ① ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿23﴾﴾ ”اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو نہ بدلا اور نہ توڑا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے قرآن مجید کو لکھنا شروع کیا تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت کو مفقود پایا جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے اور میں اسے آپ سے سنا کرتا تھا۔ یہ آیت کریمہ مجھے صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾ ”مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔“ ② اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا، امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں اور امام ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ③

اور امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾۔ ④ اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ متفرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا اور دوسرے طرق سے اس کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ......﴾ (الأحزاب 23:33)، قبل الحدیث : 4783 . ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ......﴾ (الأحزاب 23:33)، حدیث: 4784. ③ مسند أحمد: 188/5 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، حدیث: 3104 و السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾: 430/6، حدیث: 11401. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ﴾ (الأحزاب 23:33)، حدیث: 4783.

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے تھے اور یہ بات ان پر بہت گراں گزرتی تھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ یہ پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی تھی مگر میں اس میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی تو اللہ عزوجل دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ڈر گئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں، بہرحال وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے، میدان جنگ میں ان کی سعد بن معاذ ؓ سے ملاقات ہوئی تو انس بن نضر ؓ نے ان سے پوچھا: اے ابوعمرو! کہاں جا رہے ہو؟ انس (جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی) کہنے لگے: کیا ہی خوب ہے جنت کی خوشبو جو مجھے احد پہاڑ (کی طرف) سے آ رہی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں، پھر حضرت انس ؓ نے دشمنوں سے خوب لڑائی کی حتی کہ شہید ہو گئے، شہادت کے بعد ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (80) سے زیادہ زخم تھے، ان کی بہن اور میری پھوپھی رُبَیِّع بنت نَضر نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا، راوی کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نضر اور ان کے اصحاب ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝23﴾ ”مومنوں میں کتنے ہی ایسے ہیں کہ جو عہد و اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا، اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔“① اور اسے امام مسلم، امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

اور ابن جریر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان ؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ] ”طلحہ بھی ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔“③ اسی وجہ سے امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔④ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ﴾ ”اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔“ کسی ایسے دن کا جب لڑائی ہو اور وہ بھی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائیں۔⑤ اور امام حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے صدق و وفا کے ساتھ جان دے دی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس طرح کی موت کا انتظار کر رہے ہیں اور بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔⑥ قتادہ اور ابن زید کا قول بھی اسی طرح ہے۔⑦ جبکہ بعض نے ﴿نَحْبَهٗ﴾ کے معنی نذر کے کیے ہیں۔⑧

---

① مسند أحمد :194/3. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث : 1903 و جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث:3200 والسنن الكبرىٰ للنسائى، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾: 430/6، حديث:11403. ③ تفسير الطبرى : 178,177/21 و جامع الترمذى، تفسيرالقرآن، باب ومن سورة الأحزاب،حديث:3202 و سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل طلحة بن عبيدالله ﷺ، حديث:126. ④ تفسير الطبرى :176/21 . ⑤ تفسير الطبرى :175/21 . ⑥ تفسير الطبرى :176/21. ⑦ تفسير الطبرى : 176/21. ⑧ تفسير الطبرى :175/21.

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ

اور (غزوۂ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے (ناکامی کے) غصے میں لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی نہ پا سکے، اور (اس) لڑائی میں اللہ مومنوں کے لیے کافی

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ﴿25﴾

ہو گیا، اور اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے ﴿25﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ﴿23﴾﴾ ''اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔'' یعنی انھوں نے اپنے عہد کو نہیں بدلا اور وفا کو غداری سے تبدیل نہیں کیا بلکہ وہ اس عہد پر قائم دائم رہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور ان منافقوں کی طرح اسے توڑا نہیں جنھوں نے کہا تھا: ﴿اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿13﴾﴾ ''یقیناً ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔'' اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ﴾ ''حالانکہ پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھیں نہیں پھیریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے تو) ان پر مہربانی کرے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کو خوف اور گھبراہٹ کے ساتھ آزمائے گا تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور پاک و ناپاک دونوں کا معاملہ بالفعل ظاہر اور نمایاں ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے لیکن وہ مخلوق کو اپنے علم کی بنیاد پر عذاب نہیں دیتا تاوقتیکہ وہ اس کے مطابق عمل نہ کریں جو وہ ان کے بارے میں جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ○﴾ (محمد 31:47) ''اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' یہ کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اس کا علم ہے، گو اللہ تعالیٰ کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے قبل بھی اس کا علم حاصل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ (ال عمرٰن 3:179) ''(لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا اور اللہ تم کو غیب (کی باتوں) سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔''

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔'' اس لیے کہ انھوں نے صبر و ثبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کیا اور اس کی پوری پوری حفاظت کی۔ ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور منافقوں کو عذاب دے۔'' منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور اس کے احکام کی مخالفت کی اور اس کی وجہ سے وہ عقاب و عذاب کے مستحق قرار پائے، البتہ دنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں کہ اگر وہ چاہے تو ان کو اپنے انھی اعمال پر برقرار رکھے حتی کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے پاس

آئیں گے تو وہ انھیں عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے تو ان پر رجوع فرمائے اور ان کی رہنمائی فرما دے کہ وہ نفاق کو ترک کریں اور گناہ اور نافرمانی کو چھوڑ کر ایمان اور عمل صالح کو اختیار فرما لیں اور جبکہ مخلوق پر اللہ کی رحمت و مہربانی اس کے غیض و غضب پر غالب ہے، اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ”بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیت: 25

اللہ تعالیٰ نے فوجیں خائب وخاسر لوٹا دیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مدینے پر حملہ آور ہونے والی کافروں اور مشرکوں کی جماعتوں کو مدینے سے بھگا دیا اور ان پر زناٹے کی آندھی اور آسمانی لشکروں کو بھیج کر انھیں خائب وخاسر کر دیا، اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث نہ فرمایا ہوتا تو وہ اس آندھی کو اس نامبارک آندھی سے زیادہ مہلک بنا دیتا جسے اس نے قوم عاد کی تباہی و بربادی کے لیے بھیجا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ﴾ (الأنفال 8:33) ”اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے، انھیں عذاب دیتا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز ہوا کو مسلط کر کے ہوس و ہوا کے سبب بننے والے ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا، حالانکہ ان کا تعلق مختلف قبائل اور متعدد جماعتوں سے تھا، اس لیے مناسب یہی تھا کہ ان پر ایسی تند و تیز ہوا کو بھیجا جائے جو ان کی جماعتوں کو منتشر کر دے اور غیض و غضب کی آگ میں جلتے ہوئے انھیں خائب وخاسر لوٹا دے اور فتح و غنیمت کی صورت میں انھیں نہ دنیا میں کوئی خیر و بھلائی حاصل ہو اور نہ آخرت میں، آخرت میں تو ان پر ان کے ان تمام گناہوں کا بوجھ لادا جائے گا جو انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی اور آپ کو شہید کر دینے اور آپ کے لشکر کو ختم کر دینے کے ناپاک ارادوں کی صورت میں کیے تھے۔ جو شخص کسی کام کا ارادہ کر لے اور اپنے اس ارادے کو عمل سے سچا کر دے تو وہ درحقیقت اس کام کے کرنے والے ہی کی طرح ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ﴾ ”اور اللہ مومنوں کو لڑائی میں کافی ہوا۔“ یعنی مومنوں کو کافروں کے ساتھ لڑنے اور انھیں دعوت مبارزت دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی انھیں ان کے شہر سے بھگا دیا، وہ اکیلا ہی ان کے لیے کافی ثابت ہوا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو عزت و سربلندی عطا فرمائی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ (صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَهَزَمَ) الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ] ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت و سربلندی عطا فرمائی، اپنے بندے کی مدد کی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اس اکیلے نے گروہوں کو شکست دے دی، پس اس کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔“①

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 4114 و صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب في الأدعية، حديث: 2724 عن أبي هريرة ؓ جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج......؟ حديث: 1797 و صحيح مسلم، الحج، باب مايقول إذا رجع من سفر الحج......؟ حديث: 1344 عن عبدالله بن عمر ؓ میں ہیں۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تم ان (بنو قریظہ)

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ ㉖ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ

کے ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے تھے ㉖ اور اللہ نے تمھیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس زمین کا

تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ㉗ ع 3 7 19

وارث بنا دیا جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا، اور اللہ ہر شے پر خوب قادر ہے ㉗

اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ اور صحیحین ہی میں عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان جماعتوں کے بارے میں بددعا کی تھی: [اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اِهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اللّٰهُمَّ! اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ] ”اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انھیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔“ ①

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ ﴾ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اب مومنوں اور قریش کے مابین جنگ نہیں ہوگی۔ بعد میں فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ مشرکوں نے مومنوں سے جنگ نہیں کی بلکہ مومنوں نے مشرکوں سے ان کے علاقوں میں جا کر جنگ کی تھی جیسا کہ امام احمد نے سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے موقع پر فرمایا تھا: [اَلْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَا] ”اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔“ ② اور اسی طرح اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ③ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ㉕ ﴾ ”اور اللہ بڑا طاقت ور، نہایت زبردست ہے“ کہ اس نے اپنی قوت و طاقت کے ساتھ انھیں ناکام و نامراد لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی حاصل نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور سربلندی عطا فرمائی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اپنے رسول اور عبد محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات: 27,26

غزوۂ بنو قریظہ: قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے ④ کہ جب مختلف جماعتوں اور لشکروں نے حملہ آور ہونے کے لیے مدینہ میں پڑاؤ ڈال دیا تو بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا اور یہ حُیَی بن اخطب نضری ملعون کی سفارت کاری کا نتیجہ تھا، وہ ان کے قلعے میں داخل ہو کر ان کے سردار کعب بن اسد کو مسلسل اکساتا رہا حتی کہ اس نے معاہدہ توڑ

---

① صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة، حدیث: 2933 و صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، حدیث: 1742 واللفظ له. ② مسند أحمد: 262/4.

③ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب، حدیث: 4110. ④ دیکھیے الأحزاب، آیات: 10,9 کے ذیل میں، عنوان: ”غزوۂ احزاب“

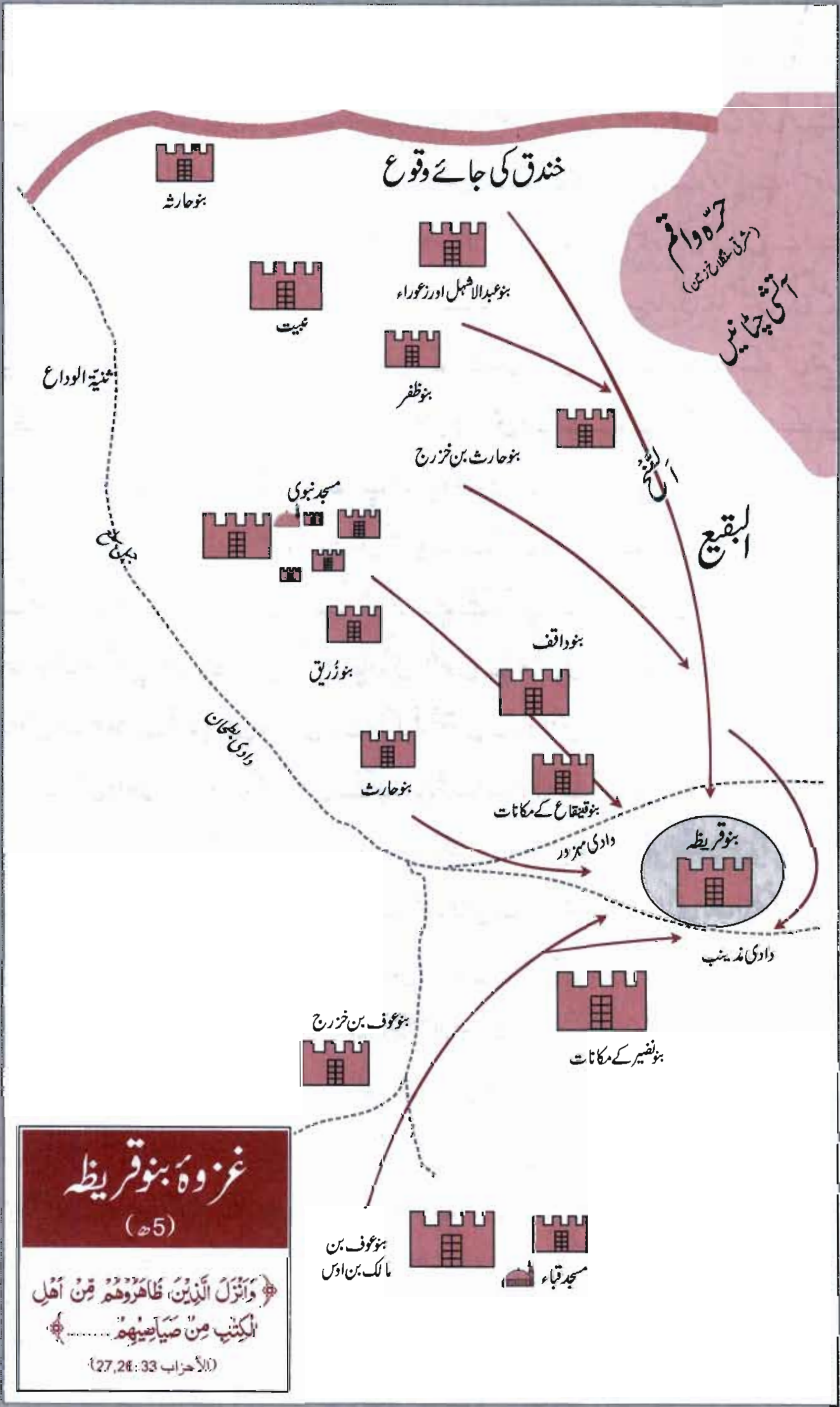
خندق کی جائے وقوع
بنوحارثہ
حرہ واقم
(شرقی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
بنوعبدالاشہل اور زعوراء
عبیت
بنوظفر
ثنیۃ الوداع
بنوحارث بن خزرج
مسجد نبوی
البقیع
بنوواقف
بنوزریق
وادی بطحان
بنوحارث
بنوقینقاع کے مکانات
وادی مہزور
بنوقریظہ
وادی مذینب
بنوعوف بن خزرج
بنونضیر کے مکانات
بنوعوف بن
مالک بن اوس
مسجد قباء

غزوۂ بنوقریظہ

(5ھ)

﴿وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ ......﴾

(الأحزاب 33:26,27)

دیا، حُیَی نے اس سے جو باتیں کیں، ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ اس نے اس سے کہا کہ تجھ پر افسوس! میں تو تیرے پاس زمانے بھر کی عزت لے آیا ہوں، میں تیرے پاس قریش اور اس کے احابیش ① اور غطفان اور ان کے پیروکاروں کو لے آیا ہوں اور یہ سب لوگ اس وقت تک یہاں رہیں گے، جب تک محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع نہیں کر لیتے، کعب نے اسے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! تو میرے پاس زمانے کی عزت نہیں بلکہ زمانے بھر کی ذلت لے کر آیا ہے، افسوس تجھ پر اے حُیَی! تو بلاشبہ منحوس ہے، لہٰذا ہمیں اپنے سے الگ رکھو لیکن وہ کعب کو مسلسل سبز باغ دکھاتا رہا حتی کہ اس نے اسے اپنی رائے سے پھیر دیا اور اس نے اس کا ساتھ دینے کی ہامی بھر لی، البتہ اس سے یہ شرط منوالی کہ اگر یہ ساری جماعتیں چلی گئیں اور وہ کچھ نہ کر سکیں تو یہ واپس نہیں جائے گا بلکہ بنوقریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور ان کے نقش قدم پر چلے گا، بہر حال بنوقریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو یہ آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے ایک بہت بری خبر تھی جو بہت گراں گزری، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تائید و نصرت سے سرفراز فرما دیا اور دشمنوں کو ذلیل وخوار اور ناکام و نامراد لوٹا دیا اور رسول اللہ ﷺ مؤیّد و منصور مدینہ میں تشریف لے آئے، لوگوں نے ہتھیار اتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ ام سلمہ ؓ کے گھر اس محاصرے کی مشقت کی وجہ سے غسل کر رہے تھے کہ آپ کے پاس جبریل نمودار ہوئے، انھوں نے ریشم کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور خچر پر سوار تھے جس پر ریشم کی چادر تھی، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے اور میں ان لوگوں کا پیچھا کر کے ابھی واپس آ رہا ہوں، پھر انھوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنوقریظہ کی طرف چلیں اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے آپ سے کہا: [عَذِيرَكَ مِنْ مُّقَاتِلٍ أَوَضَعْتُمُ السِّلَاحَ] ''کوئی لڑنے والا لے آیئے جو آپ کی طرف سے عذر پیش کرے ② کیا آپ نے اسلحہ رکھ دیا ہے؟'' لیکن ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا، لہٰذا آپ بھی ان لوگوں کی طرف چلیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيْنَ] ''کہاں؟'' جبریل نے جواب دیا: بنوقریظہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان پر زلزلہ طاری کر دوں، رسول اللہ ﷺ تیار ہو گئے، لوگوں کو بھی بنوقریظہ کی طرف چلنے کا حکم دیا، ان کا علاقہ مدینہ سے چند میل کی مسافت پر تھا، روانگی نماز ظہر کے بعد تھی اور آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [لَا يُصَلِّيَنَّ

---

① أَحَابِيش أُحْبُوش کی جمع ہے، اس سے مراد مختلف الجنس لوگوں کی جماعت ہے جبکہ أَحَابِيشُ قُرَيش سے مراد قریش، کنانہ اور خزاعہ کے لوگ ہیں جنھوں نے زیریں مکہ میں حُبْشِی پہاڑ کے قریب جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا معاہدہ کیا تھا۔

② عَذِير، عَاذِر ''عذر پیش کرنے والا'' اور نَصِير ''مددگار'' کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں عَذِير، عَاذِر کے معنی میں ہے اور عَذِيرَكَ مِنْ مُّقَاتِلٍ کے معنی ہیں: ''کوئی لڑنے والا شخص لے آیئے جو آپ کی طرف سے اس کوتاہی پر کوئی عذر پیش کرے۔'' مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ ایسا شخص جس کا کام قتال کرنا ہو اور سلسلۂ قتال ابھی ختم نہ ہوا اور وہ اسلحہ اتار کے رکھ دے اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔ اس معنی میں یہ ترکیب اس وقت استعمال ہوتی ہے جب مخاطب کے پاس اپنے کیے پر کوئی عذر نہ ہو۔ دیکھیے النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 197/3، و فتح الباري: 470/8، حدیث: 4750 کے ذیل میں۔

أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ] ”ہر شخص نماز عصر بنوقریظہ ہی میں ادا کرے۔“①

لوگ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہو گئے اور رستے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بعض لوگوں نے رستے میں نماز پڑھ لی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ جلدی چلو اور دوسروں نے کہا کہ ہم تو نماز بنوقریظہ ہی میں ادا کریں گے، آپ نے ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہ کی، رسول اللہ ﷺ بھی ان لوگوں کے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ نے مدینہ میں ابن ام مکتوم ؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا، پرچم حضرت علی بن ابو طالب ؓ کو دیا، رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتوں تک بنوقریظہ کا محاصرہ کیے رکھا اور جب محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے انھوں نے تکلیف محسوس کی تو وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ اوس قبیلے کے سردار سعد بن معاذ ؓ ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے وہ اسے تسلیم کر لیں گے۔ بنوقریظہ زمانۂ جاہلیت میں اوس کے حلیف تھے، اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ ان سے حسن سلوک سے کام لیں گے جیسا کہ عبداللہ بن اُبَی ابن سلول نے اپنے حلیف بنوقینقاع سے اچھا سلوک کیا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سفارش کی تھی کہ ان کو معاف کر دیا جائے، ان لوگوں کا خیال تھا کہ سعد بن معاذ بھی ابن اُبَی کی طرح ان کے ساتھ یہی سلوک کریں گے، ان کو معلوم نہ تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر سعد ؓ کے بازو کے درمیان کی ایک رگ میں تیر لگ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی رگ پر داغ لگوا دیا تھا اور انھیں مسجد میں ایک قبہ میں ٹھہرا دیا تھا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کی جا سکے، سعد ؓ نے دعا کی تھی: ”اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھنا اور اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہو گئی ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اس وقت تک مجھے فوت نہ کرنا جب تک بنوقریظہ کے بارے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے از خود اپنی خوشی سے یہ مطالبہ کیا کہ سعد ان کے بارے میں فیصلہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ سے طلب فرمایا تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں، جب گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد ؓ تشریف لائے تو اوس نے ان سے چمٹتے ہوئے کہنا شروع کر دیا: اے سعد! وہ آپ کے حلیف ہیں، ان سے حسن سلوک سے کام لینا۔ انھوں نے حضرت سعد کو ان کے بارے میں نرم دل اور شفیق بنانے کی بہت کوشش کی مگر حضرت سعد خاموش تھے اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے اور جب انھوں نے حضرت سعد ؓ سے کثرت سے یہ تقاضا کیا کہ وہ نرمی و شفقت سے کام لیں تو حضرت سعد ؓ نے فرمایا کہ اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت انھیں اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹا سکے، اس سے انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ سعد انھیں باقی نہیں چھوڑیں گے، جب سعد ؓ اس خیمہ کے قریب پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ فروکش تھے تو

---

① صحيح البخاري، صلاة الخوف، باب صلاة الطالب والمطلوب......، حديث: 946 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، المبادرة بالغزو وتقديم أهم الأمرين......، حديث:1770عن عبدالله بن عمر ؓ. **ملحوظہ:** صحیح مسلم میں ابن عمر ؓ کی روایت میں [العصر] کے بجائے [الظهر] ہے جبکہ بخاری میں [العصر] ہے اور اسی پر اہل مغازی کا اتفاق ہے اور ابن عمر ؓ کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام سے بھی [العصر] مروی ہے، لہٰذا یہی راجح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ] ''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔''① مسلمان ان کی طرف اٹھ کر گئے اور انھوں نے نہایت تعظیم اور اکرام و احترام کے ساتھ انھیں ان کی شایان شان جگہ پر (جو ان کے لیے بنائی گئی تھی) اتارا تاکہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ زیادہ مؤثر انداز میں نافذ کر دیں۔

جب حضرت سعد ؓ بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:[إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِكَ (أُحْكُمْ فِيهِمْ)] ''یہ لوگ (یہودیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) تمھیں منصف ماننے پر راضی ہو گئے ہیں۔ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔'' سعد ؓ نے عرض کی: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: میرا فیصلہ اس پر بھی نافذ ہوگا جو اس خیمہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: ان لوگوں پر بھی نافذ ہوگا جو یہاں ہیں؟ انھوں نے یہ کہتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا جس جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور یہ بات کہتے ہوئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و شوکت اور اکرام و احترام کے باعث اپنا چہرہ دوسری طرف کر رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا: ہاں، حضرت سعد ؓ نے عرض کی: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے تمام جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے مال و اولاد کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ (مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ)] ''بلاشبہ تو نے تو ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:[لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ] ''سعد تو نے وہ فیصلہ کیا ہے جو (اللہ) بادشاہ کا فیصلہ ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خندقیں کھودی گئیں اور انھیں پیچھے کی طرف ہاتھ باندھے ہوئے لایا گیا اور ان کی گردنیں اڑا دی گئیں، ان مارے جانے والوں کی تعداد سات سو سے آٹھ سو کے درمیان تھی اور ان لڑکوں کو جن کے ابھی زیر ناف بال نہیں اگے تھے، عورتوں اور مالوں کے ساتھ غلام بنا لیا گیا۔② یہ تمام واقعات اپنے دلائل و احادیث کے

---

① یہ قیام تعظیماً نہیں تھا بلکہ زخمی ہونے کی وجہ سے سعد ؓ کو سواری سے اترنے میں مدد دینے کے لیے تھا۔ اس کی دلیل [فَأَنْزِلُوهُ] ''انھیں اتاریں'' کے صریح الفاظ ہیں، چنانچہ مسند أحمد:142/6 میں حضرت عائشہ ؓ سے صحیح حدیث ہے: [قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ فَأَنْزِلُوهُ] ''اپنے سردار کی طرف اٹھو اور انھیں (سواری سے) اتارو۔'' نیز یہ خطاب سعد ؓ کے قبیلے والوں سے تھا۔ عام حکم نہیں تھا جیسا کہ صحیح البخاری، المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب......، حدیث:4121 میں ہے: قَالَ لِلْأَنْصَارِ آپ نے انصار سے فرمایا۔ بنابریں اس حدیث سے قیام تعظیمی کے جواز کی دلیل لینا درست نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری:51/11، تحت الحدیث:6262 و مرقاۃ المفاتیح:473/8، تحت الحدیث:4695. ② صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب إذا نزل العدو علی حکم رجل، حدیث :3043 و صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب جواز قتال من نقض العهد......، حدیث:1768 عن أبی سعید الخدری ؓ. اور تفصیل کے لیے دیکھیے مسند أحمد 142,141/6 و صحیح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة......، ذکر وصف دعاء سعد بن معاذ......: 501-498/15، حدیث: 7028 والمصنف لعبد الرزاق، وقعة الأحزاب وبنی قریظة:372-367/5، حدیث:9737 والمعجم الکبیر للطبرانی:79/19، حدیث:160 و تفسیر الطبری:184-181/21. ملحوظہ:[من فوق سبعة أرقعة] کے بارے میں حافظ ابن حجر ؒ فتح الباری: 412/7، المغازی، حدیث:4121 کے ذیل میں لکھتے ہیں: یہ روایت ابن اسحاق، علقمہ بن وقاص کی مراسیل میں سے ہے۔

ساتھ تفصیلاً ثابت ہیں۔ اور اس کی تفصیل میں نے سیرت کے موضوع پر تحریر کردہ مختصر و جامع کتاب میں درج کر دی ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ﴾ ''اور ان لوگوں کو جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، اتار دیا۔'' یعنی جنھوں نے قریش وغطفان کے لشکروں سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔ ﴿مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ ''اہل کتاب میں سے۔'' یعنی بنوقریظہ جو یہودی تھے اور بنی اسرائیل کے بعض قبائل سے تھے، ان کے آباء و اجداد تو زمانۂ قدیم سے حجاز میں اس لیے آکر بس گئے تھے کہ جب وہ نبی اُمّی تشریف لائیں جن کا تذکرہ انھوں نے تورات وانجیل میں دیکھا تھا تو یہ ان کی اتباع کریں۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (البقرة 89:2) ''پھر جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی، تو اس سے کافر ہو گئے۔'' ان پر اللہ کی لعنت ہو!

﴿مِنْ صَيَاصِيْهِمْ﴾ ''ان کے قلعوں سے۔'' مجاہد، عِکرِمہ، عطاء، قتادہ، سُدّی اور بہت سے ائمۂ سلف کا قول ہے کہ ﴿صَيَاصِيْهِمْ﴾ کے معنی ان کے قلعے ہیں۔ ① ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔'' رعب سے یہاں خوف مراد ہے کیونکہ ان لوگوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تعاون و امداد دی تھی جبکہ وہ لوگ جو حالات کو قریب سے معلوم کرتے ہوں ان کی طرح نہیں ہوتے جو حالات سے واقف نہیں ہوتے۔ انھوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انھیں قتل کر دینے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں انھیں غلبہ حاصل ہو جائے مگر صورت حال اس کے برعکس ہو گئی، ان کی سب تدبیریں الٹی ہو گئیں، انھوں نے دنیا میں معزز ہونے کا پروگرام بنایا تھا مگر ذلیل و رسوا ہو گئے، انھوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا مگر خود مٹ گئے، پھر آخرت کی شقاوت اس پر مستزاد، الغرض! انھوں نے سراسر خسارے کا سودا کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝26﴾ ''کتنوں کو تم قتل کرتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔'' جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ جنگجو تھے اور جنھیں قیدی بنایا گیا وہ چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عَطِیّہ قُرَظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا کیونکہ صحابۂ کرام کو میری بلوغت کے بارے میں شک تھا، نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ یہ دیکھیں کہ میرے زیر ناف بال اگے ہیں یا نہیں، انھوں نے جب دیکھا تو وہ ابھی نہیں اگے تھے، لہٰذا انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور قیدیوں میں شامل کر دیا۔ ② اسی طرح اسے اہل سنن نے بیان کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ③ اور امام نسائی نے بھی اسے بروایت عطیہ

---

① تفسیر الطبری: 186,185/21. ② مسند أحمد: 383/4. ③ جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی النزول علی الحکم، حدیث: 1584 و سنن أبی داود، الحدود، باب فی الغلام یصیب الحد، حدیث: 4405,4404 و سنن النسائی، الطلاق، باب متی یقع طلاق الصبی؟ حدیث: 3460,3459 و سنن ابن ماجه، الحدود، باب من لا یجب علیه الحد، حدیث: 2542,2541.

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَهَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ (دنیوی) فائدہ دوں اور تمھیں بڑے اچھے

وَ اُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ㉘ وَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

طریقے سے رخصت کر دوں ㉘ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو، تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے

لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ㉙

بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ㉙

بیان کیا ہے۔ ①

﴿ وَ اَوۡرَثَكُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَ دِیَارَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ ﴾ ''اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو وارث بنا دیا۔'' یعنی جب تم نے انھیں قتل کر دیا تو ان کے مال و جائیداد کا تم کو وارث بنا دیا۔ ﴿ وَ اَرۡضًا لَّمۡ تَطَـُٔوۡهَا ؕ ﴾ ''اور اس زمین کا بھی جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا۔'' اس سے مراد خیبر ② اور ایک قول کے مطابق مکہ ہے۔ ③ اسے امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے اور ایک اور قول کے مطابق اس سے فارس اور روم کی زمین ہے۔ ④ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ سارے علاقے ہو سکتے ہیں۔ ⑤ ﴿ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا ㉗ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔''

تفسیر آیات: 29,28

ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کے عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار: یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ چاہیں تو آپ کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے پاس چلی جائیں جس سے ان کو دنیا اور اس کا ساز و سامان حاصل ہو جائے اور اگر وہ چاہیں تو اس تنگ حالی میں آپ کے پاس رہ کر صبر کریں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ انھیں بے حد اجر و ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ اس اختیار کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنے لیے پسند فرمایا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی سعادت دونوں سے سرفراز فرما دیا تھا، امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیویوں کو اختیار دے دینے کا حکم دیا تو آپ ان کے پاس تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مجھ سے گفتگو فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا: [إِنِّي ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ تَسْتَعْجِلِي حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ] ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لینا۔'' آپ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم کبھی بھی

---

① السنن الكبرى للنسائي، السير، باب حد الإدراك: 185/5، حديث: 8621,8620. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9 وتفسير الطبري: 187,186/21. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9 وتفسير الطبري: 186/21. ④ تفسير الطبري: 186/21 وتفسير ابن أبي حاتم: 3126/9. ⑤ تفسير الطبري: 187/21.

نہیں دے سکتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ﴾ ”اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیں۔“ اور آپ نے پوری دو آیتیں تلاوت فرمائیں، یہ سن کر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: میں کس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر (جنت) کی طلب گار ہوں۔①

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو معلق بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ کی دیگر بیویوں نے بھی یہی جواب دیا جو جواب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دے دیا تھا مگر ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا تو آپ نے اسے کوئی چیز (طلاق وغیرہ) شمار نہیں کی۔③ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت اعمش بیان کیا ہے۔④

اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت بہت سے لوگ آپ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور نبی ﷺ اپنے گھر کے اندر تشریف فرما تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہ ملی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اجازت طلب کی مگر انھیں بھی اجازت نہ ملی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی، دونوں اندر چلے گئے اور انھوں نے دیکھا کہ نبیٔ اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں بھی موجود ہیں مگر رسول اللہ ﷺ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا ہوں شاید آپ ہنس پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر بنت زید، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی، اب مجھ سے خرچ کا سوال کرے تو میں اس کی گردن دبا دوں گا، یہ سن کر نبیٔ اکرم ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، آپ نے فرمایا: [هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرٰى، يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ] ”یہ میری بیویاں بھی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میرے پاس نفقہ طلب کرنے کے لیے جمع ہیں۔“ ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کو مارنے کے لیے کھڑے ہوئے اور دونوں اپنی صاحبزادیوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو مارنے سے منع فرما دیا اور ازواج مطہرات نے بھی کہا کہ اس کے بعد آئندہ ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود ہی نہ ہو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختیار سے متعلق یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

اور اس بارے میں آپ نے سب سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: [إِنِّي ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا، مَّآ أُحِبُّ أَنْ

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ ......﴾ (الأحزاب 28:33)......، حدیث: 4785. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ......﴾ (الأحزاب 29:33) ......، حدیث: 4786. ③ مسند أحمد: 145/6 . ④ صحیح البخاری، الطلاق، باب من خیر أزواجه......، حدیث: 5262 وصحیح مسلم، الطلاق، باب بیان أن تخییره امرأته......، حدیث: 1477.

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ کے لیے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑳

یہ نہایت آسان ہے ⑳

تَسْتَعْجِلِي فِيهِ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ] ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر جلدی سے جواب دے دو۔'' انھوں نے عرض کی: کیا بات ہے؟ تو آپ نے اس آیت کریمہ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ …… ﴾ کی تلاوت فرمادی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اپنے لیے اللہ اور اس کے رسول ہی کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے گزارش یہ ہے کہ اپنی بیویوں میں سے کسی سے میرے انتخاب کا ذکر نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّفًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا، لَّا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ عَمَّا اخْتَرْتِ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے تو معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر کسی نے تمھارے انتخاب کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں اسے بتادوں گا۔''① اسے صرف امام مسلم نے ہی بیان کیا ہے، بخاری نے نہیں، جبکہ امام مسلم اور امام نسائی نے اس کو بروایت زکریا بن اسحٰق مکی بیان کیا ہے۔②

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کے حبالۂ عقد میں نو (9) ازواج مطہرات تھیں جن میں سے یہ پانچ خاندان قریش سے تھیں: (1) عائشہ (2) حفصہ (3) ام حبیبہ (4) سَودہ اور (5) ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور ان کے علاوہ (6) صَفِيَّہ بنت حُیَی تھیں ان کا تعلق قبیلۂ بنونضیر سے تھا، (7) میمونہ بنت حارث تھیں جن کا تعلق قبیلۂ ہلال سے تھا، (8) زینب بنت جحش تھیں جو بنواسد سے تھیں اور (9) جویریہ بنت حارث تھیں جو بنومصطلق سے تھیں۔③ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ وَأَرْضَاهُنَّ.

تفسیر آیت:30

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن عام عورتوں جیسی نہیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کرلیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بدستور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی رہیں تو اس موقع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مناسب سمجھا کہ انھیں یہ بھی بتادیا جائے کہ دیگر تمام عورتوں کی نسبت ان کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ ان میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دونی سزا دی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ناشائستہ حرکت سے مراد سرکشی اور بدخلقی ہے۔④ بہرحال یہ جملہ شرطیہ ہے اور شرط واقع

---

① مسند أحمد: 328/3 . ② صحيح مسلم، الطلاق، باب بيان أن تخييره امرأته……، حديث: 1478 والسنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء: 384,383/5، حديث: 9208. ③ تفسير الطبرى: 189/21 . ④ زاد المسير: 204/6 وتفسير البغوى: 635/3.

ہونے کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر 65:39) ”اور البتہ تحقیق (اے محمد!) آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ (الأنعام 89:6) ”اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○﴾ (الزخرف 81:43) ”کہہ دیں کہ اگر اللہ کے لیے اولاد ہو تو میں (سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○﴾ (الزمر 4:39) ”اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا، نہایت زبردست ہے۔“

ازواج مطہرات کا مقام و مرتبہ جب بہت بلند تھا تو مناسب ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی سزا بھی بہت سخت ہوتا کہ ان کے بلند و بالا مقام و مرتبہ کی حفاظت کی جا سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ﴾ ”تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی، اس کو دونی سزا دی جائے گی۔“ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ﴿يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ﴾ سے مراد دنیا و آخرت میں دونی سزا دی جائے گی۔ ① ابن ابو نجیح اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰﴾ ”اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔“

* * *

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3129/9 و تفسير عبدالرزاق: 37/3، رقم: 2335 عن قتادة.

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اور نیک عمل کرے تو ہم اسے اس کا اجر دو گنا دیں گے، اور اس

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿31﴾

کے لیے ہم نے اچھا رزق تیار کر رکھا ہے ﴿31﴾

یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم متقی و پرہیز گار رہو تو (کسی بھی غیر محرم سے) آہستگی و نرمی سے بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ شخص جس کے

قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿32﴾ ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

[illegible]

الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ

زیب و زینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اے

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿33﴾ ۚ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

اہل بیت! بس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے، اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے ﴿33﴾ اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور سنت

ع 4/7 1 اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿34﴾ ع

(کی باتیں) پڑھی جاتی ہیں وہ یاد کرو، یقیناً اللہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے ﴿34﴾

تفسیر آیت: 31

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے انعامات: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و فضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ”اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور ان کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی ﴿ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿31﴾ ﴾ ”اس کو ہم دونا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔“ یعنی جنت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ علیین کے درجات ہی میں ہوں گی اور تمام مخلوقات کے درجات کے اوپر مقام وسیلہ میں ہوں گی جو جنت کا وہ درجہ ہے جو عرش الٰہی سے قریب ترین ہے۔

تفسیر آیات: 32-34

امہات المومنین رضی اللہ عنہن دیگر خواتین کے لیے اسوہ ہیں: یہ وہ آداب ہیں جن کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو حکم دیا اور امت کی عورتیں اس سلسلے میں ان کی تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اس طرح اختیار کریں جس طرح اس نے انھیں حکم دیا ہے تو کوئی دوسری عورت ان جیسی نہیں ہو سکتی اور نہ فضیلت اور مقام و مرتبہ میں ان تک پہنچ سکتی ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ ”تو تم

(کسی اجنبی شخص سے) بات کرنے میں نرمی نہ کیا کرو۔'' سُدّی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ سے مراد اس وقت نرم نرم باتیں کرنا ہے جب اجنبی مردان سے مخاطب ہوں۔ ① اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾ ''تاکہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے (اس سے) کوئی طمع (نہ) کرلے۔'' ﴿ مَرَضٌ ﴾ سے مراد پوشیدہ شرارت ہے۔ ﴿ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ ﴾ ''اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔'' ابن زید کہتے ہیں کہ ایسی بات جو نیکی کے اعتبار سے اچھی، خوب صورت اور دستور کے مطابق ہو۔ ② اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اجنبی مردوں سے اس انداز سے کلام کریں جس میں نرمی نہ ہو، یعنی کوئی عورت اجنبی مردوں سے اس انداز سے گفتگو نہ کرے جس طرح وہ اپنے شوہر سے کرتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾ ''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔'' یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو اور ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو، شرعی ضرورتوں میں سے مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِّيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ] ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انھیں زیب و زینت کے بغیر نکلنا چاہیے۔'' ③ اور ایک روایت میں ہے: [وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ] ''اور ان کے گھر ہی ان کے لیے بہت بہتر ہیں۔'' ④

اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ ''اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ عورت نکل کر مردوں کے آگے چلنا شروع کر دیتی تھی، یہی زمانۂ جاہلیت کا اظہار زیب و زینت ہے۔ ⑤ امام قتادہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ سے مراد ہے کہ اگر وہ گھروں سے نکل کر ناز و ادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اِٹھلاتے ہوئے چلیں تو اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا دیا ہے۔ ⑥ اور مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عورت اپنے دوپٹے کو سر پر لٹکالے اور اپنے ہار، اپنے جھمکے اور اپنے گلے کو نہ چھپائے بلکہ ان سب چیزوں کو نمایاں کر دے، یہی اظہار زیب و زینت ہے۔ ⑦ خطاب اگرچہ براہ راست ازواج مطہرات سے ہے لیکن یہ حکم عام ہے اور سب مسلمان عورتوں کے لیے ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ ﴾ ''اور نماز پڑھتی رہو اور زکاۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔'' پہلے انھیں برائی سے منع کیا گیا اور اب انھیں نیکی کا حکم دیتے ہوئے نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، نماز اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اور زکاۃ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان ہے۔ ﴿ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔'' یہ عام کے خاص پر عطف

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:3130/9 وتفسیر الطبری:5/22. ② تفسیر الطبری:5/22 . ③ سنن أبی داود، الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء……، حدیث: 565 عن أبی هریرة ﷛ . ④ سنن أبی داود، الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء، حدیث :567 و مسند أحمد:76/2عن ابن عمر ﷠. ⑤ تفسیر عبدالرزاق :38/3، رقم:2340. ⑥ تفسیر الطبری :6/22 . ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم :2642/8 .

کے باب سے ہے۔

ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۚ﴾ ”اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ صرف چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ازواج مطہرات بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب ہیں جبکہ توسع اور عموم کے طور پر دیگر خواتین بھی اس میں داخل ہیں، یعنی ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بہت سی احادیث آئی ہیں جو اس آیت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۚ﴾ کو بلند آواز سے پڑھتے، پھر فرماتے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔① اور اسی طرح ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۚ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔② عکرمہ کہتے ہیں کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت کریمہ نبیٔ اکرم ﷺ کی بیویوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔③

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب تو ازواج مطہرات ہی ہیں لیکن توسع اور عموم کے طور پر دیگر اہل بیت بھی اس میں شامل ہیں۔ ابن جریر نے صَفِیَّہ بنت شَیبَہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ نے سیاہ بالوں کی بنی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی تھی پس حسن رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی داخل کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۚ﴾ کی تلاوت فرمائی۔④ اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔⑤

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے روایت کیا ہے کہ میں، حصین بن سَبرہ اور عمر بن مسلم، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حُصَین نے ان سے عرض کی: زید! آپ نے تو خیر کثیر کو حاصل کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ کے ارشادات کو سنا، آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا، زید! آپ نے تو بلاشبہ خیر کثیر کو حاصل کیا ہے، زید! ہمیں بھی کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، انھوں نے جواب دیا: میرے بھتیجے! اب میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور طویل عرصہ گزر گیا ہے، اس

---

① تفسير الطبرى:13/22 . ② تفسير ابن أبى حاتم:3132/9 . ③ تفسير ابن أبى حاتم: 3132/9 . ④ تفسير الطبرى:9/22 . ⑤ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبى ﷺ، حديث:2424 .

لیے میں بعض احادیث کو بھول گیا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کی تھیں، لہٰذا میں تم سے جو حدیث بیان کروں (وہ مجھے یاد ہونی چاہیے) اسے قبول کرلو اور جو بیان نہ کروں، اس کے بارے میں مجھے مجبور نہ کیا کرو، پھر انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خُم نامی ایک چشمے پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا:[أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُّوشِكُ أَنْ يَّأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهٖ] ''حمد وثنا کے بعد لوگو! خبردار آگاہ رہو، میں بشر ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد پیغام لے کر آجائے اور میں لبیک کہہ دوں، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔'' آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف آمادہ کیا اور اس کی بہت ترغیب دی، پھر فرمایا:[وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي] ''اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں۔'' تو حصین نے پوچھا: زید! اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے۔ زید نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ﷻ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان سب لوگوں پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ زید نے جواب دیا: ہاں۔ ① یہ زید بن ارقم کی تفسیر ہے، مرفوع روایت نہیں ہے۔

کتاب وسنت پر عمل کا حکم: جو شخص بھی قرآن مجید میں تدبر کرے گا تو اسے اس بارے میں ذرہ بھر شک نہیں ہوگا کہ ازواج مطہرات اس آیت: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝33﴾ میں داخل ہیں کیونکہ کلام کا سیاق انھی کے بارے میں ہے، اسی لیے اس سب کچھ کے بعد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ﴾ ''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے گھروں میں اپنے رسول ﷺ پر جس کتاب وحکمت کو نازل فرما رہا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ امام قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے یہی معنی کیے ہیں۔ ② اس نعمت کو یاد کرو جو عام لوگوں میں سے بطور خاص صرف تمھارے حصے میں آئی ہیں اور وہ یہ کہ تمام لوگوں میں سے صرف تمھارے گھر ہی ایسے ہیں جن میں وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ

---

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب ﵁، حديث: 2408. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3133/9 و تفسير الطبري: 13/22.

بنت صدیق رضی اللہ عنہا دیگر ازواج کی نسبت اس نعمت کی سب سے زیادہ مستحق، اس غنیمت کی سب سے زیادہ حصے دار اور اس بے پایاں رحمت کے سب سے زیادہ لائق تھیں کہ آپ کے سوا کسی دوسری خاتون کے بستر میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ خود رسول اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی دوسری باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ آپ کے بستر میں نہیں سویا تھا، لہٰذا یہ بات بہت مناسب تھی کہ آپ کو اس اعزاز سے سرفراز فرمایا جاتا اور اس بلند مرتبے سے نوازا جاتا لیکن جب دیگر ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہی میں سے ہیں تو اس قرابت کی وجہ سے وہ بھی اس نام کی مستحق قرار پائیں۔

ابن ابو حاتم نے ابو جمیلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان پر حملہ آور ہو کر اپنے خنجر سے وار کر دیا، حُصَین کا خیال ہے کہ جس شخص نے ان پر حملہ کیا وہ بنو اسد کا ایک شخص تھا، حسن رضی اللہ عنہ حملے کے وقت سجدے کی حالت میں تھے اور لوگوں کا خیال ہے کہ نیزہ آپ کے سرین پر لگا تھا جس کی وجہ سے آپ کئی مہینے بیمار رہے، پھر صحت یاب ہو گئے تو منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمھارے حکمران بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۳۳ ﴾ آپ بار بار اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے حتی کہ مسجد میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو زار و قطار رو نہ رہا ہو۔①

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۳۴ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی سے تم اس بلند مقام و مرتبہ تک پہنچی ہو اور اسے تمھارے بارے میں خوب معلوم ہے کہ تم اس کی اہل بھی ہو، اسی وجہ سے اس نے تمھیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا اور اسے تمھارے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھیں ایسے گھروں میں رکھا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات وحکمت کی تلاوت ہوتی ہے، لہٰذا تم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہا کرو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۳۴ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ تمھارے ساتھ اس نے لطف وکرم کا معاملہ فرمایا کہ تمھیں ایسے گھروں میں پہنچا دیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات وحکمت کی تلاوت ہوتی ہے۔ حکمت سے مراد سنت ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں خوب باخبر ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے لیے بیویوں کے طور پر تمھارا انتخاب فرمایا ہے۔② اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ: ﴿ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ازواج مطہرات پر بطور احسان ذکر فرمایا ہے۔③ عطیہ عوفی نے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۳۴ ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3132/9. ② تفسير الطبري: 13/22. ③ تفسير الطبري: 13/22.

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ

عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ㉟

سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ㉟

اس کے استخراج کے اعتبار سے لطیف اور اس کے مقام کے اعتبار سے خبیر ہے۔ ① اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا، پھر کہا ہے کہ ربیع بن انس نے قتادہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیت: 35

بخشش اور اجر عظیم کے مستحق لوگ: امام احمد نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: کیا بات ہے ہمارا قرآن مجید میں اس طرح ذکر نہیں ہوتا جس طرح مردوں کا ذکر ہوتا ہے؟ ایک دن اچانک میں نے یہ دیکھا کہ آپ منبر پر اعلان فرما رہے تھے، میں اس وقت اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے بال سمیٹے اور اپنے گھر کے حجرے کی طرف نکلی اور میں نے آپ کے اعلان کو سننے کے لیے کان لگا دیے، آپ منبر کے پاس فرما رہے تھے: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ...... ”لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ...... ﴾“]۔ ③ اور اسی طرح اسے امام نسائی اور ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔ ④

یہ آیت کریمہ: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے، ایمان خاص ہے، اسلام عام ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ ﴾ (الحجرات 14:49) ”دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو: ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔“ اور صحیحین کی حدیث میں ہے: [لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ] ”زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔“ ⑤ یعنی اس سے ایمان سلب کر لیا جاتا ہے لیکن اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس

---

① تفسیر الطبری: 88/21 عن قتادة. ② تفسیر الطبری: 396/7 . ③ مسند أحمد: 305/6. ④ السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ﴾: 431/6، حدیث: 11405 و تفسیر الطبری: 15/22. ⑤ صحیح البخاری، المظالم، باب النهبٰی بغیر إذن صاحبه......، حدیث: 2475 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بالمعاصی......، حدیث: 57 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کافر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عام اور ایمان خاص ہے جیسا کہ ہم نے شرح بخاری کے آغاز میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ ﴾ ''اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔'' قنوت کے معنی سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط ﴾ (الزمر 9:39) ''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے اوقات میں سجدے کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر طاعت وعبادت کرتا، آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○ ﴾ (الروم 26:30) ''اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، اسی کے (مملوک) ہیں (اور) تمام اس کے فرماں بردار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ ﴾ (آل عمرٰن 43:3) ''اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ ﴾ (البقرة 238:2) ''اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔'' اسلام کے بعد ایک بلند مرتبہ ہے اور وہ ایمان ہے اور اطاعت، اسلام وایمان ہی کا ثمر ہے۔

﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ﴾ ''اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں۔'' راست بازی کا تعلق اقوال سے ہے۔ شک سچ بولنا بھی بہت قابل ستائش عادت ہے، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہے کہ انھوں نے زندگی بھر کبھی بھی زمانۂ جاہلیت یا اسلام میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سچ بولنا ایمان کی علامت ہے جیسا کہ جھوٹ بولنا نفاق کی نشانی ہے۔ جس شخص نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔ حدیث میں ہے: [عَلَيْكُم بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِى إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِى إِلَى الْجَنَّةِ، وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا، وَّإِيَّاكُم وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِى إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِى إِلَى النَّارِ وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا] ''سچ کو اختیار کرو پس بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو پس بے شک جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''① سچ کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔

---

① صحيح البخارى، الأدب، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ ﴾ (التوبة 119:9) ومانيهى عن الكذب، حديث: 6094 وصحيح مسلم، البروالصلةوالأدب، باب قبح الكذب وحسن الصدق، حديث:(105) -2607 واللفظ له. جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ مسند أحمد: 410/1 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾ ”اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔“ یہ ثابت قدم لوگوں کی صفت ہے اور اس سے مراد مصائب پر صبر کرنا اور اس بات کو جان لینا ہے کہ جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ بہر صورت رونما ہونے والا ہے اور اسے صبر وثبات کے ساتھ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور صبر وہ ہے جو صدمۂ اولیٰ کے وقت کیا جائے، یعنی صدمے کے آغاز میں صبر کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے، پھر بعد میں آسان ہوتا جاتا ہے اور وہ بھی صدق وثبات کی علامت ہے۔

﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ”اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں۔“ خشوع کے معنی سکون، طمانینت، تحمل، وقار اور تواضع کے ہیں۔ اور اس کا سبب اللہ کا خوف اور اس کی نگہبانی کا تصور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: [أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ] ”اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔“①

﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ”اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔“ صدقہ ان محتاج اور کمزور لوگوں سے احسان ہے جو کما نہیں سکتے اور جن کے لیے کوئی کمانے والا بھی نہ ہو تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لاتے اور لوگوں کی طرف احسان کرتے ہوئے اپنے زائد مال انھیں دے دیتے ہیں۔ صحیحین میں حدیث ہے: [سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ...... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ، مَا تُنْفِقُ يَمِينُهٗ] ”سات شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ فراہم کرے گا جب اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات سعادت مند لوگوں میں آپ نے اس شخص کا ذکر بھی فرمایا) جو صدقہ کرتا اور اسے اس قدر مخفی رکھتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔“② اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ] ”اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“③ صدقہ کی ترغیب کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

﴿وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ ”اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں۔“ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: [وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ] ”اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے۔“④ یعنی روزہ جسم کو طبعی اور شرعی لحاظ سے نکمی اور ملاوٹ شدہ

---

① صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبيﷺ عن الإيمان والإسلام......، حديث: 50 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام......، حديث: 8 عن عمر رضی اللہ عنہ. ملحوظہ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ [أُعْبُدِاللّٰهَ] ایک اور روایت کے سیاق میں آتے ہیں، دیکھیے مسند أحمد: 132/2 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. ② صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة باليمين، حديث: 1423 وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. ③ جامع الترمذي، السفر، باب ماذكر في فضل الصلاة، حديث: 614 عن كعب بن عجرة رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3973 عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ. ④ سنن ابن ماجه، الصيام، باب في الصوم زكاة الجسد، حديث: 1745 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، حدیث ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 497/3 حديث: 1329.

چیزوں سے پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھ لے وہ ﴿ وَالصّٰٓىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ ﴾ میں داخل ہو جاتا ہے۔① روزہ شہوت توڑنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ”اے گروہ جواناں! تم میں سے جس کو استطاعت ہو وہ شادی کر لے، یہ نظر کو بہت نیچے رکھنے اور شرم گاہ کی بہت زیادہ حفاظت کا سبب ہے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے، کیونکہ وہ اس کے لیے شہوت کو کچلنے کا سبب ہے۔“② اسی لیے مناسب تھا کہ اس کے بعد یہ ذکر کیا جاتا: ﴿ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ ﴾ ”اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔“ یعنی وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف مباح صورت ہی کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ ﴾ (المعارج 70:29-31) ”اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا جن (لونڈیوں) کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کے پاس جانے پر) انھیں کچھ ملامت نہیں اور جو لوگ ان کے سوا اور کے طلب گار ہوں، سو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ﴾ ”اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔“ امام ابن ابو حاتم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ كُتِبَا (لَيْلَتَهُمَا) مِنَ الذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ] ”جب کوئی شخص رات کو بیدار ہو جائے اور اپنی بیوی کو بیدار کرے اور دونوں (اس رات) دو (دو) رکعت نماز پڑھ لیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔“③ امام ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بروایت ابو سعید و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے اس فرمان کو اسی طرح بیان کیا ہے۔④

اور امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے رستے میں چل رہے تھے کہ آپ جمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: [هٰذَا جُمْدَانُ، سِيرُوا! سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ، قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتُ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا:

---

① الدرالمنثور: 380/5. ② صحيح البخاري، النكاح، باب قول النبي ﷺ: [من استطاع منكم الباءة......]، حديث: 5065 و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه......، حديث: (3)-1400 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

③ تفسير ابن أبي حاتم: 3134/9. ④ سنن أبي داود، الوتر، باب الحث على قيام الليل، حديث: 1451 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن أيقظ أهله الليل، حديث: 1335 و اللفظ له. جبکہ قوسین والا لفظ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ﴾: 432/6، حديث: 11406 میں ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں ان کا کوئی

اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ㊱

اختیار (باقی) رہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا㊱

وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ!] ''یہ جمدان ہے، تم چلتے رہو مُفرِّدین سبقت لے گئے، صحابہ نے عرض کی: یہ مُفرِّدین① کون ہیں؟ فرمایا: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخش دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخش دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اور بال کٹوانے والوں کو بھی بخش دے۔''② اس روایت کو اس طرح بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں اور اس کا پہلا حصہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔③

اور فرمایا: ﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ㉟ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' یہ ان سب مذکورہ بالا لوگوں کے بارے میں خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے لیے بخشش اور ان کے لیے اجر عظیم، یعنی جنت کو تیار فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیت:36

شانِ نزول: امام احمد نے ابوبرزہ اَسلمی سے روایت کیا ہے کہ جُلَیْبِیب نامی ایک شخص عورتوں کے پاس آتا، ان کے پاس سے گزرتا اور ان سے دل لگی کی باتیں کیا کرتا تھا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو آئندہ تمھارے پاس جُلَیْبِیب نہ آئے، اگر وہ آیا تو میں سخت سزا دوں گا۔ انصار میں یہ دستور تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس اگر کوئی بغیر شوہر کے④ (کنواری، بیوہ اور مطلقہ) عورت ہوتی تو وہ اس وقت تک اس کی شادی نہ کرتا جب تک یہ معلوم نہ کر لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی حاجت ہے یا نہیں۔ نبی ﷺ نے ایک انصاری سے کہا: [زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ] ''اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دے دو'' اس نے عرض کی: بسر و چشم اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَسْتُ أُرِيدُهَا لِنَفْسِي] ''یقیناً میں یہ رشتہ اپنے لیے نہیں چاہتا۔'' تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کے لیے چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِجُلَيْبِيبٍ] ''جُلَیْبِیب کے لیے۔'' اس نے

---

① مُفرِّد، لغوی اعتبار سے اس تنہا سفر کرنے والے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اپنی سواری کے سوا اور کوئی بھی نہ ہو جبکہ حدیث کے لحاظ سے اس کے معنی حدیث میں مذکور ہیں۔ ② مسند أحمد :411/2. ③ صحيح مسلم، الذكر والدعاء...... ، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث :2676 . اور جُمدان مکہ مکرمہ کے راستے میں ینبع اور عیص کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ④ اَیِّم ہر اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الوقت کسی کے نکاح میں نہ ہو، خواہ پہلے اس کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، یعنی کنواری، بیوہ اور مطلقہ سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر اس مرد کو بھی اَیِّم کہتے ہیں جس کے نکاح میں فی الوقت کوئی عورت نہ ہو۔

عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بیٹی کی ماں سے مشورہ کرتا ہوں، وہ اس کی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ تمھاری بیٹی کا رشتہ طلب فرماتے ہیں، اس نے بھی جواب میں یہی کہا کہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر! اس آدمی نے کہا: مگر رسول اللہ ﷺ یہ رشتہ اپنے لیے طلب نہیں فرما رہے بلکہ جلیبیب کے لیے طلب فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا: کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! نہیں، اللہ کی قسم! ہم جُلَیْبِیب کو یہ رشتہ نہیں دیں گے، جب اس انصاری نے کھڑے ہو کر جانے کا ارادہ کیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کو بتا دے کہ اس کی بیوی نے کیا کہا ہے تو اس کی بیٹی نے کہا کہ تم سے میرا رشتہ کس نے مانگا ہے۔ اس کی ماں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹال رہے ہو؟ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دو، آپ مجھے ضائع نہیں فرمائیں گے، اس بیٹی کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اس بیٹی کو لے لیں اور جُلَیْبِیب کے ساتھ اس کی شادی کر دیں۔

اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ ایک غزوے کے لیے تشریف لے گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت اور غنیمت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ”کیا تم اپنے کسی ساتھی کو گم پاتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی: فلاں فلاں گم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُنْظُرُوا! هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ”پھر دیکھو! کیا تم اپنے کسی اور ساتھی کو گم پاتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: [لٰكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيبًا...... فَاطْلُبُوهُ فِي الْقَتْلٰى] ”لیکن میں جُلَیْبِیب کو گم پاتا ہوں، لہٰذا اسے مقتولوں میں تلاش کرو۔“ انھوں نے تلاش کیا تو اس کی لاش مل گئی اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی ملیں جن کو اس نے قتل کر دیا تھا، پھر کافروں نے اسے بھی شہید کر دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بتایا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی لاش مل گئی ہے اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی پڑی ہیں جن کو اس نے قتل کیا تھا، پھر کفار نے اسے بھی شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی میت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: [قَتَلَ سَبْعَةً وَّ قَتَلُوهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ] ”اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور کافروں نے اسے شہید کر دیا، یہ میرا اور میں اس کا ہوں، یہ میرا اور میں اس کا ہوں۔“ آپ نے یہ دو کلمات دو یا تین بار فرمائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا، پھر اس کی قبر کھودی گئی، اس کی میت کو چارپائی پر نہیں رکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بازو ہی اس کی چارپائی تھے، پھر رسول اللہ ﷺ ہی نے اسے اس کی قبر میں اتارا اور اسے غسل بھی نہیں دیا گیا تھا۔ ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغام نکاح دینے والے ہوں۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے ثابت سے بیان کیا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے لیے کیا دعا فرمائی تھی؟ آپ نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: [اَللّٰهُمَّ صُبَّ عَلَيْهَا الْخَيْرَ صَبًّا، وَّلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا كَدًّا] ”اے اللہ! اس پر خیر و بھلائی کی بارش نازل فرما دے اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنانا۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور پھر انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغامِ نکاح دینے والے ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس طویل روایت کو

اسی طرح بیان کیا ہے۔① امام مسلم اور نسائی نے اپنی کتابوں کی کتاب الفضائل میں ان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔② حافظ ابوعمر بن عبدالبر ؒ نے ''الاستیعاب'' میں بیان کیا ہے کہ جب اس بیٹی نے پس پردہ اپنے والدین سے یہ کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹالتے ہو؟ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کردیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔''③ طاؤس نے ابن عباس ؓ سے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس سے منع کر دیا اور ساتھ ہی اس آیت کریمہ: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ ﴾ کی تلاوت فرمادی۔④ پس یہ آیت کریمہ عام ہے اور تمام امور

---

① مسند أحمد:422/4.

② صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل جلیبیب ؓ، حدیث :2472 و السنن الکبرٰی للنسائی، المناقب، باب جلیبیب ؓ:68/5، حدیث:8246.

③ الاستیعاب، باب الإفراد فی الجیم علی هامش الإصابة:256/1 لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: انس بن مالک اور ابو برزہ اسلمی ؓ کی حدیث میں آیت مذکورہ کے سبب نزول میں یہ واقعہ مجھے موصولاً کہیں نہیں ملا۔ الإصابة:601،600/1، رقم:1182.

④ تفسیر ابن أبی حاتم :3135،3134/9 و المصنف لعبد الرزاق:433/2، حدیث:3975. عصر کے بعد نوافل کے متعلق وارد نہی مطلق نہیں ہے بلکہ بعض دلائل اسے مقید کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے کے قریب نماز پڑھنا ممنوع ہے مطلقاً منع نہیں۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعۡدَ الۡعَصۡرِ إِلَّا وَالشَّمۡسُ مُرۡتَفِعَةٌ] ''بے شک نبی ﷺ عصر کے بعد نماز سے روکتے تھے الا یہ کہ سورج ابھی بلند ہو۔'' (سنن أبی داود، التطوع، باب من رخص فیهما إذا كانت الشمس مرتفعة، حدیث:1274). اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے سے ہے، اس سے قبل جائز ہے۔ اسی طرح ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَتَحَرّٰى أَحَدُكُمۡ فَيُصَلِّي عِنۡدَ طُلُوعِ الشَّمۡسِ وَلَا عِنۡدَ غُرُوبِهَا] ''کوئی شخص طلوع شمس اور اس کے غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔'' (صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الأوقات التی نهی......، حدیث: 828) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منع کا حکم غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے کے ساتھ مقید ہے۔ ابن عمر ؓ ہی سے ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمۡسِ، فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيبَ] ''......اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو پھر نماز کو غروب آفتاب تک مؤخر کردو۔ ......'' (صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الأوقات التی نهی عن الصلاة فیها، حدیث: 829) عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین اوقات میں ہمیں نماز پڑھنے اور مردے دفنانے سے روکا کرتے تھے (ان میں سے ایک یہ ہے): [وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمۡسُ لِلۡغُرُوبِ حَتّٰى تَغۡرُبَ] ''اور جب سورج غروب کے قریب ہو جائے تو غروب ہونے تک (نماز نہ پڑھو۔)'' (صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الأوقات التی نهی عن الصلاة فیها، حدیث: 831) اسی طرح سیدنا بلال ؓ سے روایت ہے جسے شیخ البانی ؒ نے السلسلة الصحیحة، حدیث:200 میں ابن حزم ؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے، وہ فرماتے ہیں: لَمۡ يَنۡهَ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا عِنۡدَ غُرُوبِ الشَّمۡسِ ''آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے قریب ہی نماز پڑھنے سے روکا تھا۔'' (المحلی لابن حزم، حکم الرکعتین بعد العصر: 4/3) اسی طرح کئی صحابۂ کرام ؓ سے بھی عصر کے بعد نوافل پڑھنا ثابت ہیں، جس کی تفصیل ذیل میں دیے گئے مراجع سے دیکھی جا سکتی ہے۔ شرح صحیح مسلم للنووی، تحت الحدیث: 829 وعون المعبود، تحت الحدیث:1270-1272 والسلسلة الصحیحة:387/1، حدیث:200 والمحلی لابن حزم :3/23-31. هذا ما عندنا و اللّٰه اعلم بالصواب۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ

اور (اے نبی! یاد کریں) جب آپ اس شخص (زید بن حارثہ) سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا تھا، کہہ رہے تھے کہ تو اپنی بیوی (زینب) کو

زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ

اپنے پاس رکھ، اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں وہ بات (لے پالک کی مطلقہ سے نکاح) چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، اور آپ لوگوں سے

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ

ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے

لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ

کر دیا، تاکہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح) میں کوئی حرج نہ رہے، جب وہ ان سے (اپنی) حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ㊲

تو (پورا) ہو کر ہی رہتا ہے ㊲

سے متعلق ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم دے دیں تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ہے، پھر کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے، پھر کسی کی رائے یا قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○﴾ (النسآء 4:65) ’’سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔‘‘ اسی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کی شدید تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ㊱ۭ ﴾ ’’اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ صریح گمراہ ہو گیا۔‘‘ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (النور 24:63) ’’تو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب آ پہنچے۔‘‘

تفسیر آیت: 37

حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ اور اس سے مراد وہی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اتباع رسول ﷺ کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا: ﴿ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ ’’اور آپ نے (بھی) اس پر احسان کیا۔‘‘ کہ غلامی سے آزاد کر دیا اور وہ بڑی شان والے، جلیل القدر اور نبی ﷺ کے حبیب تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب کہا جاتا تھا جیسا کہ ان کے بیٹے اسامہ کو محبوب ابن محبوب کہا جاتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

انھیں جس سَرِیّے میں بھی بھیجا تو اس کا امیر انھی کو بنایا، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہتے تو آپ انھیں اپنا خلیفہ بنادیتے۔① رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا سے کردی تھی۔ یاد رہے حضرت زینب کی والدہ اُمَیمہ بنت عبدالمطلب ہیں اور زید نے انھیں دس دینار ساٹھ درہم، دوپٹہ، چادر، زرہ، پچاس مد کھانا اور دس مد کھجوریں بطور حق مہر دیں، یہ مقاتل بن حیان کا بیان ہے، سو زینب ان کے پاس قریباً ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصے تک رہیں، پھر دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، زید نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ان کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿ اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ ”اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتُخۡفِيۡ فِيۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىهُ ؕ ﴾ ”اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔“ ابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اگر محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں سے کچھ چھپانا ہوتا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے تو آپ اس آیت: ﴿ وَتُخۡفِيۡ فِيۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىهُ ؕ ﴾ کو چھپالیتے۔②

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا ﴾ ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کرلی (اور پھر طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کردیا۔“ ﴿ وَطَرًا ﴾ کے معنی حاجت وضرورت کے ہیں، یعنی وہ جب اس سے فارغ ہوگئے اور انھوں نے اس سے جدائی اختیار کرلی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کردیا اور اس نکاح کا ولی خود اللہ عزوجل تھا، بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ اسے ولی، عقد، مہر اور انسانی گواہوں کے بغیر اپنے نکاح میں لے لیں۔

امام احمد نے ثابت سے اور انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ [اِذۡهَبۡ فَاذۡكُرۡهَا عَلَيَّ] ”جاؤ اور اس کے پاس میرا ذکر کرو۔“ وہ چلے گئے حتی کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں، زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے سینے میں ان کی دھاک بیٹھ گئی حتی کہ میں ان کی طرف دیکھ نہ سکا اور میں نے (دل میں) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یاد فرمایا ہے، فوراً میں نے ان کی طرف اپنی پشت کرلی اور واپس مڑتے ہوئے میں نے کہا: زینب تمھارے لیے خوش خبری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے، آپ ﷺ تمھیں یاد فرماتے ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں کروں گی جب تک اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ نہ کرلوں، وہ اپنی مسجد کی طرف گئیں، ادھر قرآن نازل ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں اجازت کے بغیر تشریف لے آئے، مجھے یاد ہے کہ زینب جب رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آئیں اور آپ نے ہمیں دعوت ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا تو لوگ کھانے سے فارغ ہوکر چلے گئے، البتہ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے،

---

① مسند أحمد: 227/6. ② تفسير الطبري: 18/22.

رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے تھا، آپ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں جا کر انھیں سلام کیا اور وہ پوچھ رہی تھیں: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ تشریف لے آئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے، میں بھی اندر داخل ہونے لگا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ کر دیا گیا، حجاب سے متعلق حکم نازل کر دیا گیا اور لوگوں کو یہ نصیحت کر دی گئی کہ ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ ﴾ (الأحزاب 53:33) ”پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔ اور لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ، پھر جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگا کے مت بیٹھے رہو بلاشبہ تمھاری یہ بات نبی کو ایذا دیتی ہے تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔“ ① اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے انھیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمھاری شادی تمھارے گھر والوں نے کی مگر میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی ہے۔ ③

سورۂ نور میں ہم محمد بن عبداللہ بن جحش کی یہ روایت بیان کر آئے ہیں ④ کہ زینب اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے باہم ایک دوسرے پر فخر کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں تو وہ ہوں کہ جس کی شادی آسمان سے نازل ہوئی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں وہ ہوں جن کی پاک دامنی کا حکم آسمان سے نازل ہوا، یہ جواب سن کر زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اعتراف کر لیا۔ ⑤

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ ﴾ ”تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔“ یعنی ہم نے آپ کے لیے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا جائز قرار دے دیا ہے اور یہ ہم نے اس لیے جائز قرار دیا ہے تاکہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے قبل زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اور انھیں اس دور کے رواج

---

① مسند أحمد:196,195/3. ② صحيح مسلم، النكاح، باب زواج زينب بنت جحش......، حديث:1428 و سنن النسائي، النكاح، باب صلاة المرأة إذا خطبت......، حديث:3253 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ﴾:433/6، حديث:11411,11410. ③ صحيح البخاري، التوحيد، باب: ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاۗءِ ﴾ (هود 11:7) ......، حديث:7420. ④ المصباح المنير میں یہ روایت نہیں ہے، البتہ (مفصل) ابن کثیر سورۂ نور، آیت: 11 کے ذیل میں ہے۔ ⑤ تفسير الطبري:19/22,117/17.

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا

اور نبی کے لیے اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی، ان لوگوں (انبیاء) میں بھی جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے،

مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿38﴾

اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے ﴿38﴾

کے مطابق زید بن محمد کہا جاتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نسبت کو ختم کر دیا اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ (الأحزاب 33:4,5) ”اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا، یہ تمھارے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ (سیدھے) راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ (مومنو!) لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپ کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کر دی جبکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے دی تھی، اس حکم کی مزید تاکید اس آیت کریمہ میں فرمائی جس میں محرمات کا ذکر ہے: ﴿ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ ﴾ (النسآء 4:23) ”اور تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (حرام کر دی گئی ہیں۔)“ اس میں صلبی بیٹوں کی وضاحت اسی لیے کی گئی ہے تاکہ منہ بولے بیٹوں سے احتراز کیا جا سکے کیونکہ اس بات کا ان میں بہت رواج تھا۔ ﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿37﴾ ﴾ ”اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔“ یعنی یہ امر جو واقع ہوا، اس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما رکھا تھا اور یہ بہر صورت وقوع پذیر ہونے والا تھا، یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہو جائیں گی۔

تفسیر آیت: 38

اللہ کے فیصلے میں کوئی تنگی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ ﴾ ”پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے۔“ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دے دیا ہے اور انھیں حکم دے دیا ہے کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیں، ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ ﴾ ”جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔“ یعنی آپ سے پہلے سابقہ انبیائے کرام کے لیے بھی یہی حکم تھا اللہ اپنے نبیوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں ان کے لیے تنگی ہو، یہ درحقیقت ان منافقین کی تردید ہے جو اس وہم میں مبتلا تھے کہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زید کی بیوی سے جو شادی کی ہے تو اس میں نقص ہے۔ ﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿38﴾ ﴾ ”اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا تھا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس امر کا فیصلہ فرما رکھا تھا وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا تھا، اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ㊴

وہ (انبیاء) جو اللہ کے پیغام پہنچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

والا کافی ہے ㊴ محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ㊵ ع 5 6 2

ہر شے کو خوب جاننے والا ہے ㊵

تفسیر آیات: 40,39

اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والوں کی تعریف: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ ﴾ ”جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے ہیں۔“ اس کی مخلوق کی طرف اور اس طرح وہ امانت کو ادا کر دیتے ہیں۔ ﴿ وَيَخْشَوْنَهٗ ﴾ ”اور وہ اس سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے، لہٰذا انھیں کسی کی بھی سطوت اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ㊴ ﴾ ”اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ناصر و مددگار کافی ہے۔

اور اس مقام پر بلکہ دیگر تمام مقامات پر بھی تمام لوگوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں جنھوں نے پیغام کو مشرق و مغرب میں بسنے والے تمام لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کلمے، ان کے دین اور ان کی شریعت کو تمام ادیان و شرائع سے سر بلند فرما دیا ہے، آپ سے قبل ہر نبی کو بطور خاص ان کی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو عرب و عجم کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الأعراف 158:7) ”(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“ پھر آپ کے بعد آپ کی امت تبلیغ دین کے منصب کی وارث بنی اور امت میں سے تبلیغ دین کے فریضے کو ادا کرنے میں سب سے اعلیٰ مقام حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا جنھوں نے رات دن، حضر سفر، خفیہ اور علانیہ طور پر کیے ہوئے آپ کے تمام اقوال، افعال اور حالات کو لوگوں تک اس طرح پہنچا دیا جس طرح آپ نے انھیں حکم دیا تھا۔ فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ ۔ پھر اس وقت سے لے کر ہمارے زمانے تک ہر دور میں بعد میں آنے والے لوگ اپنے اسلاف کے اس مقدس مشن کے وارث بنتے چلے آئے ہیں کہ ہدایت یافتہ لوگ ان کی روشنی میں ان کے نقش قدم پر چلتے اور توفیق پانے والے انھی کے اسلوب و انداز میں تبلیغ دین کے فرض سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں۔ ہم کرم کرنے اور احسان فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انھی اسلاف کا جانشین بنا دے۔

رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ ”محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔“ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد زید بن محمد کہنے سے منع کر دیا گیا،

یعنی محمد ﷺ ان کے والد نہیں بلکہ انھوں نے تو اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی نرینہ اولاد میں سے تو کوئی بھی بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے قاسم، طیب اور طاہر بیٹے عطا ضرور فرمائے تھے مگر وہ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے تھے، اسی طرح مارِیہ قِبطِیّہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا ابراہیم عطا فرمایا اور وہ بھی شیر خوارگی کی عمر میں وفات پا گیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے زینب، رُقَیَّہ، اُمِّ کُلثُوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن چار بیٹیاں بھی عطا فرمائی تھیں، ان میں سے تین تو آپ کی حیات طَیِّبہ ہی میں فوت ہو گئی تھیں، البتہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے صدمۂ جانکاہ سے دوچار ہوئیں اور آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ ﴾ ”بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ (الأنعام 124:6) ”اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بالا ولیٰ نہیں کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت کی نسبت خاص ہے، اس لیے کہ ہر رسول نبی بھی ضرور ہوتا ہے لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں بہت سی متواتر احادیث ثابت ہیں جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہیں، مثلاً: امام احمد نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي فِي النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَتَرَكَ فِيهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ لَّمْ يَضَعْهَا، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبُنْيَانِ وَيَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَقُولُونَ: لَوْتَمَّ مَوْضِعُ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، فَأَنَا فِي النَّبِيِّينَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ] ”نبیوں میں میری مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا، اسے بہت ہی خوب صورت اور مکمل بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور اسے وہاں نہ رکھا، لوگوں نے اس گھر کو دیکھنے کے لیے تانتا باندھ لیا اور وہ اس کی خوب صورتی پر تعجب کرنے اور کہنے لگے: اگر اس اینٹ کی جگہ بھی مکمل ہو جاتی تو کیا خوب تھا تو نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔“ ① اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح (غریب) قرار دیا ہے۔ ②

آخری نبی ﷺ: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے: [إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ، فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ] ”بے شک رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔“ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں پر یہ بات بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا: [وَلٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ] ”البتہ مبشرات (باقی ہیں۔)“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبشرات سے کیا مراد ہے؟

---

① مسند أحمد: 137/5. ② جامع الترمذي، المناقب، باب: [سلوا اللّٰه لي الوسيلة......]، حديث: 3613 .

آپ نے فرمایا: [رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ] ’’مسلمان آدمی کا خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔‘‘① امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا اور اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔②

قصر نبوت کی تکمیل: امام ابو داود طیالسی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا، قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ، خُتِمَ بِيَ الْأَنْبِيَاءُ] ’’میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل اور احسن بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جو شخص اس گھر میں داخل ہوتا اور اسے دیکھتا تو کہتا کہ گھر تو بہت خوب صورت ہے مگر اینٹ کی جگہ خالی ہے تو وہ اینٹ کی جگہ میں ہوں، میرے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا گیا ہے۔‘‘③ اسے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔④

رسالت ونبوت کا انقطاع: امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ] ’’میری اور نبیوں کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا۔‘‘⑤ اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے (بخاری نے نہیں۔)⑥

سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ) مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنٰى بُيُوتًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَأَجْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ مِّنْ زَوَايَاهَا فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ وَيُعْجِبُهُمُ الْبُنْيَانُ فَيَقُولُونَ: أَلَّا وَضَعْتَ هَاهُنَا لَبِنَةً فَيَتِمَّ بُنْيَانُكَ؟...... فَكُنْتُ أَنَا اللَّبِنَةَ] ’’میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے گھر بنائے اور وہ بہت مکمل اور حسین وجمیل بنائے مگر ان کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگوں نے ان گھروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور وہ عمارت انھیں بہت بھلی معلوم ہونے لگی مگر انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہاں بھی ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی تاکہ تمھاری عمارت مکمل ہو جاتی...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔‘‘⑦ اسے امام

---

① مسند أحمد: 267/3. ② جامع الترمذي، الرؤيا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، حديث: 2272.

③ مسند أبي داود الطيالسي، ماروى سعيد بن مينا عن جابر: 333/3، حديث: 1894. ④ صحيح البخاري، المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ، حديث: 3534 و صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث: 2287 و جامع الترمذي، الأمثال، باب ماجاء في مثل النبي ﷺ ......، حديث: 2862. ⑤ مسند أحمد: 9/3. ⑥ صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث: (22)-2286 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ⑦ مسند أحمد: 312/2 البتہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري کے آمدہ حوالے میں ہے۔

بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔①

عالمی و آخری نبوت: امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ (الْغَنَائِمُ) وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَّمَسْجِدًا وَّأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ] ''مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: (1) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (2) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے (3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے (4) زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے (5) مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے (6) اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔''② اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔③

خاتم المرسلین ﷺ: امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً، فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ] ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو مکمل کر دیا۔''④ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔⑤

باب نبوت کی بندش: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَّأَنَا أَحْمَدُ، وَّأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ] ''بے شک میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے بعد جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''⑥ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت متواترہ میں یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، افترا پرداز، دجال، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے، خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت امور اور کیسی ہی شعبدہ بازیاں دکھائے، مختلف انواع واقسام کے

---

① صحیح البخاری، المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: 3535 و صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: 2286. ② صحیح مسلم، کتاب وباب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: 523 قوسین والا لفظ حدیث: 521 میں ہے۔ ③ جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی الغنیمۃ، حدیث: 1553 وسنن ابن ماجہ، التیمم، باب ماجاء فی التیمم، حدیث: 567 مختصراً. ④ مسند أحمد: 9/3. ⑤ صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: (23)-2287. ⑥ صحیح البخاری، المناقب، باب ماجاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ......، حدیث: 3532 و صحیح مسلم، الفضائل، باب أسمائہ ﷺ، حدیث: (125)-2354 واللفظ لہ ومسند أحمد: 80/4.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿41﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿42﴾ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو! تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو﴿41﴾ اور تم صبح وشام اس کی تسبیح کرو﴿42﴾ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت کی دعا کرتے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿43﴾

ہیں) تا کہ وہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، اور اللہ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ہے﴿43﴾ جس دن وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿44﴾

ہوگی ''سلام'' اور اللہ نے ان کے لیے عمدہ و پاکیزہ اجر و ثواب تیار کیا ہے﴿44﴾

جادو اور طلسمات کا مظاہرہ کرے، اہل عقل کے نزدیک یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اسود عنسی اور مسیلمہ کذّاب کے ہاتھ پر ایسے فاسد احوال اور بارد و بے کار اقوال جاری فرما دیے تھے جن سے ہر عقل مند اور صاحب فہم و بصیرت نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے یہ دونوں شخص کاذب اور گمراہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ان کذاب مدعیانِ نبوت میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرما دیتا ہے جس سے علماء اور مومن یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا جھوٹا دعوے دار ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ لطف و کرم کا معاملہ ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت نہ تو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں، کبھی اتفاق سے ایسا ہو تو الگ بات ہے یا پھر اپنے خاص مقاصد کی خاطر انھوں نے کبھی ایسا کیا ہو گا ورنہ اپنے اقوال اور افعال میں اکثر و بیشتر یہ افترا پرداز اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ؕ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ﴾ (الشعرآء 26:221,222) ''اچھا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، ہر افترا پرداز، نہایت گناہ گار پر اترتے ہیں۔'' اس کے برعکس حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا قول و فعل حد درجہ نیکی، راست بازی، رشد و بھلائی اور استقامت و عدل پر مبنی ہوتا ہے، وہ ہمیشہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے ہیں، پھر وہ اپنی نبوت کی تائید و حمایت میں معجزات، واضح دلائل اور روشن براہین بھی پیش فرماتے ہیں۔ فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ دَائِمًا مُّسْتَمِرًّا مَّادَامَتِ الْأَرْضُ وَالسَّمٰوَاتُ.

تفسیر آیات: 41-44

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کریں کیونکہ اس نے انھیں انواع و اقسام کی نعمتوں اور احسانات سے سرفراز فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی وجہ سے انھیں بے حد و حساب اجر و ثواب اور بہت خوبصورت ٹھکانا بھی ملے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَ حَسُنَ عَمَلُهٗ] ''جس کی عمر طویل اور اس کا عمل اچھا ہو۔'' دوسرے نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں، مجھے ایک ایسی

بات فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ] ''تمھاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔'' ① اس حدیث کا دوسرا حصہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ ③

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[مَامِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِسًا لَّمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيهِ إِلَّا رَأَوْهُ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''جو بھی قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور پھر اس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس ان کے لیے قیامت کے دن موجب حسرت ہوگی۔'' ④ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ ''اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فریضہ بھی عائد کیا ہے، اس کی ایک معلوم حد مقرر فرمادی ہے اور معذوروں کو عذر کی حالت میں معذور قرار دیا ہے مگر ذکر کی اللہ تعالیٰ نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو معذور قرار دیا ہے سوائے اس کے جو مغلوب ہو جانے کی وجہ سے ذکر ترک کر دے، پس ارشاد فرمایا: ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ﴾ (النسآء 4:103) ''پس کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو۔'' یعنی رات اور دن میں، بر و بحر میں، سفر و حضر میں، تونگری و فقر میں، بیماری و صحت میں، خفیہ اور علانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور پھر فرمایا: ﴿ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ ''اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔'' جب تم ایسا کرو گے تو وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجیں گے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب کے بارے میں بہت ہی زیادہ آیات، احادیث اور اقوال موجود ہیں اور اس آیت کریمہ میں بھی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور امام نسائی، معمری اور دیگر کئی ائمہ نے رات اور دن کی گھڑیوں سے متعلق اذکار کے موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ ''اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔'' بکرۃ کے معنی صبح اور أصیل کے معنی شام کے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ ﴾ (الروم 30:17، 18) ''سو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو تو اللہ کی تسبیح کرو اور آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کے لیے ہے۔ اور سہ پہر کو بھی اور جب تم ظہر کرو (تب بھی تسبیح کرو۔)'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ ﴾ ''وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔'' یہ ذکر کا شوق اور رغبت پیدا کی جارہی ہے کہ تم اس کا ذکر کیا کرو وہ تمھیں یاد کیا کرے گا جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا

---

① مسند أحمد: 190/4. ② ملحوظ: پہلا حصہ بھی جامع الترمذی، الزھد، باب منه أیّ الناس خیر......؟ حدیث: 2330 عن نفیع بن الحارث بن کَلدة أبی بکرة الثقفی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ③ جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر ......، حدیث: 3375 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل الذکر، حدیث: 3793. ④ مسند أحمد: 224/2. ⑤ تفسیر الطبری: 23,22/22.

عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۞ فَاذۡكُرُوۡنِيۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِيۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ ۞﴾ (البقرة 2:151,152) ”جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمھی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتے، تمھیں پاک کرتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور وہ (ایسی باتیں) سکھاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور میری ناشکری نہ کرنا۔“ اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [(مَنۡ) ذَكَرَنِي فِي نَفۡسِهِ، ذَكَرۡتُهُ فِي نَفۡسِي وَ(مَنۡ) ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرۡتُهُ فِي مَلَإٍ خَيۡرٍ مِّنۡهُمۡ] ”جس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں اسے اپنے جی میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔“① اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس اپنے بندے کی تعریف فرماتا ہے۔ اسے امام بخاری نے ابوالعالیہ سے بیان کیا ہے۔② اور ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں۔ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی اپنے بندے پر رحمت نازل فرمانا ہے۔③ جبکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

فرشتوں کی نسبت سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ۞ رَبَّنَا وَاَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِۨ الَّتِيۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۞ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ …… ﴾ (المؤمن 40:7-9) ”جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ (فرشتے) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے، اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، (ان کو بھی) بے شک تو نہایت غالب، حکمت والا ہے اور ان کو برائیوں سے بچائے رکھ……۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ ﴾ ”تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔“ یعنی تم پر رحمت فرمانے، فرشتوں کے پاس تعریف کرنے اور فرشتوں کے تمھارے لیے دعا کرنے کے سبب وہ تمھیں

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ ؕ ﴾ (آل عمران 3:28) ……، حدیث:7405 وصحیح مسلم، الذکر والدعاء……، باب الحث علی ذکر اللّٰہ تعالٰی، حدیث:2675 جبکہ دونوں قوسوں والا لفظ مسند أحمد:405/2 عن أبی ہریرۃ ؓ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ ﴾ (الأحزاب 33:56)، قبل الحدیث :4797 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3139/9 ملخصًا.

جہالت اور ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور یقین کی روشنی کی طرف لے آئے گا۔ ﴿وَکَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا ﴿43﴾﴾ ’’اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔‘‘ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس نے انھیں اس حق کی طرف ہدایت سے سرفراز فرمایا جس سے دوسرے لوگ جاہل رہے، اس رستے کی بصیرت عطا فرمائی جس سے دیگر لوگ، کفر و بدعت کے داعی اور ان کے اندھے پیروکار بھٹک گئے تھے اور آخرت میں ان پر اس کی رحمت یہ ہوگی کہ وہ انھیں بہت بڑے خوف سے امن میں رکھے گا اور اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ ان کا استقبال کر کے حصول جنت کی کامیابی اور آتش جہنم سے نجات کی بشارت سنائیں گے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اپنے ان بندوں سے اسے پیار ہے اور وہ اپنی رحمت و شفقت سے انھیں نوازے گا۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے کہ رستے میں ایک چھوٹا بچہ پڑا ہوا تھا، جب اس کی ماں نے ان لوگوں کو دیکھا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ اس کا بچہ کچل نہ دیا جائے، اس لیے وہ دوڑتی بھاگتی آئی اور کہہ رہی تھی: میرا بچہ! میرا بچہ! اور جلدی سے اس نے اپنے بچے کو اٹھا لیا، صحابۂ کرام نے عرض کی! اے اللہ کے رسول! یہ ماں اپنے لخت جگر کو آگ میں پھینکنا تو گوارا نہیں کر سکتی؟ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو خاموش کرایا اور فرمایا: ① [وَلَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا يُلْقِي حَبِيبَهٗ فِي النَّارِ] ’’اور نہیں اللہ بھی اپنے پیارے بندے کو آگ میں نہیں پھینکے گا۔‘‘ ② اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے، البتہ اصحاب کتب ستہ میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا لیکن صحیح بخاری میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے لخت جگر کو سینے کے ساتھ چمٹایا ہوا تھا اور وہ اسے دودھ پلا رہی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتُرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ] ’’کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟‘‘ صحابۂ کرام نے عرض کی: جی نہیں! اس حال میں کہ وہ قدرت رکھتی ہو (کبھی ایسا نہیں کرے گی۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا] ’’اللہ کی قسم! یہ عورت اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اس سے بدر جہا اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔‘‘ ③

---

① مسند أحمد کے بعض نسخوں میں [ولاء اللّٰه] آیا ہے جو کہ درست نہیں، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):75/19.

② مسند أحمد :104/3. ③ صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، حديث:5999 وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالىٰ……، حديث:2754 صحیح بخاری و مسلم کے مذکورہ حوالوں میں ہے کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اپنے گم گشتہ بچے کی تلاش میں جس بچے کو بھی دیکھتی اس کو اٹھاتی، اپنی چھاتی سے لگاتی اور اسے دودھ پلاتی، تفسیر ابن کثیر میں صحیح بخاری کے اقتباس میں صَبِيًّا کے ساتھ لَهَا کا اضافہ ہے جو کہ درست نہیں، البتہ اسماعیلی کی روایت میں صراحت ہے کہ اس عورت کو اپنا بچہ مل گیا تھا، اس کے لفظ ہیں: إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا أَخَذَتْهُ فَأَرْضَعَتْهُ فَوَجَدَتْ صَبِيًّا فَأَخَذَتْ فَأَلْزَمَتْهُ بَطْنَهَا. حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ اس (قیدی) عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا اور وہ اپنے پستانوں میں دودھ اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے کسی مضرت سے ڈرتی تھی، اس لیے وہ جو بچہ پاتی اسے دودھ پلاتی تاکہ اس سے دودھ کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو جب اس نے اپنا لخت جگر پا لیا تو اس کو پکڑا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ دیکھیے فتح الباري:430/10، تحت الحديث:5999.

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ㊺ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے ㊺ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ㊻ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ㊼ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے) ㊻ اور مومنوں کو اس بات کی بشارت دے دیجیے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ㊼ اور کافروں

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ㊽

اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے اور ان کی ایذا رسانی نظر انداز کر دیجیے، اور اللہ پر توکل کیجیے، اور اللہ کارساز کافی ہے ㊽

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ ﴾ ’’جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا۔‘‘ ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ ﴾ سے مراد ہے کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں سلام کہے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ ﴾ (یٰسٓ 58:36) ’’پروردگار مہربان کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔‘‘ امام قتادہ کا خیال ہے کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہہ رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (یونس 10:10) ’’(جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے: اللہ تو پاک ہے! اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی تعریف (اور اس کا شکر) ہے۔‘‘ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ㊹ ﴾ ’’اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔‘‘ یعنی جنت اور اس میں کھانے پینے کی چیزوں، لباسوں، رہائشوں، نکاحوں، لذتوں اور دل فریب نظاروں کی ایسی ایسی بے مثال اور باکمال نعمتیں ہیں کہ اس طرح کی نعمتیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کبھی کسی کان نے سنی نہیں، دیکھنا سننا تو دور کی بات! کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔

تفسیر آیات: 45-48

رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ: امام احمد نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے عرض کی: مجھے بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی کیا صفت لکھی ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: ضرور اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کی صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، مثلاً: تورات میں آپ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ㊺ ﴾ ’’اے پیغمبر! ہم نے بلاشبہ آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔‘‘ اور ان پڑھوں کے لیے ذریعۂ حفاظت بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ بدخو، سخت دل اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معافی و درگزر سے کام لیتے اور بخش دیتے ہیں، اس وقت تک اللہ تعالیٰ انھیں دنیا سے نہیں بلائے گا جب تک وہ ان کے ذریعے سے کج رو ملت کو سیدھا نہیں کر دیتا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنا شروع کر دیں

تو اللہ تعالیٰ اس کلمے سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دے گا۔ ① اسے امام بخاری نے بھی کتاب البیوع اور کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ ②

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے شَعیا نامی ایک نبی کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں اپنی وحی کے ساتھ تمھاری زبان کو قوت گویائی عطا کر دوں گا اور میں ان پڑھ لوگوں میں اپنے ایک نبی امی کو مبعوث کروں گا جو نہ تند خو، نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہو گا، اگر وہ جلتے ہوئے چراغ کے پاس سے گزرے تو اس قدر شائستگی کے ساتھ کہ چراغ بجھنے نہ پائے۔ اگر وہ سرکنڈوں پر بھی چلے تو اس کے قدموں کی آہٹ سنائی نہ دے، میں اسے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، وہ بے ہودہ بات نہیں کرے گا، اس کے ذریعے سے میں اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دوں گا، میں اسے ہر خوب صورت کام کی توفیق عطا کروں گا، ہر خلق کریم سے اسے سرفراز کر دوں گا، سکینت کو اس کا لباس، نیکی کو اس کا شعار، تقویٰ کو اس کا ضمیر، حکمت کو اس کی گفتگو، صدق و وفا کو اس کی طبیعت، عفو و نیکی کو اس کا خلق، حق کو اس کی شریعت، عدل کو اس کی سیرت، ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کی ملت بنا دوں گا، احمد اس کا نام ہو گا اس کے ذریعے سے ضلالت کے بعد ہدایت دے دوں گا۔ جہالت کے بعد علم دے دوں گا، گمنامی کے بعد سربلندی عطا کر دوں گا نامعلوم ہونے کے بعد پہچان کرا دوں گا، قلت کے بعد کثرت کر دوں گا، محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، تفرقہ کے بعد جمع کر دوں گا، اور ان کے ذریعے سے متفرق امتوں، مختلف دلوں اور پراگندہ خواہشات میں الفت اور ہم آہنگی پیدا کر دوں گا اور ان کے ذریعے سے میں بے شمار لوگوں کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ کر دوں گا، ان کی امت کو سب سے بہتر امت بنا دوں گا جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے اور اس امت کے لوگ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور وہ موحد، مومن، مخلص اور میرے رسولوں کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ میں ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دوں گا کہ وہ اپنی مسجدوں، مجلسوں اور آنے جانے کے راستوں میں میری تسبیح، تحمید، ثنا، تکبیر اور توحید کے ترانے گائیں گے، وہ کھڑے اور بیٹھے ہوئے نماز پڑھیں گے، وہ صفیں باندھ کر اور بھاری تعداد میں چل کر اللہ کے رستے میں جہاد کریں گے اور ہزاروں کی تعداد میں میری رضا کے حصول کے لیے اپنے گھروں سے نکلیں گے، وہ اپنے چہروں اور ہاتھ پاؤں کو پاک صاف رکھیں گے، اپنے کپڑوں کو نصف پنڈلیوں تک رکھیں گے، ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے، ان کی انجیلیں (کتابیں) ان کے سینوں میں ہوں گی، وہ رات کو عبادت گزار اور دن کو شیر ہوں گے، میں ان (ﷺ) کے اہل بیت اور اولاد میں سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کروں گا، ان کے بعد ان کی امت کے لوگ حق کے ساتھ ہدایت کریں گے اور اس کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے جو ان کی مدد کرے گا میں اسے

---

① مسند أحمد :174/2. ② صحيح البخاري، البيوع، باب كراهية السخب في السوق، حديث:2125 والتفسير، باب: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴾ (الفتح8:48)، حديث:4838.

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں چھونے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں کہ تم

لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿49﴾

اس (عدت) کو شمار کرو، پس تم انھیں کوئی فائدہ دو اور اچھے طریقے سے رخصت کر دو ﴿49﴾

عزت عطا کروں گا جو ان کے لیے دعا کرے گا میں اس کی تائید کروں گا جو ان کی مخالفت کریں گے یا ان پر سرکشی کریں گے یا ان کے ہاتھوں سے کچھ چھیننا چاہیں گے میں بری گردش میں ان لوگوں کو مبتلا کر دوں گا۔ میں انھیں اپنے نبی کے وارث اور رب کی طرف دعوت دینے والے بنا دوں گا، وہ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے، نماز قائم کریں گے، زکاۃ ادا کریں گے، وعدے کو پورا کریں گے اور انھی پر میں اس خیر و بھلائی کو ختم کر دوں گا جس کا ان کے پہلے شخص سے میں نے آغاز کیا تھا، یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں میں اس سے سرفراز کر دوں اور میں تو فضل عظیم کا مالک ہوں۔ ①

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں لفظ ﴿شَاهِدًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، یعنی اس بات کی گواہی دینے والے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور روز قیامت لوگوں کے اعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ ﴿وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ﴾ (النسآء 41:4) ”اور ہم آپ کو ان لوگوں کا (حال بتانے کے لیے) گواہ طلب کریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾ (البقرۃ 143:2) ”تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿45﴾﴾ کے معنی ہیں کہ آپ مومنوں کے لیے بے پایاں اجر و ثواب کی بشارت سنانے والے ہیں اور کافروں کو جہنم کے خوفناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں، ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ یعنی اللہ کے حکم سے اللہ کی مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دینے والے ہیں، ﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿46﴾﴾ ”اور چراغ روشن۔“ یعنی آپ جس پیغام حق کو لے کر آئے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا معاملہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور منور ہے کہ کسی معاند کے سوا اور کوئی اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ ”اور آپ کافروں اور منافقوں کا کہا نہ مانیے اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کیجیے۔“ یعنی کافر اور منافق لوگ جو بات کہتے ہیں اسے نہ سنیں اور نہ مانیں ﴿وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ یعنی ان سے درگزر اور تجاوز کریں، ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، ان کے لیے یہی کافی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿48﴾﴾ ”اور آپ اللہ پر بھروسا کریں اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“

تفسیر آیت: 49

جن عورتوں کے پاس جانے سے پہلے انھیں طلاق دے دی گئی ہو: اس آیت کریمہ میں بہت سے احکام بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: یہ کہ محض عقد ہی پر لفظ نکاح کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس بارے میں قرآن مجید میں اس سے زیادہ صریح کوئی دوسری

---

① المعجم الكبير للطبراني:89/10، حديث:10046 و تفسير الطبري:35,34/15 و تفسير ابن أبي حاتم :3140/9، حدیث ضعیف ہے۔

آیت نہیں ہے، یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دخول سے قبل بھی عورت کو طلاق دینا جائز ہے۔

﴿ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ کا لفظ اکثر و بیشتر حالات کے اعتبار سے ہے ورنہ بالاتفاق اس مسئلے میں مومنہ اور کتابی عورت کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیّب، حسن بصری، علی بن حسین زین العابدین اور سلف کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ طلاق تب ہی واقع ہوتی ہے جب پہلے نکاح ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ﴾ ”جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے پھر ان کو طلاق دے دو۔“ نکاح کے بعد طلاق کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینا نہ صحیح ہے اور نہ نکاح سے قبل طلاق واقع ہوتی ہے۔ ① ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں جس عورت سے شادی کروں تو اسے طلاق ہے تو اس کی اس بات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ...... ﴾ الآية ”مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دے دو......“ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ﴾ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں طلاق کو نکاح کے بعد ذکر کیا گیا ہے؟ ③

اس سلسلے میں عمرو بن شعیب کی اپنے والد سے اور ان کی اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے ایک حدیث بھی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا طَلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ] ”(اس صورت میں) ابن آدم اس عورت کو طلاق نہیں دے سکتا جس کا وہ مالک ہی نہیں ہے۔“ ④ اسے امام احمد، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ⑤ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سب سے احسن روایت ہے جو اس باب میں مروی ہے اسی طرح امام ابن ماجہ نے بھی حضرت علی اور مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ] ”نکاح سے قبل کوئی (بھی) طلاق نہیں۔“ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ ”تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔“ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کو جب دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے، لہٰذا اگر وہ چاہے تو فوراً نکاح کر سکتی ہے، البتہ وہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو کیونکہ اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنا ہوگی، خواہ اس کے ساتھ دخول نہ بھی کیا گیا ہو اور اس بات پر بھی تمام علماء کا اجماع ہے۔ ﴿ فَمَتِّعُوْهُنَّ

---

① تفسير البغوى:648/3. ② تفسير ابن أبى حاتم :3142/10 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. ③ صحيح البخارى، الطلاق، باب: لاطلاق قبل نكاح......، بعد الحديث :5268 . ④ مسند أحمد :190/2 . ⑤ مسند أحمد :190/2 و جامع الترمذى، الطلاق واللعان، باب ماجاء لا طلاق قبل النكاح، حديث:1181 و سنن أبى داود، الطلاق، باب فى الطلاق قبل النكاح، حديث:2190 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب لا طلاق قبل النكاح، حديث:2047. ⑥ سنن ابن ماجه، الطلاق، باب لاطلاق قبل النكاح، حديث :2048 .

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیے، اور وہ (کنیزیں) بھی آپ کے دائیں ہاتھ

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ

جن کے مالک ہیں ان (کنیزوں) میں سے جو اللہ نے آپ کو غنیمت میں دیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، اور آپ کے

خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ

ماموؤں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی، جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، اور مومن عورت بھی، اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے

النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا

ہبہ (وقف) کر دے، اگر نبی چاہے تو اس سے نکاح کر لے، یہ (اجازت) مومنوں کے علاوہ خاص آپ کے لیے ہے، ہم یقیناً جانتے ہیں جو کچھ ہم نے

فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ

ان (مومنوں) پر ان کی بیویوں اور جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان) کے بارے میں فرض کیا ہے، (آپ کے لیے ازواج کی یہ

حَرَجٌ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤⓪

حلت اس لیے ہے) کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑤⓪

﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (49)﴾ ”پس ان کو کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے رخصت کر دو۔“ متعہ کا لفظ یہاں پر عام ہے۔ وہ مقرر کردہ حق مہر کا نصف بھی ہو سکتا ہے یا پھر اس سے مراد خاص متعہ ہے اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (البقرة 2:237) ”اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو، حالانکہ مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (البقرة 2:236) ”اور اگر تم عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق، نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔“ صحیح بخاری میں سہل بن سعد اور ابو اسید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمیمہ بنت شراحیل سے شادی کی اور جب اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابو اسید کو حکم دیا کہ وہ اسے رخصت کر دیں اور اسے سفید کتان کے دو کپڑے دے دیں۔ ① علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو پھر اس کا حق نصف مہر ہے اور اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو پھر طلاق دینے والا اپنی تنگ دستی اور خوش حالی کے مطابق اسے خرچ دے اور اچھی طرح رخصت کرنے

---

① صحیح البخاري، الطلاق، باب من طلق وهل يواجه الرجل......؟ حديث: 5257,5256 .

کے یہی معنی ہیں۔ ①

تفسیر آیت :50

ان عورتوں کا بیان جو نبی ﷺ کے لیے حلال کر دی گئی تھیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ کے لیے ان عورتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جن کو آپ نے ان کے مہر دے دیے ہوں، أجور سے یہاں مہر مراد ہیں جیسا کہ مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے کہا ہے۔ ② نبی ﷺ کی بیویوں کا مہر ساڑھے بارہ اُوقیہ چاندی ہوتا تھا، اس وجہ سے تمام ازواج مطہرات کو پانچ سو درہم مہر ملا، البتہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کو نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر دے دیا تھا اور صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا کا آپ نے خیبر کے قیدیوں میں سے اپنے لیے انتخاب فرمایا تھا، پھر آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کر دیا، اسی طرح خاندان مصطلق کی خاتون جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی کتابت آپ نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کی اور ان سے شادی کر لی تھی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ أَجْمَعِينَ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ﴾ ”اور جن (لونڈیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے جو اللہ نے آپ کو بطور (مال) غنیمت دلوائی ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان لونڈیوں کو بھی حلال کر دیا ہے جو آپ نے مال غنیمت میں حاصل کی ہوں جیسا کہ صفیہ و جویریہ رضی اللہ عنہما آپ کی لونڈیاں تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی تھی، اسی طرح ریحانہ بنت شمعون نضریہ رضی اللہ عنہا اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، جو آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ تھی، آپ کی لونڈیاں تھیں، ﴿ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ ...... ﴾ الآية ”اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں ......“ یہ طریقہ افراط و تفریط کے مابین مبنی بر اعتدال ہے کیونکہ عیسائی کسی عورت سے شادی نہیں کرتے جب تک کہ آدمی اور عورت کے درمیان سات یا اس سے بھی زیادہ دادے حائل نہ ہوں جبکہ یہودی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کر لیتے ہیں لیکن اس کامل و طاہر شریعت نے نصارٰی کے افراط کو ختم کر دیا، چچا اور پھوپھی کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی سے نکاح کو حلال قرار دے دیا اور یہود کی اس تفریط کو بھی حرام قرار دے دیا جس کے مطابق انھوں نے بھتیجی اور بھانجی سے بھی نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا کیونکہ یہ بہت ہی غلیظ اور بدترین حرکت تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ ﴾ میں مذکر کے الفاظ شرف کی وجہ سے واحد اور مؤنث کے الفاظ ان کے ناقص ہونے کی وجہ سے جمع لائے گئے ہیں جیسا کہ ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ ﴾ (النحل 48:16) اور ﴿ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (البقرة 257:2) اور ﴿ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ﴾ (الأنعام 1:6) کے علاوہ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ﴿ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ﴾ کو [وَالّٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ]

---

① تفسیر الطبری: 25/22. ② تفسیر الطبری: 26/22.

(واؤ عاطفہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ ①

اور فرمایا: ﴿ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ...... ﴾ الآیۃ ”اور کوئی مومن عورت اگر اپنا آپ پیغمبر کو ہبہ کر دے (مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو وہ بھی حلال ہے یہ اجازت) صرف آپ کے لیے ہے......۔“ یعنی اے نبی! آپ کے لیے وہ مومن عورت بھی حلال ہے جو اپنا آپ، آپ کو بخش دے اور وہ مہر لیے بغیر آپ سے شادی کرنا چاہے، اگر آپ چاہیں تو اس سے شادی کر لیں، اس آیت میں دو شرطیں مسلسل آئی ہیں۔ ②

امام احمد نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنا نفس آپ کو بخش دیا اور یہ کہہ کر وہ طویل وقت تک کھڑی رہی، ایک شخص اٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو اس سے میری شادی کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟] ”کیا تمھارے پاس اسے مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟“ اس نے عرض کی: میرے پاس تو صرف میری یہ چادر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ، فَالْتَمِسْ شَيْئًا] ”اگر تم نے اپنی چادر اسے دے دی تو خود بیٹھ رہو گے اور تمھارے پاس کوئی چادر نہ ہوگی، لہٰذا کوئی اور چیز تلاش کرو“ اس نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: [اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ!] ”تلاش کرو۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو!“ اس نے کوشش کی مگر اسے کوئی چیز نہ ملی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟] ”کیا تمھیں قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہے؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں! مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں، اس نے سورتوں کے نام لیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ] ”تمھیں جو قرآن یاد ہے، اس کے بدلے میں، میں نے تمھارا اس عورت سے نکاح کر دیا“ مہر کے طور پر قرآن مجید کی جو سورتیں تمھیں یاد ہیں وہ اسے بھی یاد کرا دو۔ ③ بخاری و مسلم نے اسے بروایت مالک بیان کیا ہے۔ ④ ابن ابو حاتم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تھا اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا۔ ⑤

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں ان عورتوں سے غیرت کھایا کرتی تھی جو اپنا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنا آپ بخش سکتی ہے! اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

---

① تفسير الطبرى:27/22 . ② پہلی شرط: ”اگر مومن عورت اپنے آپ کو ہبہ کر دے“ دوسری شرط: ”اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔“ ③ مسند أحمد:336/5 . ④ صحيح البخارى، النكاح، باب: السلطان ولى لقول النبى ﷺ: [زوجناكها بمامعك من القرآن]، حديث:5135 و صحيح مسلم، النكاح، باب الصداق و جواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد ......، حديث:1425. ⑤ تفسير ابن أبى حاتم:3143/10 و صحيح البخارى، النكاح، باب: هل للمرأة أن تهب نفسهاالأحد؟ حديث:5113.

﴿ تُرۡجِيۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـْٔوِيۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ ؕ ﴾ (الأحزاب 1:33) ”اور آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ ان میں سے جس بیوی کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔“ تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔① ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی عورت نہ تھی جس نے اپنا آپ نبی اکرم ﷺ کو بخش دیا ہو۔② اسے ابن جریر نے یونس بن بُکیر سے بھی روایت کیا ہے کہ جن خواتین نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشا آپ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں فرمایا تھا۔③ اگرچہ یہ آپ کے لیے مباح تھا اور آپ کے ساتھ یہ حکم خاص تھا لیکن یہ آپ کی مرضی پر موقوف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنۡ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنۡ يَّسۡتَنۡكِحَهَا ۚ ﴾ ”بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔“ ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ ﴾ ”(یہ اجازت اے محمد!) خاص آپ ہی کے لیے ہے مسلمانوں کے علاوہ۔“ یعنی بخشی ہوئی عورت آپ کے سوا اور کسی کے لیے حلال نہیں، لہٰذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کو بخش دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک اسے بطور مہر کچھ دے نہ دے۔④ مجاہد، شعبی اور دیگر ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔⑤ یعنی جب کوئی عورت اپنا نفس کسی مرد کے سپرد کر دے اور وہ جب اس کے ساتھ دخول کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بِرْوَع بنت واشق کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جب اس نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تھا اور جب اس کا شوہر فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اسے مہر مثل دیا جائے۔⑥ نبیٔ اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے آپ کو سپرد کر دینے والی عورت کے لیے (خاوند کی) موت اور دخول حق مہر کے تعین اور مہر مثل کے ثبوت کے لیے یکساں ہیں لیکن نبی ﷺ اگر کسی مفوضہ عورت سے دخول بھی فرمالیں تو بھی آپ پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ آپ کے لیے مہر، ولی اور گواہوں کے بغیر بھی نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے سے معلوم ہوتا ہے، اسی لیے امام قتادہ نے ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نبی ﷺ کے سوا، ولی اور مہر کے بغیر اپنا آپ کسی مرد کو بخش دے۔⑦

﴿ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ ﴾ ”ہم نے ان کی بیویوں اور جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کر دیا ہے یقیناً ہم کو معلوم ہے۔“ اُبَیّ بن کعب، مجاہد، حسن، قتادہ

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ تُرۡجِيۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـْٔوِيۡۤ ...... ﴾ (الأحزاب 51:33)......، حدیث: 4788 وصحیح مسلم، النکاح، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها، حدیث: 1464. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3144/10 والمعجم الکبیر للطبرانی: 296/11، حدیث: 11787 والسنن الکبرٰی للبیهقی، النکاح، باب ما أبیح......: 55/7. ③ تفسیر الطبری: 29/22. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3144/10. ⑤ تفسیر الطبری: 28,27/22. ⑥ سنن أبی داود، النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا......، حدیث: 2116 و 2114 و سنن ابن ماجه، النکاح، باب الرجل یتزوج ولا یفرض لها فیموت علی ذلك، حدیث: 1891. ⑦ تفسیر الطبری: 28/22.

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

آپ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں مؤخر کریں (چھوڑ دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جنھیں آپ نے الگ کر دیا ہے، ان میں سے جسے بھی

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ

آپ (اپنے پاس رکھنا) چاہیں، تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، یہ (اختیار) اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور وہ غمگین نہ ہوں

اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا (51)

اور جو کچھ بھی آپ انھیں دیں وہ سب اس پر راضی ہوں، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، نہایت بردبار ہے (51)

اور ابن جریر اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے ان کے لیے چار تک آزاد عورتوں کو محدود کر دیا ہے۔ ① لیکن لونڈیاں جس قدر چاہیں رکھ سکتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ امت کے لیے نکاح کے بارے میں ہم نے ولی، مہر اور گواہوں کی شرطوں کو مقرر کیا ہے مگر آپ کے لیے رخصت ہے اور ان میں سے کوئی شرط آپ کے لیے واجب نہیں ہے۔ ﴿لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (50)﴾ ''(یہ اس لیے کہا گیا ہے) کہ آپ پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

تفسیر آیت :51

نبی ﷺ کے لیے اختیار: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ان عورتوں سے غیرت محسوس کرتی تھیں جنھوں نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دیا تھا، وہ کہا کرتی تھیں کیا عورت کو حیا نہیں آتی کہ وہ اپنے نفس کو مہر کے بغیر پیش کر دے! اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ ......﴾ الآیۃ ''ان میں سے جس (بیوی) کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں......'' تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔ ② قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ ﴿تُرْجِیْ﴾ کے معنی ہیں کہ مؤخر کر دیں ﴿مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ''ان میں سے جسے چاہیں۔'' یعنی اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشنے والی عورتوں میں سے۔ ﴿وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ﴾ ''اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں۔'' یعنی جسے آپ چاہیں قبول کر لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں اور جسے ایک بار رد کر دیں اس کے بارے میں بھی اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اسے پھر اپنے پاس بلا لیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ﴾ ''اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہوا گر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔''

کچھ دیگر اصحاب تفسیر نے کہا ہے کہ ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ......﴾ الآیۃ سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے لیے باری مقرر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان میں سے جس کو چاہیں پہلے طلب کر لیں اور جسے چاہیں بعد میں طلب کر لیں جس سے

---

① تفسیر الطبری :30/22 . ② مسند أحمد :158/6. ③ دیکھیے الأحزاب، آیت : 50 کے ذیل میں۔

چاہیں مجامعت کریں اور جس سے چاہیں مجامعت نہ کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ، ابورزین، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمہ سے اسی طرح مروی ہے۔ ① لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کے لیے باری مقرر فرما رکھی تھی۔ فقہائے شافعیہ اور دیگر کا مذہب ہے کہ آپ پر باری مقرر کرنا واجب نہ تھا اور انھوں نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت: ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ﴾ کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے جس کا دن ہوتا تھا اس عورت سے اجازت لے لیا کرتے تھے، حدیث کی راویہ (معاذہ) کہتی ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا جواب دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں کہا کرتی تھی کہ اگر اس کا حق مجھے ہے تو اے اللہ کے رسول! میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔ ② یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد عدم وجوب تقسیم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت اپنا آپ بخشنے والی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اسی وجہ سے ابن جریر نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے، اپنا آپ بخش دینے والی عورتوں کے بارے میں بھی ہے اور ان بیویوں کے بارے میں بھی جو آپ کے پاس تھیں کہ آپ کو ان کے بارے میں باری کی تقسیم و عدم تقسیم کا اختیار ہے۔ ③ اور ابن جریر کی اختیار کردہ یہ بات بہت اچھی، عمدہ اور قوی ہے اور اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ ﴾ ”یہ (اجازت) زیادہ قرین قیاس ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم ناک نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں اسے لے کر سب خوش رہیں۔“ یعنی جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ تقسیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو دور فرما دیا ہے اور اگر آپ چاہیں تو باری مقرر فرمائیں اور اگر چاہیں تو مقرر نہ فرمائیں جس طرح بھی آپ کر لیں کوئی حرج نہیں اور اگر آپ ان کے لیے باریاں مقرر فرماتے ہیں تو یہ آپ کا اختیار ہے، آپ پر واجب نہیں ہے تو یہ جان کر انھیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ اسے آپ کے حسن اخلاق اور احسان پر محمول کریں گی کہ اختیار کے باوجود آپ نے ان کے لیے باریاں مقرر کر کے عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ ﴾ ”اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے۔“ یعنی دل میں جو بعض کی طرف زیادہ میلان ہے اور جسے ختم کرنا ممکن نہیں جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باریاں عدل و انصاف کے ساتھ مقرر فرما دیا کرتے تھے اور اس کے باوجود آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! هٰذَا فِعْلِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] ”اے اللہ! یہ میرا فعل ہے، اس کے بارے میں جس کا میں مالک ہوں اور اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک

---

① تفسير الطبرى: 32,31/22. ② صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ …… ﴾ (الأحزاب 51:33) ……، حديث: 4789. ③ تفسير الطبرى: 33,32/22.

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

اوران کے بعد آپ کے لیے (اور) عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ (جائز ہے) کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کی جگہ اور بیویاں بدل لیں اگر چہ ان کا حسن آپ کو

اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (52) ع 6 ع 12 3

اچھا لگے، سوائے ان (لونڈیوں) کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے (52)

نہیں۔''① اس حدیث کو اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔② اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے [فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] ''تو اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں۔'' کے بعد کہا ہے کہ اس سے مراد ''دلی محبت'' ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔③ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ الفاظ اسی لیے ذکر فرمائے ہیں: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا (51)﴾ ''اور اللہ بڑا جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔'' یعنی وہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا اور بردباری و بخشش کا معاملہ فرماتا ہے۔

تفسیر آیت:52

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا بدلہ: کئی علمائے تفسیر، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، ابن زید اور ابن جریر رحمہم اللہ وغیرہ④ نے ذکر فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات کو جب اختیار دیا گیا اور انھوں نے دنیوی مال و منال کے بجائے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اپنے لیے اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حسن عمل سے خوش ہو کر ان کی جزا کے طور پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا ہے۔ جب انھوں نے حسن انتخاب کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے لیے پسند کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جزا یہ دی کہ اپنے رسول ﷺ کو انھی ازواج پر اکتفا کرنے کا حکم دے دیا اور ان کے لیے دیگر عورتوں سے شادی کرنے یا انھیں چھوڑ کر اور عورتیں کرنے کو حرام قرار دے دیا، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے، البتہ باندیوں اور لونڈیوں کے سلسلے میں اجازت کو برقرار رکھا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو رفع کرتے ہوئے، اس آیت کے حکم کو منسوخ فرما دیا اور دیگر عورتوں سے شادی کو جائز قرار دے دیا، یہ الگ بات ہے کہ ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہ کی تاکہ رسول اللہ ﷺ کا ان پر احسان برقرار رہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے عورتوں کو حلال قرار دے دیا تھا۔⑤ اور اسے امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔⑥

---

① مسند أحمد:144/6. ② جامع الترمذی، النكاح، باب ماجاء فی التسوية بين الضرائر، حديث :1140 وسنن أبی داود، النكاح، باب فی القسم بين النساء، حديث: 2134 وسنن النسائی، عشرة النساء، باب ميل الرجل إلى بعض نسائه......، حديث:3395 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث:1971، **حدیث ضعیف** ہے۔ ③ سنن أبی داود، النكاح، باب فی القسم بين النساء، حديث :2134 . ④ تفسير الطبری:36/22-41. ⑤ مسند أحمد :41/6 . ⑥ جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث:3216 و سنن النسائی، النكاح، باب ما افترض الله عزوجل على رسوله......، حديث:3206.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو الا یہ کہ تمھیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے، نہ یہ کہ (وہاں جاکر) کھانا پکنے کا انتظار کرتے

اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ

رہو، اور لیکن جب تمھیں دعوت دی جائے تب تم داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور (وہیں) باتوں میں نہ لگے رہو، بلاشبہ تمھاری یہ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

روش نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتی ہے، سو وہ تم سے شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، اور جب تم ان (ازواج نبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ

کے پیچھے سے مانگو، یہ بات تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ

اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ (جائز ہے) کہ تم اس (کی وفات) کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک تمھارا یہ فعل اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے (53) اگر تم کوئی

عَظِيْمًا (53) اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (54)

چیز ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (54)

دیگر علمائے تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم نے ان عورتوں کی تفصیل بیان کر دی جن کو آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ یعنی وہ بیویاں جن سے مہر دے کر نکاح کیا ہے، باندیاں، چچا اور پھوپھی کی بیٹیاں، ماموں اور خالہ کی بیٹیاں اور اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دینے والی عورتیں حلال ہیں جبکہ ان کے سوا دیگر عورتیں حلال نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ابی بن کعب اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔① ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مومن مہاجر عورتوں کے سوا دیگر عورتوں سے نکاح سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ﴾ ”(اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے مگر وہ جن (لونڈیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے (کے بارے میں آپ کو اختیار ہے۔)“ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مومن عورتوں اور اس مومن عورت کو حلال قرار دیا جو اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دے اور اسلام کے سوا ہر دین کی عورت کو آپ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ ...... الآية (المآئدة 5:5) ”اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا، تو یقیناً اس کے عمل ضائع ہو گئے......“②

ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ یہ ان تمام اقسام کی عورتوں کے لیے بھی ہے جن کا مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہوا

---

① تفسير الطبرى: 37,36/22 . ② جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3215 حديث ضعیف ہے۔

ہے اور ان عورتوں کے لیے بھی ہے جو آپ کی عصمت میں تھیں۔ ① اور جن کی تعداد نو تھی۔ ابن جریر کی یہ بات بہت عمدہ ہے اور بہت سے سلف نے بھی اس آیت سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور دونوں کے قول میں کوئی تضاد بھی نہیں، دونوں معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ﴾ ''اور نہ یہ (جائز ہے) کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے۔'' ان کے علاوہ اور عورتوں سے شادی سے منع کر دیا اور اس بات سے بھی کہ آپ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے بجائے کسی اور عورت سے شادی کر لیں، البتہ لونڈیوں کے بارے میں جواز کو برقرار رکھا گیا۔

تفسیر آیات: 54,53

کاشانۂ نبوی میں داخلے کے آداب اور حکمِ حجاب: یہ آیت حجاب ہے اور اس میں بہت سے شرعی احکام و آداب بیان کیے گئے ہیں، یہ آیت بھی ان آیات کریمہ میں سے ہے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھیں جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کی تین باتوں میں موافقت کی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابرہیم کو جائے نماز بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط ﴾ (البقرة 125:2) ''اور (جس) مقام (پر) ابراہیم (کھڑے ہوئے تھے اس) کو نماز کی جگہ بنالو!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش! آپ انھیں پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا، میں نے ازواج مطہرات سے کہا جب وہ حمیت و غیرت میں آکر نبی اکرم ﷺ کے خلاف اکٹھی ہو گئیں۔ ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ (التحریم 5:66) ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔'' تو یہ الفاظ بھی آیت میں اسی طرح نازل ہو گئے۔ ② مسلم کی ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کا بھی ذکر ہے اور یہ چوتھا واقعہ ہے۔ ③

اور امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، لہٰذا کاش! آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا۔ ④ امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ نے لوگوں کی دعوت کی، انھوں نے کھانا کھالیا تو باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے مگر وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے

---

① تفسیر الطبری :41/22. ② صحیح البخاری، الصلاۃ ، باب ماجاء فی القبلة......، حدیث:402 و صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث:2399. ③ صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث: 2399. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ ﴾ (البقرة 125:2)......، حدیث:4483.

ہو گئے، جب آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے مگر تین شخص بیٹھے رہے، نبی ﷺ نے اندر تشریف لے جانا چاہا مگر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر بالآخر وہ کھڑے ہو کر چل پڑے، میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ آئے اور اندر تشریف لے گئے، میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا...... ﴾ الآیۃ ”مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ......۔“① امام بخاری نے اسے ایک اور مقام پر بھی روایت کیا ہے۔② امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔③

بعد ازاں امام بخاری نے انس بن مالک ؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے زینب بنت جحش ؓ سے شادی کی خوشی میں روٹی اور گوشت کی دعوت کی، کھانے کی دعوت دینے کے لیے مجھے بھیجا گیا، لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پھر کچھ اور لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے حتی کہ کوئی آدمی بھی ایسا نہ رہا جس کو میں کھانے کے لیے بلا سکوں، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اب کوئی نہیں رہا جسے کھانے کے لیے میں بلاؤں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِرْفَعُوا طَعَامَكُمْ] ”کھانا اٹھا لو۔“ تین لوگ اللہ کے نبی کے گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، نبی ﷺ گھر سے نکل کر عائشہ ؓ کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] حضرت عائشہ ؓ نے جواب میں عرض کی: اور آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے، آپ نے تمام ازواج مطہرات کو اسی طرح سلام کیا جس طرح عائشہ ؓ کو کہا تھا اور سب نے اس طرح جواب دیا جس طرح عائشہ ؓ نے جواب دیا تھا، پھر نبی ﷺ واپس تشریف لے آئے مگر وہ تین شخص ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے تھے، نبیٔ اکرم ﷺ بہت حیا دار تھے، آپ پھر حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، نہیں معلوم کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا کسی اور نے کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ واپس تشریف لے آئے حتی کہ جب آپ کا ایک قدم مبارک دروازے کے اندر کی طرف اور دوسرا باہر کی طرف تھا تو میرے اور آپ کے مابین پردہ لٹکا دیا گیا اور آپ پر آیتِ حجاب کو نازل کر دیا گیا۔④ اصحاب کتب ستہ میں

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ...... ﴾ (الأحزاب 53:33)، حديث: 4791. ② صحيح البخاري، الاستئذان، باب آية الحجاب، حديث: 6239 و 6271. ③ صحيح مسلم، النكاح، باب زواج زينب بنت جحش......، حديث: (92)-1428 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ...... ﴾: 436,435/6، حديث: 11420. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ...... ﴾ (الأحزاب 53:33)، حديث: 4793.

سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، البتہ امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلۃ میں اسے روایت کیا ہے۔①

پھر فرمایا: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾ ''پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو۔'' یہ مومنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں لوگ اجازت کے بغیر گھروں میں داخل ہو جایا کرتے تھے لیکن غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اجازت لینے کا حکم دے دیا اور یہ درحقیقت اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ] ''(گھروں میں اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو۔''② پھر اللہ تعالیٰ نے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ﴾ ''مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔'' مجاہد اور قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور تیار ہونے کا تمھیں انتظار نہ کرنا پڑے۔③ یعنی کھانا جب پکایا جا رہا ہو تو تم گھات نہ لگاؤ کہ جب وہ تیار ہونے کے قریب ہو تو تم داخل ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے اس کی مذمت فرمائی ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ طفیلی بننا حرام ہے، عرب اس کو ضَيْفَن کہتے ہیں۔ امام خطیب بغدادی نے طفیلیوں کی مذمت میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے④ جس میں ان کے بہت سے واقعات لکھے ہیں جن کا ذکر یہاں موجب طوالت ہوگا، پھر فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ ''اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔''

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ، عُرُسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ] ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو اسے وہ دعوت قبول کر لینی چاہیے، خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور۔''⑤ اور اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ﴾ ''اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔'' جیسا کہ ان تین لوگوں نے بہت لمبی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور وہ اپنے آپ کو بھول گئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت گراں محسوس ہو رہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ﴾ ''بلاشبہ یہ (بات) پیغمبر کو ایذا دیتی تھی تو وہ تم سے شرماتے تھے۔'' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر کے گھر میں تمھارا اجازت کے بغیر داخل

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب: مايقول صبيحة بنائه……: 76,75/6، حديث: 10101. ② صحيح البخاري، النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم……، حديث: 5232 و صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، حديث: 2172 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ. ③ تفسير الطبري: 43,42/22. ④ اس کتاب کا نام التطفيل وحكايات الطفيليين و نوادرهم وأخبارهم ہے۔ اسے بسام بن عبدالوہاب الجابی کی تحقیق سے دار ابن حزم (لبنان) نے شائع کیا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، النكاح، باب حق إجابة الوليمة……، حديث: 5173 و صحيح مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة، حديث: (100)-1429، واللفظ له.

ہونا ان پر شاق گزرتا اور ان کے لیے باعث تکلیف تھا لیکن وہ شدت حیا کی وجہ سے لوگوں کو اس سے منع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا حکم نازل فرما دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ﴾ ''اور اللہ حق کہنے سے شرم نہیں کرتا۔'' اسی لیے اس نے تم کو اس سے منع کر دیا اور ڈانٹ دیا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ﴾ ''اور جب ان (پیغمبر کی بیویوں) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔'' یعنی جس طرح تمھیں ان کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے، اسی طرح ان کی طرف دیکھنے کی بھی قطعی ممانعت ہے، خواہ تمھیں ان سے کوئی چیز لینے کی ضرورت بھی ہو تو پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھو اور اپنی ضرورت کی چیز پس پردہ مانگ لیا کرو۔

نبی ﷺ کو ایذا رسانی کی ممانعت اور ازواج مطہرات کا مسلمانوں پر حرام ہونا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿53﴾﴾ ''اور تم کو شایاں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔'' ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے بعد آپ کی بعض بیویوں سے نکاح کر لے گا، ایک شخص نے سفیان سے پوچھا: کیا اس کا ارادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا تھا، انھوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔① مقاتل بن حیان اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔② اس نے اپنی سند کے ساتھ سُدی سے روایت کیا ہے کہ یہ ارادہ کرنے والا شخص طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ تھا حتی کہ اس کی حرمت میں یہ حکم نازل ہو گیا۔③ اسی وجہ سے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن بیویوں کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، کسی بھی دوسرے شخص کے لیے آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے، اس لیے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات ہیں، پھر وہ مومنوں کی مائیں بھی ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔④ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا، اس بارے میں سختی کی اور اس پر یہ وعید کی ہے کہ ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿53﴾﴾ ''بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿54﴾﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو یقیناً اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔'' یعنی جس چیز کو بھی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ گے اور جو بھی تمھارے مخفی دلی راز ہوں گے، اللہ تعالیٰ انھیں خوب جانتا ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝﴾ (المؤمن

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. ② تفسیر الطبری: 50/22 وتفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. ④ دیکھیے الأحزاب، آیت: 6 کے ذیل میں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں، اور اپنے بھائیوں، اور اپنے بھتیجوں، اور اپنے بھانجوں، اور اپنی عورتوں، اور

وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان کے سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں، اور (اے عورتو!) تم اللہ

كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (55)

سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (55)

19:40) ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینے چھپائے ہوئے ہیں (ان کو بھی۔)“

تفسیر آیت: 55

عورت کے وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ نہیں: جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دیا تو اب ان قریبی رشتے داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورۂ نور کی درج ذیل آیت میں بھی انھیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ ﴾ (النور 24: 31) ”اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کرو مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈیوں غلاموں کے سوا، نیز ان زیر دست مردوں کے (سوا) جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے (سوا) جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔“ سورۂ نور کی آیت میں سورۂ احزاب کی اس آیت کی نسبت کی زیادہ چیزیں مذکور ہیں اور اس آیت کی تفسیر اور اس کے بارے میں گفتگو قبل ازیں ہو چکی ہے۔① لہٰذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

ابن جریر نے شعبی اور عکرمہ سے آیت کریمہ: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ ﴾ ”عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہاں چچا اور ماموں کا ذکر کیوں نہیں ہے! تو انھوں نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ اپنے بیٹوں کے پاس اس کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہیں، شعبی وعکرمہ نے اس بات کو مکروہ سمجھا ہے کہ کوئی عورت اپنے ماموں یا چچا کے پاس اوڑھنی سر سے اتارے۔② ﴿ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ ﴾ ”نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے۔“ یعنی مومن عورتوں سے بھی پردہ نہیں ہے۔ ﴿ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ”اور نہ ان سے جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔“ یعنی اپنے غلاموں سے۔ سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ اس سے صرف لونڈیاں مراد

---

① دیکھیے النور، آیت: 31 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 52/22 .

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿56﴾

اور خوب سلام بھیجو ﴿56﴾

ہیں غلام نہیں، اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ ﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿55﴾﴾ ''اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' یعنی اس سے خلوت میں بھی ڈرو اور جلوت میں بھی کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، لہٰذا ایسے نگہبان سے ہر وقت ڈرتی رہو۔

تفسیر آیت :56

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کا قول ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی فرشتوں کے پاس آپ ﷺ کی تعریف کرنا کے ہیں، فرشتوں کی صلاۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ برکت کی دعائیں کرتے ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو العالیہ اور ابن عباس کے قول کو اسی طرح معلق بیان فرمایا ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا ہے کہ سفیان ثوری اور کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ رب تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی رحمت اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنی استغفار کے ہیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی متواتر احادیث میں درود بھیجنے کا حکم اور اس کی کیفیت کا ذکر ہے ہم ان میں سے کچھ کے تذکرے کی سعادت حاصل کریں گے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

درود سے متعلق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایات: امام بخاری نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں کعب بن عجرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام بھیجنے کو تو ہم نے جان لیا ہے، تو درود کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: کہو: [اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ] ''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی لائق حمد و ثنا، بڑائی بزرگی کا مالک ہے، اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔'' ④

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 56:33) ......، قبل الحديث: 4797. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 56:33)......، قبل الحديث: 4797. ③ جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبيﷺ، قبل الحديث: 486. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 36:53) ......، حديث: 4797.

امام احمد نے ابن ابولیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن عُجرہ مجھ سے ملے اور انھوں نے کہا: کیا میں تجھے ایک ہدیہ نہ دوں؟ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے جان لیا یا پہچان لیا ہے کہ آپ پر سلام کیسے ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی پر درود کیسے ہے۔ پس آپ نے فرمایا: تم کہو: [اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ، إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ، اَللّٰھُمَّ! بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ] ”اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی لائق حمد وثنا، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔“ ① اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں مختلف اسانید کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ ②

ابوسعید خدری ؓ کی روایت: امام بخاری ؒ نے ابوسعید خدری ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو ہے آپ پر سلام مگر ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیمَ] ”تم کہو: اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم ؑ پر برکت نازل فرمائی۔“ ابوصالح نے لیث سے اس طرح روایت کیا ہے کہ [عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ] ”محمد اور آل محمد ﷺ پر (برکت نازل فرما) جس طرح تو نے آل ابراہیم ؑ پر برکت نازل فرمائی۔“ انھوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابوحازم اور دراوردی نے یزید سے، جو ابن الہاد ہے، روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: [کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیمَ وَآلِ إِبْرَاهِیمَ] ”جس طرح تو نے ابراہیم ؑ پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم ؑ پر برکت نازل فرمائی۔“ ③ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

ابوحمید ساعدی ؓ کی روایت: امام احمد نے ابوحمید ساعدی ؓ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے

---

① مسند أحمد: 241/4. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3370 و جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في صفة الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 483 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 976 و سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث: 1290 و اللفظ له و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 904. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط ﴾ (الأحزاب 56:33) ....، حديث: 4798. ④ سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث: 1294 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 903.

رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: [اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ] ''اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج واولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج واولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔''① اس حدیث کو امام ترمذی کے سوا باقی پانچوں محدثین نے روایت کیا ہے۔②

ابو مسعود انصاری ؓ کی روایت: امام مسلم نے ابو مسعود انصاری ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم سعد بن عُبادہ ؓ کی مجلس میں تھے، تو بشیر بن سعد ؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر) خاموش رہے حتی کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش وہ آپ سے سوال نہ کرتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو: [اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، وَّالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ] ''اے اللہ! تو محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ وآل محمد ﷺ پر جس طرح تو نے جہانوں میں آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے اور سلام بھیجنے کا طریقہ تو تم نے معلوم کر ہی لیا ہے۔'' اسے ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔③

فضالہ بن عبید ؓ کی روایت: امام احمد نے فضالہ بن عُبید ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَجِلَ هٰذَا] ''اس شخص نے جلدی کی ہے'' پھر آپ نے اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور کو مخاطب کر کے فرمایا: [إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ (بِتَمْجِيدِ رَبِّهٖ) وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ لِيَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ] ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا

---

① مسند أحمد:424/5. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث:3369 و صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ ، حديث: 407 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 979 و سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث:1295 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 905. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 405 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ ، حديث: 980 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث:3220 و سنن النسائي، السهو، باب الأمر بالصلاة على النبي ﷺ، حديث:1286 و تفسير الطبري:54/22.

کرے۔'' ① اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ② اور اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ③

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب دو تہائی رات ختم ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اُذْكُرُوا اللّٰهَ، اُذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ] ''اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آ گئی، اس کے پیچھے ایک اور بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے۔'' اُبَی نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں تو کتنا درود پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: [مَا شِئْتَ] ''جتنا چاہو۔'' میں نے عرض کی: چوتھا حصہ؟ آپ نے فرمایا: [مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ''جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: نصف؟ آپ نے فرمایا: [مَا شِئْتَ وَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ''جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: [مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ''جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: میں اپنی ساری دعا میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: [إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ] ''تب تو تمھارے غم و فکر دور کر دیے جائیں گے اور تمھارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' ④ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ اقدس سے مسرت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے چہرۂ اقدس پر مسرت کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّهٗ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: إِنَّهٗ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَّلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قَالَ: بَلٰى!] ''میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا ہے: اے محمد! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ کے پروردگار عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا تو میں دس مرتبہ اس پر سلامتی نازل کروں گا، آپ نے

---

① مسند أحمد: 18/6 واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ ابوداود کے مطابق ہیں۔ ② سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1481 وجامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد......، حديث: 3476 و سنن النسائي، السهو، باب التمجيد والصلاة على النبي ﷺ......، حديث: 1285. ③ صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب الصلاة على النبي ﷺ......: 351/1، حديث: 710,709 و صحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر البيان بأن المرء مأمور بالصلاة على النبي ﷺ......: 290/5، حديث: 1960. ④ جامع الترمذي، صفة القيامة، باب في الترغيب في ذكر الله وذكر الموت......، حديث: 2457.

فرمایا: کیوں نہیں! (اس سے بہت خوش ہوں۔)“① اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت ہشاش بشاش تھے اور آپ کے چہرۂ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج آپ بہت خوش وخرم ہیں اور خوشی ومسرت کے آثار چہرۂ اقدس پر جھلک رہے ہیں؟ فرمایا: [أَجَلْ، أَتَانِي آتٍ مِّنْ رَّبِّي عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلَاةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَّمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَّرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَّرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا] ”ہاں، میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے آنے والا ایک آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بلند کر دے گا اور اس پر اسی طرح درود بھیجے گا۔“③ اس حدیث کی سند جید ہے، دیگر ائمۂ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا] ”جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“④ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس باب میں عبدالرحمٰن بن عوف، عامر بن ربیعہ، عمار، ابوطلحہ، انس اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ”وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا، پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“⑤ اور ابوسعید (عبدالرحمٰن بن عبداللہ مولیٰ بنی ہاشم) کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ”تو اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔⑥

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت: امام ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ

---

① مسند أحمد :30/4. ② السنن الكبرىٰ للنسائى، عمل اليوم والليلة، ثواب الصلاة على النبیﷺ :21/6 حديث: 9888. ③ مسند أحمد: 29/4 مزید دیکھیے صحيح الترغيب والترهيب للألبانى: 291/2 ، حديث: 1661 و شعب الإيمان للبيهقى، باب فى تعظيم النبیﷺ......: 212/2 ، حديث: 1561. ④ صحيح مسلم، الصلاة ، باب الصلاة على النبیﷺ ......، حديث: 408 و سنن أبى داود، الوتر، باب فى الاستغفار، حديث: 1530 جبکہ قوسین والا لفظ جامع الترمذى، الوتر، باب ماجاء فى فضل الصلاة......، حديث: 485 میں ہے۔ و سنن النسائى، السهو، باب الفضل فى الصلاة على النبیﷺ ، حديث: 1297. ⑤ مسند أحمد: 201/1 . ⑥ جامع الترمذى، الدعوات، باب: [رغم أنف رجل ذكرت عنده......]، حديث: 3546.

أَنْ يُّغْفَرَلَهٗ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهٗ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ] ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی بخشش ہوئے بغیر گزر گیا اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہو گئے اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کرا سکے۔''① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

درود شریف پڑھنے کے متعدد مواقع

بہت سے اوقات میں درود شریف پڑھنے کا حکم آیا ہے، مثلاً:

اذان کے بعد درود شریف: اذان کے بعد درود شریف پڑھنا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:[إِذَا سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا (اللّٰه) لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَاتَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَاهُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ] ''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرو، وہ جنت کا وہ مقام ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا پس جس نے میرے لیے وسیلے کا سوال کیا، اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی۔''② اسے امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔③

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت درود شریف: مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت بھی درود پڑھنا چاہیے، امام احمد نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے:[اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب آپ مسجد سے باہر تشریف لے جاتے تو پھر بھی محمد ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے:[اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''④

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب:[رغم أنف رجل ذکرت عنده......]، حدیث:3545 ، مزید دیکھیے مسند أحمد: 254/2. ② مسند أحمد :168/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الصلاۃ، باب استحباب القول......، حدیث:384 میں ہے۔ ③ صحیح مسلم، الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حدیث: 384 وسنن أبی داود، الصلاۃ، باب مایقول إذا سمع المؤذن، حدیث: 523 وجامع الترمذی، المناقب، باب:[سلوا اللّٰه لی الوسیلة......]، حدیث: 3614 وسنن النسائی، الأذان، باب الصلاۃ علی النبیﷺ، حدیث: 679. ④ مسند أحمد :283,282/6، مزید دیکھیے جامع الترمذی، الصلاۃ، باب ماجاء مایقول عند دخوله المسجد، حدیث:315,314.

نمازِ جنازہ میں درود شریف: نمازِ جنازہ میں بھی نبی ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے سنت یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے، دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد کہا جائے: [اَللّٰهُمَّ! لَاتَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ] ''اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس (کی وفات) کے بعد ہمیں فتنہ و آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔'' ① امام شافعی رحمہ اللہ نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ انھیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے یہ خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے، پھر پہلی تکبیر کے بعد سِرّی طور پر سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور اخلاص کے ساتھ جنازے کی دعائیں پڑھے، تکبیرات میں کچھ نہ پڑھے، پھر سِرّی طور پر سلام پھیر دے۔ ② امام نسائی نے بھی اسے انھی ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ سنت یہ ہے، پھر اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ ③ صحابی کا یہ کہنا کہ سنت یہ ہے، صحیح قول کے مطابق یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

دعا میں درود شریف: مستحب یہ ہے کہ دعا کے آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان موقوف رہتی اور اس وقت تک اوپر نہیں چڑھتی، جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھ لو۔ اسے معاذ بن حارث نے ابوقرہ سے، انھوں نے سعید بن مسیّب سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ ④

دعائے قنوت میں درود شریف: ان سب مقامات سے زیادہ تاکید درود پڑھنے کی دعائے قنوت میں ہے امام احمد، اہل سنن، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے دعا کے یہ کلمات سکھائے: [اَللّٰهُمَّ! اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي

---

① چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل مختصر دعا کرنا بھی موقوفاً ثابت ہے جیسا کہ ابویعفور رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ انھوں نے جنازے پر چار تکبیریں کہیں، پھر کچھ ٹھہرے، یعنی دعا کرنے لگے۔ پھر فرمایا: تمھارا خیال تھا کہ میں پانچ تکبیریں کہوں گا۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ فرمانے لگے کیونکہ رسول اللہ ﷺ (جنازے پر) چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔ مسند البزار:277/8، حدیث:3342 و السنن الکبریٰ للبیهقي، الجنائز، جماع أبواب التكبير على الجنائز......:35/4 لیکن اس موقع پر مفسر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ ہی ضروری نہیں کیونکہ روایت میں ان کی تخصیص نہیں۔ اور یہ الفاظ جنازے کی دوسری دعاؤں میں ذکر ہوئے ہیں۔ دیکھیے الموطأ للإمام مالك، الجنائز، باب مايقول المصلي على الجنازة:78/1، حديث :544 عن أبي هريرة موقوفاً. ان سے ملتے جلتے مرفوع الفاظ دیکھیے سنن أبي داود، الجنائز، حديث:3201 و سنن ابن ماجه، الجنائز، حديث:1498. ② الأم للشافعي، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة والتكبير...... :141/2، رقم:589 مزید دیکھیے السنن الکبریٰ للبیهقي، الجنائز، باب القراءة في صلاة الجنازة: 39/4. ③ سنن النسائي، الجنائز، باب الدعا، حديث:1991 . ④ جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 484 موقوفًا. تفصیل کے لیے دیکھیے السلسلة الصحيحة:54/5، حديث:2035 و صحيح الجامع الصغير:832/2 و العلل المتناهية:358/2 اور دعائیہ الفاظ سے پہلے اور حمد و ثنا کے بعد درود پڑھنے کے متعلق چند صفحات قبل دیکھیے عنوان: ''فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت''

فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، (وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ] ’’اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے، ان کے زمرے میں تو مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے بھی ان لوگوں کے زمرے میں (دنیا وآخرت کی) عافیت دے جن کو تو نے عافیت دی ہے اور جن لوگوں کا تو کارساز بنا ہے، ان (کے زمرے) میں تو میرا بھی کارساز بن جا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے اور جو تو نے میرے لیے مقدر کیا ہے اس کے شر سے مجھے بچا، اس لیے کہ بے شک تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا حکم نہیں چلتا، جس کا تو مددگار بن گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس کو تو نے اپنا دشمن قرار دے دیا وہ کبھی عزت نہیں پاتا،① تو ہی برکت والا ہے، اے ہمارے پروردگار! اور تو ہی سب سے بلند و بالا ہے۔‘‘ امام نسائی نے سنن میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں: [وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ] ’’اور اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔‘‘②

جمعے کے دن درود شریف: جمعے کے دن اور جمعے کی رات کثرت سے درود پڑھنا بھی مستحب ہے۔ امام احمد نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَّعْرُوضَةٌ عَلَيَّ] ’’تمھارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اس دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن فوت کیے گئے، اسی دن صور میں پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس تم اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو، بے شک تمھارا درود مجھ پر پیش کر دیا جائے گا۔‘‘ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ] ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔‘‘③ اس حدیث کو امام ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔④ اور امام ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی نے بھی الأذکار میں اسے صحیح کہا ہے۔⑤

---

① مسند أحمد: 199/1 وسنن أبي داود، الوتر، باب القنوت في الوتر، حديث: 1425 وجامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في القنوت في الوتر، حديث: 464 وسنن النسائي، قيام الليل......، باب الدعاء في الوتر، حديث: 1747،1746 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القنوت في الوتر، حديث: 1178 وصحيح ابن خزيمة، ذكر الوتر وما فيه من السنن، باب ذكر الدليل على أن النبي ﷺ إنما أوتر......: 152،151/2، حديث: 1095 وصحيح ابن حبان، الرقائق، باب ذكر الزجر عما يريب المرء......: 499،498/2، حديث: 722 والمستدرك للحاكم: 172/3، حديث: 4801،4800 جبکہ قوسین والے الفاظ ابوداود کے مذکورہ حوالے میں دیکھیے۔ ② سنن النسائي، قيام الليل......، باب الدعاء في الوتر، حديث: 1747 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 8/4. ④ سنن أبي داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة......، حديث: 1047 وسنن النسائي، الجمعة، إكثار الصلاة على النبي ﷺ......، حديث 1375. ⑤ صحيح ابن خزيمة، الجمعة، باب فضل الصلاة على النبي ﷺ......: 118/3، حديث: 1733 وصحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر البيان بأن صلاة من صلى على المصطفى ﷺ......: 191/3، حديث: 910.

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے، اور ان کے لیے رسوا کن

عَذَابًا مُّهِيْنًا (57) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

عذاب تیار کیا ہے (57) اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائیں جبکہ انھوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو تو یقیناً ان لوگوں

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (58) ع ‏7 ع 6 4

نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا (58)

تفسیر آیات: 58,57

اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کی ہے جو اس کے احکام کی مخالفت، اس کے محرمات کا ارتکاب کرے اور اس پر اصرار کر کے اسے ایذا دے اور اس کے رسول پر عیب یا نقص کا الزام لگا کر اسے ایذا دے۔ عِيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ عکرمہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مصوروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔①

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ] ”اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے کہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں ہی زمانہ ہوں کہ اس کے رات دن کو بدلتا ہوں۔“② اس کا مفہوم یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے: ہائے زمانے کی بربادی! ہمارے ساتھ اس نے یہ یہ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیا کرتے تھے، حالانکہ ان کا فاعل اللہ عزوجل ہے، لہٰذا اس سے منع کر دیا گیا۔③ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صفیہ بنت حُیی بن اخطب سے شادی کرنے کی وجہ سے طعن کیا تھا۔④ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی بھی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جیسا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

---

① تفسير الطبرى: 55/22. ② صحيح البخارى، التفسير، باب: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثية45:24)، حديث: 4826 وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهى عن سبّ الدهر، حديث: (2)-2246 واللفظ له. ③ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ جاہلیت ان پر مختلف حالات لانے والے کو گالیاں دیتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ انقلابات لانے والا زمانہ ہے اس بنا پر اسے گالیاں دیتے تھے، اور حقیقت میں انقلابات لانے والا اللہ تعالیٰ ہے جبکہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دہر تو میں ہوں، یعنی جسے تم انقلابات لانے والا سمجھتے ہو وہ تو میں ہوں۔ ④ تفسير الطبرى: 55/22.

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ (بات اس کے) زیادہ قریب ہے کہ

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤⑨ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ

وہ پہچان لی جائیں تو انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے (59) اگر منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ

اور مدینے میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے قرب و جوار، اس (مدینے) میں تھوڑی

اِلَّا قَلِيْلًا ۛۚ (60) مَّلْعُوْنِيْنَ ۚۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (61) سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

مدت ہی رہ سکیں گے (60) وہ ملعون و مردود ہیں، جہاں بھی وہ پائے جائیں پکڑ لیے جائیں گے اور بری طرح قتل کر دیے جائیں گے (61) ان لوگوں میں بھی

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (62)

جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے، اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے (62)

مومنوں کو ایذا دینے والوں کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انھوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں۔“ یعنی ان کی طرف ایسی بات منسوب کریں جن سے وہ بری ہوں اور جسے انھوں نے نہ کیا ہو۔ ﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (58)﴾ ”تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔“ یعنی یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی طرف عیب و نقص کے طور پر کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جو انھوں نے کی ہی نہ ہو، اس وعید کے زیادہ تر مصداق تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے لوگ ہیں، پھر وہ رافضی جو حضرات صحابۂ کرام کی تنقیص کرتے اور ان کی طرف ایسے عیوب کو منسوب کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے، یہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات اس کے الٹ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اور بھی مختلف انداز سے مدح و ستائش کی ہے مگر یہ جاہل اور غبی انھیں گالیاں دیتے، ان کی تنقیص کرتے اور ان کے بارے میں وہ کچھ ذکر کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہی نہیں اور جسے انھوں نے کبھی کیا ہی نہیں۔

حقیقت میں ان رافضیوں کے دل ٹیڑھے ہیں یہ اچھے لوگوں کی مذمت کرتے اور برے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ امام ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ فرمایا: [ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ] ”تمھارا اپنے بھائی کا (اس طرح) ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔“ عرض کی گئی کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جسے میں کہہ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: [فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَاتَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ مَاتَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ] ”اگر وہ بات اس میں موجود ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس

پر بہتان لگایا۔‘‘① امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔②

تفسیر آیات: 59-62

پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مومن عورتوں کو، خصوصًا اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو ان کے عزت و شرف کی بنا پر، یہ حکم دے دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ وہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں اور باندیوں سے ممتاز ہو جائیں۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹے کے اوپر ہوتی ہے اور یہ ابن مسعود، عبیدہ، قتادہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، عطاء خراسانی اور کئی ایک اہل علم کا قول ہے۔③ اور یہ آج کل اوپر اوڑھی جانے والی چادر کے قائم مقام ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ جِلباب ایسی چادر کو کہتے ہیں جس سے جسم کو ڈھانپ لیا جائے۔④ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ بوقت ضرورت اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا کریں اور ایک آنکھ ننگی کر لیا کریں۔⑤ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عَبِیدَہ سلمانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اپنے چہرے اور سر کو چھپا لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ننگا کر لیا۔⑥ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ ’’یہ (امر) زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ پہچان لی جائیں، پھر انھیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔‘‘ یعنی جب وہ ایسا کریں گی تو معلوم ہوگا کہ وہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں، نہ وہ لونڈیاں ہیں اور نہ بدکردار۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (59)﴾ ’’اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘ یعنی زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا کیونکہ اس وقت انھیں اس کا علم نہ تھا۔

شریر منافقوں کے لیے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ: پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔ اور یاد رہے منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ’’اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔‘‘ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہاں ان سے مراد زانی لوگ ہیں۔⑦ ﴿وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ’’اور جو مدینہ (کے شہر) میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں۔‘‘ یعنی جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ دشمن آگئے، جنگیں آگئیں، حالانکہ یہ لوگ ایسی خبریں محض کذب و افترا کے طور پر اڑایا کرتے ہیں، اگر یہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے اور انھوں نے حق کی طرف

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث: 4874. ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة، حديث: 1934 مزید دیکھیے صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الغيبة، حديث: 2589. ③ تفسير القرطبي: 244,243/14 وتفسير الطبري: 57/22. ④ الصحاح، مادة: جلب. ⑤ تفسير الطبري: 57/22 یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوصالح ہے جس میں ضعف ہے، نیز علی بن ابوطلحہ کا ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے جبکہ المصنف، لابن أبي شيبة: 541/3 میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت آئی ہے۔ ⑥ تفسير الطبري: 57/22. ⑦ تفسير الطبري: 58/22.

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، آپ کو کیا خبر، شاید قیامت قریب ہی ہو؟ (63) بلاشبہ

قَرِيْبًا (63) اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا (64) خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ

اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (64) وہ اس میں ہمیشہ ابد تک رہیں گے، وہ (اپنا) کوئی دوست اور

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (65) يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا

کوئی مددگار نہ پائیں گے (65) جس دن آگ میں ان کے چہرے الٹ پلٹ کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی،

الرَّسُوْلَا (66) وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (67) رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ

اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی (66) اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی، تو انھوں

ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (68) ع 8 ع 10 5

نے ہمیں گمراہ کر دیا (67) اے ہمارے رب! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی سخت (اور زیادہ) لعنت کر (68)

رجوع نہ کیا تو ﴿ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ﴾ ''ضرور ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔① اور قتادہ کہتے ہیں: ﴿ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان کے خلاف بھڑکا دیں گے۔② اور سدی کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ان کے بارے میں معلوم کرا دیں گے۔ ﴿ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ ﴾ ''پھر وہاں آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے۔'' یعنی مدینہ میں۔ ﴿ اِلَّا قَلِيْلًا (60) مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ ﴾ ''مگر تھوڑے دن (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے۔'' یعنی مدینہ میں ان کی مدت اقامت بہت قلیل ہوگی، اور یہ راندھے اور پھٹکارے ہوئے بھی ہوں گے۔ ﴿ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا ﴾ ''جہاں بھی پائے گئے پکڑے گئے۔'' اپنی ذلت وقلت کی وجہ سے، ﴿ وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (61) ﴾ ''اور قتل کیے جائیں گے خوب قتل کیا جانا۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ ﴾ ''جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں، ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔'' یعنی منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے نفاق اور کفر کے باعث سرکشی اختیار کرتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے تو اہل ایمان کو ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان کو مغلوب کر دیتے ہیں، ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (62) ﴾ ''اور آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تغیر وتبدل نہ پائیں گے۔'' یعنی اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت میں کوئی تغیر وتبدل رونما نہیں ہوتا۔

تفسیر آیات: 63-68

قیامت کے دن کا علم اللہ ہی کو ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ انھیں قیامت کا علم نہیں ہے، خواہ لوگ ان سے اس بارے میں دریافت بھی کریں، اس سلسلے میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا

---

① تفسیر الطبری :59/22 . ② تفسیر الطبری :60/22 .

جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں بھی فرمایا ہے۔① اور وہ مکی سورت ہے اور یہ مدنی ہے، الغرض! اس کا علم اس ذات پاک کو ہے جو اسے قائم فرمائے گا، البتہ اس نے یہ ضرور فرما دیا ہے کہ قیامت عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا (63)﴾ ’’اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو؟‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○﴾ (القمر 1:54) ’’قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ۚ﴾ (الأنبياء 1:21) ’’لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کیے جا رہے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ط﴾ (النحل 1:16) ’’اللہ کا حکم (عذاب، گویا) آ ہی پہنچا، پس (اے کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو۔‘‘

کفار پر لعنت، ہمیشہ کے لیے جہنم اور حسرت: پھر فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ’’بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔‘‘ یعنی اس نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا (64)﴾ ’’اور اس نے ان کے لیے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔‘‘ یعنی آخرت میں۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ﴾ ’’اس میں ابد الآباد رہیں گے۔‘‘ یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی بھی نکل نہ سکیں گے۔ ﴿لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (65)ۚ﴾ ’’نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔‘‘ ان کے لیے کوئی فریاد رس اور مددگار نہ ہو گا جو انھیں اس عذاب سے بچا سکے۔

پھر فرمایا: ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (66)﴾ ’’جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے، کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے۔‘‘ یعنی انھیں چہروں کے بل دوزخ کی آگ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے چہروں کو جہنم میں الٹا دیا جائے گا، پھر وہ اس تمنا کا اظہار کریں گے کہ کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے میدانِ حشر میں ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ط وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○﴾ (الفرقان 25:27-29) ’’اور جس دن (عاقبت نا اندیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکایا اور شیطان انسان کو عین وقت پر دغا دینے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○﴾ (الحجر 2:15) ’’کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔‘‘ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ اس حالت میں بھی تمنا کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 187 کے ذیل میں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ کو ایذا دی تھی، پھر اللہ نے اسے اس (جھوٹی بات) سے بری کر دیا جو انھوں نے کہی تھی،

عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ﴿69﴾

اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبے والا تھا ﴿69﴾

﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿67﴾ ﴾ ”اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔“ طاؤس کہتے ہیں کہ ﴿ سَادَتَنَا ﴾ سے مراد اشراف ہیں اور ﴿ كُبَرَآءَنَا ﴾ سے مراد علماء ہیں۔ ﴿ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے۔“ ایک تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کی وجہ سے۔ ابوالقاسم طبرانی نے ابو رافع سے ان لوگوں کے نام کے ضمن میں جو حضرت علی ؓ کے ساتھ جنگ میں شامل تھے، حجاج بن عمرو بن غزیہ کا ذکر بھی کیا ہے، یہ (دشمن سے) مقابلے کے وقت یہ کہہ کر ابھارا کرتے تھے: اے گروہ انصار! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رب تعالیٰ سے ملاقات کے وقت یہ کہو:

﴿ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿67﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿68﴾ ﴾

”اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔“ ①

تفسیر آیت: 69

یہودیوں کی موسیٰ ؑ پر افترا پردازی: امام بخاری ؒ نے احادیث الانبیاء میں ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيرًا لَّا يُرَى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِّنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَقَالَ: مَايَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّامِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ، إِمَّا بَرَصٌ وَّإِمَّا أُدْرَةٌ وَّإِمَّا آفَةٌ، وَّإِنَّ اللّٰهَ أَرَادَ أَنْ يُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوا لِمُوسٰى، فَخَلَا يَوْمًا وَّحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلَى الْحَجَرِثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَأْخُذَهَا وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَأَخَذَ مُوسٰى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُولُ: ثَوْبِي حَجَرُ! ثَوْبِي حَجَرُ! حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهٗ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ حَجَرٌ وَّأَخَذَ بِثَوْبِهٖ فَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِضَرْبِهٖ ثَلَاثًا أَوْأَرْبَعًا أَوْخَمْسًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ﴿69﴾ ﴾]

---

① المعجم الکبیر للطبرانی :224,223/3 ، حدیث:3210.

’’بے شک موسیٰ علیہ السلام بہت باحیا اور باپردہ انسان تھے، حیا کی وجہ سے وہ اپنے جسم کو چھپا کر رکھتے تھے اور ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا مگر بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے انھیں ایذا دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس قدر پردہ پوشی سے کام اس لیے لیتے ہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے، برص ہے، ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں یا وہ کسی اور آفت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں سے بے عیب قرار دیں۔ ایک دن وہ خلوت میں تھے، انھوں نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے اور غسل کرنا شروع کر دیا، جب غسل سے فارغ ہوئے تو وہ اپنے کپڑے پکڑنے لگے مگر وہ پتھر (جس پر کپڑے رکھے ہوئے تھے) کپڑوں کے ساتھ دوڑ پڑا، موسیٰ نے اپنے عصا کو پکڑا اور پتھر کے پیچھے ہو لیے اور فرمانے لگے: پتھر میرے کپڑے! پتھر میرے کپڑے! پتھر دوڑ کر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس جا رکا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جب برہنہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بہت ہی احسن انداز میں پیدا فرمایا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں بے عیب ثابت کر دیا، پتھر ٹھہر گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر زیب تن فرما لیے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشانات پڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ اسی واقعہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے: ’’مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔‘‘① یہ حدیث صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن کچھ مال وغیرہ تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا کہ اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! میں رسول اللہ ﷺ کو تمھاری یہ بات ضرور بتاؤں گا، پس میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی تو یہ سن کر آپ کا چہرہ اقدس گلنار ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: [رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مُوسٰى، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ] ’’اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انھیں تو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر انھوں نے صبر کیا۔‘‘② اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔③

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝69﴾ ’’اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔‘‘ یعنی انھیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور جاہ و منصب حاصل تھا۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب الدعوات تھے۔④ بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں جو عظیم وجاہت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی ہارون کے بارے میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ان کے ساتھ نبی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما لیا تھا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝﴾ (مریم 19:53) ’’اور ہم نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔‘‘

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث:3404. ② مسند أحمد: 380/1. ③ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث:3405 وصحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام......، حديث:1062. ④ تفسير البغوي: 666/3.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (70) يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ٹھیک ٹھیک بات کہا کرو (70) وہ تمھارے عمل درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا، اور

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (71)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی (71)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے (اپنی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (72) لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ

ڈر گئے، اور وہ (امانت) انسان نے اٹھالی، یقیناً وہ بڑا ظالم اور بہت جاہل ہے (72) (ہم نے یہ امانت اس لیے اٹھوائی) کہ اللہ منافق مردوں

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے، اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر رحم فرمائے، اور اللہ بہت

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (73) ع 9 5 6

بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے (73)

تفسیر آیات: 71,70

مومنوں کو تقوے اور صدق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے تقوے کو اختیار کریں، اس کی اس طرح عبادت کریں، گویا اسے دیکھ رہے ہوں، ﴿ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (70) ﴾ ”اور سیدھی بات کہا کرو۔“ ایسی سیدھی بات جس میں کوئی کجی اور انحراف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب وہ ایسا کریں گے تو وہ انھیں اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، ان کے اعمال کو درست فرما دے گا، انھیں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے گا، ان کے سابقہ گناہوں کو معاف فرما دے گا اور مستقبل میں سرزد ہونے والے گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (71) ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک بہت بڑی مراد پائے گا۔“ اور وہ یہ کہ اسے آتش دوزخ سے بچا لیا جائے گا اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 73,72

انسان کا بارِ امانت اٹھانا: عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد طاعت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس بار کے اٹھانے کی اپنے آپ میں طاقت نہ پائی تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں پائی تو اس میں جو کچھ ہے کیا اس کے ساتھ تم اسے اٹھا سکتے ہو؟ انھوں نے عرض کی: اے میرے رب! اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اگر تم نیکی کرو گے تو اچھی جزا ملے گی اور برائی کرو گے تو سزا ملے

گی تو آدم علیہ السلام نے اسے لے کر اٹھا لیا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝۷۲﴾ ”اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ (انسان اس امانت میں خیانت کرنے والا) بڑا ظالم، بڑا جاہل تھا۔“①

اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر وہ انھیں ادا کریں گے تو انھیں اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اگر وہ انھیں ضائع کر دیں گے تو انھیں عذاب دے گا مگر انھوں نے اس بار امانت کے اٹھانے کو ناپسند کیا اور وہ اس سے ڈر گئے کہ اللہ کے دین کی تعظیم کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز وقاصر نہ رہ جائیں، اسے جب آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اور یہی معنی اس ارشاد باری تعالیٰ کے ہیں: ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝۷۲﴾ ”اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔“ یعنی ”جھول“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے غفلت ہے۔② مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک، حسن بصری اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں۔③ کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد طاعت ہے۔④ اعمش نے ابوضحیٰ سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بھی امانت ہے کہ عورت کو اپنی شرم گاہ کے بارے میں امین ٹھہرایا گیا ہے۔⑤ قتادہ کا قول ہے کہ امانت سے مراد دین، فرائض اور حدود ہیں۔⑥ امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد تین چیزیں ہیں: (1) نماز (2) روزہ (3) غسل جنابت۔

ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یہ سب اس نکتے پر متفق ہیں کہ اس سے مراد ذمہ داری کا بوجھ اور اوامر ونواہی کو ان کی شرائط کے ساتھ قبول کرنا ہے اور وہ یہ کہ اگر اس نے اس امانت کو پورا کیا تو اسے اجر وثواب سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے اسے پورا نہ کیا تو اسے سزا ملے گی، پس انسان نے اپنے ضعف، جہالت اور ظلم کے باوصف اسے قبول کر لیا۔ ہاں، البتہ جسے اللہ توفیق دے وہی اس بار امانت سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ وَبِاللّٰهِ الْمُسْتَعَانُ.

امانت سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو باتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں آپ نے ہمیں بیان فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل ہوئی تھی، پھر قرآن نازل ہوا، لوگوں نے قرآن سے بھی معلوم کر لیا اور سنت سے بھی معلوم کر لیا کہ امانت کی کس قدر اہمیت ہے، پھر آپ نے ہم سے امانت کے اٹھا لیے جانے کے بارے میں بیان فرمایا، آپ نے بیان فرمایا: [يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ نَوْمَةً، فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ تَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيهِ

---

① تفسیر الطبری: 67/22. ② تفسیر الطبری: 67/22. ③ تفسیر الطبری: 66/22. ④ تفسیر الطبری: 67/22.

⑤ تفسیر الطبری: 68/22. ⑥ تفسیر الطبری: 69,68/22.

شَیْءٌ......فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَّجُلًا أَمِينًا حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ وَأَظْرَفَهُ وَأَعْقَلَهُ! وَمَا فِي قَلْبِهِ حَبَّةٌ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ] ''آدمی سو رہا ہوگا کہ امانت اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی تو اس کا نشان داغ کی طرح ہوگا، پھر وہ سوئے گا تو (باقی) امانت (بھی) اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی، سو چھالے کی طرح اس کا نشان باقی رہ جائے گا، اس انگارے کی طرح جسے تم نے اپنے پاؤں پر ڈال دیا ہو (جس سے چھالا پڑ جائے) اسے تم پھولا ہوا دیکھتے ہو مگر اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی ...... کہ لوگ خرید و فروخت کرنے لگیں گے مگر کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو امانت کو ادا کرنے والا ہو حتی کہ کہا جانے لگے گا کہ فلاں خاندان میں ایک امانت دار شخص ہے یہاں تک بھی کہا جانے لگے گا کہ فلاں شخص کس قدر بہادر، کس قدر ہنس مکھ اور کس قدر عقل مند ہے، مگر اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔'' ایک وقت تھا کہ میں اس بات کی پروا نہیں کرتا تھا کہ میں نے کس سے خرید و فروخت کی ہے کیونکہ اگر خرید و فروخت کرنے والا مسلمان ہے تو اس کا دین اسے میری طرف لوٹا دے گا اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا ولی اسے میرے پاس لوٹا دے گا، مگر آج میں تم میں سے صرف فلاں اور فلاں ہی سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔ ① صحیحین میں یہ حدیث بروایت اعمش ہے۔ ②

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَافَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَّصِدْقُ حَدِيثٍ، وَّحُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَّعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ] ''جب تم میں چار چیزیں موجود ہوں تو پھر دنیا کی کسی بھی چیز کے موجود نہ ہونے کا تمھیں کوئی غم نہیں ہونا چاہیے: (1) حفظ امانت (2) سچ بولنا (3) حسن خلق اور (4) حلال کھانا۔'' ③

بارِ امانت اٹھانے کا نتیجہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔'' یعنی بنی آدم پر اس امانت، شرعی ذمہ داریوں کا بوجھ اس لیے ڈالا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منافق مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور منافق وہ ہیں جو اہل ایمان کے خوف کی وجہ سے ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور کافروں کی اتباع کرنے کی خاطر کفر کو چھپاتے ہیں۔ ﴿وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اور مشرک مرد اور مشرک عورتیں۔'' یعنی وہ لوگ جو ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے۔'' اور ان مومنوں پر رحم فرمائے جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے

---

① مسند أحمد: 383/5 . ② صحيح البخاري، الرقاق، باب رفع الأمانة، حديث: 6497 و صحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب......، حديث: 143. ③ مسند أحمد: 177/2 بعض نے اگرچہ اسے سنداً ضعیف کہا ہے لیکن حدیث حسن ہے دیکھیے السلسلة الصحيحة: 361/2، حديث: 733، و صحيح الجامع الصغير: 212/1، حديث: 873 اور الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 233/11، حديث: 6652.

رسولوں پر ایمان رکھتے اور اس کی طاعت بجا لاتے ہیں۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝73﴾ ”اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر سورۂ احزاب مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تحقیق و تخریج کے

مصادر و مراجع

اسم الکتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاریخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	
الأحادیث الطوال	للحافظ سلیمان بن أحمد الطبرانی (360-260ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحادیث المختارة	لأبی عبداللّٰه محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی(643-567ھ)	دارخضر	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
أحکام القرآن	للإمام أبی بکر محمد بن عبداللّٰه المعروف بابن العربی (543-468ھ)	دارالکتب العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
الأدب المفرد	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل البخاری (256-194ھ)	المکتبة الإسلامیة	الأُردن	1423ھ 2003م
الأدب المفرد	//	مکتبة المعارف	الریاض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدین أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1416ھ 1996م

إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م
الاستذکار	لأبی عمر یوسف بن عبداللّٰه بن عبدالبر النمری الأندلسی(5463-5368ھ)	دار الوعی	حلب القاھرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجَزری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إدریس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل،قرآن اورسائنس(اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاھرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی1205ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

تاریخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808ھ 1332-1406م)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1992م
تاریخ بغداد	للحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
تاریخ دمشق	للإمام الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی المعروف بابن عساکر (499-571ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
تاریخ الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی310ھ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358ھ 1939م
التاریخ الکبیر	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل بن إبراهیم الجعفی(194-256ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبی العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری (المتوفی1353ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تحفة الأخیار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی(239-321ھ)	داربلنسیة	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزی (654-742ھ)	دارالغرب الإسلامی	بیروت	1999م
التخویف من النار	للأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد بن رجب الحنبلی (المتوفی795ھ)	مکتبة دارالبیان (C.D)	دمشق	1399ھ
تذکرة الحفاظ	للإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی748ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الترغیب والترهیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی656ھ)	دارالحدیث	القاهرة	1407ھ 1987م

تغليق التعليق	لأحمد بن على بن حجر العسقلانى المتوفى (852ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبدالله (المتوفى 161ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403ھ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة الرياض	1417ھ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489ھ)	دار الوطن	الرياض	1418ھ 1997م
تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م

تفسير معاني القرآن	للنحاس (المتوفى 338ھ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409ھ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417ھ
التمهيد	للإمام الحافظ أبى عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمرى الأندلسى (463-368ھ)	مكتبة السوادى	جدة	1387ھ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى (963-907ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401ھ 1981م
تنوير المقباس	للإمام السيد حبر الأمة عبدالله بن عباس الهاشمى القرشىؓ (المتوفى 68ھ)	مطبعة الأمير	قم ايران	
جامع الترمذى	للإمام الحافظ أبى عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذى (279-200ھ)	دارالسلام	الرياض السعوديه	1420ھ 1999م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبى الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقى الشافعى (774-700ھ)	دار الفكر	بيروت	1420ھ 2000م
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبى نُعَيم أحمد بن عبدالله الأصفهانى الشافعى (المتوفى 430ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الدر المنثور فى التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمٰن بن أبى بكر السيوطى (المتوفى 911ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبى بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقى (458-384ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1405ھ 1985م

الدِّيباج	للحافظ جلال الدين عبدالرحمٰن السيوطى (849-911ھ)	شركة دار الأرقم بن أبى الأرقم	بيروت لبنان	
الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمٰن مباركفورى (1361-1427ھ/1942-2006م)	المكتبة السلفية	لاهور باكستان	1416ھ 1995م
روح المعانى	للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسى البغدادى (المتوفى 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسير	للإمام أبى الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن على بن محمد الجوزى (المتوفى597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبى عبدالله محمد بن أبى بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م
سنن الدارقطنى	للإمام الحافظ على بن عمر الدارقطنى (المتوفى 385ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بهرام التميمى السمرقندى الدارمى (المتوفى 255ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م

سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	الریاض السعودیة	1420ھ 2000م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰه محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القزوینی (209-273ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
السیرة النبویة	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1418ھ 1998م
السیرة النبویة	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1424ھ 2004م
السیرة النبویة	لأبی محمد عبدالملک بن هشام بن أیوب الحِمیَری (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
شرح السنة	للإمام الحافظ محی السنة أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (436-516ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1403ھ 1983م
شرح معانی الآثار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1407ھ 1987م

شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبی العز الحنفی، بتحقيق و مراجعة جماعة من العلماء وتخريج محمد ناصر الدين الألبانی	المكتب الإسلامی	بيروت	
شرح النووی	لمحی الدين أبوزكريا يحی بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی (المتوفی 676ھ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبی بكر أحمد بن الحسين البيهقی (384-458ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
الصحاح	لأبی نصر إسماعيل بن حماد الجوهری الفارابی المتوفی (398ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
صحيح البخاری	للإمام أبی عبدالله محمد بن إسماعيل البخاری الجعفی (194-256ھ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419ھ 1999م
صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421ھ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1408ھ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسی	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414ھ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبی بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمی النيسابوری (المتوفی 311ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1412ھ 1992م
صحيح سنن أبی داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ 1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423ھ 2002م
صحيح مسلم	للإمام أبی الحسين مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (204-261ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419ھ 1998م

ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی1420ھ-1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی1420ھ_1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت	1415ھ 1994م
الطبقات الكبرىٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفی230ھ)	دار صادر	بيروت	1418ھ 1998م
علل الحديث	للإمام ابن أبی حاتم الرازی(240-327ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوبوره باكستان	
عمدة القاری	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی (المتوفی855ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبی الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادی	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
فتح الباری	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور باكستان	1401ھ 1981م
فتح البيان	لأبی الطيب صديق بن حسن بن علی الحسينی القنوجی البخاری (المتوفی1307ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
فضائل القرآن	لأبی عبيد القاسم بن سلام الهروی (157-224ھ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420ھ 1999م
الكامل فی ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبداللّٰه بن عدی الجرجانی (المتوفی365ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
كتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخريج السنة	لأبی بكر عمرو بن أبی عاصم الضحاك بن مخلد الشيبانی المتوفی (287ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م

كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد الله بن المبارك المروزى (المتوفى 181ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
كتاب العرش	لأبى عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748ھ)	مكتبة أضواء السلف ومكتبة الإمام البخارى	الرياض السعودية مصر	1420ھ 1999م
كتاب العظمة	لأبى محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
الكشاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشرى (المتوفى 528ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407ھ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399ھ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجى خليفة (1017-1067ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطى (849-911ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (المتوفى 807ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيمية الحرّانى (المتوفى 728ھ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلسى (المتوفى 546ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م

المحلی	لأبی محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم المتوفی (456 ھ)	دارالجیل دارالآفاق الجدیدة	بیروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدین أبی الفضل أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	مؤسسة الکتب الثقافیة	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
مختصر سنن أبی داود	عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبدالله بن سلامة بن سعد زکی الدین أبومحمد المنذری الشامی المصری (المتوفی 656ھ)	مکتبة السنة المحمدیة مکتبة ابن تیمیة	القاهرة	1423ھ 2002م
مختصر قیام اللیل	للشیخ أبی عبدالله محمد بن نصر المروزی (المتوفی 294ھ)	مکتبة المنار	الأردن	1413ھ 1993م
المراسیل	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
المستدرك	للإمام أبی عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیسابوری (المتوفی 405ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1420ھ 2000م
مسند أحمد (طبع میمنیة)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	بیت الأفکار الدولیة	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبی الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوهری (214-317ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م

مسند أبی داود الطَّیالَسی	لسلیمان بن داود بن الجارود (المتوفی 204ھ)	هجر	أمبابة	1419ھ 1999م
مسند الربیع	للإمام الربیع بن حبیب	مكتبة الثقافة الدینیة	......	......
المسند الضعیف	للإمام أبی جعفر محمد بن عمرو بن وهبی بن حماد العقیلی (المتوفی 322ھ)	مكتبة نزار مصطفی الباز	مكة المكرمة السعودیة	1422ھ 2001م
مسند أبی عوانة	للإمام أبی عوانة یعقوب بن إسحاق الأسفرائینی (المتوفی 316ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
مسند أبی یعلی المَوصلی	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن المثنی التمِیمی (307-210ھ)	دار الثقافة العربیة	بیروت دمشق	1412ھ 1992م
المصنف	للإمام الحافظ أبی بكر عبدالله بن محمد بن أبی شیبة (المتوفی 235ھ)	دار الكتب العلمیة	بیروت دمشق	1416ھ 1995م
المصنف	للحافظ الكبیر أبی بكر عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی 211ھ)	المكتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م
المطالب العالیة	للحافظ ابن حجر أحمد بن علی العسقلانی (852-773ھ)	دار المعرفة	بیروت دمشق	1414ھ 1993م
المعجم الأوسط	لأبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (360-260ھ)	دارالكتب العلمیة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدین أبی عبدالله یاقوت بن عبدالله الحموی الرومی البغدادی (المتوفی 626ھ)	دار صادر	بیروت	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبدالله بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (المتوفی 773ھ)	مكتبة دار البیان	الكویت	1421ھ 2000م

المعجم الكبير	للحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260-360ھ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420ھ 2000م
معجم ما استعجم	لعبدالله بن عبدالعزيز البكرى الأندلسى (المتوفى 487ھ)	عالم الكتب	بيروت	1403ھ 1983م
المغنى	للإمام موفق الدين أبى محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المنتقى	لأبى محمد عبدالله بن على بن الجارود النيسابورى رحمه الله (المتوفى 307ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوبوره باكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبى العباس تقى الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانى الدمشقى (المتوفى 728ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانى فى العقيدة من خلال كتابه (فتح البارى)	محمد اسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419ھ 1998م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن على الحلبى، الدكتور إبراهيم طه القيسى، الدكتور حمدى محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1999م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركى	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
الموضوعات	لأبى الفرج عبدالرحمٰن بن على بن الجوزى القرشى (510-597ھ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ھ 1987م

الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
النجوم الزاهرة فى ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبى المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
نوادر الأصول فى معرفة أحاديث الرسول	لأبى عبدالله محمد الحكيم الترمذى	دارصادر	بيروت	
نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار ابن القيم ودار ابن عفان	القاهرة	1422ھ 2001م